وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

اصحابِ بدرؓ

جلد 2

سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

ISLAM INTERNATIONAL PUBLICATIONS LTD

اصحابِؓ بدر

جلد دوم

(*The Guiding Stars of Badr* - Vol. 2)
(Urdu)

by

Hazrat Mirza Masroor Ahmad,
Khalifatul-Masih V (may Allah be his Helper)

First published in the UK, 2024

© Islam International Publications Ltd.

Published by:
Islam International Publications Limited
Unit 3, Bourne Mill Business Park,
Guildford Road, Farnham, Surrey UK, GU9 9PS

For further information, please visit www.alislam.org

ISBN: 978-1-84880-506-4

فہرست مضامین

1۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
1	پیش لفظ	ix
2	دیباچہ	xi
3	نام لقب اور کنیت	1
4	پیدائش اور شجرۂ نسب	1
5	آپؓ کے والدین کا اسلام قبول کرنا	2
6	القاب اور ان کی وجہ	4
7	واقعہ اسراء کی تصدیق و ایمان	6
8	کنیت ابو بکر کی وجہ تسمیہ	9
9	مہندی اور کَتَمْ سے خضاب لگانا	10
10	تجارت	10
11	تعبیر الرؤیا اور حسب و نسب کے عالم	11
12	خون بہا اور دِیتوں کا عہدہ	11
13	حلف الفضول میں شمولیت	12
14	آنحضرت ﷺ سے دوستی کا تعلق	12
15	شرک اور بتوں سے نفرت	13
16	آپؓ کا قبول اسلام	14
17	سب سے پہلے کون ایمان لایا؟	21

18	آپؐ کے ذریعہ اسلام قبول کرنے والے اصحاب	23
19	کفارِ مکہ کے مظالم	24
20	غلاموں کو آزاد کرنا	26
21	حضرت ابو بکرؓ کی شان میں آیات کا نزول	28
22	شعب ابی طالب میں حضرت ابو بکرؓ کی موجودگی	32
23	بیعتِ عقبہ ثانیہ	38
24	ہجرت کا حکم اور مظلوم مسلمانوں کی مکہ سے ہجرت	38
25	ہجرتِ مدینہ	42
26	ابو بکرؓ کی دو بہادر اور وفادار بیٹیاں	47
27	ہجرت کے وقت کی دعائیں	48
28	غارِ ثور	49
29	غارِ ثور اور خاندان ابو بکرؓ کے دلیرانہ کارنامے	56
30	قبا میں قیام	66
31	قبا سے مدینہ	69
32	مسجد نبوی کی تعمیر	72
33	مؤاخات مدینہ	73
34	غزوۂ بدر	74
35	غزوۂ احد	81
36	غزوۂ حمراء الاسد	87
37	غزوۂ بنو نضیر	88
38	غزوۂ بَدْرُ الْمَوْعِد	89
39	غَزوۂ بَنُو مُصْطَلِق (واقعۂ افک)	91
40	غزوۂ احزاب	97
41	غزوۂ بنو قریظہ	98

42	صلح حدیبیہ	100
43	سریہ حضرت ابو بکرؓ بطرف بَنُو فَزَارَہ	104
44	غزوۂ خیبر	104
45	سریہ حضرت ابو بکر بطرف نَجْد	106
46	غزوۂ فتح مکہ	107
47	غزوۂ حُنَین	111
48	غزوۂ طائف	114
49	غزوۂ تبوک	115
50	حضرت ابو بکرؓ امیر الحجاج	117
51	حجۃ الوداع	119
52	رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی آخری بیماری اور وفات	121
53	مسلمانوں کا پہلا اجماع......وفات مسیحؑ	126
54	حضرت ابو بکرؓ کی خلافت	127
55	انتخاب خلافت کے بعد آپؓ کے لیے وظیفہ	136
56	آغازِ خلافت میں آپؓ کی مشکلات اور خطرات	137
57	آپؓ کی حضرت یوشع بن نون کے ساتھ مشابہتیں	139
58	لشکرِ اسامہ کی روانگی	144
59	مانعین زکوٰۃ اور حضرت ابو بکرؓ کا مشورہ	154
60	شجاعت اور عزم	162
61	خلافت کی برکات قیام شریعت	163
62	کیا اسلام میں ارتداد کی سزا قتل ہے؟	168
63	حضرت ابو بکرؓ نے مرتدین کو کیوں قتل کیا	175
64	مرتد باغیوں کے خلاف گیارہ مہمات کی تیاری	181
65	جنگ یمامہ	210

66	ایرانیوں کے خلاف کاروائیاں	291
67	جنگِ ذات السلاسل یا جنگِ کاظمہ	291
68	جنگ ابلہ	294
69	جنگ مَذَارْ	295
70	جنگِ وَلَجَہ	297
71	جنگ اُلَّیْس	299
72	اَمْغِیْشِیَا کی فتح	303
73	جنگ حِیْرَہ	304
74	جنگ انبار یا ذات العیون	308
75	جنگ عین التمر	310
76	جنگِ دُوْمَۃُ الْجَنْدَل	312
77	جنگِ حصید اور خنافس	314
78	جنگ مصیّخ	315
79	جنگ فراض	316
80	عراق کی فتح	319
81	دمشق کا محاصرہ	341
82	معرکہ اَجْنَادَیْن	341
83	اَجْنَادَین کی جنگ کب ہوئی؟	346
84	فتح دمشق (13 ہجری)	347
85	دمشق کا دوسرا محاصرہ	355
86	حضرت ابو بکرؓ کے زمانے کی آخری جنگ	358
87	خلافت عمرؓ مشاورت اور نامزدگی	358
88	اس اعتراض کا جواب کہ خلیفہ نامزد کیوں کیا؟	359
89	یہ بھی ایک رنگ میں انتخاب ہی تھا	360

90	بیماری اور وصیت	360
91	ازواج اور اولاد	362
92	آپؓ نظامِ حکومت کس طرح چلاتے تھے؟	364
93	منصبِ خلافت کی حقیقت	365
94	بیت المال کا قیام	365
95	محکمہ قضا کا نظام	367
96	محکمہ افتاء	367
97	کتابت، لکھنے کا محکمہ	367
98	فوج کا محکمہ	368
99	سامانِ جنگ کی فراہمی	368
100	سپہ سالاروں اور کمانڈروں کو دس باتوں کی نصیحت	368
101	اسلامی حکومت کی مختلف ریاستوں میں تقسیم	370
102	عُمال مقرر کرنے کے طریق	370
103	ذِمّیوں کے حقوق	373
104	جزیہ	373
105	جمع قرآن	374
106	آپؓ کے زمانہ میں پورا قرآن کیوں نہ لکھا گیا؟	377
107	صحیفہ صدیقی کب تک محفوظ رہا؟	378
108	اوّلیاتِ ابو بکرؓ	379
109	حضرت ابو بکر صدیقؓ کے مناقب	379
110	حلیہ مبارک	380
111	خشیتِ الٰہی اور زہد و تقویٰ	380
112	آپؓ کی کامل اطاعت و فرمانبرداری اور عشق	384
113	رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لیے غیرت	384

114	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت	389
115	حضرت ابو بکرؓ کے اشعار	401
116	آپؓ کی فراست	401
117	تعبیر الرؤیا کا فن	404
118	غلاموں کو آزاد کروانا	408
119	امامتِ نماز	409
120	شفقتِ اولاد	411
121	واقعۂ اِفک میں حضرت ابو بکرؓ کا کردار	412
122	انکسار اور تواضع	417
123	خدمت خلق میں بڑائی	423
124	پردہ پوشی	424
125	بہادری اور شجاعت	424
126	مالی قربانی	433
127	عاجزی اور انکساری	436
128	حفظ قرآن	436
129	ثانی اثنین	436
130	غیر مسلم مصنفین کا خراج عقیدت	437
131	اخلاق حسنہ	439
132	قربانیاں	440
133	اوصاف حمیدہ	449

پیش لفظ

جنگ بدر کو تاریخ اسلام میں ایک نمایاں اہمیت اور فضیلت حاصل ہے۔ قرآن کریم نے اس دن کو "یوم الفرقان" کہہ کر اس کی تاریخی فضیلت کو دوام بخشا اور اس فضیلت اور عظمت کا تاج اپنے وفاشعار جاں نثار بدری صحابہؓ کے سروں پر سجاتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يَكُونَ قَدِ اطَّلَعَ عَلٰى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ: اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ اور تمہیں یہ کیا خبر کہ اللہ نے آسمان سے اہل بدر کو جھانک کر دیکھا اور فرمایا کہ تم جو کچھ کرتے رہو میں تمہیں معاف کر چکا ہوں۔ (بخاری) اس جنگ میں شامل ہونے والے 313 صحابہؓ خود بھی اپنے آخری سانسوں تک اس سعادت اور اعزاز پر خدا کا شکر بجالاتے ہوئے فخر کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مشہور مستشرق ولیم میور صاحب لکھتے ہیں:

"بدری صحابی اسلامی سوسائٹی کے اعلیٰ ترین رکن سمجھے جاتے تھے۔ سعد بن ابی وقاص جب اسّی سال کی عمر میں فوت ہونے لگے تو انہوں نے کہا کہ مجھے وہ چوغہ لاکر دو جو میں نے بدر کے دن پہنا تھا اور جسے میں نے آج کے دن کے لئے سنبھال کر رکھا ہوا ہے۔ یہ وہی سعد تھے جو بدر کے زمانہ میں بالکل نوجوان تھے اور جن کے ہاتھ پر بعد میں ایران فتح ہوا اور جو کوفہ کے بانی اور عراق کے گورنر بنے مگر ان کی نظر میں یہ تمام عزتیں اور فخر جنگِ بدر میں شرکت کے عزت و فخر کے مقابلے میں بالکل ہیچ تھیں اور جنگِ بدر والے دن کے لباس کو وہ اپنے واسطے سب خلعتوں سے بڑھ کر خلعت سمجھتے تھے اور ان کی آخری خواہش یہی تھی کہ اسی لباس میں لپیٹ کر ان کو قبر میں اتارا جاوے۔"

(بحوالہ سیرت خاتم النبیین صفحہ 373)

یہ خوش نصیب صحابہ کون کون تھے؟ رہتی دنیا تک آسمان پر چمکنے والے یہ چاند ستارے کون تھے؟؟ ان کے نام، ان کے والدین کے نام ان کے سوانح کیا تھے اور ان کی سیرت کے نمایاں کام اور کارنامے کیا کیا تھے۔ ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے

خطبات میں بڑی تفصیل سے ان کا ذکر فرمایا ہے۔ گویا کہ ان صحابہؓ کی سوانح اور سیرت کا ایک انسائیکلوپیڈیا ہے۔

سیرت صحابہؓ کا یہ تاریخی بیان حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 4 مئی 2018ء کو شروع فرمایا اور پھر یہ تابناک علمی اور تحقیقی مواد خدا کے اس پیارے مقدس وجود کے لب مبارک سے ادا ہوتا رہا۔ آخری خطبہ 24 فروری 2023ء کو ارشاد فرماتے ہوئے کل 173 خطبات میں یہ ذکر مکمل ہوا۔ اور اس کے کچھ عرصہ بعد آپ نے آنحضرت ﷺ کی سیرت پر خطبات دینے کا سلسلہ شروع فرمایا جو ابھی تک جاری و ساری ہے۔ سیرت النبی ﷺ کے یہ تمام خطبات جلد اول میں پیش کئے جائیں گے،

یہ جلد خلیفہؓ راشد حضرت ابو بکر صدیقؓ کی سیرت و سوانح پر مشتمل ہے، اس کے بعد اگلی جلد خلفائے ثلاثہ حضرت عمرؓ بن خطاب، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی سیرت وسوانح اور اس کے بعد اگلی دو جلدیں بدری صحابہؓ کی سیرت و سوانح پر مشتمل قارئین کی خدمت میں پیش ہوں گی۔ انشاء اللہ

اس علمی و تحقیقی کام میں معاونت کرنے والے تمام افراد اور دفاتر خاص طور پر شکریہ کے مستحق ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کو بہترین جزاء عطا فرمائے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء

منیر الدین شمس

ایڈیشنل وکیل التصنیف

جولائی ۲۰۲۴ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دیباچہ

تبرک تحریر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار صحابہ کے اخلاص وفا کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

" خدا تعالیٰ نے صحابہ کی تعریف میں کیا خوب فرمایا ہے مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ رِجَالٌ صَدَقُوۡا مَا عَاهَدُوا اللّٰہَ عَلَیۡہِ ۚ فَمِنۡہُمۡ مَّنۡ قَضٰی نَحۡبَہٗ وَمِنۡہُمۡ مَّنۡ یَّنۡتَظِرُ (الاحزاب:24) مومنوں میں سے ایسے مرد ہیں جنہوں نے اس وعدے کو سچا کر دکھایا جو انہوں نے خدا تعالیٰ کے ساتھ کیا تھا۔ سو اُن میں سے بعض اپنی جانیں دے چکے اور بعض جانیں دینے کو تیار بیٹھے ہیں۔" پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ " صحابہ کی تعریف میں قرآن شریف سے آیات اکٹھی کی جائیں تو اس سے بڑھ کر کوئی اسوۂ حسنہ نہیں۔" (ملفوظات جلد 7 صفحہ 431 تا 433) اور ان آیات میں صحابہ کی نیکیوں کے اور قربانیوں کے جو نمونے بیان ہوئے ہیں وہ ہمارے لئے اُسوۂ حسنہ ہیں۔

چند سال قبل جب میں نے صحابہ کے حالات بیان کرنے شروع کئے تو ان میں بدری صحابہ بھی تھے اور چند دوسرے صحابہ کا بھی ذکر ہوا۔ لیکن پھر مجھے خیال آیا کہ پہلے صرف بدر کی جنگ میں شامل ہونے والے صحابہ کا ذکر کروں۔ کیونکہ ان کا ایک خاص مقام ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک سلسلہ وار خطبات میں مجھے ان پاک طینت عشاقِ رسول اللہ ﷺ کا ذکرِ خیر کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

غزوہ بدر کے صحابہ وہ لوگ تھے جو غریب اور کمزور ہونے کے باوجود دین کی

حفاظت کرنے والوں میں صف اوّل میں تھے۔ وہ کبھی دشمن کی طاقت سے مرعوب نہیں ہوئے بلکہ ان کا تمام تر توکل اللہ تعالیٰ کی ذات پر تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وفا اور محبت کا عہد کیا تو اس کے لئے اپنی جانیں قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ اپنے عہد وفا کو نبھانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی جنت کی بشارت دی اور ان سے راضی ہونے کا اعلان فرمایا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس غزوہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: "یہی وہ جنگ ہے جس کا نام قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرقان رکھا ہے اور یہی وہ جنگ ہے جس میں عرب کے وہ سردار جو اس دعویٰ کے ساتھ گھر سے چلے تھے کہ اسلام کا نام ہمیشہ کے لئے مٹا دیں گے خود مٹ گئے اور ایسے مٹے کہ آج ان کا نام لیوا کوئی باقی نہیں۔"

(سیرۃ النبی ﷺ، انوار العلوم جلد 1 صفحہ 610)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتب اور ملفوظات میں دو بدری اَدوار کا ذکر فرمایا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

"اب اس چودھویں صدی میں وہی حالت ہو رہی ہے جو بدر کے موقع پر ہو گئی تھی جس کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ** (آل عمران:124)۔ اس آیت میں بھی دراصل ایک پیشگوئی مرکوز تھی یعنی جب چودھویں صدی میں اسلام ضعیف اور ناتوان ہو جائے گا اس وقت اللہ تعالیٰ اس وعدہ حفاظت کے موافق اس کی نصرت کرے گا۔"

(لیکچر لدھیانہ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 280)

پھر آپؑ فرماتے ہیں "اس وقت بھی اللہ تعالیٰ نے بدر ہی میں مدد کی تھی اور وہ مدد اَذِلَّۃٌ کی مدد تھی جس وقت تین سو تیرہ آدمی صرف میدان میں آئے تھے اور کل تین لکڑی کی تلواریں تھیں اور ان تین سو تیرہ میں زیادہ تر چھوٹے بچے تھے۔ اس سے زیادہ کمزوری کی حالت کیا ہوگی اور دوسری طرف ایک بڑی بھاری جمعیت تھی اور وہ سب کے سب چیدہ چیدہ جنگ آزمودہ اور بڑے بڑے جوان تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ظاہری سامان کچھ نہ تھا۔ اس وقت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جگہ پر دعا کی اَللّٰھُمَّ اِنْ اَھْلَکْتَ ھٰذِہِ الْعِصَابَۃَ لَنْ تُعْبَدَ فِی الْاَرْضِ اَبَدًا۔ یعنی اے اللہ ! اگر آج تو نے اس جماعت کو ہلاک کر دیا تو پھر کوئی تیری عبادت کرنے والا نہ رہے گا۔ سنو! میں بھی یقیناً اسی طرح کہتا ہوں کہ آج وہی بدر والا معاملہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح ایک جماعت تیار کر رہا ہے۔ وہی بدر اور اَذِلَّۃٌ کا لفظ موجود ہے۔" (ملفوظات جلد 2 صفحہ 190-191)

غزوۂ بدر تاریخِ اسلام کا نہایت اہم واقعہ ہے۔ احبابِ جماعت کو چاہیئے کہ اس حوالہ سے میرے خطبات کے اس مجموعے کو ضرور پڑھیں تا کہ یہ ایمان افروز واقعات ہمیشہ آپ کے ذہنوں میں مستحضر رہیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام بھی ہے جو تذکرہ میں یوں درج ہے: "آج رات حضرتؑ نے خواب بیان فرمایا **کسی نے کہا کہ جنگ بدر کا قصہ مت بھولو**۔" (تذکرہ ص668)

اللہ تعالیٰ ہم میں خاص طور پر بدر کی اہمیت کا ادراک پیدا فرمائے اور ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق کی آمد کو سمجھنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ مسلمان امت بھی اس واقعہ بدر کی حقیقت کو سمجھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آئے ہوئے مسیح موعود کو پہچانے تا کہ مسلمان دوبارہ اپنی کھوئی ہوئی عظمت کو حاصل کرنے کے قابل بن جائیں۔ آمین

مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس

عالمگیر جماعت احمدیہ

25 اپریل 2024ء

1

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

نام لقب اور کنیت:

حضرت ابو بکرؓ کا نام عبد اللہ تھا اور عثمان بن عامر ان کے والد کا نام تھا۔ کنیت ابو بکر تھی اور آپؓ کے لقب 'عتیق' اور 'صدیق' تھے۔

پیدائش

کہا جاتا ہے کہ آپؓ کی ولادت عام الفیل کے دو سال چھ ماہ بعد 573ء میں ہوئی۔ حضرت ابو بکرؓ کا نام جیسا کہ مَیں نے کہا عبد اللہ تھا۔ آپؓ کا تعلق قریش کے قبیلہ بنو تَیم بن مُرّہ سے تھا۔ جاہلیت میں آپؓ کا نام عبد الکعبہ تھا جسے رسول اللہ ﷺ نے تبدیل کر کے عبد اللہ رکھ دیا۔ آپؓ کے والد کا نام عثمان بن عامر تھا اور ان کی کنیت ابو قُحافہ تھی اور والدہ کا نام سلمٰی بنت صَخْر بن عامِر تھا اور ان کی کنیت اُمُّ الخیر تھی۔ ایک قول کے مطابق آپؓ کی والدہ کا نام لَیلٰی بنت صَخْر تھا۔[1]

شجرۂ نسب آنحضرت ﷺ کے ساتھ

حضرت ابو بکرؓ کا شجرۂ نسب ساتویں پشت میں مُرّہ پر جا کر رسول اللہ ﷺ سے ملتا ہے۔[2]

اسی طرح حضرت ابو بکرؓ کی والدہ کا سلسلہ نسب ننھیال اور ددھیال دونوں طرف سے چھٹی پشت پر جا کر رسول اللہ ﷺ سے مل جاتا ہے۔[3]

ابو قحافہ یعنی حضرت ابو بکرؓ کے والد کی اہلیہ اُمُّ الخیر ان کے چچا کی بیٹی تھیں۔[4]

یعنی حضرت ابو بکرؓ کی والدہ ان کے والد کی چچا کی بیٹی تھیں۔ حضرت ابو بکرؓ کے والدین حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد بھی زندہ رہے اور ان دونوں نے اپنے بیٹے یعنی حضرت ابو بکرؓ کا ورثہ پایا۔ حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد پہلے ان کی والدہ کی وفات ہوئی۔[5]

اور پھر حضرت ابو بکرؓ کے والد نے 14ر ہجری میں 97 برس کی عمر میں وفات پائی۔[6]

حضرت ابو بکرؓ کے والد اور والدہ دونوں کو اسلام قبول کرنے کی توفیق ملی۔

آپؓ کے والد ماجد کے قبول اسلام لانے کا واقعہ

آپؓ کے والد کے ایمان لانے کا واقعہ یوں ہے کہ آپ کے والد فتح مکہ تک ایمان نہیں لائے تھے۔ اس وقت ان کی بینائی جا چکی تھی۔ فتح مکہ کے وقت جب رسول کریم ﷺ مسجد حرام میں داخل ہوئے تو حضرت ابو بکرؓ اپنے والد کو لے کر رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب نبی کریم ﷺ نے ان کو دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ **اے ابو بکر! تم اس بوڑھے عمر رسیدہ شخص کو گھر ہی رہنے دیتے۔ مَیں خود ان کے پاس آجاتا۔** اس پر حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! یہ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے نہ یہ کہ آپؐ ان کے پاس تشریف لاتے۔ حضرت ابو بکرؓ نے انہیں رسول کریم ﷺ کے سامنے بٹھایا تو آپ ﷺ نے ان کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ اسلام لے آئیں۔ آپ سلامتی میں آجائیں گے۔ چنانچہ ابو قحافہ نے اسلام قبول کر لیا۔[7]

حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ ابو قحافہ کو فتح مکہ کے دن لایا گیا تو ان کا سر اور داڑھی ثَغَامہ کی طرح سفید ہو چکے تھے۔ ثَغَامہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ سفید رنگ کا ایک پھول ہوتا تھا جو پہاڑوں پر اُگتا تھا۔ بہر حال بالکل سفید بال تھے۔ داڑھی بہت سفید تھی اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسے کسی اَور رنگ سے تبدیل کر دو یعنی اس پہ خضاب لگا دو۔ رنگ کر دو زیادہ بہتر ہے لیکن سیاہ رنگ سے بچو۔[8]

یہ مطلب نہیں تھا کہ سیاہ رنگ کوئی برائی ہے بلکہ شاید آپ نے خیال فرمایا ہو کہ عمر کے اس حصہ میں بالکل سیاہ رنگ کے بال چہرے پر شاید مناسب نہ لگیں تو بہر حال آپ نے کہا اس کو رنگ دینا چاہیے، خضاب لگا دینا چاہیے۔

حضرت ابو بکرؓ پر کفار کے مظالم اور آپؓ کی والدہ کا اسلام قبول کرنا

حضرت ابو بکرؓ کی والدہ ابتدائی اسلام قبول کرنے والوں میں شامل تھیں۔ اس کا ذکر سیرت حلبیہ میں اس طرح ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ دارِ ارقم میں تشریف لے گئے تاکہ وہاں آپؐ اور آپؐ کے صحابہ چھپ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکیں اور اس وقت مسلمانوں کی تعداد اڑتیس 38 تھی۔ اس وقت حضرت ابو بکرؓ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں درخواست کی کہ مسجد حرام میں تشریف لے چلیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابو بکر! ہماری تعداد قلیل ہے لیکن حضرت ابو بکرؓ اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ اپنے تمام صحابہ کے ساتھ مسجد حرام میں تشریف لائے۔

وہاں حضرت ابو بکرؓ نے لوگوں کے سامنے خطاب کیا جبکہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے خطاب میں لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف دعوت دی۔ اس طرح آپؓ رسول اللہ ﷺ کے **بعد پہلے خطیب ہیں جنہوں نے لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا۔** اس پر مشرکین

حضرت ابو بکرؓ اور مسلمانوں کو مارنے کے لیے ٹوٹ پڑے اور انہیں بُری طرح مارا پیٹا۔ حضرت ابو بکرؓ کو پیروں تلے روندا گیا اور انہیں خوب مارا پیٹا گیا۔ عُتبہ بن رَبِیعہ حضرت ابو بکر کو ان جوتوں سے مار رہا تھا جس پر دوہرا چمڑا لگا ہوا تھا۔ اس نے ان جوتوں سے حضرت ابو بکرؓ کے چہرے پر اتنا مارا کہ منہ سوج جانے کی وجہ سے آپؓ کے چہرے پر ناک کی بھی پہچان نہیں ہو پا رہی تھی۔ پھر بنو تیم کے لوگ بھاگتے ہوئے آئے اور مشرکین کو حضرت ابو بکرؓ سے دور کیا۔ بنو تیم کے لوگوں نے آپؓ کو ایک کپڑے میں ڈال کر اٹھایا اور انہیں ان کے گھر میں لے گئے اور انہیں حضرت ابو بکرؓ کی موت میں کوئی شک نہیں تھا۔ اس حد تک مارا تھا۔ اس کے بعد بنو تیم کے لوگ واپس آئے اور مسجد میں، خانہ کعبہ میں داخل ہوئے اور کہا خدا کی قسم! اگر ابو بکرؓ فوت ہو گئے تو ہم ضرور عُتبہ کو قتل کر دیں گے، جس نے زیادہ مارا تھا۔

حضرت ابو بکرؓ کے عشقِ رسول ﷺ کا اعلیٰ مقام

پھر وہ لوگ حضرت ابو بکرؓ کے پاس واپس آئے اور آپؓ کے والد ابو قحافہ اور بنو تیم کے لوگ آپؓ سے بات کرنے کی کوشش کرنے لگے مگر آپؓ بیہوشی کی وجہ سے کوئی جواب نہ دیتے تھے یہاں تک کہ دن کے آخری حصہ میں آپؓ بولے اور سب سے **پہلے یہ پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟**

مگر لوگوں نے ان کی بات کا جواب نہ دیا مگر آپؓ بار بار یہی سوال دہراتے رہے۔ اس پر آپ کی والدہ نے کہا۔ خدا کی قسم! مجھے تمہارے ساتھی کے متعلق کچھ معلوم نہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے اپنی والدہ سے کہا کہ آپ حضرت عمرؓ کی بہن اُمِّ جمیل بنت خطاب کے پاس جائیں۔ اُمِّ جمیلؓ پہلے ہی مسلمان ہو چکی تھیں لیکن اپنے اسلام کو چھپایا کرتی تھیں۔ آپ ان سے آنحضرت ﷺ کا حال دریافت کریں۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ کی والدہ اُمِّ جمیل کے پاس گئیں اور ان سے کہا کہ ابو بکر، محمد بن عبد اللہ ﷺ کے بارے میں پوچھتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا: میں محمدؐ کو نہیں جانتی اور نہ ہی ابو بکرؓ کو۔ پھر اُمِّ جمیل نے حضرت ابو بکرؓ کی والدہ سے کہا کہ کیا آپ چاہتی ہیں کہ میں آپ کے ساتھ چلوں؟ انہوں نے کہا ہاں۔ پھر وہ ان کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئیں تو اُمِّ جمیل نے آپ کو زخموں سے چُور زمین پر پڑا دیکھا تو چیخ اٹھیں اور کہا کہ جن لوگوں نے آپ کے ساتھ یہ معاملہ کیا ہے وہ یقیناً فاسق لوگ ہیں اور میں امید رکھتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان سے بدلہ لے گا۔

تب حضرت ابو بکرؓ نے ان سے پوچھا کہ آنحضرت ﷺ کا کیا حال ہے؟ اُمِّ جمیل نے کہا یہ تمہاری والدہ بھی سن رہی ہیں۔ آپ نے کہا: وہ تمہارا راز ظاہر نہیں کریں گی۔ اس پر اُمِّ جمیل نے کہا کہ آنحضرت ﷺ خیریت سے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا کہ آپؐ اس وقت کہاں ہیں؟ اُمِّ جمیل نے کہا دارِ ارقم میں۔ حضرت ابو بکرؓ کے عشقِ رسولؐ کے اس اعلیٰ مقام کو دیکھیں، جب یہ بات سنی تو پھر حضرت ابو بکرؓ نے کہا **خدا کی قسم! میں نہ کھانا چکھوں گا اور نہ پانی پیوں گا یہاں تک کہ پہلے میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں۔** حضرت ابو بکرؓ کی والدہ نے بتایا کہ ہم نے انہیں یعنی ابو بکرؓ کو کچھ دیر روکے

رکھا یہاں تک کہ جب لوگوں کا باہر آنا جانا تھم گیا اور لوگ پُر سکون ہو گئے تو ہم آپؓ کو لے کر نکلے۔ آپؓ میرے سہارے سے چل رہے تھے یہاں تک کہ آپؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گئے تو حضرت ابو بکرؓ پر شدید رقت طاری ہو گئی۔ آنحضرت ﷺ نے جب حضرت ابو بکرؓ کی یہ حالت دیکھی تو آنحضور ﷺ آپ کو بوسہ دینے کے لیے حضرت ابو بکرؓ پر جھکے اور مسلمان بھی آپؓ پر جھکے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یارسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں۔ مجھے کوئی تکلیف نہیں سوائے اس کے جو لوگوں نے میرے منہ پر چوٹیں لگائی ہیں اور یہ میری والدہ اپنے بیٹے سے اچھا سلوک کرنے والی ہیں۔ یہ مختصر سی باتیں کیں۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کے طفیل ان کو آگ سے بچالے۔ حضرت ابو بکرؓ نے اپنی والدہ کے بارے میں کہا کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کے طفیل ان کو آگ سے بچالے یعنی ایمان لے آئیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کی والدہ کے لیے دعا کی اور انہیں اسلام کی طرف دعوت دی جس پر **انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔**[9]

اس طرح حضرت ابو بکرؓ کی والدہ نے شروع میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ کی پیدائش کے بارے میں جو روایات ہیں ان میں اِصابہ جو صحابہ کی سوانح پر ایک مستند کتاب ہے اس کے مطابق حضرت ابو بکرؓ صدیق عَامُ الفِیل کے دو سال چھ ماہ بعد پیدا ہوئے۔[10]

تاریخ طبری اور طبقات الکبریٰ میں لکھا ہے کہ:

آپؓ عام الفیل کے تین سال کے بعد پیدا ہوئے۔[11]

لقب عتیق کی وجہ تسمیہ

اسی طرح حضرت ابو بکرؓ کے لقب ہیں۔ دو لقب مشہور ہیں جو بیان کیے جاتے ہیں۔ ایک 'عتیق' اور ایک 'صدیق'۔ عتیق کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟ اس بارے میں لکھا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے بیان فرمایا کہ حضرت ابو بکرؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپؐ نے فرمایا۔ اَنْتَ عَتِیْقُ اللّٰہِ مِنَ النَّارِ کہ تم اللہ کی طرف سے آگ سے آزاد کردہ ہو۔ پس اس دن سے آپؓ کو عتیق کا لقب دیا گیا۔[12]

بعض مؤرخین لقب کے بجائے حضرت ابو بکرؓ کا نام عتیق بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں یہ لقب نہیں بلکہ آپؓ کا نام تھا لیکن یہ درست نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سُیُوطیؒ نے تاریخ الخلفاء میں امام نَوَوِی کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کا نام عبد اللہ تھا اور یہی زیادہ مشہور اور درست ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپؓ کا نام عتیق تھا لیکن درست وہی ہے جس پر اکثر علماء متفق ہیں کہ عتیق آپ کا لقب تھا نہ کہ نام۔[13]

سیرت ابنِ ہشام میں لقب عتیق کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ کے چہرے کی خوبصورتی کی وجہ سے اور آپ کے حسن و جمال کی وجہ سے آپ کو عتیق کہا جاتا تھا۔[14]

سیرت ابن ہشام کی شرح میں عتیق لقب کی درج ذیل وجوہات بیان کی گئی ہیں۔ عتیق کا مطلب ہے

اَلْحَسَنُ یعنی عمدہ صفات والا۔ گویا کہ آپ کو مذمت اور عیوب سے بچایا گیا تھا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپؓ کو عتیق اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپؓ کی والدہ کا کوئی بچہ زندہ نہیں رہتا تھا۔ انہوں نے نظر مانی کہ اگر ان کے ہاں بچہ ہوا تو وہ اس کا نام عبد الکعبہ رکھیں گی اور اس کو کعبہ کے لیے وقف کر دیں گی۔ جب آپؓ زندہ رہے اور جوان ہو گئے تو آپؓ کا نام عتیق پڑ گیا گویا کہ آپؓ موت سے نجات دیے گئے۔[15]

ان کے علاوہ بھی لقب عتیق کی مختلف وجوہات ملتی ہیں۔ بعض لوگوں کے مطابق آپؓ کو عتیق اس لیے کہا جاتا تھا کہ آپؓ کے نسب میں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس کی وجہ سے اس پر عیب لگایا جاتا۔[16]

عتیق کا ایک معنی قدیم یا پرانے کے بھی ہیں۔ اس لیے حضرت ابو بکرؓ کو عتیق اس وجہ سے بھی کہا جاتا تھا کہ آپؓ قدیم سے نیکی اور بھلائی کرنے والے تھے۔[17]

اسی طرح اسلام قبول کرنے میں اور بھلائی میں پہل کرنے کی وجہ سے آپ کا لقب عتیق رکھا گیا تھا۔[18]

لقب صدیق کی وجہ تسمیہ

اور جو دوسرا لقب ہے صدیق اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ کیوں 'صدیق' نام رکھا گیا۔ علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ جہاں تک صدیق کا تعلق ہے تو کہا جاتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں یہ لقب آپؓ کو دیا گیا تھا اس سچائی کی وجہ سے جو آپؓ سے ظاہر ہوتی رہی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ آپؓ کو جو خبریں بتایا کرتے تھے ان کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی تصدیق میں جلدی کرنے کی وجہ سے آپؓ کا نام صدیق پڑ گیا۔[19]

حضرت عائشہؓ نے بیان فرمایا کہ جب رات کے وقت نبی کریم ﷺ کو بیت المقدس مسجد اقصیٰ کی طرف لے جایا گیا یعنی واقعہ اسراء جو ہوا تھا تو صبح کو لوگ اس واقعہ کے متعلق باتیں کرنے لگے۔ جب آپؐ نے بتایا اور لوگوں میں سے بعض جو آپؐ پر ایمان لائے تھے اور انہوں نے آپؐ کی تصدیق بھی کی تھی وہ پیچھے ہٹ گئے۔ بعض کمزور ایمان ایسے بھی تھے۔ اس وقت مشرکین میں سے کچھ لوگ حضرت ابو بکرؓ کے پاس دوڑتے ہوئے آئے اور کہنے لگے کیا آپؓ کو اپنے ساتھی کے بارے میں کچھ معلوم ہے کہ وہ یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ انہیں رات کو بیت المقدس لے جایا گیا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کیا واقعی آپؐ نے یہ فرمایا ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں انہوں نے کہا ہے۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے کہا اگر آپؐ نے یہ فرمایا ہے تو یقیناً سچ کہا ہے۔ لوگوں نے کہا کیا تم ان کی تصدیق کرتے ہو کہ رات کو بیت المقدس گئے اور صبح ہونے سے پہلے واپس بھی آ گئے؟ کیونکہ یہ بیت المقدس مکہ سے تقریباً تیرہ سو کلو میٹر کے فاصلہ پر ہے۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ ہاں میں اُس کی بھی تصدیق کروں گا جو اس سے بھی بعید ہے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ میں صبح شام اترنے والی آسمانی خبر کے بارے میں بھی آپؐ کی تصدیق کرتا ہوں۔ چنانچہ اس

وجہ سے حضرت ابو بکرؓ کا نام صدیق پڑ گیا، آپؓ کو صدیق کہا جانے لگا۔[20]

حضرت ابوہریرہؓ کے آزاد کردہ غلام ابووہب نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس رات مجھے لے جایا گیا یعنی واقعہ اسراء میں تو میں نے جبریل سے کہا یقیناً میری قوم میری تصدیق نہیں کرے گی یعنی میری بات کو سچ نہیں مانے گی تو جبریل نے کہا۔ یُصَدِّقُكَ اَبُوْبَكْرٍ وَهُوَ الصِّدِّيْقُ۔ یعنی آپؐ کی تصدیق ابو بکرؓ کریں گے اور وہ صدیق ہیں۔ یہ طبقات الکبریٰ میں لکھا ہے۔[21]

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ”حضرت عائشہؓ کی روایت یہ ہے کہ جب اسراء کا واقعہ ہوا تو لوگ دوڑے دوڑے حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے اور ان سے کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کا دوست کیا کہتا ہے؟ انہوں نے کہا کیا کہتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ کہتا ہے کہ میں رات بیت المقدس تک ہو کر آیا ہوں۔“ حضرت مصلح موعودؓ لکھ رہے ہیں کہ ”اگر معراج کا ذکر ساتھ ہی آپؐ نے کیا ہوتا“

یعنی ایک ہی وقت میں بتایا ہوتا یا ایک ہی واقعہ ہوتا ”تو کفار اس حصہ پر زیادہ شور کرتے مگر انہوں نے صرف یہ کہا کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میں رات کو بیت المقدس تک گیا تھا۔ پھر جب ابو بکرؓ نے آنحضرت ﷺ کی تصدیق کی تو لوگوں نے کہا: کیا آپ اس خلافِ عقل بات کو بھی مان لیں گے؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا: مَیں تو اس کی یہ بات بھی مان لیتا ہوں کہ صبح شام اس پر آسمان سے کلام اترتا ہے۔“[22]

اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ آپؓ میں کیا کیا کمالات تھے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ”آنحضرت ﷺ نے جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو صدیق کا خطاب دیا ہے تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ آپؓ میں کیا کیا کمالات تھے۔ آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اس چیز کی وجہ سے ہے جو اس کے دل کے اندر ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو حقیقت میں حضرت ابو بکرؓ نے جو صدق دکھایا اس کی نظیر ملنی مشکل ہے اور سچ تو یہ ہے کہ ہر زمانہ میں جو شخص صدیق کے کمالات حاصل کرنے کی خواہش کرے اس کے لئے ضروری ہے کہ ابو بکری خصلت اور فطرت کو اپنے اندر پیدا کرنے کے لئے جہاں تک ممکن ہو مجاہدہ کرے اور پھر حتی المقدور دعا سے کام لے۔ جب تک ابو بکری فطرت کا سایہ اپنے اوپر ڈال نہیں لیتا اور اسی رنگ میں رنگین نہیں ہو جاتا صدیقی کمالات حاصل نہیں ہو سکتے۔“[23]

آپؓ کے دیگر القابات

عَتِیق اور صِدِّیق کے علاوہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے دیگر القابات بھی تھے یعنی جیسے خَلِیْفَةُ رَسُوْلِ اللهِ۔ حضرت ابو بکر صدیق کو خلیفہ رسول اللہ بھی کہا جاتا تھا۔ چنانچہ ایک روایت میں ذکر ہے ایک آدمی نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا یا خلیفۃ اللہ! اے اللہ کے خلیفہ! تو آپؓ نے فرمایا خلیفۃ اللہ نہیں بلکہ خلیفہ رسول اللہ۔ یعنی رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ ہوں اور میں اسی پر راضی ہوں۔[24]

صحیح بخاری کے شارح علامہ بدر الدین عینی بیان کرتے ہیں کہ مؤرخین وغیرہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق کا لقب خلیفۃ رسول اللہ تھا۔[25]

لیکن ظاہر ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کا یہ لقب آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد ان کے خلیفہ ہونے کی وجہ سے دیا گیا تھا۔ اس لیے ہم یہ نہیں کہہ سکتے آنحضرت ﷺ کے زمانے کا یہ لقب ہے۔ یہ بعد کی بات ہے۔ لوگوں نے نام رکھا یا آپؓ نے خود اپنے لیے پسند کیا۔

اَوَّاہٌ

ایک یہ بھی لقب ہے۔ اَوَّاہٌ کا معنی ہے بہت ہی بردبار اور نرم دل۔ طبقات کبریٰ میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کو ان کی نرمی اور رحمت کی وجہ سے اَوَّاہٌ کہا جاتا تھا۔[26]

اَوَّاہٌ مُّنِیْب

اَوَّاہٌ مُّنِیْب کا مطلب ہے بہت ہی بُردبار، نرم دل اور جھکنے والا۔ طبقاتِ کبریٰ میں ہے کہ میں نے حضرت علیؓ کو سنا وہ منبر پر کہہ رہے تھے غور سے سنو۔ راوی نے کہا حضرت علیؓ کو سنا وہ منبر پر کہہ رہے تھے کہ غور سے سنو کہ حضرت ابو بکرؓ بہت ہی بردبار، نرم دل اور جھکنے والے تھے۔ غور سے سنو کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کو خیر خواہی عطا کی جس کے نتیجہ میں وہ خیر خواہ ہو گئے۔[27]

اَمِیْرُ الشَّاکِرِیْن

یہ بھی ایک لقب کہا جاتا ہے۔ اَمِیْرُ الشَّاکِرِیْن کے معنی ہیں شکر کرنے والوں کا سردار۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو کثرتِ شکر کی وجہ سے اَمِیْرُ الشَّاکِرِیْن کہا جاتا تھا۔ عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اَمِیْرُ الشَّاکِرِیْن کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔[28]

ثَانِیَ اثْنَیْنِ

یہ بھی ایک لقب کہا جاتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اللہ تعالیٰ نے ثَانِیَ اثْنَیْنِ کے لقب سے پکارا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ (التوبۃ:40) کہ اگر تم اس رسول کی مدد نہ بھی کرو تو اللہ تعالیٰ پہلے بھی اس کی مدد کر چکا ہے جب اسے ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا وطن سے نکال دیا تھا اس حال میں کہ وہ دو میں سے ایک تھا جب وہ دونوں غار میں تھے اور وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غم نہ کر یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پس اللہ نے اس پر اپنی سکینت نازل کی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ”اللہ نے تکلیف دہ وقت اور مشکل حالات میں اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آپؓ کے ذریعہ تسلی فرمائی اور الصدیق کے نام اور نبی ثقلین ؐ کے قرب سے مخصوص فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ثَانِیَ اثْنَیْنِ کی خِلعت فاخرہ سے فیضیاب فرمایا اور اپنے خاص

الخاص بندوں میں سے بنایا... **کیا تمہیں کسی ایسے شخص کا علم ہے جسے ثَانِیَ اثْنَیْنِ کے نام سے موسوم کیا گیا اور نبی دو جہان کے رفیق کا نام دیا گیا ہو اور اس فضیلت میں شریک کیا گیا ہو کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا** اور اسے دو تائید یافتہ میں سے ایک قرار دیا گیا ہو۔ کیا تم کسی ایسے شخص کو جانتے ہو جس کی قرآن میں اس تعریف جیسی تعریف کی گئی ہو اور جس کے مخفی حالات سے شبہات کے ہجوم کو دور کر دیا گیا ہو اور جس کے بارے میں نصوصِ صریحہ سے نہ کہ ظنی شکی باتوں سے یہ ثابت ہو کہ وہ مقبولین بارگاہ الٰہی میں سے ہیں۔ بخدا اس قسم کا صریح ذکر جو تحقیق سے ثابت شدہ ہو جو حضرت ابو بکر صدیقؓ سے مخصوص ہے میں نے رَبِّ بَیتِ عتیق کے صحیفوں میں کسی اَور شخص کے لئے نہیں دیکھا۔ پس اگر تجھے میری اس بات کے متعلق شک ہو یا تمہارا یہ گمان ہو کہ میں نے حق سے گریز کیا ہے تو قرآن سے کوئی نظیر پیش کرو اور ہمیں دکھاؤ کہ فرقان حمید نے کسی اور شخص کے لئے ایسی صراحت کی ہو اگر تم سچوں میں سے ہو۔"[29]

سر الخلافہ میں آپؑ نے یہ فرمایا۔

صاحب الرسول

پھر ایک لقب صاحب الرسول بھی ہے۔ اس کا مطلب ہے رسول کا ساتھی۔

حضرت ابو بکرؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک جماعت سے کہا تم میں سے کون سورۂ توبہ پڑھے گا۔ ایک شخص نے کہا میں پڑھتا ہوں۔ پھر جب وہ آیت اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ کہ جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غم نہ کر، یہاں تک پہنچا تو حضرت ابو بکرؓ رو پڑے اور فرمایا اللہ کی قسم! میں ہی آپ ﷺ کا ساتھی تھا۔[30]

آدمِ ثانی

پھر آدم ثانی ایک لقب ہے۔ **حضرت ابو بکرؓ کا یہ وہ لقب ہے جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے آپؓ کو عطا فرمایا ہے،** آپؑ نے حضرت ابو بکرؓ کو آدم ثانی قرار دیا ہے۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ایک مکتوب میں بیان فرماتے ہیں "ابو بکرؓ جو اسلام کے آدم ثانی ہیں اور ایسا ہی حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اگر دین میں سچے امین نہ ہوتے تو آج ہمارے لئے مشکل تھا جو قرآن شریف کی کسی ایک آیت کو بھی منجانب اللہ بتا سکتے۔"[31]

سر الخلافہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:

ترجمہ اس کا یہ ہے کہ "اور بخدا آپ اسلام کے لئے آدم ثانی اور خیر الانام (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے انوار کے مظہر اوّل تھے۔"[32]

پھر خلیل الرسول ایک لقب ہے۔ سیرت کی کتابوں میں خلیل الرسول بھی حضرت ابو بکرؓ کا لقب بیان کیا گیا ہے اور اس کی بنیاد کتب حدیث میں موجود ایک روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا: اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ

مرض الموت کے دوران آنحضور ﷺ نے فرمایا: اگر میں نے لوگوں میں سے کسی کو خلیل بنانا ہوتا تو ضرور حضرت ابو بکرؓ کو ہی خلیل بناتا لیکن اسلام کی دوستی سب سے افضل ہے۔ اس مسجد میں تمام کھڑکیوں کو میری طرف سے بند کر دو سوائے ابو بکر کی کھڑکی کے۔[33]

ہمارے ریسرچ سیل نے یہاں یہ سوال اٹھایا ہے اور سوال ان کا ٹھیک ہے کہ اس روایت سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر آنحضرت ﷺ اپنا خلیل کسی کو بناتے تو حضرت ابو بکرؓ کو بناتے لیکن بنایا نہیں۔ اس بات کی وضاحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود بھی ایک جگہ فرما دی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کے اس قول کہ اگر میں کسی کو دنیا میں خلیل بناتا تو حضرت ابو بکرؓ کو بناتا کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ "یہ جملہ بھی قابل تشریح ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کو آپ دوست تو رکھتے تھے۔ پھر اس کا کیا مطلب؟ بات اصل میں یہ ہے کہ خُلَّت اور دوستی تو وہ ہوتی ہے جو رگ و ریشہ میں دھنس جائے۔ وہ تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کا خاصہ اور اس کے لئے مخصوص ہے۔ دوسروں کے ساتھ محض اخوت اور برادری ہے۔ خُلَّت کا مفہوم ہی یہی ہے کہ وہ اندر دھنس جاوے" یعنی خُلَّت کی اعلیٰ قسم کی جو پہچان ہے وہ یہ ہے۔ اعلیٰ مقام ہے "جیسے یوسف زلیخا کے اندر رَچ گیا تھا۔ بس یہی معنے آنحضرت ﷺ کے اس پاک فقرہ کے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں تو کوئی شریک نہیں۔ دنیا میں اگر کسی کو دوست رکھتا تو ابو بکرؓ کو رکھتا۔"[34]

اللہ تعالیٰ کا تو ایک مقام ہے اس جیسا مقام کسی کو نہیں مل سکتا لیکن بہرحال جو دنیا کی دوستی ہے اس میں اگر کوئی دوستی ہے تو ابو بکر کی۔ یعنی دوستی تو تھی لیکن اللہ تعالیٰ سے دوستی کے مقابلے میں نہیں کہا جا سکتا تھا کہ دوستی ہے۔ دنیا کے لوگوں سے اللہ تعالیٰ جیسی دوستی کرنا ایک نبی کے لئے اور خاص طور پر آنحضرت ﷺ کے لئے تو ممکن ہی نہیں تھا یہ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ اگر کوئی بات دنیا داری کے لحاظ سے ممکن تھی تو پھر آپؐ نے فرمایا کہ اس مقام کے سب سے زیادہ حق دار ابو بکر ہیں۔

کنیت ابو بکر کی وجہ تسمیہ

آپؓ کی کنیت کیا تھی؟ حضرت ابو بکرؓ کی کنیت 'ابو بکر' تھی اور اس کی ایک سے زائد وجوہ بیان کی جاتی ہیں۔ بعض کے نزدیک بکر جوان اونٹ کو کہتے ہیں۔ چونکہ آپ کو اونٹوں کی پرورش اور غور و پرداخت میں بہت دلچسپی اور مہارت تھی اس لیے لوگوں نے آپؓ کو ابو بکر کہنا شروع کر دیا۔

بَکَّرَ کا ایک معنی جلدی کرنا بھی ہے۔ پہل کرنے کے بھی ہوتے ہیں۔ بعض کے بقول یہ کنیت اس لیے پڑی کہ آپ سب سے پہلے اسلام لائے۔ اِنَّہٗ بَکَّرَ اِلَی الْاِسْلَامِ قَبْلَ غَیْرِہٖ۔ انہوں نے دوسروں سے پہلے اسلام کی طرف پیش قدمی کی۔[35]

علامہ زمخشری نے لکھا ہے کہ ان کو پاکیزہ خصلتوں میں اِبْتِکَار یعنی پیش پیش ہونے کی وجہ سے ابو بکر کہا جاتا تھا۔[36]

حلیہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے حلیہ کے بارہ میں روایت کرتی ہیں کہ انہوں نے ایک عربی شخص کو دیکھا جو پیدل چل رہا تھا اور آپ اس وقت اپنے ہودج میں تھیں۔ آپؓ نے فرمایا: میں نے اس شخص سے زیادہ حضرت ابو بکرؓ سے مشابہ کوئی شخص نہیں دیکھا۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے کہا کہ آپؓ ہمارے لیے حضرت ابو بکرؓ کا حلیہ بیان کریں تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ حضرت ابو بکرؓ گورے رنگ کے شخص تھے۔ دبلے پتلے تھے۔ رخساروں پر گوشت کم تھا۔ کمر ذرا خمیدہ تھی، ذرا جھکی ہوئی تھی کہ آپؓ کا تہبند بھی کمر پر نہیں رکتا تھا اور نیچے سرک جاتا تھا۔ چہرہ کم گوشت والا تھا۔ آنکھیں اندر کی طرف تھیں اور پیشانی بلند تھی۔[37]

صحیح بخاری میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو غرور سے اپنا کپڑا گھسیٹ کر چلا تو اللہ روزِ قیامت اس کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھے گا۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ میرے کپڑے کی ایک طرف ڈھیلی رہتی ہے یعنی ایک سائیڈ جو ہے وہ ڈھیلی رہتی ہے اور نیچے آجاتی ہے سوائے اس کے کہ میں اس کا خاص خیال رکھوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ آپ تو غرور سے ایسا نہیں کرتے۔[38] یہ جائز ہے۔ کوئی بات نہیں۔

حضرت ابو بکرؓ مہندی اور کَتَمْ سے خضاب لگایا کرتے تھے۔[39]

کَتَمْ۔ یہ بُوٹی بلند پہاڑوں پر اگتی ہے اور وَسْمَہ کے ساتھ ملا کر لگائی جاتی ہے اور اس کے ذریعہ بالوں کو سیاہ رنگت دی جاتی تھی۔[40]

آپؓ کا پیشہ تجارت

اسلام قبول کرنے سے پہلے حضرت ابو بکرؓ کے پیشہ اور قریش میں آپؓ کے مقام کے بارے میں تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اپنی قوم میں مقبول اور محبوب تھے۔ آپؓ نرم مزاج شخص تھے۔ قریش کے حسب و نسب اور اس کی اچھائی اور برائی کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ آپؓ تجارت کرنے والے شخص تھے اور اچھے اخلاق اور نیکیوں کے مالک تھے۔ آپؓ کی قوم کے لوگ ایک سے زائد باتوں کی وجہ سے آپؓ کے پاس آتے اور آپؓ سے محبت رکھتے تھے۔ یعنی آپؓ کے علم کی وجہ سے، آپؓ کے تجربات کی وجہ سے اور آپؓ کی اچھی مجلسوں کی وجہ سے۔[41]

محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں کہ قریش کی ساری قوم تجارت پیشہ تھی اور اس کا ہر فرد اسی شغل میں مشغول تھا۔ چنانچہ ابو بکرؓ نے بھی بڑے ہو کر کپڑے کی تجارت شروع کر دی جس میں انہوں نے غیر معمولی فروغ حاصل کیا اور **ان کا شمار بہت جلد مکہ کے نہایت کامیاب تاجروں میں ہونے لگا۔** تجارت کی کامیابی میں ان کی جاذبِ نظر شخصیت اور بے نظیر اخلاق کو بھی بڑا خاصا دخل تھا۔[42]

رسول کریم ﷺ کی بعثت کے وقت حضرت ابو بکرؓ کا راس المال چالیس ہزار درہم تھا۔ آپؓ اس میں سے غلاموں کو آزاد کرواتے اور مسلمانوں کی خبر گیری کرتے رہے یہاں تک کہ جب آپؓ مدینہ تشریف لائے تو اس وقت آپ کے پاس پانچ ہزار درہم باقی تھے۔[43]

قریش میں اعلیٰ مقام کے حامل

اسلام سے قبل کے بعض واقعات ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ اپنی مالی وسعت اور اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے قریش میں اعلیٰ مقام کے حامل تھے۔ آپؓ رؤسائے قریش میں سے تھے اور ان کے مشوروں کے محور تھے۔ آپؓ سب سے زیادہ پاکیزہ اور نیک لوگوں میں سے تھے۔ **آپؓ رئیس، معزز، سخی تھے** اور بکثرت اپنا مال خرچ کیا کرتے تھے۔ اپنی قوم میں ہر دلعزیز اور محبوب تھے۔ اچھی مجلسوں والے تھے۔

تعبیر الرؤیا اور حسب و نسب کے عالم

آپؓ تعبیر الرؤیا میں لوگوں سے زیادہ علم رکھنے والے تھے یعنی آپؓ کا اس بارے میں بہت علم تھا۔ علم تعبیر الرؤیا کے بہت بڑے عالم ابن سیرین کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے بعد حضرت ابو بکرؓ اس امت کے سب سے بڑے تعبیر الرؤیا کے عالم تھے اور آپ لوگوں میں سب سے زیادہ اہلِ عرب کے حسب و نسب کو جاننے والے تھے۔

جُبَیر بن مُطْعِم جو کہ اس فن، علم الانساب میں کمال تک پہنچے ہوئے تھے انہوں نے کہا کہ میں نے نسب کا علم حضرت ابو بکرؓ سے سیکھا ہے۔ خاص طور پر قریش کا حسب و نسب کیونکہ حضرت ابو بکرؓ قریش میں سے **قریش کے حسب و نسب اور جو اچھائیاں اور برائیاں ان کے نسب میں تھیں ان کا آپ سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے** اور آپؓ ان کی برائیوں کا تذکرہ نہیں کرتے تھے یعنی حضرت ابو بکرؓ برائیوں کا تذکرہ نہیں کرتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ حضرت عقیل بن ابو طالبؓ کی نسبت ان میں زیادہ مقبول تھے۔ حضرت عَقیلؓ حضرت ابو بکرؓ کے بعد قریش کے حسب و نسب اور ان کے آباؤ اجداد اور ان کی اچھائیوں اور برائیوں کے بارے میں سب سے زیادہ جاننے والے تھے مگر حضرت عقیلؓ قریش کو ناپسندیدہ تھے کیونکہ وہ قریش کی برائیاں بھی گنوا دیتے تھے۔ حضرت عقیلؓ مسجد نبوی میں نسب ناموں، عرب کے حالات و واقعات کا علم حاصل کرنے کے لیے حضرت ابو بکرؓ کے پاس بیٹھا کرتے تھے۔ اہل مکہ کے نزدیک حضرت ابو بکرؓ ان کے بہترین لوگوں میں سے تھے چنانچہ جب بھی انہیں کوئی مشکل پیش آتی وہ آپ سے مدد طلب کر لیا کرتے تھے۔[44]

خون بہا اور دِیتوں کا عہدہ ان کے سپرد تھا

مکہ میں بسنے والے تمام قبائل کو کعبہ کے مناصب کے لحاظ سے کوئی نہ کوئی منصب حاصل ہوتا تھا اور کوئی فریضہ تفویض ہوتا تھا۔ بنو عبد مناف کے سپرد حاجیوں کے لیے پانی کی فراہمی اور انہیں ضروری آسائشیں فراہم کرنے کا کام سونپا گیا تھا۔ بنو عبد الدار کے ذمہ جنگ کے وقت علمبرداری، کعبہ کی دربانی

اور دار الندوہ کا انتظام تھا۔ لشکروں کی سپہ سالاری حضرت خالد بن ولیدؓ کے قبیلہ بنو مخزوم کے حصہ میں آئی تھی۔ خون بہا اور دیّتیں اکٹھا کرنا حضرت ابو بکرؓ کے قبیلہ بنو تَیم بن مُرّہ کا کام تھا۔ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ جوان ہوئے تو یہ خدمت ان کے سپرد کر دی گئی۔[45]

جب حضرت ابو بکرؓ کسی چیز کی دیت کا فیصلہ کرتے تو قریش آپؓ کی تصدیق کرتے اور آپؓ کی دیت کا لحاظ کرتے اور اگر آپؓ کے علاوہ کوئی اَور دیت کا فیصلہ کرتا تو قریش اس کو چھوڑ دیتے اور اس کی تصدیق نہ کرتے تھے۔[46]

حلف الفضول میں شمولیت

حِلف الفُضُول میں حضرت ابو بکرؓ کی بھی شمولیت تھی۔ یہ غریبوں کی مدد کا، مظلوموں کی مدد کا وہ خاص معاہدہ تھا جس کا ''قدیم زمانہ میں عرب کے بعض شریف دل اشخاص کو یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ باہم مل کر عہد کیا جاوے کہ ہم ہمیشہ حق دار کو اس کا حق حاصل کرنے میں مدد دیں گے اور ظالم کو ظلم سے روکیں گے اور عربی میں چونکہ حق کو فضل بھی کہتے ہیں جس کی جمع فضول ہے اس لئے اس معاہدہ کا نام حِلف الفُضُول رکھا گیا۔ بعض روایتوں کی رو سے چونکہ اس تجویز کے محرک ایسے شخص تھے جن کے ناموں میں فضل کا لفظ آتا تھا اس لئے یہ عہد حِلف الْفُضُول کے نام سے مشہور ہو گیا۔ بہر حال حَربِ فُجّار کے بعد اور غالباً اسی جنگ سے متاثر ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زُبیر بن عبدالمطّلب کے دل میں یہ تحریک پیدا ہوئی کہ اس حلف کو پھر تازہ کیا جائے۔ چنانچہ اس کی تحریک پر بعض قبائل قریش کے نمائندگان عبداللہ بن جُدْعَان کے مکان پر جمع ہوئے جہاں عبداللہ بن جُدْعَان کی طرف سے ایک دعوت کا انتظام تھا اور پھر سب نے اتفاق کر کے باہم قسم کھائی کہ ہم ہمیشہ ظلم کو روکیں گے اور مظلوم کی مدد کریں گے۔ اس عہد میں حصہ لینے والوں میں بنو ہاشم، بنو مطلب، بنو اسد، بنو زُہرہ اور بنو تَیم شامل تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس موقعہ پر موجود تھے اور شریک معاہدہ تھے۔ چنانچہ آپؐ ایک دفعہ نبوت کے زمانہ میں فرماتے تھے کہ میں عبداللہ بن جُدْعَان کے مکان پر ایک ایسی قسم میں شریک ہوا تھا کہ اگر آج اسلام کے زمانہ میں بھی مجھے کوئی اس کی طرف بلائے تو مَیں اس پر لبیک کہوں گا۔''[47]

ایک مصنف حضرت ابو بکرؓ کی بھی حِلف الْفُضُول میں شمولیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

اس انجمن میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہوئے تھے اور آپؐ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیقؓ بھی شامل ہوئے تھے۔[48]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دوستی کا تعلق

بعثت سے قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا تعلق اور دوستی کا حال یوں بیان ہوا ہے۔ ابن اسحاق اور ان کے علاوہ بعض اور لوگوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ بعثت سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی تھے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق اور امانت اور آپؐ کی پاک فطرت اور عمدہ اخلاق سے اچھی طرح

واقف تھے۔ ایک اور روایت میں ذکر ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بھی حضرت ابو بکرؓ رسول کریم ﷺ کے دوست تھے۔[49]

سیر الصحابہ میں لکھا ہے کہ **آنحضرت ﷺ کے ساتھ بچپن ہی سے ان کو یعنی حضرت ابو بکرؓ کو خاص انس اور خلوص تھا اور آپ ﷺ کے حلقہ احباب میں داخل تھے۔** اکثر تجارت کے سفروں میں بھی ہمراہی کا شرف حاصل ہوتا تھا۔[50]

آنحضرت ﷺ کا حلقہ احباب

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بعثت سے قبل رسول کریم ﷺ کے حلقہ احباب کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "بعثت سے پہلے آنحضرت ﷺ کے دوستانہ تعلقات کا دائرہ بہت ہی محدود نظر آتا ہے۔ دراصل شروع سے ہی آپؐ کی طبیعت علیحدگی پسند تھی اور آپؐ نے اپنی عمر کے کسی حِصہ میں بھی مکہ کی عام سوسائٹی میں زیادہ خلا ملا نہیں کیا۔ تاہم بعض ایسے لوگ بھی تھے جن کے ساتھ آپؐ کے دوستانہ تعلقات تھے۔ ان سب میں ممتاز حضرت ابو بکرؓ یعنی عبد اللہ بن ابی قُحافہ تھے۔ جو قریش کے ایک اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور اپنی شرافت اور قابلیت کی وجہ سے قوم میں بڑی عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ دوسرے درجہ پر حَکِیم بن حِزَام تھے جو حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے تھے۔ یہ نہایت شریف الطبع آدمی تھے۔ شروع شروع میں یہ اسلام نہیں لائے لیکن اس حالت میں بھی آنحضرت ﷺ سے بہت محبت اور اخلاص رکھتے تھے۔ آخر سعادتِ طبعی اسلام کی طرف کھینچ لائی۔ پھر زَید بن عمرو سے بھی آنحضرت ﷺ کے تعلقات تھے۔ یہ صاحب حضرت عمرؓ کے قریبی رشتہ دار تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے زمانۂ جاہلیت میں ہی شِرک ترک کر رکھا تھا اور اپنے آپ کو دین ابراہیمی کی طرف منسوب کرتے تھے مگر یہ اسلام کے زمانہ سے پہلے ہی فوت ہو گئے۔"[51]

شرک اور بتوں سے نفرت

بہرحال حضرت ابو بکرؓ آنحضرت ﷺ کے ساتھ تعلقات میں نمبر ایک پہ تھے۔ زمانہ جاہلیت سے ہی حضرت ابو بکرؓ کو شرک سے نفرت تھی اور اجتناب کرتے تھے۔

حضرت ابو بکرؓ نے زمانۂ جاہلیت میں بھی کبھی شرک نہیں کیا اور نہ کبھی کسی بت کو سجدہ کیا چنانچہ سیرۃ حلبیہ میں لکھا ہے کہ بیان کیا جاتا ہے کہ یقیناً **حضرت ابو بکرؓ نے کبھی کسی بت کو سجدہ نہیں کیا تھا۔** علامہ ابن جوزی نے حضرت ابو بکرؓ کو ان لوگوں میں شمار کیا ہے جنہوں نے جاہلیت میں ہی بتوں کی عبادت سے انکار کر دیا تھا یعنی وہ کبھی بتوں کے پاس نہیں گئے۔[52]

زمانہ جاہلیت میں آپؓ کو شراب سے نفرت تھی۔ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے زمانۂ جاہلیت میں شراب کو اپنے اوپر حرام کیا ہوا تھا۔ آپؓ نے نہ جاہلیت میں اور نہ ہی اسلام میں کبھی شراب پی۔[53]

ایک روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے مجمع میں حضرت ابو بکرؓ سے پوچھا گیا کہ کیا آپؓ نے زمانہ جاہلیت میں کبھی شراب پی۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: اَعُوْذُ بِاللّٰہ۔ میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ پوچھا گیا اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا میں اپنی عزت کو بچاتا تھا اور اپنی پاکیزگی کی حفاظت کرتا تھا کیونکہ جو شخص شراب پیتا ہے وہ اپنی عزت اور پاکیزگی کو ضائع کرتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ جب یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپؐ نے فرمایا صَدَقَ اَبُوْبَکْرٍ۔ صَدَقَ اَبُوْبَکْرٍ۔ یعنی ابو بکر نے سچ کہا۔ ابو بکر نے سچ کہا۔ آپؐ نے دو مرتبہ یہ فرمایا۔[54]

آپؓ کا قبولِ اسلام

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کے بارے میں مختلف جگہوں پر روایات ملتی ہیں۔ بعض تفصیلی ہیں۔ بعض مختصر ہیں۔ بہر حال یہ بھی کچھ بیان کر دیتا ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے میرے ماں باپ اسی دین یعنی اسلام پر تھے اور ہم پر کوئی ایسا دن نہیں گزرا کہ جس میں رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس صبح شام دونوں وقت نہ آئے ہوں۔[55]

حضرت ابو بکرؓ کے قبولِ اسلام کے بارے میں مختلف روایات بیان کی جاتی ہیں۔ شرح زُرْقَانی میں حضرت ابو بکرؓ کے قبولِ اسلام کا واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن حضرت ابو بکرؓ حکیم بن حزام کے گھر میں تھے۔ اس وقت ان کی لونڈی آئی اور کہنے لگی کہ تیری پھوپھی خدیجہ یہ بیان کرتی ہے کہ اس کا خاوند موسیٰ کی مانند بطور نبی بھیجا گیا ہے۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ وہاں سے چپکے سے نکلے یہاں تک کہ آپؓ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور اسلام قبول کر لیا۔[56]

سیرتِ ابنِ ہشام کی شرح الرَّوْضُ الْاُنُف میں حضرت ابو بکرؓ کی ایک رؤیا اور اسلام لانے کا واقعہ یوں بیان ہوا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت سے قبل حضرت ابو بکرؓ نے ایک خواب دیکھا۔ انہوں نے دیکھا کہ چاند مکہ میں اتر آیا ہے۔ پھر انہوں نے اسے دیکھا کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر مکہ کی تمام جگہوں اور گھروں میں پھیل گیا ہے۔ اس کا ایک ایک ٹکڑا ہر گھر میں داخل ہو گیا ہے اور پھر گویا وہ چاند آپؓ کی گود میں اکٹھا کر دیا گیا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے بعض اہلِ کتاب علماء سے اس خواب کا ذکر کیا تو انہوں نے یہ تعبیر بتائی کہ وہ نبی جس کا انتظار کیا جا رہا ہے اس کا زمانہ آ گیا ہے اور آپؓ اس نبی کی پیروی کریں گے اور اس وجہ سے لوگوں میں سب سے زیادہ آپؓ سعادت مند ہوں گے۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو دعوت اسلام دی تو انہوں نے توقف نہ کیا۔[57]

سُبُلُ الھُدیٰ میں حضرت ابو بکرؓ کے قبول اسلام کے بارے میں ایک روایت یوں بیان ہوئی ہے کہ کعب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے اسلام لانے کا سبب آسمان سے نازل ہونے والی ایک وحی تھی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ شام میں تجارت کی غرض سے گئے ہوئے تھے۔

وہاں آپؓ نے ایک رؤیا دیکھی اور اس رؤیا کو بَحِیْرَا راہب سے بیان کیا۔ اس پر بَحِیْرَا راہب نے پوچھا کہ آپؓ کہاں سے ہیں؟ آپؓ نے فرمایا کہ مکّہ سے۔ اس نے پوچھا: مکّہ کے کون سے قبیلہ سے؟ آپؓ نے جواب دیا کہ قریش سے۔ اس نے پوچھا: آپؓ کیا کرتے ہیں؟ آپؓ نے فرمایا: تاجر ہوں۔ اس پر بَحِیْرَا راہب نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کی رؤیا کو سچ کر دکھایا تو تمہاری قوم میں سے ایک نبی مبعوث کیا جائے گا۔ تم اس نبی کی زندگی میں اس کے وزیر ہو گے اور اس کی وفات کے بعد اس کے خلیفہ ہو گے۔

پھر حضرت ابو بکرؓ نے اسے مخفی رکھا یہاں تک کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مبعوث ہو گئے تو حضرت ابو بکرؓ نے کہا۔ اَے محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم! آپ جو دعویٰ کرتے ہیں اس کی دلیل کیا ہے؟ باقی جگہ تو کوئی دلیل نہیں کبھی مانگی لیکن بہرحال اس روایت میں یہ ہے۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا وہ خواب جو تم نے شام میں دیکھی تھی وہی دلیل ہے۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے معانقہ کیا اور آپؐ کی آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا اور کہا کہ مَیں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔[58]

اس روایت میں حضرت ابو بکرؓ کی ایک رؤیا کا تذکرہ ہوا ہے لیکن اس کی تفصیلات اس جگہ درج نہیں کہ اس رؤیا میں حضرت ابو بکرؓ نے کیا دیکھا تھا تاہم سیرتِ حَلَبِیَّہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسی رؤیا کی طرف اشارہ ہے جس میں حضرت ابو بکرؓ نے دیکھا کہ چاند ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گرا ہے جس کا پہلے تذکرہ گزر چکا ہے، پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اب حضرت ابو بکرؓ نے اس رؤیا کا ذکر بَحِیْرَا راہب کے سامنے کیا تھا۔[59]

اسد الغابہ میں حضرت ابو بکرؓ کے قبول اسلام کے واقعہ کا اس طرح ذکر ملتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مبعوث ہونے سے پہلے ایک مرتبہ یمن گیا اور قبیلہ ازد کے ایک بوڑھے شخص کے پاس مہمان ٹھہرا۔ یہ شخص ایک عالم تھا، کتب سماویہ پڑھا ہوا تھا اور اسے لوگوں کے حسب و نسب کے علم میں مہارت حاصل تھی۔ اس نے جب مجھے دیکھا تو کہا میرا خیال ہے کہ تم حرم کے رہنے والے ہو۔ میں نے کہا ہاں میں اہلِ حرم میں سے ہوں۔ پھر اس نے کہا تم کو قریشی سمجھتا ہوں۔ میں نے کہا ہاں میں قریش میں سے ہوں۔ پھر اس نے کہا میں تم کو تیمی سمجھتا ہوں۔ میں نے کہا ہاں میں تیم بن مُرَّہ میں سے ہوں۔

میں عبداللہ بن عثمان ہوں اور کعب بن سعد بن تیم بن مُرَّہ کی اولاد سے ہوں۔

اس نے کہا کہ میرے لیے تمہارے متعلق اب صرف ایک بات رہ گئی ہے۔ یہاں یہ جو عبداللہ بن عثمان نام بتاتا ہے، میرا خیال ہے کہ اس وقت تو آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ابھی ان کا نام عبداللہ نہیں رکھا تھا لیکن یہ روایت ہے۔

بہرحال اس نے کہا کہ میرے لیے تمہارے متعلق اب صرف ایک بات باقی رہ گئی ہے۔ میں نے کہا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا تم اپنے پیٹ سے کپڑا ہٹا کر دکھاؤ۔ میں نے کہا میں ایسا نہ کروں گا یا تم مجھے بتاؤ تم ایسا کیوں چاہتے ہو۔ اس نے کہا کہ میں صحیح اور سچے علم میں پاتا ہوں کہ ایک نبی حرم میں مبعوث ہوں گے۔ ایک جوان اور ایک بڑی عمر والا شخص ان کے کام میں ان کی مدد کریں گے۔

جہاں تک نوجوان کا تعلق ہے تو وہ مشکلات میں کود جانے والا اور پریشانیوں کو روکنے والا ہو گا اور بڑی عمر والا سفید اور پتلے جسم والا ہو گا اس کے پیٹ پر تل ہو گا اور اس کی بائیں ران پر ایک علامت ہو گی۔ اس نے کہا تمہارے لیے ضروری نہیں ہے کہ تم مجھے وہ دکھاؤ جو میں نے تم سے مطالبہ کیا ہے تم میں موجود باقی تمام صفات میرے لیے پوری ہو چکی ہیں سوائے اس کے جو مجھ پر مخفی ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: پس میں نے اس کے لیے اپنے پیٹ سے کپڑا ہٹایا تو اس نے میری ناف کے اوپر سیاہ تل دیکھا تو کہنے لگا کہ کعبہ کے رب کی قسم وہ تم ہی ہو!

میں تمہارے سامنے ایک معاملہ پیش کرنے والا ہوں۔ پس تم اس کے متعلق محتاط رہنا۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ خبردار ہدایت سے انحراف نہ کرنا اور مثالی اور بہترین راستے کو مضبوطی سے تھامے رکھنا اور خدا جو تمہیں مال اور دولت دے اس کے متعلق خدا سے ڈرتے رہنا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کہتے ہیں کہ میں نے یمن میں اپنا کام پورا کیا اور پھر اس بوڑھے شخص کو الوداع کہنے کے لیے اس کے پاس آیا تو اس نے کہا کیا تم میرے ان اشعار کو یاد کرو گے جو میں نے اس نبی کی شان میں کہے ہیں؟ میں نے کہا ہاں تو اس نے چند اشعار سنائے۔ حضرت ابو بکرؓ کہتے ہیں کہ پھر میں مکہ آیا تو نبی کریم ﷺ مبعوث ہو چکے تھے۔ پھر عُقبہ بن ابی مُعَیط، شَیبہ، رَبِیعہ، ابوجَھل، ابوبَخْتَرِی اور قریش کے دیگر سردار میرے پاس آ گئے۔ میں نے ان سے کہا: کیا تم پر کوئی مصیبت آ گئی یا کوئی واقعہ ہو گیا ہے جو اکٹھے ہو کے آ گئے ہو۔ **انہوں نے کہا کہ اے ابو بکر! بہت بڑا واقعہ ہو گیا ہے۔ ابو طالب کا یتیم دعویٰ کرتا ہے کہ وہ نبی ہے۔** اگر آپ نہ ہوتے تو ہم اس کے متعلق کچھ انتظار نہ کرتے۔ اب جبکہ آپ آ چکے ہیں تو اب اس معاملے کے لیے آپ ہی ہمارا مقصود ہیں اور ہمارے لیے کافی ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ میں نے انہیں اچھے انداز سے ٹال دیا اور میں نے نبی کریم ﷺ کے متعلق پوچھا تو بتایا گیا کہ آپؐ خدیجہؓ کے مکان میں ہیں۔ میں نے جا کر دروازے پر دستک دی۔ چنانچہ وہ باہر تشریف لائے۔ پس میں نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ اپنے خاندانی گھر سے اٹھ گئے ہیں اور آپؐ نے اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ دیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے ابو بکر! میں اللہ کا رسول ہوں تمہاری طرف بھی اور تم تمام لوگوں کی طرف بھی۔ پس تم اللہ پر ایمان لے آؤ۔ میں نے کہا اس پر آپؐ کی کیا دلیل ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا وہ بوڑھا شخص جس سے تم نے یمن میں ملاقات کی تھی۔ میں نے کہا کہ یمن میں تو بہت سے بوڑھے شخص تھے جن سے میں نے ملاقات کی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا وہ بوڑھا شخص جس نے تمہیں اشعار سنائے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ اے میرے حبیبؐ! آپؐ سے کس نے یہ خبر بیان کی؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس عظیم فرشتے نے جو مجھ سے پہلے انبیاء کے پاس بھی آتا تھا۔ میں نے عرض کیا آپؐ اپنا ہاتھ بڑھائیں میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ فرماتے تھے کہ پھر میں لوٹا اور میرے اسلام لانے کی وجہ سے مکہ کے دو پہاڑوں کے درمیان رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خوش کوئی اَور نہ ہوا۔[60]

اسد الغابہ کا یہ حوالہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بعض جگہ بعض بڑھا بھی لیتے ہیں داستان کے لیے لیکن بہت ساری باتیں صحیح بھی ہوں گی۔

رِیَاضُ النَّضِرَۃ میں حضرت ابو بکرؓ کے قبولِ اسلام کا واقعہ اس طرح درج ہے۔ اُمّ المومنین حضرت اُمِّ سَلَمہ ؓ بیان فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ آنحضور ﷺ کے گہرے اور مخلص دوست تھے۔ جب آپؐ مبعوث ہوئے تو قریش کے لوگ حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے اور کہا کہ اے ابو بکر! تمہارا یہ ساتھی دیوانہ ہو گیا ہے (نعوذ باللہ)۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ اس کو کیا معاملہ ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ وہ مسجد حرام میں لوگوں کو توحید یعنی خدائے واحد کی طرف بلاتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ وہ نبی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کہا کہ یہ بات انہوں نے کہی ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں اور وہ یہ بات مسجد حرام میں کہہ رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابو بکر نبی کریم ﷺ کی طرف گئے اور آپؐ کے دروازے پر دستک دی، آپؐ کو باہر بلایا۔ جب آپؐ ان کے سامنے آئے تو حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ اے ابو القاسم! مجھے آپؐ کے متعلق کیا بات پہنچی ہے؟ آنحضور ﷺ نے فرمایا اے ابو بکر! تمہیں میرے متعلق کیا بات پہنچی ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپؐ اللہ کی توحید کی طرف بلاتے ہیں اور آپؐ کہتے ہیں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا ہاں اے ابو بکر! یقیناً میرے ربّ عزو جل نے مجھے بشیر اور نذیر بنایا ہے اور مجھے ابراہیم کی دعا بنایا ہے اور مجھے تمام انسانوں کی طرف مبعوث کیا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے آپ ﷺ سے کہا۔ **اللہ کی قسم! مَیں نے کبھی آپؐ کو جھوٹ بولتے نہیں دیکھا۔ آپؐ یقیناً اپنی امانت کی عظمت، صلہ رحمی اور اچھے افعال کی وجہ سے نبوت کے زیادہ حق دار ہیں۔ اپنا ہاتھ بڑھائیں تا کہ میں آپؐ کی بیعت کروں** تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور حضرت ابو بکرؓ نے آپؐ کی بیعت کی اور آپؐ کی تصدیق کی اور اقرار کیا کہ آپؐ جو لے کر آئے ہیں وہ حق ہے۔ پس اللہ کی قسم! حضرت ابو بکرؓ نے کوئی توقف اور تردّد نہ کیا جب رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کو اسلام کی طرف بلایا۔[61]

ہر ایک نے تردد کیا سوائے ابو بکرؓ کے

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے جسے بھی اسلام کی طرف بلایا اس نے ٹھوکر کھائی اور تردّد کیا اور انتظار کرتا رہا سوائے ابو بکر کے۔ میں نے جب ان سے اسلام کا ذکر کیا تو نہ وہ اس سے پیچھے ہٹے اور نہ انہوں نے اس کے بارے میں تردد کیا۔[62]

نبی ﷺ نے فرمایا اے لوگو! اللہ نے مجھے تمہاری طرف مبعوث کیا اور تم نے کہا تُو جھوٹا ہے اور ابو بکرؓ نے کہا سچا ہے۔ اور انہوں نے اپنی جان و مال سے میرے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا۔[63] یہ بخاری کی روایت ہے۔

حضرت مصلح موعود حضرت ابو بکرؓ کے قبول اسلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے ایک جگہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ "رسول کریم ﷺ نے جب دعویٰ نبوت فرمایا تو اس وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ

کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ واپس تشریف لائے تو آپؓ کی ایک لونڈی نے آپ سے کہا کہ آپ کا دوست تو (نعوذ باللہ) پاگل ہو گیا ہے اور وہ عجیب عجیب باتیں کرتا ہے۔ کہتا ہے کہ مجھ پر آسمان سے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اسی وقت اٹھے اور رسول کریم ﷺ کے مکان پر پہنچ کر آپ کے دروازے پر دستک دی۔ رسول کریم ﷺ باہر تشریف لائے تو حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ میں آپ سے صرف ایک بات پوچھنے آیا ہوں۔ کیا آپ نے یہ کہا ہے کہ خدا کے فرشتے مجھ پر نازل ہوتے ہیں اور مجھ سے باتیں کرتے ہیں؟ رسول کریم ﷺ نے اس خیال سے کہ ایسا نہ ہو کہ ان کو ٹھوکر لگ جائے تشریح کرنی چاہی۔" ہمارے ہاں تاریخ میں عموماً یہی روایت چلتی ہے۔ "مگر حضرت ابو بکرؓ نے کہا۔ آپؐ تشریح نہ کریں اور مجھے صرف اتنا بتائیں کہ کیا آپؐ نے یہ بات کہی ہے؟ رسول کریم ﷺ نے پھر اس خیال سے کہ معلوم نہیں یہ سوال کریں کہ فرشتوں کی شکل کیسی ہوتی ہے اور وہ کس طرح نازل ہوتے ہیں؟ پہلے کچھ تمہیدی طور پر بات کرنی چاہی مگر حضرت ابو بکرؓ نے پھر کہا کہ نہیں نہیں! آپؐ صرف یہ بتائیں کہ کیا یہ بات درست ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں درست ہے۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ میں آپؐ پر ایمان لاتا ہوں۔ اور پھر انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ! میں نے دلائل بیان کرنے سے صرف اس لئے روکا تھا کہ میں چاہتا تھا کہ میرا ایمان مشاہدے پر ہو۔ دلائل پر اس کی بنیاد نہ ہو کیونکہ آپؐ کو صادق اور راستباز تسلیم کرنے کے بعد کسی دلیل کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ غرض جس بات کو مکہ والوں نے چھپایا تھا اسے حضرت ابو بکرؓ نے اپنے عمل سے واضح کر کے دکھا دیا۔"[64]

حضرت مصلح موعودؓ نے ایک اَور جگہ حضرت ابو بکرؓ کے قبول اسلام کا واقعہ اس طرح بیان کیا ہے اور کیونکہ وضاحت کر رہے ہیں اس لیے کسی اَور حوالے سے اس میں اس طرح بیان ہے کہ "حضرت ابو بکرؓ کا ایمان لانا عجیب تر تھا۔ جس وقت آپؐ کو وحی ہوئی" یعنی آنحضرت ﷺ کو وحی ہوئی "کہ آپ ﷺ نبوت کا دعویٰ کریں۔ اس وقت حضرت ابو بکرؓ مکہ کے ایک رئیس کے گھر میں بیٹھے تھے۔ اس رئیس کی لونڈی آئی اور اس نے آکر بیان کیا کہ خدیجہؓ کو معلوم نہیں کہ کیا ہو گیا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ میرے خاوند اسی طرح نبی ہیں جس طرح حضرت موسیٰؑ تھے۔ لوگ اس خبر پر ہنسنے لگے اور اس قسم کی باتیں کرنے والوں کو پاگل قرار دینے لگے مگر حضرت ابو بکرؓ جو رسول کریم ﷺ کے حالات سے بہت گہری واقفیت رکھتے تھے اسی وقت اٹھ کر حضرت رسول کریم ﷺ کے دروازے پر آئے اور پوچھا کہ کیا آپؐ نے کوئی دعویٰ کیا ہے؟ آپؐ نے بتایا ہاں! اللہ تعالیٰ نے مجھے دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث کیا ہے اور شرک کے مٹانے کا حکم دیا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے بغیر اس کے کہ کوئی اور سوال کرتے جواب دیا کہ مجھے اپنے باپ کی اور ماں کی قسم! کہ تُو نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور مَیں نہیں مان سکتا کہ تُو خدا پر جھوٹ بولے گا۔ پس میں ایمان لاتا ہوں کہ خدا کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور یہ کہ آپؐ خدا تعالیٰ کی طرف سے رسول ہیں۔ اس کے بعد ابو بکرؓ نے ایسے نوجوانوں کو جمع کر کے جو اُن کی نیکی اور تقویٰ کے

قائل تھے" یعنی حضرت ابو بکرؓ کی نیکی اور تقویٰ کے قائل تھے انہیں "سمجھانا شروع کیا اور سات آدمی اَور رسول کریم ﷺ پر ایمان لائے۔ یہ سب نوجوان تھے جن کی عمر 12 سال سے لے کر 25 سال تک تھی۔"[65]

صرف یہ دلیل تھی جس کی وجہ سے حضرت ابو بکرؓ نے رسول کریم ﷺ کو مانا

پھر ایک جگہ حضرت مصلح موعودؓ نے اس واقعہ کو یوں بیان فرمایا ہے کہ "حضرت ابو بکرؓ نے رسول کریم ﷺ کو ایک ہی دلیل سے مانا ہے اور پھر کبھی ان کے دل میں آپؐ کے متعلق ایک لمحہ کے لئے بھی شبہ پیدا نہیں ہوا۔" دلیل وہی چل رہی ہے۔ واقعات بعض دفعہ ذرا مختلف ہو جاتے ہیں "اور وہ دلیل یہ تھی کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بچپن سے دیکھا اور وہ جانتے تھے کہ آپؐ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ کبھی شرارت نہیں کی۔ کبھی گندی اور ناپاک بات آپ کے منہ سے نہیں نکلی۔ بس یہی وہ جانتے تھے۔ اس سے زیادہ نہ وہ کسی شریعت کے جاننے والے تھے کہ اس کے بتائے ہوئے معیار سے رسول کریم ﷺ کو سچا سمجھ لیا۔ نہ کسی قانون کے پیرو تھے۔ انہیں کچھ معلوم نہ تھا کہ خدا کا رسول کیا ہوتا ہے اور اس کی صداقت کے کیا دلائل ہوتے ہیں۔ وہ صرف یہ جانتے تھے کہ رسول کریم ﷺ نے جھوٹ کبھی نہیں بولا۔ وہ ایک سفر پر گئے ہوئے تھے جب واپس آئے تو راستہ میں ہی کسی نے انہیں کہا تمہارا دوست (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کہتا ہے کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ انہوں نے کہا کہ کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کہتا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ انہوں نے کہا پھر وہ جھوٹ نہیں بولتا۔ جو کچھ کہتا ہے سچ کہتا ہے۔ کیونکہ جب اس نے کبھی بندوں پر جھوٹ نہیں بولا تو خدا پر کیوں جھوٹ بولنے لگا۔

جب اس نے انسانوں سے کبھی ذرا بد دیانتی نہیں کی تو اب ان سے اتنی بڑی بد دیانتی کس طرح کرنے لگا کہ ان کی روحوں کو تباہ کر دے۔ **صرف یہ دلیل تھی جس کی وجہ سے حضرت ابو بکرؓ نے رسول کریم ﷺ کو مانا** اور اسی کو خدا تعالیٰ نے بھی لیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے لوگوں کو کہہ دو **فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ**۔ (یونس:17) مَیں ایک عرصہ تم میں رہا اس کو دیکھو اس میں میں نے تم سے کبھی غداری نہیں کی پھر اب میں خدا سے کیوں غداری کرنے لگا۔ یہی وہ دلیل تھی جو حضرت ابو بکرؓ نے لی اور کہہ دیا کہ اگر وہ کہتا ہے کہ خدا کا رسول ہوں تو سچا ہے اور میں مانتا ہوں۔ اس کے بعد نہ کبھی ان کے دل میں کوئی شبہ پیدا ہوا اور نہ ان کے پائے ثبات میں کبھی لغزش آئی۔ ان پر بڑے بڑے ابتلاء آئے۔ انہیں جائیدادیں اور وطن چھوڑنا اور اپنے عزیزوں کو قتل کرنا پڑا مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت میں کبھی شبہ نہ ہوا۔"[66]

ابو بکری فطرت کیا ہے؟

ایک دفعہ بیعت کرنے والوں کو ہدایات دے رہے تھے، ان کو سمجھا رہے تھے تو اس ضمن میں یہ بات آپؑ نے حضرت ابو بکرؓ کے آنحضرت ﷺ کو ماننے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمائی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ”آنحضرت ﷺ نے جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو صدیق کا خطاب دیا ہے تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ آپؓ میں کیا کیا کمالات تھے۔ آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اس چیز کی وجہ سے ہے جو اس کے دل کے اندر ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو حقیقت میں حضرت ابو بکرؓ نے جو صدق دکھایا اس کی نظیر ملنی مشکل ہے اور سچ تو یہ ہے کہ ہر زمانہ میں جو شخص صدیق کے کمالات حاصل کرنے کی خواہش کرے اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ ابو بکری خصلت اور فطرت کو اپنے اندر پیدا کرنے کے لئے جہاں تک ممکن ہو مجاہدہ کرے اور پھر حتی المقدور دعا سے کام لے۔ جب تک ابو بکری فطرت کا سایہ اپنے اوپر ڈال نہیں لیتا اور اسی رنگ میں رنگین نہیں ہو جاتا صدیقی کمالات حاصل نہیں ہو سکتے۔“

مرتے دم تک اسے نبھایا اور بعد مرنے کے بھی ساتھ نہ چھوڑا

پھر فرمایا کہ ”ابو بکری فطرت کیا ہے؟ اس پر مفصل بحث اور کلام کا یہ موقعہ نہیں کیونکہ اس کے تفصیلی بیان کیلئے بہت وقت درکار ہے۔“ فرمایا کہ ”میں مختصراً ایک واقعہ بیان کر دیتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے نبوت کا اظہار فرمایا۔ اس وقت حضرت ابو بکرؓ شام کی طرف سوداگری کرنے کے لئے گئے ہوئے تھے۔ جب واپس آئے تو ابھی راستے ہی میں تھے کہ ایک شخص آپؓ سے ملا۔ آپؓ نے اس سے مکے کے حالات دریافت فرمائے اور پوچھا کہ کوئی تازہ خبر سناؤ۔ جیسا کہ قاعدے کی بات ہے کہ جب انسان سفر سے واپس آتا ہے تو راستے میں اگر کوئی اہلِ وطن مل جائے۔ تو اس سے اپنے وطن کے حالات دریافت کرتا ہے۔ اس شخص نے جواب دیا کہ نئی بات یہ ہے کہ تیرے دوست محمد ﷺ نے پیغمبری کا دعویٰ کیا ہے۔ حضرت ابو بکر نے یہ سنتے ہی فرمایا کہ اگر اس نے یہ دعویٰ کیا ہے تو بلاشک وہ سچا ہے۔

اسی ایک واقعہ سے معلوم ہو سکتا ہے **کہ آنحضرت ﷺ پر آپؓ کو کس قدر حسن ظن تھا۔** معجزے کی بھی ضرورت نہیں سمجھی اور حقیقت بھی یہی ہے کہ معجزہ وہ شخص مانگتا ہے جو مدعی کے حالات سے ناواقف ہو اور جہاں غیریت ہو اور مزید تسلی کی ضرورت ہو لیکن جس شخص کو حالات سے پوری واقفیت ہو تو اسے معجزے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ الغرض حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ راستہ میں ہی آنحضرت ﷺ کا دعویٰ نبوت سن کر ایمان لے آئے۔ پھر جب مکے میں پہنچے تو آنحضرت ﷺ کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ آپؐ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہاں یہ درست ہے۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ آپؐ گواہ رہیں کہ میں آپؐ کا پہلا مصدق ہوں۔ آپؓ کا ایسا کہنا محض قول ہی قول نہ تھا بلکہ آپؓ نے“ یعنی حضرت ابو بکرؓ نے ”اپنے افعال سے اسے ثابت کر دکھایا اور مرتے دم تک اسے نبھایا اور بعد مرنے کے بھی ساتھ نہ چھوڑا۔“[67]

سب سے زیادہ ستائے گئے اور سب سے پہلے تخت نبوت پر بٹھائے گئے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سورۂ رحمٰن کی آیت وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ۔ (الرحمٰن:47) اور جو بھی اپنے رب کے مقام سے ڈرتا ہے اس کے لیے دو جنتیں ہیں وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ جو

اپنے رب کے مقام سے ڈرتا ہے اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔ اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت ابو بکرؓ کی مثال دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ "حضرت ابو بکر صدیقؓ کو دیکھو کہ جب وہ شام کے ملک واپس آرہے تھے تو راستہ میں ایک شخص ان کو ملا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ کوئی تازہ خبر سناؤ۔ اس شخص نے جواب دیا کہ اور تو کوئی تازہ خبر نہیں البتہ تمہارے دوست محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پیغمبری کا دعویٰ کیا ہے۔ اس پر ابو بکر صدیقؓ نے اس کو جواب دیا کہ اگر اس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو وہ سچا ہے۔ وہ جھوٹا کبھی نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ سیدھے حضرت نبی کریم ﷺ کے مکان پر چلے گئے اور آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے کہنے لگے کہ آپ گواہ رہیں کہ سب سے پہلے آپ پر ایمان لانے والا میں ہوں۔ دیکھو انہوں نے آنحضرت ﷺ سے کوئی معجزہ نہیں مانگا تھا۔ صرف پہلے تعارف کی برکت سے ہی وہ ایمان لے آئے تھے۔ **یاد رکھو معجزات وہ طلب کیا کرتے ہیں جن کو تعارف نہیں ہوتا۔**

جو لنگوٹیا یار ہوتا ہے اس کے لیے تو سابقہ حالات ہی معجزہ ہوتے ہیں اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ کو بڑی بڑی تکالیف کا سامنا ہوا۔ طرح طرح کے مصائب اور سخت درجے کے دکھ اٹھانے پڑے لیکن دیکھو اگر سب سے زیادہ انہیں کو دکھ دیا گیا تھا اور وہی سب سے بڑھ کر ستائے گئے تھے تو سب سے پہلے تخت نبوت پر وہی بٹھائے گئے تھے۔" اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی ان کو انعام سے نواز دیا اور اگلے جہان میں تو ہے ہی جنت۔ "کہاں وہ تجارت کہ تمام دن دھکے کھاتے پھرتے تھے اور کہاں یہ درجہ کہ آنحضرت ﷺ کے بعد سب سے اول خلیفہ انہیں کو مقرر کیا گیا۔"[68]

پھر ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"آدمی دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ سعید الفطرت ہوتے ہیں جو پہلے ہی مان لیتے ہیں۔ یہ لوگ بڑے ہی دور اندیش اور باریک بین ہوتے ہیں جیسے حضرت ابو بکر صدیقؓ تھے اور ایک بیوقوف ہوتے ہیں جب سر پر آپڑتی ہیں تب کچھ چونکتے ہیں۔"[69]

یعنی جب کسی مشکل میں گرفتار ہوتے ہیں، عذاب آتا ہے تب سوچتے ہیں کہ ماننا چاہیے کہ نہیں۔

مردوں، بچوں، اور عورتوں میں سب سے پہلے کون ایمان لایا

اس بارے میں بھی بحث ہوتی ہے کہ رسول کریم ﷺ پر سب سے پہلے کون ایمان لایا؟ مؤرخین کے نزدیک اس بات میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ مردوں میں سے سب سے پہلے کون ایمان لایا تھا حضرت ابو بکرؓ یا حضرت علیؓ یا حضرت زید بن حارثہؓ۔[70]

بعض اس کا یہ حل نکالتے ہیں کہ بچوں میں سے حضرت علیؓ اور بڑوں میں سے حضرت ابو بکرؓ اور غلاموں میں سے حضرت زیدؓ سب سے پہلے ایمان لائے تھے۔ چنانچہ علامہ احمد بن عبد اللہ ان روایات میں تطبیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ بنت خُویلد نے اسلام قبول کیا اور مردوں میں سب سے پہلے حضرت علیؓ نے اسلام قبول کیا جبکہ وہ ابھی بچے تھے جیسا کہ ان کی عمر کے

بارے میں پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ ان کی عمر دس سال تھی۔ وہ اپنا اسلام مخفی رکھے ہوئے تھے اور پہلے بالغ عربی شخص جس نے اسلام قبول کیا اور اپنے اسلام کا اظہار کیا وہ حضرت ابو بکر بن ابو قُحافہؓ تھے اور آزاد کردہ غلاموں میں سے جس نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا وہ حضرت زیدؓ بن حارثہ تھے۔ یہ متفق امر ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں۔[71]

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس بحث کا ذکر کرتے ہوئے جو فرمایا ہے وہ اس طرح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے مشن کی تبلیغ شروع کی تو سب سے پہلے ایمان لانے والی حضرت خدیجہؓ تھیں جنہوں نے ایک لمحے کے لیے بھی تردّد نہیں کیا۔ حضرت خدیجہؓ کے بعد مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے کے متعلق مورخین میں اختلاف ہے۔ بعض حضرت ابو بکر عبد اللہ بن ابی قحافہؓ کا نام لیتے ہیں۔ بعض حضرت علیؓ کا یا زید بن حارثہؓ کا لیکن آپؓ لکھتے ہیں کہ **ہمارے نزدیک یہ جھگڑا فضول ہے۔** حضرت علیؓ اور زید بن حارثہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے آدمی تھے اور آپؐ کے بچوں کی طرح آپؐ کے ساتھ رہتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا تھا اور ان کا ایمان لانا تھا۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس بات کو وہ بچوں کی حیثیت سے مانتے تھے اور ہو سکتا ہے کہ اس وقت یہ بات بھی انہوں نے اس طرح ہی مانی ہو۔ پھر آپؓ لکھتے ہیں کہ ان دونوں بچوں کو نکال دو تو حضرت ابو بکرؓ مسلمہ طور پر مقدم اور سابق بالایمان تھے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درباری شاعر حسان بن ثابت انصاریؓ حضرت ابو بکرؓ کے متعلق کہتے ہیں کہ

إِذَا تَذَكَّرْتَ شَجْوًا مِنْ أَخِي ثِقَةٍ فَاذْكُرْ أَخَاكَ أَبَابَكْرٍ بِمَا فَعَلَا

خَيْرَ الْبَرِيَّةِ أَتْقَاهَا وَأَعْدَلَهَا بَعْدَ النَّبِيِّ وَأَوْفَاهَا بِمَا حَمَلَا

اَلثَّانِيَ التَّالِيَ الْمَحْمُوْدَ مَشْهَدُهُ وَأَوَّلَ النَّاسِ مِنْهُمْ صَدَّقَ الرُّسُلَا

یعنی جب تمہارے دل میں کبھی کوئی درد آمیز یاد تمہارے کسی اچھے بھائی کے متعلق پیدا ہو تو اس وقت اپنے بھائی ابو بکرؓ کو بھی یاد کر لیا کرو۔ اس کی ان خوبیوں کی وجہ سے جو یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب لوگوں میں سے زیادہ متقی اور سب سے زیادہ منصف مزاج تھا اور سب سے زیادہ پورا کرنے والا تھا اپنی ان ذمہ داریوں کو جو اس نے اٹھائیں۔ ہاں ابو بکرؓ وہی تو ہے جو غارِ ثور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوسرا شخص تھا جس نے اپنے آپ کو آپؐ کی اِتباع میں بالکل محو کر رکھا تھا اور وہ جس کام میں بھی ہاتھ ڈالتا تھا اسے خوبصورت بنا دیتا تھا اور وہ ان سب لوگوں میں سے پہلا تھا جو رسولؐ پر ایمان لائے۔

حضرت ابو بکرؓ اپنی شرافت اور قابلیت کی وجہ سے قریش میں بہت مکرّم و معزز تھے اور اسلام میں تو اُن کو وہ رتبہ حاصل ہوا جو کسی اَور صحابی کو حاصل نہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے ایک لمحے کے لیے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ میں شک نہیں کیا بلکہ سنتے ہی قبول کیا اور پھر انہوں نے اپنی ساری توجہ اور اپنی جان اور مال کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی خدمت میں وقف کر دیا۔

آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ میں ابو بکرؓ کو زیادہ عزیز رکھتے تھے اور آپؐ کی وفات کے بعد وہ آپؐ کے پہلے خلیفہ ہوئے۔ اپنی خلافت کے زمانے میں بھی انہوں نے بے نظیر قابلیت کا ثبوت دیا۔

حضرت ابو بکرؓ کے متعلق یورپ کا مشہور مستشرق سپرنگر (Sprenger) لکھتا ہے کہ:

ابو بکر کا آغازِ اسلام میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لانا اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خواہ دھوکا کھانے والے ہوں مگر دھوکا دینے والے ہر گز نہیں تھے بلکہ صدقِ دل سے اپنے آپ کو خدا کا رسول یقین کرتے تھے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا ہے کہ سر ولیم میور کو بھی سپرنگر کی اس رائے سے اتفاق ہے۔[72]

حضرت ابو بکرؓ کے ذریعہ اسلام قبول کرنے والے نمایاں اصحاب

حضرت ابو بکرؓ کو تبلیغِ اسلام اور اس کے نتیجے میں کن آزمائشوں سے گزرنا پڑا۔ اس کے بارے میں اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ:

جب اسلام آیا تو آپؓ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور آپؓ کے ہاتھ پر ایک جماعت نے اسلام قبول کیا اس محبت کی وجہ سے جو اُن لوگوں کو آپؓ یعنی حضرت ابو بکرؓ سے تھی اور اس میلان کی وجہ سے جو انہیں حضرت ابو بکرؓ کی طرف تھا یہاں تک کہ عشرہ مبشرہ میں سے پانچ صحابہ نے آپؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔[73]

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی تبلیغ سے اسلام لانے والوں میں حضرت عثمان بن عفان، حضرت زُبیر بن عوّام، حضرت عبد الرحمٰن بن عَوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت طلحہ بن عبید اللہ شامل تھے۔[74]

اس بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اپنی کتاب سیرت خاتم النبیینؐ میں لکھتے ہیں کہ ”حضرت خدیجہؓ، حضرت ابو بکرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت زید بن حارثہؓ کے بعد اسلام لانے والوں میں پانچ اشخاص تھے جو حضرت ابو بکرؓ کی تبلیغ سے ایمان لائے اور یہ سب کے سب اسلام میں ایسے جلیل القدر اور عالی مرتبہ اصحاب نکلے کہ چوٹی کے صحابہ میں شمار کئے جاتے ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں۔

اول حضرت عثمان بن عفانؓ جو خاندان بنو امیہ میں سے تھے۔ اسلام لانے کے وقت ان کی عمر قریباً تیس سال کی تھی۔ حضرت عمرؓ کے بعد وہ آنحضرت ﷺ کے تیسرے خلیفہ ہوئے۔ حضرت عثمانؓ نہایت باحیا، باوفا، نرم دل، فیاض اور دولتمند آدمی تھے۔ چنانچہ کئی موقعوں پر انہوں نے اسلام کی بہت بہت مالی خدمات کیں۔ حضرت عثمانؓ سے آنحضرت ﷺ کی محبت کا اندازہ اس بات سے بھی ہو سکتا ہے کہ آپؐ نے انہیں پے درپے اپنی دو لڑکیاں شادی میں دیں جس کی وجہ سے انہیں ذوالنورین کہتے ہیں۔

دوسرے عبد الرحمٰن بن عوفؓ تھے جو خاندان بنُوزُہرہ سے تھے جس خاندان سے آنحضرت ﷺ کی والدہ تھیں۔ نہایت سمجھدار اور بہت سلجھی ہوئی طبیعت کے آدمی تھے۔ حضرت عثمانؓ کی خلافت کا سوال انہی کے ہاتھوں سے طے ہوا تھا۔ اسلام لانے کے وقت اِن کی عمر قریباً تیس سال کی تھی۔ عہدِ

عثمانی میں فوت ہوئے۔

تیسرے سعد بن ابی وقاصؓ تھے جو اس وقت بالکل نوجوان تھے یعنی اس وقت ان کی عمر انیس سال کی تھی۔ یہ بھی بَنُو زُہرہ میں سے تھے اور نہایت دلیر اور بہادر تھے۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں عراق انہی کے ہاتھ پر فتح ہوا۔ امیر معاویہؓ کے زمانے میں فوت ہوئے۔

چوتھے زُبیر بن عوّامؓ تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ یعنی صَفِیّہ بنت عبد المطلب کے صاحبزادے تھے اور بعد میں حضرت ابو بکرؓ کے داماد ہوئے۔ یہ بنو اسد میں سے تھے اور اسلام لانے کے وقت ان کی عمر صرف پندرہ سال کی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر کو غزوۂ خندق کے موقعے پر ایک خاص خدمت سرانجام دینے کی وجہ سے حواری کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ زبیرؓ حضرت علیؓ کے عہد حکومت میں جنگِ جمل کے بعد شہید ہوئے۔

پانچویں طَلْحہ بن عُبَیدُاللہؓ تھے حضرت ابو بکرؓ کے خاندان یعنی قبیلہ بنو تیم میں سے تھے اور اس وقت بالکل نوجوان تھے۔ طلحہ بھی اسلام کے خاص فدایان میں سے تھے۔ حضرت علیؓ کے عہد میں جنگ جمل میں شہید ہوئے۔ یہ پانچوں اصحاب عشرہ مبشرہ میں سے ہیں یعنی ان دس صحابہ میں داخل ہیں جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے خاص طور پر جنت کی بشارت دی تھی اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت مقرب صحابی اور مشیر شمار ہوتے تھے۔‘‘[75]

کفارِ مکہ کے مظالم

کفارِ مکہ نے اسلام قبول کرنے والوں پر طرح طرح کے مظالم کیے، نہ صرف کمزور اور غلام مسلمان ہی ان کے ظلم و تشدد کا نشانہ بنے بلکہ **خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ بھی مشرکین مکہ کے مظالم سے محفوظ نہ رہے۔** تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ انہیں بھی طرح طرح کے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اور حضرت ابو بکرؓ کو بھی۔

چنانچہ سیرت حَلَبِیّہ میں ایک واقعہ مذکور ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت طلحہؓ نے جب اپنے اسلام کا اظہار کیا تو نوفل بن عَدَوِیَّہ نے ان دونوں کو پکڑ لیا۔ یہ شخص قریش کا شیر کہلاتا تھا۔ اس نے ان دونوں کو ایک ہی رسی سے باندھ دیا۔ ان کے قبیلہ بنو تیم نے بھی ان دونوں کو نہ بچایا۔ اسی وجہ سے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت طلحہؓ کو قَرِیْنَیْن بھی کہتے ہیں یعنی دو ساتھ ملے ہوئے۔ نوفل بن عدویہ کی قوت اور اس کے ظلم کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اَللّٰھُمَّ اکْفِنَا شَرَّ ابْنِ الْعَدَوِیَّةِ کہ اے اللہ! ابن عَدَوِیَّہ کے شر کے مقابلے میں ہمارے لیے تُو کافی ہو جا۔[76]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفار کا بدترین سلوک اور حضرت ابو بکرؓ کی جانثاری

عروہ بن زبیر نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاصؓ سے پوچھا کہ وہ بدترین سلوک مجھے بتائیں جو مشرکین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

مسجد حرام کے حطیم میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عُقْبَہ بن اَبِی مُعَیط آیا اور اس نے کپڑا آپؐ کی گردن میں ڈال کر آپؐ کا گلا زور سے گھونٹا۔ اتنے میں حضرت ابو بکرؓ پہنچ گئے اور آکر انہوں نے عقبہ کا کندھا پکڑا اور اسے دھکیل کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہٹا دیا اور کہا: اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ (المومن:29) کہ کیا تم ایسے شخص کو مارتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔[77]

ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک دفعہ مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ کیا تم ہمارے معبودوں کے بارے میں یہ بات نہیں کہتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں۔ اس پر وہ آپؐ کے گرد جمع ہو گئے اور اس وقت کسی نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ اپنے دوست کی خبر لو۔ حضرت ابو بکرؓ نکلے اور مسجد حرام پہنچے۔ آپؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں پایا کہ لوگ آپؐ کے گرد اکٹھے ہیں۔

حضرت ابو بکرؓ نے کہا تم لوگوں کا برا ہو، اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ (المومن:29) کیا تم محض اس لیے ایک شخص کو قتل کرو گے کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے کھلے کھلے نشان لے کر آیا ہے۔

اس پر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا اور حضرت ابو بکرؓ کی طرف لپکے اور ان کو مارنے لگے۔

حضرت ابو بکرؓ کی بیٹی حضرت اسماءؓ کہتی ہیں کہ آپؓ ہمارے پاس اس حالت میں آئے کہ آپ اپنے بالوں کو ہاتھ لگاتے تو وہ آپ کے ہاتھ میں آجاتے اور آپ کہتے جاتے تھے کہ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ کہ اے بزرگی اور عزت والے! تُو بابرکت ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک اور آپؐ کی ریش مبارک کو اس زور سے کھینچا کہ آپؐ کے اکثر بال مبارک گر گئے۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ آپؐ کو بچانے کے لیے کھڑے ہوئے اور وہ کہہ رہے تھے اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ (المومن:29) کیا تم محض اس لیے ایک شخص کو قتل کرو گے کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ کیا تم اس شخص کو اس وجہ سے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ میرا رب ہے اور حضرت ابو بکرؓ رو بھی رہے تھے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابو بکر! ان کو چھوڑ دو۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں ان کی طرف بھیجا گیا ہوں تا کہ میں قربان ہو جاؤں۔ اس پر انہوں نے یعنی کافروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا۔

حضرت علیؓ کا فرمانا کہ سب سے زیادہ بہادر ابو بکرؓ ہیں

حضرت علیؓ نے ایک مرتبہ لوگوں سے پوچھا کہ اے لوگو! لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ اے امیر المومنین آپؓ ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: جہاں تک میری بات ہے میرے ساتھ جس نے مبارزت کی، میں نے اس سے انصاف کیا یعنی اسے مار گرایا مگر سب سے بہادر ابو بکرؓ ہیں۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بدر کے دن خیمہ لگایا۔ پھر ہم نے کہا کہ کون ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے تا آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی مشرک نہ پہنچ پائے تو اللہ کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

قریب کوئی نہ گیا مگر حضرت ابو بکرؓ اپنی تلوار کو سونتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کھڑے ہو گئے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی مشرک نہیں پہنچے گا مگر پہلے وہ حضرت ابو بکرؓ سے مقابلہ کرے گا۔ پس وہ سب سے بہادر شخص ہیں۔ حضرت علی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ کی بات ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ قریش نے آپؐ کو پکڑا ہوا ہے۔ کوئی آپؐ پر غصہ اتارتا۔ کوئی آپؐ کو تنگ کرتا اور وہ لوگ کہتے کہ تم نے تمام معبودوں کو ایک معبود بنا دیا ہے۔ اللہ کی قسم! جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آتا حضرت ابو بکرؓ کسی کو مار کر بھگاتے۔ کسی کو برا بھلا کہہ کر دور کرتے اور کہتے تمہاری ہلاکت ہو، اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ (المومن:29) کیا تم محض اس لیے ایک شخص کو قتل کرو گے کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ **پس حضرت علیؓ نے اپنی چادر ہٹائی اور اس قدر روئے کہ آپؓ کی داڑھی تر ہو گئی۔**

پھر فرمایا میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ کیا آل فرعون کا مومن بہتر تھا یا حضرت ابو بکرؓ۔ غالباً حضرت علیؓ نے آل فرعون کے مومن کا ذکر اس لیے کیا کہ قرآن کریم میں یہ آیت آلِ فرعون کے اس شخص کی طرف منسوب ہے جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا اور فرعون کے دربار میں یہ کہہ رہا تھا کہ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ اس پر لوگ خاموش ہو گئے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! حضرت ابو بکرؓ کی ایک گھڑی آلِ فرعون کے مومن کی زمین بھر کی نیکیوں سے بہتر ہے کیونکہ وہ شخص اپنے ایمان کو چھپاتا تھا اور یہ شخص یعنی حضرت ابو بکرؓ اپنے ایمان کا اعلان کرتا تھا۔[78]

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "جب ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے واقعات کو دیکھتے ہیں تو ہمیں یہ دعویٰ ایک حقیقت بن کر نظر آتا ہے اور ہمیں قدم قدم پر ایسے واقعات دکھائی دیتے ہیں جو آپؐ کی اس عظیم الشان محبت اور شفقت کا ثبوت ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی نوع انسان سے تھی۔ چنانچہ آپؐ کو خدائے واحد کا پیغام پہنچانے کے لئے سالہا سال تک ایسی تکالیف میں سے گزرنا پڑا کہ جن کی کوئی حد نہیں۔ ایک دفعہ خانہ کعبہ میں کفار نے آپؐ کے گلے میں پٹکا ڈال کر اتنا گھونٹا کہ آپؐ کی آنکھیں سرخ ہو کر باہر نکل پڑیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے سنا تو وہ دوڑے ہوئے آئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس تکلیف کی حالت میں دیکھ کر آپؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور آپؓ نے ان کفار کو ہٹاتے ہوئے کہا۔ خدا کا خوف کرو۔ کیا تم ایک شخص پر اس لئے ظلم کر رہے ہو کہ وہ کہتا ہے خدا میرا رب ہے۔"[79]

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: "ایک دفعہ چند دشمنوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا پا کر پکڑ لیا اور آپؐ کے گلے میں پٹکا ڈال کر اسے مروڑنا شروع کیا۔ قریب تھا کہ آپؐ کی جان نکل جائے کہ اتفاق سے ابو بکرؓ آ نکلے اور انہوں نے مشکل سے چھڑایا۔ **اس پر ابو بکرؓ کو اس قدر مارا پیٹا کہ وہ بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔**"[80]

غلاموں کو آزاد کرنا

غلاموں کو آزاد کروانے کے بارے میں حضرت ابو بکرؓ کے بارے میں روایات میں لکھا ہے کہ

حضرت ابو بکرؓ نے جب اسلام قبول کیا تو ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے۔ آپؓ نے اسے اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور ان سات کو آزاد کروایا جن کو اللہ کی وجہ سے تکلیف دی جاتی تھی۔

آپؓ نے حضرت بلالؓ، عَامِر بن فُھَیرہ ؓ، زِنِّیْرَہ، نَہْدِیَّہ اور ان کی بیٹی، بنی مُؤَمَّل کی ایک لونڈی اور ام عُبَیس کو آزاد کروایا۔[81]

حضرت بلالؓ بنو جُمَح کے غلام تھے اور امیہ بن خَلَف آپؓ کو شدید تکلیف پہنچایا کرتا تھا۔[82]

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت بلالؓ ایمان لائے تو حضرت بلالؓ کو ان کے مالکوں نے پکڑ کر زمین پر لٹا دیا اور ان پر سنگریزے اور گائے کی کھال ڈال دی اور کہنے لگے کہ تمہارا رب لات اور عُزیٰ ہے۔ مگر آپؓ احد! احد! کہتے تھے۔ آپؓ کے پاس حضرت ابو بکرؓ آئے اور کہا کہ کب تک تم اس شخص کو تکلیف دیتے رہو گے۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت بلالؓ کو سات اوقیہ میں خرید کر انہیں آزاد کر دیا یعنی چالیس درہم کا ایک اوقیہ ہے دو سو اسی درہم میں خریدا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو بکر! مجھے بھی اس میں شریک کر لو۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! میں نے اسے آزاد کر دیا ہے۔[83]

حضرت عامر بن فُھَیرہ ؓ ایک سیاہ فام غلام تھے۔ آپؓ طُفَیل بن عبد اللہ بن سَخْبَرَہ کے غلام تھے جو کہ والدہ کی طرف سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے۔ حضرت عامرؓ اسلام لانے والے سابقین میں شامل تھے۔ آپؓ کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں تکالیف پہنچائی گئیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے آپ کو خریدا اور آزاد کر دیا۔[84]

حضرت زِنِّیرہ رومی اسلام میں سبقت لے جانے والی خواتین میں سے تھیں۔ انہوں نے اسلام کے آغاز میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ مشرکین آپؓ کو اذیتیں دیتے تھے۔

یہ کہا جاتا ہے کہ آپؓ بنو مخزوم کی لونڈی تھیں اور ابوجہل آپؓ کو اذیت دیا کرتا تھا اور کہا جاتا ہے کہ آپؓ بنو عبد الدار کی لونڈی تھیں۔ جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو ان کی بینائی چلی گئی۔ اس پر مشرکین نے کہا کہ لات اور عُزّیٰ نے ان دونوں کے انکار کرنے کی وجہ سے زِنِّیرہ کو اندھا کر دیا ہے۔ اس پر حضرت زِنِّیرہ نے کہا کہ لات اور عُزّیٰ تو یہ بھی نہیں جانتے کہ ان دونوں کی عبادت کون کرتا ہے، مجھے کیا اندھا کرنا تھا۔ ان کو تو خود نظر نہیں آتا۔ یہ تو آسمان سے ہے۔ اللہ کی مرضی میری نظر چلی گئی اور میرا رب میری بینائی لوٹانے پر قادر ہے۔ یہ جواب دیا کافروں کو۔

اگلے دن انہوں نے اس حالت میں صبح کی، رات سوئیں اگلے دن جب اٹھیں تو اللہ تعالیٰ نے آپؓ کی بینائی لَوٹا دی تھی، نظر ٹھیک ہو چکی تھی۔ اس پر قریش نے کہا کہ یہ تو محمدؐ کے جادو کی وجہ سے ہوا ہے۔

جب حضرت ابو بکرؓ نے وہ تکالیف دیکھیں جو آپؓ کو پہنچائی جاتی تھیں تو آپؓ نے ان کو خریدا اور آزاد کر دیا۔[85]

حضرت ابو بکرؓ نے نَہْدِیَّہ اور ان کی بیٹی دونوں کو آزاد کرایا۔ یہ دونوں بنو عبد الدار کی ایک عورت کی لونڈیاں تھیں۔ حضرت ابو بکرؓ ان دونوں کے پاس سے گزرے اس وقت ان کی مالکہ نے ان کو آٹا پیسنے کے واسطے بھیجا تھا اور وہ مالکہ یہ کہہ رہی تھی کہ اللہ کی قسم! میں تمہیں کبھی آزاد نہیں کروں گی یا جس کی بھی قسم وہ کھا رہی تھی۔ بہرحال حضرت ابو بکرؓ نے کہا اے اُمِّ فلاں! اپنی قسم کو توڑ دو۔ اس نے کہا جاؤ جاؤ! تم نے ہی تو ان کو خراب کیا ہے۔ تمہیں اگر اتنا ہی خیال ہے تو تم ان دونوں کو آزاد کروالو۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ ان دونوں کے بدلے میں کتنی قیمت دوں؟ اس نے کہا کہ اتنی اور اتنی۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ میں نے ان دونوں کو لے لیا اور یہ دونوں آزاد ہیں۔ پھر آپؓ نے ان سے کہا کہ اس عورت کا آٹا واپس دے دو یعنی ان دونوں کو جن کو لونڈی بنایا گیا تھا کہا کہ اس عورت کا آٹا واپس دے دو جو پسانے کے لیے لے کر جا رہی تھیں۔ ان دونوں نے کہا اے ابو بکرؓ! کیا ہم اس کام سے فارغ ہو لیں اور اس آٹا کو واپس کر دیں؟ یعنی جو ہمارے ذمہ کام لگایا گیا ہے وہ کر لیں اور آٹا پسوا کر چھوڑ آئیں؟ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے۔ اگر تم دونوں چاہتی ہو تو ایسا ہی کر لو۔

حضرت ابو بکرؓ ایک دفعہ بَنُو مُؤَمَّل کی ایک لونڈی کے پاس سے گزرے۔ بَنُو مُؤَمَّل بَنُو عَدِی بن کَعْب کا ایک قبیلہ تھا۔ وہ لونڈی مسلمان تھی۔ عمرؓ بن خطاب اس کو ایذا دے رہے تھے تاکہ وہ اسلام کو چھوڑ دے۔ حضرت عمرؓ اُن دنوں ابھی مشرک تھے۔ اسلام قبول نہیں کیا تھا اور انہیں مارا کرتے تھے یہاں تک کہ جب وہ تھک جاتے تو کہتے کہ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ مَیں نے تمہیں صرف تھکاوٹ کی وجہ سے چھوڑا ہے۔ اس پر وہ کہتی کہ اللہ تمہارے ساتھ بھی اسی طرح کرے گا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے اسے بھی خرید کر آزاد کر دیا تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے والد ابو قُحافہ نے ان سے کہا کہ اے میرے بیٹے! مَیں دیکھتا ہوں کہ تم کمزور لوگوں کو آزاد کرا رہے ہو۔ اگر تم ایسا کرنا چاہتے ہو جو تم کر رہے ہو تو تم طاقتور مردوں کو آزاد کرواؤ تاکہ وہ تمہاری حفاظت کریں اور وہ تیرے ساتھ کھڑے ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ اے میرے پیارے باپ! مَیں تو محض اللہ عزّوجلّ کی رضا چاہتا ہوں۔[86]

حضرت ابو بکرؓ کی شان میں آیات کا نزول

چنانچہ بعض مفسرین علّامہ قرطبی اور علامہ آلوسی وغیرہ کہتے ہیں کہ درج ذیل آیات اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکرؓ کے اسی عمل کی وجہ سے آپؓ کی شان میں نازل فرمائی ہیں کہ

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَ اتَّقٰی وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی وَ اَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَ اسْتَغْنٰی وَ کَذَّبَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْعُسْرٰی وَ مَا یُغْنِیْ عَنْہُ مَالُہٗۤ اِذَا تَرَدّٰی اِنَّ عَلَیْنَا لَلْھُدٰی وَ اِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَۃَ وَ الْاُوْلٰی فَاَنْذَرْتُکُمْ نَارًا تَلَظّٰی لَا یَصْلٰھَاۤ اِلَّا الْاَشْقَی الَّذِیْ کَذَّبَ وَ تَوَلّٰی وَ سَیُجَنَّبُھَا الْاَتْقَی الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَہٗ یَتَزَکّٰی وَ مَا لِاَحَدٍ عِنْدَہٗ مِنْ نِّعْمَۃٍ تُجْزٰۤی اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْہِ رَبِّہِ الْاَعْلٰی وَ لَسَوْفَ یَرْضٰی۔ (سورۃ اللّیل 6 تا 22)

پس وہ جس نے (راہ حق میں) دیا اور تقویٰ اختیار کیا اور بہترین نیکی کی تصدیق کی تو ہم اسے ضرور کشادگی عطا کریں گے۔ اور جہاں تک اُس کا تعلق ہے جس نے بخل کیا اور بے پروائی کی اور بہترین نیکی کی تکذیب کی تو ہم اُسے ضرور تنگی میں ڈال دیں گے اور اس کا مال جب تباہ ہو جائے گا تو اس کے کسی کام نہ آئے گا۔ یقیناً ہدایت دینا ہم پر بہرحال فرض ہے اور انجام بھی لازماً ہمارے تصرف میں ہے اور آغاز بھی۔ پس میں تمہیں اس آگ سے ڈراتا ہوں جو شعلہ زن ہے اس میں کوئی داخل نہیں ہو گا مگر سخت بدبخت۔ وہ جس نے جھٹلایا اور پیٹھ پھیر لی جبکہ سب سے بڑھ کر متقی اس سے ضرور بچایا جائے گا جو اپنا مال دیتا ہے پاکیزگی چاہتے ہوئے اور اس پر کسی کا احسان نہیں ہے کہ جس کا اس کی طرف سے بدلہ دیا جارہا ہو۔ یہ محض اپنے رَبِّ اعلیٰ کی خوشنودی چاہتے ہوئے خرچ کرتا ہے اور وہ ضرور راضی ہو جائے گا۔[87]

حضرت ابو بکرؓ نے جو غلام آزاد کیے تھے ان میں سے ایک حضرت خَبّاب بن ارتؓ بھی تھے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ حضرت خَبّاب بن ارتؓ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "ایک اَور صحابیؓ جو پہلے غلام تھے انہوں نے ایک دفعہ نہانے کے لئے کرتہ اتارا تو کوئی شخص پاس کھڑا تھا۔ اس نے دیکھا کہ ان کی پیٹھ کا چمڑا اوپر سے ایسا سخت اور کھردرا ہے جیسے بھینس کی کھال ہوتی ہے۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا اور انہیں کہنے لگا۔ تمہیں یہ کب سے بیماری ہے تمہاری تو پیٹھ کا چمڑا ایسا سخت ہے جیسے جانور کی کھال ہوتی ہے۔ یہ سن کر وہ ہنس پڑے۔" حضرت خَبّاب ہنس پڑے "اور کہنے لگے بیماری کوئی نہیں۔ جب ہم اسلام لائے تھے تو ہمارے مالک نے فیصلہ کیا کہ ہمیں سزا دے۔ چنانچہ تپتی دھوپ میں لٹا کر ہمیں مارنا شروع کر دیتا اور کہتا کہ کہو ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نہیں مانتے۔ ہم اس کے جواب میں کلمۂ شہادت پڑھ دیتے۔ اس پر وہ پھر مارنے لگ جاتا اور جب اس طرح بھی اس کا غصہ نہ تھمتا تو ہمیں پتھروں پر گھسیٹا جاتا" لکھتے ہیں کہ: "عرب میں کچے مکانوں کو پانی سے بچانے کے لئے مکان کے پاس ایک قسم کا پتھر ڈال دیتے ہیں جسے پنجابی میں کِھنگر کہتے ہیں۔ یہ نہایت سخت کھردرا اور نوک دار پتھر ہوتا ہے اور لوگ اسے دیواروں کے ساتھ اس لئے لگا دیتے ہیں کہ پانی کے بہاؤ سے انہیں کوئی نقصان نہ پہنچے" یعنی دیواروں کو نقصان نہ پہنچے۔ "تو وہ صحابی کہنے لگے کہ جب ہم اسلام سے انکار نہ کرتے اور لوگ ہمیں مار مار کر تھک جاتے تو پھر ہماری ٹانگوں میں رسی باندھ کر ان کھردرے پتھروں پر ہمیں گھسیٹا جاتا تھا اور جو کچھ تم دیکھتے ہو اسی مار پیٹ اور گھسٹنے کا نتیجہ ہے۔ غرض سالہا سال تک ان پر ظلم ہوا۔ آخر حضرت ابو بکرؓ سے یہ بات برداشت نہ ہو سکی اور انہوں نے اپنی جائیداد کا بہت سا حصہ فروخت کر کے انہیں آزاد کرا دیا۔"[88]

پھر حضرت ابو بکرؓ کے غلاموں کو آزاد کرانے کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک جگہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں کہ "یہ غلام جو رسول کریم ﷺ پر ایمان لائے مختلف اقوام کے تھے اِن میں حبشی بھی تھے جیسے بلالؓ، رومی بھی تھے جیسے صُہَیبؓ پھر ان میں عیسائی بھی تھے جیسے جُبَیرؓ اور صُہَیبؓ اور مشرکین بھی تھے جیسے بلالؓ اور عمارؓ۔ بلالؓ کو اس کے مالک تپتی ریت پر لٹا کر اوپر یا تو پتھر رکھ دیتے یا نوجوانوں کو

سینہ پر کودنے کے لئے مقرر کر دیتے... حضرت ابو بکرؓ نے جب ان پر یہ ظلم دیکھے تو ان کے مالک کو ان کی قیمت ادا کر کے انہیں آزاد کروا دیا۔"[89]

حضرت ابو بکرؓ کی ہجرت کا ارادہ

ایک دفعہ حضرت ابو بکرؓ نے ہجرتِ حبشہ کا ارادہ کیا تھا۔ اس بارے میں آتا ہے کہ جب مسلمان بڑھ گئے اور اسلام ظاہر ہو گیا تو کفارِ قریش اپنے اپنے قبائل میں سے ان لوگوں کو سخت اذیتیں اور تکلیفیں دینے لگے جو اُن میں سے ایمان لا چکے تھے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ انہیں ان کے دین سے پھرا دیں۔ اس پر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مومنوں سے فرمایا کہ تم لوگ زمین میں بکھر جاؤ۔ یقیناً اللہ تم لوگوں کو اکٹھا کر دے گا۔ صحابہؓ نے عرض کیا ہم کس طرف جائیں؟ آپؐ نے فرمایا اس طرف اور آپؐ نے اپنے ہاتھ سے حبشہ کی سرزمین کی طرف اشارہ فرمایا۔ یہ رجب سنہ 5/ نبوی کی بات ہے۔ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ارشاد پر گیارہ مَردوں اور چار عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔[90]

مسلمانوں کے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کے بعد حضرت ابو بکرؓ کو بھی ایذا پہنچائی گئی جس پر انہوں نے بھی حبشہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا۔ چنانچہ اس بارے میں بخاری کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب مسلمانوں کو تکلیف دی گئی تو حضرت ابو بکرؓ ہجرت کرنے کی غرض سے حبشہ کی طرف چل پڑے۔ جب وہ بَرْکُ الْغِمَاد مقام پر پہنچے۔ بَرْکُ الْغِمَاد یمن کا ایک شہر ہے جو مکہ سے آگے پانچ رات کی مسافت پر سمندر سے متصل ہے۔ تو انہیں ابنِ دَغِنہ ملا اور وہ قَارَہ قبیلہ کا سردار تھا۔ اس نے پوچھا اے ابو بکر! کہاں کا قصد ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ زمین میں چلوں پھروں اور اپنے رب کی عبادت کرتا رہوں۔ ابنِ دَغِنہ نے کہا: **تمہارے جیسا آدمی خود وطن سے نہیں نکلتا اور نہ اسے نکالا جانا چاہئے۔** تم تو وہ خوبیاں بجالاتے ہو جو معدوم ہو چکی ہیں اور تم صلہ رحمی کرتے ہو۔ تھکے ہاروں کا بوجھ اٹھاتے ہو۔ مہمان نوازی کرتے ہو اور مصائب حقہ پر مدد کرتے ہو۔ ایک جگہ ترجمہ اس طرح بھی کیا گیا ہے۔ کنگال کو کما کر دیتے رہے ہو۔ رشتہ داروں سے نیک سلوک کیا کرتے ہو۔ بیچاروں کو سنبھالتے ہو اور مہمان نواز ہو اور حق کی مشکلات میں مدد کرتے ہو۔ پھر اس نے کہا کہ میں تمہیں اپنی پناہ میں لیتا ہوں۔ واپس چلو اور اپنے وطن میں ہی اپنے رب کی عبادت کرو اور ابنِ دَغِنہ بھی چل پڑا اور حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ مکہ میں آیا اور کفار قریش کے سرداروں سے ملا اور ان سے کہا ابو بکر ایسے ہیں کہ ان جیسا آدمی وطن سے نہ نکلتا ہے اور نہ نکالا جاتا ہے۔ کیا تم ایسے شخص کو نکالتے ہو جو ایسی خوبیاں بجالاتا ہے جو معدوم ہو چکی ہیں اور وہ صلہ رحمی کرتا ہے۔ تھکے ہاروں کے بوجھ اٹھاتا ہے۔ مہمان نوازی کرتا ہے اور مصائب پر مدد کرتا ہے؟ اس پر قریش نے ابنِ دَغِنہ کی پناہ منظور کر لی اور حضرت ابو بکرؓ کو امن دیا اور ابنِ دَغِنہ سے کہا۔ ابو بکر سے کہو کہ وہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر میں ہی کیا کرے۔ وہیں نماز پڑھے اور جو چاہے پڑھے لیکن ہمیں اپنی عبادت اور قرآن پڑھنے سے تکلیف نہ دے اور بلند آواز سے نہ پڑھے کیونکہ ہمیں ڈر ہے کہ وہ ہمارے

بیٹوں اور ہماری عورتوں کو گمراہ کر دے گا۔ ابنِ دَغِنہ نے حضرت ابو بکرؓ سے یہ کہہ دیا تو حضرت ابو بکرؓ اپنے گھر سے ہی اپنے رب کی عبادت کرنے لگے اور اپنے گھر کے سوا کسی اَور جگہ نماز اور قرآن اعلانیہ نہ پڑھتے۔ پھر کچھ عرصے کے بعد حضرت ابو بکرؓ کو خیال آیا تو **انہوں نے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد یعنی نماز پڑھنے کی جگہ بنالی** اور کھلی جگہ میں نکلے۔ وہیں نماز بھی پڑھتے اور قرآن مجید بھی اور ان کے پاس مشرکوں کی عورتیں اور بچے جمگھٹا کرتے۔ وہ تعجب کرتے۔ یعنی حضرت ابو بکرؓ کو دیکھ کر تعجب کرتے اور حضرت ابو بکرؓ کو دیکھتے کہ وہ بہت ہی رونے والے آدمی تھے۔

جب قرآن پڑھتے تو اپنے آنسوؤں کو نہ تھام سکتے۔ اس کیفیت نے قریش کے مشرک سرداروں کو پریشان کر دیا اور انہوں نے ابنِ دَغِنہ کو بلا بھیجا۔ وہ ان کے پاس آیا اور انہوں نے اس سے کہا کہ ہم نے تو ابو بکر کو اس شرط پر پناہ دی تھی کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرتا رہے لیکن انہوں نے اس شرط کی پروا نہیں کی اور اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی ہے اور نماز اور قرآن اعلانیہ پڑھنا شروع کر دیا ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ وہ ہمارے لڑکوں اور ہماری عورتوں کو آزمائش میں ڈال دے گا۔ تم اس کے پاس جاؤ اگر وہ پسند کرے کہ اپنے گھر کے اندر ہی رہ کر اپنی عبادت کرے تو کرے ورنہ اگر اعلانیہ پڑھنے پر مصر رہے تو اسے کہو کہ تمہارے امان کی ذمہ داری تمہیں واپس کر دے کیونکہ ہمیں یہ بُرا معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری ذمہ داری توڑیں اور ہم تو ابو بکر کو کبھی بھی اعلانیہ عبادت نہیں کرنے دیں گے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ابنِ دَغِنہ ابو بکرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا آپ کو اس شرط کا علم ہی ہے جس پر میں نے آپ کی خاطر یہ عہد کیا تھا۔ اس لیے یا تو آپ اس حد تک محدود رہیں ورنہ میری ذمہ داری مجھے واپس کر دیں کیونکہ میں پسند نہیں کرتا کہ عرب یہ بات سنیں کہ جس شخص کو میں نے پناہ دی تھی اس سے میں نے بدعہدی کی ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ **میں آپ کی پناہ آپ کو واپس کرتا ہوں اور اللہ ہی کی پناہ پر راضی ہوں۔**[91]

حضرت ابو بکرؓ نے اپنے صحن میں جو مسجد بنائی تھی اس کے بارے میں صحیح بخاری کی شرح عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ یہ مسجد گھر کی دیواروں تک پھیلی ہوئی تھی **اور یہ پہلی مسجد تھی جو اسلام میں بنائی گئی۔**[92]

ابو بکر جیسا انسان جس کا سارا مکہ ممنون احسان تھا

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں ابو بکر جیسا انسان جس کا سارا مکہ ممنون احسان تھا۔ وہ جو کچھ کماتے تھے غلاموں کو آزاد کرانے میں خرچ کر دیتے تھے۔ آپؓ ایک دفعہ مکہ کو چھوڑ کر جا رہے تھے کہ ایک رئیس آپؓ سے راستے میں ملا اور اس نے پوچھا ابو بکر تم کہاں جا رہے ہو؟ آپ نے فرمایا اس شہر میں اب میرے لیے امن نہیں ہے۔ میں اب کہیں اور جا رہا ہوں۔ اس رئیس نے کہا کہ تمہارے جیسا نیک آدمی اگر شہر سے نکل گیا تو شہر برباد ہو جائے گا۔ میں تمہیں پناہ دیتا ہوں۔ تم شہر چھوڑ کر نہ جاؤ۔ آپ اس رئیس کی پناہ میں واپس آ گئے۔ آپؓ جب صبح کو اٹھتے اور قرآن پڑھتے تو عورتیں اور بچے دیوار کے ساتھ

کان لگا لگا کر قرآن سنتے کیونکہ آپ کی آواز میں بڑی رِقّت، سوز اور درد تھا اور قرآن کریم چونکہ عربی میں تھا ہر عورت مرد بچہ اس کے معنی سمجھتا تھا اور سننے والے اس سے متاثر ہوتے تھے۔ جب یہ بات پھیلی تو مکہ میں شور پڑ گیا کہ اس طرح تو سب لوگ بے دین ہو جائیں گے۔ یعنی قرآن کریم سن کے اور آپ کی رِقّت بھری آواز سن کے تو یہ لوگ بے دین ہو جائیں گے۔

یہی حال آجکل احمدیوں کے ساتھ بعض ملکوں میں ہو رہا ہے خاص طور پر پاکستان میں کہ اگر قرآن پڑھتے اور نماز پڑھتے دیکھ لیا احمدیوں کو تو بے دین ہو جائیں گے۔ اس لیے احمدی کے نماز اور قرآن پڑھنے پہ بڑی سخت سزائیں ہیں۔

بہرحال لکھتے ہیں کہ آخر لوگ اس رئیس کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ تم نے اس کو پناہ میں کیوں لے رکھا ہے؟ اس رئیس نے آکر حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ آپ اس طرح قرآن نہ پڑھا کریں۔ مکہ کے لوگ اس سے ناراض ہوتے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا پھر اپنی پناہ تم واپس لے لو۔ میں تو اس سے باز نہیں آسکتا۔ چنانچہ اس رئیس نے اپنی پناہ واپس لے لی۔[93]

شعب ابی طالب میں حضرت ابو بکرؓ کی موجودگی

شِعْبِ اَبِی طَالِب میں بھی حضرت ابو بکرؓ رسول کریم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ قریش مکہ نے توحید کے پیغام کو روکنے کے لئے ہر ممکن کوشش کی مگر جب انہیں ہر طرف سے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تو انہوں نے ایک عملی اقدام کے طور پر **بنو ہاشم اور بنو مطّلِب کے ساتھ قطع تعلق کا فیصلہ کیا۔** چنانچہ اس بارے میں سیرت خاتم النبیین میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے اس طرح لکھا ہے کہ ”قریش... نے ایک عملی اقدام کے طور پر باہم مشورہ کر کے فیصلہ کیا کہ آنحضرت ﷺ اور تمام افراد بنو ہاشم اور بنو مطلب کے ساتھ ہر قسم کے تعلقات قطع کر دیئے جاویں اور اگر وہ آنحضرت ﷺ کی حفاظت سے دستبردار نہ ہوں تو ان کو ایک جگہ محصور کر کے تباہ کر دیا جاوے۔ چنانچہ محرم 7/ نبوی میں ایک باقاعدہ معاہدہ لکھا گیا کہ کوئی شخص خاندانِ بنو ہاشم اور بنو مُطّلِب سے رشتہ نہیں کرے گا اور نہ ان کے پاس کوئی چیز فروخت کرے گا۔ نہ ان سے کچھ خریدے گا اور نہ ان کے پاس کوئی کھانے پینے کی چیز جانے دے گا اور نہ ان سے کسی قسم کا تعلق رکھے گا۔“ یہی سلوک آج کل بعض احمدیوں کے ساتھ بھی بعض جگہوں پہ ہوتا ہے۔ بہرحال اس میں آگے لکھا تھا کہ ”جب تک کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے الگ ہو کر آپ کو ان کے حوالے نہ کر دیں۔ یہ معاہدہ جس میں قریش کے ساتھ قبائل بَنُو کِنَانَہ بھی شامل تھے باقاعدہ لکھا گیا اور تمام بڑے بڑے رؤساء کے اس پر دستخط ہوئے اور پھر وہ ایک اہم قومی عہد نامہ کے طور پر کعبہ کی دیوار کے ساتھ آویزاں کر دیا گیا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ اور تمام بنو ہاشم اور بنو مطلب کیا مسلم اور کیا کافر (سوائے آنحضرت ﷺ کے چچا ابولہب کے جس نے اپنی عداوت کے جوش میں قریش کا ساتھ دیا) شِعْبِ اَبِی طَالِب میں جو ایک پہاڑی دَرّہ کی صورت میں تھا محصور ہو گئے اور اس طرح گویا قریش کے دو بڑے قبیلے مکہ کی تمدنی زندگی سے عملاً بالکل منقطع ہو گئے اور شِعبِ ابی طالب میں جو گویا

بنو ہاشم کا خاندانی درہ تھا قیدیوں کی طرح نظر بند کر دیئے گئے۔ چند گنتی کے دوسرے مسلمان جو اس وقت مکہ میں موجود تھے وہ بھی آپؐ کے ساتھ تھے۔“[94]

ان مشکل ترین حالات میں بھی حضرت ابو بکرؓ نے رسول کریم ﷺ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ”جب قریش آنحضرت ﷺ کی ایذا رسانی پر متفق ہو گئے اور انہوں نے ایک دستاویز لکھی تو حضرتِ صدیقؓ اس تنگی کے زمانے میں آنحضرت ﷺ کے شریک حال رہے۔ لہٰذا اس واقعہ کے بارہ میں ابو طالب نے یہ شعر کہا ہے کہ

هُمْ رَجَعُوْا سَهْلَ ابْنَ بَيْضَاءَ رَاضِيًا فَسُرَّ أَبُوْ بَكْرٍ بِهَا وَ مُحَمَّدُ

اور انہوں نے سَہل بن بَیْضَاء کو خوش کرتے ہوئے واپس بھیجا تو اس پر ابو بکرؓ اور محمدؐ خوش ہو گئے۔[95] یعنی جب قریش مکہ نے آخر کار بائیکاٹ کا یہ معاہدہ ختم کر دیا تو اس پر ابو طالب نے جو اشعار کہے ان میں سے ایک یہ مذکورہ بالا شعر تھا کہ بائیکاٹ ختم ہونے پر آنحضرت ﷺ اور ابو بکر دونوں مسرور ہو گئے۔

’غُلِبَتِ الرُّوْمُ‘ کی پیشگوئی اور اس پر حضرت ابو بکرؓ کا شرط لگانا

اس بارے میں بھی ذکر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ غُلِبَت اور غَلَبَتْ۔ وہ کہتے ہیں کہ مشرکین پسند کرتے تھے کہ اہلِ فارس اہلِ روم پر غالب آ جائیں کیونکہ یہ اور وہ بت پرست تھے اور مسلمان پسند کرتے تھے کہ اہلِ روم اہلِ فارس پر غالب آ جائیں اس لیے کہ وہ اہلِ کتاب تھے۔ انہوں نے اس کا ذکر حضرت ابو بکرؓ سے کیا اور حضرت ابو بکرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا وہ ضرور غالب آ جائیں گے۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس کا ذکر ان سے یعنی مخالفین سے، مشرکین سے کیا تو انہوں نے کہا کہ ہمارے درمیان اور اپنے درمیان ایک مدّت مقرر کر لو۔ اگر ہم غالب آ گئے تو ہمارے لیے یہ اور یہ ہو گا اور اگر تم غالب آ گئے تو تمہارے لیے یہ اور یہ ہو گا۔ یعنی اس پہ شرط لگائی۔ تو انہوں نے پانچ سال کی مدت رکھی اور وہ غالب نہ آ سکے۔ انہوں نے اس کا ذکر نبی کریم ﷺ سے کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ تم نے اس سے زیادہ کیوں نہ رکھ لی۔ راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے آپؐ کی مراد دس تھی۔ یہ ترمذی کی ابواب تفسیر کی روایت ہے۔[96]

رسول کریم ﷺ کی چار پیشگوئیاں جو کہ بڑی شان کے ساتھ پوری ہوئیں

صحیح بخاری کی ایک روایت میں رسول کریم ﷺ کی چار ایسی پیشگوئیوں کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ بڑی شان کے ساتھ پوری ہوئیں۔ ان پیشگوئیوں میں غلبۂ روم والی پیشگوئی بھی ہے۔ چنانچہ مسروق روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے پاس تھے۔ انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے جب دیکھا کہ لوگ روگردانی کر رہے ہیں تو آپؐ نے فرمایا اے اللہ! جیسا حضرت یوسفؑ کے وقت میں سات سالہ قحط ڈالا تھا ان پر بھی ایسا ہی قحط نازل کر۔ سو اُن پر ایسا قحط پڑا جس نے ہر ایک چیز کو فنا کر دیا یہاں تک کہ آخر

انہوں نے کھال اور مُردار اور بدبودار لاشیں بھی کھائیں اور ان میں سے کوئی جو آسمان کی طرف نظر کرتا تو بھوک کے مارے اسے دھواں ہی نظر آتا تھا۔ جن چار پیشگوئیوں کا ذکر ہے ان میں سے ایک یہ واقعہ ہے۔ ابوسفیان آپؐ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ تو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور صلہ رحمی کا حکم کرتے ہیں اور یہ دیکھیں آپؐ کی قوم ہلاک ہو گئی ہے۔ اللہ سے ان کے لیے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ پس انتظار کر اس دن کا جب آسمان ایک واضح دھواں لائے گا۔ ضرور تم انہی باتوں کا اعادہ کرنے والے ہو جس دن ہم بڑی گرفت کریں گے۔ پس یہ بڑی گرفت بدر کے دن ہوئی۔ چنانچہ دھوئیں کا عذاب اور سخت گرفت اور لِزَامًا والی پیشگوئی اور روم کی پیشگوئی یہ سب باتیں ہو چکی ہیں۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔[97]

اس حدیث کی شرح میں علامہ بدر الدین عینی غلبہ ُروم والی پیشگوئی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب اہلِ فارس اور اہلِ روم کے درمیان جنگ ہوئی تو مسلمان اہلِ فارس پر اہلِ روم کی فتح کو پسند کرتے تھے کیونکہ وہ اہلِ روم، اہلِ کتاب تھے جبکہ کفارِ قریش اہلِ فارس کی فتح کو پسند کرتے تھے کیونکہ وہ اہلِ فارس مجوسی تھے اور کفار قریش بھی بتوں کی عبادت کرتے تھے۔ پس اس بات پر حضرت ابو بکرؓ اور ابوجہل کے درمیان شرط لگ گئی یعنی انہوں نے کسی چیز پر آپس میں چند سال کی مدت مقرر کر لی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہاں بِضْعٌ کا لفظ ہے۔ بِضْعٌ تو نو برس یا سات برس پر اطلاق پاتا ہے۔ پس مدت کو بڑھا دو۔ پھر انہوں نے، حضرت ابو بکرؓ نے ایسا ہی کیا۔ پس اہلِ روم غالب آ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَ هُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْۢ بَعْدُ وَ یَوْمَىٕذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰهِ (الروم:2تا6) ترجمہ یہ ہے الٓمٓ کہ اَنَا اللّٰہُ اَعْلَمُ۔ یعنی میں اللہ سب سے زیادہ جاننے والا ہوں۔ اہلِ روم مغلوب کیے گئے۔ قریب کی زمین میں اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد پھر ضرور غالب آ جائیں گے۔ تین سے نو سال کے عرصہ تک۔ حکم اللہ ہی کا چلتا ہے پہلے بھی اور بعد میں بھی اور اس دن مومن بھی اپنی فتوحات سے بہت خوش ہوں گے جو اللہ کی نصرت سے ہو گی۔ اور شعبی کہتے ہیں کہ اس وقت شرط لگانا حلال تھا۔[98]

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس بارے میں لکھا ہے کہ اسلام سے قبل اور اسلام کے ابتدائی زمانہ میں تمام متمدن دنیا میں سب سے زیادہ طاقتور اور سب سے زیادہ وسیع سلطنتیں دو تھیں۔ سلطنتِ فارس اور سلطنتِ روم اور یہ دونوں سلطنتیں عرب کے قریب واقع تھیں۔ سلطنتِ فارس عرب کے شمال مشرق میں تھی اور سلطنتِ روم شمال مغرب میں۔ چونکہ ان سلطنتوں کی سرحدیں ملتی تھیں اس لیے بعض اوقات ان کا آپس میں جنگ و جدل بھی ہو جاتا تھا۔ اس زمانہ میں بھی جس کا ذکر آتا ہے یہ سلطنتیں برسرِپیکار تھیں۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب پیشگوئی ہوئی اور سلطنت فارس نے سلطنتِ روم کو زیر کیا ہوا تھا اور اس کے کئی قیمتی علاقے چھین لیے تھے اور اسے برابر دباتی چلی جاتی تھی۔ قریش بت پرست تھے اور فارس کا بھی قریباً قریباً یہی مذہب تھا۔ اس لیے قریشِ مکہ فارس کی ان فتوحات پر بہت خوش تھے۔ مگر مسلمانوں کی سلطنتِ روم سے ہمدردی تھی کیونکہ رومی سلطنت عیسائی تھی اور عیسائی بوجہ اہلِ

کتاب ہونے اور حضرت مسیح ناصریؑ سے نسبت رکھنے کے بت پرست اور مجوسی اقوام کی نسبت مسلمانوں کے بہت قریب تھے۔ ایسے حالات میں آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر پیشگوئی فرمائی کہ اِس وقت روم فارس سے مغلوب ہو رہا ہے مگر چند سال کے عرصے میں وہ فارس پر غالب آ جائے گا اور اس دن مومن خوش ہوں گے۔ **یہ پیشگوئی سن کر مسلمانوں نے جن میں حضرت ابو بکرؓ کا نام خاص طور پر مذکور ہوا ہے مکہ میں عام اعلان کرنا شروع کیا** کہ ہمارے خدا نے یہ بتایا ہے کہ عنقریب روم فارس پر غالب آئے گا۔ قریش نے جواب دیا کہ اگر یہ پیشگوئی سچی ہے تو آؤ شرط لگا لو۔ چونکہ اس وقت تک اسلام میں شرط لگانا ممنوع نہیں ہوا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اسے منظور کر لیا اور رؤسائے قریش اور حضرت ابو بکرؓ کے درمیان چند اونٹوں کی ہار جیت پر شرط قرار پا گئی اور چھ سال کی معیاد مقرر ہو گئی مگر جب آنحضرت ﷺ کو اس کی اطلاع پہنچی تو آپؐ نے فرمایا۔ چھ سال کی میعاد مقرر کرنا غلطی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو میعاد کے متعلق بِضۡعِ سِنِیۡنَ کے الفاظ فرمائے ہیں جو عربی محاورہ کی رو سے تین سے لے کے نو تک کے لیے بولے جاتے ہیں۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب کہ آپ ﷺ مکہ میں ہی مقیم تھے اور ہجرت نہیں ہوئی تھی۔ اس کے بعد مقررہ میعاد کے اندر اندر ہی جنگ نے اچانک پلٹا کھایا اور روم نے فارس کو زیر کر کے تھوڑے عرصہ میں ہی اپنا تمام علاقہ واپس چھین لیا۔ یہ ہجرت کے بعد کی بات ہے۔[99] جس کے بعد پھر رومیوں کی فتح ہو گئی تھی۔

اس بارہ میں حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ ”آپؐ ابھی مکہ میں ہی تھے کہ عرب میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ ایرانیوں نے رومیوں کو شکست دے دی ہے اِس پر مکہ والے بہت خوش ہوئے کہ ہم بھی مشرک ہیں اور ایرانی بھی مشرک۔ ایرانیوں کا رومیوں کو شکست دے دینا ایک نیک شگون ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ مکہ والے بھی محمد رسول اللہ ﷺ پر غالب آ جائیں گے۔“ یہ شگون انہوں نے نکالا ”مگر محمد رسول اللہ ﷺ کو خدا نے بتایا کہ الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوۡمُ فِیۡۤ اَدۡنَی الۡاَرۡضِ وَ هُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ غَلَبِهِمۡ سَیَغۡلِبُوۡنَ فِیۡ بِضۡعِ سِنِیۡنَ رومی حکومت کو شام کے علاقہ میں بے شک شکست ہوئی ہے لیکن اِس شکست کو تم قطعی نہ سمجھو۔ مغلوب ہونے کے بعد رومی پھر 9 سال کے اندر غالب آ جائیں گے۔ اِس پیشگوئی کے شائع ہونے پر مکہ والوں نے بڑے بڑے قہقہے لگائے یہاں تک کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بعض کفار نے سو سو اونٹ کی شرط باندھی کہ اگر اتنی شکست کھانے کے بعد بھی روم ترقی کر جائے تو ہم تمہیں سو اونٹ دیں گے اور اگر ایسا نہ ہوا تو تم ہمیں سو اونٹ دینا۔ بظاہر اِس پیشگوئی کے پورا ہونے کا امکان دور سے دور تر ہوتا چلا جا رہا تھا۔ شام کی شکست کے بعد رومی لشکر متواتر کئی شکستیں کھا کر پیچھے ہٹتا گیا یہاں تک کہ ایرانی فوجیں بحیرہ مار مورا (Marmara Sea)... کے کناروں تک پہنچ گئیں۔ قسطنطنیہ اپنی ایشیائی حکومتوں سے بالکل منقطع ہو گیا اور روم کی زبردست حکومت ایک ریاست بن کر رہ گئی مگر خدا کا کلام پورا ہونا تھا اور پورا ہوا۔ انتہائی مایوسی کی حالت میں روم کے بادشاہ نے اپنے سپاہیوں سمیت آخری حملہ کے لئے قسطنطنیہ سے خروج کیا اور ایشیائی ساحل پر اتر کر ایرانیوں سے ایک فیصلہ کن جنگ کی طرح ڈالی۔ رومی سپاہی باوجود تعداد اور سامان میں کم ہونے کے قرآن کریم کی پیشگوئی کے مطابق ایرانیوں پر غالب آئے۔

ایرانی لشکر ایسا بھاگا کہ ایران کی سرحدوں سے ورے اس کا قدم کہیں بھی نہ ٹھہرا اور پھر دوبارہ رومی حکومت کے افریقی اور ایشیائی مفتوحہ ممالک اس کے قبضہ میں آگئے۔"[100]

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ "**جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ابو جہل سے شرط لگائی** اور قرآن شریف کی وہ پیشگوئی مدار شرط رکھی کہ الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوۡمُ فِيۡۤ اَدۡنَی الۡاَرۡضِ وَ هُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ غَلَبِهِمۡ سَيَغۡلِبُوۡنَ فِيۡ بِضۡعِ سِنِيۡنَ (الروم:2تا5)

اور تین برس کا عرصہ ٹھہرایا تو آپؐ پیشگوئی کی صورت کو دیکھ کر فی الفور دوراندیشی کو کام میں لائے اور شرط کی کسی قدر ترمیم کرنے کے لئے ابو بکر صدیق کو حکم فرمایا اور فرمایا کہ بِضۡعِ سِنِيۡنَ کا لفظ مجمل ہے اور اکثر نو برس تک اطلاق پاتا ہے۔"[101]

مختلف قبائل میں تبلیغ کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ ہونا

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبائل کے سامنے اپنے آپ کو پیش کرنا یعنی اپنا دعویٰ پیش کرنا اور حضرت ابو بکرؓ کا آپ کے ساتھ ساتھ ہونا۔

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو غالب کرنے اور اپنے نبی کو عزت و اکرام عطا فرمانے اور اپنے وعدے کو پورا کرنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کے ایام میں باہر نکلے اور انصار کے قبائل اوس اور خزرج سے ملاقات کی۔ آپؐ نے حج کے ایام میں اپنے آپ کو پیش کیا جیسا کہ آپؐ ہر سال حج کے ایام میں کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک روایت میں مذکور ہے۔ حضرت علی بن ابو طالبؓ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ اپنے آپ کو قبائل عرب کے سامنے پیش کریں تو میں اور حضرت ابو بکرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ منیٰ کی طرف نکلے یہاں تک کہ ہم عربوں کی ایک مجلس کے پاس پہنچے۔ حضرت ابو بکرؓ آگے بڑھے اور آپؓ حسب و نسب میں مہارت رکھتے تھے۔ انہوں نے پوچھا آپ لوگ کس قوم سے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ربیعہ قبیلہ سے۔ حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا ربیعہ کی کس شاخ سے؟ انہوں نے کہا ذُہل سے۔ پھر حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ اوس اور خزرج کی مجلس میں گئے اور یہی وہ لوگ ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کا نام دیا تھا کیونکہ انہوں نے آپ کو پناہ اور مدد دینا قبول کیا تھا۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ ہم نہیں اٹھے یہاں تک کہ ان لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر لی۔[102]

ایک اَور روایت میں ہے۔ حضرت علیؓ نے بیان فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ اپنے آپ کو عرب قبائل کے سامنے پیش کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس غرض سے نکلے۔ میں اور حضرت ابو بکرؓ بھی آپؐ کے ہمراہ تھے۔ ہم ایک مجلس میں پہنچے جس میں سکینت اور وقار تھا۔ وہ لوگ بلند مقدرت والے اور ذی وجاہت تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان سے پوچھا تم لوگ کس قبیلے سے تعلق رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا ہم بنو شَیۡبَان بن ثَعۡلَبَہ سے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ

ہو کر کہا۔ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ان کی قوم میں اس سے بڑھ کر کوئی اور معزز نہیں۔ ان لوگوں میں مفروق بن عمرو، مُثنّٰی بن حارثہ، ھَانِی بن قَبِیْصَہ اور نُعمان بن شریک تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے سامنے یہ آیت پڑھی کہ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۔ (الانعام:152)

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ تُو کہہ دے۔ آؤ میں پڑھ کر سناؤں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کر دیا یعنی یہ کہ کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور لازم کر دیا ہے کہ والدین کے ساتھ احسان سے پیش آؤ اور رزق کی تنگی کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ ہم ہی تمہیں رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی اور تم بے حیائیوں کے جو ان میں ظاہر ہوں اور جو اندر چھپی ہوئی ہوں دونوں کے قریب نہ پھٹکو اور کسی ایسی جان کو جسے اللہ نے حرمت بخشی ہو قتل نہ کرو مگر حق کے ساتھ۔ یہی ہے جس کی وہ تمہیں تاکید کرتا ہے تا کہ تم عقل سے کام لو۔

اس پر مفروق نے کہا کہ یہ کلام زمین والوں کا نہیں۔ اگر یہ ان کا کلام ہوتا تو ہم ضرور جان لیتے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (النحل:91)

یعنی یقیناً اللہ عدل کا اور احسان کا اور اقرباء پر کی جانے والی عطا کی طرح عطا کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور ناپسندیدہ باتوں اور بغاوت سے منع کرتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تا کہ تم عبرت حاصل کرو۔

یہ کلام سننے کے بعد مفروق نے کہا۔ اے قریشی بھائی! اللہ کی قسم! آپؐ نے اعلیٰ اخلاق اور اچھے کاموں کی طرف بلایا ہے۔ یقیناً ایسی قوم سخت جھوٹی ہے جس نے آپؐ کی تکذیب کی اور آپ ﷺ کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کی۔ مُثنّٰی نے کہا ہم نے آپؐ کی بات سنی اے میرے قریشی بھائی! آپؐ نے بہترین گفتگو کی اور جو باتیں آپ نے کہیں انہوں نے مجھے متعجب کیا لیکن ہمارا کسریٰ کے ساتھ ایک معاہدہ ہے کہ نہ ہم کوئی نیا کام کریں گے اور نہ کوئی نیا کام کرنے والے کو پناہ دیں گے اور غالباً جس چیز کی طرف آپؐ ہمیں بلا رہے ہیں یہ ان میں سے ہے جسے بادشاہ بھی ناپسند کرتے ہیں۔

اگر آپؐ چاہتے ہیں کہ عرب کے قرب وجوار کے لوگوں کے مقابلہ میں ہم آپؐ کی مدد کریں اور آپؐ کی حفاظت کریں تو ہم ایسا کریں گے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: تمہارے جواب میں کوئی برائی نہیں کیونکہ تم لوگوں نے وضاحت کے ساتھ سچائی کا اظہار کر دیا۔ اللہ کے دین پر وہی قائم رہ سکتا ہے جس کو اللہ نے ہر طرف سے گھیرے میں لیا ہو۔ **پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کا ہاتھ پکڑا اور اٹھ کر روانہ ہو گئے۔** [103]

ایک روایت ہے کہ آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے اگر تھوڑی سی مدت میں اللہ تعالیٰ تمہیں ان یعنی کسریٰ کی سرزمین اور ملک کا وارث بنا دے اور ان کی خواتین تمہارے قبضہ میں آجائیں تو کیا تم اللہ کی تسبیح و تقدیس کرو گے؟ یہ سن کر اس نے کہا کہ الٰہی! ہم تیار ہیں یعنی قسم کھائی۔ خدا کی قدرت

دیکھیں کہ آنحضرت ﷺ کی یہ بات حرف بہ حرف پوری ہوئی اور وہی مُثنّیؓ جو اس وقت کسریٰ کی طاقت سے اتنا مرعوب تھا کہ اس کی ناراضگی کے ڈر سے اسلام قبول کرنے سے ہچکچا رہا تھا کچھ ہی دیر بعد حضرت ابو بکرؓ کے عہدِ خلافت میں اسی کسریٰ سے مقابلہ کرنے والی اسلامی فوج کے سپہ سالار یہی مثنّی بن حارثہ ہی تھے جنہوں نے کسریٰ کی کمر توڑ کے رکھ دی اور آنحضرت ﷺ کی بشارتوں کے مصداق بنے۔[104]

اسی طرح ایک حج کے موقع کی روایت یوں ہے کہ جب قبیلہ بَکْر بن وَائِل حج کے لیے مکہ آیا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا کہ ان لوگوں کے پاس جائیں اور مجھے ان کے سامنے پیش کریں یعنی تبلیغ کریں، آپؐ کا دعویٰ پیش کریں۔ حضرت ابو بکرؓ ان لوگوں کے پاس گئے اور نبی کریم ﷺ کو ان کی خدمت میں پیش کیا تو آپ ﷺ نے ان کو اسلام کی تبلیغ کی۔[105]

بیعتِ عقبہ ثانیہ

کے ذکر میں لکھا ہے کہ **بیعتِ عقبہ ثانیہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ کے ہمراہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت علیؓ اور نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ تھے۔** حضرت عباسؓ جو کہ اس تقریب اور میٹنگ کے گویا منتظمِ اعلیٰ تھے انہوں نے حضرت علیؓ کو ایک گھاٹی پر بطور پہرے دار کھڑا کیا اور ایک دوسری گھاٹی پر حضرت ابو بکرؓ کو، انہوں نے پہرے اور حفاظت کے لیے کھڑا کیا تھا۔[106]

ہجرت کا حکم اور مظلوم مسلمانوں کی مکہ سے ہجرت

پھر نبی اکرم ﷺ کی ہجرتِ مدینہ جب ہوئی ہے اس میں حضرت ابو بکر صدیق کی مصاحبت کا ذکر ہے۔ لکھا ہے کہ

کفارِ مکہ کا مکہ میں مقیم مسلمانوں پر ظلم و ستم مسلسل بڑھتا جا رہا تھا کہ اسی دوران آنحضرت ﷺ کو ایک خواب دکھایا گیا جس میں دو مسلمانوں کو وہ جگہ دکھائی گئی جدھر آپؐ نے ہجرت کرنا تھی۔ وہ جگہ شور زمین والی کھجوروں میں گھری ہوئی تھی لیکن اس کا نام نہ دکھایا گیا تھا اور نہ بتایا گیا تھا۔

البتہ اس کا جغرافیہ اور نقشہ دیکھتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے خود اجتہاد فرماتے ہوئے فرمایا کہ ھَجَر یا یَمَامہ ہو گی جیسا کہ صحیح بخاری کی ایک روایت میں ذکر ملتا ہے جس کے مطابق آپؐ نے فرمایا:

فَذَهَبَ وَهَلِيْ اِلٰى أَنَّهَا الْيَمَامَةُ اَوِ الْهَجَرُ، فَاِذَا هِيَ الْمَدِيْنَةُ يَثْرِبُ۔[107] کہ میرا خیال اس طرف گیا کہ یہ جگہ یَمَامہ یا ھَجَر ہے مگر کیا دیکھتا ہوں کہ وہ تو یثرب شہر ہے۔

یمامہ بھی یمن کا ایک مشہور شہر ہے۔[108]

اور ھَجَر نام کی متعدد بستیاں عرب خطے میں پائی جاتی تھیں۔ بحرین کا ایک شہر اور بحرین کا ایک حصہ بھی ھَجَر کہلاتا تھا۔[109]

بہرحال کچھ ہی عرصہ بعد حالات ایک رخ پر ہونے لگے اور مدینہ کے سعادت مند انصار نے اسلام قبول کرنا شروع کیا تو القائے ربانی سے آپؐ پر منکشف ہوا کہ وہ سرزمین تو یثرب کی سرزمین تھی

جو بعد میں مدینہ کے نام سے مشہور ہونے والی تھی۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کے اس اجتہاد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا

"وہ حدیث جس کے یہ الفاظ ہیں فَذَهَبَ وَهَلِي إِلَى أَنَّهَا الْيَمَامَةُ أَوِ الهَجَرُ، فَإِذَا هِيَ الْمَدِيْنَةُ يَثْرِبُ۔ صاف صاف ظاہر کر رہی ہے کہ جو کچھ آنحضرت ﷺ نے اپنے اجتہاد سے پیشگوئی کا محل و مصداق سمجھا تھا وہ غلط نکلا۔"[110]

چنانچہ آنحضرت ﷺ نے مکہ کے مظلوم اور ستم رسیدہ صحابہ اور مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت اور رہنمائی فرما دی جس پر مکہ کے مسلمانوں نے مدینہ کی طرف ہجرت شروع کر دی۔ دوسری طرف بیعتِ عقبہ ثانیہ کے بعد اس ہجرت میں بھی تیزی آ گئی اور گھروں کے گھر اور محلوں کے محلے خالی ہونے لگے۔ اس صورتحال نے مکہ کے ظالم سرداروں کو مزید اشتعال دلا دیا اور وہ غصہ سے تلملانے لگے جس پر انہوں نے ایک اَور قدم اٹھایا کہ ان مظلوموں کو ہجرت کرنے سے بھی روکا جانے لگا اور ظلم و ستم کے نت نئے طریقے نکالے جانے لگے۔ کبھی شوہر کو تو جانے دیا لیکن اس کی بیوی اور بچے کو اس سے چھین لیا گیا۔ کبھی کسی سے سرمایہ اور مال و دولت اس بہانے ہتھیالی گئی کہ یہ تو تُو نے ہمارے شہر مکہ میں کمائی تھی۔ اگر یہاں سے جانا ہے تو یہ ساری دولت ہمیں دے کر جاؤ۔ کبھی ماں کی ممتا کا واسطہ دے کر روک لیا کہ اپنی ماں سے ملتے جاؤ اور پھر راستے میں ہی ان کو رسیوں سے باندھ کر کوٹھڑیوں میں ڈال دیا۔[111]

ممکن ہے اللہ تمہارے لیے ایک ساتھی کا انتظام فرمادے

لیکن دولتِ ایمان سے مالامال اور دینِ اسلام کی محبت میں سرشار صبر و شکر کرنے والے مومنوں کی جماعت دیوانہ وار مدینہ کی طرف مسلسل ہجرت کرتی چلی گئی۔ بہر حال مکہ کم و بیش ہر اس مسلمان سے خالی ہو گیا جو ہجرت کر سکتا تھا وہ ہجرت کر گیا۔ اب کچھ انتہائی کمزور اور بے بس مسلمان ہی پیچھے رہ گئے تھے جن کا ذکر قرآن کریم نے یوں کیا ہے کہ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا (النساء:99) سوائے ان مردوں اور عورتوں اور بچوں کے جنہیں کمزور بنا دیا گیا تھا جن کو کوئی حیلہ میسر نہیں تھا اور نہ ہی وہ نکلنے کی کوئی راہ پاتے تھے۔

ان کے علاوہ آنحضرت ﷺ ابھی تک مکہ میں ہی اذنِ خداوندی کا انتظار فرما رہے تھے۔ حضرت علیؓ بھی مکہ میں ہی تھے۔ البتہ **حضرت ابو بکر صدیقؓ ہجرت کی اجازت طلب کرنے حاضر خدمت ہوئے تو ارشاد ہوا کہ ٹھہر جاؤ۔ مجھے امید ہے کہ مجھے بھی اجازت دی جائے گی یا ایک روایت کے مطابق آپ نے فرمایا کہ تم جلدی نہ کرو۔ ممکن ہے اللہ تمہارے لیے ایک ساتھی کا انتظام فرمادے۔**

ہجرت کے انجانے سفر کی تیاری

اس پر حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، کیا آپؐ کو بھی

ہجرت کی اجازت مل جائے گی؟ گویا ہجرت کی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جدائی کا غم جاتا رہا۔ حضرت ابو بکرؓ یہ نویدِ مسرت سن کر واپس لوٹ کر آئے اور ہجرت کا ارادہ ملتوی کر دیا البتہ انہوں نے حکیمانہ انداز میں دو اونٹنیاں خریدیں جنہیں خاص طور پر کھلا کھلا کر ہجرت کے انجانے سفر کے لیے تیار کرنے لگے۔[112]

ان باتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں نے ہجرت کی تیاری شروع کی۔ ایک کے بعد ایک خاندان مکہ سے غائب ہونا شروع ہوا۔ اب وہ لوگ بھی جو خدا تعالیٰ کی بادشاہت کا انتظار کر رہے تھے دلیر ہو گئے۔ بعض دفعہ ایک ہی رات میں مکہ کی ایک پوری گلی کے مکانوں کو تالے لگ جاتے تھے اور صبح کے وقت جب شہر کے لوگ گلی کو خاموش پاتے تو دریافت کرنے پر انہیں معلوم ہوتا تھا کہ اس گلی کے تمام رہنے والے مدینہ کو ہجرت کر گئے ہیں اور اسلام کے اس گہرے اثر کو دیکھ کر جو اندر ہی اندر مکہ کے لوگوں میں پھیل رہا تھا وہ حیران رہ جاتے تھے۔ آخر مکہ مسلمانوں سے خالی ہو گیا صرف چند غلام، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت علیؓ مکہ میں رہ گئے۔"[113]

پھر آپؓ بیان فرماتے ہیں کہ "کفار مکہ کو دوسرے لوگوں کی نسبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فطرتاً زیادہ بغض وعداوت تھی کیونکہ وہ دیکھتے تھے کہ آپؐ ہی کی تعلیم کی وجہ سے لوگوں میں شرک کی مخالفت پھیلتی جاتی تھی۔ وہ جانتے تھے کہ اگر وہ آپؐ کو قتل کر دیں تو باقی جماعت خود بخود پراگندہ ہو جائے گی۔ اس لئے بہ نسبت دوسروں کے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ دکھ دیتے اور چاہتے کہ کسی طرح آپؐ اپنے دعاوی سے باز آجائیں لیکن باوجود ان مشکلات کے آپؐ نے صحابہؓ کو تو ہجرت کا حکم دے دیا مگر خود ان دکھوں اور تکلیفوں کے باوجود مکہ سے ہجرت نہ کی کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی اذن نہ ہوا تھا۔ چنانچہ جب حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا کہ میں ہجرت کر جاؤں تو آپؐ نے جواب دیا۔ عَلٰی رِسْلِكَ فَاِنِّیْ اَرْجُو اَنْ یُّؤْذَنَ لِیْ۔ آپ ابھی ٹھہریں امید ہے کہ مجھے بھی اجازت مل جائے۔"[114]

کفار کا دار الندوہ میں جمع ہونا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا مشورہ

دار الندوہ میں کفار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف خفیہ مشورہ کرنے کے لیے اکٹھے ہوئے۔

اس کے بارے میں لکھا ہے کہ رؤسائے مکہ اب اس بات پر سخت غصہ میں تھے اور پیچ و تاب کھا رہے تھے کہ مسلمان ان کے ہاتھ سے بچ کر نکل گئے ہیں اس پر اب وہ دار الندوہ میں جمع ہوئے۔ علامہ ابنِ اسحاق کہتے ہیں کہ جب قریش نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک گروہ اور کچھ اصحاب مل گئے ہیں جو نہ مکہ کے مسلمانوں میں سے ہیں اور نہ ہی ان کے علاقے کے ہیں۔ نیز قریش نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ان لوگوں کی طرف ہجرت کر کے نکل رہے ہیں تو قریش نے جان لیا کہ وہ ایک امن کی جگہ پڑاؤ کر رہے ہیں اور انہیں ان لوگوں یعنی اہلِ مدینہ کی جانب سے مکمل تحفظ فراہم ہو گیا ہے تو انہیں خدشہ ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے ان کی طرف نہ چلے جائیں اور قریش نے جان لیا

کہ وہ لوگ قریش سے جنگ کے لیے اکٹھے ہو رہے ہیں۔ چنانچہ وہ آپ کے لیے دارالندوہ میں جمع ہوئے۔ یہ قُصَیّ بن کِلَاب کا وہ گھر تھا کہ قریش کا جو بھی فیصلہ ہوتا تھا وہ اسی میں ہوتا تھا۔ جب بھی انہیں آپ کے بارے میں خدشہ محسوس ہوتا تو وہ لوگ یہاں مشورہ کے لیے آیا کرتے تھے۔ ایک اَور روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بیان کیا کہ جب وہ لوگ اس کے لیے جمع ہوئے اور انہوں نے عہد و پیمان کیا کہ وہ دارالندوہ میں داخل ہوں گے تا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مشاورت کریں۔ جس روز کا انہوں نے عہد و پیمان کیا تھا اس دن وہ لوگ گئے اور وہ دن یَوْمُ الزَّحْمَہ کہلاتا ہے۔ ان کے سامنے ایک بوڑھے اور عمر رسیدہ شخص کی ہیئت میں ابلیس ظاہر ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ ایسا انسان تھا جو ابلیس صفت انسان تھا۔ بہرحال جس نے چادر اوڑھی ہوئی تھی اور دارالندوہ کے دروازے پر کھڑا ہوا۔ لوگ اسے جانتے نہیں تھے۔ جب ان لوگوں نے اسے دروازے پر کھڑا دیکھا تو انہوں نے کہا یہ بوڑھا شخص کون ہے؟ اس شخص نے کہا کہ میں اہلِ نجد میں سے ایک بوڑھا شخص ہوں اور اس نے کہا کہ مَیں نے وہ بات سن لی ہے جس کا تم نے عہد و پیمان کیا تھا۔ پس تمہارے پاس میں اس لیے آیا ہوں کہ تا کہ سن لوں کہ تم لوگ کیا کہتے ہو۔ امید ہے کہ تمہیں اس سے کوئی نہ کوئی رائے یا بھلائی مل جائے گی۔ اس نے اپنے بارے میں کہا۔ ان لوگوں نے کہا ٹھیک ہے اندر آجاؤ۔ وہ ان لوگوں کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ وہاں قریش کے سرداران کی ایک بڑی جماعت شریک تھی جن کے نمایاں ناموں میں عُتْبَہ بن رَبیعہ اور شَیْبَہ بن رَبیعہ، ابوسفیان بن حَرْب، طُعَیْمَہ بن عَدِی اور بھی بعض لوگ تھے۔ ابوجہل بن ہِشَام، حجاج کے دو بیٹے اور بہت سارے لوگ تھے۔ اس کے علاوہ کچھ سردار بھی تھے جن کا شمار قریش سے نہیں ہوتا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو تجاویز دینے کا وقت آیا تو ایک شخص نے تجویز پیش کی کہ اسے یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لوہے کی بیڑیوں میں جکڑ کر قید کر دو اور باہر سے دروازہ بند کر دو۔ پھر اس پر اسی موت کے آنے کا انتظار کرو جو اس سے پہلے اس جیسے دو شعراء مثلاً زُهَیر اور نَابِغہ پر آچکی ہے۔ اور دیگر شعراء پر جو پہلے گزر چکے ہیں۔ یعنی انجام کا انتظار کرو جس طرح اس سے پہلے دو شاعروں زُہیر اور نابغہ وغیرہ کا ہو چکا ہے یعنی موت ان کا خاتمہ کر دے تو جیسے ان کو موت آئی تھی آپ کے لیے بھی یہی Plan کیا گیا۔ اس پر اس بوڑھے نجدی نے کہا نہیں۔ اللہ کی قسم! میرے نزدیک یہ رائے تمہارے لیے مناسب نہیں ہے۔ واللہ! اگر تم لوگوں نے اسے قید کر دیا تو اس کی خبر بند دروازے سے باہر نکل کر اس کے ساتھیوں تک ضرور پہنچ جائے گی۔ پھر کچھ بعید نہیں کہ وہ لوگ تم پر دھاوا بول کر اس شخص کو تمہارے قبضہ سے نکال لے جائیں۔ پھر اس کی مدد سے اپنی تعداد بڑھا کر تمہیں مغلوب کر لیں۔ لہٰذا کوئی اَور تجویز سوچو۔ اس پر ایک شخص نے یہ تجویز دی کہ ہم اس شخص کو اپنے درمیان سے نکال دیں اور اپنے شہر سے جلاوطن کر دیں پھر ہمیں اس سے کوئی واسطہ نہیں کہ وہ کہاں جاتا ہے اور کہاں رہتا ہے۔ جب وہ ہم سے غائب ہو جائے گا اور ہم اس سے فارغ ہو جائیں گے تو ہمارا معاملہ ٹھیک ہو جائے گا اور ہم پہلے جیسی حالت میں رہنے لگیں گے۔ اس پر بوڑھے نجدی نے کہا کہ نہیں اللہ کی قسم! یہ رائے بھی ٹھیک نہیں۔ تم دیکھتے نہیں کہ اس شخص کی بات کتنی عمدہ اور بول کتنے میٹھے ہیں اور جو کچھ لاتا ہے اس

کے ذریعہ کس طرح لوگوں کے دلوں کو مغلوب کر لیتا ہے۔ اللہ کی قسم! اگر تم نے ایسا کیا تو تم لوگ امن میں نہیں رہو گے کہ وہ عرب کے کسی قبیلہ میں اترے اور اپنی باتوں سے ان پر غلبہ حاصل کر لے اور وہ لوگ اس کی پیروی کرنے لگیں۔ پھر ان کے ساتھ مل کر تمہاری طرف پیش قدمی کریں اور تمہیں تمہارے ہی شہر میں روند ڈالیں اور تمہارے معاملات تمہارے ہاتھوں سے لے لیں اور پھر جیسا چاہے تم سے سلوک کریں۔ لہٰذا اس کے علاوہ کوئی اَور تجویز سوچو۔ اس پر ابو جہل نے کہا کہ میری رائے تو یہ ہے کہ قریش کے ہر قبیلے سے ایک ایک نو عمر، مضبوط اور حسب و نسب والا جوان چنا جائے اور ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں تیز کاٹنے والی تلوار دے دی جائے **پھر وہ لوگ اس یعنی محمد (ﷺ) کا قصد کریں اور ایک شخص کے حملہ کرنے کی طرح اس پر حملہ کیا جائے اور وہ اسے قتل کر دیں۔** یوں ہمیں اس شخص سے راحت مل جائے گی۔ اس طرح قتل کرنے کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اس شخص کا خون سارے قبائل میں منقسم ہو جائے گا اور بَنُو عَبدِ مَنَاف سارے قبیلوں سے جنگ نہ کر سکیں گے۔ لہٰذا دیت لینے پر راضی ہو جائیں گے اور ہم دیت ادا کر دیں گے۔ اس پر بوڑھے نجدی نے کہا۔ رائے ہے تو بس اس شخص کی، باقی سب فضول باتیں ہیں۔ غرض اس رائے پر سب اتفاق کرتے ہوئے چلے گئے۔[115]

مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم اور حضرت ابو بکرؓ کی مصاحبت

دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو اس ساری صورت حال سے آگاہ فرما دیا جیسا کہ وہ فرماتا ہے: **وَ اِذۡ یَمۡکُرُ بِکَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لِیُثۡبِتُوۡکَ اَوۡ یَقۡتُلُوۡکَ اَوۡ یُخۡرِجُوۡکَ وَ یَمۡکُرُوۡنَ وَ یَمۡکُرُ اللّٰہُ وَ اللّٰہُ خَیۡرُ الۡمٰکِرِیۡنَ** (الانفال:31) اور یاد کر و جب وہ لوگ جو کافر ہوئے تیرے متعلق سازشیں کر رہے تھے تا کہ تجھے ایک ہی جگہ پابند کر دیں یا تجھے قتل کر دیں یا تجھے وطن سے نکال دیں۔ اور وہ مکر میں مصروف تھے اور اللہ بھی ان کے مکر کا توڑ کر رہا تھا اور اللہ مکر کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔ اور ساتھ ہی جبریل کے ذریعہ آنحضرت ﷺ کو ہجرت کی اجازت دے دی۔[116]

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ کفارِ مکہ نے آنحضرت ﷺ کے قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ جل شانہ نے اپنے اس پاک نبی کو اس بد ارادے کی خبر دے دی اور مکہ سے مدینہ کی طرف **ہجرت کر جانے کا حکم فرمایا اور پھر بفتح و نصرت واپس آنے کی بشارت دی۔** بدھ کا روز اور دوپہر کا وقت اور سخت گرمی کے دن تھے جب یہ ابتلا منجانب اللہ ظاہر ہوا۔[117]

حضرت ابو بکرؓ کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو

ہجرت کی اجازت ملنے پر آنحضرت ﷺ پوری احتیاط کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ کے گھر عین دوپہر کے وقت یعنی اس وقت تشریف لے گئے کہ جس وقت میں مکہ کے باشندے عموماً اپنے گھروں میں ہی رہتے ہیں اور ایک دوسرے کی طرف آنا جانا نہیں ہوتا اور مزید احتیاط یہ بھی کی کہ شدید گرمی جو تھی چنانچہ اپنا چہرہ اور سر وغیرہ بھی کپڑے سے ڈھانپے رکھا۔ جب آپؐ حضرت ابو بکرؓ کے گھر کے قریب پہنچے تو کسی نے بتایا اور طبرانی اور فتح الباری کی روایت کے مطابق حضرت اسماء نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ تشریف

لاتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ ابو بکرؓ کہنے لگے کہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، اللہ کی قسم! نبی ﷺ جو اس گھڑی میں ہمارے پاس تشریف لائے ہیں اس کی وجہ کوئی خاص بات ہے جو پیش آئی ہے اور ساتھ ہی حضرت ابو بکرؓ گھبرا کر تیزی سے فدایانہ انداز میں باہر نکلے اور جب نبی اکرم ﷺ اندر تشریف لائے تو کمرے میں حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماءؓ تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا کہ تمہارے پاس جو لوگ ہیں ان کو باہر بھیج دو جس پر حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ حضور صرف یہی میری دو بیٹیاں اس وقت یہاں ہیں، اَور کوئی نہیں ہے یا ایک روایت کے مطابق عرض کیا یا رسول اللہؐ! صرف آپؐ کے گھر کے لوگ ہی یہاں ہیں اور کوئی نہیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ابو بکرؓ مجھے ہجرت کی اجازت مل گئی ہے۔

حضرت ابو بکرؓ نے بے ساختہ عرض کیا یا رسول اللہؐ! آپؐ کی رفاقت؟ یعنی میں بھی آپؐ کے ساتھ ہوں گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔[118]

اس پر حضرت ابو بکرؓ خوشی سے رو پڑے۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ اس دن پہلی بار مجھے معلوم ہوا کہ خوشی سے بھی کوئی روتا ہے۔[119]

حضرت ابو بکرؓ کے گھر میں ہجرت کی منصوبہ بندی

اس کے بعد وہاں ہجرت کی ساری منصوبہ بندی اور لائحہ عمل تیار کیا گیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! اسی غرض کے لیے میں نے دو اونٹنیاں خریدی ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک آپؐ لے لیں۔ آپؐ نے فرمایا قیمت دے کر لوں گا اور آپؐ نے جب قیمت دینے پر اصرار کیا تو حضرت ابو بکرؓ کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ دو اونٹنیاں حضرت ابو بکرؓ نے آٹھ سو درہم میں خریدی تھیں اور چار سو درہم میں ایک اونٹنی نبی اکرم ﷺ نے خریدی یا ایک روایت کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے یہ اونٹنی آٹھ سو درہم میں خریدی تھی۔[120]

پھر یہ طے کیا گیا کہ پہلی منزل غارِ ثور ہو گی اور تین دن وہیں قیام کرنا ہو گا اور یہ بھی طے ہوا کہ کسی ایسے ماہر کو لیا جائے جو مکہ کے چاروں طرف کے تمام معروف اور غیر معروف صحرائی راستوں سے واقف ہو۔ اس کے لیے عبد اللہ بن اُرَیْقِط سے بات ہوئی۔ یہ اگرچہ مشرک تھا لیکن شریف النفس اور ذمہ دار اور دیانت دار شخص تھا۔ سیرت نگار اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ مسلمان نہیں ہوا تھا تاہم ایک روایت کے مطابق اس نے بعد میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ بہر حال اس کے حوالے تین اونٹنیاں کی گئیں اور طے کیا گیا کہ وہ ٹھیک تین دن بعد غار ثور پر علی الصبح چلا آئے۔ حضرت عبد اللہ بن ابو بکرؓ جو ایک ہوشیار نوجوان تھے ان کے سپرد یہ ڈیوٹی لگائی گئی کہ وہ روزانہ مکہ کی مجالس میں گھوم پھر کر جائزہ لیں گے کہ کیا کچھ ہو رہا ہے اور پھر رات کو وہ غارِ ثور پہنچ کر ساری رپورٹیں کریں گے۔ حضرت ابو بکرؓ کے ایک دانا اور ذمہ دار غلام عامر بن فُہَیرہ کے سپرد یہ ڈیوٹی ہوئی کہ وہ اپنی بکریاں غارِ ثور کے گرد ہی

چرائے گا اور رات کے وقت وہ دودھ دینے والی بکریوں کا تازہ دودھ فراہم کرے گا اور پھر مکہ سے نکلنے کا وقت طے کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جلد ہی حضرت ابو بکرؓ کے گھر سے واپس اپنے گھر تشریف لے آئے۔[121]

ان کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے ان کے سامنے سے نکل گئے

یہاں آکر آپؐ نے حضرت علیؓ کو اپنے ہجرت کے پروگرام سے آگاہ کرتے ہوئے ان کے سپرد ایک جاں نثارانہ کام یہ کیا کہ آج رات وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر مبارک پر وہی سبز یا ایک روایت کے مطابق سرخ رنگ کی حضرمی چادر اوڑھ کر سوئیں گے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود لے کر سویا کرتے تھے اور اپنے اس جاں نثار فدائی خادم کو خدائی تائید و نصرت کی یقین دہانی کراتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ فکر نہ کرنا اور بڑے آرام سے میرے بستر پر سوئے رہنا دشمن تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔ نیز صادق و امین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ اہالیانِ مکہ کی دی ہوئی امانتوں کا بھی فکر اور ذمہ داری کا احساس تھا اس لیے فرمایا کہ وہ لوگوں کو امانتیں واپس کرتے ہوئے میرے پیچھے آجائیں۔ یعنی حضرت علیؓ کو فرمایا کہ امانتیں واپس کر کے پھر مدینہ آجانا۔ چنانچہ حضرت علیؓ تین دن مکہ میں ٹھہرے یہاں تک کہ آپؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لوگوں کو امانتیں واپس کر دیں۔ جب آپؓ اس سے فارغ ہو گئے تو آپ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبا میں جا ملے۔ **اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے باہر تشریف لائے** جبکہ کفار مکہ کے چنیدہ بہادر جن کی آنکھوں میں گویا خون اترا ہوا تھا وہ تلواریں ہاتھ میں لیے عین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے باہر چاق و چوبند پہرہ دے رہے تھے کہ کب رات گہری ہو اور ہم دھاوا بول کر ایک ہی وار میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گویا کام تمام کر دیں اور ابو جہل جو کہ گویا ان کا سرغنہ تھا بڑے تکبر اور تمسخر سے یہ کہہ رہا تھا کہ محمد یہ کہتا ہے کہ اگر تم اس کے معاملہ میں اس کی پیروی کرو گے تو تم عرب و عجم کے بادشاہ بن جاؤ گے پھر تم اپنی موت کے بعد اٹھائے جاؤ گے تو تمہارے لیے اردن کے باغات کی مانند باغات بنائے جائیں گے اور اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو تمہارے درمیان قتل و غارت گری ہو گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے اور فرمایا ہاں ایسے ہی میں کہتا ہوں اور سورۃ یٰسین کی یہ آیات پڑھتے ہوئے کہ يٰسٓ وَ الْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ وَ جَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ (یٰس:2-10) یٰس۔ یا سید! اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے سردار! حکمتوں والے قرآن کی قسم ہے تُو یقیناً مرسلین میں سے ہے۔ صراط مستقیم پر گامزن ہے۔ یہ کامل غلبہ والے اور بار بار رحم کرنے والے کی تنزیل ہے تاکہ تُو ایک ایسی قوم کو ڈرائے جن کے آباؤ اجداد نہیں ڈرائے گئے۔ پس وہ غافل پڑے ہیں۔ یقیناً ان میں سے اکثر پر قول صادق آ گیا ہے۔ پس وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ یقیناً ہم نے ان

کی گردنوں میں طوق ڈال دیے ہیں اور وہ اب ٹھوڑیوں تک پہنچے ہوئے ہیں۔ اس لیے وہ سر اونچا اٹھائے ہوئے ہیں اور ہم نے ان کے سامنے بھی ایک روک بنادی ہے اور ان کے پیچھے بھی ایک روک بنادی ہے اور ان پر پردہ ڈال دیا ہے اس لیے وہ دیکھ نہیں سکتے۔

آپؐ ان کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے ان کے سامنے سے نکل گئے لیکن خدا کی قدرت کہ آپ ﷺ جاتے ہوئے کسی کو بھی دکھائی نہ دیے بلکہ وہ لوگ گاہے گاہے اندر جھانک کر دیکھ لیتے اور اطمینان کر لیتے کہ محمد ﷺ اپنے بستر پر ہی ہیں۔[122]

اس واقعہ کا ذکر سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یوں کیا ہے کہ

"رات کا تاریک وقت تھا اور ظالم قریش جو مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے اپنے خونی ارادے کے ساتھ آپؐ کے مکان کے گرد جمع ہو کر آپؐ کے مکان کا محاصرہ کر چکے تھے اور انتظار تھا کہ صبح ہو یا آپؐ اپنے گھر سے نکلیں تو آپؐ پر ایک دم حملہ کر کے قتل کر دیا جاوے۔ آنحضرت ﷺ کے پاس بعض کفار کی امانتیں پڑی تھیں کیونکہ باوجود شدید مخالفت کے اکثر لوگ اپنی امانتیں آپؐ کے صِدق و امانت کی وجہ سے آپؐ کے پاس رکھوا دیا کرتے تھے۔ لہٰذا آپؐ نے حضرت علیؓ کو ان امانتوں کا حساب کتاب سمجھا دیا اور تاکید کی کہ بغیر امانتیں واپس کئے مکہ سے نہ نکلنا۔ اس کے بعد آپؐ نے ان سے فرمایا کہ تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور تسلی دی کہ انہیں خدا کے فضل سے کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔ وہ لیٹ گئے اور آپؐ نے اپنی چادر جو سرخ رنگ کی تھی ان کے اوپر اُڑھادی۔ اس کے بعد آپؐ اللہ کا نام لے کر اپنے گھر سے نکلے۔ اس وقت محاصرین آپؐ کے دروازے کے سامنے موجود تھے مگر چونکہ انہیں یہ خیال نہیں تھا کہ آنحضرت ﷺ اس قدر اوّل شب میں ہی گھر سے نِکل آئیں گے وہ اس وقت اس قدر غفلت میں تھے کہ آپؐ ان کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے ان کے درمیان سے نِکل گئے اور ان کو خبر تک نہ ہوئی۔...... وہ قریش جو آپؐ کے گھر کا محاصرہ کئے ہوئے تھے وہ تھوڑی دیر کے بعد آپؐ کے گھر کے اندر جھانک کر دیکھتے تھے تو حضرت علیؓ کو آپؐ کی جگہ پر لیٹا دیکھ کر مطمئن ہو جاتے تھے لیکن صبح ہوئی تو انہیں علم ہوا کہ ان کا شکار ان کے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ اس پر وہ اِدھر اُدھر بھاگے۔ مکہ کی گلیوں میں صحابہ کے مکانات پر تلاش کیا مگر کچھ پتہ نہ چلا۔ اس غصہ میں انہوں نے حضرت علیؓ کو پکڑا اور کچھ مارا پیٹا۔"[123]

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ "جب آنحضرت ﷺ ایک ناگہانی طور پر اپنے قدیمی شہر کو چھوڑنے لگے اور مخالفین نے مار ڈالنے کی نیت سے چاروں طرف سے اس مبارک گھر کو گھیر لیا تب ایک جانی عزیز جس کا وجود محبت اور ایمان سے خمیر کیا گیا تھا جانبازی کے طور پر آنحضرت ﷺ کے بستر پر باشارہ نبوی اس غرض سے مونہہ چھپا کر لیٹ رہا کہ تا مخالفوں کے جاسوس آنحضرت ﷺ کے نکل جانے کی کچھ تفتیش نہ کریں اور اسی کو رسول اللہ ﷺ سمجھ کر قتل کرنے کے لئے ٹھہرے رہیں۔

کس بہرِ کسے سر نَدِہَد جان نَفَشَانَد عِشق است کہ ایں کار بَصَدْ صِدق کُنَانَد "[124]
یعنی کوئی شخص کسی دوسرے کے لیے سر نہیں دیتا نہ ہی جان چھڑکتا ہے۔ یہ عشق ہے جو یہ کام انسان سے بصد صدق کرواتا ہے۔

بہرحال یہ وقت کے بارے میں روایات ہیں۔ اس میں اختلاف ہے۔ کچھ کہتے ہیں پہلے وقت، کچھ کہتے ہیں درمیانی رات، کچھ کہتے ہیں آخری وقت۔ بہرحال کس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے نکلے اس بارے میں جو روایات میں اختلاف ہے اس کا ذکر کرتا ہوں۔

ایک روایت میں ذکر ہے کہ آپؐ رات کی آخری تہائی میں گھر سے باہر تشریف لائے تھے۔

چنانچہ محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں کہ رات کی آخری تہائی میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان مشرکین کی غفلت کی وجہ سے حضرت ابو بکرؓ کے گھر کی طرف نکلے اور وہاں سے دونوں گھر کے پچھلے دروازے سے نکل کر جنوب میں غار ثور کی طرف چل پڑے۔[125]

پھر ایک روایت میں یہ ذکر ہے کہ آپؐ آدھی رات کے وقت نکلے۔

چنانچہ دلائل النبوہ میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ آدھی رات کے وقت غار ثور کی طرف روانہ ہوئے تھے۔[126]

مَدَارِجُ النُّبُوَّۃ میں لکھا ہے کہ "جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ صبح کے وقت ہجرت کر جائیں تو شام ہی کو حضرت علی مرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجۡھَہٗ سے فرمایا کہ آج رات تم یہیں سونا تا کہ مشرکین شک و شبہ میں مبتلا ہو کر حقیقت حال سے باخبر نہ ہوں۔"[127]

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے جو لکھا ہے، وہ یہ ہے کہ **نبی کریم اوّل شب اپنے گھر سے نکلے تھے۔** چنانچہ اس کی تفصیل میں لکھتے ہیں کہ "محاصرین آپؐ کے دروازے کے سامنے موجود تھے مگر چونکہ انہیں یہ خیال نہیں تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر اوّل شب میں ہی گھر سے نکل آئیں گے وہ اس وقت اس قدر غفلت میں تھے کہ آپؐ ان کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے ان کے درمیان سے نکل گئے اور ان کو خبر تک نہ ہوئی۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموشی کے ساتھ مگر جلد جلد مکہ کی گلیوں میں سے گذر رہے تھے اور تھوڑی ہی دیر میں آبادی سے باہر نکل گئے اور غارِ ثور کی راہ لی۔ حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ پہلے سے تمام بات طے ہو چکی تھی وہ بھی راستہ میں مل گئے۔"[128]

حضرت مصلح موعودؓ نے جو روایات سے لے کے فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ

"جب مکہ کے لوگ آپؐ کے گھر کے سامنے آپؐ کے قتل کے لئے جمع ہو رہے تھے آپؐ رات کی تاریکی میں ہجرت کے ارادہ سے اپنے گھر سے باہر نکل رہے تھے۔ مکہ کے لوگ ضرور شبہ کرتے ہوں گے کہ ان کے ارادہ کی خبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مل چکی ہو گی مگر پھر بھی جب آپؐ ان کے سامنے سے گزرے تو انہوں نے یہی سمجھا کہ یہ کوئی اور شخص ہے اور بجائے آپؐ پر حملہ کرنے کے سمٹ سمٹا کر

آپؐ سے چھپنے لگ گئے تا کہ ان کے ارادوں کی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خبر نہ ہو جائے۔ اس رات سے پہلے دن ہی آپؐ کے ساتھ ہجرت کرنے کے لئے ابو بکرؓ کو بھی اطلاع دے دی گئی تھی۔ پس وہ بھی آپؐ کو مل گئے اور دونوں مل کر تھوڑی دیر میں مکہ سے روانہ ہو گئے۔"[129]

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے مطابق **نبی کریم ﷺ صبح کے وقت گھر سے نکلے تھے۔** چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں کہ "آنحضرت ﷺ کو جاتے وقت کسی مخالف نے نہیں دیکھا حالانکہ صبح کا وقت تھا اور تمام مخالفین آنحضرت ﷺ کے گھر کا محاصرہ کر رہے تھے۔ سو خدائے تعالیٰ نے جیسا کہ سورۂ یٰسین میں اس کا ذکر کیا ہے ان سب اشقیا کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور آنحضرت ان کے سروں پر خاک ڈال کر چلے گئے۔"[130]

بہر حال مختلف روایتیں ہیں لیکن نتیجہ یہی ہے کہ کفار کو پتہ نہیں لگا۔ پھر یہ بھی مختلف روایات ہیں کہ: **اپنے گھر سے نکل کر نبی اکرم ﷺ کس طرف تشریف لے گئے۔** ایک روایت سے یہ تاثر ملتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے گھر سے نکلے ہوں گے اور حضرت ابو بکرؓ اپنے گھر سے اور راستے میں کسی ایک جگہ پر دونوں اکٹھے ہو کر غارِ ثور کی طرف چل پڑے۔[131]

ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنے گھر سے غارِ ثور کی طرف نکلے اور کچھ دیر بعد ابو بکرؓ آپؐ کے گھر پہنچے تو حضرت علیؓ نے انہیں فرمایا کہ وہ تو جا چکے ہیں اور غارِ ثور کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں اس لیے آپ بھی ان کے پیچھے پیچھے چلے جائیں۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نبی اکرم ﷺ کے پیچھے چلے گئے۔[132]

بہر حال یہ روایت تو بہت کمزور لگتی ہے۔ اس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ گویا نبی اکرم ﷺ حضرت ابو بکرؓ کا انتظار فرماتے رہے اور وہ لیٹ ہو گئے اور حضرت ابو بکرؓ کو یہ بھی علم نہیں کہ نبی اکرم ﷺ کدھر گئے ہوں گے اور سب کچھ حضرت علیؓ اب انہیں بتا رہے ہیں۔ ہجرت جیسا اہم ترین رازدارانہ سفر اور حضرت ابو بکرؓ جیسا فہیم اور ذمہ دار شخص اس طرح کی لاپروائی کا مرتکب ہو یہ ممکن نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اس روایت کی نسبت دوسری روایت جو زیادہ تر کتب میں موجود ہے وہ زیادہ درست اور قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس کے مطابق آنحضرت ﷺ اپنے گھر سے نکل کر سیدھے حضرت ابو بکرؓ کے گھر تشریف لے گئے اور وہاں سے حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ غارِ ثور کی طرف روانہ ہوئے۔[133]

ابو بکرؓ کی دو بہادر اور وفادار بیٹیاں

اس موقع پر حضرت ابو بکرؓ کی دو باوفا بہادر بیٹیوں حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماءؓ نے سفر کے لیے کھانا بھی جلدی جلدی تیار کر دیا تھا جس میں بھنی ہوئی بکری کا گوشت بھی تھا۔ حالات کی نزاکت اور جلدی میں کھانے کا برتن جو چمڑے کا تھا باندھنے کو کچھ نہ ملا تو حضرت اسماءؓ نے اپنا نطاق یعنی کمر بند کھولا اور اس کے دو حصے کیے اور کھانا باندھا۔ ایک سے توشہ دان اور دوسرے سے مشکیزے کا منہ باندھ دیا۔[134]

نبی اکرم ﷺ جو عشق ووفا کے ان لمحات کو بغور دیکھ رہے تھے فرمانے لگے کہ:
اے اَسماء! اللہ تمہارے اس نطاق کے بدلے میں تمہیں جنت میں دو نطاق عطا کرے گا۔ یعنی کہ کمر بند جو کپڑا کمر پہ باندھا ہوا تھا۔ آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کی وجہ سے بعد میں **حضرت اسماءؓ کو ذات النِّطاقین کہا جانے لگا۔**[135]

ہجرت کے وقت کی دعائیں

ہجرت کے اس سفر میں نبی کریم ﷺ زیر لب اس آیت کا ورد فرماتے ہوئے چلے جا رہے تھے:
وَ قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا (بنی اسرائیل:81)

اور تُو کہہ اے میرے رب! مجھے اس طرح داخل کر کہ میرا داخل ہونا سچائی کے ساتھ ہو اور مجھے اس طرح نکال کہ میرا نکلنا سچائی کے ساتھ ہو اور اپنی جناب سے میرے لیے طاقتور مددگار عطا کر۔[136]

اور ایسا ہی اس دعا کا بھی ذکر ملتا ہے کہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ وَلَمْ أَكُ شَيْئًا. اَللّٰهُمَّ أَعِنِّيْ عَلٰى هَوْلِ الدُّنْيَا، وَبَوَائِقِ الدَّهْرِ، وَمَصَائِبِ اللَّيَالِيْ وَالْأَيَّامِ. اَللّٰهُمَّ اصْحَبْنِيْ فِيْ سَفَرِيْ، وَاخْلُفْنِيْ فِيْ أَهْلِيْ، وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا رَزَقْتَنِيْ، وَلَكَ فَذَلِّلْنِيْ، وَعَلٰى صَالِحِ خَلْقِيْ فَقَوِّمْنِيْ، وَإِلٰى رَبِّيْ فَحَبِّبْنِيْ، وَإِلَى النَّاسِ فَلَا تَكِلْنِيْ. أَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ وَأَنْتَ رَبِّيْ، أَعُوْذُ بِوَجْهِكَ الْكَرِيْمِ الَّذِيْ أَشْرَقَتْ لَهُ السَّمٰوَاتُ وَالْأَرْضُ، وَكُشِفَتْ بِهِ الظُّلُمَاتُ، وَصَلُحَ عَلَيْهِ أَمْرُ الْأَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ، أَنْ يَّحِلَّ بِيْ غَضَبُكَ، أَوْ يَنْزِلَ عَلَيَّ سُخْطُكَ، أَعُوْذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ، وَفُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ، وَتَحَوُّلِ عَاقِبَتِكَ وَجَمِيْعِ سُخْطِكَ. لَكَ الْعُتْبٰى خَيْرَ مَا اسْتَطَعْتُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ.

تمام تعریفیں اللہ کے لیے جس نے مجھے پیدا کیا اور مَیں کچھ بھی نہیں تھا۔ اے اللہ! دنیا کے خوف پر اور زمانے کے مصائب پر اور رات اور دن کے مصائب پر میری مدد فرما۔

اے اللہ! میرے سفر میں تُو میرا ساتھی ہو جا اور میرے اہل میں میرا قائمقام ہو جا اور جو تُو نے مجھے دیا ہے اس میں میرے لیے برکت رکھ دے اور مجھے اپنے ہی تابع کر دے اور میری عمدہ تخلیق پر مجھے مضبوط کر دے اور میرے رب کا مجھے محبوب بنا دے اور مجھے لوگوں کے سپرد نہ کرنا۔ تُو کمزوروں کا رب ہے اور تُو میرا بھی رب ہے۔ تیرا وجہ کریم جس سے آسمان و زمین روشن ہوئے اور جس سے اندھیرے چھٹ گئے اور جس سے پہلوں اور بعد میں آنے والوں کا معاملہ درست ہو گیا میں اس کی پناہ میں آتا ہوں اس بات سے کہ مجھ پر تیرا غضب اترے یا مجھ پر تیری ناراضگی نازل ہو۔ میں تیری پناہ میں آتا ہوں تیری نعمت کے زائل ہونے سے اور تیرے انتقام کے اچانک آنے سے اور میرے بارے میں تیرے آخری فیصلے کے بدل جانے سے۔

شرح زرقانی میں تَحَوُّلِ عَاقِبَتِكَ کی جگہ تَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ تیری عطا کردہ عافیت کے جاتے رہنے سے اور تیری ہر قسم کی ناراضگی سے۔ تیری ہی رضامندی

ہے ہر اُس بھلائی میں جو میں کر سکا۔ نہ گناہ سے بچنے کا کوئی حیلہ ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی کوئی طاقت ہے مگر تیرے ہی ذریعہ۔[137]

اے مکہ تُو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے اگر۔۔۔

خانہ کعبہ کے پیچھے سے گزرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے مکہ کی طرف اپنا رخ مبارک فرمایا اور اس بستی سے یوں مخاطب ہوئے کہ:

بخدا اے مکہ! تُو اللہ کی زمین میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے اور تُو اللہ کی زمین میں سے اللہ کو بھی سب سے زیادہ محبوب ہے اور اگر تیرے باشندے مجھے زبردستی نہ نکالتے تو مَیں کبھی بھی نہ نکلتا۔[138]

غارِ ثور اور حضرت ابو بکرؓ کی عاشقانہ تڑپ کا اظہار

امام بیہقی نے لکھا ہے کہ غارِ ثور کے سفر کے دوران حضرت ابو بکرؓ کبھی آنحضرت ﷺ کے آگے چلتے کبھی پیچھے اور کبھی آپؐ کے دائیں ہو جاتے اور کبھی بائیں۔ نبی اکرم ﷺ نے پوچھا تو عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہؐ! مجھے خیال آتا ہے کوئی سامنے سے نہ آ رہا ہو تو مَیں آپؐ کے آگے ہو جاتا ہوں اور جب اندیشہ ہوتا ہے کوئی پیچھے سے حملہ نہ کر دے تو آپؐ کے پیچھے ہو جاتا ہوں اور کبھی دائیں اور کبھی بائیں کہ آپؐ ہر طرف سے محفوظ و مامون رہیں۔[139]

ایک روایت کے مطابق غارِ ثور تک پہنچتے پہنچتے اس پہاڑی سفر میں نبی اکرم ﷺ کے قدم مبارک زخمی بھی ہو گئے۔[140]

اور ایک روایت کے مطابق راستے میں ایک پتھر سے ٹھوکر لگنے سے پاؤں مبارک زخمی ہو گیا تھا۔[141]

جب غارِ ثور تک پہنچے تو حضرت ابو بکرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپؐ ابھی یہاں ٹھہریں پہلے مجھے اندر جانے دیں تا کہ میں اچھی طرح غار کو صاف کر لوں اور کوئی خطرے کی چیز ہو تو میرا اس سے سامنا ہو۔ چنانچہ وہ اندر گئے اور غار کو صاف کیا، جو بھی سوراخ اور بل وغیرہ تھے ان کو اپنے کپڑے سے بند کیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کو اندر آنے کی دعوت دی۔ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ حضرت ابو بکرؓ کی ران پر سر رکھ کر لیٹ گئے اور ایک سوراخ جس کے لیے کپڑا نہ تھا یا شاید اس وقت نظر نہ آیا ہو اس پر حضرت ابو بکرؓ نے اپنا پاؤں رکھ دیا۔

روایت میں ہے کہ اسی سوراخ سے کوئی بچھو یا سانپ وغیرہ ڈستا رہا لیکن حضرت ابو بکرؓ اس ڈر سے کہ اگر کوئی حرکت کی تو نبی اکرم ﷺ کے آرام میں خلل واقع ہو گا جنبش نہ فرماتے۔

یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ نے جب آنکھ کھولی تو حضرت ابو بکرؓ کے چہرے کی بدلی ہوئی رنگت کو دیکھ کر پوچھا کہ کیا ماجرا ہے تو انہوں نے ساری بات بتائی۔ آنحضرت ﷺ نے اپنا لعاب مبارک وہاں

لگایا اور اس کے بعد پاؤں ایسا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔[142]

کفار مکہ کی حسرتناک نامرادی گھر گھر تلاش اور کھوجیوں کا غار ثور تک پہنچ جانا

دوسری طرف قریشِ مکہ جو کہ نبی اکرم ﷺ کے گھر کا محاصرہ کیے ہوئے تھے ان کو دیکھ کر ایک شخص نے گزرتے ہوئے پوچھا کہ یہاں کیوں کھڑے ہو؟ انہوں نے بتایا تو وہ آدمی کہنے لگا کہ مَیں نے تو محمد کو گلیوں سے گزرتے ہوئے دیکھا ہے تو انہوں نے اس شخص کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ وہ تو اندر اپنے بستر پر ہیں اور ہم مسلسل ان پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔ پھر رات گئے اپنے پہلے سے طے کیے منصوبے کے مطابق جب وہ ایک دم سے اندر گئے اور چادر کھینچ کر سوئے ہوئے کو دیکھا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ تو حضرت علیؓ ہیں۔ ان سے پوچھا کہ محمد کہاں ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں۔ اس پر مشرکین نے آپؓ کو ڈانٹ ڈپٹ کی اور زدوکوب کیا اور کچھ دیر محبوس رکھنے کے بعد آپؓ کو چھوڑ دیا۔

بہرحال اس روایت کے مطابق وہ لوگ حضرت علیؓ کو ڈانٹ ڈپٹ کر کے مار پیٹ کر وہاں سے **غیض و غضب کی حالت میں واپس چلے آئے اور مکہ کی گلی گلی اور گھر گھر آپؐ کو تلاش کرنے لگے۔**[143]

اسی دوران وہ لوگ حضرت ابو بکرؓ کے گھر بھی آئے۔ حضرت اسماءؓ کا سامنا ہوا۔ ابوجہل آگے بڑھا اور پوچھا کہ تمہارا باپ ابو بکر کہاں ہے؟ انہوں نے کہا کہ مَیں نہیں جانتی کہ وہ کہاں ہے؟ اس پر اس بدباطن ابوجہل نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور اس زور سے حضرت اسماءؓ کے منہ پر طمانچہ مارا کہ ان کے کان کی بالی ٹوٹ کر گر گئی اور غصہ کی حالت میں وہ سب لوگ واپس چلے گئے۔[144]

مکّہ کی چھان بین سے ناکام فارغ ہوئے تو ماہر کھوجی مکہ کے چاروں طرف روانہ کر دیے۔ رئیسِ مکہ اُمَیَّہ بن خَلَف وہ خود ایک ماہر کھوجی کو لے کر اپنے ساتھیوں سمیت ایک طرف نکلا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کھوجی، سراغ رساں واقعی ماہر تھا۔ جتنی بھی اس کی مہارت کی داد دی جائے وہ کم ہے کیونکہ یہ واحد کھوجی تھا کہ جو نبی اکرم ﷺ کے قدموں کے ایک ایک نشان کو کھوج کر عین غار ثور کے دہانے تک جا پہنچا اور کہنے لگا کہ محمد کے قدموں کے نشان بس یہاں تک ہیں۔ اس کے آگے نہیں جاتے۔ علامہ بَلَاذُرِی نے اس کھوجی کا نام عَلْقَمَہ بن کُرْز بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر اس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

غارِ ثور کے منہ پر یہ لوگ کھڑے باتیں کر رہے تھے اور دو ہجرت کرنے والے عین اسی غار میں نہ صرف اندر چھپے ہوئے تھے ان لوگوں کی باتیں سن رہے تھے بلکہ حضرت ابو بکرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں ان کے پاؤں بھی دیکھ رہا تھا اور خدا کی قسم! اگر ان میں سے کوئی ایک بھی اندر جھانک کر دیکھ لیتا تو ہم پکڑے جاتے لیکن خطرے اور مصیبت کی اس گھڑی میں یہ دو اکیلے نہیں تھے بلکہ تیسرا ان کے ساتھ وہ خدا تھا کہ جس کے قبضہ قدرت میں زمین و آسمان ہیں اور جو قادر مطلق تھا۔[145]

غارِ ثور اور اللہ تعالیٰ کی معجزانہ حفاظت

اس نے ایک طرف تو ان سراغ رسانوں کے آنے سے قبل ہی وہاں اپنی معجزانہ قدرت سے ایک درخت اُگا دیا، مکڑے کو بھیج کر غار کے منہ پر ایک جالہ بُن دیا اور کبوتروں کے ایک جوڑے کو بھیجا کہ وہاں اپنا گھونسلا بنا کر انڈے بھی دے دیں۔ یہ روایت میں ہے۔[146]

بہر حال اس کے بعد خدا تعالیٰ کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرماتا ہے یا یہ ساری باتیں دیکھنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ نے حضرت ابو بکرؓ کو کس طرح تسلی دی۔[147]

اس واقعہ کے حوالے سے جو غارِ ثور میں دشمن کے پہنچ جانے کا ہے قرآن کریم میں یہ آیت جو ہے اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر تم اس رسول کی مدد نہ بھی کرو تو اللہ پہلے بھی اس کی مدد کر چکا ہے جب اسے ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا وطن سے نکال دیا تھا اس حال میں کہ وہ دو میں سے ایک تھا جب وہ دونوں غار میں تھے اور وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غم نہ کر یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پس اللہ نے اس پر اپنی سکینت نازل کی اور اس کی ایسے لشکروں سے مدد کی جن کو تم نے کبھی نہیں دیکھا تھا اور اس نے ان لوگوں کی بات نیچی کر دکھائی جنہوں نے کفر کیا تھا اور بات اللہ ہی کی غالب ہوتی ہے اور اللہ کامل غلبہ والا اور بہت حکمت والا ہے۔

قرآن شریف میں غارِ ثور کے واقعہ کے حوالے سے یہ ذکر ہے۔ کفارِ مکہ غار کے دہانے پر کھڑے باتیں کر رہے تھے کہ حضرت ابو بکرؓ انہیں سن کر گھبرا گئے کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں پکڑ لیا گیا تو کیا بنے گا۔ سارا اسلام تو گویا اسی ذاتِ بابرکات سے وجود باجود تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس گھبراہٹ کو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ حضرت ابو بکرؓ کو گھبراہٹ پیدا ہو رہی ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا غم نہ کرو ابو بکر! یقیناً ہمارا خدا ہمارے ساتھ ہے۔[148]

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیچھا کرتے ہوئے جب وہ لوگ غارِ ثور کے پہاڑ کے پاس پہنچے تو سراغ رساں نے کہا: مجھے پتہ نہیں چل رہا کہ اس کے بعد ان دونوں نے کہاں اپنے قدم رکھے ہیں اور جب وہ غار کے قریب ہو گئے تو سراغ رساں نے کہا کہ اللہ کی قسم! جس کی تلاش میں تم لوگ آئے ہو وہ یہاں سے آگے نہیں گیا۔[149]

غار کے دہانے پر اس سراغ رساں نے جب یہ ساری بات کی اور کسی نے چاہا بھی کہ غار کے اندر جھانک کر دیکھا جائے تو اُمَیَّہ بن خَلَف نے تلخ اور بے پروائی کے سے انداز میں کہا کہ یہ جالا (اور درخت) تو مَیں محمد کی پیدائش سے پہلے یہاں دیکھ رہا ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

تم لوگوں کا دماغ چل گیا ہے۔ وہ یہاں کہاں ہو سکتا ہے اور یہاں سے چلو کسی اَور جگہ اس کی تلاش کریں اور یہ کہتے ہوئے سب لوگ وہاں سے واپس چلے آئے۔[150]

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سیرت خاتم النبیین میں قریشِ مکہ کے اعلان اور نبی کریم ﷺ کا پیچھا کرنے کے بارے میں جو ذکر فرمایا ہے وہ اس طرح ہے کہ ”انہوں نے عام اعلان کیا کہ جو کوئی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو زندہ یا مردہ پکڑ کر لائے گا اس کو ایک سو اونٹ انعام دیئے جاویں گے۔ چنانچہ کئی لوگ انعام کی طمع میں مکہ کے چاروں طرف اِدھر اُدھر نکل گئے۔ خود رؤساء قریش بھی سراغ لیتے لیتے آپؐ کے پیچھے نکلے اور عین غارِ ثور کے منہ پر جا پہنچے۔ یہاں پہنچ کر ان کے سراغ رسان نے کہا کہ بس سراغ اس سے آگے نہیں چلتا۔ اس لئے یا تو محمدؐ یہیں کہیں پاس ہی چھپا ہوا ہے ”(صلی اللہ علیہ وسلم)“ یا پھر آسمان پر اڑ گیا ہے۔ کسی نے کہا کوئی شخص ذرا اس غار کے اندر جا کر بھی دیکھ آئے مگر ایک اَور شخص بولا کہ واہ یہ بھی کوئی عقل کی بات ہے۔ بھلا کوئی شخص اس غار میں جا کر چھپ سکتا ہے۔ یہ ایک نہایت تاریک و تار اور خطرناک جگہ ہے اور ہم ہمیشہ سے اسے اسی طرح دیکھتے آئے ہیں۔ یہ بھی روایت آتی ہے کہ غار کے منہ پر جو درخت تھا۔ اس پر آپؐ کے اندر تشریف لے جانے کے بعد مکڑی نے جالا تن دیا تھا اور عین منہ کے سامنے کی شاخ پر ایک کبوتری نے گھونسلا بنا کر انڈے دے دیئے تھے۔“ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے خیال میں ”یہ روایت تو کمزور ہے لیکن اگر ایسا ہوا ہو تو ہرگز تعجب کی بات نہیں۔“ کمزور روایت ہے لیکن تعجب والی بات کوئی نہیں ہے کیونکہ ”مکڑی بعض اوقات چند منٹ میں ایک وسیع جگہ پر جالا تن دیتی ہے اور کبوتری کو بھی گھونسلا تیار کرنے اور انڈے دینے میں کوئی دیر نہیں لگتی۔ اس لیے اگر خدا تعالیٰ نے اپنے رسول کی حفاظت کے لیے ایسا تصرف فرمایا ہو تو ہرگز بعید نہیں ہے بلکہ اس وقت کے لحاظ سے ایسا ہونا بالکل قرین قیاس ہے۔ بہر حال قریش میں سے کوئی شخص آگے نہیں بڑھا اور یہیں سے سب لوگ واپس چلے گئے۔“

آگے لکھتے ہیں کہ ”روایت آتی ہے کہ قریش اس قدر قریب پہنچ گئے تھے کہ ان کے پاؤں غار کے اندر سے نظر آتے تھے اور ان کی آواز سنائی دیتی تھی۔

اس موقعہ پر حضرت ابو بکرؓ نے گھبرا کر مگر آہستہ سے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ! قریش اتنے قریب ہیں کہ ان کے پاؤں نظر آرہے ہیں اور اگر وہ ذرا آگے ہو کر جھانکیں تو ہم کو دیکھ سکتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا یعنی ہرگز کوئی فکر نہ کرو۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر فرمایا: وَمَا ظَنُّكَ يَا اَبَابَكْرٍ بِاثْنَيْنِ اَللّٰهُ ثَالِثُهُمَا یعنی اے ابو بکرؓ! تم ان دو شخصوں کے متعلق کیا گمان کرتے ہو جن کے ساتھ تیسرا خدا ہے۔ ایک اور روایت میں آتا ہے کہ جب قریش غار کے منہ کے پاس پہنچے تو حضرت ابو بکرؓ سخت گھبرا گئے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی گھبراہٹ کو دیکھا تو تسلی دی کہ کوئی فکر کی بات نہیں ہے۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے رقت بھری آواز میں کہا: اِنْ قُتِلْتُ فَاَنَا رَجُلٌ وَاحِدٌ وَاِنْ قُتِلْتَ اَنْتَ هَلَكَتِ الْاُمَّةُ یعنی یارسول اللہؐ! اگر مَیں مارا جاؤں تو مَیں تو بس ایک اکیلی جان ہوں لیکن اگر خدانخواستہ آپؐ پر کوئی آنچ آئے تو پھر تو گویا ساری امت کی امت مِٹ گئی۔ اس پر آپؐ نے خدا تعالیٰ

سے الہام پا کر یہ الفاظ فرمائے کہ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (سورۃ التوبہ:40) یعنی اے ابو بکرؓ! ہر گز کوئی فکر نہ کرو کیونکہ خدا ہمارے ساتھ ہے اور ہم دونوں اس کی حفاظت میں ہیں۔ یعنی تم تو میری وجہ سے فکر مند ہو اور تمہیں اپنے جوش اخلاص میں اپنی جان کا کوئی غم نہیں مگر خدا تعالیٰ اس وقت نہ صرف میرا محافظ ہے بلکہ تمہارا بھی اور وہ ہم دونوں کو دشمن کے شر سے محفوظ رکھے گا۔"[151]

یہ سیرت خاتم النبیین کا حوالہ ہے اور **حضرت مصلح موعودؓ اس کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے** ایک جگہ فرماتے ہیں کہ "جب رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کا حکم ملا تو آپؐ حضرت ابو بکرؓ کو اپنے ساتھ لے کر جبلِ ثور کی طرف تشریف لے گئے جو مکہ سے کوئی چھ سات میل کے فاصلہ پر ہے اور اس پہاڑ کی چوٹی پر ایک غار میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ صبح جب کفار نے دیکھا کہ آپؐ اپنے گھر میں موجود نہیں اور ہر قسم کے پہرہ کے باوجود محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کامیابی کے ساتھ نکل گئے ہیں تو وہ فوراً آپؐ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے اور انہوں نے مکہ کے چند بہترین کھوجی جو پاؤں کے نشانات پہچاننے میں بڑی بھاری دسترس رکھتے تھے اپنے ساتھ لئے جو انہیں جبلِ ثور تک لے آئے اور انہوں نے کہا کہ بس محمد رسول اللہؐ اگر ہیں تو یہیں ہیں۔ اس سے آگے اَور کہیں نشان نہیں ملتا۔ اس وقت یہ کیفیت تھی کہ دشمن غار کے عین سر پر کھڑا تھا اور غار کا منہ تنگ نہیں تھا جس کے اندر جھانکنا مشکل ہو مگر وہ ایک فراخ منہ کی کھلی غار ہے جس کے اندر جھانک کر بڑی آسانی سے معلوم کیا جا سکتا تھا کہ کوئی شخص اندر بیٹھا ہے یا نہیں مگر ایسی حالت میں بھی محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر کوئی خوف طاری نہیں ہوتا بلکہ آپؐ کی قوتِ قدسیہ کی برکت سے حضرت ابو بکرؓ کا دل بھی مضبوط رہتا ہے اور وہ موسیٰؑ کے ساتھیوں کی طرح یہ نہیں کہتے کہ ہم پکڑے گئے بلکہ انہوں نے اگر کچھ کہا تو یہ کہ یا رسول اللہ! دشمن اتنا قریب پہنچ چکا ہے کہ وہ اگر ذرا بھی نظر نیچی کرے تو ہمیں دیکھ سکتا ہے مگر رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اُسْکُتْ یَا اَبَا بَکْرٍ اِثْنَانِ اللّٰہُ ثَالِثُہُمَا ابو بکر! خاموش رہو۔ ہم اِس وقت دو نہیں بلکہ ہمارے ساتھ ایک تیسرا خدا بھی ہے پھر وہ کیونکر ہمیں دیکھ سکتے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ باوجود اس کے کہ دشمن غار کے سر پر پہنچ چکا تھا پھر بھی اسے یہ توفیق نہ ملی کہ وہ آگے بڑھ کر جھانک سکتا اور وہ وہیں سے بڑبڑاتے واہی تباہی باتیں کرتے ہوئے واپس چلا گیا۔ غرض اس واقعہ کا ایک پہلو یہ ہے کہ موسیٰؑ کے ساتھیوں نے گھبرا کر یہ کہا کہ اے موسیٰؑ ہم پکڑے گئے۔ گویا انہوں نے اپنے ساتھ موسیٰؑ کو بھی لپیٹ لیا اور خیال کیا کہ اب ہم سب فرعون کی گرفت میں آنے والے ہیں مگر محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے توکل نے آپؐ کے ساتھی پر بھی ایسا اثر ڈالا کہ اس کی زبان سے بھی یہ الفاظ نہ نکلے کہ ہم پکڑے گئے۔ بلکہ اس نے کہا تو صرف یہ کہ دشمن اتنا قریب آ چکا ہے کہ اگر وہ ہمیں دیکھنا چاہے تو دیکھ سکتا ہے مگر محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس واہمہ کو بھی برداشت نہ کیا اور فرمایا کہ ایسا خیال بھی مت کرو ہم اس وقت دو نہیں بلکہ ہمارے ساتھ ایک اَور بھی ہستی ہے اور وہ ہمارا خدا ہے۔"[152]

حضرت مصلح موعودؓ ایک اَور جگہ فرماتے ہیں ”جب مکہ کے لوگوں نے رسول کریم ﷺ پر انتہا درجہ کے مظالم شروع کر دیئے اور ان کی وجہ سے دین کی اشاعت میں روک پیدا ہونے لگی تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو حکم دیا کہ مکہ چھوڑ کر چلے جائیں۔ آپؐ کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ بھی مکہ چھوڑنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس سے پہلے کئی دفعہ انہیں جانے کے لئے کہا گیا مگر آپؓ رسول کریم ﷺ کو چھوڑ کر جانے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ جب رسول کریم ﷺ جانے لگے تو حضرت ابو بکرؓ کو بھی آپؐ نے ساتھ لے لیا۔ جب آپ رات کے وقت روانہ ہوئے“ حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں کہ یہ ”ایک جگہ جو مَیں نے بھی دیکھی ہے“ حج کے دوران ”پہاڑ میں معمولی سی غار ہے جس کا منہ دو تین گز چوڑا ہو گا اس میں جا کر ٹھہر گئے۔ جب مکہ کے لوگوں کو پتہ لگا کہ آپ چلے گئے ہیں تو انہوں نے آپؐ کا تعاقب کیا۔ عرب میں بڑے بڑے ماہر کھوجی ہوا کرتے تھے ان کی مدد سے تعاقب کرنے والے عین اس مقام پر پہنچ گئے جہاں رسول کریم ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ بیٹھے تھے۔ خدا کی قدرت کہ غار کے منہ پر کچھ جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں جن کی شاخیں آپس میں ملی ہوئی تھیں۔ اگر وہ لوگ شاخوں کو ہٹا کر اندر دیکھتے تو رسول کریم ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ بیٹھے ہوئے نظر آ جاتے۔ جب کھوجی وہاں پہنچے تو انہوں نے کہا کہ یا تو وہ آسمان پر چڑھ گئے ہیں یا یہاں بیٹھے ہیں اس سے آگے نہیں گئے۔ خیال کرو اس وقت کیسا نازک موقع تھا۔ اس وقت حضرت ابو بکرؓ گھبرائے مگر اپنی ذات کے لئے نہیں بلکہ رسول کریم ﷺ کے لئے۔ اس وقت رسول کریم ﷺ نے فرمایا: لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا گھبراتے کیوں ہو خدا تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ اگر رسول کریم ﷺ خدا تعالیٰ کو اپنی ذات میں نہ دیکھتے تو کس طرح ممکن تھا کہ ایسے نازک وقت میں گھبرا نہ جاتے۔ قوی سے قوی دل گردہ کا انسان بھی دشمن سے عین سر پر آ جانے سے گھبرا جاتا ہے مگر رسول کریم ﷺ کے بالکل قریب بلکہ سر پر آپؐ کے دشمن کھڑے تھے اور دشمن بھی وہ جو تیرہ سال سے آپؐ کی جان لینے کے درپے تھے اور جنہیں کھوجی یہ کہہ رہے تھے کہ یا تو وہ آسمان پر چڑھ گئے ہیں یا یہاں بیٹھے ہیں۔ اس جگہ سے آگے نہیں گئے۔ اس وقت رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں: لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا خدا تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے تمہیں گھبرانے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا عرفان ہی تھا جس کی وجہ سے آپؐ نے یہ کہا۔ آپؐ خدا تعالیٰ کو اپنے اندر دیکھتے تھے اور سمجھتے تھے کہ میری ہلاکت سے خدا تعالیٰ کے عرفان کی ہلاکت ہو جائے گی اس لئے کوئی مجھے ہلاک نہیں کر سکتا۔“[153]

ہمارے نبی ﷺ نے مدینہ کے سفر میں صرف ابو بکرؓ کو ساتھ لیا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی رفاقت کے لئے صرف ایک ہی شخص اختیار کیا تھا یعنی دھوما کو جیسا کہ ہمارے نبی ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے وقت صرف حضرت ابو بکر کو اختیار کیا تھا کیونکہ سلطنت رومی حضرت عیسیٰ کو باغی قرار دے چکی تھی اور اسی جرم سے پیلاطوس بھی قیصر کے حکم سے قتل کیا گیا تھا کیونکہ وہ درپردہ حضرت عیسیٰ کا

حامی تھا اور اس کی عورت بھی حضرت عیسیٰ کی مرید تھی۔ پس ضرور تھا کہ حضرت عیسیٰ اس ملک سے پوشیدہ طور پر نکلتے۔ کوئی قافلہ ساتھ نہ لیتے۔ اس لئے انہوں نے اس سفر میں صرف دھوما حواری کو ساتھ لیا جیسا کہ ہمارے نبی ﷺ نے مدینہ کے سفر میں صرف ابو بکرؓ کو ساتھ لیا تھا اور جیسا کہ ہمارے نبی ﷺ کے باقی اصحاب مختلف راہوں سے مدینہ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں جا پہنچے تھے ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری مختلف راہوں سے مختلف وقتوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں جا پہنچے تھے۔"[154]

ابو بکرؓ نے اپنے صدق اور وفا کا وہ نمونہ دکھلایا جو ابد الآباد تک کے لئے نمونہ رہے گا

پھر ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا صدق اس مصیبت کے وقت ظاہر ہوا جب آنحضرت ﷺ کا محاصرہ کیا گیا۔ گو بعض کفار کی رائے اخراج کی بھی تھی مگر اصل مقصد اور کثرت رائے آپؐ کے قتل پر تھی۔ ایسی حالت میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے صدق اور وفا کا وہ نمونہ دکھلایا جو ابد الآباد تک کے لئے نمونہ رہے گا۔

اس مصیبت کی گھڑی میں آنحضرت ﷺ کا یہ انتخاب ہی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی **صداقت اور اعلیٰ وفاداری کی ایک زبردست دلیل ہے**... یہی حال آنحضرت ﷺ کے انتخاب کا تھا۔ اس وقت آپؐ کے پاس ستر اسّی صحابہؓ موجود تھے جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے مگر ان سب میں سے آپؐ نے اپنی رفاقت کے لئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ہی انتخاب کیا۔ اس میں کیا سِرّ ہے؟ بات یہ ہے کہ **نبی خدا تعالیٰ کی آنکھ سے دیکھتا ہے** اور اس کا فہم اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے آتا ہے اس لئے **اللہ تعالیٰ نے ہی آنحضرت ﷺ کو کشف اور الہام سے بتا دیا کہ اس کام کے لئے سب سے بہتر اور موزوں حضرت ابو بکرؓ ہی ہیں۔** ابو بکرؓ اس ساعتِ عُسر میں آپؐ کے ساتھ ہوئے۔ یہ وقت خطرناک آزمائش کا تھا۔ حضرت مسیحؑ پر جب اس قسم کا وقت آیا تو اُن کے شاگرد اُن کو چھوڑ کر بھاگ گئے اور ایک نے لعنت بھی کی۔ مگر صحابہ کرامؓ میں سے ہر ایک نے پوری وفاداری کا نمونہ دکھایا۔ غرض حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کا پورا ساتھ دیا اور ایک غار میں جس کو غارِ ثور کہتے ہیں۔ آپؐ جا چھپے۔ شریر کفار جو آپؐ کی ایذا رسانی کے لئے منصوبے کر چکے تھے تلاش کرتے ہوئے اس غار تک پہنچ گئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اب تو یہ بالکل سر پر ہی آ پہنچے ہیں اور اگر کسی نے ذرا نیچے نگاہ کی تو وہ دیکھ لے گا اور ہم پکڑے جائیں گے۔ اس وقت آپؐ نے فرمایا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کچھ غم نہ کھاؤ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ اس لفظ پر غور کرو کہ آنحضرت ﷺ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اپنے ساتھ ملاتے ہیں چنانچہ فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ مَعَنَا میں آپ دونوں شریک ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ تیرے اور میرے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک پلّہ پر آنحضرتؐ کو اور دوسرے پر حضرت صدیقؓ کو رکھا ہے۔ اس وقت دونوں ابتلا میں ہیں کیونکہ یہی وہ مقام ہے جہاں سے یا تو اسلام کی بنیاد پڑنے والی ہے یا خاتمہ ہو جانے والا ہے۔

دشمن غار پر موجود ہیں اور مختلف قسم کی رائے زنیاں ہو رہی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس غار کی تلاشی کرو کیونکہ نشان پا یہاں تک ہی آکر ختم ہو جاتا ہے لیکن ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ یہاں انسان کا گزر اور دخل کیسے ہو گا؟ مکڑی نے جالا تنا ہوا ہے کبوتر نے انڈے دیئے ہوئے ہیں۔ اس قسم کی باتوں کی آوازیں اندر پہنچ رہی ہیں اور آپ بڑی صفائی سے ان کو سن رہے ہیں۔ ایسی حالت میں دشمن آئے ہیں کہ وہ خاتمہ کرنا چاہتے ہیں اور دیوانے کی طرح بڑھتے آئے ہیں لیکن آپ کی کمال شجاعت کو دیکھو کہ دشمن سر پر ہے اور آپؐ اپنے رفیق صادق صدیقؓ کو فرماتے ہیں: لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا یہ الفاظ بڑی صفائی کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں کہ آپؐ نے زبان ہی سے فرمایا کیونکہ یہ آواز کو چاہتے ہیں۔ اشارہ سے کام نہیں چلتا۔ باہر دشمن مشورہ کر رہے ہیں اور اندر غار میں خادم و مخدوم بھی باتوں میں لگے ہوئے ہیں۔ اس امر کی پروا نہیں کی گئی کہ دشمن آواز سن لیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ پر کمال ایمان اور معرفت کا ثبوت ہے۔ خدا تعالیٰ کے وعدوں پر پورا بھروسہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کی شجاعت کے لئے تو یہ نمونہ کافی ہے۔"[155]

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک اَور مقام پر فرماتے ہیں کہ "اللہ جل شانہٗ نے اپنے نبی معصوم کے محفوظ رکھنے کے لئے یہ امر خارق عادت دکھلایا کہ باوجودیکہ مخالفین اس غار تک پہنچ گئے تھے جس میں آنحضرت ﷺ مع اپنے رفیق کے مخفی تھے مگر وہ آنحضرت ﷺ کو دیکھ نہ سکے کیونکہ خدائے تعالیٰ نے ایک کبوتر کا جوڑا بھیج دیا جس نے اسی رات غار کے دروازہ پر آشیانہ بنا دیا اور انڈے بھی دے دیئے اور اسی طرح اذنِ الٰہی سے عنکبوت نے اس غار پر اپنا گھر بنا دیا جس سے مخالف لوگ دھوکہ میں پڑ کر ناکام واپس چلے گئے۔"[156]

غارِ ثور اور خاندان ابو بکرؓ کے دلیرانہ کارنامے

پھر روایت میں آتا ہے کہ پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق حضرت ابو بکرؓ کے ہونہار صاحبزادے **حضرت عبد اللہ بن ابو بکرؓ رات کو غارِ ثور آتے اور دن بھر کی مکّہ کی ساری خبریں دیتے۔** ہدایات لیتے اور علی الصبح اس طور سے مکہ واپس چلے جاتے کہ جیسے رات مکّہ میں ہی بسر کی ہو اور ساتھ ہی عامر بن فُہیرہ کی ذہانت ہے کہ رات کو دودھ والی بکریوں کا دودھ دینے کے بعد بکریوں کے ریوڑ کو اس طرح واپس لاتے کہ حضرت عبد اللہ بن ابو بکرؓ کے قدموں کے نشانوں کو بھی ساتھ ساتھ مٹا دیا جاتا۔[157]

بعض سیرت نگاروں نے تو یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت اسماءؓ روزانہ کھانا لے کر آیا کرتی تھیں۔[158] لیکن یہ جو ہے بعید از قیاس بات ہے۔ بعضوں کی یہ رائے صحیح ہے کہ اس خطرے کے عالم میں ایک خاتون کا روزانہ ادھر آنا راز فاش کرنے کے مترادف ہے اور جبکہ عبد اللہ بن ابو بکر روزانہ آ رہے تھے تو پھر حضرت اسماءؓ کے کھانا لانے کی کیا ضرورت ہو سکتی تھی۔ بہر حال اللہ بہتر جانتا ہے۔ لیکن تین دن اسی طرح گزر گئے۔ مکہ والے جب قریبی جگہوں کی تلاش سے فارغ ہو کر ناکام ہو گئے تو انہوں نے باہم

مشاورت سے ایک بہت بڑے انعام کا اعلان کرتے ہوئے ارد گرد کی بستیوں میں ڈھنڈورچی بھیج دیے جو اعلان کر رہے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو زندہ یا مردہ لانے کی صورت میں ایک سو اونٹ انعام دیا جائے گا۔ اتنے بڑے انعام کی لالچ نے کئی لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش کے لیے پھر سے تازہ دم کر دیا۔[159]

غارِ ثور سے مدینہ کی طرف سفر کا آغاز

دوسری طرف تین دن مکمل ہونے پر حسبِ وعدہ عبداللہ بن اُرَیْقِط اونٹ لے کر آ گیا۔

صحیح بخاری کی ایک روایت میں یہ ذکر ہے کہ عبداللہ بن اُرَیْقِط سے یہ وعدہ ٹھہرایا گیا تھا کہ وہ تین دن کے بعد صبح کے وقت اونٹ لے کر پہنچے گا۔[160]

اس روایت سے یہ تاثر ملتا ہے کہ غارِ ثور سے مدینہ کی طرف روانگی صبح کے وقت شروع ہوئی تھی مگر بخاری کی ہی دوسری روایت میں یہ وضاحت موجود ہے کہ سفر رات کے وقت شروع ہوا تھا۔

چنانچہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے عبداللہ بن اُرَیْقِط کا ذکر کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ نے اسے پہلے سے اپنی اونٹنیاں سپرد کر رکھی تھیں اور سمجھا رکھا تھا کہ تین رات کے بعد تیسرے دن کی صبح کو اونٹنیاں لے کر غارِ ثور میں پہنچ جائے۔ چنانچہ وہ حسبِ قرارداد پہنچ گیا۔

یہ بخاری کی مشہور روایت ہے مگر مؤرخین لکھتے ہیں کہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو روانہ ہوئے تھے اور خود بخاری کی ہی ایک دوسری روایت میں اس کی تصدیق پائی جاتی ہے۔ اور قرینِ قیاس بھی یہی ہے کہ آپؐ رات کو روانہ ہوئے ہوں۔"[161]

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیر کی رات یکم ربیع الاول کو غار سے نکل کر روانہ ہوئے۔ ابنِ سعد کے مطابق آپؐ ربیع الاول کی چار تاریخ کو پیر کی رات غار سے روانہ ہوئے۔[162] پہلی تاریخ خمیس کی روایت ہے۔

صحیح بخاری کے شارح علّامہ ابن حَجَر عَسْقِلَانی لکھتے ہیں کہ

امام حاکم نے کہا کہ اس بارے میں متواتر آرا ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ سے نکلنا پیر کے دن تھا اور مدینہ میں داخل ہونا بھی پیر کے دن تھا سوائے محمد بن موسیٰ خوارزمی کے جس نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے جمعرات کے روز نکلے۔ علامہ ابن حَجَر ان روایات میں تطبیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے تو جمعرات کو نکلے تھے اور غار میں جمعہ، ہفتہ اور اتوار، تین راتیں قیام کرنے کے بعد پیر کی رات کو مدینہ کے لیے روانہ ہوئے۔[163]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونٹنی جس کا نام قَصْوَا ملتا ہے اس پر سوار ہوئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے اپنی اونٹنی پر اپنے ساتھ عامر بن فُہَیرہ کو سوار کیا اور عبداللہ بن اُرَیْقِط اپنے اونٹ پر سوار ہوا۔ حضرت ابو بکرؓ کے پاس گھر میں کل سرمایہ پانچ یا چھ ہزار درہم تھا وہ بھی ساتھ لیا۔ بعض روایات کے مطابق عامر بن فُہَیرہ

اور حضرت اَسماءؓ کھانا لے کر آ گئیں اور جس میں بکری کا بھنا ہوا گوشت تھا لیکن یہاں پہنچ کر خیال آیا کہ کھانا اور مشکیزہ باندھنے کے لیے کوئی کپڑا وغیرہ نہیں ہے تو حضرت اَسماء نے اپنا نطاق کھول کر دو حصے کیے۔ ایک سے کھانا اور ایک سے مشکیزے کا منہ باندھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماءؓ کو جنت میں دو نطاقوں کی بشارت دی اور ان سب کو رخصت کیا اور یہ دعا کرتے ہوئے سفر شروع کیا: اَللّٰھُمَّ اصْحَبْنِیْ فِیْ سَفَرِیْ، وَاخْلُفْنِیْ فِیْ اَھْلِیْ کہ اے اللہ! میرے سفر میں تُو میرا ساتھی ہو جا اور میرے اہل میں میرا قائم مقام ہو جا۔[164]

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ نطاق سے کھانا باندھنے کا واقعہ حضرت ابو بکرؓ کے گھر سے چلتے وقت ہوا تھا لیکن بہر حال یہاں بھی یہ ذکر ملتا ہے۔ تاریخ میں دو مواقع پر یہ ذکر ملتا ہے۔ بعض کے نزدیک اس وقت جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے لیے مکہ میں حضرت ابو بکرؓ کے گھر سے غارِ ثور کے لیے روانہ ہو رہے تھے اور بعض کے نزدیک اس وقت جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غارِ ثور سے مدینہ کے لیے روانہ ہو رہے تھے۔ بہر حال یہ دونوں ذکر ملتے ہیں لیکن بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سفر ہجرت کی جو تفصیل بیان فرمائی ہے اس روایت کے تسلسل سے یہی تاثر ملتا ہے کہ یہ حضرت ابو بکرؓ کے گھر سے روانگی کا واقعہ ہے۔ لہٰذا بخاری کی روایت کو ترجیح دینا زیادہ مناسب ہو گا کیونکہ اول تو غارِ ثور کے قیام کو جس طرح خفیہ رکھا گیا تھا وہاں حضرت اسماءؓ کا کھانا لے کر جانا محلِ نظر ہو سکتا ہے جبکہ حضرت عبد اللہ بن ابو بکرؓ اور حضرت عامِر بن فُہیرہؓ یہ دونوں مرد روزانہ چھپ کر جا رہے تھے تو پھر ایک خاتون کا جانا حفاظت اور احتیاط کے تقاضوں کے منافی نظر آتا ہے۔ بہر حال گھر میں بھی نِطاق سے کھانا باندھنے کا جو واقعہ ہے اس میں حضرت اسماءؓ کی فدائیت اور والہانہ محبت کی جھلک بھی نمایاں ہوتی ہے کہ بجائے اس کے کہ اس وقت کھانا باندھنے کے لیے کوئی اَور چیز ڈھونڈنے میں وقت ضائع کریں (اپنا کمر بند کھول کر کھانا باندھ دیا)۔ غار میں تو کہا جا سکتا ہے کہ غار میں واقعہ ہوا ہو گا کیونکہ وہاں کوئی چیز نہیں تھی لیکن گھر میں بھی یہ واقعہ ہو سکتا ہے کہ فوری طور پر کوئی چیز نہ ملی ہو اور وقت ضائع ہونے کا خدشہ ہو تو اپنا کمر بند کھول کر کھانا باندھ کر حضرت ابو بکرؓ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رخصت کیا۔ اس لیے بخاری کی روایت کے مطابق یہ زیادہ درست معلوم ہوتا ہے کہ کھانا باندھنے کا واقعہ حضرت ابو بکرؓ کے گھر سے رخصت ہونے کا ہو گا نہ کہ غارِ ثور سے مدینہ کی طرف سفر کے آغاز کا۔ بہر حال واللہ اعلم۔

حضرت ابو بکرؓ کا سارا سرمایہ ساتھ لے کر ہجرت کرنا

حضرت اسماءؓ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ ہجرت کے لیے نکلے تو **حضرت ابو بکرؓ نے اپنا سارا مال ساتھ لے لیا جو پانچ یا چھ ہزار درہم تھا۔**

آپؓ بیان کرتی ہیں کہ ہمارے دادا ابو قحافہ ہمارے پاس آئے۔ اس وقت ان کی بینائی جا چکی تھی۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم! میرا خیال ہے کہ وہ یعنی حضرت ابو بکرؓ اپنی ذات کے ساتھ ساتھ اپنے مال کے ذریعہ بھی تم لوگوں کو مصیبت میں ڈال گیا ہے۔ اس پر حضرت اسماءؓ کہتی ہیں مَیں نے کہا کہ نہیں دادا

جان! ہر گز نہیں۔ وہ تو ہمارے لیے بہت سامال چھوڑ گئے۔ **آپؓ فرماتی ہیں کہ مَیں نے کچھ پتھر لیے اور ان کو گھر کے اس روشن دان میں رکھ دیا جہاں میرے والد مال رکھا کرتے تھے** اور پھر مَیں نے ان پر کپڑا ڈال دیا اور اپنے دادا کا ہاتھ پکڑ کر مَیں نے کہا دادا جان اس مال پر اپنا ہاتھ تو رکھیں۔ پس انہوں نے اس پر اپنا ہاتھ رکھا اور کہا کوئی حرج نہیں اگر وہ تمہارے لیے اتنا کچھ چھوڑ کر گیا ہے تو پھر اس نے اچھا کیا ہے۔ حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں اللہ کی قسم! حضرت ابو بکرؓ ہمارے لیے کچھ بھی چھوڑ کر نہیں گئے تھے مگر مَیں چاہتی تھی کہ اس بزرگ کو اس طرح اطمینان دلا سکوں۔[165]

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے غارِ ثور سے روانگی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "غارِ ثور سے نکل کر آپؐ ایک اونٹنی پر جس کا نام بعض روایات میں اَلْقَصْوَا بیان ہوا ہے سوار ہو گئے اور دوسری پر حضرت ابو بکرؓ اور ان کا خادم عَامِر بن فُھَیرہ سوار ہوئے۔ روانہ ہوتے ہوئے آپؐ نے مکہ کی طرف آخری نظر ڈالی اور حسرت کے الفاظ میں فرمایا: اے مکہ کی بستی! تُو مجھے سب جگہوں سے زیادہ عزیز ہے مگر تیرے لوگ مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے۔ اس وقت حضرت ابو بکرؓ نے کہا۔ اِن لوگوں نے اپنے نبی کو نکالا ہے۔ اب یہ ضرور ہلاک ہوں گے۔"[166]

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "دو دن اِسی غار میں انتظار کرنے کے بعد پہلے سے طے کی ہوئی تجویز کے مطابق رات کے وقت غار کے پاس سواریاں پہنچائی گئیں اور دو تیز رفتار اونٹنیوں پر محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھی روانہ ہوئے۔ ایک اونٹنی پر محمد رسول اللہ ﷺ اور رستہ دکھانے والا آدمی سوار ہوا۔" یہ بھی ایک روایت میں آتا ہے کہ دونوں ایک سواری میں تھے۔ ایک میں یہ کہ تین اونٹنیاں تھیں۔ بہر حال اور "دوسری اونٹنی پر حضرت ابو بکرؓ اور ان کا ملازم عامر بن فُہیرہ سوار ہوئے۔ مدینہ کی طرف روانہ ہونے سے پہلے رسول کریم ﷺ نے اپنا منہ مکہ کی طرف کیا۔ اس مقدس شہر پر جس میں آپ پیدا ہوئے، جس میں آپ مبعوث ہوئے اور جس میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے زمانہ سے آپ کے آباؤاجداد رہتے چلے آئے تھے آپؐ نے آخری نظر ڈالی اور حسرت کے ساتھ شہر کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے مکہ کی بستی! تو مجھے سب جگہوں سے زیادہ عزیز ہے مگر تیرے لوگ مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے۔ اس وقت حضرت ابو بکرؓ نے بھی نہایت افسوس کے ساتھ کہا: اِن لوگوں نے اپنے نبی کو نکالا ہے اب یہ ضرور ہلاک ہوں گے۔"[167]

ایک روایت کے مطابق جب جُحْفَہ مقام پر پہنچے، جُحْفَہ مکہ سے تقریباً 82 میل کے فاصلے پر ہے تو یہ آیت نازل ہوئی: اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰی مَعَادٍ (القصص:86) یقیناً وہ جس نے تجھ پر قرآن کو فرض کیا ہے تجھے ضرور ایک واپس آنے کی جگہ کی طرف واپس لے آئے گا۔[168]

سار ی رات یہ سفر جاری رہا یہاں تک کہ جب دوپہر کا وقت ہونے لگا تو ایک چٹان کے سائے میں قافلہ استراحت کے لیے رکا۔ حضرت ابو بکرؓ نے بستر تیار کیا اور نبی اکرم ﷺ سے آرام فرمانے کی درخواست کی۔ چنانچہ نبی ﷺ لیٹ گئے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ باہر نکل گئے تا دیکھیں کہ تعاقب کرنے

والوں میں سے کوئی آتو نہیں رہا۔ اتنے میں دُور سے بکریوں کا ایک چرواہا بھی سائے کی تلاش میں ادھر آ نکلا۔ حضرت ابو بکرؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے اس سے پوچھا لڑکے تم کس کے غلام ہو؟ اس نے کہا قریش کے ایک شخص کا ہوں۔ اس نے اس کا نام لیا اور مَیں نے اس کو پہچان لیا۔ مَیں نے کہا کیا تمہاری بکریوں میں کچھ دودھ ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ مَیں نے کہا کیا تم ہمارے لیے کچھ دودھ دوہو گے؟ اس نے کہا ہاں۔ چنانچہ مَیں نے اسے دودھ دوہنے کے لیے کہا۔ اس نے اپنی بکریوں میں سے ایک بکری کی ٹانگ اپنی پنڈلی اور ران کے درمیان پکڑلی۔ پھر مَیں نے اس کو کہا کہ پہلے تھن کو اچھی طرح صاف کرو۔ پھر اپنی نگرانی میں دودھ برتن میں ڈلوایا۔ اس میں پانی ڈالا تا کہ دودھ کی حدت کچھ کم ہو جائے اور دودھ آنحضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔

بعض روایات میں ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ دودھ لے کر حاضر ہوئے تو نبی اکرم ﷺ ابھی تک سوئے ہوئے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے مناسب نہ سمجھا کہ آپؐ کے آرام میں خلل کیا جائے۔ چنانچہ آپؐ کے بیدار ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ بیدار ہونے پر دودھ پیش کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ پئیں۔ **اور آپؐ نے اتنا پیا کہ حضرت ابو بکرؓ کہتے ہیں کہ میں خوش ہو گیا۔** پھر مَیں نے کہا یا رسول اللہؐ! کُوچ کا وقت آ پہنچا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ یا ایک روایت میں یہ ذکر ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اب سفر دوبارہ شروع کیا جائے؟ عرض کیا گیا جی میرے آقا۔ چنانچہ سفر پھر شروع ہوا۔[169]

سراقہ بن مالک کا تعاقب

اس کا واقعہ یہ ہے کہ اُرَیْقِط * جیسے ماہر راستہ شناس کی نگرانی میں ساحلی بستیوں کی جانب سے مدینہ کی طرف یہ سفر شروع کیا گیا تھا جو کہ مدینہ کے عمومی راستے سے مختلف روٹ (route) تھا۔ مکہ اور اس کے ارد گرد کی بستیوں میں سو اونٹ انعام کا اعلان عام ہو چکا تھا اور بہت سے لوگ چاہتے تھے کہ یہ گراں قدر انعام انہیں ملے۔ سُراقہ بن مالِک بیان کرتے ہیں، بعد میں یہ مسلمان ہو گئے تھے اور اسلام لانے کے بعد انہوں نے خود یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ ہمارے پاس کفارِ قریش کے ایلچی آئے۔ ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ ہر دو کی دیت مقرر کی ہوئی تھی ان لوگوں کے لیے جو ان دونوں کو قتل کرے گا یا انہیں زندہ پکڑلے گا۔

سراقہ کہتے ہیں مَیں اپنی قوم بَنُو مُدْلِج کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص ان کے سامنے سے آیا اور ہمارے پاس کھڑا ہوا جبکہ ہم بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے کہا کہ اے سراقہ! مَیں نے ساحل کی طرف کچھ سائے سے دیکھے ہیں یا کہا کہ تین افراد کا ایک قافلہ جاتے دیکھا ہے اور میرا خیال ہے کہ ہو نہ ہو یہ محمدؐ ہی ہیں۔ سراقہ بن مالک کہتے ہیں کہ مَیں جان گیا کہ واقعی یہ محمدؐ کا ہی قافلہ ہو گا لیکن میں نہیں چاہتا تھا کہ میرے ساتھ کوئی اَور اس انعام میں شریک ہو۔ اس لیے مَیں نے فوراً موقع کی نزاکت کو سنبھالا اور اس بتانے والے کو آنکھ سے اشارہ کیا کہ وہ خاموش رہے اور خود مَیں نے کہا کہ نہیں نہیں وہ

*عبد اللہ بن اُرَیْقِط

محمدؐ کا قافلہ نہیں ہو سکتا بلکہ جن لوگوں کا تم ذکر کر رہے ہو وہ تو ابھی ہمارے سامنے سے گزر کر گئے ہیں۔ وہ بنو فلاں ہیں جو اپنی گمشدہ اونٹنی کی تلاش میں جا رہے تھے۔ سراقہ کہتے ہیں کہ مَیں کچھ دیر اُس مجلس میں رہا تا کہ کسی کو شک نہ گزرے اور پھر اپنی ایک خادمہ کو کہا کہ وہ میری فلاں تیز رفتار گھوڑی کو لے کر گھر کے پیچھے فلاں جگہ پر کھڑی ہو اور میرا انتظار کرے اور کچھ دیر کے بعد وہ خود وہاں پہنچ گیا اور بیان کرتے ہیں کہ میں نے فال نکالی لیکن اس سفر کے خلاف نکلی لیکن میں نے پروا نہیں کی اور گھوڑی کو ایڑھ لگا کر ہوا ہو گیا اور تیزی سے اس قافلے کا پیچھا کرنے لگا جو میں سمجھتا تھا کہ حضرت محمد ﷺ کا ہی قافلہ ہے۔ سراقہ کہتے ہیں کہ منزل پر منزلیں مارتے ہوئے میں جلد ہی اس قافلے کے قریب پہنچ گیا اور ابھی کچھ ہی فاصلے پر تھا کہ میری گھوڑی نے خلاف معمول ٹھوکر کھائی کہ میں اس سے گر پڑا۔ پھر مَیں اٹھ کھڑا ہوا اور مَیں نے فال نکالی اور فال پھر میرے ارادے کے خلاف نکلی مگر میں چاہتا تھا کہ محمد ﷺ کو واپس لے کر جاؤں اور سو اونٹنیوں کا انعام حاصل کروں۔ پھر میں اٹھا اور گھوڑی پر سوار ہوا اور اب مَیں اتنا قریب ہو چکا تھا کہ نہ صرف مَیں یہ پہچان چکا تھا کہ یہ محمدؐ اور ابو بکرؓ ہیں بلکہ مجھے محمد ﷺ کے کچھ پڑھنے کی آواز بھی آ رہی تھی کہ اتنے میں میری گھوڑی نے بری طرح ٹھوکر کھائی اور اس کی ٹانگیں ریت میں دھنس گئیں اور میں اس سے گر پڑا۔ پھر مَیں نے گھوڑی کو ڈانٹا اور اٹھ کھڑا ہوا یعنی گھوڑی کو بُرا بھلا کہا اور اٹھ کھڑا ہوا اور گھوڑی اپنی ٹانگیں زمین سے نکال نہ سکتی تھی۔ آخر جب وہ سیدھی کھڑی ہوئی تو اس کی دونوں ٹانگوں سے گرد اٹھ کر فضا میں دھوئیں کی طرح پھیل گئی۔ اتنی دھنسی ہوئی تھی کہ جب مٹی سے یا ریت سے ٹانگیں باہر نکالیں تو گرد اُڑی۔ کہتے ہیں اب میں نے دوبارہ تیروں سے فال نکالی تو وہی نکلا جسے میں ناپسند کرتا تھا۔ میں نے وہیں سے امان کی آواز لگائی اور کہا کہ میری طرف سے آپ لوگوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا کہ اس سے پوچھو کہ وہ کیا چاہتا ہے؟ اس نے کہا کہ مَیں سراقہ ہوں اور آپ لوگوں سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر وہ رک گئے۔ سراقہ بتانے لگا کہ مکہ والوں نے ان کے زندہ یا مردہ پکڑے جانے پر سو اونٹ انعام مقرر کیا ہے اور میں اسی لالچ میں آپ کا تعاقب کرتے ہوئے آیا ہوں لیکن جو کچھ میرے ساتھ ہوا ہے اس سے میں اس یقین پر قائم ہوں کہ میرا تعاقب درست نہیں ہے۔ اس نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں زادِ راہ وغیرہ کی پیشکش بھی کی لیکن آپ ﷺ نے قبول نہ فرمایا۔ بس یہ کہا کہ ہمارے بارے میں کسی کو نہ بتانا۔ اس نے یہ وعدہ کیا اور ساتھ یہ بھی عرض کیا کہ مجھے یقین ہے کہ آپ ایک دن بادشاہت حاصل کر لیں گے۔ مجھے کوئی عہد و پیمان لکھ دیں کہ اس وقت جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں تو مجھ سے عزت و احترام سے پیش آیا جائے۔ **بعض روایات کے مطابق اس نے امان کی تحریر کے لیے درخواست کی تھی۔** چنانچہ نبی اکرم ﷺ کے ارشاد پر اس کو وہ تحریر حضرت ابو بکرؓ نے اور ایک روایت کے مطابق عامِر بن فُہَیرہ ؓ نے لکھ کر دی اور وہ یہ تحریر لے کر واپس آ گیا۔[170]

سراقہ! تیرا کیا حال ہو گا جب کسریٰ کے کنگن تیرے ہاتھ میں ہوں گے

سراقہ کا یہ ذکر ہوا تھا کہ وہ بھی انعام کے لالچ میں آنحضرت ﷺ کو پکڑنے کی نیت سے نکلا تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ کی تقدیر نے اس کے آگے روکیں کھڑی کر دیں تو اس نے اس وقت آنحضرت ﷺ سے درخواست کی کہ جب آپؐ کی حکومت ہو تو مجھے امان دیجیے اور ایک تحریر لکھوائی۔ اس ضمن میں بعض روایات ہیں۔ ایک روایت کے مطابق اس کے واپس لوٹتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا سراقہ! تیرا کیا حال ہو گا جب کسریٰ کے کنگن تیرے ہاتھ میں ہوں گے۔ سراقہ حیرت زدہ ہو کر پلٹا اور کہا کہ کسریٰ بن ہُرمُز؟

آپؐ نے فرمایا ہاں وہی کسریٰ بن ھُرمز۔ چنانچہ جب حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں کسریٰ کے کنگن اور اس کا تاج اور اس کا کمر بند لایا گیا تو حضرت عمرؓ نے سراقہ کو بلایا اور فرمایا: اپنے ہاتھ بلند کرو اور انہیں کنگن پہنائے اور فرمایا کہ کہو تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے کسریٰ بن ہُرمُز سے یہ دونوں چھین کر عطا کیں۔ [171]

یہ بھی ذکر ملتا ہے کہ سفر ہجرت کے وقت نہیں بلکہ جب رسول اللہ ﷺ حُنَین اور طائف سے واپس تشریف لا رہے تھے تو سراقہ بن مالک نے جِعْرَانَہ کے مقام پر اسلام قبول کیا۔ اور جعرانہ مکہ اور طائف کے راستے پر مکہ کے قریب ایک کنویں کا نام ہے۔ آپؐ نے سراقہ سے فرمایا: تمہارا اُس وقت کیا حال ہو گا جب تم کسریٰ کے کنگن پہنو گے۔ [172]

<u>اس بارے میں سیرت خاتم النبیین میں</u> حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس طرح لکھا ہے کہ ”ابھی آپ تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ حضرت ابو بکرؓ نے دیکھا کہ ایک شخص گھوڑا دوڑائے ان کے پیچھے آرہا ہے۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے گھبرا کر کہا۔ یا رسول اللہؐ! کوئی شخص ہمارے تعاقب میں آرہا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کوئی فکر نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ یہ تعاقب کرنے والا سراقہ بن مالک تھا جو اپنے تعاقب کا قصہ خود اپنے الفاظ میں یوں بیان کرتا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ مکہ سے نکل گئے تو کفارِ قریش نے یہ اعلان کیا کہ جو کوئی بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یا ابو بکرؓ کو زندہ یا مردہ پکڑ کر لائے گا اسے اس اس قدر انعام دیا جائے گا اور اس اعلان کی انہوں نے اپنے پیغام رسانوں کے ذریعہ سے ہمیں بھی اطلاع دی۔“ یہ سراقہ کہتا ہے۔ ”اس کے بعد ایک دن میں اپنی قوم بَنُو مُدْلِج کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ قریش کے ان آدمیوں میں سے ایک شخص ہمارے پاس آیا اور مجھے مخاطب کر کے کہنے لگا کہ مَیں نے ابھی ابھی ساحلِ سمندر کی سمت میں دور سے کچھ شکلیں دیکھی ہیں۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ شاید وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے ساتھی ہوں گے۔ سراقہ کہتا ہے کہ مَیں فوراً سمجھ گیا کہ ضرور وہی ہوں گے۔“

پھر حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے وہی تفصیل بیان کی ہے جو سراقہ کے تعاقب کے وقت اور فال اس کے خلاف نکلنے اور اس کے گھوڑے کے دھنسنے کے بارے میں بیان ہو چکی ہے۔ بہر حال سراقہ

کہتا ہے "... اس سرگزشت کی وجہ سے جو میرے ساتھ گزری تھی میں نے یہ سمجھا کہ اس شخص کا ستارہ اقبال پر ہے اور یہ کہ بالآخر آنحضرت ﷺ غالب رہیں گے۔ چنانچہ میں نے صلح کے رنگ میں ان سے کہا کہ آپؐ کی قوم نے آپؐ کو قتل کرنے یا پکڑ لانے کے لیے اس اس قدر انعام مقرر کر رکھا ہے اور لوگ آپؐ کے متعلق یہ یہ ارادہ رکھتے ہیں اور میں بھی اسی ارادے سے آیا تھا مگر اب میں واپس جاتا ہوں۔" اور پھر سراقہ کی جو باقی تفصیل بیان ہوئی ہے۔

اس کے بعد سراقہ کے کنگن پہننے کی پیشگوئی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اس طرح لکھتے ہیں کہ "جب سراقہ واپس لوٹنے لگا تو آپؐ نے اسے فرمایا۔ **سراقہ! اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن ہوں گے؟** سراقہ نے حیران ہو کر پوچھا: کسریٰ بن ہُرمُز شہنشاہِ ایران؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ سراقہ کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ کہاں عرب کے صحرا کا ایک بدوی اور کہاں کسریٰ شہنشاہِ ایران کے کنگن۔ مگر قدرتِ حق کا تماشا دیکھو کہ جب حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایران فتح ہوا اور کسریٰ کا خزانہ غنیمت میں مسلمانوں کے ہاتھ آیا تو کسریٰ کے کنگن بھی غنیمت کے مال کے ساتھ مدینہ میں آئے۔ حضرت عمرؓ نے سراقہ کو بلایا جو فتح مکہ کے بعد مسلمان ہو چکا تھا اور اپنے سامنے اس کے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن جو بیش قیمت جواہرات سے لدے ہوئے تھے پہنائے۔"[173]

حضرت مصلح موعودؓ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں کہ

"انہوں نے "یعنی مکہ والوں نے "اعلان کر دیا کہ جو کوئی محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) یا ابو بکرؓ کو زندہ یا مردہ واپس لے آئے گا اس کو سو اونٹنی انعام دی جائے گی اور اس اعلان کی خبر مکہ کے اِرد گرد کے قبائل کو بھجوا دی گئی۔ چنانچہ" اس وقت "سراقہ بن مالک ایک بدوی رئیس اس انعام کے لالچ میں آپؐ کے پیچھے روانہ ہوا۔ تلاش کرتے کرتے اس نے مدینہ کی سڑک پر آپ کو جا لیا۔ جب اس نے دو اونٹنیوں اور ان کے سواروں کو دیکھا اور سمجھ لیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھی ہیں تو اس نے اپنا گھوڑا ان کے پیچھے دوڑا دیا۔"

پھر آپؓ نے وہ سارا واقعہ بیان کیا ہے جو سراقہ کے گھوڑے کا ٹھوکر کھا کر گرنے کا اور فال نکالنے کا تھا۔ پھر آپ کہتے ہیں۔ سراقہ کہتا ہے کہ "... رسول کریم ﷺ وقار کے ساتھ اپنی اونٹنی پر سوار چلے جا رہے تھے۔ انہوں نے مڑ کر مجھے نہیں دیکھا لیکن ابو بکرؓ (اِس ڈر سے کہ رسول کریم ﷺ کو کوئی گزند نہ پہنچے) بار بار منہ پھیر کر مجھے دیکھتے تھے۔"

اس تعاقب کے واقعہ کی تفصیل بیان کرنے کے بعد حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ "... جب سراقہ لوٹنے لگا تو معاً اللہ تعالیٰ نے سراقہ کے آئندہ حالات آپؐ پر غیب سے ظاہر فرما دیئے اور ان کے مطابق آپؐ نے اسے فرمایا۔ سراقہ! اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن ہوں گے۔ سراقہ نے حیران ہو کر پوچھا کسریٰ بن ہُرمز شہنشاہِ ایران کے کنگن؟ آپؐ نے فرمایا ہاں! آپؐ کی یہ پیشگوئی کوئی سولہ سترہ سال کے بعد جا کر لفظ بلفظ پوری ہوئی۔ سراقہ مسلمان ہو کر مدینہ آگیا۔

رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد پہلے حضرت ابو بکرؓ پھر حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے۔ اسلام کی بڑھتی ہوئی شان کو دیکھ کر ایرانیوں نے مسلمانوں پر حملے شروع کر دیئے اور بجائے اسلام کو کچلنے کے خود اسلام کے مقابلہ میں کچلے گئے۔ کسریٰ کا دارالامارۃ اسلامی فوجوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال ہوا اور ایران کے خزانے مسلمانوں کے قبضہ میں آئے۔ جو مال اس ایرانی حکومت کا اسلامی فوجوں کے قبضہ میں آیا اس میں وہ کڑے بھی تھے جو کسریٰ ایرانی دستور کے مطابق تخت پر بیٹھتے وقت پہنا کرتا تھا۔ سراقہ مسلمان ہونے کے بعد اپنے اِس واقعہ کو جو رسول کریم ﷺ کی ہجرت کے وقت اسے پیش آیا مسلمانوں کو نہایت فخر کے ساتھ سنایا کرتا تھا اور مسلمان اِس بات سے آگاہ تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ سراقہ! اس وقت تیرا کیا حال ہو گا جب تیرے ہاتھ میں کسریٰ کے کنگن ہوں گے۔ حضرت عمرؓ کے سامنے جب اموالِ غنیمت لا کر رکھے گئے اور ان میں انہوں نے کسریٰ کے کنگن دیکھے تو سب نقشہ آپ کی آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ وہ کمزوری اور ضعف کا وقت جب خدا کے رسول کو اپنا وطن چھوڑ کر مدینہ آنا پڑا تھا۔ وہ سراقہ اور دوسرے آدمیوں کا آپؐ کے پیچھے اِس لئے گھوڑے دوڑانا کہ آپ کو مار کر یا زندہ کسی صورت میں بھی مکہ والوں تک پہنچا دیں تو وہ سو اونٹوں کے مالک ہو جائیں گے اور اس وقت آپؐ کا سراقہ سے کہنا۔ سراقہ اس وقت تیرا کیا حال ہو گا جب تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن ہوں گے۔ کتنی بڑی پیشگوئی تھی۔ کتنا مصفّٰی غیب تھا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے سامنے کسریٰ کے کنگن دیکھے تو خدا کی قدرت ان کی آنکھوں کے سامنے پھر گئی۔ انہوں نے کہا سراقہ کو بلاؤ۔ سراقہ بلائے گئے تو حضرت عمرؓ نے انہیں حکم دیا کہ وہ کسریٰ کے کنگن اپنے ہاتھوں میں پہنیں۔ سراقہ نے کہا اے خدا کے رسول کے خلیفہ! سونا پہننا تو مسلمانوں کے لئے منع ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ہاں منع ہے مگر ان موقعوں کے لئے نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو تمہارے ہاتھ میں سونے کے کنگن دکھائے تھے یا تو تم یہ کنگن پہنو گے یا میں تمہیں سزا دوں گا۔ سراقہ کا اعتراض تو محض شریعت کے مسئلہ کی وجہ سے تھا ورنہ وہ خود بھی رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئی کو پورا ہوتے دیکھنے کا خواہش مند تھا۔ **سراقہ نے وہ کنگن اپنے ہاتھ میں پہن لئے اور مسلمانوں نے اس عظیم الشان پیشگوئی کو پورا ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔**"[174]

پھر ذکر آتا ہے کہ واپسی پر ایک قافلے نے جو قریش نے ہی آپ کی تلاش میں بھیجا تھا سراقہ سے آپؐ کے قافلے کے متعلق پوچھا لیکن سراقہ نے نہ صرف یہ کہ آپ ﷺ کے قافلے کے بارے میں کچھ نہیں بتایا بلکہ اس طرح کی گفتگو کی کہ تعاقب کرنے والے واپس لَوٹ گئے۔[175]

ام معبد کی روایت

اس سفر ہجرت میں اُمّ مَعْبَد کا ایک واقعہ ہے جس کا ذکر ملتا ہے۔ ہجرت کے اس سفر کے دوران ایک خیمے کے پاس سے گزرتے ہوئے زادِ راہ کی طلب میں نبی کریم ﷺ کا یہ قافلہ رکا۔ یہ اُمّ مَعْبَد کا

خیمہ تھا۔ اُمّ مَعْبَد کا نام عَاتِکہ بنت خالد تھا۔ ان کا تعلق خُزاعہ کی شاخ بنو کعب سے تھا۔ یہ حضرت حُبَیْش بن خالد کی ہمشیرہ تھیں جنہیں صحابی ہونے اور روایت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ اُمّ مَعْبَد کے خاوند کا نام ابو معبد تھا۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے بھی رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں وفات پائی۔ ابو مَعْبَد کا نام معلوم نہیں۔ اُمّ مَعْبَد کا خیمہ قُدَیْد مقام پر تھا۔ قُدَیْد مکہ کے قریب ایک قصبہ کا نام ہے جو رَابِغ سے چند میل کے فاصلے پر جنوب میں واقع تھا۔ یہیں پر مشہور بت مَنَاۃ نصب تھا۔ اہلِ مدینہ اس کی پرستش کیا کرتے تھے۔[176]

اُمّ مَعْبَد ایک بہادر اور مضبوط خاتون تھیں۔ وہ اپنے خیمے کے صحن میں بیٹھی رہتیں اور وہاں سے گزرنے والوں کو کھلاتی پلاتیں۔ آپؐ اور آپ کے ساتھیوں نے اس سے گوشت اور کھجوروں کے متعلق پوچھا تاکہ یہ اس سے خرید سکیں لیکن اس کے پاس ان میں سے کوئی چیز نہ تھی۔ اس وقت اُمّ مَعْبَد کی قوم محتاج اور قحط زدہ تھی۔ اُمّ مَعْبَد نے کہا اگر ہمارے پاس کچھ ہوتا تو ہم تم لوگوں سے اسے دور نہ رکھتے۔ رسول اللہ ﷺ کو خیمے کے ایک کونے میں بکری نظر آئی تو آپؐ نے پوچھا اے اُمّ مَعْبَد! یہ بکری کیسی ہے؟ اس نے عرض کیا کہ یہ ایک ایسی بکری ہے کہ جسے کمزوری نے ریوڑ سے پیچھے رکھا ہوا ہے۔ یعنی اس میں اتنی طاقت بھی نہیں ہے کہ ریوڑ کے ساتھ باہر چرنے جاسکے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا اس میں دودھ ہے؟ اس نے کہا: یہ اس سے کہیں زیادہ کمزور ہے۔ یہ تو ممکن ہی نہیں کہ اس میں دودھ ہو۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا تم مجھے اجازت دیتی ہو کہ میں اس کا دودھ دوہ لوں؟ اس نے کہا کہ اگر آپ کو اس میں دودھ دکھائی دے رہا ہے تو ضرور دوہ لیں مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

اس پر رسول اللہ ﷺ نے وہ بکری منگوائی اور اس کے تھن پر ہاتھ پھیرا اور اللہ عزّوجلّ کا نام لیا اور اُمّ مَعْبَد کے لیے اس کی بکری میں برکت کی دعا کی۔ بکری آپ کے سامنے آرام سے کھڑی ہوگئی اور اس نے خوب دودھ اتارا اور جگالی شروع کر دی۔ پھر آپؐ نے ان سے ایک برتن منگوایا جو ایک جماعت کو سیر کر سکتا تھا۔ اس میں اتنا دودھ دوہا کہ جھاگ اس کے اوپر تک آگئی۔ پھر اُمّ مَعْبَد کو پلایا یہاں تک کہ وہ سیر ہو گئیں۔ پھر آپؐ نے اپنے ساتھیوں کو پلایا یہاں تک کہ وہ بھی سیر ہو گئے۔ ان سب کے آخر میں آپؐ نے خود نوش کیا اور فرمایا: قوم کو پلانے والا آخر میں پیتا ہے۔ پھر کچھ وقفہ کے بعد آپ نے اس برتن میں دوبارہ دودھ دوہا یہاں تک کہ وہ بھر گیا اور اسے اُمّ مَعْبَد کے پاس چھوڑ دیا۔ پھر آپؐ نے وہ بکری خریدی اور سفر کے لیے نکل پڑے۔[177]

لکھا ہے کہ ایک طرف نبی اکرم ﷺ اور آپؐ کے جاں نثار رفیق سفر حضرت ابو بکرؓ خدائی تائید و نصرت کے ساتھ گویا محافظ فرشتوں کے جلو میں عازم سفر تھے اور دوسری طرف اہل مکہ نے گویا ابھی تک ہار نہیں مانی تھی۔

وہ بھی مسلسل آپ کے تعاقب میں تھے۔ چنانچہ قریش کی طرف سے تعاقب کرنے والی ایک پارٹی

آپ ﷺ کو تلاش کرتے کرتے اُمّ معبد کے خیمے تک بھی آن پہنچی اور یہ لوگ اپنی سواریوں سے اترتے ہی رسول اللہ ﷺ کے بارے میں پوچھنے لگے۔ اُمّ معبد جو تھیں وہ کچھ بھانپ گئیں اور کہنے لگیں کہ تم ایسی بات پوچھ رہے ہو کہ مَیں نے تو کبھی نہیں سنی اور نہ ہی مجھے سمجھ آ رہی ہے کہ تم لوگ کیا چاہتے ہو اور جب ان لوگوں نے اپنے سوال میں کچھ سختی کرنا چاہی تو اس جہاں دیدہ بہادر خاتون نے کہا کہ دیکھو! اگر تم ابھی مجھ سے دُور نہ ہوئے تو مَیں اپنے قبیلے والوں کو آواز دے کر بلا لوں گی۔ وہ اس خاتون کے مقام و مرتبہ کو جانتے تھے۔ لہٰذا عافیت اسی میں جانی کہ واپس لَوٹ جائیں۔[178]

حضرت زبیر بن العوامؓ کا سفر ہجرت میں ملنا

رسول اللہ ﷺ ابھی راستے میں تھے کہ انہیں حضرت زبیرؓ ملے جو مسلمانوں کے ایک قافلے کے ساتھ شام سے تجارت کر کے واپس آ رہے تھے۔ حضرت زبیرؓ نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کو سفید کپڑے پہنائے۔[179]

اس ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یوں لکھا ہے کہ ”راستہ میں زبیر بن العوامؓ سے ملاقات ہو گئی جو شام سے تجارت کر کے مسلمانوں کے ایک چھوٹے سے قافلے کے ساتھ مکہ کو واپس جا رہے تھے۔ زبیر نے ایک جوڑا سفید کپڑوں کا آنحضرت ﷺ کو اور ایک حضرت ابو بکرؓ کی نذر کیا اور کہا مَیں بھی مکہ سے ہو کر بہت جلد آپؐ سے مدینہ میں آ ملوں گا۔“[180]

پھر بخاری کی ایک روایت ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ راہ گزرتے ہوئے کئی دوسرے قافلے والے جو کہ حضرت ابو بکرؓ کو ان کے اکثر تجارتی سفروں کی وجہ سے انہی جگہوں پر دیکھ چکے تھے پوچھتے کہ آپؓ کے ساتھ یہ کون ہے؟ تو آپؓ کہہ دیتے کہ یہ مجھے راستہ دکھانے والے ہیں۔ ھٰذَا الرَّجُلُ یَھْدِیْنِی السَّبِیْلَ۔ یہ شخص مجھے راستے کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔ لوگ سمجھتے یہ گائیڈ ہیں اور حضرت ابو بکرؓ کی مراد راہ ہدایت سے ہوتی۔[181]

اس بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس طرح لکھا ہے کہ ”چونکہ حضرت ابو بکرؓ بوجہ تجارت پیشہ ہونے کے اس راستہ سے بارہا آتے جاتے رہتے تھے اس لئے اکثر لوگ ان کو پہچانتے تھے مگر آنحضرت ﷺ کو نہیں پہچانتے تھے۔ لہٰذا وہ ابو بکرؓ سے پوچھتے تھے کہ یہ تمہارے آگے آگے کون ہے۔ حضرت ابو بکرؓ فرماتے۔ ھٰذَا یَھْدِیْنِی السَّبِیْلَ۔ یہ میرا ہادی ہے۔ وہ سمجھتے تھے کہ شاید یہ کوئی دلیل یعنی گائیڈ ہے جو راستہ دکھانے کے لئے حضرت ابو بکرؓ نے ساتھ لے لیا ہے۔ مگر حضرت ابو بکرؓ کا مطلب کچھ اَور ہوتا تھا۔“[182]

قبا میں قیام

منزلِ مقصود تک پہنچنے کے بارے میں لکھا ہے کہ آٹھ دن سفر کرتے ہوئے خدائی نصرتوں کے ساتھ آخر کار پیر کے دن آپؐ مدینہ کے راستے قُبا پہنچ گئے۔ حدیث میں ہے کہ **پیر کے دن آپؐ پیدا**

ہوئے۔ پیر کے دن مکہ سے نکلے اور پیر کے دن مدینہ پہنچے اور پیر کے دن آپؐ کی وفات ہوئی۔[183]

قُبا ایک کنویں کا نام تھا جس کی نسبت سے بستی کا نام بھی قُبا مشہور ہو گیا جہاں انصار کے قبیلہ بنو عمرو بن عوف کے لوگ آباد تھے۔ یہ بستی مدینہ سے دو میل کے فاصلے پر تھی۔[184]

بعض کے نزدیک قُبا کا فاصلہ مدینہ سے تین میل تھا۔ اس کو عالیہ بھی کہتے ہیں۔[185]

مدینہ میں مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کی مکہ سے روانگی کا سن لیا تھا۔ وہ ہر صبح حَرَّہ تک جایا کرتے تھے اور آپؐ کا انتظار کرتے۔

مدینہ دو حَرّوں کے درمیان ہے۔ حَرَّہ سیاہ پتھریلی زمین کو کہتے ہیں۔ مدینہ کی مشرق کی جانب حَرَّۃ وَاقِم ہے جس کو حَرَّۃ بنو قُرَیظہ بھی کہتے ہیں اور دوسرا حَرَّۃُ الْوَبْرَۃ ہے جو مدینہ کے مغرب میں تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہاں تک کہ دوپہر کی گرمی انہیں لَوٹا دیتی۔ صبح جاتے، انتظار کرتے اور دوپہر کو واپس آ جاتے۔ ایک دن مدینہ والے وہ لوگ کافی دیر انتظار کے بعد لَوٹے۔ پھر جب وہ اپنے گھروں میں پہنچے تو ایک یہودی شخص اپنے قلعوں میں سے ایک قلعہ پر کسی کام کے لیے چڑھا تا کہ وہ اس کو دیکھے تو اس نے رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے ساتھیوں کو دیکھ لیا جو سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ سراب ان سے ہٹ رہا تھا۔ یہودی اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا اور اس نے اپنی بلند آواز سے کہا۔ اے عرب کے لوگو! یہ تمہارے وہ سردار ہیں جن کا تم انتظار کر رہے ہو تو مسلمان ہتھیاروں کی طرف لپکے اور حَرَّہ کے میدان میں رسول اللہ ﷺ سے جا ملے۔ آپ ﷺ ان سمیت داہنی طرف مڑے یہاں تک کہ آپ بنو عمرو بن عوف کے محلے میں ان کے ساتھ اترے اور یہ سوموار کا دن تھا اور ربیع الاوّل کا مہینہ۔ حضرت ابو بکر لوگوں کے لیے کھڑے ہوئے اور رسول اللہ ﷺ خاموش تشریف فرما تھے اور انصار میں سے وہ لوگ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھا تھا، آئے اور حضرت ابو بکرؓ کو سلام کرنے لگے۔ یہاں تک کہ دھوپ رسول اللہ ﷺ پر پڑنے لگی۔

حضرت ابو بکرؓ آگے بڑھے اور انہوں نے آپ ﷺ پر اپنی چادر سے سایہ کیا۔ اس وقت لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو پہچان لیا اور رسول اللہ ﷺ بنو عمرو بن عوف کے محلے میں دس سے زائد راتیں یا بخاری کی ایک روایت کے مطابق چودہ راتیں ٹھہرے اور اس مسجد کی بنیاد رکھی جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی اور اس میں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی۔[186]

بخاری کی اس روایت کے مطابق رسول کریم ﷺ نے دس سے زائد راتیں قُبا میں قیام فرمایا۔

ایک روایت کے مطابق رسول کریم ﷺ نے بنو عَمرو بن عوف یعنی قُبا میں سوموار، منگل، بدھ اور جمعرات، چار دن قیام فرمایا اور جمعہ کو مدینہ کی طرف نکلے۔ ایک اور روایت میں ذکر ہے کہ آپؐ نے بائیس راتیں قیام فرمایا۔[187]

حضرت مصلح موعودؓ رسول کریم ﷺ کی قُبا میں آمد کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "سراقہ کو

رخصت کرنے کے بعد چند منزلیں طے کر کے رسول کریم ﷺ مدینہ پہنچ گئے۔ مدینہ کے لوگ بے صبری سے آپ کا انتظار کر رہے تھے اور اِس سے زیادہ ان کی خوش قسمتی اَور کیا ہو سکتی تھی کہ وہ سورج جو مکہ کے لئے نکلا تھا مدینہ کے لوگوں پر جا طلوع ہوا۔ جب انہیں یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ مکہ سے غائب ہیں۔" یعنی مدینہ والوں کو "تو وہ اسی دن سے آپ کا انتظار کر رہے تھے۔ ان کے وفد روزانہ مدینہ سے باہر کئی میل تک آپ کی تلاش کے لئے نکلتے تھے اور شام کو مایوس ہو کر واپس آجاتے تھے۔ جب آپ مدینہ کے پاس پہنچے تو آپ نے فیصلہ کیا کہ پہلے آپؐ قُبا میں جو مدینہ کے پاس ایک گاؤں تھا ٹھہریں۔ ایک یہودی نے آپ کی اونٹنیوں کو آتے دیکھا تو سمجھ گیا کہ یہ قافلہ محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ وہ ایک ٹیلے پر چڑھ گیا اور اس نے آواز دی۔ اے قَیْلَہ کی اولاد! (قَیْلَہ مدینہ والوں کی ایک دادی تھی)" سو قَیْلَہ کی اولاد کے نام سے بھی وہاں کے لوگوں کو پکارا جاتا تھا۔ "تم جس کے انتظار میں تھے آگیا ہے۔ اِس آواز کے پہنچتے ہی مدینہ کا ہر شخص قُبا کی طرف دوڑ پڑا۔ قُبا کے باشندے اِس خیال سے کہ خدا کا نبی ان میں ٹھہرنے کے لئے آیا ہے خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے۔ اِس موقع پر ایک ایسی بات ہوئی جو رسول اللہ ﷺ کی سادگی کے کمال پر دلالت کرتی تھی۔ مدینہ کے اکثر لوگ آپ کی شکل سے واقف نہیں تھے۔ جب قُبا سے باہر آپ ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے اور لوگ بھاگتے ہوئے مدینہ سے آپ کی طرف آرہے تھے تو چونکہ رسول اللہ ﷺ بہت زیادہ سادگی سے بیٹھے ہوئے تھے ان میں سے ناواقف لوگ حضرت ابو بکرؓ کو دیکھ کر جو عمر میں گو چھوٹے تھے مگر ان کی داڑھی میں کچھ سفید بال آئے ہوئے تھے اور اسی طرح ان کا لباس رسول اللہ ﷺ سے کچھ بہتر تھا، یہی سمجھتے تھے کہ ابو بکرؓ رسول اللہ ﷺ ہیں اور بڑے ادب سے آپ کی طرف منہ کر کے بیٹھ جاتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے جب یہ بات دیکھی تو سمجھ لیا کہ لوگوں کو غلطی لگ رہی ہے۔ وہ جھٹ چادر پھیلا کر سورج کے سامنے کھڑے ہوگئے اور کہا یا رسول اللہؐ! آپ پر دھوپ پڑ رہی ہے میں آپ پر سایہ کرتا ہوں اور اِس لطیف طریق سے انہوں نے لوگوں پر ان کی غلطی کو ظاہر کر دیا۔"[188]

اس واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ بخاری کا ایک حوالہ درج فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ "بخاری میں بَرَاء بن عَازِب کی روایت ہے کہ جو خوشی انصار کو آنحضرت ﷺ کے مدینہ تشریف لانے کے وقت پہنچی تھی ویسی خوشی کی حالت میں مَیں نے انہیں کبھی کسی اَور موقع پر نہیں دیکھا۔ ترمذی اور ابن ماجہ نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ تشریف لائے تو ہم نے یوں محسوس کیا کہ ہمارے لیے مدینہ روشن ہو گیا اور جب آپؐ فوت ہوئے تو اس دن سے زیادہ تاریک ہمیں مدینہ کا شہر کبھی نظر نہیں آیا۔

استقبال کرنے والوں کی ملاقات کے بعد آنحضرت ﷺ کسی خیال کے ماتحت جس کا ذکر تاریخ میں نہیں آیا سیدھے شہر کے اندر داخل نہیں ہوئے بلکہ دائیں طرف ہٹ کر مدینہ کی بالائی آبادی میں جو

اصل شہر سے دو اڑھائی میل کے فاصلہ پر تھی اور جس کا نام قُبا تھا تشریف لے گئے۔ اس جگہ انصار کے بعض خاندان آباد تھے جن میں زیادہ ممتاز عَمرو بن عوف کا خاندان تھا اور اس زمانہ میں اس خاندان کے رئیس کلثوم بن الہِدْم تھے۔ قُبا کے انصار نے آپ کا نہایت پر تپاک استقبال کیا اور آپ کلثوم بن الہدم کے مکان پر فروکش ہو گئے۔ وہ مہاجرین جو آپؐ سے پہلے مدینہ پہنچ گئے ہوئے تھے وہ بھی اس وقت تک زیادہ تر قُبا میں کلثوم بن الہِدْم اور دوسرے معززین انصار کے پاس مقیم تھے اور شاید یہی وجہ تھی کہ آپؐ نے سب سے پہلے قُبا میں قیام کرنا پسند فرمایا۔ ایک آن کی آن میں سارے مدینہ میں آپؐ کی آمد کی خبر پھیل گئی اور تمام مسلمان جوشِ مسرت میں بیتاب ہو کر جوق در جوق آپؐ کی فرود گاہ پر جمع ہونے شروع ہو گئے۔"[189]

مسجد قبا کی تعمیر

مسجد قُبا کی تعمیر کے بارے میں آتا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے قُبا میں قیام کے دوران ایک مسجد کی بنیاد بھی رکھی جسے مسجد قُبا کہا جاتا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ بنو عَمرو بن عوف کے محلے میں دس سے زائد راتیں ٹھہرے اور اس مسجد کی بنیاد رکھی جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی اور اس میں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی۔[190]

روایت میں ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو عمرو بن عوف کے لیے مسجد کی بنیاد رکھی۔ جب آپ ﷺ نے اس کی بنیاد رکھی تو سب سے پہلے آپؐ نے قبلے کی سمت ایک پتھر رکھا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے ایک پتھر لا کر رکھا۔ پھر حضرت عمرؓ ایک پتھر لے کر آئے اور حضرت ابو بکرؓ کے پتھر کے ساتھ رکھ دیا۔ پھر تمام لوگ تعمیر میں مصروف ہو گئے۔ جب مسجد قُبا کی تعمیر ہو رہی تھی تو نبی کریم ﷺ ایک پتھر لاتے جسے آپؐ نے اپنے پیٹ کے ساتھ لگایا ہوا ہوتا۔ بڑا بھاری پتھر ہوتا۔ پھر آپؐ اس پتھر کو رکھتے۔ کوئی شخص آتا اور چاہتا کہ اس پتھر کو اٹھائے مگر وہ اٹھا نہ سکتا۔ اس پر آپؐ اسے حکم دیتے کہ اسے چھوڑ دو اور کوئی اَور پتھر لے آؤ۔[191]

مسجد قُبا کے متعلق آتا ہے کہ یہی وہ مسجد ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تھی مگر بعض روایات میں مسجد نبوی کو وہ مسجد قرار دیا گیا ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تھی۔ سیرتِ حلبیہ میں ذکر ہے کہ ان دونوں اقوال میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ ان دونوں مساجد میں سے ہر ایک کی بنیاد تقویٰ پر ہی رکھی گئی۔ اس بات کی تائید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ اس روایت کے مطابق ان کی رائے تھی کہ مدینہ کی تمام مساجد جس میں قُبا کی مسجد بھی شامل ہے اس کی بنیاد تقویٰ پر ہی رکھی گئی ہے لیکن جس کے متعلق آیت نازل ہوئی تھی وہ مسجد قُبا ہی ہے۔[192]

قبا سے مدینہ

دس دن یا چودہ دن قیام کے بعد جمعہ کے دن نبی کریم ﷺ قُبا سے مدینہ کے لیے روانہ ہوئے۔

راستے میں جب بنو سَالِم بن عوف کی آبادی میں پہنچے تو جمعہ کا وقت ہو گیا۔ آپ ﷺ نے مسلمانوں کے ہمراہ وادیٔ رَانُوْنَاء کی مسجد میں نماز جمعہ ادا کی اور ان کی تعداد ایک سو تھی۔ وادیٔ رَانُوْنَاء مدینہ کے جنوب میں واقع ہے۔ جب آپؐ نے اس مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کی تو اس وقت سے اس مسجد کو مسجد الجمعہ کہا جانے لگا۔ **یہ پہلا جمعہ تھا جو آپ نے مدینہ میں پڑھا تھا۔**[193]

ہو سکتا ہے یہ مسجد بعد میں وہاں بنائی گئی ہو۔ اس جگہ جمعہ پڑھنے کی وجہ سے اس کا نام رکھا گیا ہو۔ پھر ذکر آتا ہے کہ نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد رسول اللہ ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اس وقت آپ نے حضرت ابو بکرؓ کو پیچھے بٹھایا ہوا تھا۔[194]

انعام کے لالچ میں بہت سے لوگوں نے آپؐ کا پیچھا کرنے کی کوشش کی۔

ایک واقعہ کتب تاریخ میں یوں بیان ہوا ہے۔ بُرَیْدَہ بن حُصَیب بیان کرتے ہیں کہ جب قریش نے اس کے لیے سو اونٹوں کا انعام مقرر کیا جو نبی کریم ﷺ کا ارادہ کرے یعنی آپ کو زندہ یا مُردہ پکڑ کے لائے تو مجھے بھی لالچ نے آمادہ کیا تو میں بنوسَھْم کے ستر لوگوں کے ساتھ سوار ہو کر نکلا اور آپؐ کو ملا۔ آپؐ نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ مَیں نے کہا کہ بُرَیْدَہ۔ اس پر آپ ﷺ حضرت ابو بکرؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے ابو بکر! ہمارا معاملہ ٹھنڈا اور درست ہو گیا۔ پھر آپؐ نے پوچھا تم کس قبیلہ سے ہو؟ مَیں نے کہا قبیلہ اسلم سے۔ آپؐ نے فرمایا سلامتی میں رہے۔ پھر پوچھا کس کی اولاد سے؟ مَیں نے کہا بنو سَہْم کی۔ آپؐ نے فرمایا اے ابو بکر تمہارا اَسَھْم یعنی تمہارا نصیبہ نکل آیا۔ پھر بُرَیْدَہ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ آپؐ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مَیں محمد بن عبد اللہ، اللہ کا رسول ہوں۔ اس پر بُرَیْدَہ نے کہا کہ مَیں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ پھر بُرَیْدَہ نے اسلام قبول کر لیا اور سب لوگوں نے بھی جو اس کے ساتھ تھے۔ بُرَیدَہ نے کہا: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ بنو سَہْم نے دلی خوشی سے بغیر کسی جبر کے اسلام قبول کیا۔ جب صبح ہوئی تو بُرَیْدَہ نے کہا یا رسول اللہؐ! مدینہ میں آپؐ کا داخلہ ایک جھنڈے کے ساتھ ہونا چاہیے۔

پھر اس نے اپنا عمامہ سر سے اتارا اور اسے اپنے نیزے پر باندھ دیا اور آپؐ کے آگے آگے چلنے لگا یہاں تک کہ مسلمان مدینہ میں داخل ہو گئے۔[195]

حضرت ابو ایوبؓ کے گھر میں قیام

صحیح بخاری میں رسول کریم ﷺ کی مدینہ آمد کے متعلق حضرت انس بن مالکؓ کی روایت اس طرح ہے کہ نبی کریم ﷺ مدینہ آئے اور مدینہ کے اوپر کے حصہ میں ایک قبیلہ میں جنہیں بنو عَمرو بن عوف کہا جاتا تھا اترے۔ نبی ﷺ ان میں چودہ راتیں ٹھہرے۔ پھر بنو نَجّار کو بلا بھیجا۔ وہ تلواریں پہنے ہوئے آئے اور یہ واقعہ مجھے ایسا یاد ہے گویا میں نبی ﷺ کو اب بھی اپنی سواری پر سوار دیکھ رہا ہوں اور

حضرت ابو بکرؓ آپؐ کے پیچھے سوار تھے اور بنونجّار کا جتھہ آپؐ کے ارد گرد تھا۔ آخر آپؐ نے حضرت ابوایوبؓ کے صحن میں ڈیرہ ڈالا۔[196]

اس کا احوال بیان کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ ”قباؐمیں زائد از دس دن قیام کے بعد جمعہ کے روز آنحضرت ﷺ مدینہ کے اندرونی حصہ کی طرف روانہ ہوئے۔ انصار و مہاجرین کی ایک بڑی جماعت آپؐ کے ساتھ تھی۔ آپؐ ایک اونٹنی پر سوار تھے اور حضرت ابو بکرؓ آپؐ کے پیچھے تھے۔ یہ قافلہ آہستہ آہستہ شہر کی طرف بڑھنا شروع ہوا۔ راستہ میں ہی نماز جمعہ کا وقت آگیا اور آنحضرت ﷺ نے بنو سَالِم بن عَوف کے محلہ میں ٹھہر کر صحابہ کے سامنے خطبہ دیا اور جمعہ کی نماز ادا کی۔ مورخین لکھتے ہیں کہ گو اس سے پہلے جمعہ کا آغاز ہو چکا تھا مگر یہ پہلا جمعہ تھا جو آپؐ نے خود ادا کیا۔ اور اس کے بعد سے جمعہ کی نماز کا طریق باقاعدہ جاری ہو گیا۔“(تو یہاں سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مسجد جو تھی وہ بعد میں بنائی گئی)۔

”جمعہ سے فارغ ہو کر آپؐ کا قافلہ پھر آہستہ آہستہ آگے روانہ ہوا۔ راستہ میں آپؐ مسلمانوں کے گھروں کے پاس سے گزرتے تھے تو وہ جوش محبت میں بڑھ بڑھ کر عرض کرتے تھے یارسول اللہؐ! یہ ہمارا گھر، یہ ہمارا مال و جان حاضر ہے اور ہمارے پاس حفاظت کا سامان بھی ہے۔ آپؐ ہمارے پاس تشریف فرما ہوں۔ آپؐ ان کے لئے دعائے خیر فرماتے اورآہستہ آہستہ شہر کی طرف بڑھتے جاتے تھے۔ مسلمان عورتوں اور لڑکیوں نے خوشی کے جوش میں اپنے گھروں کی چھتوں پر چڑھ چڑھ کر گانا شروع کیا۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاع

وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعٰى لِلّٰهِ دَاع

یعنی آج ہم پر کوہِ وَدَاع کی گھاٹیوں سے چودھویں کے چاند نے طلوع کیا ہے۔ اس لیے اب ہم پر ہمیشہ کے لئے خدا کا شکر واجب ہو گیا ہے۔ مسلمانوں کے بچے مدینہ کی گلی کوچوں میں گاتے پھرتے تھے کہ محمد ﷺ آگئے۔ خدا کے رسولؐ آگئے۔ اور مدینہ کے حبشی غلام آپؐ کی تشریف آوری کی خوشی میں تلوار کے کرتب دکھاتے پھرتے تھے۔ جب آپؐ شہر کے اندر داخل ہوئے تو ہر شخص کی یہ خواہش تھی کہ آپؐ اس کے پاس قیام فرمائیں اور ہر شخص بڑھ بڑھ کر اپنی خدمت پیش کرتا تھا۔ آپؐ سب کے ساتھ محبت کا کلام فرماتے اور آگے بڑھتے جاتے تھے حتّٰی کہ آپؐ کی ناقہ بنو نجّار کے محلہ میں پہنچی۔ اس جگہ بنو نجار کے لوگ ہتھیاروں سے سجے ہوئے صف بند ہو کر آپؐ کے استقبال کے لئے کھڑے تھے اور قبیلہ کی لڑکیاں دفیں بجا بجا کر یہ شعر گا رہی تھیں۔

نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِي نَجَّارِ يَا حَبَّذَا مُحَمَّدًا مِنْ جَارِ

یعنی ہم قبیلہ بنو نجار کی لڑکیاں ہیں اور ہم کیا ہی خوش قسمت ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ ہمارے محلہ میں ٹھہرنے کے لئے تشریف لائے ہیں۔“[197]

نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کے اہل و عیال کا مدینہ تشریف لانا

آنحضرت ﷺ کے اپنے اور حضرت ابو بکرؓ کے اہل و عیال کو مدینہ بلانے کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "کچھ عرصہ کے بعد آپ نے اپنے آزاد کردہ غلام" یعنی مدینہ آنے کے کچھ عرصہ بعد "زیدؓ کو مکہ میں بھجوایا کہ وہ آپؐ کے اہل و عیال کو لے آئے۔ چونکہ مکہ والے اِس اچانک ہجرت کی وجہ سے کچھ گھبرا گئے تھے اِس لئے کچھ عرصہ تک مظالم کا سلسلہ بند رہا اور اسی گھبراہٹ کی وجہ سے وہ رسول کریم ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کے خاندان کے مکہ چھوڑنے میں مزاحم نہیں ہوئے اور یہ لوگ خیریت سے مدینہ پہنچ گئے۔ اِس عرصہ میں جو زمین رسول اللہ ﷺ نے خریدی تھی سب سے پہلے وہاں آپؐ نے مسجد کی بنیاد رکھی اور اس کے بعد اپنے لئے اور اپنے ساتھیوں کے لئے مکان بنوائے۔"[198]

حضرت ابو بکرؓ کا مدینہ میں قیام

مدینہ ہجرت کے بعد حضرت ابو بکر صدیق سُنْح میں حضرت خُبَیب بن اِسَاف کے ہاں ٹھہرے۔

سُنْح مدینہ کے مضافات میں ایک جگہ ہے جو مسجد نبویؐ سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر تھی۔

حضرت خُبیبؓ کا تعلق بنو حارِث بن خَزْرَج سے تھا۔ ایک قول کے مطابق حضرت ابو بکرؓ کی رہائش حضرت خَارِجَہ بن زَید کے ہاں تھی۔[199]

بعض روایات کے مطابق حضرت ابو بکرؓ نے سُنْح میں ہی اپنا مکان اور کپڑا بنانے کا کارخانہ بنا لیا تھا۔[200] اس سے کاروبار کیا۔[201]

مسجد نبوی کی تعمیر اور حضرت ابو بکرؓ

مدینہ پہنچنے کے بعد رسول اکرم ﷺ نے سب سے پہلے مسجد کی تعمیر کی طرف توجہ فرمائی۔ چنانچہ اس بارے میں سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس طرح لکھا ہے کہ:

مدینہ کے قیام کا سب سے پہلا کام مسجد نبوی کی تعمیر تھا۔ جس جگہ آپؐ کی اونٹنی آکر بیٹھی تھی وہ مدینہ کے دو مسلمان بچوں سہل اور سہیل کی ملکیت تھی جو حضرت اَسعد بن زُرارہؓ کی نگرانی میں رہتے تھے۔ یہ ایک افتادہ جگہ تھی جس کے ایک حصہ میں کہیں کہیں کھجوروں کے درخت تھے اور دوسرے حصہ میں کچھ کھنڈرات وغیرہ تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اسے مسجد اور اپنے حجرات کی تعمیر کے لیے پسند فرمایا اور دس دینار میں (یعنی اس وقت اس زمانے میں اس کی جو قیمت لگی وہ آپ نے یہاں روپوں میں لگائی تھی) بہرحال دس دینار میں زمین خرید لی گئی اور جگہ کو ہموار کر کے اور درختوں کو کاٹ کر مسجد نبوی کی تعمیر شروع ہو گئی۔ آنحضرت ﷺ نے خود دعا مانگتے ہوئے سنگِ بنیاد رکھا اور جیسا کہ قبا کی مسجد میں ہوا تھا صحابہ نے معماروں اور مزدوروں کا کام کیا جس میں کبھی کبھی آنحضرت ﷺ خود بھی شرکت

فرماتے تھے۔[202]

جیسا کہ بیان ہوا ہے کہ مسجد کے لیے اور حجرات کے لیے یہ جو جگہ تھی یہ آنحضرت ﷺ نے دس دینار میں خریدی تھی اور روایات میں آتا ہے کہ **حضرت ابو بکرؓ کے مال سے یہ رقم ادا کی گئی تھی۔**[203]

مسجد کی تعمیر کے بارے میں مزید تفصیل یوں ملتی ہے۔

تعمیر شروع ہونے کے وقت آنحضرت ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے ایک اینٹ رکھی۔ **پھر آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ کو بلایا تو انہوں نے آپؐ کی اینٹ کے ساتھ ایک اینٹ رکھی۔** پھر حضرت عمرؓ کو بلایا جنہوں نے حضرت ابو بکرؓ کی اینٹ کے ساتھ ایک اینٹ رکھی۔ پھر حضرت عثمانؓ آئے انہوں نے حضرت عمرؓ کی اینٹ کے ساتھ ایک اینٹ رکھی۔

ایک اَور روایت میں آتا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مسجد تعمیر کی تو آپؐ نے بنیاد میں ایک پتھر رکھا اور حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا کہ اپنا پتھر میرے پتھر کے ساتھ رکھو۔ پھر آپؐ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا: اپنا پتھر ابو بکرؓ کے پتھر کے ساتھ رکھو۔ پھر حضرت عثمانؓ سے فرمایا: اپنا پتھر عمرؓ کے پتھر کے ساتھ رکھو۔[204]

محرم 7ر ہجری میں جب نبی کریم ﷺ غزوۂ خیبر سے فاتح و کامران لوٹے تو آپؐ نے مسجد نبویؐ کی توسیع اور تعمیر نَو کا ارشاد فرمایا۔ اس دفعہ بھی آپؐ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ مل کر مسجد کی تعمیر میں حصہ لیا۔[205]

عبید اللہ بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں مکانوں کے لیے زمین عطا فرمائی تو **حضرت ابو بکرؓ کے لیے ان کے گھر کی جگہ مسجد کے پاس مقرر فرمائی۔**[206]

حضرت ابو بکرؓ کی مؤاخات

حضرت ابو بکرؓ کی مؤاخات کے بارے میں روایات ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت خارجہ بن زیدؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تھی۔[207]

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے درمیان عقدِ مؤاخات قائم فرمایا۔[208]

حضرت عمرؓ کے ساتھ مؤاخات مکہ میں ہوئی تھی۔

اس کے بارے میں روایت آتی ہے کہ حضرت عمرؓ کے ساتھ جو مؤاخات کی روایت ملتی ہے یہ مؤاخات مکہ میں ہوئی تھی۔ جیسا کہ علامہ ابن عساکر لکھتے ہیں کہ مکہ میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر بن خطابؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپؐ نے وہ مؤاخات منسوخ فرما دی سوائے دو مؤاخات کے۔ وہ دو مؤاخات قائم رہیں جن میں سے ایک آپ کے اور حضرت علیؓ کے درمیان تھی اور دوسری حضرت حمزہؓ اور حضرت زید

بن حارثہؓ کے درمیان تھی۔[209]

مؤاخات دو مرتبہ ہوئی

اس بارے میں تاریخ میں یہ ذکر ملتا ہے کہ مؤاخات دو مرتبہ ہوئی۔ چنانچہ صحیح بخاری کے شارح علامہ قَسْطَلَانِی بیان کرتے ہیں کہ مؤاخات دو مرتبہ ہوئی؛ پہلی مرتبہ ہجرت سے قبل مکہ میں مسلمانوں کے درمیان ہوئی جس میں آپ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے درمیان اور حضرت حمزہؓ اور حضرت زید بن حارثہؓ کے درمیان، حضرت عثمانؓ اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کے درمیان، حضرت زبیرؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے درمیان اور حضرت علیؓ اور اپنے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔

پھر جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو مہاجرین اور انصار کے درمیان حضرت انس بن مالکؓ کے گھر میں مؤاخات قائم فرمائی۔ ابن سعد بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے سو صحابہ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی یعنی پچاس مہاجرین اور پچاس انصار کے درمیان۔[210]

غزوۂ بدر اور حضرت ابو بکرؓ

اس بارے میں ذکر ملتا ہے کہ غزوۂ بدر رمضان 2/ ہجری مطابق مارچ 624ء* میں ہوئی۔[211]

غزوۂ بدر کے لیے روانگی کے وقت صحابہ کے پاس ستر اونٹ تھے اس لیے ایک ایک اونٹ تین تین آدمیوں کے لیے مقرر کیا اور ہر ایک باری باری سوار ہوتا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ ایک اونٹ پر باری باری سوار ہوتے تھے۔[212]

بدر کے لیے جب آنحضرت ﷺ نے روانگی فرمائی تو اس کے ذکر میں آتا ہے کہ رسول کریم ﷺ ابو سفیان کے قافلے کی روک تھام کے لیے مدینہ سے نکلے جو شام کی طرف سے آرہا تھا۔ جب مسلمانوں کا قافلہ ذَفِرَان کی وادی میں پہنچا، یہ مدینہ کے نواح میں صَفْرَاء کے قریب ایک وادی ہے تو آپؐ کو قریش کے بارے میں خبر ملی کہ وہ اپنے تجارتی قافلہ کو بچانے کے لیے نکل پڑے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام سے مشورہ طلب کیا اور ان کو یہ خبر دی کہ مکہ سے ایک لشکر انتہائی تیز رفتاری سے نکل پڑا ہے اس بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ کیا لشکر کے مقابلہ میں تجارتی قافلہ تم کو زیادہ پسند ہے؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ یعنی ایک گروہ نے کہا ہم دشمن کے مقابلہ میں تجارتی قافلے کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔

ایک روایت میں ذکر ملتا ہے کہ ایک گروہ نے کہا کہ آپؐ نے ہم سے جنگ کا ذکر کیوں نہ کیا تا کہ ہم اس کی تیاری کر لیتے۔ ہم تو تجارتی قافلے کے لیے نکلے ہیں۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ انہوں نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! آپ کو تجارتی قافلے کی طرف ہی جانا چاہیے اور آپؐ دشمن کو چھوڑ دیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا۔

حضرت ابو ایوبؓ بیان کرتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کا سبب یہی واقعہ ہے کہ كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۠ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ (الانفال:6) کہ جیسے تیرے رب نے تجھے حق

*وہاں سن 623ء لکھا ہوا ہے جو سہو کتابت معلوم ہوتا ہے۔ مرتب

کے ساتھ تیرے گھر سے نکالا تھا حالانکہ مومنوں میں سے ایک گروہ اسے یقیناً ناپسند کرتا تھا۔

حضرت مقدادؓ کے تاریخی فقرات

اس پر حضرت ابو بکرؓ کھڑے ہو گئے اور گفتگو کی اور بہت عمدہ گفتگو کی۔ پھر حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور گفتگو کی اور بہت عمدہ گفتگو کی۔ پھر حضرت مقدادؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا:

یارسول اللہؐ! جس کا اللہ نے آپؐ کو حکم دیا ہے اسی طرف چلیے۔ ہم آپؐ کے ساتھ ہیں۔ اللہ کی قسم! ہم آپؐ سے یہ نہ کہیں گے جیسا کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ سے کہا تھا کہ فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ(المائدۃ:25) پس جاتُو اور تیرا رب دونوں لڑو ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہم لوگ آپؐ کے ساتھ مل کر قتال کریں گے جب تک ہم میں جان ہے۔ اللہ کی قسم! جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر مبعوث فرمایا ہے اگر آپؐ ہمیں برک الغماد بھی لے کر چلیں تو ہم آپؐ کے ہمراہ تلواروں سے لڑائی کرتے ہوئے چلتے چلے جائیں گے یہاں تک کہ ہم وہاں پہنچ جائیں۔

برک الغماد مکہ سے پانچ رات کی مسافت پر ایک شہر ہے جو سمندر سے متصل ہے۔

بہر حال حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ مبارک کو دیکھا، وہ اس بات پر چمک اٹھا اور آپؐ اس بات پر بہت زیادہ مسرور ہوئے۔[213]

پھر رسول اللہ ﷺ ذَفِرَان سے روانہ ہوئے اور بدر کے قریب پڑاؤ کیا۔ پھر آپ ﷺ اور آپؐ کے اصحاب میں سے ایک شخص سوار ہوا۔

ابن ہشام کے مطابق وہ حضرت ابو بکرؓ تھے۔ ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت ابو بکرؓ کی بجائے حضرت قتادہ بن نُعمانؓ یا حضرت مُعاذ بن جَبَلؓ تھے، یہاں تک کہ آپ ﷺ عرب کے ایک بوڑھے شخص کے پاس رکے اور اس سے قریش کے متعلق اور محمد ﷺ اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں دریافت کیا اور یہ کہ ان کے بارے میں کیا خبر ہے؟[214]

جب میدانِ بدر میں جمع ہو گئے تو وہاں آنحضرت ﷺ کے لیے ایک سائبان بنایا گیا تھا۔ اس کی تیاری کے بارے میں لکھا ہے "سعد بن معاذ رئیس اوس کی تجویز سے صحابہ نے میدان کے ایک حصہ میں آنحضرت ﷺ کے واسطے ایک سائبان سا تیار کر دیا اور سعدؓ نے آنحضرت ﷺ کی سواری سائبان کے پاس باندھ کر عرض کیا کہ یارسول اللہؐ! آپؐ اس سائبان میں تشریف رکھیں اور ہم اللہ کا نام لے کر دشمن کا مقابلہ کرتے ہیں... اور سعدؓ اور بعض دوسرے انصار اس کے گرد پہرہ دینے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ نے اسی سائبان میں رات بسر کی۔" ایک روایت میں ذکر ہے کہ **حضرت ابو بکرؓ سائبان میں ننگی تلوار سونت کر آپؐ کے پاس حفاظت کے لئے کھڑے رہے** "اور آنحضرت ﷺ نے رات بھر خدا کے حضور گریہ وزاری سے دعائیں کیں اور لکھا ہے کہ سارے لشکر میں صرف آپؐ ہی تھے جو رات بھر جاگے۔ باقی سب لوگ باری باری اپنی نیند سو لئے۔"[215]

حضرت ابو بکرؓ کی بہادری۔۔۔ حضرت علیؓ کی گواہی

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی بہادری کے بارے میں حضرت علیؓ سے ایک روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے صحابہ کے ایک گروہ سے پوچھا کہ مجھے لوگوں میں سے سب سے زیادہ بہادر شخص کے متعلق بتاؤ۔ حضرت علیؓ نے پوچھا تو لوگوں نے جواب دیا کہ آپؓ یعنی حضرت علیؓ۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر حضرت ابو بکرؓ ہیں۔ جب بدر کا دن تھا ہم نے رسول اللہ ﷺ کے لیے سائبان تیار کیا۔ پھر ہم نے کہا کہ کون ہے جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے تا کہ آپ ﷺ تک کوئی مشرک نہ پہنچ پائے تو اللہ کی قسم! ہم میں سے کوئی آپ ﷺ کے قریب نہ گیا مگر حضرت ابو بکرؓ تلوار کو سونتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے سر کے پاس کھڑے ہو گئے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کوئی مشرک نہیں پہنچے گا مگر پہلے وہ ابو بکرؓ سے مقابلہ کرے گا۔[216]

اس ضمن میں حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ فرمایا کہ **صحابہؓ میں سب سے زیادہ بہادر اور دلیر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے** اور پھر انہوں نے کہا کہ جنگِ بدر میں جب رسول کریم ﷺ کے لئے ایک علیحدہ چبوترہ بنایا گیا تو اس وقت سوال پیدا ہوا کہ آج رسول کریم ﷺ کی حفاظت کا کام کس کے سپرد کیا جائے۔ اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فوراً ننگی تلوار لے کر کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اس انتہائی خطرہ کے موقع پر نہایت دلیری کے ساتھ آپؐ کی حفاظت کا فرض سر انجام دیا۔"[217]

خیمہ میں نبی اکرم ﷺ کی مقبول دعائیں

حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا اور آپؐ بدر کے دن ایک بڑے خیمے میں تھے کہ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ، اَللّٰهُمَّ إِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ بَعْدَ الْيَوْمِ کہ اے میرے اللہ! مَیں تجھے تیرے ہی عہد اور تیرے ہی وعدے کی قسم دیتا ہوں۔ اے میرے ربّ! اگر تُو ہی مسلمانوں کی تباہی چاہتا ہے تو آج کے بعد تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔ **اتنے میں حضرت ابو بکرؓ نے آپؐ کا ہاتھ پکڑ لیا اور انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ! بس کیجیے۔** آپؐ نے اپنے ربّ سے دعا مانگنے میں بہت اصرار کر لیا ہے اور آپ زرہ پہنے ہوئے تھے۔ آپؐ خیمہ سے نکلے اور آپؐ یہ پڑھ رہے تھے: سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ يُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَ السَّاعَةُ اَدْهٰى وَ اَمَرُّ (القمر:46-47) عنقریب یہ سب کے سب شکست کھا جائیں گے اور پیٹھ پھیر دیں گے اور یہی وہ گھڑی ہے جس سے ڈرائے گئے تھے اور یہ گھڑی نہایت سخت اور نہایت تلخ ہے۔[218]

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ بدر والے دن رسول اللہ ﷺ نے مشرکوں کو دیکھا وہ ایک ہزار تھے اور آپؐ کے صحابہ تین سو انیس تھے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے قبلہ کی طرف منہ کیا۔ پھر اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے اور اپنے رب کو بلند آواز سے

پکارتے رہے۔ اَللّٰهُمَّ اَنْجِزْلِیْ مَا وَعَدْتَّنِیْ اَللّٰهُمَّ اٰتِ مَا وَعَدْتَّنِیْ اَللّٰهُمَّ اِنْ تُهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةَ مِنْ اَهْلِ الْاِسْلَامِ لَا تُعْبَدْ فِی الْاَرْضِ۔ یعنی اے اللہ! جو تُو نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے اسے پورا فرما۔ اے اللہ! جو تُو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے وہ مجھے عطا فرما۔ اے اللہ! اگر تُو نے مسلمانوں کا یہ گروہ ہلاک کر دیا تو زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔ قبلے کی طرف منہ کیے دونوں ہاتھ پھیلائے آپؐ مسلسل اپنے رب کو بلند آواز سے پکارتے رہے یہاں تک کہ آپؐ کی چادر آپؐ کے کندھوں سے گر گئی۔ حضرت ابو بکرؓ آپؐ کے پاس آئے اور آپؐ کی چادر اٹھائی اور آپؐ کے کندھوں پر ڈال دی۔ پھر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیچھے سے چمٹ گئے اور عرض کیا، اے اللہ کے نبیؐ! آپؐ کی اپنے رب کے حضور الحاح سے بھری ہوئی دعا آپؐ کے لیے کافی ہے۔ وہ آپؐ سے کیے گئے وعدے ضرور پورے فرمائے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّیْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ (الانفال:10)

یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے اس نے تمہاری التجا کو قبول کر لیا اس وعدے کے ساتھ کہ میں ضرور ایک ہزار قطار در قطار فرشتوں سے تمہاری مدد کروں گا۔ پس اللہ نے ملائکہ کے ساتھ آپ کی مدد فرمائی۔[219]

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بدر کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے یہ تفصیل اس طرح بیان فرمائی ہے۔ لکھتے ہیں کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مخاطب ہو کر یہ بھی فرمایا کہ لشکر کفار میں بعض ایسے لوگ بھی شامل ہیں جو اپنے دل کی خوشی سے اس مہم میں شامل نہیں ہوئے بلکہ رؤساءِ قریش کے دباؤ کی وجہ سے شامل ہو گئے ہیں ورنہ وہ دل میں ہمارے مخالف نہیں۔ اسی طرح بعض ایسے لوگ بھی اس لشکر میں شامل ہیں جنہوں نے مکہ میں ہماری مصیبت کے وقت میں ہم سے شریفانہ سلوک کیا تھا اور ہمارا فرض ہے کہ ان کے احسان کا بدلہ اتاریں۔ پس اگر کسی ایسے شخص پر کوئی مسلمان غلبہ پائے تو اسے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائے اور آپؐ نے خصوصیت کے ساتھ قسم اوّل میں عباس بن عبد المطلب اور قسم ثانی میں اَبُو الْبَخْتَرِی کا نام لیا اور ان کے قتل سے منع فرمایا مگر حالات نے کچھ ایسی ناگریز صورت اختیار کی کہ اَبُو الْبَخْتَرِی قتل سے بچ نہ سکا گو اسے مرنے سے قبل اس بات کا علم ہو گیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل سے منع فرمایا ہے۔" صحابہ سے یہ فرمانے کے بعد "... آپؐ سائبان میں جا کر پھر دعا میں مشغول ہو گئے۔ حضرت ابو بکرؓ بھی ساتھ تھے اور سائبان کے ارد گرد انصار کی ایک جماعت سعد بن معاذؓ کی زیر کمان پہرہ پر متعین تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میدان میں سے ایک شور بلند ہوا اور معلوم ہوا کہ قریش کے لشکر نے عام حملہ کر دیا ہے۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت رقت کی حالت میں خدا کے سامنے ہاتھ پھیلائے ہوئے دعائیں کر رہے تھے اور نہایت اضطراب کی حالت میں فرماتے تھے کہ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ اَللّٰهُمَّ اِنْ تُهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةَ مِنْ اَهْلِ الْاِسْلَامِ لَا تُعْبَدْ فِی الْاَرْضِ۔ اے میرے خدا! اپنے وعدوں کو پورا کر۔ اے میرے مالک! اگر مسلمانوں کی یہ جماعت آج اس میدان میں ہلاک ہو گئی تو دنیا میں تجھے پوجنے والا کوئی نہیں رہے گا۔ اور اس وقت آپؐ اس قدر کرب

کی حالت میں تھے کہ کبھی آپؐ سجدہ میں گر جاتے تھے اور کبھی کھڑے ہو کر خدا کو پکارتے اور آپؐ کی چادر آپؐ کے کندھوں سے گر گر پڑتی تھی اور حضرت ابو بکرؓ اسے اٹھا اٹھا کر آپؐ پر ڈال دیتے تھے۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ مجھے لڑتے ہوئے آنحضرت ﷺ کا خیال آتا تھا تو مَیں آپؐ کے سائبان کی طرف بھاگا جاتا تھا لیکن جب بھی مَیں گیا مَیں نے آپؐ کو سجدہ میں گڑ گڑاتے ہوئے پایا اور مَیں نے سنا کہ آپؐ کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے کہ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ، یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ۔

یعنی اے میرے زندہ خدا! اے میرے زندگی بخش آقا! حضرت ابو بکرؓ آپؐ کی اس حالت کو دیکھ کر بے چین ہوئے جاتے تھے اور کبھی کبھی بے ساختہ عرض کرتے تھے یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں۔ آپؐ گھبرائیں نہیں۔ اللہ اپنے وعدے ضرور پورے کرے گا۔ مگر اس سچے مقولہ کے مطابق کہ 'ہر کہ عارف تر است ترساں تر'۔ "یعنی ہر کوئی جتنی معرفت رکھتا ہے اتنا ہی وہ ڈرتا ہے۔" آپؐ برابر دعا اور گریہ وزاری میں مصروف رہے۔"[220]

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ "بدر کے موقع پر آنحضرت ﷺ سے جو ظہور میں آیا وہ بھی چشم بصیرت رکھنے والوں کی آنکھوں کو خیرہ کرنے کے لئے کافی ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کے دل میں اللہ تعالیٰ کا کس قدر خوف تھا۔ جنگِ بدر کے موقع پر جبکہ دشمن کے مقابلہ میں آپؐ اپنے جاں نثار بہادروں کو لے کر پڑے ہوئے تھے۔ تائیدِ الٰہی کے آثار ظاہر تھے۔ کفار نے اپنے قدم جمانے کے لئے پختہ زمین پر ڈیرے لگائے تھے اور مسلمانوں کے لئے ریت کی جگہ چھوڑی تھی لیکن خدا نے بارش بھیج کر کفار کے خیمہ گاہ میں کیچڑ ہی کیچڑ کر دیا اور مسلمانوں کی جائے قیام مضبوط ہو گئی۔ اسی طرح اَور بھی تائیداتِ سماوی ظاہر ہو رہی تھیں لیکن باوجود اس کے اللہ تعالیٰ کا خوف آنحضرت ﷺ کے دل پر ایسا غالب تھا کہ سب وعدوں اور نشانات کے باوجود اس کے غنا کو دیکھ کر گھبراتے تھے اور بے تاب ہو کر اس کے حضور میں دعا فرماتے تھے کہ مسلمانوں کو فتح دے۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ... نبی کریمؐ جنگ بدر میں گول خیمہ میں تھے اور فرماتے تھے کہ اے میرے خدا! مَیں تجھے تیرے عہد اور وعدے یاد دلاتا ہوں اور ان کے ایفاء کا طالب ہوں۔ اے میرے رب! اگر تُو ہی (مسلمانوں کی تباہی) چاہتا ہے تو آج کے بعد تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔

اس پر حضرت ابو بکرؓ نے آپؐ کا ہاتھ پکڑ لیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! بس کیجئے۔ آپؐ نے تو اپنے رب سے دعا کرنے میں حد کر دی۔ رسول کریم ﷺ نے اس وقت زرہ پہنی ہوئی تھی۔ آپؐ خیمہ سے باہر نکل آئے اور فرمایا کہ ابھی ان لشکروں کو شکست ہو جائے گی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے بلکہ یہ وقت ان کے انجام کا وقت ہے اور یہ وقت ان لوگوں کے لئے نہایت سخت اور کڑوا ہے۔ اللہ اللہ! خوف خدا کا ایسا تھا کہ باوجود وعدوں کے اس کے غناء کا خیال تھا لیکن یقین بھی ایسا تھا کہ جب حضرت ابو بکرؓ نے عرض کی تو باآواز بلند سنا دیا کہ مَیں ڈرتا نہیں بلکہ خدا کی طرف سے مجھے علم ہو چکا ہے کہ دشمن شکست کھا کر ذلیل و خوار ہو گا اور ائمۃ الکفر یہیں مارے جائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔"[221]

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"قرآن شریف میں بار بار آنحضرت ﷺ کو کافروں پر فتح پانے کا وعدہ دیا گیا تھا مگر جب بدر کی لڑائی شروع ہوئی جو اسلام کی پہلی لڑائی تھی تو آنحضرت ﷺ نے رونا اور دعا کرنا شروع کیا اور دعا کرتے کرتے یہ الفاظ آنحضرت ﷺ کے منہ سے نکلے۔

اَللّٰھُمَّ اِنْ اَھْلَکْتَ ھٰذِہِ الْعِصَابَۃَ فَلَنْ تُعْبَدَ فِی الْاَرْضِ اَبَدًا یعنی اے میرے خدا! اگر آج تُو نے اس جماعت کو (جو صرف تین سو تیرہ آدمی تھے) ہلاک کر دیا تو پھر قیامت تک کوئی تیری بندگی نہیں کرے گا۔ ان الفاظ کو جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کے منہ سے سنا تو عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ آپؐ اس قدر بے قرار کیوں ہوتے ہیں؟ خدا تعالیٰ نے تو آپؐ کو پختہ وعدہ دے رکھا ہے کہ مَیں فتح دوں گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ سچ ہے مگر اس کی بے نیازی پر میری نظر ہے یعنی کسی وعدہ کا پورا کرنا خدا تعالیٰ پر حق واجب نہیں ہے۔"[222]

جب گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ سائبان سے نیچے تشریف لائے اور لوگوں کو قتال پر ابھارا۔ لوگ اپنی صفوں میں اللہ کا ذکر کر رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے بذاتِ خود خوب قتال کیا اور **آپؐ کے پہلو بہ پہلو حضرت ابو بکر صدیقؓ قتال کرتے رہے۔**

حضرت ابو بکرؓ کی بے نظیر شجاعت

حضرت ابو بکرؓ کی بے نظیر شجاعت سامنے آئی۔ آپؓ ہر سرکش کافر سے لڑنے کے لیے تیار تھے اگرچہ آپؓ کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔ اس معرکے میں آپؓ کے بیٹے عبدالرحمٰن کفار کی جانب سے لڑنے کے لیے آئے تھے اور عرب میں سب سے بڑے بہادروں میں سے ایک سمجھے جاتے تھے اور قریش میں تیر اندازی میں سب سے بڑے ماہر تھے۔ جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو اپنے والد حضرت ابو بکرؓ سے عرض کیا: بدر کے دن آپ میرے سامنے واضح نشان وہدف پر تھے لیکن مَیں آپؓ سے ہٹ گیا اور آپؓ کو قتل نہ کیا **تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اگر تُو میرے نشانے پر ہوتا تو مَیں تجھ سے نہ ہٹتا۔**[223]

اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ

"حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ کے ساتھ کھانے میں شریک تھے کہ مختلف امور پر باتیں شروع ہو گئیں۔ حضرت عبدالرحمٰن جو حضرت ابو بکر رضی اللہ کے بڑے بیٹے تھے اور جو بعد میں مسلمان ہوئے بدر یا احد کی جنگ میں کفار کی طرف سے لڑائی میں شریک ہوئے تھے۔ انہوں نے کھانا کھاتے ہوئے باتوں باتوں میں کہا کہ ابا جان اس جنگ میں جب فلاں جگہ سے آپؓ گذرے تھے تو اس وقت میں ایک پتھر کے پیچھے چھپا بیٹھا تھا اور میں اگر چاہتا تو حملہ کر کے آپؓ کو ہلاک کر سکتا تھا مگر میں نے کہا اپنے باپ کو کیا مارنا ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا خدا نے تجھے ایمان نصیب کرنا تھا اس لئے تُو بچ گیا ورنہ خدا کی قسم! اگر مَیں تجھے دیکھ لیتا تو ضرور مار ڈالتا۔"[224]

اسیرانِ بدر کے متعلق مشاورت اور حضرت ابو بکرؓ کی رائے

آنحضور ﷺ کا غزوۂ بدر کے قیدیوں کے متعلق مشورہ اور اس میں حضرت ابو بکرؓ کی رائے کیا تھی؟ اور اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ کی رائے کے مطابق ہی عمل کیا گیا۔

اس بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ ”مدینہ پہنچ کر آنحضرت ﷺ نے قیدیوں کے متعلق مشورہ کیا کہ ان کے متعلق کیا کرنا چاہئے۔ عرب میں بالعموم قیدیوں کو قتل کر دینے یا مستقل طور پر غلام بنالینے کا دستور تھا مگر آنحضرت ﷺ کی طبیعت پر یہ بات سخت ناگوار گزرتی تھی اور پھر ابھی تک اس بارہ میں کوئی الٰہی احکام بھی نازل نہیں ہوئے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ میری رائے میں تو ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دینا چاہئے کیونکہ آخر یہ لوگ اپنے ہی بھائی بند ہیں اور کیا تعجب کہ کل کو انہی میں سے فدایانِ اسلام پیدا ہو جائیں۔ مگر حضرت عمرؓ نے اس رائے کی مخالفت کی اور کہا کہ دین کے معاملہ میں رشتہ داری کا کوئی پاس نہیں ہونا چاہئے اور یہ لوگ اپنے افعال سے قتل کے مستحق ہو چکے ہیں۔ پس میری رائے میں ان سب کو قتل کر دینا چاہئے بلکہ حکم دیا جاوے کہ مسلمان خود اپنے ہاتھ سے اپنے اپنے رشتہ داروں کو قتل کریں۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے فطری رحم سے متاثر ہو کر حضرت ابو بکرؓ کی رائے کو پسند فرمایا اور قتل کے خلاف فیصلہ کیا اور حکم دیا کہ جو مشرکین اپنا فدیہ وغیرہ ادا کر دیں انہیں چھوڑ دیا جاوے۔ چنانچہ بعد میں اسی کے مطابق الٰہی حکم نازل ہوا۔“[225]

مدینہ میں حضرت ابو بکرؓ کا بیمار ہونا اور مکہ کی یاد

مدینہ میں ایک دفعہ حضرت ابو بکرؓ اور دوسرے صحابہ بیمار ہو گئے۔ اس بارے میں حضرت عائشہؓ کی ایک روایت ہے۔ آپؓ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو **حضرت ابو بکرؓ اور حضرت بلالؓ کو بخار ہو گیا۔** کہتی تھیں میں ان دونوں کے پاس گئی اور پوچھا۔ ابا! آپؓ اپنے تئیں کیسا پاتے ہیں؟ اور بلال تم اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟ آپؓ کہتی ہیں کہ جب حضرت ابو بکرؓ کو بخار ہوتا تو یہ شعر پڑھتے:

كُلُّ امْرِءٍ مُصَبَّحٌ فِيْ أَهْلِهٖ وَالْمَوْتُ أَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ

ہر شخص جو اپنے گھر والوں میں صبح کو اٹھتا ہے تو اسے سلامتی کی دعائیں دی جاتی ہیں اور حالت یہ ہے کہ موت اس کی جوتی کے تسمہ سے نزدیک تر ہوتی ہے۔ اور حضرت بلالؓ جب ان کا بخار اتر جاتا تو بلند آواز سے رو کر بعض شعر پڑھتے تھے جس میں مکہ کی ارد گرد کی آبادیوں کا ذکر ہوتا اور اس کو یاد کر رہے ہوتے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ مَیں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور سارا احوال آپؐ سے بیان کیا یعنی حضرت ابو بکرؓ نے کیا کہا اور حضرت بلالؓ کیا کہتے ہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے دعا کی کہ اے اللہ! مدینہ بھی ہمیں ایسا ہی پیارا بنا دے جیسا کہ ہمیں مکہ پیارا ہے یا اس سے بھی بڑھ کر اور اس کو صحت بخش مقام بنا اور ہمارے لیے اس کے صاع میں اور مُد میں برکت دے۔ یہ مُد اور صاع وزن کے پیمانے ہیں

اور اس کے بخار کو یہاں سے لے جا کر جُحْفَہ کی طرف منتقل کر دے۔ جُحْفَہ مکہ سے مدینہ کی جانب بیاسی میل کے فاصلہ پر ایک جگہ ہے۔[226]

غزوۂ احد

غزوۂ احد کے بارے میں روایات ہیں کہ یہ غزوہ شوال تین ہجری بمطابق 625ء* میں مسلمانوں اور قریشِ مکہ کے درمیان ہوا۔

تین ہجری کے آخر پر قریش مکہ اور ان کے حلیف قبیلوں پر مشتمل لشکر کے مدینہ پر چڑھائی کی اطلاع ملی۔ نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو جمع کر کے قریش کے حملہ کے بارے میں آگاہ کر کے ان سے مشورہ مانگا کہ آیا مدینہ میں ہی رہ کر ان کا مقابلہ کیا جائے یا باہر نکلا جائے۔[227]

اس بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یوں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو جمع کر کے ان سے قریش کے اس حملہ کے متعلق مشورہ مانگا کہ آیا مدینہ میں ہی ٹھہرا جائے یا باہر نکل کر مقابلہ کیا جاوے۔ مشورہ سے قبل آنحضرت ﷺ نے قریش کے حملے اور ان کے خونی ارادوں کا ذکر فرمایا **اور فرمایا کہ آج رات مَیں نے خواب میں ایک گائے دیکھی ہے اور نیز مَیں نے دیکھا** کہ میری تلوار کا سر ٹوٹ گیا ہے۔ اور پھر میں نے دیکھا کہ وہ گائے ذبح کی جا رہی ہے اور میں نے دیکھا کہ میں نے اپنا ہاتھ ایک مضبوط اور محفوظ زرہ کے اندر ڈالا ہے اور ایک روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مَیں نے دیکھا ہے کہ ایک مینڈھا ہے جس کی پیٹھ پر میں سوار ہوں۔ صحابہ نے دریافت کیا یا رسول اللہؐ! آپؐ نے اس خواب کی کیا تعبیر فرمائی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ گائے کے ذبح ہونے سے تو مَیں یہ سمجھتا ہوں کہ میرے صحابہ میں سے بعض کا شہید ہونا مراد ہے اور میری تلوار کے کنارے کے ٹوٹنے سے میرے عزیزوں میں سے کسی کی شہادت کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ یا شاید خود مجھے اس مہم میں کوئی تکلیف پہنچے اور زرہ کے اندر ہاتھ ڈالنے سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس حملہ کے مقابلہ کے لیے ہمارا مدینہ کے اندر ٹھہرنا زیادہ مناسب ہے اور مینڈھے پر سوار ہونے والے **خواب کی آپ نے یہ تاویل فرمائی** کہ اس سے کفار کے لشکر کا سردار یعنی علمبردار مراد ہے جو اِن شاء اللہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے مارا جائے گا۔

اس کے بعد آپ نے صحابہ سے مشورہ طلب فرمایا کہ موجودہ صورتحال میں کیا کرنا چاہیے؟ بعض اکابر صحابہ نے حالات کے اونچ نیچ کو سوچ کر اور شاید کسی قدر آنحضرت ﷺ کے خواب سے متاثر ہو کر یہ رائے دی کہ مدینہ میں ہی ٹھہر کر مقابلہ کرنا مناسب ہے۔ آنحضرت ﷺ نے بھی اسی رائے کو پسند فرمایا اور کہا کہ بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہم مدینہ کے اندر رہ کر اس کا مقابلہ کریں لیکن اکثر صحابہ نے خصوصاً نوجوانوں نے، جو بدر کی جنگ میں شامل نہیں ہوئے تھے اور اپنی شہادت سے خدمتِ دین کا موقع حاصل کرنے کے لیے بے تاب تھے، بڑے اصرار کے ساتھ عرض کیا کہ شہر سے باہر نکل کر کھلے میدان میں مقابلہ کرنا چاہیے۔ ان لوگوں نے اس قدر اصرار کے ساتھ اپنی رائے پیش کی کہ آنحضرت ﷺ

*سن 624ء لکھا ہوا ہے جو سہو کتابت معلوم ہوتا ہے۔ مرتب

نے ان کے جوش کو دیکھ کر ان کی بات مان لی اور فیصلہ فرمایا کہ ہم کھلے میدان میں نکل کر کفار کا مقابلہ کریں گے اور پھر جمعہ کی نماز کے بعد آپؐ نے مسلمانوں میں عام تحریک فرمائی کہ وہ جہاد فی سبیل اللہ کی غرض سے اس غزوہ میں شامل ہو کر ثواب حاصل کریں۔ اس کے بعد آپؐ اندرونِ خانہ تشریف لے گئے جہاں **حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی مدد سے آپؐ نے عمامہ باندھا** اور لباس پہنا اور پھر ہتھیار لگا کر اللہ کا نام لیتے ہوئے باہر تشریف لے آئے لیکن اتنے عرصہ میں یہ جو نوجوان تھے ان کو بعض صحابہ کے کہنے پر اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ انہیں رسول خدا ﷺ کی رائے کے مقابلہ میں اپنی رائے پر اصرار نہیں کرنا چاہیے تھا۔ جب یہ احساس ان کو ہوا تو اکثر ان میں سے پشیمانی کی طرف مائل تھے۔ جب ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ کو ہتھیار لگائے اور دوہری زرہ اور خود وغیرہ پہنے ہوئے تشریف لاتے دیکھا تو ان کی ندامت اَور بھی زیادہ ہو گئی اور انہوں نے قریباً یک زبان ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! ہم سے غلطی ہو گئی کہ ہم نے آپؐ کی رائے کے مقابلہ میں اپنی رائے پر اصرار کیا۔ آپؐ جس طرح مناسب خیال فرماتے ہیں اسی طرح کارروائی فرمائیں۔ ان شاء اللہ اسی میں برکت ہو گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

خدا کے نبی کی شان سے یہ بعید ہے کہ وہ ہتھیار لگا کر پھر اسے اتار دے قبل اس کے کہ خدا کوئی فیصلہ کرے۔ پس اب اللہ کا نام لے کر چلو اور اگر تم نے صبر سے کام لیا تو یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت تمہارے ساتھ ہو گی۔[228]

کون ہے جو اس تلوار کا حق ادا کرے

غزوۂ احد میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی تلوار ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ کون ہے جو اس کا حق ادا کرے؟ اس موقع پر **جن اصحاب نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ تلوار ان کو عنایت کی جائے ان میں حضرت ابو بکرؓ بھی شامل تھے۔**[229]

سیرت خاتم النبیین میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس کا ذکر یوں فرمایا ہے کہ "آنحضرت ﷺ نے اپنی تلوار ہاتھ میں لے کر فرمایا کون ہے جو اسے لے کر اس کا حق ادا کرے۔ بہت سے صحابہ نے اس فخر کی خواہش میں اپنے ہاتھ پھیلائے۔ جن میں حضرت عمرؓ اور زبیرؓ بلکہ روایات کی رو سے حضرت ابو بکرؓ و حضرت علیؓ بھی شامل تھے۔ مگر آپؐ نے اپنا ہاتھ روکے رکھا اور یہی فرماتے گئے۔ کوئی ہے جو اس کا حق ادا کرے؟ آخر اَبُودُجانہ انصاریؓ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! مجھے عنایت فرمایئے۔ آپؐ نے یہ تلوار انہیں دے دی۔"[230]

غزوۂ احد میں جب کفار نے پلٹ کر حملہ کیا اور مسلمانوں کو ہزیمت اٹھانی پڑی تو اس وقت رسول اللہ ﷺ کے متعلق بھی یہ خبر مشہور ہوئی کہ آپؐ شہید ہو گئے ہیں۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی شہادت کے اعلان اور کچھ لوگوں کے منتشر ہو جانے کے بعد سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ پر حضرت کعب بن مالکؓ کی نگاہ پڑی۔ ان کا بیان ہے کہ مَیں نے خود کے درمیان میں

سے آپؐ کی چمکتی ہوئی آنکھیں دیکھ کر بلند آواز سے پکارا اے مسلمانو! خوش ہو جاؤ، رسول اللہ ﷺ یہ ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ خاموش رہو۔ جب مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کو پہچان لیا تو آپ ﷺ ان کے ہمراہ گھاٹی کی طرف روانہ ہوئے۔ **آپؐ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ،** حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ، حضرت زبیر بن عَوّامؓ اور حضرت حَارِث بِن صِمَّہ ؓ وغیرہ صحابہ کرامؓ تھے۔[231]

احد کے دن موت پر بیعت کرنے والوں میں سے حضرت ابو بکرؓ۔۔۔

رسول اللہ ﷺ نے احد کے دن اپنے صحابہ کی ایک جماعت سے موت پر بیعت لی۔ جب بظاہر مسلمانوں کی پسپائی ہوئی تھی تو وہ ثابت قدم رہے اور اپنی جان پر کھیل کر آپ ﷺ کا دفاع کرنے لگے یہاں تک کہ ان میں سے کچھ شہید ہو گئے۔ ان بیعت کرنے والے خوش نصیبوں میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعدؓ، حضرت سہل بن حُنَیفؓ اور حضرت اَبُودُجَانہؓ شامل تھے۔[232]

غزوۂ احد کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے مزید لکھا ہے کہ "جو صحابہ آنحضرت ﷺ کے گرد جمع تھے انہوں نے جو جان نثاریاں دکھائیں تاریخ ان کی نظیر لانے سے عاجز ہے۔ یہ لوگ پروانوں کی طرح آپؐ کے ارد گرد گھومتے تھے اور آپؐ کی خاطر اپنی جان پر کھیل رہے تھے۔ جو وار بھی پڑتا تھا صحابہ اپنے اوپر لیتے تھے اور آنحضرت ﷺ کو بچاتے تھے اور ساتھ ہی دشمن پر بھی وار کرتے جاتے تھے۔ حضرت علیؓ اور زبیرؓ نے بے تحاشا دشمن پر حملے کئے اور ان کی صفوں کو دھکیل دیا۔ ابو طلحہ انصاریؓ نے تیر چلاتے چلاتے تین کمانیں توڑیں اور دشمن کے تیروں کے مقابل پر سینہ سپر ہو کر آنحضرت ﷺ کے بدن کو اپنی ڈھال سے چھپایا۔ سعد بن ابی وقاصؓ کو آنحضرت ﷺ خود تیر پکڑاتے جاتے تھے اور سعدؓ یہ تیر دشمن پر بے تحاشا چلاتے جاتے تھے۔ **ایک دفعہ آپؐ نے سعدؓ سے فرمایا۔ تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ برابر تیر چلاتے جاؤ۔ سعدؓ اپنی آخری عمر تک آپؐ کے ان الفاظ کو نہایت فخر کے ساتھ بیان کیا کرتے تھے۔** اَبُودُجَانہؓ نے بڑی دیر تک آپؐ کے جسم کو اپنے جسم سے چھپائے رکھا اور جو تیر یا پتھر آتا تھا اسے اپنے جسم پر لیتے تھے حتی کہ ان کا بدن تیروں سے چھلنی ہو گیا مگر انہوں نے اف تک نہیں کی تا ایسا نہ ہو کہ ان کے بدن میں حرکت پیدا ہونے سے آنحضرت ﷺ کے جسم کا کوئی حصہ ننگا ہو جاوے اور آپؐ کو کوئی تیر آ لگے۔ **طلحہؓ نے آنحضرت ﷺ کو بچانے کے لئے کئی وار اپنے بدن پر لئے اور اسی کوشش میں ان کا ہاتھ شل ہو کر ہمیشہ کے لئے بیکار ہو گیا** مگر یہ چند گنتی کے جاں نثار اس سیلاب عظیم کے سامنے کب تک ٹھہر سکتے تھے جو ہر لحظہ مہیب موجوں کی طرح چاروں طرف سے بڑھتا چلا آتا تھا۔ دشمن کے ہر حملہ کی ہر لہر مسلمانوں کو کہیں کا کہیں بہا کر لے جاتی تھی مگر جب ذرا زور تھمتا تھا مسلمان بیچارے لڑتے بھڑتے پھر اپنے محبوب آقا کے گرد جمع ہو جاتے تھے۔ بعض اوقات تو ایسا خطرناک حملہ ہوتا تھا کہ آنحضرت ﷺ عملاً اکیلے رہ جاتے تھے۔ چنانچہ ایک وقت

ایسا آیا کہ آپؐ کے ارد گرد صرف بارہ آدمی رہ گئے اور ایک وقت ایسا تھا کہ آپؐ کے ساتھ صرف دو آدمی ہی رہ گئے۔ **ان جان نثاروں میں حضرت ابو بکرؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، سعدؓ بن ابی وقاص، اَبُودُجانہؓ** انصاری، سعدؓ بن معاذ اور طلحہؓ انصاری کے نام خاص طور پر مذکور ہوئے ہیں۔"[233]

نبی کریم ﷺ کے دندان مبارک شہید ہونا اور حضرت ابو بکرؓ کی بے تابی

غزوۂ احد کے دوران جب نبی کریم ﷺ کے دندان مبارک شہید ہوئے تو اس وقت کا جو نقشہ حضرت ابو بکرؓ نے کھینچا ہے اس کے متعلق حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ **حضرت ابو بکرؓ جب یوم احد کا تذکرہ کرتے** تو فرماتے وہ دن سارے کا سارا طلحہؓ کا تھا۔ پھر اس کی تفصیل بتاتے کہ مَیں ان لوگوں میں سے تھا جو احد کے دن رسول اللہ ﷺ کی طرف واپس لوٹے تھے تو مَیں نے دیکھا کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپؐ کی حفاظت کرتے ہوئے لڑ رہا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپؐ نے فرمایا وہ آپؐ کو بچا رہا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے کہا کاش! طلحہ ہو۔ مجھ سے جو موقع رہ گیا سو رہ گیا اور مَیں نے دل میں کہا کہ میری قوم میں سے کوئی شخص ہو تو یہ مجھے زیادہ پسندیدہ ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس وقت یہ سوچا۔ کہتے ہیں اور میرے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ایک شخص تھا جس کو مَیں نہیں پہچان سکا حالانکہ مَیں اس شخص کی نسبت رسول اللہ ﷺ کے زیادہ قریب تھا اور وہ اتنا تیز چل رہا تھا کہ مَیں اتنا تیز نہ چل سکتا تھا تو دیکھا کہ وہ شخص ابو عبیدہ بن جراحؓ تھے۔ پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا۔ آپؐ کا رَبَاعِی دانت یعنی سامنے والے دو دانتوں اور نوکیلے دانت کے درمیان والا دانت ٹوٹ چکا تھا اور چہرہ زخمی تھا۔ آپؐ کے رخسار مبارک میں خود کی کڑیاں دھنس چکی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم دونوں اپنے ساتھی کی مدد کرو۔ اس سے آپ کی مراد طلحہ تھی اور ان کا خون بہت بہ رہا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے بجائے یہ کہ مجھے دیکھو فرمایا کہ طلحہ کو جا کے دیکھو۔ ہم نے ان کو رہنے دیا اور **میں آگے بڑھا، تا خود کی کڑیوں کو رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ مبارک سے نکال سکوں**۔ اس پر حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا کہ میں آپؓ کو اپنے حق کی قسم دیتا ہوں کہ آپؓ اسے میرے لیے چھوڑ دیں۔ پس میں نے ان کو چھوڑ دیا اور ابو عبیدہؓ نے ناپسند کیا کہ ان کڑیوں کو ہاتھ سے کھینچ کر نکالیں اور اس سے رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچے تو انہوں نے ان کڑیوں کو اپنے منہ سے نکالنے کی کوشش کی اور ایک کڑی کو نکالا تو کڑی کے ساتھ ان کا اپنا سامنے کا دانت بھی ٹوٹ گیا۔ پھر دوسری کڑی نکالنے کے لیے میں آگے بڑھا کہ میں بھی ایسا ہی کروں جیسا انہوں نے کیا ہے۔ **حضرت ابو بکرؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا** کہ مَیں بھی اسی طرح دوسری کڑی نکالنے کی کوشش کرتا ہوں تو حضرت ابو عبیدہؓ نے پھر کہا کہ مَیں آپؓ کو اپنے حق کی قسم دیتا ہوں کہ آپؓ اسے میرے لیے چھوڑ دیں۔ انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کو کہا تو پھر حضرت ابو بکرؓ پیچھے ہٹ گئے تو انہوں نے پھر ویسا ہی کیا جیسا پہلے کیا تھا تو ابو عبیدہ کا سامنے کا دوسرا دانت بھی کڑی کے ساتھ ٹوٹ گیا۔ پس ابو عبیدہ سامنے کے ٹوٹے ہوئے دانتوں والے لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت تھے۔

پھر ہم رسول اللہ ﷺ کے علاج معالجہ سے فارغ ہو کر طلحہ کے پاس آئے۔ وہ ایک گڑھے میں تھے تو دیکھا کہ ان کے جسم پر نیزے تلوار اور تیروں کے کم و بیش ستر زخم تھے اور ان کی انگلی بھی کٹی ہوئی تھی تو ہم نے ان کی مرہم پٹی کی۔[234]

حضرت ابو عبیدہؓ کے علاوہ حضرت عقبہ بن وھبؓ اور حضرت ابو بکرؓ کے بارے میں بھی روایت میں ملتا ہے کہ انہوں نے یہ کڑیاں نکالیں۔[235] لیکن بہر حال پہلی روایت زیادہ بہتر ہے۔

کیا لوگوں میں ابو قحافہ کا بیٹا ہے یعنی ابو بکر؟

غزوۂ احد کے دن جب آنحضرت ﷺ صحابہ کے ساتھ پہاڑ پر چڑھ گئے تو کفار بھی آپؐ کے پیچھے آئے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ ابوسفیان نے تین بار پکار کر کہا: کیا ان لوگوں میں محمد ہے (ﷺ)؟ نبی ﷺ نے صحابہ کو اسے جواب دینے سے روک دیا۔ پھر اس نے تین بار پکار کر پوچھا: کیا لوگوں میں ابو قحافہ کا بیٹا ہے یعنی ابو بکر؟ پھر تین بار پوچھا: کیا ان لوگوں میں ابن خطاب یعنی عمر ہے؟ پھر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا اور کہنے لگا یہ جو تھے وہ تو مارے گئے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھ سکے اور بولے اے اللہ کے دشمن! بخدا تم نے جھوٹ کہا ہے۔ جن کا تم نے نام لیا ہے وہ سب زندہ ہیں۔ جو بات ناگوار ہے اس میں سے ابھی تیرے لیے بہت کچھ باقی ہے۔[236]

حضرت مصلح موعودؓ آنحضرت ﷺ کے زخمی ہو کر بے ہوش ہونے اور اس کے بعد کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "تھوڑی دیر بعد رسول اللہ ﷺ کو ہوش آگیا اور صحابہ نے چاروں طرف میدان میں آدمی دوڑا دیئے کہ مسلمان پھر اکٹھے ہو جائیں۔ بھاگا ہوا لشکر پھر جمع ہونا شروع ہوا اور رسول اللہ ﷺ انہیں لے کر پہاڑ کے دامن میں چلے گئے۔ جب دامنِ کوہ میں بچا کھچا لشکر کھڑا تھا تو ابوسفیان نے بڑے زور سے آواز دی اور کہا ہم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مار دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ابوسفیان کی بات کا جواب نہ دیا تا ایسا نہ ہو دشمن حقیقت حال سے واقف ہو کر حملہ کر دے اور زخمی مسلمان پھر دوبارہ دشمن کے حملہ کا شکار ہو جائیں۔ جب اِسلامی لشکر سے اِس بات کا کوئی جواب نہ ملا تو ابوسفیان کو یقین ہو گیا کہ اس کا خیال درست ہے اور اس نے بڑے زور سے آواز دے کر کہا ہم نے ابو بکرؓ کو بھی مار دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ابو بکرؓ کو بھی حکم فرمایا کہ کوئی جواب نہ دیں۔ پھر ابوسفیان نے آواز دی ہم نے عمرؓ کو بھی مار دیا۔ تب عمرؓ جو بہت جوشیلے آدمی تھے انہوں نے اس کے جواب میں یہ کہنا چاہا کہ ہم لوگ خدا کے فضل سے زندہ ہیں اور تمہارے مقابلہ کے لئے تیار ہیں مگر رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا کہ مسلمانوں کو تکلیف میں مت ڈالو اور خاموش رہو۔ اب کفار کو یقین ہو گیا کہ اِسلام کے بانی کو بھی اور ان کے دائیں بائیں بازو کو بھی ہم نے مار دیا ہے۔ اِس پر ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں نے خوشی سے نعرہ لگایا اُعْلُ ھُبَل۔ اُعْلُ ھُبَل۔ ہمارے معزز بت ہبل کی شان بلند ہو کہ اس نے آج اِسلام کا خاتمہ کر دیا ہے۔" حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "وہی رسول کریم ﷺ جو اپنی موت کے اعلان پر، ابو بکرؓ کی موت کے اعلان پر اور عمرؓ کی موت کے اعلان پر خاموشی کی نصیحت فرما رہے تھے تا ایسا نہ ہو کہ

زخمی مسلمانوں پر پھر کفار کا لشکر لوٹ کر حملہ کر دے اور مٹھی بھر مسلمان اس کے ہاتھوں شہید ہو جائیں اب جبکہ خدائے واحد کی عزت کا سوال پیدا ہوا اور شرک کا نعرہ میدان میں مارا گیا تو آپؐ کی روح بے تاب ہو گئی اور آپؐ نے نہایت جوش سے صحابہؓ کی طرف دیکھ کر فرمایا تم لوگ جواب کیوں نہیں دیتے؟ صحابہ نے کہا یا رسول اللہؐ! ہم کیا کہیں؟ فرمایا کہو اَللّٰهُ اَعْلٰى وَاَجَلُّ۔ اَللّٰهُ اَعْلٰى وَاَجَلُّ۔ تم جھوٹ بولتے ہو کہ ہبل کی شان بلند ہوئی" یہ جھوٹ ہے تمہارا۔ "اللہ وحدہ لاشریک ہی معزز ہے اور اس کی شان بالا ہے اور اس طرح آپؐ نے اپنے زندہ ہونے کی خبر دشمنوں تک پہنچا دی۔ اِس دلیرانہ اور بہادرانہ جواب کا اثر کفار کے لشکر پر اتنا گہرا پڑا کہ باوجود اِس کے کہ ان کی امیدیں اس جواب سے خاک میں مل گئیں اور باوجود اس کے کہ ان کے سامنے مٹھی بھر زخمی مسلمان کھڑے ہوئے تھے جن پر حملہ کر کے ان کو مار دینا مادی قوانین کے لحاظ سے بالکل ممکن تھا وہ دوبارہ حملہ کرنے کی جرات نہ کر سکے اور جس قدر فتح ان کو نصیب ہوئی تھی اسی کی خوشیاں مناتے ہوئے مکہ کو واپس چلے گئے۔"[237]

اے میرے بھانجے! تیرے آباء زبیرؓ اور حضرت ابو بکرؓ بھی انہی لوگوں میں سے تھے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آیت اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ (آل عمران:173) صحابہ سے متعلق ہے۔ کہتی ہیں کہ یہ صحابہ سے متعلق ہے یعنی جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کی بات مانی بعد اس کے کہ ان کو زخم پہنچے ان میں جنہوں نے نیک کام کیے اور تقویٰ اختیار کیا ان کے لیے بہت بڑا اجر ہو گا۔ حضرت عائشہؓ نے عروہ سے کہا **اے میرے بھانجے! تیرے آباء زبیرؓ اور حضرت ابو بکرؓ بھی انہی لوگوں میں سے تھے** کہ جب جنگِ احد میں رسول اللہ ﷺ زخمی ہوئے اور مشرکین پلٹ گئے تو آپؐ کو اندیشہ ہوا کہیں وہ پھر نہ لوٹ آئیں۔ آپؐ نے فرمایا ان کا تعاقب کون کرے گا؟ تو ان میں سے ستّر آدمیوں نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ عروہ کہتے تھے ان میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت زبیرؓ بھی تھے۔[238]

اس بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں یہ ایک عجیب بات ہے کہ باوجود اس کے کہ قریش کو اس موقع پر مسلمانوں کے خلاف غلبہ حاصل ہوا تھا اور ظاہری اسباب کے لحاظ سے وہ اگر چاہتے تو اپنی اس فتح سے فائدہ اٹھا سکتے تھے اور مدینہ پر حملہ آور ہونے کا راستہ تو بہر حال ان کے لیے کھلا تھا مگر خدائی تصرف کچھ ایسا ہوا کہ قریش کے دل باوجود اس فتح کے اندر ہی اندر مرعوب تھے اور انہوں نے اسی غلبہ کو غنیمت جانتے ہوئے جو احد کے میدان میں ان کو حاصل ہوا تھا مکہ کو جلدی جلدی لوٹ جانا ہی مناسب سمجھا مگر بایں ہمہ آنحضرت ﷺ نے مزید احتیاط کے خیال سے فوراً ستّر **صحابہ کی ایک جماعت جس میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت زبیرؓ بھی شامل تھے** تیار کر کے لشکر قریش کے پیچھے روانہ کر دی۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔ عام مورخین یوں بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے حضرت علیؓ یا بعض روایات کے مطابق سعد بن ابی وقاصؓ کو ان کے پیچھے بھجوایا اور ان سے فرمایا کہ ان کا پتہ لاؤ کہ لشکر قریش مدینہ پر حملہ کرنے کی نیت تو نہیں رکھتا؟ آپؐ نے ان سے فرمایا کہ اگر قریش اونٹوں پر سوار

ہوں اور گھوڑوں کو خالی چلا رہے ہوں تو سمجھنا کہ وہ مکہ کی طرف واپس جا رہے ہیں۔ مدینہ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ نہیں رکھتے اور اگر وہ گھوڑوں پر سوار ہوں تو سمجھنا کہ ان کی نیت بخیر نہیں اور آپ نے ان کو تاکید فرمائی کہ اگر قریش کا لشکر مدینہ کا رخ کرے تو فوراً آپؐ کو اطلاع دی جاوے اور آپؐ نے بڑے جوش کی حالت میں فرمایا کہ اگر قریش نے اس وقت مدینہ پر حملہ کیا تو خدا کی قسم! ہم ان کا مقابلہ کر کے انہیں اس حملہ کا مزا چکھا دیں گے۔ بہر حال یہ جو وفد گیا تھا جلد ہی یہ خبر لے کر واپس آ گیا کہ قریش کا لشکر مکہ کی طرف جا رہا ہے۔[239]

غزوۂ حمراء الاسد

غزوۂ حمراء الاسد کے بارے میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہفتہ کے دن احد سے واپس تشریف لائے۔ اتوار کے دن جب فجر طلوع ہوئی تو حضرت بلالؓ نے اذان دی اور بیٹھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے باہر تشریف لانے کا انتظار کرنے لگے۔ اتنے میں حضرت عبداللہ بن عَمرو بن عَوف مُزَنیؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتے ہوئے آئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو انہوں نے کھڑے ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ وہ اپنے گھر والوں کی طرف سے آ رہے تھے۔ جب وہ مَلَل میں تھے تو قریش نے وہاں پڑاؤ ڈالا ہوا تھا۔ مَلَل مکہ کے راستے میں مدینہ سے اٹھائیس میل کے فاصلہ پر ایک مقام کا نام ہے۔ اور انہوں نے ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ تم لوگوں نے تو کچھ نہیں کیا۔ تم لوگوں نے انہیں نقصان پہنچایا یعنی مسلمانوں کو نقصان پہنچایا اور تکلیف پہنچائی اور پھر تم نے انہیں چھوڑ دیا اور تباہ نہیں کیا۔ کفار نے کہا کہ ان مسلمانوں میں کئی ایسے بڑے بڑے لوگ باقی ہیں جو تمہارے مقابلے کے لیے اکٹھے ہوں گے۔ پس واپس چلو تا کہ ہم ان لوگوں کو جڑ سے اکھیڑ دیں جو اُن میں باقی رہ گئے ہیں۔ صَفْوَان بن اُمَیَّہ اس بات سے انہیں روکنے لگا یعنی کافروں میں وہ بیٹھا تھا وہ انہیں روکنے لگا اور کہنے لگا کہ اے میری قوم! ایسا نہ کرنا کیونکہ وہ لوگ جنگ لڑ چکے ہیں اور مجھے خوف ہے کہ جو لوگ جنگ میں آنے سے رہ گئے تھے اب وہ بھی تمہارے مقابلہ میں ان کے ساتھ جمع ہو جائیں گے۔ تم واپس چلو کیونکہ فتح تو تمہاری ہی ہے کیونکہ مجھے خوف ہے کہ اگر تم واپس گئے تو تم شکست کھا جاؤ گے۔ **اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو بلایا** اور ان کو اس مُزَنی صحابی کی بات بتائی تو ان دونوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دشمن کی طرف چلیں تا کہ وہ ہمارے بچوں پر حملہ آور نہ ہوں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے لوگوں کو بلوایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ وہ یہ اعلان کریں کہ رسول اللہ تمہیں حکم دے رہے ہیں کہ دشمن کے لیے نکلو اور ہمارے ساتھ وہی نکلے جو گذشتہ روز لڑائی میں شامل تھا یعنی احد کی لڑائی میں شامل تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا جھنڈا منگوایا جو کہ گذشتہ روز سے بندھا ہوا تھا۔ اس کو ابھی تک کھولا نہیں گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جھنڈا حضرت علیؓ کو دے دیا اور **یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کو دیا تھا۔**[240]

بہر حال مسلمانوں کا یہ قافلہ جب مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر حمراء الاسد پہنچا تو مشرکین کو خوف محسوس ہوا اور مدینہ کی طرف لوٹنے کا ارادہ ترک کر کے وہ واپس مکہ روانہ ہو گئے۔[241]

غزوۂ بنو نضیر

یہ 4ہجری میں تھا۔ آنحضرت ﷺ صحابہ کی ایک مختصر جماعت کے ساتھ بنو نضیر کے ہاں تشریف لے گئے۔ اس بارے میں مختلف روایات ملتی ہیں کہ آپ ﷺ وہاں کیوں تشریف لے کر گئے۔ چنانچہ ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ اُن کے پاس بنو عامر کے دو مقتولوں کی دیت وصول کرنے کے لیے گئے تھے۔ **آپ ﷺ کے ساتھ دس کے قریب صحابہ تھے جن میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ بھی تھے۔** آنحضرت ﷺ نے وہاں پہنچ کر ان سے رقم کی بات کی تو یہودیوں نے کہا کہ ہاں اے ابو القاسم! آپ پہلے کھانا کھا لیجیے پھر آپ کے کام کی طرف آتے ہیں۔ اس وقت آنحضرت ﷺ ایک دیوار کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔

آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کی سازش یہود کی جلاوطنی

یہودیوں نے آپس میں سازش کی اور کہنے لگے کہ اس شخص یعنی آنحضرت ﷺ کو ختم کرنے کے لیے تمہیں اس سے بہتر موقع نہیں ملے گا۔ اس لیے بتاؤ کون ہے جو اس مکان پر چڑھ کر ایک بڑا پتھر ان کے اوپر گرا دے تاکہ ہمیں ان سے نجات مل جائے۔ اس پر یہودیوں کے ایک سردار عمرو بن جَحَّاش نے اس کی حامی بھری اور کہا کہ میں اس کام کے لیے تیار ہوں مگر اسی وقت سَلَّام بن مِشْکَمْ نامی ایک دوسرے یہودی سردار نے اس ارادے کی مخالفت کی اور کہا یہ حرکت ہرگز مت کرنا۔ خدا کی قسم! تم جو کچھ سوچ رہے ہو اس کی انہیں ضرور خبر مل جائے گی۔ یہ بات بدعہدی کی ہے جبکہ ہمارے اور ان کے درمیان معاہدہ موجود ہے۔ پھر وہ شخص جب اوپر پہنچ گیا یعنی پتھر گرانے والا، تاکہ آنحضرت ﷺ پر پتھر گرا دے تو آنحضرت ﷺ کے پاس آسمان سے اس سازش کی خبر آئی۔

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو خبردار کر دیا کہ یہودی کیا کرنے والے ہیں۔ آپؐ فوراً اپنی جگہ سے اٹھے اور اپنے ساتھیوں کو وہیں بیٹھا چھوڑ کر اس طرح روانہ ہو گئے جیسے آپؐ کو کوئی کام ہے۔ آپؐ تیزی کے ساتھ واپس مدینہ تشریف لے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ پہنچنے کے بعد حضرت محمد بن مَسْلَمہؓ کو بَنُو نَضِیر کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ **میرے شہر یعنی مدینہ سے نکل جاؤ۔ تم لوگ اب میرے شہر میں نہیں رہ سکتے اور تم نے جو منصوبہ بنایا تھا وہ غداری تھی۔** آنحضرت ﷺ نے یہود کو دس دن کی مہلت دی لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم اپنا وطن ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔ اس پیغام پر مسلمان جنگ کی تیاری میں لگ گئے۔ جب تمام مسلمان جمع ہو گئے تو آنحضرت ﷺ بنو نضیر کے مقابلے کے لیے نکلے۔ جنگی پرچم حضرت علیؓ نے اٹھایا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا اور ان کی مدد کے لیے کوئی بھی نہ آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے بنو نضیر کی طرف لشکر کشی فرمائی تو عشاء کے وقت رسول کریم ﷺ اپنے دس صحابہ

کے ساتھ اپنے گھر واپس تشریف لے گئے۔ اس وقت آنحضرت ﷺ نے اسلامی لشکر کی کمان ایک روایت کے مطابق حضرت علیؓ کے سپرد فرمائی جبکہ دوسری روایت کے مطابق **یہ سعادت حضرت ابو بکرؓ کے حصہ میں آئی۔** ادھر آنحضرت ﷺ ان کا سختی کے ساتھ محاصرہ کیے رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں یعنی یہودیوں کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب پیدا کر دیا اور آخر کار انہوں نے رسول اللہ ﷺ **سے درخواست کی کہ ان کو اس شرط پر جلا وطن ہونے کی اجازت دے دی جائے اور جان بخشی کر دی جائے کہ سوائے ہتھیاروں کے انہیں ایسا تمام سامان لے جانے دیا جائے جو اونٹوں پر لادا جا سکتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی یہ شرط اور درخواست منظور فرمالی۔** ایک روایت کے مطابق آپ نے پندرہ روز تک ان کا محاصرہ کیا جبکہ بعض روایات میں دنوں کی تعداد میں اختلاف پایا جاتا ہے۔[242]

رسول اللہ ﷺ نے انصار کی اجازت سے غزوۂ بنو نضیر سے حاصل ہونے والا جو سارا مال غنیمت تھا وہ مہاجرین میں تقسیم کر دیا تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: اے انصار کی جماعت! اللہ تمہیں جزائے خیر عطا کرے۔[243]

غزوۂ بَدْرُ الْمَوْعِد

یہ 4/ہجری کا واقعہ ہے۔ اس غزوہ کا سبب یہ ہے کہ ابو سفیان بن حَرْب جب غزوۂ احد سے واپس آنے لگا تو اس نے بآواز بلند کہا کہ آئندہ سال ہماری اور تمہاری ملاقات بدر الصَّفْرَاء کے مقام پر ہو گی۔ ہم وہاں جنگ کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر فاروقؓ کو فرمایا: اسے کہو ہاں ان شاء اللہ۔ اسی پر لوگ جدا ہو گئے۔ قریش واپس آ گئے اور انہوں نے اپنے لوگوں کو اس وعدے کے بارے میں بتا دیا۔ بدر مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مشہور کنواں ہے جو وادیٔ صفراء اور جارٌ جو مقام ہے اس کے درمیان واقع ہے۔ بدر مدینہ کے جنوب مغرب میں 150 کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ زمانہ جاہلیت میں اس جگہ ہر سال یکم ذیقعدہ سے آٹھ روز تک ایک بڑا میلہ لگا کرتا تھا۔ بہر حال جوں جوں وعدے کا وقت قریب آ رہا تھا ابو سفیان رسول اللہ ﷺ کی طرف نکلنے کو ناپسند کر رہا تھا۔ اس کو خوف پیدا ہو رہا تھا۔ وہ یہی چاہتا تھا کہ اس مقررہ وقت میں آپؐ سے ملاقات نہ ہی ہو۔ ابو سفیان ظاہر کر رہا تھا کہ وہ ایک لشکرِ جرار لے کر آپؐ پر حملہ آور ہونے کی تیاری کر رہا ہے تا کہ یہ خبر اہل مدینہ تک پہنچا دے کہ وہ ایک بہت بڑا لشکر جمع کر رہا ہے اور عرب کے گوشے گوشے میں خبر پھیلا دی جائے تا کہ مسلمانوں کو اس سے خوفزدہ کیا جا سکے۔[244]

ایک روایت کے مطابق حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہؐ! اللہ تعالیٰ اپنے دین کو غالب کرے گا۔ اپنے نبی ﷺ کو عزت دے گا۔ ہم نے قوم کے ساتھ وعدہ کیا تھا اور ہم اس کی خلاف ورزی پسند نہیں کرتے۔ وہ یعنی کفار اسے بزدلی شمار کریں گے۔ آپ ﷺ وعدہ کے مطابق تشریف لے چلیں۔ بخدا اس میں ضرور بھلائی

ہے۔ یہ جذبات سن کر آپ ﷺ بہت خوش ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کو جب اس بات کی خبر ملی یعنی کہ ابو سفیان وغیرہ کے لشکر کی تیاری کے بارے میں تو آپ ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن رَوَاحہؓ کو اپنے پیچھے مدینہ کا امیر مقرر فرمایا۔ ایک روایت کے مطابق عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی بن سَلُول کو امیر مقرر فرمایا اور اپنا جھنڈا حضرت علیؓ کو عطا فرمایا اور مسلمانوں کے ہمراہ بدر کی جانب روانہ ہوئے۔ آپؐ کے ہمراہ پندرہ سو مسلمان تھے۔ مسلمانوں نے بدر کے مقام پر لگنے والے میلے میں خرید و فروخت کی اور تجارت میں کافی نفع کمایا اور آٹھ روز قیام کرنے کے بعد واپس مدینہ آ گئے۔[245]

وہ میلہ جو وہاں لگا ہوا تھا مسلمانوں نے پھر اس میں تجارت بھی کی کہ اگر جنگ ہوئی تو وہ تو ہونی ہے لیکن اگر نہیں ہوتی تو کم از کم تجارت وہاں ہو جائے اور اس سے مسلمانوں کو بڑا فائدہ ہوا۔

غزوۂ احد میں ابو سفیان نے مسلمانوں کو اگلے سال دوبارہ ملنے کا جو چیلنج دیا تھا اس کی مزید تفصیل بھی ہے اور یہ تفصیل حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھی ہے۔ لکھتے ہیں کہ غزوۂ احد کے بعد ”میدان سے لوٹتے ہوئے ابو سفیان نے مسلمانوں کو یہ چیلنج دیا تھا کہ آئندہ سال بدر کے مقام پر ہماری تمہاری جنگ ہو گی اور آنحضرت ﷺ نے اس چیلنج کو قبول کرنے کا اعلان فرمایا تھا۔ اس لئے دوسرے سال یعنی چار ہجری میں جب شوال کے مہینہ کا آخر آیا تو آنحضرت ﷺ ڈیڑھ ہزار صحابہ کی جمعیت کو ساتھ لے کر مدینہ سے نکلے اور آپؐ نے اپنے پیچھے عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی کو امیر مقرر فرمایا۔ دوسری طرف ابو سفیان بن حرب بھی دو ہزار قریش کے لشکر کے ساتھ مکہ سے نکلا مگر باوجود احد کی فتح اور اتنی بڑی جمعیت کے ساتھ ہونے کے اس کا دل خائف تھا اور اسلام کی تباہی کے درپے ہونے کے باوجود وہ چاہتا تھا کہ جب تک بہت زیادہ جمعیت کا انتظام نہ ہو جاوے وہ مسلمانوں کے سامنے نہ ہو۔ چنانچہ ابھی وہ مکہ میں ہی تھا کہ اس نے ایک شخص نُعَیم نامی کو جو ایک غیر جانبدار قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا مدینہ کی طرف روانہ کر دیا اور اسے تاکید کی کہ جس طرح بھی ہو مسلمانوں کو ڈرا دھمکا کر اور جھوٹ سچ باتیں بنا کر جنگ سے نکلنے کے لئے باز رکھے۔ چنانچہ یہ شخص مدینہ میں آیا اور قریش کی تیاری اور طاقت اور ان کے جوش و خروش کے جھوٹے قصے سنا سنا کر اس نے مدینہ میں ایک بے چینی کی حالت پیدا کر دی۔ حتیٰ کہ بعض کمزور طبیعت لوگ اس غزوہ میں شامل ہونے سے خائف ہونے لگے لیکن جب آنحضرت ﷺ نے نکلنے کی تحریک فرمائی اور آپؐ نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ ہم نے کفار کے چیلنج کو قبول کر کے اس موقع پر نکلنے کا وعدہ کیا ہے اس لئے ہم اس سے تخلّف نہیں کر سکتے اور خواہ مجھے اکیلا جانا پڑے میں جاؤں گا اور دشمن کے مقابل پر اکیلا سینہ سپر ہوں گا تو لوگوں کا خوف جاتا رہا اور وہ بڑے جوش اور اخلاص کے ساتھ آپؐ کے ساتھ نکلنے کو تیار ہو گئے۔

بہر حال آنحضرت ﷺ ڈیڑھ ہزار صحابہ کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے اور دوسری طرف ابو سفیان اپنے دو ہزار سپاہیوں کے ہمراہ مکہ سے نکلا لیکن خدائی تصرف کچھ ایسا ہوا کہ مسلمان تو بدر میں اپنے وعدہ پر پہنچ گئے مگر قریش کا لشکر تھوڑی دور آ کر پھر مکہ کو واپس لوٹ گیا اور اس کا قصہ یوں ہوا کہ جب ابو سفیان کو نُعَیم کی ناکامی کا علم ہوا تو وہ دل میں خائف ہوا اور اپنے لشکر کو یہ تلقین کرتا ہوا راستہ سے

لوٹا کر واپس لے گیا کہ اس سال قحط بہت ہے اور لوگوں کو تنگی ہے اس لئے اس وقت لڑنا ٹھیک نہیں ہے۔ جب کشائش ہوگی تو زیادہ تیاری کے ساتھ مدینہ پر حملہ کریں گے۔ اسلامی لشکر آٹھ دن تک بدر میں ٹھہرا اور چونکہ وہاں ماہ ذوقعدہ کے شروع میں ہر سال میلہ لگا کرتا تھا۔" (جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے) تو "ان ایام میں بہت سے صحابیوں نے اس میلہ میں تجارت کرکے کافی نفع کمایا۔ حتی کہ انہوں نے اس آٹھ روزہ تجارت میں اپنے راس المال کو دوگنا کر لیا۔ جب میلے کا اختتام ہو گیا اور لشکر قریش نہ آیا تو آنحضرت ﷺ بدر سے کوچ کر کے مدینہ میں واپس تشریف لے آئے اور قریش نے مکہ میں واپس پہنچ کر مدینہ پر حملے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ یہ غزوہ غزوۂ بَدْرُ الْمَوْعِد کہلاتا ہے۔"[246]

غَزوۂ بَنُو مُصْطَلِق

غَزوۂ بَنُو مُصْطَلِق ایک ہے جو شعبان 5/ ہجری میں ہوا۔ غزوۂ بنو مصطلق کا دوسرا نام غزوۂ مُرَیْسِیْع بھی ہے۔[247]

بنو مُصْطَلِق خُزَاعَہ کی شاخ تھی۔ یہ قبیلہ ایک کنویں کے پاس رہتا تھا جس کو مُرَیْسِیْع کہتے تھے۔ یہ فُرُعْ سے ایک یوم کی مسافت پر تھا اور فُرُعْ اور مدینہ کے درمیان قریباً96 میل کا فاصلہ تھا۔[248]

علامہ ابن اسحاق کے نزدیک غزوۂ بنو مصطلق 6/ ہجری میں ہوا جبکہ موسیٰ بن عُقْبہ کے نزدیک 4/ ہجری میں ہوا اور واقدی کہتا ہے کہ یہ غزوہ شعبان 5/ ہجری میں ہوا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے اس کو 5/ ہجری کا ہی لکھا ہے۔ بہرحال جب نبی کریم ﷺ تک یہ بات پہنچی کہ قبیلہ بنو مصطلق نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف شعبان 5/ ہجری میں سات سو اصحاب کے ساتھ پیش قدمی فرمائی۔ آنحضرت ﷺ نے مہاجرین کا جھنڈا حضرت ابو بکرؓ کے سپرد فرمایا۔ ایک دوسری روایت کے مطابق آپؐ نے مہاجرین کا جھنڈا حضرت عمار بن یاسرؓ کو دیا اور انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہؓ کے سپرد فرمایا۔[249]

واقعہ ٔافک

اس کے بارے میں جو تفصیل ہے وہ اس طرح ہے کہ غزوۂ بنو مصطلق سے واپسی پر حضرت عائشہ بنت حضرت ابو بکرؓ پر منافقین کی طرف سے تہمت لگائی گئی۔

یہ واقعہ تاریخ میں واقعہ ٔافک کے نام سے معروف ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ یہ روایت گو کہ ایک صحابی کے ضمن میں پہلے بیان ہو چکی ہے۔[250]

لیکن یہاں حضرت ابو بکرؓ کے حوالے سے بھی بیان کرنا ضروری ہے۔

رسول اللہ ﷺ جب کسی سفر پر روانہ ہونے کا ارادہ فرماتے تو آپؐ اپنی ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ ڈالتے حضرت عائشہؓ سے یہ روایت ہے، اور پھر جس کا قرعہ نکلتا آپؐ اس کو اپنے ساتھ لے

جاتے۔ آپؐ نے ایک غزوہ میں ہمارے درمیان قرعہ ڈالا جو آپ ﷺ نے کیا تھا تو حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میرا قرعہ نکلا۔ میں آپؐ کے ساتھ گئی حجاب کے حکم کے نازل ہونے کے بعد۔ کہتی ہیں میں ہودج میں اٹھائی جاتی اور اسی میں اتاری جاتی۔ ہم چلتے رہے یہاں تک کہ جب رسول اللہ ﷺ اپنے اس غزوہ سے فارغ ہوئے اور واپس تشریف لائے اور ہم مدینہ کے قریب ہوئے تو ایک رات آپ ﷺ نے کوچ کا حکم فرمایا۔ میں کھڑی ہوئی جب لوگوں نے کوچ کا اعلان کیا۔ پھر میں چل پڑی یہاں تک کہ لشکر سے آگے نکل گئی۔ پھر جب میں اپنی ضرورت سے فارغ ہوئی تو ہودج کی طرف آئی اور میں نے اپنے سینے کو ہاتھ لگایا تو کیا دیکھتی ہوں کہ میرا اَظفار کے نگینوں کا ہار ٹوٹ کر گر گیا ہے۔ بہرحال کہتی ہیں میں واپس گئی اور اپنا ہار ڈھونڈنے لگی۔ اس کی تلاش نے مجھے روکے رکھا اور وہ لوگ آئے جو میری سواری کو تیار کرتے تھے جس پر میں ہودج میں بیٹھتی تھی۔ اور انہوں نے میرا ہودج اٹھایا اور اسے میرے اونٹ پر رکھ دیا جس پر مَیں سوار ہوتی تھی۔ کہتی ہیں کہ انہوں نے سمجھا کہ مَیں اس میں ہوں کیونکہ عورتیں ان دنوں میں ہلکی پھلکی ہوا کرتی تھیں اور ان پر زیادہ گوشت نہ ہوتا تھا اور وہ تھوڑا سا ہی کھانا کھایا کرتی تھیں۔ بہرحال لوگوں نے جب اسے اٹھایا تو ہودج کے بوجھ کو غیر معمولی نہ سمجھا۔ انہوں نے اس کو اٹھایا اور میں کم عمر لڑکی تھی۔ انہوں نے اونٹ کو اٹھایا اور چل پڑے اور میں نے اپنا ہار پالیا بعد اس کے کہ لشکر چلا گیا۔

میں ان کے پڑاؤ پر آئی اور وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ پھر میں اپنے پڑاؤ کی طرف گئی جس میں میں تھی اور میں نے خیال کیا کہ وہ مجھے نہ پائیں گے تو میرے پاس واپس آئیں گے۔ اس حال میں کہ میں بیٹھی ہوئی تھی میری آنکھ لگ گئی اور میں سو گئی۔ صَفْوَان بن مُعَطَّل سُلَمِی ذَکْوَانِی لشکر کے پیچھے تھے۔ وہ صبح میرے پڑاؤ پر آئے اور انہوں نے ایک سوئے ہوئے انسان کا وجود دیکھا۔ وہ میرے پاس آئے اور حجاب کے حکم سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا ہوا تھا۔ میں ان کے انّاللہ پڑھنے پر جاگ اٹھی۔ جب انہوں نے اپنی اونٹنی بٹھائی تو انہوں نے اس اونٹنی کا پاؤں موڑا اور جب وہ اونٹنی بیٹھ گئی تو مَیں اس پر سوار ہو گئی۔ اور میری سواری کو لے کر چل پڑے یہاں تک کہ ہم لشکر میں پہنچے بعد اس کے کہ لوگ ٹھیک دوپہر کے وقت آرام کرنے کے لیے پڑاؤ کیے ہوئے تھے۔

پھر جس کو ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہو گیا اور اس افک کا بانی عبداللہ بن ابی بن سَلول تھا۔ ہم مدینہ پہنچے۔ مَیں وہاں ایک ماہ بیمار رہی اور لوگ افک لگانے والوں کی باتوں میں لگے رہے اور میری بیماری میں یہ بات مجھے بے چین کرتی کہ مَیں نبی ﷺ سے وہ مہربانی نہ دیکھتی جو مَیں آپؐ سے دیکھتی تھی جب مَیں بیمار ہوتی۔ آپؐ اندر تشریف لاتے اور سلام کہتے۔ پھر فرماتے تم کیسی ہو؟ مجھے اس واقعہ کا یعنی واقعۂ افک کا کچھ بھی علم نہ تھا یہاں تک کہ جب میں کمزور ہو گئی تو میں اور ام مِسْطَح مَنَاصِع کی طرف گئیں جو ہماری قضائے حاجت کی جگہ تھی۔ ہم نہ نکلتے مگر رات سے رات تک، رات کا انتظار کیا کرتے تھے، اور یہ اس سے پہلے کی بات ہے کہ ہم نے اپنے گھروں کے قریب بیوت الخلا بنائے تھے۔ گھروں میں اس وقت بیوت الخلا نہیں ہوتے تھے۔ بہرحال کہتی ہیں اس سے قبل ہماری حالت پہلے عربوں کی سی تھی جو جنگل

میں یا باہر الگ جا کر قضائے حاجت کیا کرتے تھے۔ میں اور ام مسطح بنتِ اَبُوْرُهْم دونوں گئیں۔ ہم چل رہی تھیں کہ وہ اپنی اوڑھنی سے اٹکی اور اس نے کہا مسطح ہلاک ہو گیا۔ میں نے اسے کہا کیا ہی بری بات ہے جو تم نے کہی ہے۔ کیا تم ایسے شخص کو برا کہہ رہی ہو جو بدر میں موجود تھا تو اس نے کہا اے بھولی بھالی لڑکی! کیا آپؓ نے سنا نہیں جو لوگوں نے کہا۔ تب اس نے مجھے افک والوں کی بات بتائی۔ اس پر میری بیماری مزید بڑھ گئی۔

پھر جب میں اپنے گھر واپس آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور آپؐ نے سلام کیا اور آپؐ نے فرمایا تم کیسی ہو؟ میں نے عرض کیا مجھے اپنے والدین کے پاس جانے کی اجازت دیں۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ مجھے اجازت دیں کہ والدین کے پاس چلی جاؤں۔ میں اس وقت چاہتی تھی کہ میں ان دونوں یعنی اپنے والدین کی طرف سے خبر کا یقینی ہونا معلوم کروں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اجازت دے دی۔ میں اپنے والدین کے پاس آئی تو میں نے اپنی والدہ سے کہا لوگ کیا باتیں کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ اے میری بیٹی! اس معاملہ میں اپنی جان پر بوجھ نہ ڈالو۔ اللہ کی قسم! کم ہی ایسا ہوا ہے کہ کبھی کسی آدمی کے پاس کوئی خوبصورت عورت ہو جس سے وہ محبت کرتا ہو اور اس کی سوکنیں ہوں اور پھر اس کے خلاف باتیں نہ کریں۔ مَیں نے کہا سبحان اللہ! لوگ ایسی بات کا چرچا کر رہے ہیں۔ انہوں نے یعنی حضرت عائشہؓ نے بیان فرمایا کہ مَیں نے وہ رات اس طرح گزاری کہ صبح ہو گئی اور میرے آنسو نہ تھمتے تھے اور نہ مجھے ذرا سی بھی نیند آئی۔

پھر صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابو طالبؓ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ کو بلایا۔ جب وحی میں تاخیر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں سے اپنی بیوی کو چھوڑنے کے بارے میں مشورہ کرنا چاہتے تھے۔ جہاں تک حضرت اسامہ کا تعلق تھا تو انہوں نے مشورہ دیا اس کے مطابق جو وہ جانتے تھے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہؓ سے تعلق کیا ہے اور حضرت عائشہؓ کی حالت کو بھی جانتے ہوں گے کہ نیک پارسا عورت ہیں۔ بہر حال حضرت اسامہؓ نے عرض کیا کہ **یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ کی بیوی ہیں اور اللہ کی قسم! ہم سوائے بھلائی کے اَور کچھ نہیں جانتے۔**

اور جہاں تک حضرت علی بن ابو طالبؓ کا تعلق ہے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ نے آپؐ پر کچھ تنگی نہیں رکھی اور اس کے سوا اَور عورتیں بھی بہت ہیں اور اس خادمہ سے پوچھئے وہ آپؐ سے سچ کہہ دے گی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کو بلایا اور آپؐ نے فرمایا اے بریرہ! کیا تم نے اس میں کوئی بات دیکھی جو تمہیں شک میں ڈالے؟ بریرہ نے عرض کیا نہیں۔ اس کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں نے ان میں اس سے زیادہ کوئی اور بات نہیں دیکھی جس کو میں عیب سمجھوں کہ وہ کم عمر لڑکی ہے، گوندھا ہوا آٹا چھوڑ کر سو جاتی ہے۔ بکری آتی ہے اور وہ اسے کھا جاتی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی روز کھڑے ہوئے اور عبد اللہ بن ابی بن سلول کے بارے میں معذرت چاہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **کون مجھے اس شخص کے بارے میں معذور سمجھے گا** جس کی ایذا رسانی میرے اہل

کے بارے میں مجھے پہنچی ہے۔ اللہ کی قسم! میں اپنے اہل میں سوائے بھلائی کے اَور کوئی بات نہیں جانتا۔ اور لوگوں نے ایسے شخص کا ذکر کیا ہے جس کی بابت مَیں بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتا اور میرے گھر والوں کے پاس وہ نہیں آتا تھا مگر میرے ساتھ۔ حضرت سعد بن معاذؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! بخدا میں اس سے آپؐ کو معذور ٹھہراؤں گا۔ اگر وہ اوس سے ہے تو ہم اس کی گردن مار دیں گے اور اگر وہ ہمارے بھائیوں خزرج سے ہے تو آپؐ ہمیں ارشاد فرمائیں۔ ہم آپؐ کے ارشاد کے مطابق کریں گے۔ اس پر حضرت سعد بن عبادہؓ کھڑے ہو گئے اور وہ خزرج کے سردار تھے اور اس سے پہلے وہ بھلے آدمی تھے لیکن انہیں حمیت نے اکسایا اور انہوں نے کہا تم نے غلط کہا۔ اللہ کی قسم! تم اسے نہیں مارو گے۔ یعنی آپس میں قبیلوں کی ٹھن گئی۔ اور نہ اس پر طاقت رکھتے ہو۔ حضرت اُسَید بن حُضَیرؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا تم نے غلط کہا۔ اللہ کی قسم! ہم اسے ضرور ماریں گے۔ تُو منافق ہے اور منافقوں کی طرف سے جھگڑتا ہے۔ اس پر دونوں قبیلے اوس اور خزرج بھڑک اٹھے یہاں تک کہ وہ لڑنے پر آمادہ ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے تشریف لائے۔ ان کو دھیما کیا یہاں تک کہ خاموش ہو گئے اور آپؐ بھی خاموش ہو گئے۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میں سارا دن روتی رہی۔ یہ واقعہ تو آپ کے علم میں آ گیا لیکن اصل بات یہ تھی کہ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں جو کچھ بھی ہو رہا تھا وہ تو ہو تا رہا لیکن میں سارا دن روتی رہی۔ نہ میرے آنسو تھمے اور نہ مجھے نیند آئی۔ میرے ماں باپ میرے پاس آئے۔ میں دو راتیں اور ایک دن روئی یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ یوں رونا میرے جگر کو پھاڑ ڈالے گا۔ آپؓ نے فرمایا اس اثنا میں کہ وہ دونوں یعنی حضرت عائشہؓ کے والدین جو تھے، میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور مَیں رو رہی تھی کہ ایک انصاری عورت نے اندر آنے کی اجازت چاہی اور مَیں نے اسے اجازت دی۔ وہ بیٹھی اور میرے ساتھ رونے لگی۔ ہم اس حال میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور بیٹھ گئے۔ جب سے میرے متعلق کہا گیا اور جو کہا گیا آپؐ میرے پاس نہیں بیٹھے تھے اور آپؐ ایک مہینہ اسی طریق پر رہے۔ میرے اس معاملے کے بارے میں آپؐ پر کوئی وحی نہیں ہوئی۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد پڑھا۔ پھر فرمایا اے عائشہ! مجھے تمہارے متعلق یہ بات پہنچی ہے۔ اگر تم بَری ہو تو ضرور اللہ تعالیٰ تمہاری بریت فرمائے گا اور اگر تم سے کوئی لغزش ہو گئی ہو تو اللہ سے مغفرت مانگو اور اس کے حضور توبہ کرو کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہے اور پھر وہ توبہ کرتا ہے تو اللہ بھی اس پر رجوع برحمت ہوتا ہے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بات ختم کر چکے تو میرے آنسو تھم گئے یہاں تک کہ مجھے ان کا ایک قطرہ بھی محسوس نہ ہوا اور مَیں نے اپنے باپ یعنی حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میری طرف سے جواب دیں۔ انہوں نے کہا بخدا! میں نہیں جانتا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں۔ پھر مَیں نے اپنی ماں سے کہا آپ میری طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیں جو آپؐ نے فرمایا ہے۔ انہوں نے کہا بخدا! مَیں نہیں جانتی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں مَیں کم عمر لڑکی تھی، قرآن زیادہ نہیں جانتی تھی تو مَیں نے کہا بخدا! مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ آپ لوگوں نے سنا

ہے جو لوگ باتیں کر رہے ہیں اور آپ کے دلوں میں وہ بیٹھ گئی ہے اور آپ لوگوں نے اسے درست سمجھ لیا ہے۔ اور اگر مَیں آپ لوگوں سے کہوں کہ مَیں بَری ہوں اور اللہ جانتا ہے کہ میں فی الواقعہ بَری ہوں تو آپ لوگ مجھے اس میں سچا نہیں سمجھیں گے اور اگر مَیں آپ کے پاس کسی بات کا اقرار کر لوں اور اللہ جانتا ہے کہ مَیں بَری ہوں تو آپ لوگ مجھے سچا سمجھ لیں گے۔

اللہ کی قسم! مَیں اپنی اور آپ لوگوں کی مثال نہیں پاتی سوائے یوسفؑ کے باپ کے کہ جب انہوں نے کہا تھا فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَ اللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ اور اچھی طرح صبر کرنا ہی میرے لیے مناسب ہے اور جو بات تم بیان کرتے ہو اس کے تدارک کے لیے اللہ ہی سے مدد مانگی جا سکتی ہے اور اس سے مدد مانگی جائے گی۔

قرآن میں بریت نازل ہونا

پھر مَیں نے اپنے بستر پر رخ بدل لیا اور مَیں امید کرتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میری بریت ظاہر کرے گا **لیکن بخدا مجھے گمان نہ تھا کہ وہ میرے متعلق وحی نازل کرے گا۔ مَیں اپنے خیال میں اس سے بہت ادنیٰ تھی کہ میرے معاملہ میں قرآن میں بات کی جائے گی** لیکن مجھے امید تھی کہ رسول اللہ ﷺ نیند میں کوئی رؤیا دیکھیں گے کہ اللہ مجھے بَری قرار دیتا ہے۔ اللہ کی قسم! آپؐ اپنے بیٹھنے کی جگہ سے الگ نہیں ہوئے تھے اور نہ گھر والوں میں سے کوئی باہر گیا تھا یہاں تک کہ آپؐ پر وحی نازل ہوئی اور آپ ﷺ پر وہ شدت کی کیفیت طاری ہوئی جو وحی کے وقت آپؐ کو ہوا کرتی تھی۔ یہاں تک کہ سردی کے دن میں آپؐ سے پسینہ موتیوں کی طرح ٹپکتا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ سے یہ کیفیت جاتی رہی تو آپؐ تبسم فرما رہے تھے اور پہلی بات جو آپؐ نے کی وہ آپؐ کا مجھ سے یہ فرمانا تھا کہ اے عائشہ! اللہ کی تعریف بیان کرو کیونکہ اللہ نے تمہاری بریت ظاہر کر دی ہے اور میری ماں نے مجھ سے کہا اٹھو رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ۔

مَیں نے کہا نہیں اللہ کی قسم! مَیں آپ ﷺ کے پاس نہیں جاؤں گی اور اللہ کے سوا کسی کی حمد نہیں کروں گی۔ تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا: اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ (النور:12) یقیناً وہ لوگ جنہوں نے ایک بڑا اتہام باندھا تھا تمہیں میں سے ایک گروہ ہے۔ جب اللہ نے میری بریت میں یہ نازل فرمایا تو حضرت عائشہؓ کے والد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کہا اور وہ مسطح بن اُثاثہ کو بوجہ اس کے قریبی ہونے کے خرچ دیا کرتے تھے، غریب آدمی تھا اس کو خرچ دیا کرتے تھے حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم! مَیں مسطح کو کبھی خرچ نہیں دوں گا بعد اس کے جو اس نے حضرت عائشہؓ کے بارے میں کہا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے نازل وَ لَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَ السَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَ لْيَعْفُوْا وَ لْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (النور:23) اور تم میں سے صاحبِ فضیلت اور صاحبِ توفیق اپنے قریبیوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کو کچھ نہ دینے کی قسم نہ کھائیں۔ پس چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور درگذر کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے اور اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کیوں نہیں۔ اللہ کی قسم! مَیں ضرور پسند کرتا ہوں کہ اللہ مجھے بخش دے تو انہوں نے مسطح کو دوبارہ دینا شروع کر دیا۔ یعنی حضرت ابو بکرؓ جو خرچ کرتے تھے وہ خرچ دوبارہ شروع کر دیا۔

اللہ کی قسم! مَیں نے ان میں خیر ہی دیکھی ہے

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے معاملے میں یعنی حضرت عائشہؓ کے بارے میں حضرت زینبؓ سے پوچھا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا زینب کو کہ اے زینب! تم کیا جانتی ہو یعنی حضرت عائشہؓ کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مَیں اپنی شنوائی اور بینائی محفوظ رکھتی ہوں۔ اللہ کی قسم! مَیں نے ان میں خیر ہی دیکھی ہے۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ اب یہی زینب وہ تھیں جو میرا مقابلہ کیا کرتی تھیں اور اللہ نے انہیں پرہیز گاری کی وجہ سے بچالیا۔[251] یہ صحیح بخاری کی ایک لمبی روایت ہے۔

اگر وعید کے طور پر کوئی عہد کیا جائے تو اس کا توڑنا حسنِ اخلاق میں داخل ہے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں "خدا تعالیٰ نے اپنے اخلاق میں یہ داخل رکھا ہے کہ وہ **وعید کی پیشگوئی کو توبہ و استغفار اور دعا اور صدقہ سے ٹال دیتا ہے** اسی طرح انسان کو بھی اس نے یہی اخلاق سکھائے ہیں۔ جیسا کہ قرآن شریف اور حدیث سے یہ ثابت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت جو منافقین نے محض خباثت سے خلاف واقعہ تہمت لگائی تھی اس تذکرہ میں بعض سادہ لوح صحابہ بھی شریک ہو گئے تھے۔ ایک صحابی ایسے تھے کہ وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر سے دو وقتہ روٹی کھاتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان کی اس خطا پر قسم کھائی تھی اور وعید کے طور پر عہد کر لیا تھا کہ میں اس بے جا حرکت کی سزا میں اس کو کبھی روٹی نہ دوں گا۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی تھی وَلۡيَعۡفُوۡا وَلۡيَصۡفَحُوۡا ؕ اَلَا تُحِبُّوۡنَ اَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَـكُمۡ‌ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ (النور:23) تب حضرت ابو بکرؓ نے اپنے اس عہد کو توڑ دیا اور بدستور روٹی لگادی۔" حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں "اسی بنا پر اسلامی اخلاق میں یہ داخل ہے کہ **اگر وعید کے طور پر کوئی عہد کیا جائے تو اس کا توڑنا حسنِ اخلاق میں داخل ہے۔** مثلاً اگر کوئی اپنے خدمت گار کی نسبت قسم کھائے کہ میں اس کو ضرور پچاس جوتے ماروں گا تو اس کی توبہ اور تضرع پر معاف کرنا سنت اسلام ہے تا تخلّق باخلاق اللہ ہو جائے مگر وعدہ کا تخلف جائز نہیں۔ ترکِ وعدہ پر باز پرس ہو گی مگر ترکِ وعید پر نہیں۔"[252]

یہ ایک علیحدہ مضمون ہے کہ وعدہ کیا ہے اور وعید کیا ہے اور وہ پہلے بھی ایک دفعہ بیان ہو چکا ہے۔[253]

غزوۂ احزاب

بہر حال اب ذکر ہے غزوۂ احزاب کا جو شوال پانچ ہجری میں ہوئی۔ قریش مکہ اور مسلمانوں کے مابین یہ تیسرا بڑا معرکہ تھا جو غزوۂ خندق بھی کہلاتا ہے۔ یہ غزوہ شوال 5 ہجری میں ہوا۔ چونکہ قریش، یہودِ خیبر اور بہت سے گروہ اس میں جتھہ بندی کر کے مدینہ منورہ پر چڑھ آئے تھے اس لیے قرآن کریم میں مذکور نام احزاب سے بھی یہ معرکہ منسوب ہے یعنی غزوۂ احزاب۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے قبیلہ بنو نضیر کو جلا وطن کر دیا تو وہ خیبر چلے گئے۔ ان کے اشراف اور معززین میں سے چند آدمی مکہ روانہ ہوئے۔ انہوں نے قریش کو اکٹھا کیا اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ کی ترغیب دی۔ ان لوگوں نے قریش سے معاہدہ کیا اور سب نے آپؐ سے جنگ پر اتفاق کیا اور اس کے لیے انہوں نے ایک وقت کا وعدہ کر لیا۔ بنو نضیر کے وہ لوگ قریش کے پاس سے نکل کر قبیلہ غَطفَان اور سُلَیم کے پاس آئے اور ان سے بھی اس قسم کا معاہدہ کیا اور پھر وہ لوگ ان کے پاس سے روانہ ہو گئے۔ قریش تیار ہو گئے انہوں نے متفرق قبائل کو اور ان عربوں کو جو ان کے حلیف تھے جمع کیا تو چار ہزار ہو گئے۔ ابوسفیان بن حَرْب ان کا سردار تھا۔ راستہ میں دیگر قبائل کے لوگ بھی اس لشکر سے ملتے رہے۔ یوں اس لشکر کی مجموعی تعداد دس ہزار ہو گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کے مکہ سے روانہ ہونے کی خبر پہنچی تو آپؐ نے صحابہ کرام کو بلوایا اور انہیں، صحابہ کو، دشمن کی خبر دی اور اس معاملہ میں ان سے مشورہ کیا۔ اس پر حضرت سلمان فارسیؓ نے خندق کی رائے دی جو مسلمانوں کو پسند آئی۔ عہد نبویؐ میں مدینہ کی شمالی سمت کھلی تھی۔ باقی تین اطراف میں مکانات اور نخلستان تھے جن میں سے دشمن گذر نہ سکتا تھا۔ چنانچہ کھلی سمت میں خندق کھود کر شہر کے دفاع کا فیصلہ ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ہزار مسلمانوں کے ساتھ مل کر خندق کھودنی شروع کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیگر مسلمانوں کے ہمراہ خندق کھودنے کا کام کر رہے تھے تاکہ مسلمانوں کا حوصلہ بڑھے۔ کل چھ ایام میں یہ خندق کھودی گئی۔ اس خندق کی لمبائی تقریباً چھ ہزار گز یا کوئی ساڑھے تین میل تھی۔[254]

حضرت ابو بکرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہے۔ خندق کھودنے کے دوران حضرت ابو بکرؓ اپنے کپڑوں میں مٹی اٹھاتے تھے اور آپؓ نے خندق کھودنے میں بھی باقی صحابہ کے ساتھ مل کر کام کیا تاکہ خندق کی کھدائی کا کام مقررہ وقت کے اندر جلد از جلد مکمل ہو جائے۔[255]

خندق کھودنے میں کوئی مسلمان پیچھے نہیں رہا اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو جب ٹوکریاں نہ ملتیں تو جلدی میں اپنے کپڑوں میں مٹی منتقل کرتے تھے اور وہ دونوں نہ کسی کام میں اور نہ سفر و حضر میں ایک دوسرے سے جدا ہوتے تھے۔[256]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کی کھدائی میں سخت محنت کی۔ کبھی کدال چلاتے اور کبھی بیلچے سے مٹی

جمع کرتے اور کبھی ٹوکری میں مٹی اٹھاتے۔ ایک دن آپ ﷺ کو بہت زیادہ تھکاوٹ ہو گئی تو آپ ﷺ بیٹھ گئے۔ پھر اپنے بائیں پہلو پر پتھر کا سہارا لیا تو آپ ﷺ کو نیند آگئی تو حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ آپ ﷺ کے سرہانے کھڑے ہو کر لوگوں کو آپ ﷺ کے پاس سے گزرنے سے روکتے رہے کہ کہیں وہ آپ ﷺ کو جگا نہ دیں۔[257]

قریش اور اس کے حامیوں کے دس ہزار کے لشکر نے مدینہ کے مسلمانوں کا جب محاصرہ کر لیا تو اس **محاصرہ کے زمانہ میں حضرت ابو بکر مسلمانوں کے لشکر کے ایک حصہ کی قیادت کر رہے تھے۔** بعد میں اس جگہ جہاں حضرت ابو بکرؓ نے قیادت فرمائی ایک مسجد بنا دی گئی جسے مسجد صدیق کہا جاتا تھا۔[258]

غزوۂ بنو قریظہ اور حضرت ابو بکرؓ کی شرکت

غزوۂ بنو قریظہ ایک غزوہ تھا۔ واقدی نے غزوۂ بنو قریظہ میں شامل افراد کے نام درج کیے ہیں جس کے مطابق قبیلہ بنو تیم میں سے حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ بھی غزوۂ بنو قریظہ میں شامل ہوئے تھے۔[259]

عبد الرحمٰن بن غنمؓ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ بنو قریظہ کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے آپؐ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہؐ! لوگ اگر آپؐ کو دنیاوی زینت والے لباس میں دیکھیں گے تو ان میں اسلام قبول کرنے کی خواہش زیادہ ہو گی۔ پس آپؐ وہ حلّہ زیب تن فرمائیں جو حضرت سعد بن عبادہؓ نے آپؐ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ پس آپ ﷺ اسے پہنیں تاکہ مشرکین آپؐ پر خوبصورت لباس دیکھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا مَیں ایسا کروں گا۔ اللہ کی قسم! اگر تم دونوں میرے لیے کسی ایک امر پر متفق ہو جاؤ تو میں تمہارے مشورے کے خلاف نہیں کرتا اور **میرے رب نے میرے لیے تمہاری مثال ایسی ہی بیان کی ہے جیسا کہ اس نے ملائک میں سے جبرائیل اور میکائیل کی مثال بیان کی ہے۔** جہاں تک ابنِ خطاب ہیں تو ان کی مثال فرشتوں میں سے جبرائیل کی سی ہے۔ اللہ نے ہر امّت کو جبرائیل کے ذریعہ ہی ہلاک کیا ہے اور ان کی مثال انبیاء میں سے حضرت نوح کی سی ہے جب انہوں نے کہا رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا (نوح: 27) اے میرے رب! کافروں میں سے کسی کو زمین پر بستا ہوا نہ رہنے دے۔ اور ابنِ ابی قحافہ کی مثال فرشتوں میں **میکائیل کی مانند ہے یعنی حضرت ابو بکرؓ کی مثال۔** جب وہ مغفرت طلب کرتا ہے تو ان لوگوں کے لیے جو زمین میں ہیں اور انبیاء میں اس کی مثال حضرت ابراہیمؑ کی مانند ہے جب انہوں نے کہا فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَإِنَّهٗ مِنِّيْ وَمَنْ عَصَانِيْ فَإِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (ابراہیم: 37) پس جس نے میری پیروی کی تو وہ یقیناً مجھ سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو یقیناً تُو بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اگر تم دونوں میرے لیے کسی ایک امر پر متفق ہو جاؤ تو میں مشورہ میں تم دونوں کے خلاف نہیں کروں گا۔ لیکن تم

دونوں کی حالت مشورے میں کئی طرح کی ہے جیسے جبرائیل اور میکائیل اور نوح اور ابراہیم علیہ السلام کی مثال ہے۔[260]

نبی کریم ﷺ نے جب بنو قریظہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا تو اس حوالے سے ایک روایت میں مذکور ہے۔ عائشہ بنت سعد نے اپنے والد سے بیان کیا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا۔ اے سعد! آگے بڑھو اور ان لوگوں پر تیر چلاؤ۔ میں اس حد تک آگے بڑھا کہ میرا تیر اُن تک پہنچ جائے اور میرے پاس پچاس سے زائد تیر تھے جو ہم نے چند لمحوں میں چلائے گویا ہمارے تیر ٹڈی دَل کی طرح تھے۔ پس وہ لوگ اندر گھس گئے اور ان میں سے کوئی بھی جھانک کر باہر نہ دیکھ رہا تھا۔ ہم اپنے تیروں کے متعلق ڈرنے لگے کہ کہیں وہ سارے ہی ختم نہ ہو جائیں۔ پس ہم ان میں سے بعض تیر چلاتے اور بعض کو اپنے پاس محفوظ رکھتے۔

حضرت کعب بن عَمْرو مَازِنِی ؓ بھی تیر چلانے والوں میں سے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ مَیں نے اس روز جتنے تیر میرے ترکش میں تھے وہ سارے چلائے یہاں تک کہ جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو ہم نے ان لوگوں پر تیر چلانا بند کر دیے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم تیر اندازی کر چکے تھے اور رسول اللہ ﷺ اپنے گھوڑے پر سوار تھے اور آپ ﷺ مسلح تھے اور گھڑ سوار آپؐ کے ارد گرد تھے۔ پھر آپ ﷺ نے ہمیں ارشاد فرمایا تو ہم اپنے اپنے ٹھکانوں کی طرف لوٹ آئے اور ہم نے رات گزاری۔ اور ہمارا کھانا وہ کھجوریں تھیں جو حضرت سعد بن عُبادہؓ نے بھیجی تھیں اور وہ کھجوریں کافی زیادہ تھیں۔ ہم نے رات ان کھجوروں میں سے کھاتے ہوئے گزاری۔ **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو دیکھا گیا کہ وہ بھی کھجوریں کھا رہے تھے۔** رسول اللہ ﷺ فرماتے کہ کھجور کیا ہی عمدہ کھانا ہے۔[261]

حضرت سعد بن معاذؓ نے جب بنو قریظہ کے متعلق فیصلہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی تعریف کی اور فرمایا کہ تم نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔ اس پر حضرت سعدؓ نے دعا کی کہ اے اللہ! اگر تُو نے آنحضرت ﷺ کی قریش کے ساتھ کوئی اَور جنگ مقدر کر رکھی ہے تو مجھے اس کے لیے زندہ رکھ اور اگر آنحضرت ﷺ اور قریش کے درمیان جنگ کا خاتمہ کر دیا ہے تو مجھے وفات دے دے۔ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ ان کا زخم کھل گیا حالانکہ آپؓ تندرست ہو چکے تھے اور اس زخم کا معمولی نشان باقی رہ گیا تھا اور وہ اپنے خیمے میں واپس آ گئے جو رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے لگوایا تھا۔ **حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ ان کے پاس تشریف لائے اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ مَیں حضرت عمرؓ کے رونے کی آواز کو حضرت ابو بکرؓ کے رونے کی آواز سے الگ پہچان رہی تھی جبکہ مَیں اپنے حجرے میں تھی۔ یعنی اس وقت جب حضرت سعدؓ کی نزع کی کیفیت طاری ہوئی، تو یہ دونوں رو رہے تھے۔ میں اپنے حجرے میں تھی اور وہ ایسے ہی تھے جیسے کہ اللہ عز و جل نے فرمایا ہے رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (الفتح:30) یعنی آپس میں ایک دوسرے سے بے حد محبت کرنے والے ہیں۔**[262]

صلح حدیبیہ

صلح حدیبیہ کے حوالے سے لکھا ہے جیسا کہ گذشتہ خطبات میں ذکر ہو چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک خواب دیکھی کہ آپ ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں۔ اس خواب کی بنا پر آنحضرت ﷺ چودہ سو صحابہ کی جمعیت کے ساتھ ذوالقعدہ چھ ہجری کے شروع میں پیر کے دن بوقت صبح مدینہ سے عمرے کی ادائیگی کے لیے روانہ ہوئے۔[263]

جب رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا کہ کفارِ مکہ نے آپ ﷺ کو مکہ میں داخل ہونے سے روکنے کی تیاری کر لی ہے تو آپ ﷺ نے صحابہ سے مشورہ طلب کیا۔ **حضرت ابو بکرؓ نے مشورہ دیتے ہوئے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! ہم تو محض عمرے کے لیے آئے ہیں ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے۔** میری رائے یہ ہے کہ ہم اپنی منزل کی طرف جائیں۔ اگر کوئی ہمیں بیت اللہ سے روکنے کی کوشش کرے گا تو ہم اس سے لڑائی کریں گے۔[264]

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب قریش کی طرف سے باہم گفت و شنید کے لیے وفود کا سلسلہ شروع ہوا تو عُروہ آپؐ کے پاس آئے اور نبی کریم ﷺ سے گفتگو کرنے لگے۔ عروہ نے کہا محمد (ﷺ)! بتاؤ تو سہی اگر تم نے اپنی قوم کو بالکل نابود کر دیا تو کیا تم نے عربوں میں سے کسی عرب کی نسبت سنا ہے جس نے تم سے پہلے اپنے ہی لوگوں کو تباہ کر دیا ہو؟ اور اگر دوسری بات ہو یعنی قریش غالب ہوئے تو اللہ کی قسم! میں تمہارے ساتھیوں کے چہروں کو دیکھ رہا ہوں جو اِدھر اُدھر سے اکٹھے ہو گئے ہیں وہ بھاگ جائیں گے اور تمہیں چھوڑ دیں گے۔ یہ سن کر حضرت ابو بکرؓ نے عُروہ بن مسعود سے نہایت سخت الفاظ میں کہا کہ جاؤ جاؤ جا کر اپنے بت لات کو چومتے پھر و یعنی اس کی پوجا کرو۔ اس پر عروہ نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا ابو بکرؓ۔ عُروہ نے کہا دیکھو اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ **اگر تمہارا مجھ پر ایک احسان نہ ہوتا جس کا مَیں نے ابھی تک تمہیں بدلہ نہیں دیا تو میں اس کا تمہیں جواب دیتا۔** حضرت ابو بکرؓ کا احسان یہ تھا کہ ایک معاملے میں عُروہ پر دیت جب واجب ہوئی تو حضرت ابو بکرؓ نے دس گابھن اونٹنیوں کے ساتھ اس کی مدد کی تھی۔ بہر حال عُروہ نے یہ کہا اور آنحضرت ﷺ سے باتیں شروع کر دیں۔

صلح حدیبیہ اور حضرت عمرؓ کی گفتگو

صلح حدیبیہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ کے ساتھ قریش کا معاہدہ ہو رہا تھا۔ حضرت عمر بن خطابؓ کہتے تھے کہ مَیں نبی ﷺ کے پاس آیا اور میں نے کہا کیا آپ سچ مچ اللہ کے نبی نہیں ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں۔ میں نے کہا کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور ہمارا دشمن باطل پر؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں۔ میں نے عرض کیا تو پھر ہم اپنے دین سے متعلق ذلت آمیز شرطیں کیوں مانیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں اور میں اس کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ وہ میری مدد کرے گا۔ یعنی اگر میں شرطیں مان رہا ہوں تو یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی نہیں ہے۔ فرمایا کہ وہ میری مدد کرے گا۔ میں نے

کہا یعنی حضرت عمرؓ نے کہا۔ کیا آپ ﷺ ہم سے نہیں کہتے تھے کہ ہم عنقریب بیت اللہ میں پہنچیں گے اور اس کا طواف کریں گے ؟ آپؐ نے فرمایا: بے شک میں نے کہا تھا اور کیا میں نے تمہیں یہ بتایا تھا کہ ہم بیت اللہ اسی سال پہنچیں گے ؟ آنحضرت ﷺ نے پوچھا۔ میں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ ہم اسی سال بیت اللہ پہنچیں گے۔ حضرت عمرؓ کہتے تھے۔ میں نے کہا نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا تو پھر بیت اللہ ضرور پہنچو گے اور اس کا طواف بھی کرو گے۔ حضرت عمرؓ کہتے تھے یہ سن کر میں ابو بکرؓ کے پاس آیا اور میں نے کہا۔ ابو بکرؓ! کیا حقیقت میں آنحضرت ﷺ اللہ کے نبی نہیں ہیں ؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ میں نے کہا کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور ہمارا دشمن باطل پر ؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ میں نے کہا ہم اپنے دین سے متعلق ذلت آمیز شرط کیوں قبول کریں ؟ اس وقت ابو بکرؓ نے کہا اے مردِ خدا! بے شک آنحضرت ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور رسول اپنے رب کی نافرمانی نہیں کیا کرتا اور اللہ ضرور ان کی مدد کرے گا۔ حضرت ابو بکرؓ نے تقریباً وہی الفاظ دہرائے جو آنحضرت ﷺ نے فرمائے تھے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کو فرمایا کہ آپ ﷺ کے طے فرمودہ معاہدے کو مضبوطی سے تھامے رہو۔ اللہ کی قسم! آپؐ یقیناً حق پر ہیں۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں مَیں نے کہا کہ کیا آپ ﷺ ہم سے نہیں کہتے تھے کہ ہم ضرور بیت اللہ میں پہنچیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا بیشک۔ کیا آنحضور ﷺ نے یہ بھی بتایا تھا کہ تم اسی سال وہاں پہنچو گے ؟ حضرت عمرؓ کہتے ہیں اس پر میں نے کہا نہیں۔ تو اس پر حضرت ابو بکرؓ نے کہا پھر تم ضرور وہاں پہنچو گے اور اس کا طواف ضرور کرو گے۔ زُہری نے کہا کہ حضرت عمرؓ کہتے تھے کہ مَیں نے اس غلطی کی وجہ سے بطور کفارہ کئی نیک عمل کئے۔[265] یہ بخاری میں سے لیا گیا ہے۔

اسی صلح حدیبیہ کی تفصیلات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا ہے کہ

عُروَہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا اور آپؐ کے ساتھ گفتگو شروع کی۔ آپؐ نے اس کے سامنے اپنی وہی تقریر دوہرائی جو اس سے قبل آپؐ بُدَیل بن وَرْقا کے سامنے فرما چکے تھے۔ عُروَہ اصولاً آنحضرت ﷺ کی رائے کے ساتھ متفق تھا مگر قریش کی سفارت کا حق ادا کرنے اور ان کے حق میں زیادہ سے زیادہ شرائط محفوظ کرانے کی غرض سے کہنے لگا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اگر آپؐ نے اس جنگ میں اپنی قوم کو ملیامیٹ کر دیا تو کیا آپؐ نے عربوں میں کسی ایسے آدمی کا نام سنا ہے جس نے آپؐ سے پہلے ایسا ظلم ڈھایا ہو لیکن اگر بات دگرگوں ہوئی یعنی قریش کو غلبہ ہو گیا تو خدا کی قسم! مجھے آپؐ کے ارد گرد ایسے منہ نظر آرہے ہیں کہ انہیں بھاگتے ہوئے دیر نہیں لگے گی اور یہ سب لوگ آپ کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔

حضرت ابو بکرؓ جو اس وقت آنحضرت ﷺ کے پاس ہی بیٹھے تھے عروہ کے یہ الفاظ سن کر غصہ سے بھر گئے اور فرمانے لگے جاؤ جاؤ اور لات کو، یعنی اُن کا بت جو لات ہے، اس کو چومتے پھرو۔ کیا ہم خدا کے رسول کو چھوڑ جائیں گے ؟ لات بت جو تھا وہ قبیلہ بنو ثَقیف کا ایک مشہور بت تھا۔ حضرت ابو بکرؓ کا مطلب یہ تھا کہ تم لوگ بت پرست ہو اور ہم لوگ خدا پرست ہیں تو کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ تم تو بتوں کی

خاطر صبر و ثبات دکھاؤ اور ہم خدا پر ایمان لاتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں۔ عروہ نے طیش میں آ کر پوچھا یہ کون شخص ہے جو اس طرح میری بات کاٹتا ہے؟ لوگوں نے کہا یہ ابو بکرؓ ہیں۔ ابو بکر کا نام سن کر عروہ کی آنکھیں شرم سے نیچی ہو گئیں۔ کہنے لگا اے **ابو بکرؓ! اگر میرے سر پر تمہارا ایک بھاری احسان نہ ہوتا۔** یہاں بھی یہی ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے ایک دفعہ اس کا قرض ادا کر کے اس کی جان چھڑائی تھی۔ تو خدا کی قسم میں تمہیں اس وقت بتاتا کہ ایسی بات کا جو تم نے کہی ہے کس طرح جواب دیتے ہیں۔[266]

حضرت ابو جندل کا زنجیروں میں لڑکھڑاتے ہوئے آنا

بخاری کے ایک حوالے میں درج ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ کے ساتھ قریش کا معاہدہ ہو رہا تھا اور شرائط طے پا چکی تھیں۔ اس وقت حضرت ابو جَندل جو کہ سُہَیل بن عَمرو کے بیٹے تھے اپنی زنجیروں میں لڑکھڑاتے ہوئے آئے۔ سُہَیل بن عَمرو نے جو مکہ کی طرف سے بطور سفیر آئے تھے اس نے ان کو واپس کرنے کا مطالبہ کیا۔ آنحضور ﷺ نے اس کو قریش کو واپس کر دیا۔[267]

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس کی کچھ تفصیل بیان کی ہے اور اس میں اس واقعہ کا بھی ذکر ہے جو حضرت عمرؓ نے آنحضرت ﷺ سے بحث کرتے ہوئے کیا تھا کہ اگر آپؐ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں تو پھر ہم یوں نیچے لگ کر بات کیوں کریں۔ بہر حال اس کی تفصیل یہ ہے یعنی ابو جندل کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے اس پر حضرت عمرؓ نے یہ بات کی۔

"مسلمان یہ نظارہ دیکھ رہے تھے "ابو جندل سے زیادتی کا" اور مذہبی غیرت سے ان کی آنکھوں میں خون اتر رہا تھا مگر رسول اللہ ﷺ کے سامنے سہم کر خاموش تھے۔ آخر حضرت عمرؓ سے نہ رہا گیا۔ وہ آنحضرت ﷺ کے قریب آئے اور کانپتی ہوئی آواز میں فرمایا۔ کیا آپؐ خدا کے برحق رسول نہیں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں ہاں ضرور ہوں۔ عمرؓ نے کہا کیا ہم حق پر نہیں اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں ضرور ایسا ہی ہے۔ عمرؓ نے کہا تو پھر ہم اپنے سچے دین کے معاملہ میں یہ ذلت کیوں برداشت کریں؟ آپؐ نے حضرت عمرؓ کی حالت کو دیکھ کر مختصر الفاظ میں فرمایا۔ دیکھو عمر! میں خدا کا رسول ہوں اور میں خدا کی منشاء کو جانتا ہوں اور اس کے خلاف نہیں چل سکتا اور وہی میرا مددگار ہے مگر حضرت عمرؓ کی طبیعت کا تلاطم لحظہ بلحظہ بڑھ رہا تھا۔ کہنے لگے کیا آپؐ نے ہم سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ کا طواف کریں گے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں میں نے ضرور کہا تھا مگر کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ یہ طواف ضرور اسی سال ہو گا؟ عمرؓ نے کہا نہیں ایسا تو نہیں کہا۔ آپؐ نے فرمایا تو پھر انتظار کرو۔ تم ان شاء اللہ ضرور مکہ میں داخل ہو گے اور کعبہ کا طواف کرو گے۔ مگر اس جوش کے عالم میں حضرت عمرؓ کی تسلی نہیں ہوئی لیکن چونکہ آنحضرت ﷺ کا خاص رعب تھا اس لئے حضرت عمرؓ وہاں سے ہٹ کر حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے اور ان کے ساتھ بھی اسی قسم کی جوش کی باتیں کیں۔

اور حضرت ابو بکرؓ نے بھی اسی قسم کے جواب دئے مگر ساتھ ہی حضرت ابو بکرؓ نے نصیحت کے

رنگ میں فرمایا: دیکھو عمر سنبھل کر رہو۔ رسولِ خدا کی رکاب پر جو ہاتھ تم نے رکھا ہے اسے ڈھیلا نہ ہونے دینا کیونکہ خدا کی قسم! یہ شخص جس کے ہاتھ میں ہم نے اپنا ہاتھ دیا ہے بہر حال سچا ہے۔

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ اس وقت میں اپنے جوش میں یہ ساری باتیں کہہ تو گیا مگر بعد میں مجھے سخت ندامت ہوئی اور میں توبہ کے رنگ میں اس کمزوری کے اثر کو دھونے کے لئے بہت سے نفلی اعمال بجا لایا۔ یعنی صدقے کئے۔ روزے رکھے۔ نفلی نمازیں پڑھیں اور غلام آزاد کئے تا کہ میری اس کمزوری کا داغ دھل جائے۔"[268]

حضرت مصلح موعودؓ صلح حدیبیہ کے واقعات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خانہ کعبہ کے طواف کے لئے تشریف لے گئے تو کفار مکہ نے خبر پا کر اپنے ایک سردار کو آپؐ کی طرف روانہ کیا کہ وہ جا کر کہے کہ اس سال آپؐ طواف کے لئے نہ آئیں۔ وہ سردار آپ کے پاس پہنچا اور بات چیت کرنے لگا۔ بات کرتے وقت اس نے آپ کی ریشِ مبارک کو ہاتھ لگایا کہ آپ اس دفعہ طواف نہ کریں اور کسی اگلے سال پر ملتوی کر دیں۔" حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "ایشیاء کے لوگوں میں دستور ہے کہ جب وہ کسی سے بات منوانا چاہتے ہوں تو منّت کے طور پر دوسرے کی داڑھی کو ہاتھ لگاتے ہیں یا اپنی داڑھی کو ہاتھ لگا کر کہتے ہیں کہ دیکھو! میں بزرگ ہوں اور قوم کا سردار ہوں میری بات مان جاؤ۔ چنانچہ اس سردار نے بھی منّت کے طور پر آپ کی داڑھی کو ہاتھ لگایا۔ یہ دیکھ کر ایک صحابی آگے بڑھے اور اپنی تلوار کا ہتھا مار کر سردار سے کہا اپنے ناپاک ہاتھ پیچھے ہٹاؤ۔ سردار نے تلوار کا ہتھا مارنے والے کو پہچان کر کہا تم وہی ہو جس پر میں نے فلاں موقع پر احسان کیا تھا۔ یہ سن کر وہ صحابی خاموش ہو گئے اور پیچھے ہٹ گئے۔ سردار نے پھر منّت کے طور پر آپ کی داڑھی کو ہاتھ لگایا۔ صحابہؓ کہتے ہیں کہ ہمیں اس سردار کے اس طرح ہاتھ لگانے پر سخت غصہ آ رہا تھا مگر اس وقت ہمیں کوئی ایسا شخص نظر نہ آتا تھا جس پر اس سردار کا احسان نہ ہو اور اس وقت ہمارا دل چاہتا تھا کہ کاش! ہم میں سے کوئی ایسا شخص ہوتا جس پر اس سردار کا کوئی احسان نہ ہو۔ اتنے میں ایک شخص ہم میں سے آگے بڑھا جو سر سے پاؤں تک خود اور زِرہ میں لپٹا ہوا تھا اور بڑے جوش کے ساتھ سردار سے مخاطب ہو کر کہنے لگا ہٹا لو اپنا ناپاک ہاتھ۔ یہ حضرت ابو بکرؓ تھے۔" جنہوں نے یہ کہا تھا۔ "سردار نے جب ان کو پہچانا تو کہا ہاں میں تمہیں کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ تم پر میرا کوئی احسان نہیں ہے۔"[269]

ذوالقعدہ چھ ہجری میں صلح حدیبیہ کے موقع پر جب صلح نامہ لکھا گیا تو اس معاہدے کی دو نقلیں تیار کی گئیں اور بطور گواہ کے فریقین کے متعدد معززین نے ان پر اپنے دستخط کیے۔

مسلمانوں کی طرف سے دستخط کرنے والوں میں سے حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ تھے۔ یہ سیرت خاتم النبیین سے ماخوذ ہے۔[270]

حضرت ابو بکرؓ فرمایا کرتے تھے کہ اسلام میں صلح حدیبیہ سے بڑی کوئی اَور فتح نہیں ہے۔ [271]

سریہ حضرت ابو بکرؓ بطرف بَنُو فَزَارَہ

سریہ حضرت ابو بکرؓ بطرف بَنُو فَزَارَہ اس کے ذکر میں لکھا ہے کہ یہ سریہ چھ ہجری میں ہوا ہے۔ بنو فَزَارَہ نَجد اور وادِی القُریٰ میں آباد تھے۔ [272]

طبقات الکبریٰ میں اور سیرت ابن ہشام میں لکھا ہے کہ یہ سریہ حضرت زید بن حارثہؓ کی کمان میں بھیجا گیا تھا۔ [273]

لیکن صحیح مسلم اور سنن ابی داؤد کی حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو اس سریہ کا امیر مقرر فرمایا تھا۔ چنانچہ صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ اِیَاس بن سَلَمہ بیان کرتے ہیں کہ میرے پاس میرے والد نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم نے فَزَارَہ قبیلہ سے جنگ کی اور ہمارے امیر حضرت ابو بکرؓ تھے۔ آپؓ کو رسول اللہ ﷺ نے ہم پر امیر بنایا تھا۔ [274]

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی اس سریہ کا ذکر کرتے ہوئے یہ بیان فرمایا ہے کہ

"آنحضرت ﷺ نے صحابہؓ کا ایک دستہ حضرت ابو بکرؓ کی کمان میں بنو فَزَارَہ کی طرف روانہ فرمایا۔ یہ قبیلہ اس وقت مسلمانوں کے خلاف بر سرپیکار تھا اور اس دستہ میں سَلَمَہ بن اَکْوَعْ بھی شامل ہوئے جو مشہور تیر انداز اور دوڑنے میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ سَلَمَہ بن اَکْوَع بیان کرتے ہیں کہ ہم صبح کی نماز کے قریب اس قبیلہ کی قرار گاہ کے پاس پہنچے اور جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت ابو بکرؓ نے ہمیں حملہ کا حکم دیا۔ ہم قبیلہ فَزارہ سے لڑتے ہوئے ان کے چشمہ تک جا پہنچے اور مشرکین کے کئی آدمی مارے گئے جس کے بعد وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے اور ہم نے کئی آدمی قید کر لئے۔ سلمہؓ روایت کرتے ہیں کہ بھاگنے والے لوگوں میں سے ایک پارٹی بچوں اور عورتوں کی تھی جو جلدی جلدی ایک قریب کی پہاڑی کی طرف بڑھ رہی تھی۔ میں نے ان کے اور پہاڑی کے درمیان تیر پھینکنے شروع کر دیئے۔ جس پر یہ پارٹی خائف ہو کر کھڑی ہو گئی اور ہم نے انہیں قید کر لیا۔ ان قیدیوں میں ایک عمر رسیدہ عورت بھی تھی جس نے اپنے اوپر سرخ چمڑے کی چادر اوڑھ رکھی تھی اور اس کی ایک خوبصورت لڑکی بھی اس کے ساتھ تھی۔ میں ان سب کو گھیر کر حضرت ابو بکرؓ کے پاس لے آیا اور آپؓ نے یہ لڑکی میری نگرانی میں دے دی۔ پھر جب ہم مدینہ میں آئے تو آنحضرت ﷺ نے مجھ سے یہ لڑکی لے لی اور اسے مکہ بھجوا کر اس کے عوض میں بعض ان مسلمان قیدیوں کی رہائی حاصل کی جو اہل مکہ کے پاس محبوس تھے۔" [275] جن کو اہل مکہ نے قید کیا ہوا تھا۔ اس لڑکی کے عوض ان کو چھڑوایا۔

غزوۂ خیبر

غزوۂ خیبر کے بارے میں ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ ماہ محرم سات ہجری میں خیبر کی طرف

روانہ ہوئے۔ خیبر ایک نخلستان ہے جو مدینہ منورہ سے ایک سو چوراسی کلو میٹر شمال میں واقع ہے۔ یہاں ایک آتش فشانی چٹانوں کا سلسلہ ہے۔ یہاں یہود کے بہت سے قلعے تھے جن میں سے بعض کے آثار اب بھی باقی ہیں۔ ان قلعوں کو مسلمانوں نے غزوۂ خیبر میں فتح کیا تھا۔ یہ علاقہ نہایت زرخیز اور یہود کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد مدینہ پر سِبَاعْ بن عُرْفُطه غِفَارِی کو امیر مقرر کیا۔[276]

خیبر میں قلعوں کا محاصرہ دس سے زائد راتیں رہا۔[277]

حضرت بُرَیْدَہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دردِ شقیقہ ہو جاتا تھا تو آپؐ ایک یا دو دن باہر تشریف نہ لاتے تھے۔ پس جب آپؐ خیبر میں اترے تو آپؐ کو درد شقیقہ ہو گیا تو آپؐ لوگوں میں تشریف نہ لائے۔ سر درد ہوتی ہے جسے درد شقیقہ، Migraine کہتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو کَتِیْبَہ کے قلعوں کی طرف بھیجا۔ پس انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا لیا اور دشمن کے مقابلے میں ڈٹ گئے اور سخت قتال کیا۔ پھر واپس آگئے اور فتح نہ ہوئی حالانکہ انہوں نے بہت کوشش کی تھی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو بھیجا۔ انہوں نے بھی آپؐ کا جھنڈا لیا اور سخت قتال کیا اور یہ پہلے قتال سے بھی زیادہ سخت تھا۔ پھر آپؓ بھی واپس لوٹ آئے لیکن فتح نہ ہوئی۔[278]

تاریخ و سیرت کی اکثر کتب میں یہی ملتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو یکے بعد دیگرے امیر لشکر بنایا گیا تھا لیکن ان کے ہاتھ سے قلعہ فتح نہ ہو سکا۔ البتہ ایک کتاب ہے جس کا نام ”سیدنا صدیقِ اکبر“ ہے۔ یہ لاہور سے فروری 2010ء میں شائع ہوئی تھی۔ ہماری تحقیق کرنے والوں نے اس کو دیکھ کر مجھے لکھا ہے۔ اس میں مصنف نے لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ سے وہ قلعہ فتح ہوا تھا لیکن اس نے کوئی حوالہ نہیں دیا۔ بہر حال مصنف لکھتا ہے کہ ایک قلعہ کی فتح کے لیے حضرت ابو بکرؓ امیر لشکر ہو کر گئے جو آپؓ کے ہاتھ پر فتح ہوا۔ دوسرے قلعہ پر حضرت عمرؓ کو مقرر کیا گیا وہ بھی کامیاب ہوئے۔ تیسرے قلعہ کو سر کرنے کی مہم محمد بن مَسْلَمہؓ کے سپرد ہوئی لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح میں ایسے شخص کو امیر لشکر بنا کر عَلَم دوں گا جو خدا اور اس کے رسول کو بہت دوست رکھتا ہے اور اس کے ہاتھ سے قلعہ فتح ہو گا۔ چنانچہ حضرت علیؓ کو عَلَم عنایت ہوا اور قلع قَمُوص فتح ہوا۔[279]

ایک روایت غزوۂ خیبر کے حوالے سے واقدی کی ہے۔ کیونکہ لوگ اس کی تاریخ بھی پڑھتے ہیں اس لیے ذکر کر دیتا ہوں لیکن ضروری نہیں کہ یہ سو فیصد صحیح ہو۔ بہر حال وہ لکھتا ہے کہ غزوۂ خیبر کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت حُبَاب بن مُنْذِرؓ نے آپؐ سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہود کھجور کے درخت کو اپنی جوان اولاد سے بھی زیادہ محبوب رکھتے ہیں۔ آپ ان کے کھجور کے درخت کاٹ دیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوروں کے درخت کاٹنے کا ارشاد فرمایا اور مسلمانوں نے تیزی سے کھجوروں کے درخت کاٹنے شروع کیے۔ یہاں تک جو یہ بیان ہے وہ سو فیصد قابل قبول نہیں

ہو سکتا لیکن بہر حال یہ اگلا حصہ صحیح لگتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس پر حضرت ابو بکرؓ آپ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یقیناً اللہ عز وجل نے آپؐ سے خیبر کا وعدہ کیا ہے اور وہ اپنے وعدے کو پورا کرنے والا ہے جو اس نے آپؐ سے کیا ہے۔ آپؐ کھجور کے درخت نہ کاٹیں۔ اس پر آپ ﷺ نے حکم دیا اور آپ ﷺ کے منادی نے اعلان کیا اور کھجوروں کے درخت کاٹنے سے منع کر دیا۔[280]

جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خیبر پر فتح نصیب فرمائی تو آپ ﷺ نے خیبر کی ایک خاص وادی کَتِیْبَہ کو اپنے قرابت داروں اور اپنے خاندان کی عورتوں اور مسلمانوں کے مردوں اور عورتوں میں تقسیم فرمایا۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے دیگر رشتہ داروں کے علاوہ حضرت ابو بکرؓ کو بھی ایک سو وسق غلہ اور کھجوریں عطا فرمائیں۔[281]

ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع اڑھائی کلو کا ہوتا ہے۔[282] اس طرح تقریباً تین سو پچھتر من غلہ بنتا ہے جو حضرت ابو بکرؓ کے حصہ میں آیا۔

سَرِیَّہ حضرت ابو بکر بطرف نَجْد

اس کے بارے میں لکھا ہے کہ

نجد ایک نیم صحرائی لیکن شاداب خطہ ہے۔ اس میں متعدد وادیاں اور پہاڑ ہیں۔ یہ جنوب میں یمن، شمال میں صحرائے شام اور عراق تک جا پہنچتا ہے۔ اس کے مغرب میں صحرائے حجاز واقع ہے۔ یہ علاقہ سطح زمین سے بارہ سو میٹر بلند ہے۔ اس بلندی کی بنا پر اس کو نَجْد کہتے ہیں۔[283]

نَجْد میں بَنُو کِلَاب مسلمانوں کے خلاف اکٹھے ہوئے تو حضرت ابو بکرؓ کو ان کی سرکوبی کے لیے رسول اللہ ﷺ نے وہاں بھیجا۔ یہ سریہ شعبان سات ہجری میں ہوا۔ حضرت سلمہ بن اکوعؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو بھیجا اور ہم لوگوں پر ان کو امیر بنایا۔[284]

ابو سفیان صلح حدیبیہ کے بعد جب مکہ آیا تو اس کے بارے میں لکھا ہے کہ

صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے جب بنو بکر نے جو قریش کے حلیف تھے، مسلمانوں کے حلیف قبیلہ بنو خُزَاعہ پر حملہ کیا اور قریش نے ہتھیاروں اور سواریوں سے بنو بکر کی مدد بھی کی اور صلح حدیبیہ کی شرائط کا پاس نہ کیا اور بڑے غرور اور تکبر سے کہہ دیا کہ ہم کسی معاہدے کو نہیں مانتے تو اس وقت ابو سفیان مدینہ میں آیا اور صلح حدیبیہ کے معاہدے کی تجدید چاہی۔

وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا لیکن آپ ﷺ نے اس کی کسی بات کا جواب نہیں دیا۔ پھر وہ ابو بکرؓ کے پاس گیا اور ان سے بات کی کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے بات کریں لیکن انہوں نے کہا کہ میں ایسا نہیں کروں گا۔

پھر جیسا کہ حضرت عمرؓ کے ذکر میں بیان ہو چکا ہے وہ حضرت عمرؓ کے پاس گیا انہوں نے بھی انکار کر دیا۔[285] بہر حال وہ ناکام لوٹا۔[286]

غزوۂ فتح مکہ

غزوۂ فتح مکہ، اس غزوہ کو غَزْوَۃُ الْفَتْحِ الْاَعْظَم بھی کہتے ہیں۔[287]

غزوۂ مکہ رمضان آٹھ ہجری میں ہوا۔ تاریخ طبری میں بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو سفر کی تیاری کا ارشاد فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں سے فرمایا۔ میرا سامان بھی تیار کر دو۔ حضرت ابو بکرؓ اپنی بیٹی حضرت عائشہؓ کے پاس داخل ہوئے، ان کے گھر گئے۔ اس وقت حضرت عائشہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامان کو تیار کر رہی تھیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا اے میری بیٹی! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں کچھ ارشاد فرمایا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سامان تیار کرو؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا تمہارا کیا خیال ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ کہاں جانے کا ہے؟ حضرت عائشہؓ نے کہا میں بالکل نہیں جانتی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بتادیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی طرف جارہے ہیں اور آپؐ نے انہیں فوراً انتظام کرنے اور تیار ہونے کا ارشاد فرمایا اور دعا کی کہ اے اللہ! قریش کے جاسوسوں کو اور ان کے مخبروں کو روکے رکھ یہاں تک کہ ہم ان لوگوں کو ان کے علاقوں میں اچانک پا لیں۔ اس پر لوگوں نے تیاری شروع کر دی۔[288]

اس واقعہ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے سیرت حَلَبِیّہ میں لکھا ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ حضرت عائشہؓ سے استفسار فرما رہے تھے تو اسی وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے آئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے آپ سے پوچھا یا رسول اللہؐ! کیا آپؐ نے سفر کا ارادہ فرمایا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا تو پھر مَیں بھی تیاری کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں۔ حضرت ابو بکرؓ نے دریافت کیا یا رسول اللہؐ! آپ نے کہاں کا ارادہ فرمایا ہے؟ آپؐ نے فرمایا قریش کے مقابلہ کا مگر ساتھ ہی یہ فرمایا کہ ابو بکر اس بات کو ابھی پوشیدہ ہی رکھنا۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو تیاری کا حکم دیا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس سے بے خبر رکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہاں جانے کا ارادہ ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے آپؐ سے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا قریش اور ہمارے درمیان ابھی معاہدے اور صلح کی مدت باقی نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں مگر انہوں نے غداری کی ہے اور معاہدے کو توڑ دیا ہے **مگر مَیں نے تم سے جو کچھ کہا ہے اس کو راز ہی رکھنا۔**

ایک روایت میں یوں بیان ہوا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے آپؐ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپؐ نے کسی طرف روانگی کا ارادہ فرمایا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا شاید آپ بنو اَصْفَر یعنی رومیوں کی طرف کوچ کا ارادہ فرما رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا تو کیا پھر نَجْد کی طرف کوچ کا ارادہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا پھر شاید آپ قریش کی طرف روانگی کا ارادہ فرما رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! مگر آپ کے اور ان کے درمیان تو ابھی صلح نامہ کی مدت باقی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ انہوں نے بنو کعب یعنی بنو خُزاعہ کے ساتھ کیا کیا ہے؟ اس کے بعد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دیہات اور ارد گرد کے مسلمانوں میں پیغامات بھجوائے اور ان سے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ رمضان کے مہینہ میں مدینہ حاضر ہو جائے۔ پس آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اعلان کے مطابق قبائل عرب مدینہ آنے شروع ہو گئے۔ جو قبائل مدینہ پہنچے ان میں بنو اسلم، بنو غِفَار، بنو مُزَیْنَہ، بنو اشجع اور بنو جُھَیْنَہ تھے۔ اس وقت رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! قریش کے مخبروں اور جاسوسوں کو روک دے یہاں تک کہ ہم ان لوگوں پر ان کے علاقے میں اچانک جا پہنچیں۔ آنحضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے تمام راستوں پر نگرانی کرنے والی جماعتیں بٹھا دیں تاکہ ہر آنے جانے والے کے متعلق پتا رہے۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان سے فرمایا کہ جو کوئی بھی انجان شخص تمہارے پاس سے گزرے تو اسے روک دینا تاکہ قریش کو مسلمانوں کی تیاری کا علم نہ ہو سکے۔[289]

اس واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں کہ

رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنی ایک بیوی سے کہا کہ میرا اسامانِ سفر باندھنا شروع کرو۔ انہوں نے رختِ سفر باندھنا شروع کیا اور حضرت عائشہؓ سے کہا کہ میرے لیے ستّو وغیرہ یا دانے وغیرہ بھون کر تیار کرو۔ اِسی قسم کی غذائیں ان دنوں میں ہوتی تھیں۔ چنانچہ انہوں نے مٹی وغیرہ پھٹک کر دانوں سے نکالنی شروع کی۔ حضرت ابو بکرؓ گھر میں بیٹی کے پاس آئے اور انہوں نے یہ تیاری دیکھی تو پوچھا عائشہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا رسول اللہؐ کسی سفر کی تیاری میں ہیں؟ کہنے لگیں سفر کی تیاری ہی معلوم ہوتی ہے۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سفر کی تیاری کے لیے کہا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس پر کہا کوئی لڑائی کا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ مجھے تو کچھ پتہ نہیں۔ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ہے کہ میرا اسامانِ سفر تیار کرو اور ہم ایسا کر رہے ہیں۔ دو تین دن کے بعد آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو بلایا اور کہا دیکھو تمہیں پتہ ہے خُزاعہ کے آدمی اس طرح آئے تھے اور پھر بتایا کہ یہ واقعہ ہوا ہے اور مجھے خدا نے اِس واقعہ کی پہلے سے خبر دے دی تھی کہ انہوں نے غداری کی ہے اور ہم نے ان سے معاہدہ کیا ہوا ہے۔ اب یہ ایمان کے خلاف ہے کہ ہم ڈر جائیں اور مکہ والوں کی بہادری اور طاقت دیکھ کر ان کے مقابلہ کے لیے تیار نہ ہو جائیں۔ تو ہم نے وہاں جانا ہے تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا۔ یارسول اللہؐ! آپ نے تو ان سے معاہدہ کیا ہوا ہے اور پھر وہ آپؐ کی اپنی قوم ہے۔ مطلب یہ تھا کہ کیا آپؐ اپنی قوم کو ماریں گے؟ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا۔ ہم اپنی قوم کو نہیں ماریں گے۔ معاہدہ شکنوں کو ماریں گے۔ پھر حضرت عمرؓ سے پوچھا۔ تو انہوں نے کہا۔ بسم اللہ مَیں تو روز دعائیں کیا کرتا تھا کہ یہ دن نصیب ہو اور ہم رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی حفاظت میں کفار سے لڑیں۔ رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا۔ ابو بکر بڑا نرم طبیعت کا ہے مگر قولِ صادق عمرؓ کی زبان سے زیادہ جاری ہوتا ہے۔

آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ تیاری کرو۔ پھر آپؐ نے ارد گرد کے قبائل کو اعلان بھجوایا کہ ہر شخص جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے وہ رمضان کے ابتدائی دنوں میں مدینہ میں جمع ہو

جائے۔ چنانچہ لشکر جمع ہونے شروع ہوئے اور کئی ہزار آدمیوں کا لشکر تیار ہو گیا اور آپؐ لڑنے کے لیے تشریف لے گئے۔ جب رسول کریم ﷺ نکلے تو آپؐ نے فرمایا اے میرے خدا! میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ تو مکہ والوں کے کانوں کو بہرا کر دے اور ان کے جاسوسوں کو اندھا کر دے۔ نہ وہ ہمیں دیکھیں اور نہ ان کے کانوں تک ہماری کوئی بات پہنچے۔ چنانچہ آپؐ نکلے مدینہ میں سینکڑوں منافق موجود تھے لیکن دس ہزار کا لشکر مدینہ سے نکلتا ہے اور کوئی اطلاع تک مکہ میں نہیں پہنچتی۔[290]

یہ اللہ تعالیٰ کے کام تھے۔ طبقات ابن سعد میں لکھا ہے کہ مسلمانوں کا قافلہ عشاء کے وقت مَرُّ الظَّهْرَان میں اترا۔ مرّ الظہران مکہ سے مدینہ کے راستے پر پچیس کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ یعنی پچیس کلو میٹر مکہ سے دور تھا۔

آپؐ نے اپنے صحابہ کو حکم دیا تو انہوں نے دس ہزار جگہ آگ روشن کی۔ قریش کو آپؐ کی روانگی کی خبر نہیں پہنچی۔ وہ غمگین تھے کیونکہ انہیں یہ ڈر تھا آپؐ ان سے جنگ کریں گے۔ یہ خیال تھا ان کا۔ خبر تو نہیں پہنچی لیکن یہ خیال تھا کہ قریش کی جنگ اب ضرور ہو گی۔ اس بات کا ان کو غم تھا۔ بہر حال لگتا ہے یہاں غلط لکھا گیا ہے روانگی کی خبر ان کو پہنچ گئی۔ یہاں پہنچنے کے بعد خبر پہنچی ہو گی۔ تو جب یہ قافلہ وہاں ٹھہر گیا اور دس ہزار جگہوں پر آگ روشن ہو گئی تو قریش نے ابوسفیان کو بھیجا کہ وہ حالات معلوم کرے۔ انہوں نے کہا اگر تُو محمد ﷺ سے ملے تو ہمارے لیے ان سے امان لے لینا۔ ابوسفیان بن حَرْب، حکیم بن حِزَام اور بُدَیل بن وَرْقَاء روانہ ہوئے۔ جب انہوں نے لشکر دیکھا تو سخت پریشان ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس رات پہرے پر حضرت عمرؓ کو نگران مقرر فرمایا۔ حضرت عباسؓ نے ابوسفیان کی آواز سنی تو پکار کر کہا کہ ابوحَنْظَلَہ، یہ ابوسفیان کی کنیت ہے، اس نے کہا لبیک۔ یہ تمہارے پیچھے کیا ہے؟ ابوسفیان نے حضرت عباسؓ سے پوچھا کہ تمہارے پیچھے کیا ہے؟ انہوں نے کہا یہ دس ہزار کے ساتھ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ حضرت عباسؓ نے اسے پناہ دی۔ اسے اور اس کے دونوں ساتھیوں کو آنحضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ تینوں اسلام لے آئے۔[291]

فتح مکہ اور حضرت ابو بکرؓ کی ایک خواب

تاریخ میں فتح مکہ کے حوالے سے حضرت ابو بکرؓ کی ایک خواب کا ذکر ملتا ہے۔ چنانچہ بیان ہوا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنا خواب بیان کرتے ہوئے عرض کیا کہ

یا رسول اللہؐ! مجھے خواب دکھایا گیا ہے اور مَیں نے خواب میں آپؐ کو دیکھا کہ ہم مکہ کے قریب ہو گئے ہیں۔ پس ایک کتیا بھونکتے ہوئے ہماری طرف آئی پھر جب ہم اس کے قریب ہوئے تو وہ پشت کے بل لیٹ گئی اور اس سے دودھ بہنے لگا۔

اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان کا شر دور ہو گیا اور نفع قریب ہو گیا۔ وہ تمہاری قرابت داری کا واسطہ دے کر تمہاری پناہ میں آئیں گے اور تم ان میں سے بعض سے ملنے والے ہو۔ یہ تعبیر فرمائی آنحضرت ﷺ نے۔ آپؐ نے فرمایا کہ پس اگر تم ابوسفیان کو پاؤ تو اسے قتل نہ کرنا۔ چنانچہ مسلمانوں

نے ابوسفیان اور حکیم بن حِزام کو مَرُّ الظَّہْرَان کے مقام پر پالیا۔[292]

اِبنِ عُقْبَہ بیان کرتے ہیں کہ جب ابوسفیان اور حکیم بن حزام واپس جارہے تھے تو حضرت عباسؓ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ! مجھے ابوسفیان کے اسلام کے بارے میں خدشہ ہے۔ یہ ذکر تفصیلی پہلے بھی ہو چکا ہے کہ کس طرح ابوسفیان نے آنحضرت ﷺ کی اطاعت قبول کی تھی اور اسلام کی برتری کا اقرار کیا تھا۔ بہر حال حضرت عباسؓ نے کہا کہ اسے واپس بلالیں یہاں تک کہ وہ اسلام کو سمجھ لے اور آپ ﷺ کے ساتھ اللہ کے لشکروں کو دیکھ لے۔ ایک دوسری روایت میں ابنِ اَبِی شَیبہ روایت کرتے ہیں کہ جب ابوسفیان واپس جانے لگا تو حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! اگر آپؐ ابوسفیان کے بارے میں حکم دیں تو اس کو راستہ میں روک لیا جائے۔ ایک دوسری روایت میں ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ جب ابوسفیان واپس جارہا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا: اس یعنی ابوسفیان کو وادی کی گھاٹی میں روک لو۔ چنانچہ حضرت عباسؓ نے ابوسفیان کو جالیا اور روک لیا۔ اس پر ابوسفیان نے کہا اے بنی ہاشم! کیا تم دھوکا دیتے ہو؟ حضرت عباسؓ نے فرمایا: اہل نبوت دھوکا نہیں دیتے۔ ایک اَور روایت کے مطابق آپؐ نے کہا کہ ہم ہرگز دھوکا دینے والے نہیں البتہ تُو صبح تک انتظار کر یہاں تک کہ تُو اللہ کے لشکر کو دیکھے اور اس کو دیکھے جو اللہ نے مشرکوں کے لیے تیار کیا ہے۔ چنانچہ حضرت عباسؓ نے ابوسفیان کو اس گھاٹی میں روکے رکھا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔[293]

مکہ میں فاتحانہ داخلہ

جب اسلامی لشکر ابوسفیان کے سامنے سے گزر رہا تھا تو اس کا ذکر کرتے ہوئے سُبُلُ الْھُدٰی وَالرَّشَاد میں لکھا ہے کہ ابوسفیان کے سامنے رسول اللہ ﷺ کا سبز پوش دستہ نمودار ہوا جس میں مہاجرین اور انصار تھے اور اس میں جھنڈے اور پرچم تھے۔ انصار کے ہر قبیلے کے پاس ایک پرچم اور جھنڈا تھا اور وہ لوہے سے ڈھکے ہوئے تھے یعنی زرہ وغیرہ جنگی لباس میں ملبوس تھے۔ ان کی صرف آنکھیں دکھائی دیتی تھیں۔ ان میں گاہے بگاہے حضرت عمرؓ کی اونچی آواز بلند ہوتی تھی۔ وہ کہتے تھے آہستہ چلو تا کہ تمہارا پہلا حصہ آخری حصہ کے ساتھ مل جائے۔ کہا جاتا ہے کہ اس دستہ میں ایک ہزار زرہ پوش تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا جھنڈا حضرت سَعد بن عُبَادہؓ کو عطا فرمایا اور وہ لشکر کے آگے آگے تھے۔ جب حضرت سعدؓ ابوسفیان کے پاس پہنچے تو انہوں نے ابوسفیان کو پکار کر کہا آج کا دن خونریزی کا دن ہے۔ آج کے دن حرمت والی چیزوں کی حرمت حلال کر دی جائے گی۔ آج کے دن قریش ذلیل ہو جائیں گے۔ اس پر ابوسفیان نے حضرت عباسؓ سے کہا۔ اے عباس! آج میری حفاظت کا ذمہ تم پر ہے۔ اس کے بعد دیگر قبائل وہاں سے گزرے اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ جلوہ افروز ہوئے اور آپؐ اپنی اونٹنی قَصْوَاء پر سوار تھے اور آپ ﷺ، **حضرت ابوبکرؓ اور حضرت اُسَید بن حُضَیرؓ کے درمیان ان دونوں سے باتیں کرتے ہوئے تشریف لا رہے تھے۔** حضرت عباسؓ نے ابوسفیان سے

کہا یہ ہیں رسول اللہ ﷺ۔ [294]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے موقع پر مکہ میں داخل ہوئے تو آپؐ نے دیکھا کہ عورتیں گھوڑوں کے مونہوں پر اپنے دوپٹے مار مار کر ان کو پیچھے ہٹا رہی تھیں۔ تو آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے حضرت ابو بکرؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا اے ابو بکرؓ! حسان بن ثابت نے کیا کہا ہے! چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے وہ اشعار پڑھے کہ:

عَدِمتُ بُنَیَّتِی اِنْ لَمْ تَرَوْهَا تُثِيْرُ النَّقْعَ موعدها كَدَاءُ

يُنَازِعْنَ الْاَعِنَّةَ مُسْرِجَاتٍ يُلَطِّمُهُنَّ بِالْخُمُرِ النِّسَاءُ

کہ مَیں اپنی پیاری بیٹی کو کھو دوں اگر تم ایسے لشکروں کو غبار اڑاتے ہوئے نہ دیکھو جن کے وعدوں کی جگہ کَدَاء پہاڑ ہے۔ وہ تیز رفتار گھوڑے اپنی لگاموں کو کھینچ رہے ہیں۔ عورتیں انہیں اپنی اوڑھنیوں سے مار رہی ہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اس شہر میں وہاں سے داخل ہو جہاں سے حسّان نے کہا یعنی کَدَاء مقام سے۔ [295]

کَدَاء عرفات کا دوسرا نام ہے۔ ایک پہاڑی راستہ ہے جو بیرون مکہ سے اندرون مکہ کو اترتا ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ یہیں سے مکہ میں داخل ہوئے تھے۔ [296]

فتح مکہ کے موقع پر جب رسول اللہ ﷺ نے امن کا اعلان فرمایا تو حضرت ابو بکرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! ابوسفیان شرف کو پسند کرتا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا وہ بھی امن میں رہے گا۔ [297]

مکہ فتح کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ہُبَل بت کے بارے میں حکم دیا۔ چنانچہ وہ گرا دیا گیا اور آپؐ اس کے پاس کھڑے تھے۔ اس پر حضرت زُبیر بن عَوَّامؓ نے ابوسفیان سے کہا۔ اے ابوسفیان! ہُبَل کو گرا دیا گیا ہے حالانکہ تُو غزوۂ احد کے دن اس کے متعلق بہت غرور میں تھا جب تُو نے اعلان کیا تھا کہ اس نے تم لوگوں پر انعام کیا ہے۔ اس پر ابوسفیان نے کہا اے عَوَّام کے بیٹے! ان باتوں کو اَب جانے دو کیونکہ مَیں جان چکا ہوں کہ اگر محمد ﷺ کے خدا کے علاوہ بھی کوئی خدا ہوتا تو جو آج ہوا وہ نہ ہوتا۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ خانہ کعبہ کے ایک کونے میں بیٹھ گئے اور لوگ آپ ﷺ کے ارد گرد جمع تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن تشریف فرما تھے اور حضرت ابو بکرؓ تلوار سونتے آپؐ کی حفاظت کے لیے آپؐ کے سر پر یعنی آپؐ کے سرہانے کھڑے تھے۔ [298]

غزوۂ حُنَین:

غزوۂ حُنَین کے بارے میں ذکر ملتا ہے کہ غزوۂ حُنَین جس کا دوسرا نام غزوۂ ھَوَازِن ہے نیز غزوۂ اَوْطَاس بھی کہتے ہیں۔ حُنَین مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان مکہ سے تیس میل کے فاصلہ پر واقع ایک

گھاٹی ہے۔ غزوۂ حُنَین شوال آٹھ ہجری میں فتح مکہ کے بعد ہوا تھا۔ بیان ہوا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے ہاتھ پر مکہ فتح کرا دیا تو سرداران ہَوَازِن اور ثَقِیف ایک دوسرے سے ملے اور یہ لوگ ڈر رہے تھے کہ آنحضرت ﷺ ان سے بھی لڑائی کریں گے۔[299]

مالِک بن عَوف نَصرِی نے قبائل عرب کو جمع کیا۔ چنانچہ اس کے پاس ہَوَازِن کے ساتھ بنو ثقیف اور بنو نَصر اور بنو جُشَم اور سعد بن بکر اور چند لوگ بنو ہِلَال میں سے جمع ہو گئے۔[300]

یہ سب لوگ اَوْطَاس کے مقام پر جمع ہو گئے۔ اَوْطَاس، حُنَین کے قریب ایک وادی ہے۔ مالک بن عوف نے اپنے جاسوس روانہ کیے تا کہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے متعلق خبر لائیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ان کے اکٹھے ہونے کی خبر سنی تو آپؐ نے اپنے اصحاب میں سے ایک شخص عبد اللہ بن ابوحَدْرَدْ اسلَمِی کو ان کی طرف خبریں معلوم کرنے کے لیے بھیجا تا کہ ان کی بھی خبر لائیں۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے ہَوَازِن کے مقابلے کے لیے کوچ کا فیصلہ کیا اور جنگ کے لیے صَفْوَان بن اُمَیَّہ اور اپنے چچازاد بھائی نَوفَل بن حارِث سے ہتھیار ادھار لیے۔ اس طرح رسول کریم ﷺ بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ بنو ہَوازِن سے مقابلہ کے لیے نکلے اور علی الصبح حُنَین کے مقام پر پہنچے اور وادی میں داخل ہو گئے۔ مشرکین کا لشکر اس وادی کی گھاٹیوں میں پہلے سے چھپا ہوا تھا۔ انہوں نے مسلمانوں پر اچانک حملہ کر دیا اور اتنی شدت سے تیر مارے کہ مسلمان پلٹ کر بھاگے اور بکھر گئے جس کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کے پاس صرف چند صحابہؓ رہ گئے جن میں حضرت ابو بکرؓ بھی شامل تھے۔[301]

ابو اسحاق سے روایت ہے کہ ایک شخص بَرَاء کے پاس آیا اور کہا تم لوگ حُنَین کے دن پیٹھ دکھا گئے تھے۔ انہوں نے کہا مَیں نبی ﷺ کے بارے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ نے پیٹھ نہیں دکھائی تھی لیکن جلد باز اور بغیر ہتھیاروں کے لوگ ہوازِن قبیلہ کی طرف گئے اور وہ تیر انداز قوم تھی۔ انہوں نے ایسے تیروں کی بارش کی گویا ٹِڈی دَل ہے۔ جس کے نتیجہ میں وہ اپنی جگہیں چھوڑ گئے۔[302]

ایسے حالات میں مہاجرین میں سے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے اور آپ ﷺ کے اہل بیت میں سے حضرت علیؓ، حضرت عباس بن عبد المطلبؓ اور آنحضور ﷺ کے چچازاد ابوسفیان بن حارث اور ان کا بیٹا، حضرت فضل بن عباس اور رَبِیعہ بن حارِث، اسامہ بن زید کا ذکر ملتا ہے کہ یہ ساتھ تھے۔[303]

حضرت ابو قَتَادہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ جب حُنَین کا وقت تھا تو مَیں نے مسلمانوں میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ایک مشرک شخص سے لڑ رہا ہے اور ایک اَور مشرک ہے جو دھوکا دے کر چپکے سے اس کے پیچھے سے اس پر حملہ کرنا چاہتا ہے کہ اس کو قتل کر دے۔ تو مَیں جلدی سے اس کی طرف بڑھا جو اس طرح دھوکے سے ایک مسلمان سے جھپٹنا چاہتا تھا۔ اس نے مجھے مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا اور میں نے اس کے ہاتھ پر وار کیا اور ہاتھ کو کاٹ دیا۔ پھر اس نے مجھے پکڑ لیا اور اس نے مجھے زور سے بھینچا یہاں

تک کہ میں بے بس ہو گیا۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ وہ ڈھیلا پڑ گیا اور میں نے اس کو دھکا دیا۔ پھر میں نے اس کو مار ڈالا۔ ادھر یہ حال ہوا کہ مسلمان شکست کھا کر بھاگ گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ بھاگ گیا۔ کہتے ہیں کہ پھر لوگ لَوٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہونے شروع ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مقتول کے متعلق یہ ثبوت پیش کر دے کہ اس نے اس کو قتل کیا ہے تو اس مقتول کا سامان اس کے قاتل کا ہو گا۔ میں اٹھا تاکہ اپنے مقتول سے متعلق کوئی شہادت ڈھونڈوں مگر کسی کو نہ دیکھا جو میرے لیے گواہی دے اور مَیں بیٹھ گیا۔ پھر مجھے خیال آیا اور میں نے اس مقتول کا واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ آپؐ کے ساتھ بیٹھے ہوئے ایک شخص نے کہا کہ اس مقتول کے ہتھیار جس کا یہ ذکر کرتے ہیں میرے پاس ہیں۔ اس شخص نے یعنی جس کے پاس یہ ہتھیار تھے کہا کہ ان ہتھیاروں کی بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو کچھ اَور دے کر راضی کر لیں۔ یعنی کہتے ہیں کہ جو سامان میرے پاس ہے وہ میرے پاس ہی رہنے دیں اور انہیں کچھ اَور دے دیں۔ حضرت ابوبکرؓ وہاں بیٹھے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے ایک بزدل کو تو سامان دلا دیں اور اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر کو چھوڑ دیں جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لڑ رہا ہے۔ حضرت ابوقتادہؓ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور آپؐ نے وہ سامان مجھے دلا دیا۔ میں نے اس سے کھجوروں کا ایک باغ خرید لیا اور یہ پہلا مال تھا جو میں نے اسلام میں بطور جائیداد بنایا۔[304]

حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتے ہیں کہ دیکھو تاریخ سے پتہ لگتا ہے کہ جنگِ حُنَین کے موقع پر جب مکہ کے کافر لشکرِ اسلام میں یہ کہتے ہوئے شامل ہو گئے کہ آج ہم اپنی بہادری کے جوہر دکھائیں گے اور پھر بنو ثقیف کے حملہ کی تاب نہ لا کر میدان جنگ سے بھاگے تو ایک وقت ایسا آیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد صرف بارہ صحابی رہ گئے۔ اسلامی لشکر جو دس ہزار کی تعداد میں تھا اس میں بھاگڑ مچ گئی۔ کفار کا لشکر جو تین ہزار تیر اندازوں پر مشتمل تھا آپؐ کے دائیں بائیں پہاڑوں پر چڑھا ہوا آپؐ پر تیر برسا رہا تھا مگر اس وقت بھی آپؐ پیچھے نہیں ہٹنا چاہتے تھے بلکہ آگے جانا چاہتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے گھبرا کر آپؐ کی سواری کی لگام پکڑ لی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! میری جان آپؐ پر قربان ہو یہ آگے بڑھنے کا وقت نہیں ہے۔ ابھی لشکرِ اسلام جمع ہو جائے گا تو پھر ہم آگے بڑھیں گے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے جوش سے فرمایا کہ میری سواری کی باگ چھوڑ دو اور پھر ایڑ لگاتے ہوئے آگے بڑھے اور یہ کہتے جاتے تھے کہ

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

یعنی میں موعود نبی ہوں جس کی حفاظت کا دائمی وعدہ ہے۔ جھوٹا نہیں ہوں۔ اس لیے تم تین ہزار تیر انداز ہو یا تیس ہزار مجھے تمہاری کوئی پروا نہیں۔

اور اے مشرکو! میری اس دلیری کو دیکھ کر کہیں مجھے خدا نہ سمجھ لینا مَیں ایک انسان ہوں اور تمہارے سردار عبدالمطلب کا بیٹا یعنی پوتا ہوں۔

آپؐ کے چچا حضرت عباسؓ کی آواز بہت اونچی تھی۔ آپؐ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا عباس!

آگے آؤاور آواز دواور بلند آواز سے پکارو کہ اے سورۂبقرہ کے صحابیو! یعنی جنہوں نے سورت بقرہ یاد کی ہوئی ہے! **اے حدیبیہ کے دن درخت کے نیچے بیعت کرنے والو!! خدا کا رسول تمہیں بلاتا ہے۔**

ایک صحابی کہتے ہیں کہ مکہ کے تازہ نَو مسلموں کی بزدلی کی وجہ سے جب اسلامی لشکر کا اگلا حصہ پیچھے کی طرف بھاگا تو ہماری سواریاں بھی دوڑ پڑیں اور جتنا ہم روکتے تھے اتنا ہی وہ پیچھے کی طرف بھاگتی تھیں۔ یہاں تک کہ عباسؓ کی آواز میدان میں گونجنے لگی کہ اے سورہ بقرہ کے صحابیو! اے حدیبیہ کے دن درخت کے نیچے بیعت کرنے والو!! خدا کا رسول تمہیں بلاتا ہے۔ کہتے ہیں یہ آواز جب میرے کان میں پڑی تو مجھے یوں معلوم ہوا کہ میں زندہ نہیں بلکہ مردہ ہوں اور اِسْرَافِیل کا صُور فضا میں گونج رہا ہے۔ میں نے اپنے اونٹ کی لگام زور سے کھینچی اور اس کا سر پیٹھ سے لگ گیا لیکن وہ اتنا بِدکا ہوا تھا کہ جونہی میں نے لگام ڈھیلی کی وہ پھر پیچھے کی طرف دوڑا۔ اس پر میں نے اور بہت سے ساتھیوں نے تلواریں نکال لیں اور کئی تو اونٹوں پر سے کود گئے اور کئی نے اونٹوں کی گردنیں کاٹ دیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑنا شروع کر دیا اور چند لمحوں میں ہی وہ دس ہزار صحابہ کا لشکر جو بے اختیار مکہ کی طرف بھاگا جا رہا تھا آپؐ کے گرد جمع ہو گیا اور تھوڑی دیر میں پہاڑیوں پر چڑھ کر اس نے دشمن کا تہس نہس کر دیا اور یہ خطرناک شکست ایک عظیم الشان فتح کی صورت میں بدل گئی۔[305]

غزوۂ طائف

طائف مکہ سے مشرق کی جانب تقریباً نوے کلو میٹر پہ ایک مشہور شہر ہے اور حجاز کا پہاڑی شہر ہے۔ یہاں انگور اور دوسرے پھل بکثرت ہوتے تھے۔ اس جگہ بنو ثقیف آباد تھے۔[306]

غزوۂ طائف کے بارے میں آتا ہے کہ ہَوازِن اور ثقیف کے بیشتر شکست خوردہ افراد اپنے سردار مالِک بن عوف نَصْرِی کے ساتھ بھاگ کر طائف آئے تھے اور یہیں قلعہ بند ہو گئے تھے۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حُنَین سے فارغ ہو کر اور جِعْرَانَہ میں مالِ غنیمت جمع کروا کر تقسیم فرمایا اور اسی ماہ شوال آٹھ ہجری میں طائف کا قصد فرمایا۔[307]

جِعْرَانَہ مکہ اور طائف کے راستہ پر مکہ کے قریب ایک کنواں کا نام ہے۔ مکہ سے اس کا فاصلہ ستائیس کلو میٹر تھا۔[308]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا کتنے روز محاصرہ کیا تھا اس بارے میں متعدد روایات ملتی ہیں۔ بعض کہتے ہیں دس سے کچھ زائد راتیں محاصرہ کیا۔ بعض کہتے ہیں آپؐ نے بیس سے کچھ زائد راتیں محاصرہ کیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بیس دن محاصرہ کیا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس کے قریب راتیں اہل طائف کا محاصرہ کیا۔[309]

ابن ہشام کہتے ہیں کہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سترہ راتیں محاصرہ کیا۔[310]

صحیح مسلم میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ہم نے چالیس راتوں تک ان کا محاصرہ کیا۔[311]

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف میں ثقیف کا محاصرہ کر رکھا تھا تو آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا اے ابو بکر! مَیں نے خواب میں دیکھا ہے کہ مجھے مکھن سے بھرا ہوا ایک پیالہ پیش کیا گیا مگر ایک مرغ نے ٹھونگا مارا تو اس پیالے میں جو کچھ تھا سب بہ گیا۔

حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مَیں نہیں سمجھتا کہ آپؐ آج کے دن ان سے جس چیز کا ارادہ رکھتے ہیں وہ حاصل کر لیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں بھی ایسا ہی ہوتا ہوا نہیں دیکھ رہا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد حضرت عمرؓ نے عرض کی کہ کیا میں لوگوں میں کُوچ کا اعلان نہ کر دوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیوں نہیں تو حضرت عمرؓ نے لوگوں میں کوچ کا اعلان کر دیا۔ واپس جانے کا اعلان کر دیا۔[312]

غزوۂ تبوک

رجب 9ر ہجری میں ہوا۔ اس کے بارے میں بیان ہے کہ تبوک مدینہ سے شام کی اس شاہراہ پر واقع ہے جو تجارتی قافلوں کی عام گزر گاہ تھی اور یہ وادی القریٰ اور شام کے درمیان ایک شہر ہے اسے اصحاب الایکہ کا شہر بھی کہا گیا ہے۔ اس کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے۔[313]

حضرت ابو بکرؓ غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک میں بڑا جھنڈا آپؓ کو عطا فرمایا تھا۔[314]

حضرت ابو بکرؓ نے غزوۂ تبوک کے موقع پر اپنا جو کُل مال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تھا اس کی مالیت چار ہزار درہم تھی۔[315]

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صحابہ کرام کو غزوۂ تبوک کی تیاری کے لیے حکم دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ اور دیگر قبائل عرب کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ بھی آپؐ کے ساتھ چلیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امراء کو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے اور سواری مہیا کرنے کی تحریک فرمائی۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا انہیں تاکیدی حکم دیا اور یہ آپؐ کا آخری غزوہ ہے۔ چنانچہ اس موقع پر جو شخص سب سے پہلے مال لے کر آیا وہ حضرت ابو بکر صدیقؓ تھے۔ **آپؓ اپنے گھر کا سارا مال لے آئے جو کہ چار ہزار درہم تھا۔** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ سے دریافت فرمایا کہ اپنے گھر والوں کے لیے بھی کچھ چھوڑا ہے کہ نہیں؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ گھر والوں کے لیے اللہ اور اس کا رسول چھوڑ آیا ہوں۔

حضرت عمر بن خطابؓ اپنے گھر کا آدھا مال لے آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے دریافت کیا کہ اپنے گھر والوں کے لیے بھی کچھ چھوڑ کے آئے ہو؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ نصف چھوڑ کے آیا ہوں۔ اس موقع پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ایک سو اُوقیہ پیش کیے۔ یہ تقریباً چار ہزار درہم بنتے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عثمان بن عفّان اور عبدالرحمٰن بن عوف زمین پر اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے خزانے ہیں جو اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ انہوں نے بہت مال دیا۔ اس موقع پر عورتوں نے

بھی اپنے زیورات پیش کیے اور حضرت عاصِم بن عَدِیؓ نے ستر وَسق کھجوریں پیش کیں جو تقریباً دو سو باسٹھ من کے قریب بنتی ہیں۔[316]

اس کی چالیس کلو کے قریب تو ایک من شمار کریں قریباً کوئی ڈیڑھ ہزار ایک ٹن سے اوپر بنتی ہیں۔ تقریباً ڈیڑھ ٹن کے قریب۔

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہمیں ارشاد فرمایا کہ ہم صدقہ کریں اور اس وقت میرے پاس مال تھا۔ میں نے کہا آج کے دن میں ابو بکرؓ سے سبقت لے جاؤں گا۔ اگر میں ان سے کبھی سبقت لے جا سکا تو آج کا دن ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے کہا مَیں اپنا نصف مال لایا تو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا تم اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو؟ حضرت عمرؓ نے کہا میں نے عرض کیا کہ اتنا ہی اَور۔ جتنا لایا ہوں اتنا ہی گھر والوں کے لیے چھوڑ دیا ہے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ آئے تو حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ وہ سب لے آئے جو اُن کے پاس تھا تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا اے ابو بکر! تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو چھوڑا ہے۔

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے کہا۔ اللہ کی قسم! میں ان سے کسی چیز میں کبھی بھی سبقت نہیں لے جا سکتا۔[317]

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ایک وہ زمانہ تھا کہ الٰہی دین پر لوگ اپنی جانوں کو بھیڑ بکری کی طرح نثار کرتے تھے۔ مالوں کا تو کیا ذکر، حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ایک سے زیادہ دفعہ اپنا کُل گھر بار نثار کیا حتیٰ کہ سوئی تک کو بھی اپنے گھر میں نہ رکھا اور ایسا ہی حضرت عمرؓ نے اپنی بساط اور انشراح کے موافق اور عثمان نے اپنی طاقت و حیثیت کے موافق عَلٰی ھٰذَا الْقِیَاسِ عَلٰی قَدْرِ مَرَاتِب تمام صحابہ اپنی جانوں اور مالوں سمیت اس دینِ الٰہی پر قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیعت کرنے والوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ایک وہ ہیں کہ بیعت تو کر جاتے ہیں اور اقرار بھی کر جاتے ہیں کہ ہم دنیا پر دین کو مقدم کریں گے مگر مدد اور امداد کے موقع پر اپنی جیبوں کو دبا کر پکڑے رکھتے ہیں۔ بھلا ایسی محبت دنیا سے کوئی دینی مقصد پا سکتا ہے اور کیا ایسے لوگوں کا وجود کچھ بھی نفع رساں ہو سکتا ہے۔ ہر گز نہیں ہر گز نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ کہ جب تک مال جو تمہیں پیارا ہے اس کو خرچ نہیں کرو گے اس وقت تک تمہاری نیکی نیکیاں نہیں ہیں۔[318]

حضرت ابو بکرؓ کا آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ مل کر ایک صحابی کو دفن کرنا: اس بارے میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ میں غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ تھا کہ ایک مرتبہ میں آدھی رات کے وقت اٹھا تو میں نے لشکر کے ایک طرف آگ کی روشنی دیکھی۔ چنانچہ میں اس کی

طرف گیا کہ دیکھوں کہ وہ کیا ہے تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ ہیں اور میں نے دیکھا کہ حضرت عبداللہ ذُوالبِجَادَین مُزَنِی ؓ فوت ہو گئے ہیں اور یہ لوگ ان کی قبر کھود چکے تھے اور رسول اللہ ﷺ قبر کے اندر تھے جبکہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ ان کی میت کو آپؐ کی طرف اتار رہے تھے اور آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ تم دونوں اپنے بھائی کو میرے قریب کرو۔ پس ان دونوں نے حضرت عبداللہ ذُوالبِجَادَینؓ کی میت کو رسول اللہ ﷺ کی طرف اتارا۔ جب آپؐ نے انہیں قبر میں رکھ دیا تو آپ ﷺ نے دعا کی۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَمْسَیْتُ رَاضِیًا عَنْہُ فَارْضَ عَنْہُ کہ:

اے اللہ! میں نے اس حال میں شام کی ہے کہ میں اس سے راضی تھا پس تُو بھی اس سے راضی ہو جا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے اس وقت تمنا کی کہ **کاش یہ قبر والا مَیں ہوتا۔**[319]

حضرت عبداللہ ذُوالبِجَادَین ؓ کا تعلق قبیلہ بنو مُزَیْنَہ سے تھا۔ ان کے بارے میں آتا ہے کہ یہ ابھی چھوٹے ہی تھے کہ ان کے والد فوت ہو گئے۔ انہیں وراثت میں سے کچھ نہ ملا۔ ان کے چچا مالدار تھے۔ اس چچا نے آپؓ کی کفالت کی حتی کہ آپؓ بھی مالدار ہو گئے اور انہوں نے فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا تو ان کے چچا نے ان سے سب کچھ لے لیا یہاں تک کہ آپؓ کا تہ بند بھی کھینچ لیا۔ پھر آپؓ کی والدہ آئیں اور انہوں نے اپنی چادر کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور حضرت عبداللہؓ نے ایک حصہ کو بطور تہ بند استعمال کر لیا اور دوسرے حصہ کو اپنے اوپر اوڑھ لیا۔ پھر آپؓ مدینہ آئے اور مسجد میں لیٹ گئے۔

پھر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی۔ یہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تھے تو لوگوں کو غور سے دیکھتے تھے کہ کون لوگ ہیں، کوئی نیا آدمی ہے؟ تو آپ ﷺ نے حضرت عبداللہؓ کی طرف دیکھا تو انہیں اجنبی سمجھا اور حضرت عبداللہؓ سے پوچھا کہ تم کون ہو؟

حضرت عبداللہؓ نے اپنا نسب بیان کیا۔ ایک روایت میں ذکر ہے کہ آپؓ نے عرض کی کہ میرا نام عبدالعُزّٰی ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا تم عبداللہ ذُوالبِجَادَین یعنی دو چادروں والے ہو۔ پھر فرمایا تم میرے قریب ہی رہا کرو۔ چنانچہ یہ رسول کریم ﷺ کے مہمانوں میں شامل تھے اور آپؐ انہیں قرآن کریم سکھاتے تھے یہاں تک کہ آپؓ نے بہت سا قرآن یاد کر لیا اور آپؓ بلند آواز شخص تھے۔[320]

حضرت ابو بکرؓ امیر الحجاج

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی حج کے موقع پر امارت کے بارے میں ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے 9ر ہجری میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کو امیر الحج بنا کر مکہ روانہ فرمایا تھا۔

اس بارے میں تفصیل یہ ہے کہ

رسول اللہ ﷺ جب تبوک سے واپس آئے تو آپؐ نے حج کا ارادہ کیا۔ پھر آپؐ سے ذکر کیا گیا کہ مشرکین دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر حج کرتے ہیں۔ وہاں مشرکین بھی ہوں گے اور شرکیہ الفاظ

بھی ادا کرتے ہیں اور خانہ کعبہ کا ننگے ہو کر طواف کرتے ہیں۔ یہ بات سن کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال حج کا ارادہ ترک کر دیا اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کو امیر حج بنا کر روانہ فرمایا۔[321]

حضرت ابو بکر صدیقؓ تین سو صحابہ کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ بیس قربانی کے جانور بھیجے جن کے گلے میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے قربانی کی علامت کے طور پر گانیاں پہنائیں اور نشان لگائے اور حضرت ابو بکرؓ خود اپنے ساتھ پانچ قربانی کے جانور لے کر گئے۔[322]

روایت میں آتا ہے کہ حضرت علیؓ نے سورۂ توبہ کی ابتدائی آیات کا حج کے موقع پر اعلان کیا۔ یہ روایت اس طرح ہے کہ ابو جعفر محمد بن علی سے روایت ہے کہ جب سورۂ براۃ، (سورۂ توبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ کو بطور امیر حج بھجوا چکے تھے۔ آپؐ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہؐ! اگر آپؐ یہ سورت حضرت ابو بکرؓ کی طرف بھیج دیں تاکہ وہاں وہ پڑھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اہل بیت میں سے کسی شخص کے سوا کوئی یہ فریضہ میری طرف سے ادا نہیں کر سکتا۔ پھر آپؐ نے حضرت علیؓ کو بلوایا اور انہیں فرمایا کہ سورت توبہ کے آغاز میں جو بیان ہوا ہے اس کو لے جاؤ اور قربانی کے دن جب لوگ منیٰ میں اکٹھے ہوں تو اس میں اعلان کر دو کہ جنت میں کوئی کافر داخل نہیں ہو گا اور اس سال کے بعد کسی مشرک کو حج کرنے کی اجازت نہ ہو گی، نہ ہی کسی کو ننگے بدن بیت اللہ کے طواف کی اجازت ہو گی اور جس کسی کے ہاتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی معاہدہ کیا ہے اس کی مدت پوری کی جائے گی۔

حضرت علی بن ابو طالبؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی عَضْبَاء پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ راستے میں ہی حضرت ابو بکرؓ سے جا ملے۔ حضرت ابو بکرؓ سے حضرت علیؓ کی ملاقات عَرْج یا وادی ضَجْنَان میں ہوئی۔ عَرْج مدینہ اور مکہ کے درمیانی راستہ کی ایک گھاٹی ہے یہاں قافلے پڑاؤ کرتے ہیں اور ضَجْنَان مدینہ کے راستے پر مکہ کے نواح میں ایک مقام ہے جو مکہ سے پچیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ بہر حال جب حضرت ابو بکرؓ نے حضرت علیؓ کو راستے میں دیکھا تو حضرت ابو بکرؓ نے فوراً فرمایا کہ آپؓ کو امیر مقرر کیا گیا ہے یا آپؓ میرے ماتحت ہوں گے؟ یہ عاجزی کی انتہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے تو کیا اَب آپؓ امیر ہوں گے یا میرے ماتحت اس قافلے میں چلیں گے کام کریں گے۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ مَیں آپؓ کے ماتحت ہوں گا۔ پھر دونوں روانہ ہوئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے لوگوں کی حج کے امور پر نگرانی کی اور اس سال اہل عرب نے اپنی انہی جگہوں پر پڑاؤ کیا ہوا تھا جہاں وہ زمانہ جاہلیت میں پڑاؤ کیا کرتے تھے۔

جب قربانی کا دن آیا تو حضرت علیؓ کھڑے ہوئے اور لوگوں میں اُس بات کا اعلان کیا جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا اور کہا اے لوگو! جنت میں کوئی کافر داخل نہیں ہو گا اور اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا نہ ہی کسی کو ننگے بدن بیت اللہ کے طواف کی اجازت ہو گی اور جس کسی کے

ساتھ آنحضرت ﷺ نے کوئی معاہدہ کیا ہے اس کی مدت پوری کی جائے گی اور لوگوں کو اس اعلان کے دن سے چار ماہ تک کی مہلت دی تاکہ ہر قوم اپنے امن کی جگہوں یا اپنے علاقوں کی طرف لوٹ جائیں۔ پھر نہ کسی مشرک کے لیے کوئی عہد یا معاہدہ ہو گا اور نہ ذمہ داری سوائے اس عہد یا معاہدے کے جو رسول اللہ ﷺ کے پاس کسی مدت تک ہو۔

یعنی جس معاہدے کی مدت ابھی باقی ہو تو اس معاہدے کا جو آنحضرت ﷺ سے ہوا تھا اس کی مقررہ مدت تک پاس کیا جائے گا۔ ان معاہدوں کے علاوہ کوئی نیا معاہدہ نہیں ہو گا۔ پھر اس سال کے بعد نہ کسی مشرک نے حج کیا اور نہ کسی نے ننگے بدن طواف کیا۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ عرفہ کے مقام میں آئے اور آپؓ نے لوگوں کو خطاب کیا۔ جب آپؓ خطاب کر چکے تو میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ اے علی! کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ کا پیغام پہنچاؤ۔ پس مَیں کھڑا ہو گیا اور مَیں نے انہیں سورۂ براءت کی چالیس آیات سنائیں۔ پھر وہ دونوں حضرت علیؓ اور حضرت ابو بکرؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔[323]

حجۃ الوداع

رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے لیے دس ہجری جمعرات کے دن جبکہ ذیقعدہ کے چھ دن باقی تھے روانہ ہوئے۔ ایک قول کے مطابق آپؐ ہفتہ کے دن روانہ ہوئے۔[324]

بہر حال اس میں ایک روایت آتی ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ بیان کرتی ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ نے حجۃ الوداع کا ارادہ فرمایا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کی یا رسول اللہؐ! میرے پاس ایک اونٹ ہے ہم اس پر اپنا زادِ راہ لاد لیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسا ہی کر لو۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ دونوں کے سامان کے لیے ایک ہی اونٹ تھا۔ آپ ﷺ نے کچھ آٹے اور کچھ ستو کا زادِ راہ بنوایا اور حضرت ابو بکرؓ کے اونٹ پر رکھ دیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اسے اپنے غلام کے سپرد کر دیا۔

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کے لیے نکلے۔ جب ہم عَرْج مقام پر تھے تو رسول اللہ ﷺ سواری سے اترے اور ہم بھی اترے تو عائشہ رسول اللہ ﷺ کے ایک پہلو میں بیٹھ گئیں اور میں اپنے والد کے پہلو میں بیٹھ گئی۔ اور رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کا سامان اکٹھا ایک اونٹ پر تھا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے جو حضرت ابو بکرؓ کے غلام کے پاس تھا۔ حضرت ابو بکرؓ انتظار کرنے لگے کہ وہ آ جائے۔ وہ غلام آ گیا مگر اس کا اونٹ اس کے ساتھ نہ تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا تمہارا اونٹ کہاں ہے۔ اس نے کہا گذشتہ رات سے میں اسے گم کر چکا ہوں۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ ایک ہی اونٹ تھا وہ بھی تم نے گم کر دیا تو حضرت ابو بکرؓ اسے مارنے کے لیے اٹھے اور رسول اللہ ﷺ تبسم

فرما رہے تھے اور فرمانے لگے اس مُحْرِمْ کو دیکھو یہ کیا کر رہا ہے؟اِبنِ اَبِی رِزْمَہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے زائد نہیں کہا کہ اس مُحْرِمْ کو دیکھو کیا کرنے لگا ہے اور آپؐ تبسم فرمانے لگے۔[325]

بہرحال جب بعض صحابہ کو معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کا زادِ راہ گم ہو گیا ہے تو وہ حِیْس لے کر آئے۔ حِیْس ایک عمدہ حلوہ ہے جو کھجور اور آٹے اور مکھن سے تیار کیا جاتا ہے، اور آنحضرت ﷺ کے سامنے رکھ دیا۔ حضرت ابو بکرؓ جو اپنے غلام پر غصہ کر رہے تھے ان سے آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

اے ابو بکر! نرمی اختیار کرو۔ یہ معاملہ نہ تمہارے اختیار میں ہے اور نہ ہمارے۔ اس غلام کی کوشش تو یقیناً یہی رہی ہو گی کہ اونٹ گم نہ ہو لیکن گم ہو گیا۔ بہرحال آپؐ نے فرمایا کہ یہ لو، یہ ہمارے لیے ایک پاکیزہ غذا آ گئی ہے جو اللہ تعالیٰ نے بھیجی ہے اور اس غلام کے ساتھ ہمارا جو کھانا تھا یہ اس کا بدل ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے اور حضرت ابو بکرؓ نے بھی وہ کھانا کھایا اور ان لوگوں نے بھی کھایا جو ان دونوں کے ساتھ کھایا کرتے تھے یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے۔

اس کے بعد حضرت صَفْوَان بن مُعَطَّل ؓ پہنچے۔ ان کی ذمہ داری قافلے کے پیچھے چلنے کی تھی۔ ان کے سپرد یہی کام تھا جیسا کہ افک کے واقعہ میں بھی بیان ہو چکا ہے کہ پیچھے سے دیکھتے تھے کوئی چیز رہ تو نہیں گئی۔[326] حضرت صَفْوَانؓ آئے تو اونٹ ان کے ساتھ تھا اور اس پر زادِ راہ بھی موجود تھا۔ انہوں نے اونٹ کو آنحضرت ﷺ کے پڑاؤ کے دروازے پر لا کر بٹھایا۔ تب آنحضرت ﷺ نے ابو بکر سے فرمایا۔ دیکھو تمہارے سامان میں سے کچھ گم تو نہیں ہوا؟ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا سوائے ایک پیالے کے جس میں ہم پانی پیا کرتے تھے کوئی چیز گم نہیں ہوئی۔ اسی وقت غلام نے کہا کہ وہ پیالہ میرے پاس پہلے ہی موجود ہے۔[327]

حضرت ابو بکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کے لیے نکلے اور آپؓ کے ساتھ آپؓ کی اہلیہ اسماء بنت عُمَیْس رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔

پس جب وہ لوگ ذوالحلیفہ میں پہنچے تو وہاں اسماء کے ہاں محمد بن ابو بکر کی پیدائش ہوئی۔ ذُوالْحُلَیْفَہ مدینہ سے چھ سات میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے۔

بہرحال حضرت ابو بکر نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ کو اس بات کی خبر دی کہ اس طرح پیدائش ہوئی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کو ارشاد فرمایا کہ اسماء کو کہیں کہ غسل کر لیں۔ پھر حج کا احرام باندھ لیں اور سب کام کریں جو دوسرے لوگ یعنی حاجی کرتے ہیں سوائے اس کے کہ وہ بیت اللہ کا طواف نہ کریں۔[328]

حضرت ہودؑ اور حضرت صالحؑ تلبیہ کرتے ہوئے یہاں سے گزرے تھے

رسول اللہ ﷺ جب وادی عُسْفَان سے گزرے تو آپ ﷺ نے استفسار فرمایا اے ابو بکر! یہ کون سی وادی ہے؟ ابو بکرؓ نے جواب دیا یہ وادیٔ عُسْفَان ہے۔ آپؐ نے فرمایا یہاں سے حضرت ہودؑ اور

حضرت صالحؑ دو سرخ اونٹوں پر سوار جن کی مہار کھجور کی چھال کی تھی چوغہ پہنے ہوئے اور اوپر سفید اور کالی نقش دار چادر اوڑھے ہوئے تلبیہ کہتے ہوئے بیت العتیق کے حج کے لیے گزرے تھے۔[329]

حجۃ الوداع کے سفر میں جن لوگوں کے ساتھ قربانی کے جانور تھے ان میں حضرت ابو بکر صدیقؓ بھی شامل تھے۔[330]

حضرت ابو بکرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع میں دیکھا کہ سُھَیل بن عَمرو ذبح کرنے کی جگہ پر کھڑے ہیں اور آپ ﷺ کے قربانی کے جانور کو رسول اللہ ﷺ کے قریب کر رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اس کو ذبح کیا۔ پھر سر مونڈنے والے کو بلایا اور اپنے بال منڈوائے۔ کہتے ہیں کہ میں نے سُھَیل کو دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کے بال مبارک اپنی آنکھوں سے لگا رہا تھا۔ کہتے ہیں اس وقت مجھے یاد آگیا کہ یہی سُھَیل صلح حدیبیہ کے وقت آپ کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے سے روک رہا تھا جو معاہدے پہ لکھی جانی تھی۔

حضرت ابو بکرؓ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی جس نے سُہَیل کو اسلام کی طرف ہدایت دی۔[331] اور پھر جب ہدایت دی تو پھر اخلاص و وفا میں بے انتہا بڑھے۔

نبی کریم ﷺ کی آخری بیماری اور حضرت ابو بکرؓ کا نمازیں پڑھانا

نبی کریم ﷺ کی آخری بیماری کے دوران حضرت ابو بکر صدیقؓ کے نمازیں پڑھانے کے بارے میں آتا ہے۔ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیماری میں فرمایا:

ابو بکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نمازیں پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ نے کہا میں نے عرض کیا: حضرت ابو بکرؓ جب آپؐ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو وہ رونے کی وجہ سے لوگوں کو سنا نہ سکیں گے۔ اس لیے آپؐ حضرت عمرؓ کو کہیں کہ وہ لوگوں کو نمازیں پڑھائیں۔

حضرت عائشہؓ کہتی تھیں مَیں نے پھر حضرت حفصہؓ سے کہا کہ آپ ﷺ سے آپؐ کہیں کہ حضرت ابو بکرؓ جب آپؐ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو سنا نہیں سکیں گے۔ اس لیے آپؐ حضرت عمرؓ سے کہیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں۔

حضرت حفصہؓ نے ایسا ہی کیا تو رسول اللہ ﷺ ناراض ہوئے کہ خاموش رہو۔ تم تو یوسف والی عورتیں ہو۔ ابو بکرؓ سے کہو وہی لوگوں کو نماز پڑھائیں۔[332]

وفات سے قبل جب آنحضرت ﷺ بیمار تھے تو حضرت ابو بکرؓ کی غیر موجودگی میں حضرت بلالؓ نے حضرت عمرؓ کو نماز پڑھانے کے لیے کہہ دیا۔ جب حجرے میں رسول اللہ ﷺ کو حضرت عمرؓ کی آواز پہنچی تو آپؐ نے فرمایا ابو بکرؓ کہاں ہیں؟

اللہ اور مسلمان یہ بات ناپسند کرتے ہیں کہ ابو بکر کے علاوہ کوئی اَور نماز پڑھائے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ کو بلایا گیا تو وہ اس وقت پہنچے جب حضرت عمرؓ نماز پڑھا چکے تھے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی

بیماری کے دوران اور آپؐ کی وفات تک حضرت ابو بکرؓ ہی نماز پڑھاتے رہے۔[333]

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری میں حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس لیے وہ انہیں نماز پڑھایا کرتے تھے۔ عروہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری میں کچھ تخفیف محسوس کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر مسجد میں تشریف لائے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ آگے کھڑے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھا رہے ہیں۔ جب حضرت ابو بکرؓ نے آپؐ کو دیکھا تو پیچھے ہٹے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اشارہ کیا کہ اپنی جگہ پر ہی رہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ کے برابر ان کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ حضرت ابو بکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ نماز پڑھتے اور لوگ حضرت ابو بکرؓ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھتے۔[334]

یہ بخاری کی روایت ہے۔ صحیح بخاری میں ہی ایک اَور روایت اس طرح ہے۔ حضرت انس بن مالک انصاریؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بیماری میں جس میں آپؐ کی وفات ہو گئی لوگوں کو نماز پڑھایا کرتے تھے یہاں تک کہ جب پیر کا دن ہوا اور وہ نماز میں صفوں میں تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرے کا پردہ اٹھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں دیکھ رہے تھے اور آپؐ کھڑے ہوئے تھے۔ گویا کہ آپؐ کا چہرۂ مبارک قرآن مجید کا ورق تھا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر تبسم فرمایا اور ہمیں خیال ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کی وجہ سے ہم خوشی سے آزمائش میں پڑ جائیں گے۔ اتنے میں حضرت ابو بکرؓ اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹے تا وہ صف میں مل جائیں اور وہ سمجھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے باہر تشریف لا رہے ہیں مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرما کر یہی کہا کہ اپنی نماز پوری کرو اور پردہ ڈال دیا اور آپؐ اسی دن فوت ہو گئے۔[335]

حضرت مصلح موعودؓ پہلی روایت کے مطابق ایک جگہ بیان فرماتے ہیں کہ ”حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آپؐ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو بوجہ سخت ضعف کے نماز پڑھانے پر قادر نہ تھے اس لیے آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ جب حضرت ابو بکرؓ نے نماز پڑھانی شروع کی تو آپؐ نے کچھ آرام محسوس کیا اور نماز کے لیے نکلے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دینے کے بعد جب نماز شروع ہو گئی تو آپؐ نے مرض میں کچھ خفت محسوس کی۔ پس آپؐ نکلے کہ دو آدمی آپؐ کو سہارا دے کر لے جا رہے تھے۔“ کہتی ہیں کہ ”اور اس وقت میری آنکھوں کے سامنے وہ نظارہ ہے کہ شدت درد کی وجہ سے آپؐ کے قدم زمین سے چھوتے جاتے تھے۔ آپؐ کو دیکھ کر حضرت ابو بکرؓ نے ارادہ کیا کہ پیچھے ہٹ آئیں۔ اس ارادہ کو معلوم کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ کی طرف اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ پر رہو۔ پھر آپؐ کو وہاں لایا گیا اور آپؐ حضرت ابو بکرؓ کے پاس بیٹھ گئے۔ اس کے بعد رسول کریمؐ نے نماز پڑھنی شروع کی اور حضرت ابو بکرؓ نے آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھنی شروع کی اور باقی لوگ حضرت ابو بکرؓ کی نماز کی اتباع کرنے لگے۔“[336]

رسول اللہ ﷺ کے چہرہ سے کپڑا اٹھایا اور آپؐ کو بوسہ دیا

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بارے میں ایک جگہ اس طرح عُروہ بن زُبیر نے نبی ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے اور حضرت ابو بکرؓ اس وقت سُنح میں تھے یعنی سُنح مضافات میں ایک گاؤں ہے۔ یہ خبر سن کر حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے۔ جب آنحضرت ﷺ کی وفات کی خبر پہنچی تو حضرت ابو بکرؓ تو وہاں تھے نہیں حضرت عمرؓ موجود تھے وہ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ فوت نہیں ہوئے۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں کہ حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے کہ اللہ کی قسم! میرے دل میں یہی بات آئی تھی کہ اللہ آپؐ کو ضرور ضرور اٹھائے گا تا بعض آدمیوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ دے۔ اتنے میں حضرت ابو بکرؓ آ گئے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے چہرہ سے کپڑا اٹھایا اور آپؐ کو بوسہ دیا اور کہنے لگے میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں۔ آپؐ زندگی میں بھی اور موت کے وقت بھی پاک و صاف ہیں۔ اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اللہ آپؐ کو کبھی دو موتیں نہیں دکھائے گا۔ یہ کہہ کر حضرت ابو بکرؓ باہر چلے گئے اور کہنے لگے اے قسم کھانے والے! ٹھہر جا۔ یعنی حضرت عمرؓ کو کہا کہ ٹھہر جاؤ۔ جب حضرت ابو بکرؓ بولنے لگے تو حضرت عمرؓ بیٹھ گئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے حمد و ثنا بیان کی اور کہا۔ أَلَا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللهَ فَإِنَّ اللهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ۔ دیکھو! جو محمد ﷺ کو پوجتا تھا سن لے کہ محمد تو یقیناً فوت ہو گئے ہیں اور جو اللہ کو پوجتا تھا اسے یاد رہے کہ اللہ زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا اور حضرت ابو بکرؓ نے یہ آیت پڑھی۔ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (الزمر:31) تم بھی مرنے والے ہو اور وہ بھی مرنے والے ہیں۔ پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَ سَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ (آل عمران:145) کہ محمد صرف ایک رسول ہیں آپ سے پہلے سب رسول فوت ہو چکے ہیں تو پھر کیا اگر آپ فوت ہو جائیں یا قتل کیے جائیں تو تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے اور جو کوئی اپنی ایڑیوں کے بل پھر جائے تو وہ اللہ کو ہر گز نقصان نہ پہنچا سکے گا اور عنقریب اللہ شکر کرنے والوں کو بدلہ دے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ سن کر لوگ اتنا روئے کہ ہچکیاں بندھ گئیں۔[337]

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! ایسا معلوم ہوا کہ گویا لوگ اس وقت تک کہ حضرت ابو بکرؓ نے وہ آیت پڑھی جانتے ہی نہ تھے کہ اللہ نے یہ آیت بھی نازل کی تھی۔

گویا تمام لوگوں نے ان سے یہ آیت سیکھی۔ پھر لوگوں میں سے جس آدمی کو بھی میں نے سنا یہی آیت پڑھ رہا تھا۔ راوی کہتے ہیں۔ سعید بن مُسَیَّب نے مجھے بتایا کہ حضرت عمرؓ نے کہا اللہ کی قسم! جو نہی میں نے ابو بکر کو یہ آیت پڑھتے سنا میں اس قدر گھبرایا کہ دہشت کے مارے میرے پاؤں مجھے سنبھال نہ سکے اور میں زمین پر گر گیا۔ جب میں نے حضرت ابو بکرؓ کو یہ آیت پڑھتے سنا تو میں نے جان

لیا کہ نبی ﷺ فوت ہو گئے ہیں۔[338]

حضرت ابو بکرؓ کی شجاعت کی بہت بڑی دلیل

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ کے پاس سے گزرے اس حال میں کہ حضرت عمرؓ یہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ فوت نہیں ہوئے اور اس وقت تک فوت نہیں ہوں گے جب تک کہ اللہ منافقوں کو قتل نہ کر دے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ وہ یعنی صحابہ یہ سن کر خوشی کا اظہار کرتے تھے اور اپنے سروں کو اٹھاتے تھے تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا۔ اے شخص! یقیناً رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے ہیں۔ حضرت عمرؓ کو مخاطب کیا اور کہا یقیناً رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے ہیں۔ کیا تُو نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (الزمر:31) تم بھی مرنے والے ہو اور وہ بھی مرنے والے ہیں اور یہ بھی کہ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ (الانبیاء:35) اور ہم نے کسی بشر کو تجھ سے پہلے ہمیشگی عطا نہیں کی۔

پھر حضرت ابو بکرؓ منبر پر تشریف لائے اور خطاب کیا۔ بہر حال اس حدیث کی تشریح میں ابو عبد اللہ قرطبی بیان کرتے ہیں کہ اس بات میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کی شجاعت پر بہت بڑی دلیل ہے کیونکہ شجاعت کی انتہا یہ ہے کہ مصائب کے نازل ہونے کے وقت دل کا ثابت قدم رہنا اور مسلمانوں پہ اس وقت کوئی مصیبت نبی کریم ﷺ کی وفات کی مصیبت سے بڑھ کر نہ تھی۔ **پس اس وقت آپؓ کی شجاعت اور علم ظاہر ہوا۔**[339] دونوں ہی ظاہر ہوئے۔ بہادری بھی ظاہر ہوئی کہ صدمہ کو برداشت کیا اور قرآن کریم کی آیت کی جو تشریح کی اس سے علم بھی ظاہر ہوا۔

اگر تیری موت کا روکنا ہماری طاقت میں ہوتا تو اپنی جانیں دے کر تیری موت کو روک دیتے

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ ”کتبِ احادیث اور تواریخ میں یہ روایت درج ہے کہ رسول کریم ﷺ کی وفات کا صحابہؓ پر اس قدر اثر ہوا کہ وہ گھبرا گئے اور بعض سے تو بولا بھی نہ جاتا تھا اور بعض سے چلا بھی نہ جاتا تھا اور بعض اپنے حواس اور اپنی عقل کو قابو میں نہ رکھ سکے اور بعض پر تو اس صدمہ کا ایسا اثر ہوا کہ وہ چند دن میں گھل گھل کر فوت ہو گئے۔ حضرت عمرؓ پر اس صدمہ کا اس قدر اثر ہوا کہ آپؓ نے حضورؐ کی وفات کی خبر کو باور ہی نہ کیا اور تلوار لے کر کھڑے ہو گئے اور کہا کہ اگر کوئی شخص یہ کہے گا کہ رسول کریم ﷺ فوت ہو گئے ہیں تو میں اسے قتل کر دوں گا۔ آپؐ تو موسیٰ علیہ السلام کی طرح بلائے گئے ہیں۔ جس طرح وہ چالیس دن کے بعد واپس آ گئے تھے اسی طرح آپؐ کچھ عرصہ کے بعد واپس تشریف لائیں گے اور جو لوگ آپؐ پر الزام لگانے والے ہیں اور منافق ہیں ان کو قتل کریں گے اور صلیب دیں گے اور اس قدر جوش سے آپؓ اس دعوے پر مصر تھے کہ صحابہؓ میں سے کسی کو طاقت نہ ہوئی کہ آپؓ کی بات کو ردّ کرتا۔ اور آپؓ ”حضرت عمرؓ“ کے اس جوش کو دیکھ کر بعض لوگوں کو تو یقین ہو گیا کہ یہی بات درست ہے۔ آنحضرت ﷺ فوت نہیں ہوئے اور ان کے چہروں پر خوشی کے آثار

ظاہر ہونے لگے۔ اور یا تو سر ڈالے بیٹھے تھے یا خوشی سے انہوں نے سر اٹھا لئے۔ اس حالت کو دیکھ کر بعض دور اندیش صحابہؓ نے ایک صحابی کو دوڑایا کہ وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو جو اس وجہ سے کہ درمیان میں آنحضرت ﷺ کی طبیعت کچھ اچھی ہو گئی تھی آپؐ کی اجازت سے مدینہ کے پاس ہی ایک گاؤں کی طرف گئے ہوئے تھے جلد لے آئیں" واپس بلا لائیں۔ بہرحال "وہ چلے ہی تھے کہ حضرت ابو بکرؓ ان کو مل گئے۔" واپس آ رہے تھے "ان کو دیکھتے ہی ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے" ان صحابی کے جو اطلاع دینے جا رہے تھے "اور جوش گریہ کو ضبط نہ کر سکے۔ حضرت ابو بکرؓ سمجھ گئے کہ کیا معاملہ ہے اور ان صحابی سے پوچھا کہ کیا رسول کریم ﷺ فوت ہو گئے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ جو شخص کہے گا کہ رسول کریم ﷺ فوت ہو گئے ہیں مَیں اس کی گردن تلوار سے اڑا دوں گا۔ اس پر آپؓ "حضرت ابو بکرؓ" آنحضرت ﷺ کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ کے جسم مبارک پر جو چادر پڑی تھی اسے ہٹا کر دیکھا اور معلوم کیا کہ آپؐ فی الواقعہ فوت ہو چکے ہیں۔ اپنے محبوب کی جدائی کے صدمے سے ان کے آنسو جاری ہو گئے اور نیچے جھک کر آپؐ کی پیشانی پر" حضرت ابو بکرؓ نے "بوسہ دیا اور کہا کہ بخدا اللہ تعالیٰ تجھ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا۔ تیری موت سے دنیا کو وہ نقصان پہنچا ہے جو کسی نبی کی موت سے نہیں پہنچا تھا۔ تیری ذات صفت سے بالا ہے اور **تیری شان وہ ہے کہ کوئی ماتم تیری جدائی کے صدمے کو کم نہیں کر سکتا۔ اگر تیری موت کا روکنا ہماری طاقت میں ہوتا تو ہم سب اپنی جانیں دے کر تیری موت کو روک دیتے۔**

یہ کہہ کر کپڑا پھر آپؐ کے اوپر ڈال دیا اور اس جگہ کی طرف آئے جہاں حضرت عمرؓ صحابہؓ کا حلقہ بنائے بیٹھے تھے اور ان سے کہہ رہے تھے کہ آنحضرت ﷺ فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ ہیں۔ وہاں آکر آپؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپؓ ذرا چپ ہو جائیں مگر انہوں نے ان کی بات نہ مانی اور اپنی بات کرتے رہے۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے ایک طرف ہو کر لوگوں سے کہنا شروع کیا کہ رسول کریم ﷺ درحقیقت فوت ہو چکے ہیں۔ صحابہ کرامؓ حضرت عمرؓ کو چھوڑ کر آپؓ کے گرد جمع ہو گئے اور بالآخر حضرت عمرؓ کو بھی آپؓ کی بات سننی پڑی۔ آپؓ "حضرت ابو بکرؓ" نے فرمایا" جس طرح پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ "وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ۔اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۔يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ۔ یعنی محمد ﷺ بھی ایک رسول ہیں آپؐ سے پہلے سب رسول فوت ہو چکے ہیں پھر اگر آپؐ فوت ہو جائیں یا قتل ہو جائیں تو کیا تم لوگ اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے۔ تحقیق تُو بھی فوت ہو جائے گا اور یہ لوگ بھی فوت ہو جائیں گے۔ اے لوگو! جو کوئی محمد ﷺ کی پرستش کرتا تھا وہ سن لے کہ محمد ﷺ فوت ہو گئے اور جو کوئی اللہ کی عبادت کرتا تھا اسے یاد رہے کہ اللہ زندہ ہے اور وہ فوت نہیں ہوتا۔ جب آپؓ "حضرت ابو بکرؓ" نے مذکورہ بالا دونوں آیات پڑھیں اور لوگوں کو بتایا کہ رسول اللہ فوت ہو چکے ہیں تو صحابہؓ پر حقیقت آشکار ہوئی اور وہ بے اختیار رونے لگے اور حضرت عمرؓ خود بیان فرماتے ہیں کہ جب

آیات قرآنیہ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپؐ کی وفات ثابت کی تو مجھے یہ معلوم ہوا کہ گویا یہ دونوں آیتیں آج ہی نازل ہوئی ہیں اور میرے گھٹنوں میں میرے سر کو اٹھانے کی طاقت نہ رہی۔ میرے قدم لڑکھڑائے اور میں بے اختیار شدت صدمہ سے زمین پر گر پڑا۔"[340]

مسلمانوں کا پہلا اجماع۔۔۔۔ وفات مسیحؑ

اسی حوالے سے مسلمانوں کا جو پہلا اجماع ہے اس کے بارے میں حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ "رسول کریم ﷺ سے پہلے تمام انبیاء فوت ہو چکے ہیں جن میں مسیح بھی شامل ہیں۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ کی وفات پر جب مسلمان گھبرا گئے اور یہ صدمہ ان کے لیے ناقابلِ برداشت ہو گیا تو حضرت عمرؓ نے اسی گھبراہٹ میں تلوار کھینچ لی اور کہا کہ اگر کوئی شخص یہ کہے گا کہ رسولِ کریم ﷺ وفات پا گئے ہیں تو میں اس کی گردن کاٹ دوں گا۔ رسولِ کریم ﷺ فوت نہیں ہوئے بلکہ حضرت موسیٰ کی طرح خدا سے ملنے گئے ہیں اور پھر واپس آئیں گے اور منافقوں کو ختم کریں گے پھر وفات پائیں گے۔ گویا ان کا یہ عقیدہ تھا کہ منافق جب تک ختم نہ ہوں آنحضرت ﷺ فوت نہیں ہو سکتے اور چونکہ منافق آپؐ کی وفات تک موجود تھے اِس لیے وہ سمجھے کہ آپ فوت نہیں ہوئے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ جو اس وقت مدینہ کے پاس باہر ایک گاؤں میں گئے ہوئے تھے تشریف لائے۔ آنحضرت ﷺ کے گھر گئے۔ رسولِ کریم ﷺ کا جسم مبارک دیکھا۔ معلوم کیا کہ آپؐ واقع میں وفات پا چکے ہیں۔ اِس پر پھر آپؓ واپس باہر تشریف لائے اور یہ کہتے ہوئے آئے کہ اللہ تعالیٰ رسولِ کریم ﷺ کو دو موتیں نہیں دے گا۔ یعنی ایک موت جسمانی اور دوسری موت روحانی کہ آپؐ کی وفات کے ساتھ ہی مسلمان بگڑ جائیں۔ پھر آپؓ سیدھے صحابہ کے اجتماع میں گئے اور لوگوں سے کہا کہ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ حضرت عمرؓ تلوار لیے کھڑے تھے اور یہ اِرادہ کر کے کھڑے تھے کہ اگر کسی نے محمد رسول اللہ ﷺ کی وفات کا اعلان کیا تو میں اس کو قتل کر دوں گا۔ حضرت ابو بکرؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے لوگوں کو وہی بات کی کہ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ کہ جو شخص محمد رسول اللہ ﷺ کی عبادت کرتا تھا وہ سن لے کہ محمد ﷺ فوت ہو چکے ہیں اور جو کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا وہ خوش ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے اور کبھی فوت نہیں ہو گا۔

پھر آپؓ نے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول تھے اور آپ سے پہلے جتنے بھی رسول گزرے ہیں سب فوت ہو چکے ہیں۔ پھر آپؐ کیوں نہ فوت ہوں گے۔ اگر آپؐ فوت ہو جائیں یا قتل کیے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے اور اسلام کو چھوڑ دو گے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب قرآنِ کریم کی یہ آیت حضرت ابو بکر صدیقؓ نے پڑھی تو میری آنکھیں کھل گئیں اور مجھے یوں معلوم ہوا کہ یہ آیت ابھی نازل ہوئی ہے اور مجھ پر ظاہر ہو گیا کہ رسولِ کریم ﷺ فوت ہو

گئے ہیں اور میرے پاؤں کانپ گئے اور میں زمین پر گر گیا۔ یہ بیان کر کے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ

یہ ایک ہی اجماع صحابہ کا ہے کیونکہ اس وقت سارے صحابہ موجود تھے اور درحقیقت ایسا وقت مسلمانوں پر پہلے کبھی نہیں آیا کیونکہ پھر کبھی مسلمان اِس طرح جمع نہیں ہوئے۔ اِس اجتماع میں حضرت ابوبکرؓ نے یہ آیت پڑھی کہ محمد رسول اللہ ﷺ صرف اللہ تعالیٰ کے ایک رسول ہیں اور آپؐ سے پہلے جس قدر اللہ تعالیٰ کے رسول آئے ہیں وہ سب کے سب فوت ہو چکے ہیں۔ پس آپؐ کا فوت ہونا بھی کوئی قابلِ تعجب بات نہیں اور سارے کے سارے صحابہ نے آپ کے ساتھ اتفاق کیا۔[341]

ابوبکر صدیقؓ کا اس امت پر اتنا بڑا احسان ہے کہ اس کا شکر نہیں ہو سکتا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی حضرت ابوبکرؓ کے حوالے سے اسی بات کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اس امت پر اتنا بڑا احسان ہے کہ اس کا شکر نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو مسجد نبوی میں اکٹھے کر کے یہ آیت نہ سناتے کہ تمام گزشتہ نبی فوت ہو چکے ہیں تو یہ امت ہلاک ہو جاتی کیونکہ ایسی صورت میں اس زمانے کے مفسد علماء یہی کہتے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مذہب تھا کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں مگر اب صدیق اکبر کی آیت ممدوحہ پیش کرنے سے اس بات پر کُل صحابہ کا اجماع ہو چکا کہ کل گزشتہ نبی فوت ہو چکے ہیں بلکہ اس اجماع پر شعر بنائے گئے۔ ابوبکر کی روح پر خدا تعالیٰ ہزاروں رحمتوں کی بارش کرے اس نے تمام روحوں کو ہلاکت سے بچا لیا اور اس اِجماع میں تمام صحابہ شریک تھے۔ ایک فرد بھی ان میں سے باہر نہ تھا۔ اور یہ صحابہ کا پہلا اجماع تھا اور نہایت قابل شکر کارروائی تھی۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور مسیح موعود کی باہم ایک مشابہت ہے اور وہ یہ کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ قرآن شریف میں دونوں کی نسبت یہ تھا کہ جب ایک خوف کی حالت اسلام پر طاری ہو گی اور سلسلہ مرتد ہونے کا شروع ہو گا تب ان کا ظہور ہو گا سو حضرت ابوبکر اور مسیح موعود کے وقت میں ایسا ہی ہوا۔ یعنی حضرت ابوبکر کے وقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صدہا جاہل عرب مرتد ہو گئے تھے۔ اور صرف دو مسجدیں باقی تھیں جن میں نماز پڑھی جاتی تھی۔ حضرت ابوبکر نے دوبارہ ان کو اسلام پر قائم کیا ایسا ہی مسیح موعود کے وقت میں کئی لاکھ انسان اسلام سے مرتد ہو کر عیسائی بن گئے اور یہ دونوں حالات قرآن شریف میں مذکور ہیں یعنی پیشگوئی کے طور پر ان کا ذکر ہے۔"[342]

حضرت ابوبکرؓ کی خلافت

حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے بارے میں آتا ہے کہ جب صحابہ کرام کو رسول اللہ ﷺ کی وفات کا علم ہو گیا تو انصار سقیفہ بنی سَاعِدَہ میں جمع ہوئے۔ اس اجتماع میں مسئلہ خلافت پر گفتگو ہوئی۔ انصار خزرج کے راہنما سعد بن عُبادہ کے گرد جمع ہو گئے۔[343]

حضرت سعد بن عُبادہؓ ان دنوں علیل تھے۔ انہوں نے انصار کی قربانیوں اور خدمت اسلام کا تفصیلی تذکرہ کرتے ہوئے انہیں خلافت کا حق دار قرار دیا مگر انصار نے حضرت سعد بن عبادہؓ کو ہی خلافت کے لیے موزوں قرار دے دیا مگر ابھی انصار نے ان کی بیعت بھی نہ کی تھی کہ ان میں سے ہی کسی نے یہ سوال کر دیا کہ اگر مہاجرین نے ان کی خلافت کو تسلیم نہ کیا تو کیا ہو گا؟ اس پر ایک آدمی نے تجویز دی کہ ایک آدمی انصار میں سے اور ایک آدمی مہاجرین میں سے خلیفہ ہو مگر حضرت سعد بن عبادہ نے اسے بنو اوس کی کمزوری قرار دیا۔ جب انصار سقیفہ بنو ساعدہ میں خلافت کے متعلق بحث کر رہے تھے حضرت عمر بن خطابؓ، حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ اور دوسرے بڑے بڑے صحابہ کرام مسجد نبوی میں نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے وصال کے سانحہ عظیم کے بارے میں ذکر کر رہے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت علیؓ اور دوسرے اہلِ بیت رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تجہیز و تکفین کے انتظامات میں مصروف تھے۔ کسی کو خلافت کے بارے میں ہوش نہ تھا اور اس بات سے بے خبر تھے کہ انصار اس مسئلہ پر غور کرنے کے لیے جمع ہو چکے ہیں اور انصار میں سے کسی کو امیر چننا چاہتے ہیں۔[344]

طبقاتِ کبریٰ میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ اپنا ہاتھ بڑھائیں تاکہ میں آپؓ کی بیعت کروں۔ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زبان مبارک سے آپؓ کو اس امت کا امین قرار دیا گیا ہے۔ اس پر حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا جب سے آپؓ نے اسلام قبول کیا ہے میں نے اس سے پہلے کبھی آپ میں ایسی غفلت والی بات نہیں دیکھی۔ کیا تم میری بیعت کرو گے جبکہ تم میں صدیق اور ثانی اثنین یعنی حضرت ابو بکرؓ موجود ہیں۔[345]

اسی گفتگو کے دوران انہیں اجتماع انصار کی اطلاع ملی۔ اس پر حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اندر پیغام بھیج کر بلایا کہ ایک ضروری کام ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے تجہیز و تکفین کی مصروفیت کا عذر کر کے باہر آنے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے دوبارہ پیغام بھیجا۔ ایک ایسی فوری بات پیش آئی ہے کہ آپؓ کی موجودگی وہاں ضروری ہے جس پر حضرت ابو بکرؓ باہر تشریف لائے اور حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تجہیز و تکفین سے اس وقت اَور کون سا اہم کام ہے جس کے لیے تم نے مجھے بلایا ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا آپؓ کو پتہ ہے کہ انصار سقیفہ بنو ساعدہ میں جمع ہیں اور ارادہ کر رہے ہیں کہ حضرت سعد بن عُبادہؓ کو خلیفہ بنا دیں؟ ان میں سے ایک شخص نے یہ کہا کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر قریش میں سے۔ یہ سنتے ہی حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ کے ہمراہ سقیفہ بنو ساعدہ پہنچے۔ وہاں ابھی بحث جاری تھی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ ان کے درمیان جا کر بیٹھ گئے۔[346]

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم انصار کی طرف چل پڑے جب ہم ان سے قریب پہنچے ان میں سے دو صالح آدمیوں عُوَیْم بن سَاعِدہ اور مَعْن بن عَدِی سے ملاقات ہوئی۔ ان

دونوں نے انصار کے عزائم سے ان کو مطلع کیا۔ پھر سوال کیا۔ آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں؟ انہوں نے کہا ہم اپنے انصاری بھائیوں کے پاس جا رہے ہیں۔ ان دونوں نے کہا ان کے پاس جانا ضروری نہیں آپ لوگ خود معاملہ طے کر لیں۔ کہتے ہیں میں نے کہا اللہ کی قسم! ہم ضرور ان کے پاس جائیں گے۔ [347]

بہرحال وہ گئے۔ حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم انصار کے پاس پہنچے۔ میں نے اپنے دل میں کچھ کہنے کے لیے ایک مضمون سوچا تھا کہ انصار کے سامنے اسے بیان کروں گا۔ پس جب میں ان کے پاس پہنچا اور بات شروع کرنے کے لیے آگے بڑھا مگر حضرت ابو بکرؓ نے مجھ سے کہا ٹھہر جاؤ یہاں تک کہ میں بات کر لوں۔ اس کے بعد جو تمہارا جی چاہے بیان کرنا۔

پھر حضرت ابو بکرؓ نے بولنا شروع کیا اور جو بات میں کہنا چاہتا تھا وہ حضرت ابو بکرؓ نے بیان کر دی بلکہ اس سے بھی زیادہ آپؓ نے کہہ دیا۔ [348]

سقیفہ بنو ساعدہ میں حضرت ابو بکرؓ کی تقریر

حضرت ابو بکرؓ نے جو تقریر کی تھی اس کا مختصر ذکر یہ ہے۔ عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے تقریر شروع کی۔ اللہ کی حمد و ثنا کے بعد کہا یقیناً اللہ نے اپنی مخلوق کی طرف محمد ﷺ کو رسول اور اپنی امت کا نگران بنا کر بھیجا تا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اور اس کی توحید کا اقرار کریں حالانکہ اس سے پہلے وہ اللہ کے سوا مختلف معبودوں کی عبادت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ معبود اللہ کے حضور ان کی شفاعت کرنے والے اور نفع پہنچانے والے ہیں حالانکہ وہ پتھر سے تراشے گئے تھے اور لکڑی سے بنائے جاتے تھے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے یہ آیت پڑھی کہ وَ یَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مَا لَا یَضُرُّہُمۡ وَ لَا یَنۡفَعُہُمۡ وَ یَقُوۡلُوۡنَ ہٰۤؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنۡدَ اللّٰہِ (یونس:19) اور وہ اللہ کے سوا اس کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انہیں نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع پہنچا سکتا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ یہ سب اللہ کے حضور ہماری شفاعت کرنے والے ہیں۔ مَا نَعۡبُدُہُمۡ اِلَّا لِیُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَی اللّٰہِ زُلۡفٰی (الزمر:4) کہ ہم اس مقصد کے سوا ان کی عبادت نہیں کرتے کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کرتے ہوئے قرب کے اونچے مقام تک پہنچا دیں۔ عربوں کو یہ بات گراں گزری کہ وہ اپنے آباؤاجداد کے دین کو ترک کر دیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے یہ آیتیں پڑھ کے فرمایا کہ عربوں کو یہ بات گراں گزری کہ وہ اپنے آباءواجداد کے دین کو ترک کر دیں۔ پس اللہ نے آپ ﷺ کی قوم میں سے اولین مہاجرین کو رسول کریم ﷺ کی تصدیق کے لیے اور آپ ﷺ پر ایمان لانے کے لیے اور آپ ﷺ کی غمگساری کے لیے اور آپ ﷺ کے ساتھ اپنی قوم کی سخت ایذا رسانی اور تکذیب کے وقت ڈٹے رہنے کے لیے خاص کر لیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: حالانکہ تمام لوگ ان کے مخالف تھے اور ان پر ظلم کرتے تھے مگر باوجود اپنی کم تعداد کے اور تمام لوگوں کے ظلم اور اپنی قوم کے ان کے خلاف اکٹھے ہو جانے کے وہ کبھی خوفزدہ نہیں ہوئے۔ اور وہ پہلے تھے جنہوں نے زمین

میں اللہ کی عبادت کی اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست اور خاندان والے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سے اس منصب کے سب سے زیادہ حق دار ہیں۔ اس معاملہ میں سوائے ظالم کے اور کوئی ان سے تنازعہ نہیں کرے گا۔

اے انصار کے گروہ! اور تم وہ ہو جن کی دین میں فضیلت اور اسلام میں سبقت لے جانے کے متعلق انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ کے دین اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار بننے کی وجہ سے اللہ تم سے راضی ہو گیا اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت بھی تمہاری طرف ہی رکھی۔

آپؐ کی اکثر ازواج اور اصحاب تمہارے یہاں رہتے ہیں۔ مہاجرین اولین کے بعد ہمارے نزدیک تمہارے مرتبہ کا کوئی بھی نہیں۔ امیر ہم میں ہوں گے اور تم وزیر۔ ہر اہم معاملے میں تم سے مشورہ لیا جائے گا اور تمہارے بغیر اہم معاملات کے متعلق فیصلہ نہیں کریں گے۔[349]

حضرت ابو بکرؓ نے سقیفہ بنو سَاعِدہ میں جو تقریر کی تھی سیرت حلبیہ میں اس کا ذکر اس طرح ملتا ہے آپ نے فرمایا:۔

اَمَّا بَعْدُ! جہاں تک خلافت کا معاملہ ہے تو عرب کے لوگ اس کو سوائے قریش کے کسی دوسرے قبیلے کے لیے قبول نہیں کریں گے۔ قریش کے لوگ اپنے حسب و نسب کے اعتبار سے اور اپنے وطن کے اعتبار سے جو مکہ ہے سب سے افضل اور اعلیٰ ہیں۔ ہم نسب میں تمام عربوں سے جڑے ہوئے ہیں کیونکہ کوئی بھی قبیلہ ایسا نہیں جو کسی نہ کسی طرح قریش سے رشتہ قرابت نہ رکھتا ہو۔ ہم مہاجرین وہ لوگ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ ہم ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برادری اور خاندان کے لوگ اور آپ کے رِحمی رشتہ دار ہیں۔ ہم اہل نبوت ہیں اور خلافت کے حق دار ہیں۔[350]

انہی واقعات کا ذکر کرتے ہوئے امام احمد بن حنبل نے اپنی مُسنَد میں حضرت ابو بکرؓ کا کردار بیان کیا ہے اور یہ بیان کرنے کے بعد کہ حضرت ابو بکرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر آ کر مسلمانوں میں تقریر کی اور آپؐ کی وفات کا اعلان کیا۔ پھر بیان ہوا ہے راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد (تقریر کرنے کے بعد اور وفات کا اعلان کرنے کے بعد) حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تیزی کے ساتھ سقیفہ بنو ساعدہ کی طرف روانہ ہوئے یہاں تک کہ ان کے پاس پہنچے تو حضرت ابو بکرؓ نے گفتگو شروع کی اور آپؓ نے قرآن کریم میں انصار کی بابت جو کچھ نازل ہوا اس میں سے کچھ نہ چھوڑا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی فضیلت کے بارے میں جو کچھ فرمایا تھا وہ سب بیان کیا۔

پھر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا۔ تم لوگوں کو علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار دوسری وادی میں تو مَیں انصار کی وادی میں چلوں گا۔

پھر حضرت سعدؓ کو مخاطب کر کے حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ اے سعد! تجھے علم ہے کہ تُو بیٹھا ہوا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خلافت کے حق دار قریش ہوں گے۔

لوگوں میں سے جو نیک ہوں گے وہ قریش کے نیک افراد کے تابع ہوں گے اور جو فاجر ہوں گے وہ

قریش کے فاجروں کے تابع ہوں گے۔ حضرت سعدؓ نے کہا کہ آپؓ نے سچ کہا۔ ہم وزیر ہیں اور آپ لوگ امراء ہیں۔[351]

تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ اس موقع پر حضرت حُبَاب بن مُنْذِرؓ کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے گروہِ انصار! تم اس معاملہ کا اختیار اپنے ہاتھ میں رکھو کیونکہ یہ لوگ اس وقت تمہارے زیر سایہ ہیں یعنی مہاجرین۔ کسی کو تمہاری مخالفت کی جرأت نہ ہو گی اور لوگ تمہاری رائے کے خلاف نہیں جائیں گے۔ تم عزت والے، دولت والے، کثرتِ تعداد والے اور طاقت و شوکت والے، تجربہ کار، جنگجو، دلیر اور بہادر ہو۔ لوگ تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں کہ تم کیا کرتے ہو۔ اب اختلاف نہ کرو ورنہ تمہاری رائے تم میں فساد پیدا کر دے گی اور تمہارا معاملہ تم پر ہی الٹ جائے گا۔ پس اگر یہ لوگ اس بات کا انکار کریں یعنی مہاجرینِ قریش اس بات کا انکار کریں جو تم نے ابھی سنی ہے تو ایک امیر ہم میں سے ہو گا اور ایک امیر اِن میں سے۔

اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا: یہ ناممکن ہے۔ دو تلواریں ایک نیام میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ اللہ کی قَسم! عرب ہرگز اس بات کو نہیں مانیں گے کہ وہ تمہیں امیر بنا دیں جبکہ ان کے نبی تمہارے علاوہ دوسرے قبیلے کے ہوں۔ ہاں البتہ عربوں کو یہ بات تسلیم کرنے میں کوئی روک نہیں ہو گی کہ ان کا معاملہ ان کے سپرد کر دیں جن میں نبوت تھی اور اسی میں سے ان کے امیر ہونے چاہئیں اور اس شکل میں اگر عربوں میں سے کوئی اس کی امارت ماننے سے انکار کرے گا تو اس کے مقابلے میں ہمارے پاس کھلی ہوئی دلیل اور کھلا ہوا حق ہو گا۔ محمد ﷺ کی حکومت اور امارت کے بارے میں کون ہماری مخالفت کرے گا؟ ہم ہی آپ ﷺ کے دوست اور خاندان والے ہیں۔ سوائے احمق کے یا گناہ گار یا خود کو ہلاکت میں ڈالنے والے کے وہی اس تجویز کی مخالفت کرے گا اور کوئی نہیں کر سکتا۔ حُباب بن منذرؓ نے کہا اے گروہِ انصار! تم اس معاملہ کا خود تصفیہ کرو اور ہرگز اس شخص کی اور اس کے ہمراہیوں کی بات نہ ماننا۔ یہ تمہارا حصہ بھی ہضم کرنا چاہتے ہیں اور اگر یہ لوگ ہماری تجویز نہ مانیں تو ان سب کو اپنے علاقوں سے نکال دو اور تمام امور کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لو کیونکہ بخدا تم اس امارت کے سب سے زیادہ مستحق اور اہل ہو۔ تمہاری تلواروں نے تمام لوگوں کو اس دین کا مطیع بنایا ہے جو کبھی مطیع ہونے والے نہ تھے۔ میں اس تمام کارروائی کے تصفیہ کی ذمہ داری اپنے سر لیتا ہوں کیونکہ میں اس کا پورا تجربہ رکھتا ہوں اور اس کا اہل ہوں۔

بخدا! اگر تم چاہو تو میں کانٹ چھانٹ کر اس کا فیصلہ کر لیتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے کہا اگر ایسا کرو گے تو اللہ تم کو ہلاک کر دے گا۔ انہوں نے یعنی حُباب نے کہا کہ بلکہ تم مارے جاؤ گے۔ حضرت ابوعُبَیدہؓ نے اس موقع پر کہا کہ اے گروہِ انصار! تم وہ ہو جنہوں نے سب سے پہلے دین کی حمایت اور نصرت کی۔ اب یہ نہ

ہونا چاہیے کہ سب سے اوّل تم ہی اس میں تغیر و تبدّل کرو۔ اس پر بشیر بن سعد نے کہا: اے گروہِ انصار! مشرکین سے جہاد اور دین اسلام کی ابتدا میں خدمت کی جو سعادت ہمیں حاصل ہوئی اس سے ہمارا مقصد صرف اپنے پروردگار کی رضامندی اور اپنے نبیؐ کی اطاعت تھی۔ ہمارے لیے یہ مناسب نہیں کہ دوسروں پر اپنی برتری جتائیں اور ہم اس کے ذریعہ سے دنیا سے کوئی فائدہ نہیں چاہتے۔ ہم پر اس معاملے میں اللہ تعالیٰ کا ہی احسان ہے۔ سن لو بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم قریش میں سے تھے لہٰذا ان کی قوم اس امارت کی زیادہ مستحق اور اہل ہے اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ان سے اس معاملہ میں کبھی تنازعہ نہیں کروں گا۔ اللہ سے ڈرو ان کی مخالفت نہ کرو اور نہ اس معاملے میں ان سے تنازعہ کرو۔[352]

بہرحال حضرت عمرؓ نے جو تقریر کی وہ روایت دوسری جگہ سنن کبریٰ للنسائی میں اس طرح ہے کہ سَقِیفہ بنو ساعِدہ میں جب انصار نے کہا کہ ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک تم میں سے اس پر حضرت عمرؓ نے کہا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ایک میان میں دو تلواریں تو نہیں ہو سکتیں۔ اس طرح وہ ٹھیک نہیں رہیں گی نیز انہوں نے، حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کا ہاتھ پکڑا اور عرض کیا:

یہ تین خوبیاں کس کی ہیں۔ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (التوبۃ:40) یعنی جب وہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غم نہ کر۔ یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اس کا ساتھی کون تھا؟ پھر کہا کہ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ (التوبۃ:40) یعنی جب وہ دونوں غار میں تھے۔ وہ دونوں کون تھے؟ پھر انہوں نے، حضرت عمرؓ نے کہا کہ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا یعنی غم نہ کر۔ یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ کے علاوہ کس کے ساتھ تھے یا کس کا ساتھ ہے۔ یہ کہہ کر حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کر لی اور پھر لوگوں سے کہا تم بھی بیعت کر لو۔ چنانچہ لوگوں نے بیعت کر لی۔[353] حضرت عمرؓ کے بعد حضرت ابوعُبَیدہ بن جَرّاحؓ اور حضرت بشیر بن سعدؓ نے بیعت کی اور اس طرح تمام انصار نے بھی حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کی۔[354] یہ بیعت اسلامی لٹریچر میں بیعت سَقِیفہ اور بیعت خاصہ کے نام سے بھی مشہور ہے۔[355]

بعض روایات میں یہ ذکر ملتا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت نہیں کی تھی جبکہ بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے بھی باقی انصار کے ساتھ بیعت کر لی تھی۔

چنانچہ تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ ساری قوم نے باری باری حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کی اور حضرت سعدؓ نے بھی بیعت کی۔[356]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "دیکھ لو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت ہوئی اور پھر کیسی شاندار ہوئی۔ آپؐ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر خلیفہ ہوئے۔ اس وقت انصار نے چاہا کہ ایک خلیفہ ہم میں سے ہو اور ایک خلیفہ مہاجرین میں سے ہو۔ یہ سنتے ہی حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور بعض اَور صحابہ فوراً اس جگہ تشریف لے گئے جہاں انصار جمع تھے

اور آپ نے انہیں بتایا کہ دیکھو! دو خلیفوں والی بات غلط ہے۔ تفرقہ سے اسلام ترقی نہیں کرے گا۔ خلیفہ بہرحال ایک ہی ہو گا۔ اگر تم تفرقہ کرو گے تو تمہارا شیرازہ بکھر جائے گا، تمہاری عزتیں ختم ہو جائیں گی اور عرب تمہیں تکا بوٹی کر ڈالیں گے۔ تم یہ بات نہ کرو۔ بعض انصار نے آپؐ کے مقابل پر دلائل پیش کرنے شروع کئے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: مَیں نے خیال کیا کہ حضرت ابو بکرؓ کو تو بولنا نہیں آتا مَیں انصار کے سامنے تقریر کروں گا لیکن جب حضرت ابو بکرؓ نے تقریر کی تو آپ نے وہ سارے دلائل بیان کر دیئے جو میرے ذہن میں تھے۔" حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ جو میرے ذہن میں تھے۔ "اور پھر اس سے بھی زیادہ دلائل بیان کئے۔" کہتے ہیں "میں نے یہ دیکھ کر اپنے دل میں کہا کہ آج یہ بڈھا مجھ سے بڑھ گیا ہے۔ آخر اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل ہوا کہ خود انصار میں سے بعض لوگ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا حضرت ابو بکرؓ جو کچھ فرما رہے ہیں وہ ٹھیک ہے۔ مکہ والوں کے سوا عرب کسی اَور کی اطاعت نہیں کریں گے۔ پھر ایک انصاری نے جذباتی طور پر کہا اے میری قوم! اللہ تعالیٰ نے اس ملک میں اپنا ایک رسول مبعوث فرمایا۔ اس کے اپنے رشتہ داروں نے اسے شہر سے نکال دیا تو ہم نے اسے اپنے گھروں میں جگہ دی اور خدا تعالیٰ نے اس کے طفیل ہمیں عزت دی۔ ہم مدینہ والے گمنام تھے، ذلیل تھے مگر اس رسول کی وجہ سے ہم معزز اور مشہور ہو گئے۔ اب تم اس چیز کو جس نے ہمیں معزز بنایا کافی سمجھو اور زیادہ لالچ نہ کرو ایسا نہ ہو کہ ہمیں اس کی وجہ سے کوئی نقصان پہنچے۔ اس وقت حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ دیکھو! خلافت کو قائم کرنا ضروری ہے باقی تم جس کو چاہو خلیفہ بنا لو۔ مجھے خلیفہ بننے کی کوئی خواہش نہیں۔ آپ نے فرمایا یہ ابوعُبَیدہؓ بن جرّاح ہیں۔ ان کو رسول کریم ﷺ نے امین الامت کا خطاب عطا فرمایا ہے تم ان کی بیعت کر لو۔ پھر عمرؓ ہیں یہ اسلام کے لئے ایک ننگی تلوار ہیں تم ان کی بیعت کر لو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ابو بکرؓ! اب باتیں ختم کیجئے۔ ہاتھ بڑھائیے اور ہماری بیعت لیجئے۔ حضرت ابو بکرؓ کے دل میں بھی اللہ تعالیٰ نے جرأت پیدا کر دی اور آپ نے بیعت لے لی۔"[357]

سَقِیفہ بنی سَاعِدَہ کی بیعتِ عام کے بارے میں مزید لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات سوموار کو ہوئی۔ لوگ سَقِیفہ بنی سَاعِدَہ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کی بیعت میں مشغول ہو گئے۔ پھر سوموار کے بقیہ دن اور منگل کی صبح کو مسجد میں بیعتِ عام ہوئی۔ حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ جب سَقِیفہ بنی سَاعِدَہ میں بیعت ہو گئی تو دوسرے دن حضرت ابو بکر صدیقؓ بیٹھے تو حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور حضرت ابو بکرؓ سے قبل تقریر کی۔ آپؓ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی۔ پھر کہا اے لوگو! کل میں نے تم سے ایسی بات کی تھی یعنی یہ کہ آنحضرت ﷺ فوت نہیں ہوئے۔ میں نے اس کا ذکر کتاب اللہ میں کہیں نہیں پایا اور نہ ہی نبی کریم ﷺ نے مجھے اس کی وصیت فرمائی تھی لیکن میں سمجھتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ ضرور ہمارے معاملے کا انتظام کریں گے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے کہا ہمارا خیال تھا کہ ہم پہلے فوت ہو جائیں گے اور آنحضرت ﷺ ہم میں سے آخری ہوں گے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم میں وہ چیز چھوڑی ہے جس سے

اس نے رسول اللہ ﷺ کو ہدایت دی اور اگر تم نے اسے مضبوطی سے تھامے رکھا تو اللہ تعالیٰ تمہیں بھی ہدایت دے گا جیسا کہ اس نے آنحضور ﷺ کو ہدایت دی۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے معاملات کو ایک ایسے آدمی کے ہاتھوں میں دے دیا ہے جو تم میں سب سے زیادہ بہتر ہیں جو آنحضرت ﷺ کے ساتھی ہیں اور ثَانِیَ اثۡنَیۡنِ اِذۡ ھُمَا فِی الۡغَارِ کے مصداق ہیں۔ یعنی وہ دو میں سے ایک تھا جب وہ دونوں غار میں تھے۔ پس اٹھو اور اس کی بیعت کرو۔ پس لوگوں نے بیعتِ سَقیفہ کے بعد حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بیعت عام والے دن ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپؓ نے اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

اے لوگو! یقیناً مَیں تم پر والی مقرر کیا گیا ہوں لیکن مَیں تم میں سے سب سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر مَیں اچھا کام کروں تو میرے ساتھ تعاون کرو اور کج رَوی اختیار کروں تو مجھے سیدھا کر دو۔ سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے۔ تمہارا ضعیف فرد بھی میرے نزدیک قوی ہے جب تک میں دوسروں سے اس کا حق نہ دلا دوں۔ اور تمہارا قوی شخص میرے نزدیک ضعیف ہے یہاں تک کہ مَیں اس سے دوسروں کا حق نہ حاصل کر لوں۔ ان شاء اللہ۔ جو قوم اللہ تعالیٰ کے رستے میں جہاد کو چھوڑ دیتی ہے اللہ اس کو ذلیل و خوار کر دیتا ہے اور جس قوم میں بدکاری پھیل جاتی ہے اللہ اس کو مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اگر میں اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کروں تو میری اطاعت کرو اور اگر میں اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت لازم نہیں۔ نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ اللہ تم سب پر رحم فرمائے۔[358]

حضرت علیؓ کی بیعت

حضرت علیؓ کی حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کے بارے میں بھی مختلف باتیں بیان کی جاتی ہیں۔ تاریخ طبری میں ہے کہ حَبیب بن ابوثابت سے روایت ہے یہ کہ حضرت علیؓ اپنے گھر میں تھے جب ان کے پاس ایک شخص آیا اور ان سے کہا کہ حضرت ابو بکرؓ بیعت لینے کے لیے تشریف فرما ہیں۔ حضرت علیؓ قمیص پہنے ہوئے تھے، اس حالت میں جلدی سے باہر نکلے کہ نہ ہی اس پر ازار تھا اور نہ ہی کوئی چادر، اس امر کو ناپسند کرتے ہوئے کہ کہیں اس سے دیر نہ ہو جائے یہاں تک کہ آپؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کی اور حضرت ابو بکرؓ کے پاس بیٹھ گئے۔ پھر آپؓ نے اپنے کپڑے منگوائے اور وہ کپڑے پہنے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ کی مجلس میں ہی بیٹھے رہے۔[359]

حضرت علیؓ کی حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کرنے کے بارے میں مختلف روایات ملتی ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت علیؓ نے چھ ماہ تک بیعت نہیں کی اور حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد بیعت کی اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت علیؓ نے پوری رضا و رغبت کے ساتھ فوراً حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کر لی تھی۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ مہاجرین و انصار نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کر لی تو حضرت ابو بکرؓ منبر پر چڑھے تو انہوں نے لوگوں کی طرف دیکھا تو ان میں حضرت علیؓ کو نہ پایا۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت علیؓ کے بارے میں دریافت فرمایا۔ انصار میں سے کچھ لوگ گئے اور حضرت علیؓ کو لے

آئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے چچا کے بیٹے اور آپؐ کے داماد! کیا تم مسلمانوں کی طاقت کو توڑنا چاہتے ہو؟ حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! گرفت نہ کیجئے پھر انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کر لی۔[360]

علامہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ حضرت علی ابن ابی طالبؓ نے نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد پہلے دن یا دوسرے دن حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کر لی تھی۔ اور یہی سچ ہے کیونکہ حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو کبھی نہیں چھوڑا اور نہ ہی حضرت ابو بکرؓ کے پیچھے نماز کی ادائیگی ترک کی۔[361]

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرماتے ہیں کہ "حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اوّل اوّل حضرت ابو بکر کی بیعت سے بھی تخلّف کیا تھا۔ مگر پھر گھر میں جا کر خدا جانے یک دفعہ کیا خیال آیا کہ پگڑی بھی نہ باندھی اور فوراً ٹوپی سے ہی بیعت کرنے کو آ گئے اور پگڑی پیچھے منگائی۔

معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دل میں خیال آ گیا ہوگا کہ یہ تو بڑی معصیّت ہے۔ اسی واسطے اتنی جلدی کی کہ پگڑی بھی نہ باندھی۔"[362] اور فوراً ٹوپی سے ہی بیعت کرنے کو آ گئے اور پگڑی پیچھے منگوائی۔

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ: "حضرت ابو بکرؓ کو دیکھ لو۔ آپؓ مکہ کے ایک معمولی تاجر تھے۔ اگر محمد رسول اللہ ﷺ مبعوث نہ ہوتے اور مکہ کی تاریخ لکھی جاتی تو مؤرخ صرف اتنا ذکر کرتا کہ ابو بکرؓ عرب کا ایک شریف اور دیانتدار تاجر تھا مگر محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع سے ابو بکرؓ کو وہ مقام ملا تو آج ساری دنیا ان کا ادب اور احترام کے ساتھ نام لیتی ہے۔ جب رسول کریم ﷺ وفات پا گئے اور حضرت ابو بکرؓ کو مسلمانوں نے اپنا خلیفہ اور بادشاہ بنا لیا تو مکہ میں بھی یہ خبر جا پہنچی۔ ایک مجلس میں بہت سے لوگ بیٹھے تھے جن میں حضرت ابو بکرؓ کے والد ابو قحافہ بھی موجود تھے۔ جب انہوں نے سنا کہ ابو بکرؓ کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کر لی ہے تو ان کے لئے اس امر کو تسلیم کرنا ناممکن ہو گیا اور انہوں نے خبر دینے والے سے پوچھا کہ تم کس ابو بکرؓ کا ذکر کر رہے ہو؟ اس نے کہا وہی ابو بکرؓ جو تمہارا بیٹا ہے۔ انہوں نے عرب کے ایک ایک قبیلے کا نام لے کر کہنا شروع کر دیا کہ اس نے بھی ابو بکرؓ کی بیعت کر لی ہے اور جب اس نے کہا کہ سب نے متفقہ طور پر ابو بکرؓ کو خلیفہ اور بادشاہ چن لیا ہے تو ابو قحافہ بے اختیار کہنے لگے کہ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد رسول اللہؐ اس کے سچے رسول ہیں۔"

حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ "حالانکہ وہ دیر سے مسلمان تھے" حضرت ابو قحافہ نے پہلے ہی آنحضرت ﷺ کی بیعت کر لی تھی۔ "انہوں نے جو یہ کلمہ پڑھا اور دوبارہ محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اقرار کیا تو اسی لئے کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو ان کی آنکھیں کھل گئیں اور انہوں نے سمجھا کہ یہ اسلام کی سچائی کا ایک زبردست ثبوت ہے ورنہ میرے بیٹے کی کیا حیثیت تھی کہ اس کے ہاتھ پر سارا عرب متحد ہو جاتا۔"[363]

حضرت مصلح موعودؓ پھر ایک جگہ اس واقعہ کو یوں بیان فرماتے ہیں کہ

"دیکھو! حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اسلام سے پہلے کی کیا حالت تھی۔ جب آپؓ خلیفہ ہوئے آپؓ کے والد زندہ تھے۔ کسی نے ان کو جا کر خبر دی کہ مبارک ہو ابو بکرؓ خلیفہ ہو گیا ہے۔ انہوں نے پوچھا کون سا ابو بکرؓ؟ اس نے کہا آپ کا بیٹا۔ اس پر بھی انہیں یقین نہ آیا اور کہا کوئی اَور ہو گا لیکن جب ان کو یقین دلایا گیا تو انہوں نے کہا کہ اللہ اکبر! محمد ﷺ کی بھی کیا شان ہے کہ ابوقحافہ کے بیٹے کو عربوں نے اپنا سردار مان لیا۔ غرض وہ ابو بکرؓ جو دنیا میں کوئی بڑی شان نہ رکھتا تھا، محمد ﷺ کے طفیل اس قدر عزت پا گیا کہ اب بھی لاکھوں انسان اس کی طرف اپنے آپ کو فخر کے ساتھ منسوب کرتے ہیں۔"[364]

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ بیان فرماتے ہیں کہ

"یقیناً سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کسی کا احسان اپنے ذمہ نہیں رکھتا۔ وہ اس سے ہزاروں لاکھوں گنا زیادہ دے دیتا ہے جس قدر کوئی خدا کے لئے دیتا ہے۔ دیکھو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مکہ میں ایک معمولی کوٹھا چھوڑا تھا لیکن خدا تعالیٰ نے اس کی کس قدر قدر کی۔ اس کے بدلہ میں اسے ایک سلطنت کا مالک بنا دیا۔"[365]

حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے متعلق رسول کریم ﷺ کی ایک رؤیا بھی ہے۔ اس کے بارے میں ذکر آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ایک خواب میں مجھے دکھایا گیا کہ میں ایک کنویں پر کھڑا ڈول سے جو چرخی پر رکھا ہوا تھا پانی کھینچ کر نکال رہا ہوں۔ اتنے میں ابو بکر آئے اور انہوں نے ایک یا دو ڈول کھینچ کر اس سے اس طور سے نکالے کہ ان کے کھینچنے میں کمزوری تھی اور اللہ ان کی کمزوری پر پردہ پوشی کرے گا اور ان سے درگزر فرمائے گا۔ پھر عمر بن خطاب آئے اور وہ ڈول بڑے ڈول میں بدل گیا تو میں نے کوئی شہ زور نہیں دیکھا جو ایسا حیرت انگیز کام کرتا ہو جیسا عمر نے کیا۔ اتنا پانی نکالا کہ لوگ سیر ہو گئے اور اپنے اپنے ٹھکانوں پر جا بیٹھے۔[366]

حضرت ابو بکرؓ کی بھی ایک رؤیا ہے۔ اس کے بارے میں ذکر آتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ ان کے جسم پر ایک یمنی چادر کا جوڑا ہے لیکن اس کے سینے پر دو داغ ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ خواب بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ یمنی جوڑے سے مراد یہ ہے کہ تمہیں اچھی اولاد ملے گی اور دو داغوں سے مراد دو سال کی امارت ہے یعنی تم دو سال مسلمانوں کے حاکم رہو گے۔[367]

انتخاب خلافت کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے لیے وظیفہ مقرر کرنے کے بارے میں ذکر ملتا ہے کہ خلافت کے بعد آپؓ مدینہ تشریف لے آئے اور وہیں قیام کر لیا۔ آپؓ نے اپنے معاملات پر غور کیا اور کہا کہ بخدا تجارت کرتے ہوئے لوگوں کے معاملات ٹھیک نہیں ہو سکیں گے۔ اس خدمت کے لیے فراغت اور پوری توجہ کی ضرورت ہے۔ ادھر میرے اہل و عیال کے لیے بھی کچھ ضروری ہے اس لیے آپ نے تجارت چھوڑ دی اور بیت المال میں سے اپنی اور اپنے گھر والوں کی ضروریات کے لیے روزانہ خرچ لینے

لگے۔ آپؓ کے ذاتی مصارف کے لیے سالانہ چھ ہزار درہم کی رقم منظور کی گئی۔[368]

چنانچہ بیت المال سے حضرت ابو بکرؓ کا اتنا وظیفہ مقرر کر دیا گیا جس سے ان کا اور ان کے اہل و عیال کا گزارہ چل سکے لیکن جب حضرت ابو بکرؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے رشتہ داروں کو حکم دیا کہ جو وظیفہ میں نے بیت المال سے لیا ہے وہ سارے کا سارا واپس کر دیا جائے اور اس کی ادائیگی کے لیے میری فلاں فلاں زمین بیچ دی جائے اور آج تک مسلمانوں کا جو مال مَیں نے اپنے اوپر خرچ کیا ہے اس زمین کو فروخت کر کے وہ پوری کی پوری رقم ادا کر دی جائے۔ چنانچہ جب ان کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے اور وہ رقم ان کے پاس پہنچی تو وہ رو پڑے اور کہا اے ابو بکر صدیق! تم نے اپنے جانشین پر بہت بھاری بوجھ ڈال دیا ہے۔[369]

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ "حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تمام عالمِ اسلامی کے بادشاہ تھے مگر ان کو کیا ملتا تھا۔ پبلک کے روپیہ کے وہ محافظ تو تھے مگر خود اس روپیہ پر کوئی تصرف نہیں رکھتے تھے۔ بے شک حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بڑے تاجر تھے مگر چونکہ ان کو کثرت سے یہ عادت تھی کہ جونہی روپیہ آیا خدا تعالیٰ کی راہ میں دے دیا اس لئے ایسا اتفاق ہوا کہ جب رسول کریم ﷺ کی وفات ہوئی اور آپؓ خلیفہ ہوئے تو اس وقت آپؓ کے پاس نقد روپیہ نہیں تھا۔ خلافت کے دوسرے ہی دن آپ نے کپڑوں کی گٹھڑی اٹھائی اور اسے بیچنے کے لئے چل پڑے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رستہ میں ملے تو پوچھا کیا کرنے لگے ہیں؟ انہوں نے کہا آخر میں نے کچھ کھانا تو ہوا۔ اگر میں کپڑے نہیں بیچوں گا تو کھاؤں گا کہاں سے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ تو نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ کپڑے بیچتے رہے تو خلافت کا کام کون کرے گا؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اگر میں یہ کام نہیں کروں گا تو پھر گزارہ کس طرح ہو گا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ بیت المال سے وظیفہ لے لیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا کہ میں یہ تو برداشت نہیں کر سکتا۔ بیت المال پر میرا کیا حق ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب قرآن کریم نے اجازت دی ہے کہ دینی کام کرنے والوں پر بیت المال کا روپیہ صرف ہو سکتا ہے تو آپ کیوں نہیں لے سکتے۔ چنانچہ اس کے بعد بیت المال سے ان کا وظیفہ مقرر ہو گیا مگر اس وقت کے لحاظ سے وہ وظیفہ صرف اتنا تھا کہ جس سے روٹی کپڑے کی ضرورت پوری ہو سکے۔"[370]

خلافت کے آغاز میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کی مشکلات اور خطرات

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا دورِ خلافت چاروں خلفائے راشدین میں سے مختصر دور تھا جو کہ تقریباً سوا دو سال پر مشتمل تھا لیکن یہ مختصر سا دور خلافت راشدہ کا ایک اہم ترین اور سنہری دور کہلانے کا مستحق تھا کیونکہ حضرت ابو بکرؓ کو سب سے زیادہ خطرات اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا اور پھر خدا تعالیٰ کی غیر معمولی تائید و نصرت اور فضل کی بدولت حضرت ابو بکرؓ کی کمال شجاعت اور جوانمردی اور فہم و فراست سے تھوڑے ہی عرصہ میں دہشت و خطرات کے سارے بادل چھٹ گئے اور سارے خوف امن میں تبدیل

ہو گئے اور باغیوں اور سرکشوں کی ایسی سرکوبی کی گئی کہ خلافت کی ڈولتی ہوئی امارت مستحکم اور مضبوط بنیادوں پر قائم ہو گئی۔

خلافت کے آغاز میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کو جن خطرات و مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ان کا ذکر امّ المومنین حضرت عائشہؓ نے بھی فرمایا ہے جس کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

"(حضرت) عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، آپؓ فرماتی ہیں کہ جب میرے والد خلیفہ بنائے گئے اور اللہ نے انہیں امارت تفویض فرمائی تو خلافت کے آغاز ہی میں آپؓ نے ہر طرف سے فتنوں کو موجزن اور جھوٹے مدعیانِ نبوت کی سرگرمیوں اور منافق مرتدوں کی بغاوت کو دیکھا اور **آپ پر اتنے مصائب ٹوٹے کہ اگر وہ پہاڑوں پر ٹوٹتے تو وہ پیوست زمین ہو جاتے اور فوراً گر کر ریزہ ریزہ ہو جاتے** لیکن آپ کو رسولوں جیسا صبر عطا کیا گیا یہاں تک کہ اللہ کی نصرت آن پہنچی اور جھوٹے نبی قتل اور مرتد ہلاک کر دیئے گئے۔ (جھوٹے نبی قتل کر دیئے گئے اور مرتد ہلاک کر دیئے گئے۔) فتنے دُور کر دیئے گئے اور مصائب چھٹ گئے اور معاملے کا فیصلہ ہو گیا اور خلافت کا معاملہ مستحکم ہوا اور اللہ نے مومنوں کو آفت سے بچا لیا اور ان کی خوف کی حالت کو امن میں بدل دیا اور ان کے لئے ان کے دین کو تمکنت بخشی اور ایک جہان کو حق پر قائم کر دیا اور مفسدوں کے چہرے کالے کر دیئے اور اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے (حضرت ابو بکر) صدیقؓ کی نصرت فرمائی اور سرکش سرداروں اور بتوں کو تباہ و برباد کر دیا اور کفار کے دلوں میں ایسا رعب ڈال دیا کہ وہ پسپا ہو گئے اور (آخر) انہوں نے رجوع کر کے توبہ کی اور یہی خدائے قہار کا وعدہ تھا اور وہ سب صادقوں سے بڑھ کر صادق ہے۔ پس غور کر کہ کس طرح خلافت کا وعدہ اپنے پورے لوازمات اور علامات کے ساتھ (حضرت ابو بکر) صدیقؓ کی ذات میں پورا ہوا۔"[371]

حضرت ابو بکرؓ کو پیش آنے والے پانچ قسم کے ہم و غم اور مسائل

حضرت ابو بکرؓ کو ابتدا میں ہی درج ذیل پانچ قسم کے ہم و غم اور مسائل کا سامنا کرنا پڑا:

نمبر ایک۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور جدائی کا غم،

[نمبر 2] انتخاب خلافت اور امت میں فتنے اور اختلاف کا خوف و خطرہ،

[نمبر 3] لشکر اسامہ کی روانگی کا مسئلہ

اور نمبر چار: مسلمان کہلاتے ہوئے زکوۃ دینے سے انکار اور مدینہ پر حملہ کرنے والے جس کو تاریخ میں فتنہ مانعین زکوۃ کہا جاتا ہے

اور نمبر پانچ: فتنہ ارتداد یعنی ایسے سرکش اور باغی جنہوں نے کھلم کھلا بغاوت اور جنگ کا اعلان کر دیا۔ اس بغاوت میں وہ شامل ہو گئے جنہوں نے اپنے طور پر نبی ہونے کا بھی دعویٰ کیا۔

حضرت ابو بکرؓ کی حضرت یوشع بن نون کے ساتھ مشابہتیں

خوف کی ان سب حالتوں میں مصائب اور فتن کا قلع قمع کرنے میں جو کامیابی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکرؓ کو عطا فرمائی اس کی تفصیل آگے بیان ہو گی لیکن اس سے قبل حکم وعدل حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا ایک تفصیلی اقتباس ہے وہ بھی پیش ہے جس میں آپ علیہ السلام نے **حضرت ابو بکرؓ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پہلے خلیفہ حضرت یُوشَعْ بن نُون کے ساتھ مشابہت دیتے ہوئے** حضرت ابو بکرؓ کو پیش آنے والے مسائل و مصائب اور فتوحات و کامیابیوں کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے۔

آپؑ فرماتے ہیں کہ ”جس آیت سے دونوں سلسلوں یعنی سلسلہ خلافتِ موسویہ اور سلسلہ خلافت محمدیہ میں مماثلت ثابت ہے یعنی جس سے قطعی اور یقینی طور پر سمجھا جاتا ہے کہ سلسلہ نبوتِ محمدیہ کے خلیفے سلسلہ نبوت موسویہ کے مشابہ و مماثل ہیں وہ یہ آیت ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ الخ (النور:56) یعنی خدا نے ان ایمانداروں سے جو نیک کام بجالاتے ہیں وعدہ کیا ہے جو ان میں سے زمین پر خلیفے مقرر کرے گا انہی خلیفوں کی مانند جو ان سے پہلے کئے تھے۔ اب جب ہم مانند کے لفظ کو پیش نظر رکھ کر دیکھتے ہیں جو محمدی خلیفوں کی موسوی خلیفوں سے مماثلت واجب کرتا ہے تو ہمیں ماننا پڑتا ہے جو ان دونوں سلسلوں کے خلیفوں میں مماثلت ضروری ہے اور **مماثلت کی پہلی بنیاد ڈالنے والا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور مماثلت کا آخری نمونہ ظاہر کرنے والا وہ مسیح خاتم الخلفاءِ محمدیہ ہے جو سلسلہ خلافت محمدیہ کا سب سے آخری خلیفہ ہے۔** سب سے پہلا خلیفہ جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہے وہ حضرت یوشع بن نون کے مقابل اور ان کا مثیل ہے جس کو خدا نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلافت کے لئے اختیار کیا اور سب سے زیادہ فراست کی روح اس میں پھونکی یہاں تک کہ وہ مشکلات جو عقیدہ باطلہ حیاتِ مسیح کے مقابلہ میں خاتم الخلفاء کو پیش آنی چاہیے تھی ان تمام شبہات کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کمال صفائی سے حل کر دیا اور تمام صحابہ میں سے ایک فرد بھی ایسا نہ رہا جس کا گذشتہ انبیاء علیہم السلام کی موت پر اعتقاد نہ ہو گیا ہو بلکہ تمام امور میں تمام صحابہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ایسی ہی اطاعت اختیار کر لی جیسا کہ حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد بنی اسرائیل نے حضرت یَشُوع بن نون کی اطاعت کی تھی اور خدا بھی موسیٰ اور یَشُوع بن نون کے نمونہ پر جس طرح آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھا اور آپ کا حامی اور مؤید تھا۔ ایسا ہی ابو بکر صدیق کا حامی اور مؤید ہو گیا۔“[372]

یوشع بن نون یا یشوع بن نون ایک ہی چیز ہیں ایک ہی نام ہیں۔

آپؑ فرماتے ہیں ”در حقیقت خدا نے یَشُوع بن نون کی طرح اس کو ایسا مبارک کیا جو کوئی دشمن اس کا مقابلہ نہ کر سکا اور اسامہ کے لشکر کا ناتمام کام جو حضرت موسیٰ کے ناتمام کام سے مشابہت رکھتا تھا حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر پورا کیا۔ اور حضرت ابو بکرؓ کی حضرت یشوع بن نون کے ساتھ ایک اور عجیب

مناسبت یہ ہے جو حضرت موسیٰ کی موت کی اطلاع سب سے پہلے حضرت یُوشع کو ہوئی اور خدا نے بلا توقف ان کے دل میں وحی نازل کی جو موسیٰ مر گیا تا یہود حضرت موسیٰ کی موت کے بارے میں کسی غلطی یا اختلاف میں نہ پڑ جائیں جیسا کہ یَشُوع کی کتاب باب اوّل سے ظاہر ہے۔ اِسی طرح سب سے پہلے آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی موت پر حضرت ابو بکرؓ نے یقین کامل ظاہر کیا اور آپؐ کے جسدِ مبارک پر بوسہ دے کر کہا کہ تُو زندہ بھی پاک تھا اور موت کے بعد بھی پاک ہے اور پھر وہ خیالات جو آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زندگی کے بارے میں بعض صحابہ کے دل میں پیدا ہو گئے تھے ایک عام جلسہ میں قرآن شریف کی آیت کا حوالہ دے کر ان تمام خیالات کو دور کر دیا اور ساتھ ہی اس غلط خیال کی بھی بیخ کنی کر دی جو حضرت مسیح کی حیات کی نسبت احادیث نبویہ میں پوری غور نہ کرنے کی وجہ سے بعض کے دلوں میں پایا جاتا تھا اور جس طرح حضرت یَشُوع بن نون نے دین کے سخت دشمنوں اور مفتریوں اور مفسدوں کو ہلاک کیا تھا اِسی طرح بہت سے مفسد اور جھوٹے پیغمبر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مارے گئے اور جس طرح حضرت موسیٰ راہ میں ایسے نازک وقت میں فوت ہو گئے تھے کہ جب ابھی بنی اسرائیل نے کنعانی دشمنوں پر فتح حاصل نہیں کی تھی اور بہت سے مقاصد باقی تھے اور ارد گرد دشمنوں کا شور تھا جو حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد اَور بھی خطرناک ہو گیا تھا **ایسا ہی ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وفات کے بعد ایک خطرناک زمانہ پیدا ہو گیا تھا۔** کئی فرقے عرب کے مرتد ہو گئے تھے۔ بعض نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا اور کئی جھوٹے پیغمبر کھڑے ہو گئے تھے اور ایسے وقت میں جو ایک بڑے مضبوط دل اور مستقل مزاج اور قوی الایمان اور دلاور اور بہادر خلیفہ کو چاہتا تھا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر کئے گئے اور ان کو خلیفہ ہوتے ہی بڑے غموں کا سامنا ہوا جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ بباعث چند در چند فتنوں اور بغاوتِ اَعراب اور کھڑے ہونے جھوٹے پیغمبروں کے میرے باپ پر جبکہ وہ خلیفہ رسول اللہ صلعم مقرر کیا گیا وہ مصیبتیں پڑیں اور وہ غم دل پر نازل ہوئے کہ اگر وہ غم کسی پہاڑ پر پڑتے تو وہ بھی گر پڑتا اور پاش پاش ہو جاتا اور زمین سے ہموار ہو جاتا مگر چونکہ خدا کا یہ قانونِ قدرت ہے کہ جب خدا کے رسول کا کوئی خلیفہ اس کی موت کے بعد مقرر ہوتا ہے تو شجاعت اور ہمت اور استقلال اور فراست اور دل قوی ہونے کی روح اس میں پھونکی جاتی ہے۔

جیسا کہ یَشوع کی کتاب باب اول آیت چھ میں حضرت یَشُوع کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مضبوط ہو اور دلاوری کر یعنی موسیٰ تو مر گیا اب تُو مضبوط ہو جا۔ یہی حکم قضا و قدر کے رنگ میں نہ شرعی رنگ میں حضرت ابو بکرؓ کے دل پر بھی نازل ہوا تھا تناسب اور تشابہ واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا ابو بکر بن قُحافہ اور یَشُوع بن نون ایک ہی شخص ہے۔ استخلافی مماثلت نے اِس جگہ کَس کر "یعنی واضح طور پر" اپنی مشابہت دکھلائی ہے یہ اس لئے کہ کسی دو لمبے سلسلوں میں باہم مشابہت کو دیکھنے والے طبعاً یہ عادت رکھتے ہیں کہ یا اول کو دیکھا کرتے ہیں اور یا آخر کو مگر دو سلسلوں کی درمیانی مماثلت کو جس کی تحقیق و تفتیش زیادہ وقت چاہتی ہے دیکھنا ضروری نہیں سمجھتے بلکہ اول اور آخر پر قیاس کر لیا کرتے ہیں اس لئے خدا نے اس مشابہت کو جو یشوع بن نون اور حضرت ابو بکر میں ہے جو دونوں خلافتوں کے اول سلسلہ میں

ہیں اور نیز اس مشابہت کو جو حضرت عیسیٰ بن مریم اور اِس امت کے مسیح موعود میں ہے جو دونوں خلافتوں کے آخر سلسلہ میں ہیں اجلیٰ بدیہیات کر کے دکھلا دیا۔ **مثلاً یشوع اور ابو بکر میں وہ مشابہت درمیان رکھ دی** کہ گویا وہ دونوں ایک ہی وجود ہے یا ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے ہیں اور جس طرح بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد یُوشع بن نون کی باتوں کے شنوا ہو گئے اور کوئی اختلاف نہ کیا اور سب نے اپنی اطاعت ظاہر کی یہی واقعہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پیش آیا اور سب نے آنحضرت ﷺ کی جدائی میں آنسو بہا کر دلی رغبت سے حضرت ابو بکر کی خلافت کو قبول کیا۔ غرض ہر ایک پہلو سے حضرت ابو بکر صدیق کی مشابہت حضرت یشوع بن نون علیہ السلام سے ثابت ہوئی۔ خدا نے جس طرح حضرت یشوع بن نون کو اپنی وہ تائیدیں دکھلائیں کہ جو حضرت موسیٰ کو دکھلایا کرتا تھا ایسا ہی خدا نے تمام صحابہ کے سامنے حضرت ابو بکرؓ کے کاموں میں برکت دی اور نبیوں کی طرح اس کا اقبال چمکا۔ **اُس نے مفسدوں اور جھوٹے نبیوں کو خدا سے قدرت اور جلال پا کر قتل کیا** تا کہ اصحاب رضی اللہ عنہم جانیں کہ جس طرح خدا آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھا اس کے بھی ساتھ ہے۔ ایک اَور عجیب مناسبت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حضرت یشوع بن نون علیہ السلام سے ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت یشوع بن نون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد ایک ہولناک دریا سے جس کا نام یَرْدَن ہے عبور مع لشکر کرنا پیش آیا تھا اور یَرْدَن میں ایک طوفان تھا اور عبور غیر ممکن تھا اور اگر اس طوفان سے عبور نہ ہوتا تو بنی اسرائیل کی دشمنوں کے ہاتھوں سے تباہی متصور تھی اور یہ وہ پہلا امر ہولناک تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد یشوع بن نون کو اپنے خلافت کے زمانہ میں پیش آیا اس وقت خدا تعالیٰ نے اس طوفان سے اعجازی طور پر یوشع بن نون اور اس کے لشکر کو بچا لیا اور یردن میں خشکی پیدا کر دی جس سے وہ بآسانی گذر گیا وہ خشکی بطور جوار بھاٹا تھی یا محض ایک فوق العادت اعجاز تھا۔ بہر حال اس طرح خدا نے ان کو طوفان اور دشمن کے صدمہ سے بچایا اسی طوفان کی مانند بلکہ اس سے بڑھ کر آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر خلیفۃ الحق کو مع تمام جماعت صحابہ کے جو ایک لاکھ سے زیادہ تھے پیش آیا یعنی ملک میں سخت بغاوت پھیل گئی اور وہ عرب کے بادیہ نشین جن کو خدا نے فرمایا تھا قَالَتِ الۡاَعۡرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلۡ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا وَ لٰکِنۡ قُوۡلُوۡۤا اَسۡلَمۡنَا وَ لَمَّا یَدۡخُلِ الۡاِیۡمَانُ فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ (الحجرات:15) ضرور تھا کہ اس پیشگوئی کے مطابق وہ بگڑتے تا یہ پیشگوئی پوری ہوتی۔“ یعنی اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ بادیہ نشین کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے تو کہہ دو تم ایمان نہیں لائے لیکن اتنا کہو کہ ہم مسلمان ہو چکے ہیں جبکہ ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ بہر حال آپؑ فرماتے ہیں ”پس ایسا ہی ہوا اور وہ سب لوگ مرتد ہو گئے اور بعض نے زکوٰۃ سے انکار کیا اور چند شریر لوگوں نے پیغمبری کا دعویٰ کر دیا جن کے ساتھ کئی لاکھ بدبخت انسانوں کی جمعیت ہو گئی اور دشمنوں کا شمار اس قدر بڑھ گیا کہ صحابہ کی جماعت ان کے آگے کچھ بھی چیز نہ تھی اور ایک سخت طوفان ملک میں برپا ہوا یہ طوفان اس خوفناک پانی سے بہت بڑھ کر تھا جس کا سامنا حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کو پیش آیا تھا اور جیسا کہ یوشع بن نون حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد ناگہانی طور پر اس سخت ابتلا میں مبتلا ہو گئے تھے

کہ دریا سخت طوفان میں تھا اور کوئی جہاز نہ تھا اور ہر ایک طرف سے دشمن کا خوف تھا۔ یہی ابتلا حضرت ابو بکرؓ کو پیش آیا تھا کہ آنحضرت ﷺ فوت ہو گئے اور ارتداد عرب کا ایک طوفان برپا ہو گیا اور جھوٹے پیغمبروں کا ایک دوسرا طوفان اس کو قوت دینے والا ہو گیا۔ یہ طوفان یوشع کے طوفان سے کچھ کم نہ تھا بلکہ بہت زیادہ تھا اور پھر جیسا کہ خدا کی کلام نے حضرت یوشع کو قوت دی اور فرمایا کہ جہاں جہاں تُو جاتا ہے میں تیرے ساتھ ہوں۔ تُو مضبوط ہو اور دلاور بن جا اور بے دل مت ہو۔ تب یشوع میں بڑی قوت اور استقلال اور وہ ایمان پیدا ہو گیا جو خدا کی تسلی کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔ ایسا ہی حضرت ابو بکرؓ کو بغاوت کے طوفان کے وقت خدا تعالیٰ سے قوت ملی۔ جس شخص کو اس زمانہ کی اسلامی تاریخ پر اطلاع ہے وہ گواہی دے سکتا ہے کہ وہ طوفان ایسا سخت طوفان تھا کہ اگر خدا کا ہاتھ ابو بکرؓ کے ساتھ نہ ہوتا اور اگر درحقیقت اسلام خدا کی طرف سے نہ ہوتا اور اگر درحقیقت ابو بکر خلیفہ حق نہ ہوتا تو اس دن اسلام کا خاتمہ ہو گیا تھا۔

مگر یشوع نبی کی طرح خدا کے پاک کلام سے ابو بکر صدیقؓ کو قوت ملی کیونکہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں اس ابتلا کی پہلے سے خبر دے رکھی تھی۔ چنانچہ جو شخص اس آیت مندرجہ ذیل کو غور سے پڑھے گا وہ یقین کرلے گا کہ بلاشبہ اس ابتلا کی خبر قرآن شریف میں پہلے سے دی گئی تھی اور وہ خبر یہ ہے کہ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (النور:56) یعنی خدا نے مومنوں کو جو نیکو کار ہیں وعدہ دے رکھا ہے جو اُن کو خلیفے بنائے گا انہی خلیفوں کی مانند جو پہلے بنائے تھے اور اسی سلسلہ خلافت کی مانند سلسلہ قائم کرے گا جو حضرت موسیٰ کے بعد قائم کیا تھا۔‘‘ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود ہی یہ تفسیری تھوڑا سا وضاحتی ترجمہ کیا ہوا ہے۔

فرمایا:

’’اسی سلسلہ خلافت کی مانند سلسلہ قائم کرے گا جو حضرت موسیٰ کے بعد قائم کیا تھا اور ان کے دین کو یعنی اسلام کو جس پر وہ راضی ہوا زمین پر جما دے گا اور اس کی جڑ لگا دے گا اور خوف کی حالت کو امن کی حالت کے ساتھ بدل دے گا۔ وہ میری پرستش کریں گے کوئی دوسرا میرے ساتھ نہیں ملائیں گے۔ دیکھو اس آیت میں صاف طور پر فرما دیا ہے کہ خوف کا زمانہ بھی آئے گا اور امن جاتا رہے گا مگر خدا اس خوف کے زمانہ کو پھر امن کے ساتھ بدل دے گا۔ سو یہی خوف یشوع بن نون کو بھی پیش آیا تھا اور جیسا کہ اس کو خدا کی کلام سے تسلی دی گئی ایسا ہی ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بھی خدا کی کلام سے تسلی دی گئی۔‘‘[373]

پہلی مشکل آنحضرت ﷺ کی وفات کا غم

حضرت ابو بکرؓ کو خلافت کے بعد جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، اُن کا ذکر ہو رہا تھا۔ ان میں سے پہلی

مشکل جو بیان کی گئی تھی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا غم تھا جو ہر مسلمان کو تھا لیکن سب سے بڑھ کر حضرت ابو بکرؓ جو بچپن کے ساتھی تھے ان کو بہت زیادہ دکھ تھا اور اس کے علاوہ ان کا وفا کا جو مقام تھا اور بیعت کی گہرائی میں جا کر اس کا ادراک تھا وہ کسی اَور کو تو نہیں تھا لیکن اس وقت انہوں نے بڑی جرأت کا مظاہرہ کیا، ایمان کا مظاہرہ کیا۔ یہ بیان ہوا ہے کہ پہلا نازک اور ہولناک مرحلہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا صدمہ تھا کہ جس سے سارے صحابہ مارے غم کے دیوانے ہو رہے تھے۔ موت کے اس اچانک صدمے سے کوئی سنبھل نہیں پا رہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا حادثہ اس قدر شدید اور المناک تھا کہ بڑے بڑے صحابہ مارے غم کے حواس کھو بیٹھے تھے۔ حضرت عمرؓ جیسے بہادر کا محبت کی اس دیوانگی میں اَور بھی برا حال تھا۔ وہ تلوار لے کر کھڑے ہو گئے کہ اگر کسی نے یہ کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں تو میں اس کا سر تن سے جدا کر دوں گا اور یہ ایک ایسا ردّ عمل تھا کہ مسلمان اس بات کو سن کر اس شش و پنج کی کیفیت میں مبتلا ہو گئے تھے کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واقعی فوت ہو گئے ہیں کہ نہیں۔ اور قریب تھا کہ یہ عشاق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں توحید کے بنیادی سبق کو بھولتے ہوئے یہ کہنے لگ جاتے کہ نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی فوت نہیں ہو سکتے اور نہ ہی فوت ہوئے ہیں۔ اس وقت حضرت ابو بکر صدیقؓ مسجد نبوی میں تشریف لائے اور وہاں جمع شدہ سب لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ اے لوگو! مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ۔ جو شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا وہ سن لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو چکے ہیں اور جو کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا وہ خوش ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے اور کبھی فوت نہیں ہو گا۔ باوجود بے انتہا محبت کے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپؓ کو تھی جس کا کوئی مقابلہ ہی نہیں تھا لیکن توحید کا درس آپؓ نے دیا۔

پھر فرمایا۔ وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ (آل عمران:145) کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف اللہ کے ایک رسول تھے اور آپؐ سے پہلے جتنے رسول گزرے ہیں سب فوت ہو چکے ہیں۔ پھر آپؐ کیوں نہ فوت ہوں گے۔ اگر آپؐ فوت ہو جائیں گے یا قتل کیے جائیں گے تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے اور اسلام کو چھوڑ دو گے؟ اس طرح حضرت ابو بکرؓ نے کمال ہمت اور حکمت سے اس وقت غم کی اس کیفیت میں صحابہ کی ڈھارس بندھائی اور غم کے مارے ان عشاق کے دلوں پر مرہم لگانے کا سبب بنے اور دوسری طرف توحید کی لرزتی ہوئی عمارت کو سنبھالا دیا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق جس میں آپؑ فرماتے ہیں "اور پھر وہ خیالات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے بارے میں بعض صحابہ کے دل میں پیدا ہو گئے تھے ایک عام جلسہ میں قرآن شریف کی آیت کا حوالہ دے کر ان تمام خیالات کو دور کر دیا اور ساتھ ہی اس غلط خیال کی بھی بیخ کنی کر دی جو حضرت مسیح کی حیات کی نسبت احادیث نبویہ میں پوری غور نہ کرنے کی وجہ سے بعض کے دلوں میں پایا جاتا تھا۔"[374]

دوسرا بڑا کام امت مسلمہ کو اتحاد کی لڑی میں پرونا

دوسرا بڑا کام یا صدمہ جو پہنچا، اور کس طرح آپؓ نے اس پر قابو پایا یا انجام دیا۔ وہ دوسرا بڑا کام ہے انتخابِ خلافت کے وقت امّت مسلمہ کو اتفاق کی لڑی میں، اتحاد کی لڑی میں پرونا۔ نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد جو ایک دوسرا ممکنہ خدشہ پیدا ہوا وہ سقیفہ بنو ساعدہ میں انصار کا اجتماع تھا جہاں ابتدا میں تو گویا یوں لگتا تھا کہ انصار کسی طور سے بھی مہاجرین میں سے کسی کو اپنا امیر یا خلیفہ تسلیم کرنے کو تیار نہ ہوں گے اور مہاجرین انصار میں سے کسی کو خلیفہ بنانے پر تیار نہ ہوں گے۔ اور قریب تھا کہ اختلافی تقریروں سے بڑھ کر بات تلواروں تک جا پہنچتی کہ اس نازک موقع پر حضرت ابو بکر صدیقؓ کی زبان میں اللہ تعالیٰ نے وہ تاثیر پیدا کی اور دوسری طرف لوگوں کے دلوں کو حضرت ابو بکرؓ کی طرف مائل کیا کہ یہ سارا انتشار اور اختلاف ایک بار پھر محبت و اتحاد میں تبدیل ہو گیا۔ جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اور جس طرح بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد یُوشَع بن نُون کی باتوں کے شنوا ہو گئے اور کوئی اختلاف نہ کیا اور سب نے اپنی اطاعت ظاہر کی یہی واقعہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پیش آیا اور سب نے آنحضرت ﷺ کی جدائی میں آنسو بہا کر دلی رغبت سے حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کو قبول کیا۔"[375]

لشکرِ اسامہ کی روانگی

تیسری اہم بات، اور ایسا فتنہ جس کو سنبھالنا بڑا ضروری تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس کو کس طرح سرانجام دیا اور وہ بات تھی لشکر اسامہ کی روانگی۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ لشکر شام کی سرحد پر رومیوں سے جنگ کے لیے تیار کیا تھا۔ جنگ مؤتہ اور غزوۂ تبوک کے بعد آپ ﷺ کو خدشہ پیدا ہوا کہ کہیں اسلام اور مسیحیت کے بڑھتے ہوئے اختلاف اور یہود کی فتنہ انگیزی کے باعث اہل روم عرب پر حملہ نہ کر دیں۔

جنگِ مؤتہ میں حضرت زیدؓ، حضرت جعفرؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ مسلمانوں کے تین امیر یکے بعد دیگرے شہید ہوئے۔ مؤتہ اردن کے مشرق میں ایک زرخیز زمین میں واقع ایک شہر ہے۔[376]

بہر حال اس بارے میں حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ:

نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو حضرت زیدؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی موت کی خبر دی پیشتر اس کے کہ لوگوں کے پاس اس سے متعلق کوئی خبر آئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: زید نے جھنڈا لیا اور وہ شہید ہوا۔ پھر جعفر نے پکڑا اور وہ بھی شہید ہو گیا۔ پھر ابنِ رَوَاحہ نے جھنڈے کو پکڑا اور وہ بھی شہید ہو گئے۔ اور آپؐ کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ آخر اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار یعنی خالد بن ولید نے جھنڈا لیا یہاں تک کہ اللہ نے اسے ان مخالفین پر فتح دی۔[377]

اس کے بعد آپ ﷺ بنفسِ نفیس مسلمانوں کو ہمراہ لے کر جانب تبوک روانہ ہوئے لیکن دشمن کو میدان میں نکل کر مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی اور اس نے شام کے اندرونی علاقوں میں گھس کر مسلمانوں کے حملوں سے محفوظ ہونے میں اپنی خیریت سمجھی۔

ان غزوات کے باعث **مسلمانوں کے متعلق رومیوں کے ارادے بہت خطرناک ہو گئے اور انہوں نے عرب کی سرحد پر پیش قدمی کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔** اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے اسامہ کو بطور پیش بندی شام روانہ ہونے کا حکم دیا تھا۔[378]

اور ایک مقصد جنگ مؤتہ کے شہیدوں کا بدلہ لینا بھی تھا۔ لشکر اسامہ کی تیاری رسول اللہ ﷺ کی وفات سے دو روز قبل بروز ہفتہ مکمل ہوئی اور اس کا آغاز آپؐ کی بیماری سے قبل ہو چکا تھا۔

آپ ﷺ نے ماہ صفر کے آخر میں رومیوں سے جنگ کی تیاری کا حکم دیا۔ حضرت اسامہؓ کو بلایا اور فرمایا اپنے والد کی شہادت گاہ کی طرف روانہ ہو جاؤ اور انہیں گھوڑوں سے روند ڈالو۔ مَیں نے تم کو اس لشکر کا امیر مقرر کیا ہے۔[379]

ایک اَور روایت میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بَلقاء اور دَارُوم کو گھوڑوں کے ذریعہ سے روند ڈالو۔ یعنی یہ لوگ ایسے ہیں جو جنگ کرنا چاہتے ہیں ان سے اچھی طرح جنگ کرو۔ بَلْقاء جو ہے وہ ملک شام میں واقع ایک علاقہ ہے جو دمشق اور وادی القریٰ کے درمیان ہے۔ دَارُوم کے بارے میں یہ تعارف لکھا ہے کہ مصر جاتے ہوئے فلسطین میں غَزَّہ کے بعد ایک مقام ہے۔[380]

بہرحال ملک شام کے لیے روانگی کا ارشاد کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ صبح ہوتے ہی اہل اُبْنیٰ پر حملہ کرو۔ اُبْنیٰ بھی ملک شام میں بلقاء کی جانب ایک جگہ کا نام ہے اور تیزی کے ساتھ سفر کرو تا ان تک اطلاع پہنچنے سے پہلے پہنچ جاؤ۔ پس اگر اللہ تعالیٰ تمہیں کامیابی عطا کرے تو وہاں قیام مختصر رکھنا اور اپنے ساتھ راستہ دکھانے والے لے جانا اور مخبروں اور جاسوسوں کو اپنے آگے روانہ کر دو۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت اسامہؓ کے لیے اپنے ہاتھ سے ایک جھنڈا باندھا۔ پھر کہا: اللہ کے نام کے ساتھ اس کی راہ میں جہاد کرو اور اس سے جنگ کرو جس نے اللہ کا انکار کیا۔ حضرت اسامہؓ یہ یعنی آنحضور ﷺ کے ہاتھ سے بندھا ہوا جھنڈا لے کر نکلے اور اسے حضرت بُرَیْدَہ بن حُصَیب ؓ کے سپرد کیا اور جُرُف مقام پر لشکر کو جمع کیا۔ جُرُف بھی مدینہ سے تین میل شمال کی جانب ایک جگہ ہے۔ بہرحال مہاجرین و انصار کے معززین میں سے کوئی شخص بھی باقی نہ بچا مگر اس کو اس جنگ کے لیے بلا لیا گیا۔ ان میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابوعُبیدہ بن جَرَّاحؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت سعید بن زیدؓ، حضرت قَتَادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ، حضرت سَلَمَہ بن اسلم رضی اللہ عنہ یہ سب بھی شامل تھے۔ کچھ لوگوں نے باتیں شروع کر دیں اور کہا یہ لڑکا اوّلین مہاجرین پر امیر بنایا جا رہا ہے۔ اس بات پر رسول اللہ ﷺ سخت ناراض ہوئے۔ آپؐ نے اپنے سر کو ایک رومال سے باندھا ہوا تھا اور آپؐ ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ آپؐ منبر پر

چڑھے اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کی۔ پھر فرمایا اے لوگو! تم میں سے بعض کی گفتگو اسامہ کو امیر بنانے کے متعلق مجھے پہنچی ہے۔ اگر میرے اسامہ کو امیر بنانے پر تم نے اعتراض کیا ہے تو اس سے پہلے اس کے باپ کو میرے امیر مقرر کرنے پر بھی تم اعتراض کر چکے ہو۔ خدا کی قسم! وہ امارت کے لائق تھا اور اس کے بعد اس کا بیٹا بھی امارت کے لائق ہے وہ ان لوگوں میں سے تھا جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں اور یقیناً یہ دونوں ایسے ہیں کہ ان کے بارے میں ہر قسم کی نیکی اور بھلائی کا خیال کیا جا سکتا ہے۔

پس اسامہ کے لیے خیر کی نصیحت پکڑو کیونکہ یہ تم میں سے بہترین لوگوں میں سے ہے۔ یہ 10/ربیع الاول اور ہفتے کا دن تھا یعنی آنحضور ﷺ کی وفات سے دو دن قبل کی بات ہے۔ وہ مسلمان جو حضرت اسامہؓ کے ساتھ روانہ ہو رہے تھے وہ رسول اللہ ﷺ کو وداع کر کے جُرُف کے مقام پر لشکر میں شامل ہونے کے لیے چلے گئے۔ رسول اللہ ﷺ کی بیماری بڑھ گئی لیکن آپؐ تاکید فرماتے رہے کہ لشکرِ اسامہ کو بھیجو۔ اتوار کے دن رسول اللہ ﷺ کا درد اَور زیادہ ہو گیا۔ حضرت اسامہ لشکر میں سے واپس آئے تو آپ ﷺ بے ہوشی کی حالت میں تھے۔ اس روز لوگوں نے آپ کو دوا پلائی تھی۔ حضرت اسامہؓ نے سر جھکا کر رسول اللہ ﷺ کو بوسہ دیا۔ آپؐ بول نہیں سکتے تھے لیکن آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتے اور حضرت اسامہؓ کے سر پر رکھ دیتے۔ حضرت اسامہؓ کہتے ہیں کہ میں نے سمجھ لیا کہ آپؐ میرے لیے دعا کر رہے ہیں۔ حضرت اسامہ لشکر کی طرف واپس آ گئے۔ حضرت اسامہؓ سوموار کو دوبارہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپؐ کو افاقہ ہو گیا تھا۔ آپؐ نے اسامہ سے فرمایا کہ:

اللہ تعالیٰ کی برکت سے روانہ ہو جاؤ۔ حضرت اسامہؓ آنحضرت ﷺ سے رخصت ہو کر اپنے لشکر کی طرف روانہ ہوئے اور لوگوں کو چلنے کا حکم دیا۔ آپؓ نے ابھی کوچ کا ارادہ ہی کیا تھا کہ ان کی والدہ حضرت ام ایمنؓ کی طرف سے ایک شخص یہ پیغام لے کر آیا کہ آنحضرت ﷺ کا آخری وقت دکھائی دے رہا ہے۔ اس پر حضرت اسامہؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعُبیدہؓ بھی ان کے ساتھ تھے اور آپؐ پر نزع کی حالت تھی۔ 12/ربیع الاول کو پیر کے دن سورج ڈھلنے کے بعد آپ ﷺ نے وفات پائی جس کی وجہ سے مسلمانوں کا لشکر جُرُف مقام سے مدینہ واپس آ گیا اور حضرت بُرَیدہ بن حُصَیبؓ حضرت اسامہؓ کا جھنڈا لے کر آئے اور رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر گاڑ دیا۔ ایک روایت کے مطابق جب حضرت اسامہؓ کا لشکر ذِیْ خُشُب میں تھا تو رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی۔ یہ ذِیْ خُشُب مدینہ سے شام کے راستے پر ایک وادی کا نام ہے۔ بہرحال جب حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کر لی گئی تو حضرت ابو بکرؓ نے حضرت بُرَیدہ بن حُصَیبؓ کو حکم دیا کہ جھنڈا لے کر اسامہؓ کے گھر جاؤ کہ وہ اپنے مقصد کے لیے روانہ ہوں۔ حضرت بُرَیدہؓ جھنڈے کو لشکر کی پہلی جگہ پر لے آئے۔[381]

اس لشکر کی تعداد تین ہزار بیان کی جاتی ہے۔[382]

اور ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت اسامہ بن زیدؓ کو سات سو آدمیوں کے ساتھ شام کی

طرف بھیجا گیا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے دوسرے روز حضرت ابو بکرؓ نے منادی کرادی کہ اسامہ کی مہم پایہ تکمیل کو پہنچے گی۔ اسامہ کے لشکر میں سے کوئی شخص بھی مدینہ میں باقی نہ رہے مگر یہ کہ وہ سب جُرُف میں ان کے لشکر سے جا ملیں۔

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد تمام عرب میں خواہ کوئی عام تھا یا خاص تقریباً ہر قبیلہ میں فتنۂ ارتداد پھیل چکا تھا اور ان میں نفاق ظاہر ہو گیا تھا اور اس وقت یہود و نصاریٰ نے اپنی گردنیں اٹھا اٹھا کر دیکھنا شروع کر دیا تھا اور نبی ﷺ کی وفات اور مسلمانوں کی کم تعداد اور دشمن کی کثرت کے باعث ان کی حالت بارش والی ریت میں بھیڑ بکریوں کی مانند تھی یعنی اس طرح تھے کہ بالکل بے یار و مددگار تھے اس پر لوگوں نے ابو بکرؓ سے کہا کہ یہ لوگ صرف اسامہؓ کے لشکر کو ہی مسلمانوں کا لشکر سمجھتے ہیں اور جیسا کہ آپؓ دیکھ رہے ہیں عربوں نے آپؓ سے بغاوت کر دی ہے۔ پس مناسب نہیں کہ آپؓ مسلمانوں کی اس جماعت کو اپنے سے الگ کر لیں یعنی اسامہؓ کے لشکر کو بھیجیں۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا:

قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر مجھے یقین ہو کہ درندے مجھے نوچ کھائیں گے تو بھی مَیں اسامہ کے لشکر کے بارے میں رسول اللہ کے جاری فرمودہ فیصلے کو نافذ کر کے رہوں گا۔ ایک اَور روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں اگر رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کے پاؤں کتے گھسیٹتے پھریں۔ مَیں پھر بھی اس لشکر کو جسے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے واپس نہیں بلاؤں گا اور نہ مَیں اس جھنڈے کو کھولوں گا جسے رسول اللہ ﷺ نے باندھا ہے۔[383]

حضرت مصلح موعودؓ اس بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ ”جب رسول کریم ﷺ وفات پا گئے تو سارا عرب مرتد ہو گیا اور حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ جیسے بہادر انسان بھی اِس فتنہ کو دیکھ کر گھبرا گئے۔ رسول کریم ﷺ نے اپنی وفات کے قریب ایک لشکر رومی علاقہ پر حملہ کرنے کے لئے تیار کیا تھا اور حضرت اسامہؓ کو اس کا افسر مقرر کیا تھا۔ یہ لشکر ابھی روانہ نہیں ہوا تھا کہ رسول کریم ﷺ وفات پا گئے اور آپؐ کی وفات پر جب عرب مرتد ہو گیا تو صحابہؓ نے سوچا کہ اگر ایسی بغاوت کے وقت اسامہؓ کا لشکر ابھی رومی علاقہ پر حملہ کرنے کے لئے بھیج دیا گیا تو پیچھے صرف بوڑھے مرد اور بچے اور عورتیں رہ جائیں گی اور مدینہ کی حفاظت کا کوئی سامان نہیں رہے گا۔ چنانچہ انہوں نے تجویز کی کہ اکابر صحابہؓ کا ایک وفد حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں جائے اور ان سے درخواست کرے کہ وہ اس لشکر کو بغاوت کے فرو ہونے تک روک لیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ اور دوسرے بڑے بڑے صحابہؓ آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے یہ درخواست پیش کی۔ حضرت ابو بکرؓ نے جب یہ بات سنی تو انہوں نے نہایت غصہ سے اس وفد کو یہ جواب دیا کہ:

کیا تم یہ چاہتے ہو کہ رسولِ کریم ﷺ کی وفات کے بعد ابو قُحافہ کا بیٹا سب سے پہلا کام یہ کرے

کہ جس لشکر کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ کرنے کا حکم دیا تھا اسے روک لے؟ پھر آپؓ نے فرمایا خدا کی قسم! اگر دشمن کی فوجیں مدینہ میں گھس آئیں اور کتے مسلمان عورتوں کی لاشیں گھسیٹتے پھریں تب بھی میں اس لشکر کو نہیں روکوں گا جس کو روانہ کرنے کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا تھا۔ یہ جرأت اور دلیری حضرت ابو بکرؓ میں اِسی وجہ سے پیدا ہوئی کہ خدا نے یہ فرمایا کہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ جس طرح بجلی کے ساتھ معمولی تار بھی مل جائے تو اس میں عظیم الشان طاقت پیدا ہو جاتی ہے اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق کے نتیجہ میں آپؐ کے ماننے والے بھی اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ کے مصداق بن گئے۔"[384]

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جیشِ اسامہ کی روانگی کی بابت اپنی تصنیف سرّ الخلافہ میں بیان فرماتے ہیں کہ "ابنِ اثیر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور آپؐ کی وفات کی خبر مکہ اور وہاں کے گورنر عتّاب بن اَسِیْد کو پہنچی تو عتّاب چھپ گیا اور مکہ لرز اٹھا اور قریب تھا کہ اس کے باشندے مرتد ہو جاتے اور مزید لکھا ہے کہ عرب مرتد ہو گئے۔" ہر قبیلہ میں سے عوام یا خواص۔ اور نفاق ظاہر ہو گیا اور یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنی گردنیں اٹھا اٹھا کر دیکھنا شروع کر دیا اور مسلمانوں کی اپنے نبیؐ کی وفات کی وجہ سے، نیز اپنی قلت اور دشمنوں کی کثرت کی وجہ سے ایسی حالت ہو گئی تھی جیسی بارش والی رات میں بھیڑ بکریوں کی ہوتی ہے اس پر لوگوں نے ابو بکرؓ سے کہا کہ یہ لوگ صرف اسامہ کے لشکر کو ہی مسلمانوں کا لشکر سمجھتے ہیں اور جیسا کہ آپؓ دیکھ رہے ہیں عربوں نے آپؓ سے بغاوت کر دی ہے۔ پس مناسب نہیں کہ آپؓ مسلمانوں کی اس جماعت کو اپنے سے الگ کر لیں۔ اس پر (حضرت) ابو بکرؓ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اگر مجھے اس بات کا یقین بھی ہو جائے کہ درندے مجھے اچک لیں گے تب بھی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اسامہ کے لشکر کو ضرور بھیجوں گا۔ جو فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میں اسے منسوخ نہیں کر سکتا۔"[385]

الغرض آپؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو کما حقہ قائم رکھا اور نافذ فرمایا اور جو صحابہ حضرت اسامہؓ کے لشکر میں شامل تھے انہیں واپس لشکر میں شامل ہونے کا ارشاد فرمایا۔ آپؓ نے فرمایا کہ: ہر وہ شخص جو پہلے اسامہؓ کے لشکر میں شامل تھا اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں شامل ہونے کا ارشاد فرمایا تھا وہ ہرگز پیچھے نہ رہے اور نہ ہی میں اسے پیچھے رہنے کی اجازت دوں گا۔ اسے خواہ پیدل بھی جانا پڑے وہ ضرور ساتھ جائے گا۔ تو ایک بھی اس سے پیچھے نہ رہا۔[386]

بہر حال لشکر ایک بار پھر تیار ہو گیا۔ بعض صحابہؓ نے حالات کی نزاکت کے باعث پھر مشورہ دیا کہ فی الحال اس لشکر کو روک لیا جائے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت اسامہؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپؓ حضرت ابو بکرؓ کے پاس جا کر ان سے کہیں کہ وہ لشکر کی روانگی کا حکم منسوخ کر دیں تا کہ ہم مرتدین کے

خلاف نبرد آزما ہوں اور خلیفۂ رسول اور حرمِ رسول اور مسلمانوں کو مشرکین کے حملوں سے محفوظ رکھیں۔
حضرت اسامہؓ کے لشکر میں شامل کچھ انصار نے حضرت عمرؓ سے یہ بھی کہا کہ خلیفہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکرؓ اگر لشکر کو روانہ کرنے پر ہی مصر ہوں تو انہیں ہماری طرف سے یہ پیغام دیں اور یہ مطالبہ کریں کہ وہ کسی ایسے شخص کو لشکر کا سردار مقرر کر دیں جو عمر میں اسامہ سے بڑا ہو۔

حضرت عمرؓ حضرت اسامہؓ کے کہنے پر حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں بتایا جو حضرت اسامہؓ نے کہا تھا۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ اگر کتے اور بھیڑیے بھی مجھے نوچ کر کھائیں تو میں اسی طرح اس فیصلے کو نافذ کروں گا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا تھا اور میں اس فیصلے کو تبدیل نہیں کروں گا جو فیصلہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔ اگر ان بستیوں میں میرے سوا کوئی ایک بھی باقی نہ بچا تب بھی میں اس فیصلے کو نافذ کر کے رہوں گا۔ پھر حضرت عمرؓ نے کہا کہ انصار کسی ایسے شخص کو امیر کے طور پر چاہتے ہیں جو اسامہ سے عمر میں بڑا ہو۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ جو بیٹھے ہوئے تھے کھڑے ہوئے اور حضرت عمرؓ کی داڑھی سے پکڑا اور کہا اے ابن خطاب! تیری ماں تجھے کھوئے!! رسول اللہ ﷺ نے اسے امیر مقرر کیا ہے اور تم مجھے کہتے ہو کہ میں اسے امارت سے ہٹا دوں۔ [387]

حضرت عمرؓ لوگوں کی طرف واپس پہنچے تو لوگوں نے آپؓ سے کہا کہ کیا بنا؟ تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا: چلے جاؤ۔ تمہاری مائیں تمہیں کھوئیں۔ یعنی ان کو برا بھلا کہا۔ ناپسندیدگی کا اظہار کیا کہ آج تمہاری وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ کی طرف سے مجھے کوئی بھلائی نہیں ملی۔ [388]

یعنی انہوں نے میری باتوں کا بہت بُرا منایا۔ جب حضرت ابو بکرؓ کے حکم کے مطابق جیش اسامہ جُرُف کے مقام پر اکٹھا ہو گیا تو حضرت ابو بکرؓ وہاں خود تشریف لے گئے اور آپؓ نے وہاں جا کر لشکر کا جائزہ لیا اور اس کو ترتیب دیا۔

روانگی کے وقت کا منظر بھی بہت حیرت انگیز تھا۔ اس وقت حضرت اسامہؓ سوار تھے جبکہ حضرت ابو بکرؓ پیدل چل رہے تھے۔ حضرت اسامہؓ نے عرض کیا اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! یا تو آپؓ سوار ہو جائیں یا پھر میں بھی نیچے اترتا ہوں۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا۔ بخدا نہ ہی تم نیچے اترو گے اور نہ ہی مَیں سوار ہوں گا اور مجھے کیا ہے کہ میں اپنے دونوں پیر اللہ کی راہ میں ایک گھڑی کے لیے گرد آلود نہ کر لوں کیونکہ غزوہ میں شامل ہونے والا جب کوئی قدم اٹھاتا ہے تو اس کے لیے اس کے بدلے میں سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کو سات سو درجے بلندی دی جاتی ہے اور اس کی سات سو برائیاں ختم کی جاتی ہیں۔ [389]

پھر حضرت ابو بکرؓ نے حضرت اسامہؓ سے کہا اگر آپ مناسب سمجھیں تو حضرت عمرؓ کو میرے کاموں میں معاونت کے لیے چھوڑ دیں تو حضرت اسامہؓ نے اجازت دے دی۔ [390]

اس کے بعد حضرت عمرؓ جب بھی حضرت اسامہؓ سے ملتے یہاں تک کہ خلیفہ منتخب ہونے کے بعد

بھی تو آپ کو مخاطب ہو کر کہتے کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ أَیُّهَا الْأَمِیْرُ۔ حضرت عمرؓ کیونکہ قافلے میں شامل تھے اس لیے اس وقت ان کے امیر تھے تو حضرت عمرؓ یہ کہا کرتے تھے کہ اے امیر! السلام علیکم۔ حضرت اسامہؓ جواب دیا کرتے تھے کہ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ یَا أَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْن کہ اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ آپؓ سے مغفرت کا سلوک فرمائے۔ [391]

لشکر اسامہ کو حضرت ابو بکرؓ کی نصائح

بہر حال آگے ذکر ہے کہ سب سے آخر پر لشکر کو خطاب فرماتے ہوئے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ میں تم کو دس باتوں کی نصیحت کرتا ہوں:

تم خیانت نہ کرنا؛ اور مال غنیمت سے چوری نہ کرنا؛ تم بدعہدی نہ کرنا؛ اور مُثلہ نہ کرنا یعنی کسی کے ناک کان نہ کاٹنا آنکھیں نہ نکالنا چہرہ نہ بگاڑنا؛ اور کسی چھوٹے بچے کو قتل نہ کرنا اور نہ کسی بوڑھے کو اور نہ ہی کسی عورت کو؛ اور نہ کھجور کے درخت کو کاٹنا اور نہ اس کو جلانا؛ اور نہ کسی پھل دار درخت کو کاٹنا؛ نہ تم کسی بکری گائے اور اونٹ کو ذبح کرنا سوائے کھانے کے لیے؛ اور تم کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرو گے جنہوں نے اپنے آپ کو گرجوں میں وقف کر رکھا ہے پس تم انہیں ان کی حالت پر چھوڑ دینا یعنی راہب، عیسائی پادری، جتنے ہیں ان کو کچھ نہیں کہنا؛ اور تم ایسے لوگوں کے پاس جاؤ گے جو تمہیں مختلف قسم کے کھانے برتنوں میں پیش کریں گے تم ان پر اللہ کا نام لے کر کھانا۔ یہ نہیں کہ اگر انہوں نے کھانا پیش کیا تو نہ کھاؤ کہ حرام ہے، بسم اللہ پڑھ کے کھا لینا؛ اور تمہیں ایسے لوگ ملیں گے جو اپنے سر کے بال درمیان سے صاف کیے ہوں گے اور چاروں طرف پٹیوں کی مانند بال چھوڑے ہوں گے تو تلوار سے ان کی خبر لینا۔ یہ لوگ جو ہیں ان کے بارے میں مختلف روایتیں ہیں۔ یہ آتا ہے کہ عیسائیوں کا ایک گروہ ایسا تھا جو راہب تو نہیں تھے لیکن مذہبی لیڈر ہوتے تھے اور وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے بھڑکاتے رہتے تھے اور جنگ میں حصہ بھی لیتے تھے۔ اس لیے آپؓ نے یہ تو فرمایا کہ جو راہب ہیں گرجوں کے اندر ہیں ان کو کچھ نہیں کہنا، ان سے نہیں لڑنا لیکن ایسے لوگ اور ان لوگوں کے پیچھے چلنے والے جو لوگ ہیں ان سے بہر حال جنگ کرنی ہے کیونکہ یہ لوگ جنگ کرنے والے بھی ہیں اور جنگ کے لیے بھڑکانے والے بھی ہیں۔ فرمایا کہ اللہ کے نام سے روانہ ہو جاؤ۔ اللہ تمہیں ہر قسم کے زخم سے اور ہر قسم کی بیماری اور طاعون سے محفوظ رکھے۔ [392]

پھر حضرت ابو بکرؓ نے اسامہ سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تمہیں کرنے کا حکم دیا تھا وہ سب کچھ کرنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی بجا آوری میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرنا۔ [393]

اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ کو ساتھ لے کر مدینہ تشریف لے آئے۔ [394]

حضرت ابو بکرؓ نے اُسامہ بن زید کے لشکر کو ربیع الاول 11 ہجری کے آخر میں روانہ فرمایا۔ [395]

اور ایک روایت کے مطابق انہیں یکم ربیع الثانی گیارہ ہجری کو روانہ فرمایا۔[396]

حضرت اسامہؓ بیس راتوں کا سفر طے کر کے اہلِ اُبنیٰ کے پاس پہنچے اور ان پر اچانک حملہ کر دیا اور مسلمانوں کا شعار 'یَا مَنْصُوْرُ اَمِتْ' تھا۔ یعنی اے منصور! مار دو۔ یعنی جو بھی مقابلہ کرنے آیا ہے اسے مارو۔ جو اُن کے سامنے آیا اسے قتل کر دیا اور جس پر قابو پالیا اسے قیدی بنالیا۔ حضرت اسامہؓ نے ان کے میدانوں میں اپنے گھڑ سواروں کو گشت کرایا۔ اس روز جو کچھ انہیں مال غنیمت ملا اسے سنبھالنے میں مصروف رہے۔ حضرت اسامہؓ اپنے والد کے سَبْحَہ نامی گھوڑے پر سوار تھے اور انہوں نے حملہ کر کے اپنے والد کے قاتل کو بھی قتل کر دیا۔ جب شام ہو گئی تو حضرت اسامہؓ نے لوگوں کو کوچ کا حکم دیا اور اپنی رفتار تیز کر دی۔ آپؓ نو راتوں میں وادی القریٰ پہنچ گئے اور آپؓ نے خوشخبری دینے والوں کو مدینہ روانہ کیا کہ وہ لشکر کی سلامتی کی خبر دے۔ اس کے بعد انہوں نے روانگی کا قصد کیا اور چھ راتوں میں مدینہ پہنچ گئے۔ اس معرکہ میں مسلمانوں کا کوئی آدمی بھی شہید نہیں ہوا۔ جب یہ کامیاب اور فاتح لشکر مدینہ پہنچا تو حضرت ابو بکرؓ مہاجرین اور اہلِ مدینہ کے ساتھ لشکر کی سلامتی پر خوش ہوتے ہوئے ان کو ملنے کے لیے باہر نکلے۔ حضرت اسامہؓ اپنے والد کے گھوڑے پر سوار ہو کر داخل ہوئے اور حضرت بُرَیدہ بن حُصَیب ؓ آپؓ کے آگے جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے یہاں تک کہ آپؓ مسجد نبویؐ پہنچے۔ آپؓ نے مسجد میں داخل ہو کر دو رکعات پڑھیں۔ پھر آپؓ اپنے گھر چلے گئے۔[397]

متفرق روایات کے مطابق یہ لشکر چالیس سے لے کر ستر روز تک باہر رہنے کے بعد مدینہ واپس پہنچا تھا۔[398]

لکھا ہے کہ غالباً یہ آنحضرت ﷺ سے حضرت ابو بکرؓ کی محبت کا سبب تھا کہ اسامہؓ کے جس جھنڈے کو آنحضرت ﷺ نے خود اپنے ہاتھ سے گرہ لگائی تھی حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا تھا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ابنِ ابو قُحافہ اس جھنڈے کی گرہ کھول دے جو نبی اکرم ﷺ نے خود اپنے ہاتھ سے لگائی ہے۔ چنانچہ لشکر اسامہ کی واپسی پر اس جھنڈے کی گرہ نہ کھولی گئی اور وہ جھنڈا بعد میں بھی حضرت اسامہؓ کے گھر میں ہی رہا یہاں تک کہ حضرت اسامہؓ کی وفات ہو گئی۔[399]

لشکر اسامہ کے اثرات کے بارے میں لکھا ہے کہ اس لشکر کے بہت ہی اہم اور دُور رَس اثرات ظاہر ہوئے: ایک تو یہ کہ وہ سب لوگ جو کہ پہلے بہت شدت سے قائل تھے کہ حالات کا تقاضا ہے کہ لشکرِ اسامہ کو ابھی نہیں بھیجنا چاہیے وہ جان گئے کہ خلیفہ کا فیصلہ کتنا بروقت اور مفید تھا اور وہ جان گئے کہ حضرت ابو بکرؓ بہت ہی عمیق نظر اور فہم و فراست کے حامل تھے؛ نمبر دو یہ کہ اس لشکر کی روانگی سے قبل قبائل عرب میں مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی اور وہ سوچنے لگے کہ اگر مسلمانوں کے پاس قوت نہ ہوتی تو یہ لشکر روانہ نہ کرتے۔ اس کا ان پر کافی رعب پڑا؛ تیسری بات یہ کہ عرب کی سرحدوں پر نظریں لگائے غیر ملکی قوتیں خاص طور پر رومیوں پر مسلمانوں کا رعب طاری ہو گیا۔ رومی کہنے لگے یہ کیسے لوگ ہیں کہ

ایک طرف تو ان کا نبی فوت ہو رہا ہے اور پھر بھی یہ ہمارے ملک پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔[400]

مشہور برطانوی ماہر تعلیم اور مستشرق سر تھامس واکر آرنلڈ (Thomas Walker Arnold) لشکرِ اسامہ کے بارے میں لکھتا ہے:

[AFTER the death of Muhammad, the army he had intended for Syria was despatched thither by Abu Bakr, in spite of the protestations made by certain Muslims in view of the then disturbed state of Arabia. He silenced their expostulations with the words: "I will not revoke any order given by the Prophet. Medina may become the prey of wild beasts, but the army must carry out the wishes of Muhammad." This was the first of that wonderful series of campaigns in which the Arabs overran Syria, Persia and Northern Africa—overturning the ancient kingdom of Persia and despoiling the Roman Empire of some of its fairest provinces.][401]

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ محمد ﷺ کی وفات کے بعد ابو بکر نے لشکر اسامہ کو روانہ کیا جسے شام کی طرف بھیجنے کا نبی کریم ﷺ نے عزم کر رکھا تھا۔ باوجودیکہ عرب میں اضطرابی کیفیت کے پیش نظر بعض مسلمانوں نے اس سے اختلاف کیا لیکن ابو بکرؓ نے ان کے تردّد کو اپنے اس قول کے ذریعہ سے خاموش کر دیا کہ مَیں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے دیے گئے کسی حکم کو منسوخ نہیں کروں گا خواہ مدینہ جنگلی درندوں کا شکار بن جائے پھر بھی یہ لشکر حضور ﷺ کی خواہشات کی ضرور تکمیل کرے گا۔ یہ ان شاندار مہمات میں سے پہلی مہم تھی جس کے ذریعہ سے عرب شام، ایران اور شمالی افریقہ پر قابض ہوئے اور قدیم فارسی سلطنت کو ختم کیا اور رومی سلطنت کے پنجے سے اس کے بہترین صوبوں کو آزاد کرا لیا۔

اسی طرح ایک اَور جگہ ہے اس کا تذکرہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں حضرت اسامہ کے ذیل میں اس طرح لکھا ہے:

The newly-elected caliph Abu Bakr ordered the expedition to be resumed, in accordance with the Prophet's wishes, though the tribes were already in revolt. Usama reached the region of al-Balka in Syria, where Zayd had fallen, and raided the village of Ubna...... His victory brought joy to Medina, depressed by news of the ridda, thus acquiring an importance out of proportion to its real significance, which caused it later to be regarded as the beginning of a campaign for the conquest of Syria.[402]

کہ نئے منتخب ہونے والے خلیفہ ابو بکرؓ نے حکم دیا کہ اسامہ کا لشکر نبی ﷺ کی خواہشات کی تکمیل کے لیے بدستور جائے گا اگرچہ قبائل میں پہلے ہی بغاوت چل رہی تھی۔ اسامہ ملک شام میں بلقاء کے علاقے میں پہنچے جہاں زید کو مارا گیا تھا اور اسامہ نے اُبنیٰ کی بستی پر حملہ کیا ان کی فتح سے اہل مدینہ جو کہ ارتداد کی خبروں کی وجہ سے شدید پریشان تھے ان میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ پس اس مہم نے ایک عمومی مہم کی حیثیت سے زیادہ بڑھ کر اہمیت حاصل کر لی جس کی وجہ سے اس مہم کو فتح شام کا پیش خیمہ قرار دیا گیا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ کو جو ایک اَور چیلنج کا سامنا کرنا پڑا وہ تھا مانعین اور منکرین زکوٰۃ اور ان کا فتنہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات کی خبر سارے عرب میں پھیل گئی تو ہر طرف ارتداد اور بغاوت کے شعلے بھڑکنے لگے۔ علامہ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت تمام عرب نے ارتداد اختیار کر لیا ماسوائے دو مسجد والوں کے یعنی مکہ اور مدینہ کے۔[403]

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اہل مکہ ارتداد سے محفوظ رہے جس کی تفصیل یوں ملتی ہے کہ سہیل بن عمرو جنہوں نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا تھا وہ غزوۂ بدر میں کافر ہونے کی حالت میں مسلمانوں کے قیدی بنے۔ انہوں نے اپنے ہونٹوں پر نشان بنا رکھے تھے۔

حضرت عمرؓ نے اس موقع پر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! اس کے سامنے والے دو دانت نکلوا دیں جہاں اس نے نشان بنائے ہوئے ہیں۔ یہ آپ ﷺ کے خلاف کبھی بھی خطاب کرنے کے لیے کھڑا نہیں ہو سکے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! اسے چھوڑ دو قریب ہے کہ یہ ایسے مقام پر کھڑا ہو کہ تم اس کی تعریف کرو۔ حضرت عمرؓ تو اس کو سزا دلوانا چاہتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے کہا نہیں، کچھ نہیں کہنا۔ ایک موقع آئے گا جب یہ اس مقام پر کھڑا ہو گا اور ایسی باتیں کرے گا کہ تم اس کی تعریف کرو گے۔ بہرحال وہ کہتے ہیں کہ یہ مقام اس وقت آیا جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو مکہ والے متزلزل ہو گئے۔ جب قریش نے اہلِ عرب کو مرتد ہوتے دیکھا اور حضرت عَتّاب بن اَسِیدْ اُمَوِیؓ جو کہ نبی کریم ﷺ کی طرف سے اہلِ مکہ پر امیر مقرر تھے وہ چھپ گئے تو اس وقت حضرت سُہیل بن عمروؓ خطاب کرتے ہوئے کھڑے ہوئے اور کہا: اے قریش کے گروہ! آخر میں اسلام لا کر سب سے پہلے ارتداد اختیار کرنے والے نہ بننا۔ خدا کی قسم! یہ دین اسی طرح پھیلے گا جس طرح کہ چاند اور سورج طلوع سے غروب تک پھیلتے ہیں۔ اس طرح آپؓ نے یعنی سہیل نے ایک طویل خطاب کیا۔ چنانچہ اس خطاب نے مکہ والوں کے دلوں پر اثر کیا اور رک گئے۔ حضرت عَتّاب بن اَسِیدؓ جو چھپ گئے تھے وہ بھی بلائے گئے اور قریش اسلام پر ثابت قدم ہو گئے۔[404]

ارتداد کرنے والے لوگ کون تھے۔۔۔۔

وہ لوگ جنہوں نے ارتداد اختیار کیا تھا ان کی متعدد اقسام تھیں۔ ان کا ذکر کرتے ہوئے حضرت ابو بکرؓ کی سیرت پر ایک لکھنے والے لکھتے ہیں کہ ارتداد کی بھی مختلف شکلیں رہی ہیں۔ کچھ لوگوں نے تو

سرے سے اسلام چھوڑ کر وَثنیّت اور بت پرستی اختیار کر لی۔ کچھ لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ کچھ لوگ اسلام کے معترف رہے۔ نماز بھی قائم کرتے رہے لیکن زکوٰۃ کی ادائیگی سے رک گئے۔ کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کی وفات سے خوش ہوئے اور جاہلی عادات و اعمال میں لگ گئے۔ کچھ لوگ حیرت و تردّد کا شکار ہوئے اور اس انتظار میں لگ گئے کہ کس کو غلبہ ملتا ہے۔

ان تمام شکلوں کی وضاحت سیرت و فقہ کے علماء نے کی ہے۔ امام خطابی کہتے ہیں کہ مرتدین دو طرح کے تھے ایک تو وہ جو دین سے مرتد ہوئے۔ ملت کو چھوڑا اور کفر کی طرف لوٹ گئے۔ اس فرقے کے دو گروہ تھے ایک گروہ ان لوگوں کا تھا جو مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی پر ایمان لائے۔ ان کی نبوت کی تصدیق کی اور رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا انکار کیا۔ دوسرا گروہ ان لوگوں کا تھا جو دینِ اسلام میں مرتد ہوئے۔ شرعی احکام کا انکار کیا۔ نماز و زکوٰۃ وغیرہ جیسے امور کے تارک ہو کر جاہلی دین کی طرف لوٹ گئے اور مرتدین کی دوسری قسم ان لوگوں کی تھی جنہوں نے نماز و زکوٰۃ کے درمیان تفریق کی۔ نماز کا اقرار کیا اور زکوٰۃ کی فرضیت اور اسے خلیفہ کو دینے کے وجوب سے انکار کیا۔ ان زکوٰۃ روکنے والوں میں سے ایسے لوگ بھی تھے جو زکوٰۃ دینا چاہتے تھے لیکن ان کے سرداروں نے ان کو اس سے روک رکھا تھا۔

مرتدین کی جو مختلف تقسیمیں ہیں اس تقسیم سے قریب تر قاضی عِیاض کی تقسیم ہے لیکن انہوں نے تین قسمیں بیان کی ہیں: ایک وہ جنہوں نے بت پرستی اختیار کر لی؛ دوسرے وہ جنہوں نے مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کی پیروی کی، دونوں نبوت کے دعویدار تھے؛ تیسرے وہ جو اسلام پر قائم رہے لیکن زکوٰۃ کا انکار کیا اور اس تاویل کے شکار ہوئے کہ اس کی فرضیت نبی کریم ﷺ کے دور تک محدود تھی۔

پھر ایک ڈاکٹر عبدالرحمٰن ہیں وہ کہتے ہیں کہ مرتدین کی چار قسمیں ہیں: ایک وہ جو بت پرستی میں لگ گئے؛ دوسرے وہ جنہوں نے جھوٹے مدعیانِ نبوت اسود عنسی، مسیلمہ کذاب اور سَجاح کی اتباع کی؛ اور تیسرے وہ جنہوں نے وجوبِ زکوٰۃ کا انکار کیا؛ اور چوتھے وہ جنہوں نے وجوبِ زکوٰۃ کا تو انکار نہ کیا لیکن ابو بکرؓ کو دینے سے انکار کیا۔[405]

وہ قبائل جنہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا ان میں نمایاں مدینہ کے قریبی قبائل عَبْس اور ذُبْیَان تھے اور ان سے ملحقہ قبائل بَنُو کِنَانَہ، غَطْفَان اور فَزَارَہ تھے۔[406]

قبیلہ ھَوَازِن والے متردّد تھے انہوں نے بھی زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کر دیا تھا۔[407]

مانعین زکوٰۃ اور حضرت ابو بکرؓ کا مشورہ

مانعینِ زکوٰۃ کے حوالے سے حضرت ابو بکرؓ کا صحابہ سے مشورہ طلب کرنے کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے کبار صحابہ کو جمع کر کے ان سے منکرینِ زکوٰۃ کے ساتھ جنگ کرنے کے متعلق مشورہ کیا۔ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے لیکن زکوٰۃ سے انکاری تھے۔ حضرت عمر بن خطابؓ اور بیشتر مسلمانوں کی یہ

رائے تھی کہ ہمیں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والے لوگوں سے ہر گز نہیں لڑنا چاہیے بلکہ انہیں ساتھ ملا کر مرتدین کے خلاف مصروفِ کار ہونا چاہیے۔ بعض لوگ اس رائے کے مخالف بھی تھے لیکن ان کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔[408]

ایک روایت کے مطابق صحابہ نے حضرت ابو بکرؓ کو مشورہ دیا کہ مانعینِ زکوٰۃ کو ان کی حالت پر چھوڑ دیں اور ان کی تالیف قلب کریں یہاں تک کہ ایمان ان کے دلوں میں متمکن ہو جائے پھر ان سے زکوٰۃ وصول کی جائے۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس کو نہ مانا اور انکار کر دیا۔[409]

حضرت ابو بکرؓ اس رائے کے حامی تھے کہ منکرینِ زکوٰۃ سے جنگ کر کے بزور ادائے زکوٰۃ پر مجبور کرنا چاہیے۔ اس امر میں ان کی شدت کا یہ عالم تھا کہ بحث کرتے ہوئے پُرزور الفاظ میں فرمایا۔

واللہ! اگر منکرینِ زکوٰۃ مجھے ایک رسّی دینے سے بھی انکار کریں گے جسے وہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ادا کیا کرتے تھے تو بھی میں ان سے جنگ کروں گا۔[410]

بخاری کی ایک روایت میں اس امر کی تفصیل یوں بیان ہے۔ ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے کہا کہ آپ لوگوں سے کیسے لڑیں گے جبکہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ مِنِّيْ مَالَهٗ وَنَفْسَهٗ إِلَّا بِحَقِّهٖ وَحِسَابُهٗ عَلَى اللّٰهِ۔ مجھے حکم دیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑائی کروں یہاں تک کہ وہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه کا اقرار کریں اور جس نے اس کا اقرار کر لیا اس نے مجھ سے اپنا مال اور اپنی جان بچالی سوائے کسی حق کی بنا پر اور اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: بخدا! مَیں ضرور قتال کروں گا اس سے جس نے نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کیا کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ بخدا! اگر انہوں نے بکری کا بچہ بھی مجھے نہ دیا جو وہ رسول اللہ ﷺ کو ادا کیا کرتے تھے تو میں اس کو روکنے پر ان سے قتال کروں گا۔ حضرت عمرؓ نے کہا پس اللہ کی قسم! یہ نہ ہوا مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکرؓ کا سینہ کھول دیا۔ میں جان گیا کہ یہی حق ہے۔[411]

یعنی حضرت عمرؓ کو بعد میں تسلیم کرنا پڑا کہ حضرت ابو بکرؓ صحیح فرما رہے تھے۔

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ نے حدیث عَصَمَ مِنِّيْ مَالَهٗ وَنَفْسَهٗ إِلَّا بِحَقِّهٖ کی تشریح بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ کا جملہ نفس مضمون پر اَور زیادہ روشنی ڈالتا ہے۔ ایک مسلمان شخص لا الٰہ الّا اللہ کا اقرار کرتے ہوئے اگر اسلامی حقوق کی نگہداشت نہیں رکھتا تو وہ بھی قابل مؤاخذہ ہے۔ صرف ایمان لا کر وہ سزا سے نہیں بچ سکتا۔ بِحَقِّ الْإِسْلَامِ کے دو طرح معنے کئے جا سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ جہاں اسلامی حقوق کا تعلق ہو ”حق“ مصدر ہے جو جمع کا مفہوم بھی دیتا ہے دوسرے یہ معنی ہیں جہاں اسلام ان مالوں اور جانوں کے لینے کو ضروری قرار دیتا ہو۔ حَقَّ الْأَمْرَ أَثْبَتَهٗ وَأَوْجَبَهٗ یعنی اس کو ضروری قرار دیا۔ یہ متعدی کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔“[412]

”افرادِ امت کی سلامتی کا دارومدار حقوق کی ادائیگی ہی پر ہے۔ جس طرح ٹیکس کی عدم ادائیگی

بغاوت اور مستوجب سزا ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ کی عدم ادائیگی بھی۔ حضرت عمرؓ نے پہلے حضرت ابو بکرؓ سے اتفاق نہیں کیا مگر جب اِلَّا بِحَقِّہٖ کے الفاظ سے ان کا استدلال سنا تو ان کی رائے تسلیم کی۔

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ صرف زبان سے لا الٰہ الّا اللہ کہہ دینا عمل صالح نہ ہونے کی حالت میں قطعاً کوئی حقیقت نہیں رکھتا...... اس باب کا عنوان یہ آیت ہے فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَخَلُّوْا سَبِیْلَھُمْ اس سورت میں مذکورہ بالا آیت کا مضمون دہراتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَاِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْنِ ۔یعنی اگر توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں ان سے تعارض نہ کیا جائے۔

ان الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ ان تین باتوں میں سے کوئی ایک بات ترک کرنے والا مسلمان نہیں۔ اسلام کے پانچوں ارکان کی پابندی فرض ہے۔ خود آنحضرت ﷺ نے بھی اِلَّا بِحَقِّہٖ فرما کر انفاق فی سبیل اللہ کو معاشرہ کے کمزور طبقے کا حق قرار دیا ہے۔ یعنی ذی استطاعت لوگوں کا فرض ہے کہ احکامِ اسلامی کی پابندی کریں اور جو مالی حق ان پر عائد کیا گیا ہے وہ ادا کریں۔

اس صورت میں ان کے حقوق بھی محفوظ رہیں گے۔ اِلَّا بِحَقِّہٖ کے الفاظ سے حضرت ابو بکرؓ کا استدلال عمیق اور وسیع نظر پر دلالت کرتا ہے...... حضرت ابو بکرؓ کے نزدیک زکوٰۃ کی عدم ادائیگی بغاوت ہے اور زکوٰۃ نہ دینے والا معاشرۂ اسلامیہ کا فرد نہیں رہتا اور یہ کہ اس کی اس بغاوت پر اس سے جنگ کرنا ضروری ہے۔

بیشک اسلام نے لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ ۔(دین میں کوئی جبر نہیں) کے ارشاد سے دین کے بارے میں آزادی دی ہے مگر جو فرد بظاہر اسلام کا دعویدار ہے اور اسلامی سوسائٹی میں شامل ہو کر اس کی پناہ میں ہے اور اس کی برکات سے مستفید اور اپنے اجتماعی حقوق سے پورے طور پر متمتع ہے مگر جو فرائض اور واجبات اسلام نے بحیثیت اسلامی معاشرہ کے فرد ہونے کی حیثیت سے اس پر عائد کیے ہیں ان کو وہ ادا نہیں کرتا تو ایسا فرد اجتماعی حفاظت اور پناہ کا حق نہیں رکھتا۔ دنیا میں کوئی حکومت بھی قانون شکن اور باغی افراد کو برداشت نہیں کرتی۔

اسلامی نظامِ زکوٰۃ و صدقات کا تعلق دراصل معاشرہ سے ہے نہ کسی ایک فرد سے۔ اور اس کے نتائج اور اثرات کا تعلق بھی معاشرہ ہی سے ہے فرد سے نہیں۔"[413]

ایک روایت کے مطابق اس موقع پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ اے خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! لوگوں کے ساتھ تالیفِ قلب اور نرمی کا سلوک کریں۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ جاہلیت میں تو تم بڑے بہادر تھے اور اسلام میں اب اس طرح بزدلی کا مظاہرہ کر رہے ہو۔[414]

تاریخ طبری میں یوں بیان ہوا ہے۔ اسد اور غطفان اور طیء قبائل طُلَیحہ بن خُوَیلد جس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا اس کے ہاتھ پر اکٹھے ہو گئے سوائے چند خاص لوگوں کے۔ قبیلہ اسد کے

لوگ سَمِیْرَاء کے مقام پر جمع ہوئے سَمِیْرَاء جو ہے یہ قومِ عاد کے ایک شخص کے نام پر اس مقام کا نام رکھا گیا ہے اور یہ مکہ کے راستے پر ایک قوم ہے۔ اس علاقے کے ارد گرد سیاہ رنگ کے پہاڑ ہیں جن کی وجہ سے اس کا یہ نام رکھا گیا ہے فَزَارَہ اور غَطْفَان کے لوگ اپنے حلیفوں کے ساتھ طِیبَہ کے جنوب میں جمع ہوئے۔ طَئی اپنے علاقے کی سرحد پر جمع ہوئے۔ ثَعْلَبَہ بن سعد اور مُرَّۃ اور عَبْس میں سے ان کے حمایتی رَبَذَہ کے مقام اَبْرَق میں جمع ہوئے۔

رَبَذَہ بھی تین دن کی مسافت پر مدینہ کی وادیوں میں سے ایک وادی ہے۔ اَبْرَقُ الرَّبَذَۃ قبیلہ بنو ذُبیان کی جگہوں میں سے تھی۔ بنوکِنَانہ کے کچھ لوگ بھی ان سے آملے مگر وہ علاقے ان کے متحمل نہ ہو سکے اس لیے ان لوگوں کی دو جماعتیں ہو گئیں۔ ایک جماعت اَبْرَق میں مقیم رہی اور دوسری ذُوالقَصَّہ چلی گئی۔ ذُوالقَصَّہ بھی مدینہ سے چالیس میل کے فاصلے پر ایک جگہ ہے۔ طُلَیحہ نے حِبَال کو ان کی مدد کے لیے بھیجا۔ حبَال طُلَیحہ کے بھائی کا بیٹا تھا۔ بہر حال اس طرح حِبَال، ذُوالقَصَّہ والوں کا سردار بن گیا جہاں اَسَد اور لَیْث، دِیْل اور مُدْلِج قبائل میں سے ان کے حمایتی بھی تھے۔ عَوف بن فُلان بن سِنَان، اَبْرَق مقام میں موجود مُرَّہ قبیلہ کا سردار مقرر ہوا اور ثَعْلَبہ اور عَبْس قبائل پر حَارِث بن فُلان سردار مقرر ہوا جو بَنُوسُبَیْع میں سے تھا۔

ان قبائل نے اپنے وفد بھیجے جو مدینہ آئے۔ یہ سب جمع ہوئے اس کے بعد ہر ایک قبیلے نے اپنا اپنا ایک وفد بنا کے بھیجا۔ وہ لوگ جو آئے تھے وہ عمائدین مدینہ کے ہاں فروکش ہوئے، وہاں ٹھہرے۔ حضرت عباسؓ کے علاوہ سب نے ان کو اپنے ہاں مہمان بنایا اور ان کو ابو بکرؓ کی خدمت میں اس شرط پر لے کر آئے کہ وہ نماز پڑھتے رہیں گے مگر زکوٰۃ نہ دیں گے۔ اللہ نے ابو بکرؓ کو حق پر راسخ کر دیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: اگر یہ اونٹ باندھنے کی رسی بھی نہ دیں گے تو میں ان سے جہاد کروں گا۔[415]

مانعینِ زکوٰۃ اور باغیوں کا مدینہ پر حملہ کرنے کا منصوبہ

حضرت ابو بکرؓ کا موقف دیکھ کر جب مانعینِ زکوٰۃ کے وفود مدینہ سے واپس جانے لگے تو اس وقت ان لوگوں کی کیا کیفیت تھی، اس کا ذکر کرتے ہوئے ایک سیرت نگار لکھتے ہیں کہ ان وفود نے جب آپؓ کا عزم دیکھا تو مدینہ سے واپس ہو گئے لیکن مدینہ سے جاتے وقت دو باتیں ان کے ذہن میں تھیں۔ نمبر ایک یہ کہ منع زکوٰۃ کے سلسلہ میں کوئی گفتگو کارگر نہیں۔ اس سلسلہ میں اسلام کا حکم واضح ہے اور خلیفہ کی اپنی رائے اور عزم سے پیچھے ہٹنے کی کوئی امید نہیں۔ خاص کر جب کہ مسلمان دلیل کے واضح ہونے کے بعد آپؓ کی رائے سے متفق ہو چکے ہیں اور حضرت ابو بکرؓ کی تائید کے لیے کمربستہ ہیں۔ نمبر دو بزعمِ خویش مسلمانوں کی کمزوری اور **قلتِ تعداد کو غنیمت جانتے ہوئے مدینہ پر ایسا زوردار حملہ کیا جائے** جس سے اسلامی حکومت گر جائے اور اس دین کا خاتمہ ہو جائے۔[416]

یہ ان کا اپنا زعم تھا کہ اس طرح ہم قبضہ کر لیں گے۔ بہر حال ان لوگوں نے واپس جا کر اپنے قبائل سے کہا کہ اس وقت مدینہ میں بہت کم آدمی ہیں اور انہیں حملہ کرنے کی ترغیب دلائی جبکہ دوسری طرف حضرت ابو بکرؓ بھی غافل نہ تھے۔ انہوں نے اس وفد کے جانے کے بعد مدینہ کے تمام ناکوں پر باقاعدہ پہرے متعین کر دیے۔ حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس کام پر مقرر کیے گئے۔ ایک روایت میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا نام بھی آتا ہے کہ یہ بھی ناکے پر پہرے کے لیے متعین کیے گئے۔ اس کے علاوہ حضرت ابو بکرؓ نے تمام اہل مدینہ کو حکم دیا کہ وہ مسجد میں جمع ہوں اور پھر ان سے فرمایا کہ تمام سرزمین کافر ہو گئی ہے اور ان لوگوں کے وفود تمہاری قلتِ تعداد کو دیکھ گئے ہیں اور تم لوگ نہیں جانتے کہ وہ دن کے وقت یا رات میں تم پر حملہ آور ہوں گے۔ ان لوگوں کی سب سے قریب جماعت یہاں سے صرف ایک برید کے فاصلے پر ہے۔ برید بارہ میل کے برابر ہوتا ہے کہ بارہ میل کے فاصلے پر ہے اور کچھ لوگ خواہش رکھتے تھے کہ ہم ان کی شرائط قبول کر لیں اور ان سے مصالحت کر لیں مگر ہم نے ان کی بات نہ مانی اور ان کی شرائط مسترد کر دیں۔ لہٰذا اب مقابلے کے لیے بالکل تیار ہو جاؤ۔ حضرت ابو بکرؓ کا اندازہ بالکل درست نکلا اور منکرینِ زکوٰۃ کے وفد کے مدینہ سے واپس جانے کے بعد صرف تین راتیں گزری تھیں کہ ان لوگوں نے رات ہوتے ہی مدینہ پر حملہ کر دیا۔ اپنے ساتھیوں میں سے ایک جماعت کو وہ ذُوحِسٰی چھوڑ آئے تا کہ وہ بوقتِ ضرورت کمک کا کام دیں۔ ذُوحِسٰی بنو فَزارَہ کے پانیوں میں سے ایک ہے اور یہ رَبَذَہ اور نَخْل کے درمیان ہے۔ بہر حال یہ حملہ کرنے والے رات کے وقت مدینہ کے ناکوں پر پہنچے۔ وہاں پہلے سے جنگجو متعین تھے۔ ان کے عقب میں کچھ اَور لوگ تھے جو بلندی پر چڑھ رہے تھے۔ پہرے داروں نے ان لوگوں کو دشمن کی یورش سے آگاہ کیا اور حضرت ابو بکرؓ کو دشمن کی پیش قدمی کی اطلاع دینے کے لیے آدمی دوڑائے۔ حضرت ابو بکرؓ نے یہ پیغام بھجوایا کہ سب اپنی اپنی جگہ پر جمے رہیں جس پر تمام فوج نے ایسا کیا۔ **پھر حضرت ابو بکرؓ مسجد میں موجود مسلمانوں کو لے کر اونٹوں پر سوار ہو کر ان کی طرف روانہ ہوئے** اور دشمن پسپا ہو گیا۔ مسلمانوں نے اپنے اونٹوں پر ان کا تعاقب کیا یہاں تک کہ وہ ذُوحِسٰی جا پہنچے۔ حملہ آوروں کی کمک والا گروہ چمڑے کے مشکیزوں میں ہوا بھر کر اور ان میں رسیاں باندھ کر مسلمانوں کے مقابلے کے لیے نکلا اور انہوں نے ان مشکیزوں کو اپنے پیروں سے ضرب لگا کر اونٹوں کے سامنے لڑھکا دیا اور چونکہ اونٹ اس سے سب سے زیادہ بدکتا ہے کہ مشکیزے، لڑھکتی ہوئی چیز آ رہی ہے اس لیے مسلمانوں کے تمام اونٹ ان سے اس طرح بدک کر بھاگے کہ وہ مسلمانوں سے جو اُن پر سوار تھے کسی طرح بھی سنبھل نہ سکے یہاں تک کہ وہ مدینہ پہنچ گئے۔ البتہ اس سے مسلمانوں کا کوئی نقصان نہ ہوا اور نہ ان کے ہاتھ کوئی چیز آئی۔

مسلمانوں کی اس بظاہر پسپائی سے دشمنوں کو یہ گمان ہوا کہ مسلمان کمزور ہیں ان میں مقابلے کی

طاقت نہیں ہے۔ اس خام خیالی میں انہوں نے اپنے ان ساتھیوں کو جو ذُوالقَصَّہ میں فروکش تھے اس واقعہ کی اطلاع دی وہ اس خبر پر بھروسہ کر کے اس جماعت کے پاس آ گئے مگر ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ اللہ نے ان کے متعلق کچھ اَور ہی فیصلہ کیا ہے جس کو وہ بہرحال نافذ کر کے چھوڑے گا۔ رات بھر حضرت ابو بکرؓ اپنی فوج کی تیاری میں مصروف رہے اور سب کو تیار کر کے رات کے پچھلے پہر پوری فوج کو ترتیب دے کر پیدل روانہ ہوئے۔ نعمان بن مُقَرِّن میمنہ پر، عبداللہ بن مُقَرِّن میسرہ پر اور سُوَید بن مُقَرِّن فوج کے پچھلے حصہ پر نگران تھے۔ ان کے ساتھ کچھ سوار بھی تھے۔ ابھی فجر طلوع نہیں ہوئی تھی کہ مسلمان اور منکرینِ زکوٰۃ ایک ہی میدان میں تھے۔ مسلمانوں کی کوئی آہٹ اور بھنک بھی نہ ان کو مل سکی کہ مسلمانوں نے ان کو تلوار کے گھاٹ اتارنا شروع کر دیا۔ پھر رات کے پچھلے پہر میں لڑائی ہوئی۔ آفتاب کی کرن نے ابھی مطلعِ افق کو اپنے جلوے سے منور نہیں کیا تھا کہ منکرین نے شکست کھا کر راہِ فرار اختیار کی۔ پھر لکھا ہے کہ مسلمانوں نے ان کے تمام جانوروں پر قبضہ کر لیا۔ اس واقعہ میں حِبَال مارا گیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان لوگوں کا تعاقب کیا یہاں تک کہ ذُوالقَصَّہ پہنچ کر ٹھہرے۔ یہ پہلی فتح تھی جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دی۔ حضرت ابو بکرؓ نے نُعمان بن مُقَرِّن کو کچھ لوگوں کے ساتھ وہیں متعین کر دیا اور خود مدینہ واپس تشریف لے آئے۔ یہ تاریخ طبری کا حوالہ ہے۔[417]

اس جنگ کو غزوۂ بدر سے مشابہت دیتے ہوئے ایک مصنف لکھتے ہیں کہ اس موقع پر ابو بکرؓ نے ایمان و یقین، عزم و ثبات اور حزم و احتیاط کا جو مظاہرہ کیا اس سے مسلمانوں کے دل میں عہدِ رسول اللہ ﷺ کے غزوات کی یاد تازہ ہو گئی۔ ابو بکرؓ کے عہد کی یہ پہلی لڑائی بڑی حد تک جنگ بدر سے مشابہ ہے۔ جنگِ بدر کے روز مسلمان صرف تین سو تیرہ کی قلیل تعداد میں تھے جبکہ مشرکین مکہ کی تعداد ایک ہزار سے زائد تھی۔ حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ مخالفین سے جنگ کا جو یہ واقعہ پیش آیا اس موقع پر بھی مسلمانوں کی تعداد بہت قلیل تھی اس کے بالمقابل عَبْس، ذُبیان اور غَطفان کے قبائل بھاری جمعیت کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے تھے۔ بدر کے موقع پر انہیں اللہ نے مشرکین پر فتح عطا فرمائی۔ اس موقع پر ابو بکرؓ اور آپؓ کے ساتھیوں نے ایمان کامل کا ثبوت دیا اور دشمن پر فتح حاصل کی۔ جس طرح جنگِ بدر دُوررَس نتائج کی حامل تھی اسی طرح اس جنگ میں بھی مسلمانوں کی فتح نے اسلام کے مستقبل پر گہرا اثر ڈالا۔[418]

بَنو ذُبیان اور بنو عَبْس نے اس شکست کی وجہ سے غیظ و غضب میں آ کر اپنے ہاں موجود **مسلمانوں پر اچانک حملہ کر کے ان کو نہایت بے دردی سے طرح طرح کے عذاب دے کر شہید کر ڈالا۔** انہوں نے یہ بدلہ لیا کہ جو نہتے مسلمان ان کے علاقوں میں رہتے تھے ان کو مار دیا، شہید کر دیا اور ان کی تقلید میں دوسرے قبائل نے بھی ایسا ہی کیا۔ ان مظالم کی اطلاع پر حضرت ابو بکرؓ نے قسم کھائی کہ وہ مشرکین کو خوب اچھی طرح قتل کریں گے اور ہر قبیلے میں سے جنہوں نے مسلمانوں کو قتل کیا تھا انہیں

اس کے بدلہ میں قتل کریں گے۔[419]

مختلف قبائل کا زکوٰۃ دینا شروع کرنا

حضرت ابو بکرؓ کی قیادت وراہنمائی میں منکرینِ زکوٰۃ کے حملوں کا سدباب ہوتے ہی دیگر کمزور اور متذبذب قبائل یکے بعد دیگرے اپنی زکوٰۃ لے کر مدینہ کی طرف آنے لگے۔ جب کمزور قبائل نے دیکھا کہ جو طاقتور قبائل ہیں ان کا یہ حال ہو گیا ہے تو جنہوں نے زکوٰۃ روکی ہوئی تھی وہ زکوٰۃ لے کر مدینہ آنے لگے۔ کوئی قبیلہ رات کے پہلے حصہ میں زکوٰۃ لے کر آنے لگا اور کوئی رات کے درمیانی حصہ میں اور کوئی رات کے آخری حصہ میں۔ جب یہ لوگ مدینہ میں نمودار ہوتے تو ہر جمعیت کے نمودار ہونے کے موقع پر لوگ کہتے کہ یہ ڈرانے والے معلوم ہوتے ہیں یعنی کوئی بری خبر لانے والے، مگر حضرت ابو بکرؓ نے ہر موقع پر یہ کہا کہ یہ خوشخبری دینے والے ہیں۔ حمایت کے لیے آئے ہیں نقصان کے لیے نہیں۔ چنانچہ جب باقاعدہ طور پر یہ معلوم ہوا کہ یہ جماعتیں حمایتِ اسلام کے لیے آئی ہیں اور زکوٰۃ کے اموال لے کر آنے والی جماعتیں ہیں تو مسلمانوں نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا آپؓ بڑے مبارک آدمی ہیں آپ ہمیشہ سے بشارت دیتے چلے آئے ہیں۔[420]

اس موقع پر حضرت ابو بکرؓ نے یہ بھی فرمایا کہ بُری خبر اور بُرے ارادے سے آنے والے تیز تیز چلتے ہیں جبکہ خوشخبری لانے والے قافلے آرام اور اطمینان سے چلتے ہیں۔ میں ان کی رفتار سے اندازہ کر لیتا تھا۔[421]

منکرینِ زکوٰۃ کے خلاف کامیابی کے بعد زکوٰۃ کی وصولیوں کے متعلق تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ اس زمانے میں اس قدر صدقات مدینہ میں موصول ہوئے جو مسلمانوں کی ضرورت سے بچ گئے۔[422]

انہی فتوحات اور بشارتوں کے دوران حضرت اسامہؓ کا لشکر بھی کامیابی و کامرانی کے ساتھ مدینہ واپس لوٹ آیا۔ حضرت اسامہؓ کے واپس آنے کے بعد ابو بکرؓ نے ان کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے سِنَان ضَمْرِی کو اپنا نائب مقرر کیا اور ان سے اور ان کی فوج سے کہا کہ سردست تم بھی آرام کر لو اور اپنی سواری کے جانوروں کو بھی دم لینے دو اور خود ابو بکرؓ لوگوں کے ساتھ سوار ہو کر ذُوالقَصَّہ روانہ ہوئے مگر مسلمانوں نے حضرت ابو بکرؓ سے عرض کی کہ اے خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپؓ سے خدا کا واسطہ دے کر درخواست کرتے ہیں کہ آپؓ خود اس مہم پر نہ جائیں کیونکہ خدانخواستہ اگر آپؓ کو کوئی ضرر پہنچ گیا تو سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ آپؓ کسی اَور کو اس کام کے لیے بھیج دیں تاکہ اگر اس کو کوئی معاملہ پیش آجائے تو آپؓ کسی دوسرے کو اس کی جگہ مقرر کر سکیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا اور میں آپ لوگوں کی غمخواری اپنی جان سے کروں گا۔[423]

اہل ربذہ پر حملہ

پھر اہلِ رَبَذَہ پر حملے کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ سب انتظام کر کے ذُوحِسی اور ذُوالقَصَّہ چلے گئے۔ ذُوالقَصَّہ مدینہ سے چالیس میل کے فاصلے پر ایک جگہ ہے۔
نعمانؓ، عبد اللہؓ اور سُوَیدؓ اپنی اپنی جگہ تھے یہاں تک کہ حضرت ابو بکرؓ نے اَبْرَق کے مقام پر اہلِ رَبَذَہ کو جالیا۔ شدید جنگ ہوئی۔
بالآخر اللہ نے حارث اور عوف کو شکست دی جو مُرَّۃ، ثَعلبہ اور عَبْس قبائل کے سردار تھے اور حُطَیْئَہ زندہ گرفتار کر لیا گیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے چند روز اَبْرَق میں قیام کیا اور آپؓ نے اَبْرَق کی سرزمین کو مسلمانوں کے گھوڑوں کی چراگاہ بنا دیا۔ اس جنگ میں شکست کھا کر بَنُو عَبْس اور بنو ذُبیان طُلَیحہ سے جا ملے جو سَمِیرَاء سے چل کر اس وقت بُزَاخَہ پر پہنچ کر ٹھہرا ہوا تھا۔ بُزَاخَہ بھی بنو اسد کے چشمہ کا نام ہے یہاں طُلَیحہ اَسَدِی کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں عظیم معرکہ ہوا تھا۔[424]
پھر ایک مصنف شکست خوردہ قبائل کی روش کے متعلق لکھتا ہے کہ عَبْس، ذُبیان، غَطفان، بَنِی بَکر اور مدینہ کے قریب بسنے والے دوسرے باغی قبائل کے لیے مناسب تھا کہ وہ اپنی ہٹ دھرمی اور بغاوت سے باز آجاتے۔ حضرت ابو بکرؓ کی کامل اطاعت اور ارکانِ اسلام کی بجا آوری کا اقرار کرتے اور مسلمانوں سے مل کر مرتدین کے خلاف نبرد آزما ہو جاتے۔ عقل کا تقاضا بھی یہی تھا اور واقعات بھی اسی کی تائید کرتے تھے۔ ابو بکرؓ کے ذریعہ سے ان کا زور ٹوٹ چکا تھا۔ روم کی سرحدوں پر حصولِ کامیابی کے باعث اہلِ مدینہ کا رعب قائم ہو چکا تھا۔ مسلمانوں کی قوت و طاقت بڑھ چکی تھی اور اب وہ اس کمزوری کے عالم میں نہ تھے جو جنگِ بدر اور ابتدائی غزوات کے ایام میں ان پر طاری تھی۔ اب مکہ بھی ان کے ساتھ تھا اور طائف بھی اور ان دونوں شہروں کی سیادت سارے عرب پر مُسَلَّم تھی۔ پھر خود ان قبائل کے درمیان ایسے مسلمان کثرت سے موجود تھے جنہیں باغی کسی صورت ساتھ نہ ملا سکے تھے اور اس طرح ان کی پوزیشن بے حد کمزور ہو گئی تھی۔ لیکن اس کے باوجود مسلمانوں کی دشمنی نے ان کی آنکھیں اندھی کر دی تھیں اور سود و زیاں کا احساس دلوں سے جاتا رہا تھا۔ انہوں نے اپنے وطنوں کو چھوڑ دیا اور قبیلہ بنی اسد کے نبوت کے جھوٹے دعویدار طُلَیحہ بن خُویلد سے جا ملے۔ جو مسلمان اُن کے درمیان موجود تھے وہ انہیں ان کے ارادوں سے باز نہ رکھ سکے۔ ان لوگوں کے پہنچ جانے سے طُلَیحہ اور مُسَیلمہ کی قوت و طاقت میں اضافہ ہو گیا اور یمن میں بغاوت کے شعلے زور و شور سے بھڑکنے لگے۔[425]
بہرحال یہ ہمیشہ یاد رہنا چاہیے کہ ان لوگوں نے بغاوت کی تھی اور جنگ کی تھی۔ صرف کسی دعوے پر یا کسی کے دعوے پر یہ جنگ نہیں ہوئی تھی۔ بغاوت کا بدلہ لیا جا رہا تھا اور جو جنگ تھی اس کا جواب جنگ سے دیا جا رہا تھا۔

منکرین زکوٰۃ پر فتح پانے اور حضرت ابو بکرؓ کی شجاعت اور عزم کا ذکر کرتے ہوئے عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ ان کی ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے وصال کے بعد ہم اس مقام پر کھڑے تھے کہ اگر اللہ ابو بکر صدیقؓ کے ذریعہ سے ہماری مدد نہ فرماتا تو ہلاکت یقینی تھی۔ ہم سب مسلمانوں کا اتفاق کامل سے یہ خیال تھا کہ ہم زکوٰۃ کے اونٹوں کی خاطر دوسروں سے جنگ نہیں کریں گے اور اللہ کی عبادت میں مصروف ہو جائیں گے یہاں تک کہ ہمیں مکمل غلبہ حاصل ہو جائے لیکن ابو بکر صدیقؓ نے منکرینِ زکوٰۃ سے لڑنے کا عزم کر لیا۔ انہوں نے منکرین کے سامنے صرف دو باتیں پیش کیں، تیسری نہیں۔ پہلی یہ کہ وہ اپنے لیے ذلت وخواری قبول کر لیں اور اگر یہ منظور نہیں تو جلاوطنی یا جنگ کے لیے تیار ہو جائیں۔ اپنے لیے ذلّت وخواری قبول کرنے کا مطلب یہ تھا کہ وہ اقرار کریں کہ ان کے مقتول دوزخی اور ہمارے جنتی ہیں وہ ہمیں ہمارے مقتولوں کا خون بہا ادا کریں۔ ہم نے جو مالِ غنیمت ان سے وصول کیا اس کی واپسی کا مطالبہ نہ کریں لیکن جو مال انہوں نے ہم سے لیا ہے وہ ہمیں واپس کر دیں۔ اور جلاوطنی کی سزا بھگتنے کا مطلب یہ ہے کہ شکست کھانے کے بعد اپنے علاقوں سے نکل جائیں اور دور دراز مقامات میں جا کر زندگی بسر کریں۔[426]

حضرت مصلح موعودؓ اس بارے میں فرماتے ہیں کہ ”رسول کریم صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی وفات کے بعد جب بعض قبائلِ عرب نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کے خلاف جنگ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس وقت حالت ایسی نازک تھی کہ حضرت عمرؓ جیسے انسان نے مشورہ دیا کہ ان لوگوں سے نرمی کرنی چاہئے مگر حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا۔“ اس کا پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ ”ابو قُحافہ کے بیٹے کی کیا طاقت ہے کہ وہ اس حکم کو منسوخ کر دے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا ہے۔ خدا کی قسم! اگر یہ لوگ رسول کریم صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے زمانہ میں اونٹ کا گھٹنا باندھنے کی ایک رسی بھی زکوٰۃ میں دیا کرتے تھے تو مَیں رسی بھی ان سے لے کر رہوں گا اور اس وقت تک دم نہیں لوں گا جب تک وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔“ آپؓ نے ساتھیوں کو کہا ”اگر تم اس معاملہ میں میرا ساتھ نہیں دے سکتے تو بے شک نہ دو۔ میں اکیلا ہی ان سے مقابلہ کروں گا۔“ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ: ”کس قدر اتباعِ رسول ہے کہ نہایت خطرناک حالات میں باوجود اس کے کہ اکابر صحابہ لڑائی کے خلاف مشورہ دیتے ہیں پھر بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو پورا کرنے کے لئے وہ ہر قسم کا خطرہ برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔“[427]

احمدیوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ زکوٰۃ کتنی ضروری ہے

پھر حضرت مصلح موعودؓ نے ایک اَور جگہ لکھا ہے، بیان فرمایا ہے کہ ”حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں جب فتنۂ ارتداد پھیل گیا اور صرف گاؤں میں نماز باجماعت رہ گئی اور لشکر بھی شام کو بھیج دیا گیا تو بھی آپؓ نے زکوٰۃ دینے والوں کے نام ارشاد بھیجا کہ رسول اللہؐ کے زمانے میں اگر کوئی رسہ دیتا تھا اور اب

نہیں دیتا تو میں تلوار کے زور سے لوں گا۔ حضرت عمرؓ ایسے جری و بہادر نے بھی رائے دی کہ اس وقت مصلحتِ وقت نہیں کہ زکوٰۃ پر زور دیا جائے مگر آپؓ نے ان کی ایک نہ مانی۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ زکوٰۃ کس قدر ضروری ہے۔"[428]

یہ بات جو حضرت مصلح موعودؓ نے بیان فرمائی ہے یہ اپنی ایک تقریر کے دوران بیان فرمائی تھی جس میں تقویٰ کے مدارج بیان کیے تھے۔ اس میں بیان فرما رہے تھے کہ تقویٰ کے کون سے مدارج ہیں، زکوٰۃ کی کتنی اہمیت ہے اور تقویٰ پر چلنے والوں کے لیے یہ ضروری ہے اور آپؓ نے وہاں یہ بھی فرمایا تھا کہ: **احمدیوں کو بھی اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ زکوٰۃ کتنی ضروری ہے اور اس کا باقاعدہ اہتمام کرنا چاہیے۔**[429]

پھر ایک جگہ زکوٰۃ کے مسئلے کو بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "ایک بہت اہم مسئلہ زکوٰۃ کا ہے لیکن لوگوں نے اس کو سمجھا نہیں۔ خدا تعالیٰ نے نماز کے بعد اس کا حکم دیا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ میں زکوٰۃ نہ دینے والوں سے وہی سلوک کروں گا جو آنحضرت ﷺ کفار سے کرتے تھے۔ ایسے لوگوں کے مرد غلام بنالوں گا اور ان کی عورتیں لونڈیاں۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد ایسا ابتلا آیا تھا کہ عرب کے تین شہروں مکہ، مدینہ اور ایک اَور شہر کے علاوہ سب علاقہ عرب کا مرتد ہو گیا...... حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ اچھا جو لوگ زکوٰۃ کے منکر ہیں ان سے صلح کر لیں۔ پہلے دوسرے مرتدین سے جنگ ہو جائے تو رفتہ رفتہ ان کی بھی اصلاح ہو جائے گی۔ اول ضرورت یہی ہے کہ جھوٹے مدعیانِ نبوت کا قلع قمع کیا جائے کیونکہ ان کا فتنہ سخت ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا اگر لوگ بکری کا بچہ یا اونٹ کے گھٹنہ باندھنے کی رسی کے برابر بھی زکوٰۃ کے مال میں سے ادا نہ کریں گے جو آنحضرت ﷺ کو ادا کرتے تھے تو میں ان سے جنگ کروں گا اور اگر تم لوگ مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ اور جنگل کے درندے بھی مرتدین کے ساتھ مل کر حملہ کریں گے تو میں ان سے اکیلا لڑوں گا۔"[430]

یہ بھی خلافت کی برکات میں سے ہے کہ شریعت کو قائم کرنے کے لیے کوشش کرنی چاہیے اور خلیفۂ وقت پوری کوشش کرتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ ایک اَور جگہ بیان فرماتے ہیں۔ ایک اَور اعتراض لوگ کرتے ہیں مگر خدا تعالیٰ نے اس کا جواب بھی تیرہ سو سال سے پہلے ہی دے دیا ہے۔ اعتراض کرنے والے لوگ کہتے ہیں کہ شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ تو آنحضرت ﷺ کو حکم ہے خلافت کہاں سے نکل آئی؟ خلافت کے لیے تو یہ حکم نہیں ہے۔ لیکن یہ لوگ یاد رکھیں کہ حضرت ابو بکرؓ پر جب زکوٰۃ کے متعلق اعتراض ہوا تو وہ بھی اسی رنگ کا تھا کہ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تو نبی کریم ﷺ کو حکم ہے۔ ہاں یہ تو حکم نبی کریم ﷺ کو ہوا ہے۔ اب وہ رہے نہیں اور کسی کو حق نہیں کہ وہ صدقات وصول کرے۔ جسے لینے کا حکم تھا وہ فوت ہو گیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے یہی جواب دیا کہ اب میں مخاطب ہوں۔ یعنی حضرت ابو بکرؓ اب مخاطب ہیں۔ آنحضرت ﷺ فوت ہو گئے، شریعت تو قائم ہے اس لیے اب خلیفۂ وقت مخاطب ہے اور حضرت مصلح موعودؓ جب یہ تقریر فرما رہے تھے تو آپؓ نے فرمایا کہ اسی کا

ہم آہنگ ہو کر اپنے معترض کو میں کہتا ہوں کہ اب مَیں مخاطب ہوں۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ اگر اُس وقت یہ جواب سچا تھا اور ضرور سچا تھا جو حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا تو یہ بھی درست ہے جو میں کہتا ہوں کہ آج میں مخاطب ہوں اور یہی اصول ہمیشہ خلافت کے ساتھ رہے گا۔ یہ یاد رکھنے والی بات ہے۔ پھر آپؓ فرماتے ہیں اگر تمہارا اعتراض درست ہو تو اس پر قرآن مجید سے بہت سے احکام تم کو نکال دینے پڑیں گے اور یہ کھلی کھلی ضلالت ہے۔[431]

یہ باتیں آپ اس وقت بیان فرما رہے تھے جب ایک تقریر آپ نے منصب خلافت کے ضمن میں کی۔

قومی ترقی کا راز جسے ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے

پھر ایک اَور موقع پر حضرت مصلح موعودؓ نے بیان فرمایا کہ "جب آپؐ" آنحضرت ﷺ "فوت ہوئے تو بہت سے نادان مسلمان مرتد ہو گئے۔ تاریخوں میں آتا ہے کہ صرف تین جگہیں ایسی رہ گئی تھیں جہاں مسجدوں میں باجماعت نماز ہوتی تھی۔ اسی طرح ملک کے اکثر لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا اور وہ کہتے تھے کہ رسول کریم ﷺ کے بعد کسی کا کیا حق ہے کہ وہ ہم سے زکوٰۃ مانگے۔ جب یہ رَو سارے عرب میں پھیل گئی اور حضرت ابو بکرؓ نے ایسے لوگوں پر سختی کرنی چاہی تو حضرت عمرؓ اور بعض اَور صحابہؓ حضرت ابو بکرؓ کے پاس پہنچے اور" جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے "انہوں نے عرض کیا کہ یہ وقت سخت نازک ہے۔ اس وقت کی ذرا سی غفلت بہت بڑے نقصان کا موجب ہو سکتی ہے۔ اس لئے ہماری تجویز یہ ہے کہ اتنے بڑے دشمن کا مقابلہ نہ کیا جائے اور جو زکوٰۃ نہیں دینا چاہتے ان کے ساتھ نرمی کا سلوک کیا جائے۔ حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا کہ تم میں سے جو شخص ڈرتا ہو وہ جہاں چاہے جائے۔

خدا کی قسم! اگر تم میں سے ایک شخص بھی میرا ساتھ نہ دے گا تو بھی مَیں اکیلا دشمن کا مقابلہ کروں گا اور اگر دشمن مدینہ کے اندر گھس آئے اور میرے عزیزوں، رشتہ داروں اور دوستوں کو قتل کر دے اور عورتوں کی لاشیں مدینہ کی گلیوں میں کتے گھسیٹتے پھریں تب بھی میں ان سے جنگ کروں گا اور اس وقت تک نہیں رکوں گا جب تک یہ لوگ اونٹ کا گھٹنہ باندھنے کی وہ رسی بھی جو پہلے زکوٰۃ میں دیا کرتے تھے نہ دینے لگ جائیں۔ چنانچہ انہوں نے" یعنی حضرت ابو بکرؓ نے "دشمن کی شرارت کا دلیری کے ساتھ مقابلہ کیا اور آخر کامیاب ہوئے صرف اس لئے کہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ کام مَیں نے ہی کرنا ہے۔ اسی لئے انہوں نے مشورہ دینے والے صحابہؓ کو کہہ دیا کہ تم میں سے کوئی شخص میرا ساتھ دے یا نہ دے میں اکیلا دشمن کا مقابلہ کروں گا یہاں تک کہ میری جان خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان ہو جائے۔ پس جس قوم کے اندر یہ عزم پیدا ہو جائے۔"

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ: "جس قوم کے اندر یہ عزم پیدا ہو جائے وہ ہر میدان میں جیت جاتی ہے اور دشمن کبھی اس کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا۔"[432]

اور یہی قومی ترقی کا راز ہے جسے ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔

پھر ایک اَور موقع پر حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ: "رسول کریم ﷺ کے بعد جب زکوٰۃ کے

مسئلہ کے اختلاف کی وجہ سے عرب کے ہزاروں لوگ مرتد ہو گئے اور مُسَیلمہ مدینہ پر حملہ آور ہوا تو حضرت ابو بکرؓ کو جو اس وقت خلیفہ تھے اطلاع پہنچی کہ مُسَیلمہ ایک لاکھ کی فوج لیکر حملہ آور ہو رہا ہے۔ اس وقت کچھ لوگوں نے حضرت ابو بکرؓ کو یہ مشورہ دیا کہ چونکہ اس وقت ہم ایک نازک دور میں سے گزر رہے ہیں اور زکوٰۃ کے مسئلہ پر اختلاف کی وجہ سے لوگ ارتداد اختیار کرتے جا رہے ہیں اور اِدھر مُسَیلمہ ایک بہت بھاری فوج کے ساتھ حملہ آور ہوا ہے اس لئے ان حالات کے پیشِ نظر قرینِ مصلحت یہی ہے کہ آپؓ زکوٰۃ کا مطالبہ سرِ دست نہ کریں اور ان لوگوں سے صلح کر لیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان خدشات کی ذرا بھی "پرواہ نہیں کی اور "پرواہ نہ کرتے ہوئے ان مشورہ دینے والوں سے کہا کیا تم مجھے وہ بات منوانا چاہتے ہو جو خدا تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے صریح خلاف ہے؟ زکوٰۃ کا حکم خدا تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے ہے۔ اس لئے میرا فرض ہے کہ میں خدا اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے تحفظ کے لئے ہر ممکن کوشش کروں۔

صحابہؓ نے پھر کہا کہ حالات کا تقاضا یہی ہے کہ صلح کر لی جائے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اگر آپ نہیں لڑنا چاہتے اور دشمن کے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکتے تو آپ لوگ جائیں اور اپنے گھروں میں جا کر بیٹھیں۔ خدا کی قسم! مَیں دشمن سے اس وقت تک اکیلا لڑوں گا جب تک وہ اونٹ کے گھٹنے باندھنے کی رسی بھی اگر زکوٰۃ میں دینی تھی اسے ادا نہیں کر دیتے اور جب تک میں ان لوگوں کو زکوٰۃ دینے کا قائل نہ کر لوں گا ان سے کبھی صلح نہ کروں گا۔" حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں "پس حقیقی ایمان کی یہی علامت ہوا کرتی ہے۔"[433]

اور پس یہی ایمان ہے۔ اگر ہم میں ہو گا تو ہم دنیا میں اسلام کا حقیقی پیغام پہنچا سکیں گے اور کامیاب ان شاء اللہ ہوں گے۔ پھر ایک جگہ حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ "آپؐ کی وفات کے بعد عرب کے قبائل نے بغاوت کر دی اور انہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ وہ بھی یہی دلیل دیتے تھے کہ خدا تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کے سِوا کسی اَور کو زکوٰۃ لینے کا اختیار ہی نہیں دیا۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے۔" یعنی اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ "......اے محمد ﷺ تو ان کے اموال کا کچھ حصہ بطور زکوٰۃ لے۔ یہ کہیں ذکر نہیں کہ کسی اور کو بھی رسول کریم ﷺ کے بعد زکوٰۃ لینے کا اختیار ہے مگر مسلمانوں نے ان کی اس دلیل کو تسلیم نہ کیا حالانکہ وہاں خصوصیت کے ساتھ رسول کریم ﷺ کو ہی مخاطب کیا گیا ہے۔ بہر حال جو لوگ اس وقت مرتد ہوئے ان کی بڑی دلیل یہی تھی کہ زکوٰۃ لینے کا صرف محمد رسول اللہ ﷺ کو اختیار حاصل تھا کسی اَور کو نہیں۔ اور اس کی وجہ یہی دھوکا تھا کہ نظام سے تعلق رکھنے والے احکام ہمیشہ کے لئے قابلِ عمل نہیں بلکہ رسول کریم ﷺ کے ساتھ وہ احکام مخصوص تھے۔ مگر "آپؓ فرماتے ہیں کہ "...... یہ خیال بالکل غلط ہے اور اصل حقیقت یہی ہے کہ جس طرح نماز روزہ کے احکام رسول کریم ﷺ تک ختم نہیں ہو گئے اسی طرح قومی یا ملکی نظام سے تعلق رکھنے والے احکام بھی آپ کی وفات کے ساتھ ختم نہیں ہو گئے اور نماز باجماعت کی طرح جو ایک اجتماعی عبادت ہے اِن احکام کے متعلق بھی ضروری ہے کہ ہمیشہ مسلمانوں میں آپ کے نائبین کے ذریعہ ان پر عمل ہوتا رہے۔"[434]

پھر ایک موقع پر حضرت مصلح موعودؓ نے یہ بھی فرمایا کہ جب رسول کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے وفات پائی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو اس وقت سارا عرب مرتد ہو گیا۔ سوائے مکہ اور مدینہ کے اور ایک چھوٹے سے قصبہ کے تمام لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے فرمایا تھا کہ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً ان کے مالوں سے صدقہ لے۔ کسی اَور کو یہ اختیار نہیں کہ ہم سے زکوٰۃ وصول کرے۔ غرض سارا عرب مرتد ہو گیا اور وہ لڑائی کے لیے چل پڑا۔ صرف مرتد نہیں ہو گیا بلکہ لڑائی کے لیے چل پڑا۔ رسول کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے زمانہ میں گو اسلام کمزور تھا مگر قبائلِ عرب متفرق طور پر حملہ کرتے تھے۔ کبھی ایک گروہ نے حملہ کر دیا اور کبھی دوسرے نے۔

جب غزوۂ احزاب کے موقع پر کفار کے لشکر نے اجتماعی رنگ میں مسلمانوں پر حملہ کیا تو اس وقت تک اسلام بہت کچھ طاقت پکڑ چکا تھا گو ابھی اِتنی زیادہ طاقت حاصل نہیں ہوئی تھی کہ انہیں آئندہ کے لیے کسی حملے کا ڈر ہی نہ رہتا۔ اس کے بعد جب رسول کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مکہ فتح کرنے کے لیے گئے تو اس وقت عرب کے بعض قبائل بھی آپؐ کی مدد کے لیے کھڑے ہو گئے۔ اِس طرح خدا نے تدریجی طور پر دشمنوں میں جوش پیدا کیا تا کہ وہ اتنا زور نہ پکڑ لیں کہ سب ملک پر چھا جائیں لیکن حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں یکدم تمام عرب مرتد ہو گیا۔ صرف مکہ اور مدینہ اور ایک چھوٹا سا قصبہ رہ گئے۔ باقی تمام مقامات کے لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور وہ لشکر لے کر مقابلہ کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ صرف زکوٰۃ کا انکار نہیں کیا بلکہ لشکر لے کر مقابلے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ بعض جگہ تو ان کے پاس ایک ایک لاکھ کا بھی لشکر تھا۔ مگر اِدھر صرف دس ہزار کا ایک لشکر تھا اور وہ بھی شام کو جا رہا تھا اور یہ وہ لشکر تھا جسے اپنی وفات کے قریب رسول کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے رومی علاقہ پر حملہ کرنے کے لیے تیار کیا تھا اور اسامہ کو اس کا افسر مقرر کیا تھا۔ باقی لوگ جو رہ گئے تھے وہ یا تو کمزور اور بڈھے تھے اور یا پھر گنتی کے چند نوجوان تھے۔ یہ حالات دیکھ کر صحابہ نے سوچا کہ اگر ایسی بغاوت کے وقت اسامہ کا لشکر بھی روانہ ہو گیا تو مدینہ کی حفاظت کا کوئی سامان نہیں ہو سکے گا۔

چنانچہ اکابر صحابہ کا یہ وفد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے اور عرض کیا کہ کچھ عرصہ کے لیے اس لشکر کو روک لیا جائے۔ جب بغاوت فرو ہو جائے تو پھر بے شک اسے بھیج دیا جائے مگر اس وقت اس کا بھیجنا خطرہ سے خالی نہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے نہایت غصہ کی حالت میں فرمایا کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ رسول کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی وفات کے بعد ابوقُحافہ کا بیٹا سب سے پہلا کام یہ کرے کہ جس لشکر کو روانہ کرنے کا رسول کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے حکم دیا تھا اسے روک لے۔ بہر حال آپؓ نے کہا یہ تو روانہ ہو گا اور میں اِس لشکر کو ضرور روانہ کروں گا جس کو روانہ کرنے کا رسول کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اگر تم دشمن کی فوجوں سے ڈرتے ہو تو بے شک میرا ساتھ چھوڑ دو۔ میں اکیلا تمام دشمن کا مقابلہ کروں گا۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ یہ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا کی صداقت کا بڑا

ثبوت ہے۔ یعنی خلافت پہ قائم ہونے والے یا خلافت کے ساتھ رہنے والے یہ مومن میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور یہ وہ حالت ہے جو خلافت کے نظام کے ساتھ جاری ہے اور جاری رہے گی۔

پھر آپؓ فرماتے ہیں کہ دوسرا سوال زکوٰۃ کا تھا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ اگر آپ لشکر نہیں روک سکتے تو صرف اتنا کر لیجیے کہ اِن لوگوں سے عارضی صلح کر لیں اور انہیں کہہ دیں کہ ہم اس سال تم سے زکوٰۃ نہیں لیں گے اور اس دوران میں ان کا جوش ٹھنڈا ہو جائے گا اور تفرقہ کے مٹنے کی کوئی صورت پیدا ہو جائے گی۔ لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔ یہ بات بھی نہیں مانی۔ اس پر صحابہ نے کہا کہ اگر جیشِ اسامہ بھی چلا گیا اور ان لوگوں سے عارضی صلح بھی نہ کی گئی تو پھر دشمن کا کون مقابلہ کرے گا؟ مدینہ میں تو یہ بڈھے اور کمزور لوگ ہیں اور یہ صرف چند نوجوان ہیں وہ بھلا لاکھوں کا کیا مقابلہ کر سکتے ہیں؟ حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا۔ اے دوستو! اگر تم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو ابو بکر اکیلا ان کا مقابلہ کرنے کے لیے نکل کھڑا ہو گا۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ یہ دعویٰ اس شخص کا ہے جسے فنونِ جنگ سے کچھ زیادہ واقفیت نہیں تھی اور جس کے متعلق عام طور پر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ وہ دل کا کمزور ہے۔ پھر یہ جرأت، یہ دلیری، یہ یقین اور یہ وثوق اس میں کہاں سے پیدا ہوا۔ اسی بات سے یہ یقین پیدا ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ نے سمجھ لیا تھا کہ میں خلافت کے مقام پر خدا تعالیٰ کی طرف سے کھڑا ہوا ہوں اور مجھ پر ہی تمام کام کی ذمہ داری ہے۔ پس میرا فرض ہے کہ میں مقابلہ کے لیے نکل کھڑا ہوں۔ کامیابی دینا یا نہ دینا خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اگر وہ کامیابی دینا چاہے گا تو آپ دے دے گا اور اگر نہیں دینا چاہے گا تو سارے لشکر مل کر بھی کامیاب نہیں کر سکتے۔[435]

حضرت ابو بکرؓ کے فیصلہ کے کیسے زبردست نتائج پیدا ہوئے اس بارے میں بھی حضرت مصلح موعودؓ نے لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے صحابہ کی خلافِ مرضی حضرت اسامہ بن زیدؓ کو لشکر سمیت موتہ کی طرف روانہ کر دیا۔ چنانچہ چالیس دن بعد یہ مہم اپنا کام پورا کر کے فاتحانہ شان سے مدینہ واپس آئی اور خدا کی نصرت اور فتح کو نازل ہوتے سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

پھر اس مہم کے بعد حضرت ابو بکرؓ جھوٹے مدعیان کے فتنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اس فتنہ کی ایسی سرکوبی کی کہ اسے کچل کر رکھ دیا اور یہ فتنہ بالکل ملیا میٹ ہو گیا۔ بعد ازاں یہی حال مرتدین کا ہوا۔ اور صحابہ کبار بھی حضرت ابو بکرؓ سے اختلاف کر رہے تھے اور کہتے تھے کہ جو لوگ توحید اور رسالت کا اقرار کرتے ہیں اور صرف زکوٰۃ دینے کے منکر ہیں ان پر کس طرح سے تلوار اٹھائی جا سکتی ہے لیکن حضرت ابو بکرؓ نے نہایت جرأت اور دلیری سے کام لیتے ہوئے فرمایا کہ اگر آج زکوٰۃ نہ دینے کی اجازت دے دی تو آہستہ آہستہ لوگ نماز روزے کو بھی چھوڑ بیٹھیں گے اور اسلام محض نام کا رہ جائے گا۔ الغرض ایسے حالات میں حضرت ابو بکرؓ نے منکرینِ زکوٰۃ کا مقابلہ کیا اور انجام یہی تھا کہ اس میدان

میں بھی آپ کو فتح اور نصرت حاصل ہوئی اور تمام بگڑے ہوئے لوگ راہ حق کی طرف لوٹ آئے۔[436]

حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ کے فتنے ارتداد و بغاوت

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی تصنیف سر الخلافہ میں بیان فرماتے ہیں کہ:

"ابن خلدون نے...... لکھا ہے "عرب کے عوام و خواص مرتد ہو گئے اور بنو طے اور بنو اسد طُلَیحہ کے ہاتھ پر جمع ہو گئے اور بنو غطفان مرتد ہو گئے۔ اور بنو ہَوازِن متردّد ہوئے اور انہوں نے زکوٰۃ دینی روک دی۔ نیز بنو سُلَیم کے سردار مرتد ہو گئے اور اسی طرح ہر جگہ پر باقی لوگوں کا بھی یہی حال تھا۔" ابنِ اثیر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ... عرب مرتد ہو گئے۔ ہر قبیلہ میں سے عوام یا خواص اور نفاق ظاہر ہو گیا اور یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنی گردنیں اٹھا اٹھا کر دیکھنا شروع کر دیا۔ اور مسلمانوں کی اپنے نبیؐ کی وفات کی وجہ سے، نیز اپنی قلت اور دشمنوں کی کثرت کے باعث ایسی حالت ہو گئی تھی جیسی بارش والی رات میں بھیڑ بکریوں کی ہوتی ہے" یعنی خوف سے ایک جگہ اکٹھی ہو جاتی ہیں اور پناہ تلاش کرتی ہیں۔

"اس پر لوگوں نے ابو بکرؓ سے کہا کہ یہ لوگ صرف اسامہ کے لشکر کو ہی مسلمانوں کا لشکر سمجھتے ہیں۔ اور جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں عربوں نے آپؓ سے بغاوت کر دی ہے پس مناسب نہیں کہ آپ مسلمانوں کی اس جماعت کو اپنے سے الگ کر لیں۔ اس پر (حضرت) ابو بکرؓ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر مجھے اس بات کا یقین بھی ہو جائے کہ درندے مجھے اچک لیں گے تب بھی مَیں رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق اسامہ کے لشکر کو ضرور بھیجوں گا۔ جو فیصلہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے میں اسے منسوخ نہیں کر سکتا۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام عبد اللہ بن مسعودؓ کا حوالہ دے کے فرماتے ہیں کہ:

"عبد اللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ہم ایک ایسے مقام پر کھڑے ہو گئے تھے کہ اگر اللہ ہم پر ابو بکرؓ کے ذریعہ احسان نہ فرماتا تو قریب تھا کہ ہم ہلاک ہو جاتے۔ آپؓ نے ہمیں اس بات پر اکٹھا کیا کہ ہم بنت مخاض" یعنی "(ایک سالہ اونٹنی) اور بنت لبون (دو سالہ اونٹنی) کی (زکوٰۃ کی وصولی کے لئے) جنگ لڑیں اور یہ کہ ہم عرب بستیوں کو کھا جائیں اور ہم اللہ کی عبادت کرتے چلے جائیں یہاں تک کہ موت ہمیں آ لے۔"[437]

کیا اسلام میں ارتداد کی سزا قتل ہے؟

یہ جو بحث چل رہی ہے اس میں بعض غلط فہمیاں بھی پیدا ہو سکتی ہیں اور یہ سوال بھی اٹھایا جا سکتا ہے کہ کیا اسلام میں ارتداد کی سزا قتل ہے؟

اس بارے میں مختصر بیان کر دیتا ہوں۔

نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد جب تقریباً سارے عرب نے ارتداد اختیار کر لیا اور بعض لوگوں

نے کُلّی طور پر اسلام سے دُوری اختیار کر لی اور بعض نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کیا تو حضرت ابو بکرؓ نے ان سب کے خلاف قتال کیا۔ کتبِ تاریخ اور سیرت میں ایسے تمام افراد کے لیے مرتدین کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے بعد میں آنے والے سیرت نگار اور علماء کو غلطی لگی یا وہ غلط تعلیم پھیلانے کا باعث بنے کہ گویا مرتد کی سزا قتل ہے اور اسی لیے حضرت ابو بکرؓ نے تمام مرتدین کے خلاف اعلانِ جہاد کیا اور ایسے سب لوگوں کو قتل کروا دیا سوائے اس کے کہ وہ دوبارہ اسلام قبول کر لیں اور یوں ان مؤرخین اور سیرت نگاروں نے حضرت ابو بکرؓ کو عقیدہ ختم نبوت کا محافظ اور اس کے ہیرو کے طور پر پیش کیا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ خلافت راشدہ کے اس دور میں ختم نبوت اور عقیدہ ختم نبوت کے اس طرح کے تحفظ کی کوئی سوچ یا نظریہ موجود ہی نہیں تھا اور نہ ہی ان لوگوں کے خلاف اس لیے تلوار اٹھائی گئی تھی کہ ختمِ نبوت کو کوئی خطرہ تھا یا مرتد کی سزا چونکہ قتل تھی اس لیے ان کو قتل کیا جائے۔ اس کی تفصیل تو آگے بیان ہو گی اور اس بارے میں تو بیان ہو گا کہ ان کے خلاف اعلان جنگ کیوں کیا گیا؟ لیکن اس سے پہلے یہ بتانا ضروری ہے کہ کیا قرآن کریم نے یا آنحضرت ﷺ نے مرتد کی سزا قتل بیان کی ہے یا کوئی اَور سزا بھی مقرر کی ہے؟ اسلامی اصطلاح میں مرتد اس کو کہا جاتا ہے جو دینِ اسلام سے انحراف کر جائے اور اسلام قبول کرنے کے بعد پھر دائرۂ اسلام سے نکل جائے۔ جب ہم قرآنِ کریم کو دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے متعدد جگہوں پر مرتد ہونے والوں کا باقاعدہ ذکر تو فرمایا ہے **لیکن ان کے لیے قتل یا کسی بھی قسم کی دنیاوی سزا دینے کا ذکر نہیں کیا۔**

چنانچہ چند آیات نمونے کے طور پر پیش کی جاتی ہیں۔ پہلی آیت یہ ہے کہ وَمَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَیَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ (البقرۃ:218) یعنی اور تم میں سے جو بھی اپنے دین سے برگشتہ ہو جائے پھر اس حال میں مرے کہ وہ کافر ہو تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا میں بھی ضائع ہو گئے اور آخرت میں بھی اور یہی وہ لوگ ہیں جو آگ والے ہیں۔ اس میں وہ بہت لمبا عرصہ رہنے والے ہیں۔

اس آیت میں بیان ہوا ہے کہ تم میں سے جو کوئی مرتد ہو جائے اور آخر کار اسی کفر کی حالت میں مر جائے۔ اس سے خوب واضح ہو رہا ہے کہ مرتد کی سزا قتل نہ تھی کیونکہ اگر اس کی سزا قتل ہوتی تو یہ بیان نہ ہوتا کہ ایسا مرتد آخر کار کفر کی حالت میں مر جائے۔

پھر ایک جگہ فرمایا: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (المائدۃ:55) اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم میں سے جو اپنے دین سے مرتد ہو جائے تو ضرور اللہ اس کے بدلے ایک ایسی قوم لے آئے گا جس سے وہ محبت کرتا ہو اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں۔ مومنوں پر وہ بہت مہربان ہوں گے اور کافروں پر بہت سخت۔ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا کوئی خوف نہ رکھتے ہوں

گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ اس کو جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بہت وسعت عطا کرنے والا اور دائمی علم رکھنے والا ہے۔ اس جگہ بھی مرتد ہونے والوں کا ذکر فرماتے ہوئے مومنوں کو یہ خوش خبری تو دی گئی کہ ایسے لوگوں کے بدلے میں اللہ تعالیٰ قوموں کی قومیں عطا فرمائے گا لیکن کہیں یہ ذکر نہیں فرمایا کہ مرتد ہونے والوں کو قتل کر دو یا فلاں فلاں سزا دو۔

پھر ایک اَور آیت جو کہ ہر قسم کے شکوک و شبہات اور سوالات کو ختم کر دینے والی ہے وہ سورة النساء کی یہ آیت ہے۔ فرمایا: اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ثُمَّ کَفَرُوۡا ثُمَّ اٰمَنُوۡا ثُمَّ کَفَرُوۡا ثُمَّ ازۡدَادُوۡا کُفۡرًا لَّمۡ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغۡفِرَ لَہُمۡ وَ لَا لِیَہۡدِیَہُمۡ سَبِیۡلًا (النساء:138) یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے پھر انکار کر دیا۔ پھر ایمان لائے پھر انکار کر دیا۔ پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے۔ اللہ ایسا نہیں کہ انہیں معاف کر دے اور انہیں راستہ کی ہدایت دے۔

پس بڑی واضح نفی ہے اس میں کہ مرتد کی سزا قتل نہیں ہے اور یہی تشریح ہمارے لٹریچر میں بھی کی جاتی ہے اور مفسرین نے بھی اس کی وضاحت کی ہے۔ حضرت خلیفة المسیح الرابعؒ نے اس کی تھوڑی سی وضاحت اپنے ترجمة القرآن میں اس طرح فرمائی ہے کہ ”یہ آیت اس عقیدہ کی نفی کرتی ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہے۔ چنانچہ فرمایا اگر کوئی مرتد ہو جائے، پھر ایمان لے آئے، پھر مرتد ہو جائے، پھر ایمان لے آئے تو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے اور اگر کفر کی حالت میں مرے گا تو لازمی طور پر جہنمی ہو گا۔ اگر مرتد کی سزا قتل ہوتی تو اس کے بار بار ایمان لانے اور کفر کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔“[438]

اس کے علاوہ قرآن کریم میں کچھ اَور آیات ہیں جو اصولی طور پر قتل مرتد کی نفی کرنے والی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَ قُلِ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکُمۡ فَمَنۡ شَآءَ فَلۡیُؤۡمِنۡ وَّ مَنۡ شَآءَ فَلۡیَکۡفُرۡ اِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا لِلظّٰلِمِیۡنَ نَارًا اَحَاطَ بِہِمۡ سُرَادِقُہَا وَ اِنۡ یَّسۡتَغِیۡثُوۡا یُغَاثُوۡا بِمَآءٍ کَالۡمُہۡلِ یَشۡوِی الۡوُجُوۡہَ بِئۡسَ الشَّرَابُ وَ سَآءَتۡ مُرۡتَفَقًا (الکہف:30) اور کہہ دے کہ حق وہی ہے جو تمہارے رب کی طرف سے ہو۔ پس جو چاہے وہ ایمان لے آئے اور جو چاہے سو انکار کر دے۔ یقیناً ہم نے ظالموں کے لیے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیرے میں لے لیں گی اور اگر وہ پانی مانگیں گے تو انہیں ایسا پانی دیا جائے گا جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو گا جو اُن کے چہروں کو جھلس دے گا۔ بہت ہی بُرا مشروب ہے اور بہت ہی بُری آرام گاہ ہے۔

دین میں کسی قسم کے جبر کی نفی کرتے ہوئے فرمایا:

لَاۤ اِکۡرَاہَ فِی الدِّیۡنِ ۟ۙ قَدۡ تَّبَیَّنَ الرُّشۡدُ مِنَ الۡغَیِّ ۚ فَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بِالطَّاغُوۡتِ وَ یُؤۡمِنۡۢ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسۡتَمۡسَکَ بِالۡعُرۡوَۃِ الۡوُثۡقٰی ٭ لَا انۡفِصَامَ لَہَا ؕ وَ اللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ (البقرة:257)

دین میں کوئی جبر نہیں۔ یقیناً ہدایت گمراہی سے کھل کر نمایاں ہو چکی۔ پس جو کوئی شیطان کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو یقیناً اس نے ایک ایسے مضبوط کڑے کو پکڑ لیا جس کا ٹوٹنا ممکن نہیں۔ اور

اللہ بہت سننے والا اور دائمی علم رکھنے والا ہے۔ قرآنِ کریم کی کچھ آیات بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں جن میں دین کے نام پر کسی بھی قسم کی سختی، جبر اور سزا کی نفی کی گئی ہے اور

مرتد ہونے والوں کا ذکر کر کے کسی بھی قسم کی سزا کا ذکر نہ کرنا ہماری راہنمائی کرتا ہے کہ مرتد ہونے والے کے لیے شریعتِ اسلامی کوئی جسمانی اور دنیاوی سزا مقرر نہیں کرتی۔

اسی قرآنی تعلیم اور نظریہ کی مزید تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ قرآن کریم میں جگہ جگہ منافقین کا ذکر موجود ہے اور منافقین کی برائیاں اس قدر زور سے بیان کی گئی ہیں کہ کفار کی برائیوں کا بھی اس طرح ذکر نہیں۔ ان لوگوں کو فاسق بھی کہا گیا ہے۔ ان کو کافر بھی کہا گیا ہے۔ ان کے بارے میں اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کرنے کا ذکر کیا گیا ہے لیکن ایسے کسی بھی منافق کے لیے نہ تو کسی قسم کی سزا کا ذکر کیا گیا ہے اور تاریخِ اسلام گواہ ہے کہ نہ ہی کسی منافق کو ان کے نفاق کی بنا پر کوئی سزا دی گئی۔ چنانچہ منافقین کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے: قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ وَ مَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّاۤ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ بِرَسُوْلِهٖ وَ لَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَ هُمْ كُسَالٰى وَ لَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَ هُمْ كٰرِهُوْنَ (التوبۃ:53-54) تُو کہہ دے کہ خواہ تم خوشی سے خرچ کرو خواہ کراہت کے ساتھ ہرگز تم سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ یقیناً تم ایک بدکردار قوم ہو۔ اور انہیں کسی چیز نے اس بات سے محروم نہیں کیا کہ ان سے ان کے اموال قبول کیے جائیں سوائے اس کے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کا انکار کر بیٹھے تھے نیز یہ کہ وہ نماز کے قریب نہیں آتے تھے مگر سخت سستی کی حالت میں۔ اور خرچ بھی نہیں کرتے تھے مگر ایسی حالت میں کہ وہ سخت کراہت محسوس کرتے تھے۔

اس آیت کریمہ میں منافقین کو فاسق قرار دیا اور اللہ اور اس کے رسول کا کفر کرنے والا قرار دیا۔

پھر ان کے کفر کی شدت کا ذکر مزید اس آیت میں بیان کیا کہ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا وَ لَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَ هَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا وَ مَا نَقَمُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ وَ اِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ مَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ (التوبۃ:74) وہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انہوں نے نہیں کہا حالانکہ وہ یقیناً کفر کا کلمہ کہہ چکے ہیں جبکہ وہ اسلام لانے کے بعد کافر ہو گئے۔ اور وہ ایسے پختہ ارادے رکھتے تھے جنہیں وہ پا نہیں سکے۔ اور انہوں نے مومنوں سے پرخاش نہ رکھی مگر صرف اس وجہ سے کہ اللہ اور اس کے رسول نے ان کو اپنے فضل سے مالا مال کر دیا۔ پس اگر وہ توبہ کر لیں تو ان کے لیے بہتر ہو گا۔ ہاں اگر وہ پھر جائیں تو اللہ انہیں دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب دے گا اور ان کے لیے ساری زمین میں نہ کوئی دوست ہو گا اور نہ مددگار۔

اسی طرح سورۂ توبہ میں آیت 66 میں فرمایا۔ تم ایمان لانے کے بعد کافر بن گئے ہو لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ کوئی عذر پیش نہ کرو۔ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ کوئی عذر پیش نہ کرو یقیناً تم اپنے ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو۔

اسی طرح منافقین کے متعلق پوری سورۃ المنافقین نازل ہوئی۔ اس میں فرمایا اِتَّخَذُوْٓا اَیْمَانَھُمْ جُنَّۃً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اِنَّھُمْ سَآءَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ فَھُمْ لَا یَفْقَھُوْنَ(المنافقون: 3-4) انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے۔ پس وہ اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔ یقیناً بہت بُرا ہے جو وہ عمل کرتے ہیں۔ یہ اس لیے ہے کہ وہ ایمان لائے پھر انکار کر دیا تو ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی پس وہ سمجھ نہیں رہے۔ یہاں بھی ان لوگوں کے ایمان لانے اور اس کے بعد پھر کفر اختیار کرنے کا ذکر کیا ہے لیکن کسی قسم کی کوئی سزا مقرر نہیں کی گئی اور نہ ہی دی گئی۔

غرض اسی طرح کی بہت سی آیات ہیں جن میں ایسے لوگوں کا ذکر ہے کہ جو ایمان لاتے ہیں اور پھر اعلانیہ یا عملی طور پر کفر اختیار کرتے ہیں۔ ان لوگوں کو فاسق اور کافر اور مرتد تو کہا گیا ہے لیکن ان کے لیے قتل وغیرہ کی کوئی سزا مقرر نہیں کی۔ آنحضرت ﷺ مرتد کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ قرآن کریم کے بعد اب اس بارے میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ جس مبارک وجود پر قرآن کریم اتارا گیا، جو کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْآنَ کا مصداق وجود تھا، جس نے اپنے عمل سے قرآن کریم کے احکامات نافذ کرتے ہوئے اپنا نمونہ اور اسوہ پیش کیا اس مبارک ہستی نے مرتد کے حوالے سے کیا فرمایا۔ صحیح بخاری میں درج ذیل واقعہ اس امر کا فیصلہ کر دیتا ہے کہ مرتد کے لیے محض ارتداد کے جرم میں کوئی شرعی حد مقرر نہ تھی۔ اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نبی ﷺ کے پاس آیا اور اسلام قبول کرتے ہوئے آپؐ سے بیعت کی۔ اگلے روز اعرابی کو مدینہ میں بخار ہو گیا وہ آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میری بیعت مجھے واپس دے دیں۔ پھر وہ دوبارہ آیا اور کہنے لگا کہ میری بیعت مجھے واپس دے دیں۔ آپؐ نے تین مرتبہ انکار فرمایا۔ اس کا جواب نہیں دیا۔ پھر وہ اعرابی مدینہ سے چلا گیا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ ایک بھٹی کی طرح ہے وہ میل کو نکال دیتا ہے اور اصل پاکیزہ چیز کو خالص کر دیتا ہے۔[439]

حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ نے اپنی تصنیف ''قتل مرتد اور اسلام'' (یہ ان کی ایک کتاب تھی۔ یہ کتاب جو تھی یہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی نگرانی میں تیار کی گئی تھی اس) میں یہ حدیث درج کی ہے اور اس کے بعد لکھتے ہیں کہ اس شخص کا آنحضرت ﷺ کے پاس بار بار آنا بھی ظاہر کرتا ہے کہ مرتد کے لیے قتل کی سزا مقرر نہ تھی ورنہ کبھی آنحضرت ﷺ کے پاس نہ آتا بلکہ کوشش کرتا کہ بلا اطلاع چپکے سے نکل جائے اور کسی پر ظاہر نہ کرتا کہ وہ ارتداد اختیار کرنا چاہتا ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ ہمیں بتایا جاتا ہے کہ مرتد کی سزا قتل ارتداد کو روکنے کے لیے شریعت اسلام میں مقرر کی گئی ہے اور اس کی غرض و غایت یہ ہے کہ لوگوں کو اسلام پر رہنے کے لیے مجبور کیا جائے۔ اگر یہ بات سچ ہے تو آنحضرت ﷺ نے کیوں اس شخص کو متنبہ نہ کیا جو بار بار آپؐ کے پاس آ رہا تھا اور کیوں یہ نہ کہہ دیا کہ یاد رکھو کہ اسلام میں ارتداد کی سزا قتل ہے۔ اگر تم ارتداد اختیار کرو گے تو تمہیں قتل کیا جائے گا اور جبکہ وہ بار بار ارتداد

کا ارادہ ظاہر کرتا تھا اور خوف تھا کہ وہ مرتد ہو کر چلا جائے گا۔ پھر ایسی صورت میں کیوں اس پر پہرہ مقرر نہ کیا گیا تا کہ اگر وہ مرتد ہو کر جانے لگے تو اس کو پکڑ لیا جاوے اور اس پر شرعی حد جاری کی جاوے۔ کیوں صحابہ نے اس کو یہ نہ کہا کہ میاں اگر جان کی خیر چاہتے ہو تو ارتداد کا نام نہ لو کیونکہ اس شہر میں تو یہ قاعدہ جاری ہے کہ جو شخص اسلام لا کر پھر ارتداد اختیار کرتا ہے اس کو فوراً قتل کر دیا جاتا ہے۔

پس اس اعرابی کا بار بار ارتداد کا اظہار کرنا اور اس کا آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے پاس بار بار جانا اور آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا اس کو ارتداد کے نتیجہ سے متنبہ نہ کرنا اور نہ صحابہ کو اس کے قتل کا حکم سنانا اور آخر کار اس کا بغیر کسی قسم کے تعرض کے مدینہ سے نکل جانا یہ سب امور صاف طور پر اس امر کے شاہد بین ہیں کہ اسلام میں مرتد کے لیے کوئی شرعی حد مقرر نہ تھی۔ پھر آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا اس کے نکل جانے پر ایک طرح کی خوشی کا اظہار کرنا اور فرمانا کہ مدینہ ایک بھٹی کی طرح ہے جو میل کچیل کو پاکیزہ جوہر سے جدا کر دیتا ہے صاف ظاہر کرتا ہے کہ آپؐ اس اصول کے مخالف تھے کہ کسی کو جبر سے اسلام پر رکھا جاوے اور لوگوں کو جبری ذرائع اختیار کر کے ارتداد سے روکا جائے بلکہ اگر ناپاک انسان مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہو جاتا تو آپؐ اس پر ناخوش نہیں ہوتے تھے اور آپ یہ کوشش نہیں فرماتے تھے کہ اس کو اس کی مرضی کے خلاف جبراً اسلام میں رکھا جائے بلکہ ایسے شخص کا چلا جانا آپؐ کے نزدیک گویا خس کم جہاں پاک کے مصداق تھا۔ اگر آپؐ کا یہ اصول ہوتا کہ جو شخص ایک دفعہ اسلام میں داخل ہو جائے اس کو ہر ممکن ذریعہ سے اسلام میں رہنے کے لیے مجبور کیا جائے اور اگر وہ کسی طرح بھی نہ مانے تو اس کو قتل کیا جائے تا اس کی مثال دوسروں کے لیے عبرت ہو تو چاہیے تھا کہ آپ اس اعرابی کے جانے پر خفا ہوتے اور صحابہ کو ڈانٹتے کہ تم نے اس کو کیوں جانے دیا؟ کیوں اس کو پکڑ کر قتل کی دھمکی نہ دی اور چاہیے تھا کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم صحابہ کو حکم دیتے کہ دوڑو اور جہاں ہو اس خبیث کو پکڑ لاؤ تا اس کو قتل کی سزا دی جائے مگر آپؐ نے ایسا نہ کیا بلکہ دوسرے الفاظ میں یہ فرمایا کہ اچھا ہوا وہ چلا گیا۔ وہ اس قابل نہ تھا کہ مسلمانوں میں رہے۔ خدا تعالیٰ نے خود اس کو اپنے ہاتھ سے ہم سے جدا کر دیا۔ غرض اس اعرابی کی مثال ایک قطعی اور یقینی ثبوت اس امر کا ہے کہ مرتد کے لیے کوئی شرعی سزا مقرر نہ تھی اور مسلمانوں میں قطعاً یہ طریق جاری نہ تھا کہ وہ ہر ایک مرتد کو محض اس کے ارتداد کی وجہ سے قتل کر دیتے۔[440]

دوسرا ثبوت اس امر کا کہ مرتد کے لیے کوئی شرعی حد مقرر نہ تھی وہ شرائط ہیں جن کے ساتھ آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے مقام حدیبیہ میں مشرکین مکہ کے ساتھ صلح کی۔ صلح حدیبیہ کی حدیث میں لکھا ہے جو براء بن عازب سے روایت ہے کہ نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے حدیبیہ کے دن مشرکین کے ساتھ تین باتوں پر صلح کی۔ پہلی شرط یہ تھی کہ اگر مشرکین میں سے کوئی شخص مسلمان ہو کر آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے پاس جائے تو آپ اس کو مشرکین کی طرف واپس کر دیں گے۔ دوسری شرط یہ تھی کہ اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص مرتد ہو کر مشرکین کی طرف چلا جائے تو مشرکین اس کو آپ کی طرف واپس نہیں کریں گے۔[441]

اس صلح نامہ کی دوسری شرط سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ مرتد کے لیے کوئی شرعی حد مقرر نہ تھی کیونکہ اگر ارتداد کے لیے شریعت اسلام میں یہ سزا مقرر ہوتی کہ اس کو قتل کیا جائے تو شرعی حد کے معاملہ میں بھی کبھی آپؐ مشرکین کی بات قبول نہ فرماتے۔ اس کے علاوہ بھی ایسے کئی واقعات ہیں جن سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے عہدِ مبارک میں چند لوگوں نے دین اسلام سے ارتداد اختیار کیا لیکن محض ارتداد کی وجہ سے ان سے کوئی تعارض نہ کیا گیا تاوقتیکہ انہوں نے محاربت اور بغاوت جیسے افعالِ شنیعہ کا ارتکاب نہ کیا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے قرآن مجید کی ایک اَور آیت سے بھی اس مسئلے کو یوں واضح فرمایا ہے کہ ”وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ“ فرمایا کہ ”اس میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ تلوار کی بجائے تبلیغ سے کام لینا ہی ایک دیرینہ اصول ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اسی اصول کو اختیار کیا تھا۔ اور ان کے زمانہ کے لوگوں کو بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے یہی ارشاد ہوا تھا کہ ہمارے اس رسول کا کام صرف بات پہنچا دینا ہے تلوار سے منوانا نہیں اور یہی سارے قرآن کا خلاصہ ہے کہ دلیل کے ساتھ بات منوانا مذہبی لوگوں کا کام ہوتا ہے۔

جبر سے منوانا مذہبی لوگوں کا کام نہیں۔ مگر افسوس ہے کہ اب تک دنیا اس مسئلہ کو نہیں سمجھی بلکہ خود مسلمانوں میں بھی قتل مرتد کو جائز سمجھا جاتا ہے۔“ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ”حالانکہ کسی کا عقیدہ جھوٹ ہو یا سچ، عقیدہ رکھنے والا اسے بہر حال ویسا ہی سچا سمجھتا ہے جیسے ایک مسلمان اپنے مذہب کو سچا سمجھتا ہے۔ عیسائیت جھوٹی سہی مگر سوال تو یہ ہے کہ دنیا کا اکثر عیسائی عیسائیت کو کیا سمجھتا ہے۔ وہ یقیناً اسے سچا سمجھتا ہے۔ ہندو مذہب جھوٹا ہے لیکن سوال تو یہ ہے کہ دنیا کا اکثر ہندو اپنے مذہب کو کیا سمجھتا ہے۔ وہ یقیناً اسے سچا سمجھتا ہے۔ یہودی مذہب یقیناً اس وقت سچا نہیں۔ لیکن سوال تو یہ ہے کہ یہودیوں کا اکثر حصہ یہودیت کو کیا سمجھتا ہے۔ وہ یقیناً اسے سچا سمجھتا ہے۔ پس اگر اِس بات پر کسی کو قتل کرنا جائز ہے کہ میں سمجھتا ہوں میرا مذہب سچا ہے دوسرے کا نہیں۔“ صرف یہی بات اگر ہے ”تو پھر ایک عیسائی کو یہ کیوں حق حاصل نہیں کہ وہ جس مسلمان کو چاہے قتل کر دے۔ ایک ہندو کو کیوں حق حاصل نہیں کہ وہ جبراً دوسروں کو ہندو بنا لے یا انہیں مار ڈالے۔ چین میں کنفیوشس مذہب کے پیروؤں کو یہ کیوں حق نہیں کہ وہ زبردستی لوگوں کو اپنے مذہب میں شامل کر لیں۔ فلپائن میں جہاں اب بھی پندرہ بیس ہزار مسلمان ہے۔“ اس زمانے میں جب آپؓ نے بیان فرمایا۔ اب تو زیادہ ہیں۔ ”عیسائیوں کو کیوں حق حاصل نہیں کہ وہ مسلمانوں کو جبراً عیسائی بنا لیں۔ امریکہ کو کیوں حق حاصل نہیں کہ وہ جبراً ان مسلمانوں کو جو اس کے ملک میں رہتے ہیں عیسائی بنا لے۔ روس کو کیوں حق حاصل نہیں کہ وہ جبراً سب کو عیسائی بنا لے یا جبراً سب کو کمیونسٹ بنا لے۔ اگر مسلمان دوسروں کو جبراً اپنے عقیدہ پر لا سکتے ہیں تو ویسا ہی حق عقلاً دوسروں کو بھی حاصل ہے لیکن کیا اس حق کو جاری کر کے دنیا میں کبھی امن قائم رہ سکتا ہے۔

کیا اس حق کو جاری کر کے تم اپنے بیٹے کو بھی کہہ سکتے ہو کہ یہ مسئلہ ٹھیک ہے یا بیوی کو بھی کہہ سکتے

ہو کہ یہ مسئلہ ٹھیک ہے کہ عیسائیوں کا حق ہے کہ وہ مسلمانوں کو زبردستی عیسائی بنالیں۔ مسلمانوں کا حق ہے کہ وہ عیسائیوں کو زبردستی مسلمان بنالیں۔ ایران والوں کا حق ہے کہ وہ سب حنفیوں کو زبردستی شیعہ بنالیں اور حنفیوں کا حق ہے کہ وہ سب کو زبردستی سنّی بنالیں۔ غرض یہ ایسی عقل کے خلاف بات ہے کہ کوئی انسان اس کو ایک منٹ کے لیے بھی تسلیم نہیں کر سکتا۔ گذشتہ انبیاء کی قوموں نے جب بھی خدائی ہدایت کو ماننے سے انکار کیا تو خدا تعالیٰ نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے یہی فرمایا کہ اَنُلۡزِمُكُمُوۡهَا وَ اَنۡتُمۡ لَهَا كٰرِهُوۡنَ (ہود:29) یعنی اگر تم خود ہدایت لینا پسند نہیں کرتے تو ہم جبراً تمہیں ہدایت نہیں دے سکتے لیکن افسوس کہ موجودہ زمانے میں مسلمانوں میں اس اصل کا انکار کرنے والے لوگ بھی موجود ہیں'' اور اس وقت ہم دیکھتے ہیں کہ اکثریت مسلمانوں کی یہی کہتی ہے۔ ''اگر دنیا اس مسئلہ کو سمجھ جائے تو یقیناً ظلم اور تعدی مذہبی اور سیاسی امور میں بند ہو جائے۔ نہ لوگ اپنے عقیدے لوگوں پر جبراً ٹھونسیں اور نہ اپنے سیاسی نظام دوسرے ملکوں میں جبراً جاری کرنے کی کوشش کریں۔''[442]

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ''میں نہیں جانتا کہ ہمارے مخالفوں نے کہاں سے اور کس سے سن لیا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ خدا تو قرآن شریف میں فرماتا ہے لَاۤ اِكۡرَاهَ فِى الدِّيۡنِ یعنی دینِ اسلام میں جبر نہیں۔ تو پھر کس نے جبر کا حکم دیا اور جبر کے کونسے سامان تھے۔ اور کیا وہ لوگ جو جبر سے مسلمان کئے جاتے ہیں ان کا یہی صدق اور یہی ایمان ہوتا ہے کہ بغیر کسی تنخواہ پانے، باوجود دو تین سو آدمی ہونے کے ہزاروں آدمیوں کا مقابلہ کریں۔ اور جب ہزار تک پہنچ جائیں تو کئی لاکھ دشمنوں کو شکست دے دیں اور دین کو دشمن کے حملہ سے بچانے کے لئے بھیڑوں بکریوں کی طرح سر کٹا دیں اور اسلام کی سچائی پر اپنے خون سے مہریں کر دیں۔ اور خدا کی توحید کے پھیلانے کے لئے ایسے عاشق ہوں کہ درویشانہ طور پر سختی اٹھا کر افریقہ کے ریگستان تک پہنچیں اور اس ملک میں اسلام کو پھیلا دیں۔ اور پھر ہر یک قسم کی صعوبت اٹھا کر چین تک پہنچیں نہ جنگ کے طور پر بلکہ محض درویشانہ طور پر اور اس ملک میں پہنچ کر دعوتِ اسلام کریں جس کا نتیجہ یہ ہو کہ ان کے بابرکت وعظ سے کئی کروڑ مسلمان اس زمین میں پیدا ہو جائیں۔ اور پھر ٹاٹ پوش درویشوں کے رنگ میں ہندوستان میں آئیں اور بہت سے حصہ آریہ ورت کو اسلام سے مشرف کر دیں اور یورپ کی حدود تک لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی آواز پہنچا دیں۔ تم ایماناً کہو کہ کیا یہ کام ان لوگوں کا ہے جو جبراً مسلمان کئے جاتے ہیں جن کا دل کافر اور زبان مومن ہوتی ہے؟ نہیں بلکہ یہ ان لوگوں کے کام ہیں جن کے دل نورِ ایمان سے بھر جاتے ہیں اور جن کے دلوں میں خدا ہی خدا ہوتا ہے۔''[443]

حضرت ابو بکرؓ نے مرتدین کو کیوں قتل کیا

ان آیاتِ قرآنیہ اور ارشادات کی روشنی میں یہ تو ثابت ہو گیا کہ مرتد کی سزا قتل نہیں ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر مرتد کی سزا قتل نہیں تو حضرت ابو بکرؓ نے مرتدین کو کیوں قتل کیا اور قتل

کرنے کا حکم دیا؟ حقیقت یہ ہے کہ تاریخ کا مطالعہ کرنے سے بڑی آسانی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ **حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں مرتد ہونے والے صرف مرتد ہی نہیں تھے بلکہ وہ باغی تھے** اور خونخوار ارادوں کے حامل باغی تھے جنہوں نے نہ صرف یہ کہ ریاستِ مدینہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کو قتل کرنے کے بھیانک منصوبے بنائے بلکہ مختلف علاقوں میں مسلمانوں کو پکڑ پکڑ کر بڑی بے رحمی سے قتل کیا۔ ان کے اعضاء کاٹ کر ان کو مارا گیا۔ انہیں زندہ آگ میں جلایا گیا۔ یہ مرتدین ظلم و ستم اور قتل و غارت اور بغاوت اور لوٹ مار جیسے بھیانک جرائم کا ارتکاب کرنے والے لوگ تھے جس کی وجہ سے دفاعی اور انتقامی کارروائی کے طور پر ان محارب لوگوں سے جنگ کی گئی اور جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا کے تحت ان کو بھی ویسی ہی سزائیں دے کر قتل کرنے کے احکامات صادر کیے گئے جیسے جرائم کے وہ مرتکب ہوئے تھے۔ چنانچہ تاریخ اور سیرت کی کتابوں سے کچھ تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

تاریخ خمیس میں لکھا ہے کہ خَارِجہ بن حِصْن جو مرتدین میں سے تھا اپنی قوم کے کچھ سوار لے کر مدینہ کی طرف بڑھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اہلِ مدینہ کو جنگ کے لیے نکلنے سے قبل ہی روک دے یا انہیں غفلت میں پا کر حملہ کر دے۔ چنانچہ اس نے حضرت ابو بکرؓ اور آپؓ کے ساتھ کے مسلمانوں پر اس وقت چھاپہ مارا جبکہ وہ لوگ بے خبر تھے۔[444]

مرتدین نے نہ صرف مدینہ پر حملہ کیا بلکہ جب حضرت ابو بکرؓ نے انہیں شکست دی تو انہوں نے صادق الایمان مسلمانوں کو بھی تہ تیغ کر دیا جو اُن قوموں میں بستے تھے جیسا کہ گذشتہ خطبہ میں اس کا مَیں ذکر کچھ کر چکا ہوں اور جو باوجود اپنی قوم کے مرتد ہو جانے کے اسلام پر قائم رہے تھے۔

چنانچہ علامہ طبری لکھتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکرؓ نے مختلف حملہ آور قبائل کو شکست دی تو بنو ذُبیان اور عَبْس اُن مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے جو اُن میں رہتے تھے اور اُن کو ہر ایک طریق سے قتل کیا اور ان کے بعد دیگر اقوام نے بھی انہی کی طرح کیا یعنی انہوں نے بھی ایسے لوگوں کو قتل کر دیا جو اسلام پر قائم رہے۔[445]

علامہ ابنِ اثیر* لکھتے ہیں کہ عَبْس اور بنو ذُبیان قبائل نے اپنے ہاں کے نہتے مسلمانوں کو بری طرح قتل کرنا شروع کر دیا اور ان کی دیکھا دیکھی دوسرے قبائل نے بھی ایسا ہی کیا۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے قسم کھائی کہ وہ ہر قبیلے کے ان لوگوں کو ضرور قتل کریں گے جنہوں نے مسلمانوں کو قتل کیا ہے۔[446]

جیسا کہ بیان کیا گیا تھا کہ آنحضرت ﷺ کی وفات پر جن قبائل نے ارتداد اختیار کیا ان کا ارتداد مذہبی اختلاف تک محدود نہ تھا بلکہ انہوں نے سلطنت اسلامی سے بغاوت اختیار کی تھی۔ تلوار کو اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔ مدینہ منورہ پر حملہ کیا۔ اپنی اپنی قوموں کے مسلمانوں کو قتل کیا۔ آگ میں ڈالا اور ان کا مثلہ کیا۔ جیسا کہ **تاریخ طبری میں** حضرت خالد بن ولیدؓ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب اسد اور غَطَفَان اور ہَوَازِن اور سُلَیم اور طَیء کو شکست ہوئی تو خالد رضی اللہ عنہ نے ان سے معافی قبول نہ کی

*علامہ ابن کثیر

سوائے اس کے کہ وہ آپ کے پاس ان لوگوں کو لے کر آئیں جنہوں نے مرتد ہونے کی حالت میں مسلمانوں کو آگ میں ڈال کر جلایا اور ان کا مُثلہ کیا اور ان پر مظالم برپا کیے۔[447]

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ جزیرۂ عرب کے یہ مرتد قبائل مدینہ کا قصد کرتے ہوئے نکلے تاکہ حضرت ابو بکرؓ اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ کریں۔[448]

تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے عَبْس اور ذُبْیَان نے حملہ کیا۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ کو حضرت اسامہؓ کی واپسی سے قبل ان سے لڑائی کرنی پڑی۔[449]

علامہ ابنِ خلدون لکھتے ہیں کہ ربیعہ قبیلہ نے ارتداد اختیار کر لیا اور انہوں نے مُنْذِر بن نعمان کو کھڑا کیا جس کا نام مغرور پڑا ہوا تھا۔ انہوں نے اسے بادشاہ بنا دیا۔[450]

علامہ عینی جو صحیح بخاری کے شارح ہیں وہ لکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے والوں سے صرف اس لیے قتال کیا کیونکہ انہوں نے تلوار کے ذریعہ سے زکوٰۃ روکی اور امت مسلمہ کے خلاف جنگ برپا کی۔[451]

علامہ شوکانی بیان کرتے ہیں کہ امام خطابی نے نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد ارتداد اختیار کرنے والوں اور زکوٰۃ وغیرہ کی ادائیگی سے انکار کرنے والوں کے بارے میں مختلف امور تحریر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ لوگ درحقیقت باغی ہی تھے اور ان کو مرتد صرف اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ یہ لوگ مرتدین کی جماعتوں میں داخل ہو گئے تھے۔[452]

ایک مصنف نے بار بار اپنی کتاب میں **ارتداد اختیار کرنے والوں کے لیے بغاوت اور باغی** وغیرہ کے الفاظ لکھے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات کی خبر سارے عرب میں پھیل گئی اور ہر طرف بغاوت کے شعلے بھڑکنے لگے تو ان شعلوں کی زد میں سب سے زیادہ یمن کا علاقہ تھا۔ اگرچہ آگ کا بھڑکانے والا شخص عَنْسِی قتل ہو چکا تھا۔ بنو حنیفہ میں مسیلمہ اور بنو اسد میں طُلَیحہ نے نبوت کا دعویٰ کر کے ہزاروں لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لیا اور لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ اسد اور غطفان کے حلیف قبیلوں کا نبی ہمیں قریش کے نبی سے زیادہ محبوب ہے کیونکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وفات پا چکے ہیں اور طُلَیحہ زندہ ہے جب ان بغاوتوں کی خبر حضرت ابو بکرؓ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ ہمیں اس وقت تک انتظار کرنا چاہیے جب تک ان علاقوں کے عُمّال اور امراء کی طرف سے تمام واقعات کی مکمل رپورٹیں موصول نہ ہو جائیں۔ زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ امراء کی طرف سے رپورٹیں پہنچنے لگیں۔ ان رپورٹوں سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ باغیوں کے ہاتھوں نہ صرف سلطنت کا امن خطرے میں تھا بلکہ ان لوگوں کی جانوں کو بھی سخت خطرہ تھا جنہوں نے ارتداد کی رو میں باغیوں کا ساتھ نہیں دیا تھا اور اسلام پر قائم رہے تھے۔ اس صورت حال میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے لیے پوری قوت سے بغاوتوں کا مقابلہ کرنا اور باغیوں کو ہر قیمت پر زیر کر کے صورت حال کو قابو میں لانے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔[453]

ایک مصنف لکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کے پیش نظر ان مرتدین کی سرکوبی تھی جو عرب کے مختلف خطّوں میں بغاوت کے شعلوں کو ہوا دے رہے تھے اور ان کے ہاتھوں شمع اسلام اور ان کے پروانوں کو سخت خطرہ لاحق تھا۔[454]

پھر ایک مصنف لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وفات کے بعد بہت سے سردارانِ عرب مرتد ہو گئے اور ہر ایک اپنے اپنے علاقے میں خود مختار ہو گیا۔ محققین کے مطابق یہ ارتداد زیادہ تر سیاسی تھا۔ دینی ارتداد بہت ہی کم تھا۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اس دنیوی زندگی کے آخری ایام میں عرب کے کچھ قبائل کے لیڈروں نے اپنی بغاوت کی سیاسی تحریک کو مذہبی رنگ دینے کے لیے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔[455]

ان تاریخی حوالوں کا خلاصہ یہی ہے کہ مرتد ہونے والے قبائل نے اموالِ زکوٰۃ روک لیے تھے یعنی حکومت کا ٹیکس جبراً روک لیا تھا۔ بعض جگہ سے اموالِ زکوٰۃ کو لوٹ لیا تھا۔ فوجیں تیار کیں۔ دارالخلافہ مدینہ پر حملے کیے۔ جن مسلمانوں نے ارتداد سے انکار کیا ان کو قتل کر دیا۔

بعض کو زندہ آگ میں جلا دیا۔ لہٰذا ایسے مرتدین حکومت کے خلاف مسلح بغاوت، حکومت کے اموال کو لوٹنے اور مسلمانوں کو قتل کرنے اور انہیں زندہ جلا دینے کی بنا پر قتل کی سزا کے مستحق ہو چکے تھے۔ جیسا کہ قرآن پاک فرماتا ہے جَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثۡلُھَا (الشوریٰ:41) کہ مجرم جیسا کہ جرم کرے اس کو ویسی ہی سزا دو۔ ایک اور جگہ فرمایا اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیۡنَ یُحَارِبُوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ وَ یَسۡعَوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ فَسَادًا اَنۡ یُّقَتَّلُوۡۤا اَوۡ یُصَلَّبُوۡۤا اَوۡ تُقَطَّعَ اَیۡدِیۡھِمۡ وَ اَرۡجُلُھُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ اَوۡ یُنۡفَوۡا مِنَ الۡاَرۡضِ (المائدۃ:34) کہ جو لوگ اللہ اور رسول سے جنگ کریں یعنی جس سے مراد یہ ہے کہ جو لوگ رسول اور خلیفۃ الرسول یا اسلامی حکومت کے ساتھ جنگ کریں کیونکہ اللہ کے ساتھ لڑائی نہیں ہو سکتی۔ اللہ کو نہ تھپڑ مارا جا سکتا ہے نہ پتھر نہ تیر نہ تلوار۔ اس لیے ان سے جنگ کرنے سے مراد ہے۔ وَ یَسۡعَوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ فَسَادًا میں اس بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ اور رسول سے جنگ سے کیا مراد ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو لوگ اللہ اور رسول سے جنگ کرتے ہیں یعنی ملک میں فساد کرتے ہیں۔ قتل و غارت، ڈاکہ زنی، لُوٹ مار، مسلح بغاوت کرتے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ یُّقَتَّلُوۡۤا اَوۡ یُصَلَّبُوۡۤا انہیں سختی سے قتل کیا جائے یا صلیب پر مار دیا جائے۔[456]

مرتدین کو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے سزا ان کے ارتداد کی وجہ سے نہیں دی تھی بلکہ بغاوت اور جنگ کی وجہ سے ان کو جواب دیا گیا تھا۔ اس بارے میں زمانے کے حکم و عدل حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی حضرت ابو بکر صدیقؓ کے **عہدِ خلافت میں اس ارتداد کو سرکشی اور بغاوت سے تعبیر کیا ہے۔**

چنانچہ اس کا ذکر کرتے ہوئے کہ حضرت ابو بکرؓ کی جرأت اور دلیری کتنی تھی آپؑ فرماتے ہیں کہ ”اہل تحقیق سے یہ امر مخفی نہیں کہ آپ کی خلافت کا وقت خوف اور مصائب کا وقت تھا۔ چنانچہ جب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو اسلام اور مسلمانوں پر مصائب ٹوٹ پڑے۔ بہت سے منافق مرتد ہو گئے اور مرتدوں کی زبانیں دراز ہو گئیں اور افترا پردازوں کے ایک گروہ نے دعویٰ نبوت کر دیا اور اکثر بادیہ نشین ان کے گرد جمع ہو گئے یہاں تک کہ مسیلمہ کذاب کے ساتھ ایک لاکھ کے قریب جاہل اور بدکردار آدمی مل گئے اور فتنے بھڑک اٹھے اور مصائب بڑھ گئے۔ اور آفات نے دور و نزدیک کا احاطہ کر لیا۔ اور مومنوں پر ایک شدید زلزلہ طاری ہو گیا۔ اس وقت تمام لوگ آزمائے گئے اور خوفناک اور حواس باختہ کرنے والے حالات نمودار ہو گئے اور مومن ایسے لاچار تھے کہ گویا ان کے دلوں میں آگ کے انگارے دہکائے گئے ہوں یا وہ چھری سے ذبح کر دیئے گئے ہوں۔ کبھی تو وہ خَيْرُ الْبَرِيَّة (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جدائی کی وجہ سے اور گاہے ان فتنوں کے باعث جو جلا کر بھسم کر دینے والی آگ کی صورت میں ظاہر ہوئے تھے روتے۔ امن کا شائبہ تک نہ تھا۔ فتنہ پرداز گند کے ڈھیر پر اُگے ہوئے سبزے کی طرح چھا گئے تھے۔ مومنوں کا خوف اور ان کی گھبراہٹ بہت بڑھ گئی تھی۔ اور دل دہشت اور بے چینی سے لبریز تھے۔ ایسے (نازک) وقت میں (حضرت) ابو بکر رضی اللہ عنہ حاکم وقت اور (حضرت) خاتم النبیینؐ کے خلیفہ بنائے گئے۔ منافقوں، کافروں اور مرتدوں کے جن رویوں اور طور طریقوں کا آپ نے مشاہدہ کیا ان سے آپ ہم و غم میں ڈوب گئے۔ آپ اس طرح روتے جیسے ساون کی جھڑی لگی ہو اور آپ کے آنسو چشمہ رواں کی طرح بہنے لگتے اور آپ (رضی اللہ عنہ) (اپنے) اللہ سے اسلام اور مسلمانوں کی خیر کی دعا مانگتے۔ (حضرت) عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ جب میرے والد خلیفہ بنائے گئے اور اللہ نے انہیں امارت تفویض فرمائی تو خلافت کے آغاز ہی میں آپ نے ہر طرف سے فتنوں کو موجزن اور **جھوٹے مدعیان نبوت کی سرگرمیوں اور منافق مرتدوں کی بغاوت کو دیکھا اور آپ پر اتنے مصائب ٹوٹے کہ اگر وہ پہاڑوں پر ٹوٹتے تو وہ پیوست زمین ہو جاتے اور فوراً گر کر ریزہ ریزہ ہو جاتے لیکن آپ کو رسولوں جیسا صبر عطا کیا گیا۔**"

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں "یہاں تک کہ اللہ کی نصرت آن پہنچی اور جھوٹے نبی قتل اور مرتد ہلاک کر دیئے گئے۔ فتنے دور کر دیئے گئے اور مصائب چھٹ گئے اور معاملے کا فیصلہ ہو گیا اور خلافت کا معاملہ مستحکم ہوا اور اللہ نے مومنوں کو آفت سے بچا لیا اور ان کی خوف کی حالت کو امن میں بدل دیا اور ان کے لیے ان کے دین کو تمکنت بخشی اور ایک جہان کو حق پر قائم کر دیا اور مفسدوں کے چہرے کالے کر دیئے۔ اور اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے (حضرت ابو بکر) صدیقؓ کی نصرت فرمائی اور سرکش سرداروں اور بتوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ اور کفار کے دلوں میں ایسا رعب ڈال دیا کہ وہ پسپا ہو گئے اور (آخر) انہوں نے رجوع کر کے توبہ کی اور یہی خدائے قہار کا وعدہ تھا اور وہ سب صادقوں سے بڑھ کر صادق ہے۔ پس غور کر کہ کس طرح خلافت کا وعدہ اپنے پورے لوازمات اور علامات کے ساتھ (حضرت ابو بکر) صدیقؓ کی ذات میں پورا ہوا۔ میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس تحقیق کی خاطر تمہارا سینہ کھول دے۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ”غور کرو کہ آپ کے خلیفہ ہونے کے وقت مسلمانوں کی کیا حالت تھی۔ اسلام مصائب کی وجہ سے آگ سے جلے ہوئے شخص کی طرح (نازک حالت میں) تھا۔ پھر اللہ نے اسلام کو اس کی طاقت لوٹا دی اور اسے گہرے کنویں سے نکالا اور جھوٹے مدعیان نبوت دردناک عذاب سے مارے گئے اور مرتد چوپاؤں کی طرح ہلاک کئے گئے اور اللہ نے مومنوں کو اس خوف سے جس میں وہ مُردوں کی طرح تھے امن عطا فرمایا۔ اس تکلیف کے رفع ہونے کے بعد مومن خوش ہوتے تھے اور (حضرت ابو بکر) صدیقؓ کو مبارک باد دیتے اور مرحبا کہتے ہوئے ان سے ملتے تھے۔ آپ کی تعریف کرتے اور رب الارباب کی بارگاہ سے آپ کے لئے دعائیں کرتے تھے۔ آپ کی تعظیم اور تکریم کے آداب بجالانے کے لئے لپکتے تھے۔ اور انہوں نے آپ کی محبت کو اپنے دل کی گہرائی میں داخل کر لیا اور وہ اپنے تمام معاملات میں آپ کی پیروی کرتے تھے اور وہ آپ کے شکر گزار تھے۔ انہوں نے اپنے دلوں کو روشن اور چہروں کو شاداب کیا اور وہ محبت و الفت میں بڑھ گئے اور پوری جدوجہد سے آپ کی اطاعت کی۔ وہ آپ کو ایک مبارک وجود اور نبیوں کی طرح تائید یافتہ سمجھتے تھے۔ اور یہ سب کچھ (حضرت ابو بکر) صدیقؓ کے صدق اور گہرے یقین کی وجہ سے تھا۔“[457]

یہ سرّ الخلافہ آپؑ کی عربی میں کتاب ہے۔ یہ اس عربی کا اردو ترجمہ ہے۔ فتنہ ارتداد اور بغاوت جب ہوا ہے تو اس کی طرف آپؓ نے بعض مہمات بھیجی تھیں جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد تقریباً سارے عرب نے ہی ارتداد اختیار کر لیا تھا۔ کچھ لوگ تو وہ تھے جنہوں نے صرف زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا۔ ان کے خلاف جو کارروائیاں حضرت ابو بکرؓ کی طرف سے کی گئیں ان کا تذکرہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

مرتد باغیوں کی سرکوبی کے لئے حضرت ابو بکرؓ کا دلیرانہ عزم

اب دوسرے گروہ کا ذکر کیا جاتا ہے جنہوں نے نہ صرف اسلام سے ارتداد اختیار کر لیا تھا بلکہ بغاوت کر دی تھی اور مسلمانوں کو قتل بھی کر رہے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان کی خبر لینے کا عزم فرمایا چنانچہ بِدَایَة و النِّهَایَة میں لکھا ہے کہ حضرت اسامہؓ کے لشکر کے آرام کرنے کے بعد حضرت ابو بکرؓ اسلامی افواج کے ساتھ تلوار سونتے ہوئے مدینہ سے سوار ہو کر ذُوالقَصَّہ کی طرف روانہ ہوئے جو مدینہ سے اس زمانے میں جو سفر کا ذریعہ تھا اس کے مطابق ایک رات اور ایک دن کے فاصلے پر واقع ہے۔ صحابہ کرامؓ جن میں حضرت علیؓ بھی تھے وہ آپ سے اصرار کر رہے تھے کہ آپ مدینہ واپس تشریف لے جائیں اور اَعراب سے جنگ کے لیے اپنے سوا کسی دوسرے بہادر کو بھیج دیں۔ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ میرے والد تلوار سونتے ہوئے سواری پر سوار ہو کر روانہ ہوئے تو حضرت علی بن ابی طالبؓ نے آ کر آپ کی اونٹنی کی مہار پکڑ لی اور عرض کیا: اے خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ سے وہ بات کہتا

ہوں جو رسول اللہ ﷺ نے احد کے دن فرمائی تھی۔ آپ نے تلوار کیوں سونتی ہے؟ ہمیں اپنی جان کی وجہ سے مصیبت میں نہ ڈالیے۔ حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ ہمیں اپنی جان کی وجہ سے مصیبت میں نہ ڈالیے۔ اللہ کی قسم! اگر ہمیں آپ کی جان کی مصیبت پہنچی تو آپ کے بعد ہمیشہ کے لیے اسلام کا نظام نہ رہے گا۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ واپس تشریف لے گئے اور فوج کو بھیج دیا۔[458]

مرتد باغیوں کے خلاف گیارہ مہمات کی تیاری

جب حضرت اسامہؓ اور ان کے لشکر نے آرام کر لیا اور ان کی سواریاں بھی تازہ دم ہو گئیں اور اموالِ زکوٰۃ بھی بکثرت آ گئے جو مسلمانوں کی ضرورت سے زائد تھے تو حضرت ابو بکرؓ نے فوج کو تقسیم کیا اور گیارہ جھنڈے باندھے۔

1. ایک جھنڈا حضرت خالد بن ولیدؓ کے لیے باندھا اور ان کو حکم دیا کہ وہ طُلَیحہ بن خُوَیلِد کے مقابلے پر جائیں اس سے فارغ ہو کر بُطَاح میں مَالِك بن نُوَیرَہ سے مقابلہ کے لیے جائیں اگر اس وقت تک وہ ان کے مقابلہ پر جما رہے۔ یہ سب مرتدین تھے، جنگ کرنا چاہتے تھے۔ بُطاح بنو اسد کے علاقے میں ایک چشمہ کا نام ہے۔ اس طرف آپ نے بھیجا۔
2. حضرت عکرمہؓ بن ابو جہل کے لیے جھنڈا باندھا اور ان کو مُسَیْلِمہ کے مقابلے کا حکم دیا۔
3. تیسرا جھنڈا حضرت مُهَاجِر بن ابو اُمَیّہ ؓ کے لیے باندھا اور ان کو حکم دیا کہ وہ عَنْسِی کی فوجوں کا مقابلہ کریں۔ پھر قَیس بن مَكْشُوح اور ان اہل یمن کے مقابلہ میں جو اَبْنَاء سے برسرپیکار تھے اَبْنَاء کی امداد کریں۔ اَبْنَاء بھی اہل فارس میں سے ایک قوم کی اولاد تھی جنہوں نے یمن میں سکونت اختیار کر لی تھی اور عربوں میں شادیاں کی تھیں۔ اور فرمایا کہ اس سے فارغ ہو کر کِندہ کے مقابلے کے لیے حضر موت چلے جائیں۔ حضر موت بھی یمن کا ایک علاقہ ہے۔
4. چوتھے حضرت خالد بن سعید بن عاصؓ کے لیے جھنڈا باندھا اور ان کو حَمْقَتَیْن کی طرف بھیجا جو شام کی سرحد پر ہے۔
5. پانچویں حضرت عمرو بن عاصؓ کے لیے جھنڈا باندھا اور ان کو قُضَاعَه وَدِیْعَه اور حَارِث کی جمعیتوں کے مقابلے پر جانے کا حکم دیا۔
6. چھٹا جھنڈا حضرت حذیفہ بن مِحْصَن غَلْفَانِی ؓ کے لیے باندھا اور ان کو اہل دَبَا کی طرف جانے کا حکم دیا۔ دَبَا بھی عمان میں عربوں کا ایک بازار تھا۔ عمان کا ایک قدیم اور مشہور شہر تھا۔ مارکیٹ لگا کرتی تھی۔
7. ساتواں حضرت عَرفَجه بن هَرْثَمَه ؓ کے لیے جھنڈا باندھا اور ان کو مَهْرَہ جانے کا حکم دیا۔ مَهْرَہ یمن کے ایک علاقے کا نام ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان دونوں کو فرمایا کہ ایک جگہ اکٹھے ہو جائیں مگر جو

علاقے ان کے سپرد کیے گئے ہیں ان میں وہ ایک دوسرے پر امیر رہیں گے۔ یعنی پہلے یمن والے اور دوسرے ان کو۔

8. پھر حضرت ابو بکرؓ نے شُرَحْبِیل بن حَسَنَہ کو حضرت عکرمہ بن ابو جہل کے پیچھے روانہ کیا اور حکم دیا کہ یمامہ سے فارغ ہو کر قُضَاعہ کے مقابلہ پر چلے جانا اور مرتدین سے جنگ کے موقع پر تم ہی اپنے لشکر کے امیر ہو گے۔

9. نواں حضرت طُرَیْفَہ بن حَاجِز ؓ کے لیے جھنڈا باندھا اور ان کو حکم دیا کہ وہ بنو سُلَیم اور ھَوَازِن کا مقابلہ کریں۔

10. دسواں جھنڈا حضرت سُوَید بن مُقَرِّن ؓ کے لیے باندھا اور ان کو حکم دیا کہ وہ یمن کے علاقے تِہَامہ کی طرف جائیں۔

11. اور گیارھواں جھنڈا حضرت عَلَاء رضی اللہ عنہ بن حَضْرَمِی کے لیے باندھا اور ان کو بحرین جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ یہ اُمَراء ذُوالقَصَّہ سے اپنی اپنی سمت روانہ ہو گئے۔[459]

حضرت ابو بکرؓ نے ہر دستے کے امیر کو حکم دیا کہ جہاں جہاں سے وہ گزریں وہاں کے طاقتور مسلمانوں کو اپنے ساتھ لیں اور بعض طاقتور افراد کو وہیں اپنے علاقے کی حفاظت کے لیے پیچھے چھوڑ دیں۔[460]

حضرت ابو بکرؓ کی اس تقسیم کا ذکر کرتے ہوئے ایک مصنف لکھتے ہیں کہ ذُوالقَصَّہ فوجی مرکز قرار پایا۔ یہاں سے منظم اسلامی افواج ارتداد کی تحریک کو کچلنے کے لیے مختلف علاقوں کی طرف روانہ ہوئیں۔ حضرت ابو بکرؓ کے منصوبہ سے منفرد عبقریت اور دقیق جغرافیائی تجربہ کا پتہ چلتا ہے۔ دستوں کی تقسیم اور ان کے مواقع کی تحدید سے واضح ہوتا ہے کہ ابو بکر جغرافیہ کا دقیق علم رکھتے تھے اور زمین کے نشانات اور انسانی آبادیوں اور جزیرۃ العرب کے راستوں سے بخوبی واقف تھے۔

گویا کہ جزیرہ عرب مجسم شکل میں آپ کی آنکھوں کے سامنے تھا جیسا کہ دورِ حاضر میں جدید ٹیکنالوجی سے لیس مراکز قیادت میں ہوتا ہے۔ جو شخص بھی لشکروں کو روانہ کرنے ان کی جہت کا تعین کرنے، تفرق کے بعد اجتماع اور دوبارہ مجتمع ہونے کے لیے تفرق میں غور و فکر کرے گا اس کو یہ اچھی طرح معلوم ہو جائے گا کہ یہ منصوبہ بندی پورے جزیرہ عرب پر مثالی اور صحیح اندازے سے محیط تھی اور ان لشکروں کے ساتھ رابطہ بھی انتہائی دقیق تھا۔ ابو بکر کو ہمہ وقت اس کا پتا رہتا تھا کہ فوج کہاں ہے۔

اس کے تحرکات اور جملہ امور سے بخوبی واقف رہتے تھے اور یہ بھی پتا رہتا تھا کہ ان کو کیا کامیابی ہوئی اور کل کو کیا پروگرام ہے؟ مراسلات انتہائی دقیق اور تیز ہوا کرتے تھے اور میدانِ قتال سے خبریں برابر مدینہ مرکزِ قیادت میں حضرت ابو بکرؓ کو پہنچتی رہتی تھیں۔ پوری فوج سے برابر رابطہ قائم رہتا تھا۔ مرکزِ قیادت اور میدانِ قتال کے درمیان فوجی خبر رسانی میں ابو خَیْثَمَہ انصاری، سَلَمہ بن سَلَامہ، ابو بَرْزَہ اسلَمِی اور سَلَمہ بن وَقْش نے نمایاں حیثیت حاصل کی۔ جن لشکروں کو ابو بکر نے

روانہ فرمایا وہ آپس میں مربوط تھے اور یہ خلافت کی اہم کامیابیوں میں سے تھا کیونکہ ان لشکروں کے اندر قیادت کی مہارت کے ساتھ حسنِ تنظیم بھی موجود تھا۔

مزید برآں اس کے علاوہ قتال میں تجربہ پہلے سے تھا۔ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے دور میں غزوات و سرایا کی تحریک میں انہیں عسکری اعمال کا اچھا تجربہ ہو چکا تھا۔ ابو بکر کی حکومت کا عسکری نظام جزیرہ عرب میں تمام عسکری قوتوں پر فوقیت رکھتا تھا اور ان لشکروں کے قائد سیف اللہ الْمَسْلُول خالد بن ولید تھے جو اسلامی فتوحات اور حروب ارتداد میں منفرد عبقری شخصیت کے حامل تھے۔ اسلامی فوج کی یہ تقسیم انتہائی اہم فوجی منصوبہ کے تحت عمل میں آئی تھی کیونکہ مرتدین ابھی تک اپنے اپنے علاقوں میں متفرق تھے یعنی کہ بکھرے ہوئے تھے جمع نہیں ہوئے تھے۔ مسلمانوں کے خلاف ان کی جتھہ بندی عمل میں نہ آسکی تھی۔ بڑے قبائل دور دراز علاقوں میں بکھرے تھے۔ وقت اس کے لیے کافی نہ تھا کہ وہ آپس میں جتھہ بندی کر سکیں کیونکہ ارتداد شروع ہوئے ابھی تین ماہ سے زیادہ کا عرصہ نہ گزرا تھا اور ثانیاً وہ اپنے خلاف مسلمانوں کے خطرے کو نہ سمجھ سکے۔ وہ یہ تصور کیے ہوئے تھے کہ چند ماہ میں تمام مسلمانوں کا صفایا کر دیں گے۔ اسی لیے ابو بکر نے چاہا کہ اچانک ان کی شوکت و حکومت کا صفایا کیا جائے، قبل ازیں کہ وہ اپنے باطل کی نصرت کے لیے جتھہ بندی کر سکیں۔ اس لیے ابو بکر نے ان کے فتنہ کے بڑھنے سے قبل ہی ان کی خبر لی اور انہیں اس بات کا موقع نہ دیا کہ وہ اپنا سر اٹھا سکیں اور اپنی زبان دراز کر سکیں جس سے مسلمانوں کو تکلیف پہنچا سکیں۔[461]

حضرت ابو بکرؓ کی جانب سے قائدین کی تقرری کے حوالے سے مختلف امور کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک لکھنے والے مصنف لکھتے ہیں کہ نمبر ایک تو اس منصوبہ میں اس بات کا اہتمام کیا گیا کہ لشکروں کے درمیان آپس میں ربط اور تعاون برابر قائم رہے۔ اگرچہ ان کے مقامات اور جہات مختلف تھے لیکن سب ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں تھیں۔ ان کا آپس میں ملنا اور جدا ہونا ایک ہی مقصد کے پیش نظر تھا اور خلیفہ کے مدینہ میں ہوتے ہوئے قتال کے جملہ امور کا کنٹرول، پاور اس کے ہاتھ میں تھا یعنی خلیفہ کے ہاتھ میں تھا۔ (ب) دوسرا نمبر یہ کہ صدیق اکبر نے دارالخلافہ مدینہ کی حفاظت کے لیے فوج کا ایک حصہ اپنے پاس رکھا اور اسی طرح امور حکومت میں رائے اور مشورہ کے لیے کبار صحابہ کی ایک جماعت اپنے پاس رکھی۔ تیسرے یہ کہ ابو بکر کو معلوم تھا کہ ارتداد سے متاثرہ علاقوں میں اسلامی قوت موجود ہے۔ آپ کو اس کی فکر لاحق ہوئی کہ کہیں یہ مسلمان مشرکین کے غیظ و غضب کا نشانہ نہ بنیں اس لیے قائدین کو حکم فرمایا کہ ان میں سے جو قوت اور طاقت کے مالک ہیں ان کو اپنے ساتھ شامل کر لیں اور ان علاقوں کی حفاظت کی خاطر کچھ افراد کو وہاں مقرر کر دیں۔ چوتھے مرتدین کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے ابو بکر نے اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ کے اصول کو اپنایا۔ فوج کے اہداف کچھ ظاہر کرتے حالانکہ مقصود کچھ اَور ہی ہوتا۔ انتہائی احتیاط اور حذر کا طریقہ اختیار کیا کہ کہیں ان کا منصوبہ فاش نہ ہونے پائے۔ اس طرح ابو بکر کی قیادت میں سیاسی مہارت، علمی تجربہ، علم راسخ اور ربانی فتح اور نصرت نمایاں ہوتی ہیں۔[462]

حضرت ابو بکرؓ کے دو فرمان

اس موقع پر حضرت ابو بکرؓ نے دو فرمان بھی لکھے تھے: ایک عرب قبائل کے نام اور دوسرا سپہ سالاران فوج کی ہدایت کے لیے۔[463]

یہی پہلے مصنف ڈاکٹر علی محمد صلابی جو ہیں، یہ ایک خط کے متعلق لکھتے ہیں کہ اسلامی لشکروں کی تیاری اور ٹھوس تنظیم کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ تحریری دعوت کا سلسلہ جاری رہا اور اس نے اہم کردار ادا کیا۔ آپؓ نے ایک عام خط تحریر کیا جو محدود مضمون پر مشتمل تھا۔ مرتدین سے قتال کے لیے افواج کو روانہ کرنے سے قبل آپ نے اس خط کو مرتدین اور ثابت قدم رہنے والے سب کے درمیان اونچے پیمانے پر ممکنہ حد تک نشر کرنے کی کوشش کی۔ قبائل کے پاس لوگوں کو روانہ کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہاں پہنچ کر ہر مجمع میں یہ خط سنائیں اور جس کو بھی اس خط کا مضمون پہنچے اسے حکم فرمایا کہ وہ ان لوگوں تک بات پہنچا دے جن تک نہیں پہنچی۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس خط میں عام اور خاص سب کو خطاب کیا خواہ وہ اسلام پر ثابت قدم رہنے والے ہوں یا اس سے مرتد ہو جانے والے۔[464]

حضرت ابو بکرؓ کا وہ خط جو قبائل عرب کے نام تھا وہ سب سے زیادہ تفصیلات کے ساتھ طبری نے بیان کیا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تصنیف سر الخلافہ میں اس خط کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مناسب ہے کہ ہم یہاں وہ خط درج کر دیں جو صدیق اکبر نے مرتد ہونے والے قبائل عرب کی طرف لکھا تا کہ اس خط پر اطلاع پانے والے صدیق اکبر کی شعائر اللہ کی ترویج اور رسول اللہ ﷺ کے تمام سنن کے دفاع میں مضبوطی کو دیکھ کر ایمان اور بصیرت میں ترقی کریں۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام وہ خط لکھتے ہیں جو اس طرح شروع ہوتا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ **یہ خط ابو بکر خلیفۃ الرسول ﷺ کی طرف سے ہر خاص و عام کے لیے** ہے۔ جس تک پہنچے خواہ وہ اسلام پر قائم رہا ہے یا اس سے پھر گیا ہے۔ ہدایت کی اتباع کرنے والے ہر شخص پر سلامتی ہو جو ہدایت کے بعد گمراہی اور اندھے پن کی طرف نہیں لوٹا۔ پس میں تمہارے سامنے اس اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو واحد ہے لاشریک ہے اور یہ کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور جو تعلیم آپ ﷺ لے کر آئے اس کا ہم اقرار کرتے ہیں اور جس نے اس سے انکار کیا اسے ہم کافر قرار دیتے ہیں اور اس سے جہاد کرتے ہیں۔ اما بعد واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنی جناب سے حق دے کر اپنی مخلوق کی طرف مبشر نذیر اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے اور ایک منور کر دینے والے سورج کے طور پر بھیجا تا کہ آپ ﷺ اسے ڈرائیں جو زندہ ہو اور کافروں پر فرمان صادق آجائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو حق کے ساتھ ہدایت دی جس نے آپ ﷺ کو قبول کیا اور جس نے آپ ﷺ سے پیٹھ پھیر لی اس سے رسول اللہ ﷺ نے اس وقت تک جنگ کی کہ وہ طوعاً و کرھاً اسلام میں آگیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے بعد اس کے کہ آپ ﷺ نے اللہ کے حکم کو نافذ فرمالیا اور امت کی خیر خواہی کر

لی اور جو ذمہ داری آپ پر تھی اسے پورا کر لیا اور اللہ نے آپ پر اور اہل اسلام پر اپنی اس کتاب میں جو اس نے نازل فرمائی اس بات کو خوب کھول کر بیان کر دیا۔ چنانچہ فرمایا:

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (الزمر:31) یعنی یقیناً تُو بھی مرنے والا ہے اور یقیناً وہ بھی مرنے والے ہیں۔

نیز فرمایا وَ مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ (الانبیاء:35)۔ اور ہم نے کسی بشر کو تجھ سے پہلے ہمیشگی نہیں دی۔ اَفَاْئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ (الانبیاء:35) پس اگر تُو مر جائے تو کیا وہ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے؟ مزید برآں مومنوں سے فرمایا: وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاْئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا وَ سَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ (آل عمران:145) اور محمد ﷺ نہیں ہیں مگر ایک رسول یقیناً اس سے پہلے رسول گذر چکے ہیں۔ پس اگر یہ وفات پا جائے یا قتل ہو جائے تو تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے؟ اور جو بھی اپنی ایڑیوں کے بل پھر جائے گا وہ اللہ کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور اللہ یقیناً شکر گزاروں کو جزا دیتا ہے۔

پھر آپ لکھتے ہیں۔ پس وہ جو محمد ﷺ کی عبادت کیا کرتا تھا وہ جان لے کہ محمد تو فوت ہو چکے اور وہ جو واحد و یگانہ لاشریک اللہ کی عبادت کیا کرتا تھا اسے معلوم ہو کہ اللہ اس کی گھات میں لگا ہوا ہے۔ وہ زندہ ہے اور قائم دائم ہے۔ وہ نہیں مرے گا۔ اسے اونگھ اور نیند نہیں آتی۔ وہ اپنے کاموں کا محافظ ہے۔ اپنے دشمن سے انتقام لینے والا ہے اور اسے سزا دینے والا ہے۔ میں تمہیں اللہ کے تقویٰ کی اور تمہارے اس بخت کی اور نصیب کے حصول کی جو اللہ کے ہاں تمہارے لیے مقرر ہے اور وہ تعلیم جو تمہارا نبی ﷺ تمہارے پاس لے کر آیا اس پر عمل کرنے کی تمہیں تاکید کرتا ہوں اور یہ کہ تم آپ ﷺ کی راہنمائی سے راہنمائی حاصل کرو اور اللہ کے دین کو مضبوطی سے پکڑے رکھو کیونکہ ہر وہ شخص جسے اللہ ہدایت نہ دے وہ گمراہ ہے اور ہر وہ شخص جسے وہ نہ بچائے وہ آزمائش میں پڑے گا اور ہر وہ شخص جس کی وہ اعانت نہ فرمائے وہ بے یار و مددگار ہے۔ پس جسے اللہ ہدایت دے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جسے وہ گمراہ قرار دے وہ گمراہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا (الکہف:18) جسے اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے وہ گمراہ ٹھہرا دے تو اس کے حق میں کوئی ہدایت دینے والا دوست نہ پائے گا۔ آپ آگے لکھتے ہیں کہ اور اس کا دنیا میں کیا ہوا کوئی عمل اس وقت تک قبول نہ کیا جائے گا جب تک وہ اس دین اسلام کا اقرار نہ کرلے اور نہ ہی آخرت میں اس کی طرف سے کوئی معاوضہ اور بدلہ قبول کیا جائے گا اور مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ تم میں سے بعض نے اسلام کا اقرار کرنے اور اس پر عمل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کو دھوکا دیتے ہوئے اور اس کے معاملے میں جہالت برتتے ہوئے اور شیطان کی بات مانتے ہوئے اپنے دین سے ارتداد اختیار کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَ هُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا (الکہف:51) اور جب ہم نے فرشتوں کو کہا کہ آدم کے لئے سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے وہ جنّوں میں سے تھا۔ پس وہ اپنے رب کے حکم سے روگردان ہو گیا۔ تو کیا تم اسے اور اس کے چیلوں کو میرے سوا دوست پکڑ کر

بیٹھو گے جبکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ ظالموں کے لئے تو یہ بہت ہی بُرا بدل ہے۔

نیز فرمایا: اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ (فاطر:7) یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے پس اسے دشمن ہی بنائے رکھو۔ وہ اپنے گروہ کو محض اس لئے بلاتا ہے تا کہ وہ بھڑکتی آگ میں پڑنے والوں میں سے ہو جائیں۔ آپؓ اس خط کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اور میں نے مہاجرین انصار اور حسن عمل سے پیروی کرنے والے تابعین کے لشکر پر فلاں آدمی کو مقرر کر کے تمہاری طرف بھیجا ہے اور میں نے اسے حکم دیا ہے کہ وہ نہ تو کسی سے جنگ کرے اور نہ اسے اس وقت تک قتل کرے جب تک وہ اللہ کے پیغام کی طرف بلا نہ لے۔

پھر جو اس پیغام کو قبول کر لے اور اقرار کر لے اور باز آجائے اور نیک عمل کرے تو اس سے قبول کرے اور اس پر اس کی مدد کرے اور جس نے انکار کیا تو مَیں نے اسے حکم دیا ہے کہ وہ اس سے اس بات پر جنگ کرے اور جس پر قابو پائے ان میں سے کسی ایک کو بھی باقی رہنے نہ دے اور یا وہ انہیں آگ سے جلا ڈالے اور ہر طریق سے انہیں قتل کرے اور عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لے اور کسی سے اسلام سے کم کوئی چیز قبول نہ کرے۔ پھر جو اس کی اتباع کرے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے اور جس نے اسے ترک کیا تو وہ اللہ کو عاجز نہیں کر سکے گا اور میں نے اپنے پیغامبر کو حکم دیا ہے کہ وہ میرے اس خط کو تمہارے ہر مجمع میں پڑھ کر سنا دے اور اذان ہی اسلام کا اعلان ہے۔ پس جب مسلمان اذان دیں اور وہ بھی اذان دے دیں تو ان پر حملہ سے رک جائیں اور اگر وہ اذان نہ دیں تو ان پر حملہ جلد کرو اور جب وہ اذان دے دیں تو جو اُن پر فرائض ہیں ان کا مطالبہ کرو اور اگر وہ انکار کریں تو ان پر جلد حملہ کرو اور اگر اقرار کر لیں تو ان سے قبول کر لیا جائے۔[465]

بہر حال اس بارے میں جو تفصیل تھی کہ کیوں ان سے جنگ ہوئی اور کیوں سب سے یہ سلوک کیا گیا، تو یہ اس لیے کہ یہ لوگ جنگ کرنے والے تھے۔ مسلمانوں پر جنگ ٹھونسنے والے تھے اور نہ صرف جنگ کرتے تھے بلکہ ظلم بھی کرنے والے تھے اور جو اُن کے علاقوں میں نہتے مسلمان تھے ان پر ظلم کر رہے تھے۔

دوسرا خط جو حضرت ابو بکرؓ نے ان سب امرائے لشکر جن کی تعداد گیارہ تھی کے نام تحریر فرمایا ان امرا کا ذکر ہو چکا ہے۔ وہ خط ان لشکروں کے امرا کے نام تھا۔ وہ حسب ذیل ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ یہ فرمان ابو بکر خلیفہ رسول ﷺ کی طرف سے فلاں شخص کے لیے لکھا گیا ہے اور جب انہوں نے اسے مسلمانوں کی فوج کے ساتھ مرتدین سے لڑنے کے لیے روانہ کیا یعنی امیر کا نام اس پہ لکھا گیا تھا۔ انہوں نے اس امیر کو تاکیدی حکم دیا ہے کہ وہ ہر معاملے میں ظاہر اور باہر میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرے جہاں تک اس کی استطاعت ہے اور اس کو اللہ کے معاملے میں جدوجہد کا اور ان لوگوں سے جہاد کا حکم دیا ہے جنہوں نے اللہ سے پیٹھ پھیر لی اور اسلام سے رجوع کرتے ہوئے شیطانی آرزوؤں کو اختیار کر لیا ہے۔ سب سے پہلے ان پر اتمام حجت کرے۔ انہیں اسلام کی طرف دعوت دیں۔ اگر وہ اس

کو قبول کر لیں تو ان لوگوں سے لڑائی سے رک جائے اور اگر وہ اس کو قبول نہ کریں تو ان پر فی الفور حملہ کرے یہاں تک کہ اس کے سامنے جھک جائیں۔ پھر وہ ان لوگوں کو ان کے حقوق اور فرائض بتائے اور وہ ان سے وصول کرے جو اُن پر فرض ہے اور انہیں دے جو اُن کے حقوق ہیں۔ وہ ان لوگوں کو مہلت نہ دے یعنی ایسی مہلت جس سے وہ جنگ کے لیے تیار ہو کر مسلمانوں پر حملہ کر دیں۔ وہ مسلمانوں کو ان کے دشمنوں سے لڑائی کرنے سے نہ روکے اور مسلمان اگر سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ ایسے ہیں کہ باز نہیں آئیں گے اور وہ لڑنا چاہتے ہیں تو ان کو جنگ سے نہ روکو۔ یہ حکم ان لیڈروں کو دیا جنہیں اس علاقے کے لوگ زیادہ جانتے تھے۔ پس جس نے اللہ عزوجل کے حکم کو قبول کیا اور اس کی فرمانبرداری کی تو اس کی یہ بات قبول کرے اور معروف طریق پر اس کی مدد کرے اور صرف اس سے جنگ کی جائے گی جس نے اس اقرار کے بعد اللہ کا انکار کیا کہ جو اللہ کی جانب سے آیا تھا۔ اگر وہ دعوت کو قبول کر لے تو اس پر کوئی الزام نہیں ہو گا اور اللہ اس سے حساب لینے والا ہے بعد اس کے جو اس نے چھپایا۔ اور جس نے اللہ کے پیغام کو قبول نہ کیا تو اس سے لڑائی کی جائے اور اس کو قتل کر دیا جائے جہاں بھی وہ ہو اور وہ خواہ کتنا ہی مال دار کیوں نہ ہو۔ کسی سے کوئی چیز قبول نہ کی جائے گی جو وہ دے سوائے اسلام کے۔

پس جس نے اسلام قبول کر لیا اور اقرار کر لیا تو اس سے قبول کیا جائے اور اس کو اسلامی تعلیمات سکھائی جائیں اور جس نے انکار کیا یعنی مسلمان ہو کے مرتد ہو گئے۔ پھر لڑائیاں کر رہے ہیں تو اسلامی تعلیمات کے خلاف کر رہے ہیں ان کو بتاؤ کہ اسلام کیا ہے، حقیقت کیا ہے، تم مسلمان ہونے کا دعویٰ کر کے پھر حکومت کے خلاف جنگ نہیں لڑ سکتے۔ جس نے انکار کیا تو اس سے لڑائی کی جائے۔ اگر اللہ اسے ان پر فتح عطا کرے تو ان کو بُری طرح اسلحہ اور آگ کے ذریعہ قتل کیا جائے گا۔ پھر اللہ جو اس کو مالِ فَے عطا فرمائے تو وہ اس کو تقسیم کر دے سوائے خمس کے۔ وہ ہمیں پہنچائے گا۔ اور وہ سپہ سالار اپنے ساتھیوں کو جلدی اور فساد سے روکے اور ان میں کوئی غیر آدمی داخل نہ کرے جب تک کہ وہ جان نہ لے کہ اس میں کیسی صلاحیت ہے۔ یہ نہ ہو کہ وہ جاسوس ہو۔ یعنی کسی شخص کو داخل کر لو اور وہ جاسوس ہو۔ (صحیح طرح چھان کر کے، چھان پھٹک کر کے پھر لینا) اور ان کی وجہ سے مسلمانوں پر مصیبت آجائے۔ سفر اور قیام میں مسلمانوں کے ساتھ نرمی اور میانہ روی اختیار کرے اور ان کی خبر گیری کرتا رہے۔ لشکر کے ایک حصہ کو دوسرے سے جلدی کرنے کا حکم نہ دے۔ مسلمانوں کے ساتھ برتاؤ اور گفتار میں خوش خلقی اور ملائم لہجہ اختیار کرے۔[466]

اب بعض باتیں ایسی بھی ہیں جن کی وضاحت کرنی پڑتی ہے لیکن وضاحت نہیں کی گئی۔ اس وجہ سے بعض دفعہ اسلام کا غلط تاثر بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کی وضاحت گذشتہ خطبہ میں مَیں کر چکا ہوں کہ یہ سب مرتدین ایسے تھے جنہوں نے جنگ کی، محارب تھے اور نہ صرف جنگ کی بلکہ جو مسلمان ان کے علاقوں میں تھے ان پر انہوں نے ظلم بھی کیا، ان کو مارا، ان کو جلایا۔ ان کے گھروں کو جلایا، ان کو خود بھی جلا دیا۔ تو ان کے خلاف پھر حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ ضرور بدلہ لینا ہے اور ان کو اسی طریق سے پھر جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی خط کو Quote کیا ہے کہ اسی طریق سے پھر ان کو بھی سزا دینی ہے

کیونکہ پھر بدلہ لینے کے لیے قرآن شریف کا بھی، اللہ تعالیٰ کا بھی یہی حکم ہے کہ جیسا کوئی کرتا ہے اس کو ویساہی سزا دو۔ لیکن اس بات کی وضاحت ایک جگہ انہی مصنف ڈاکٹر علی محمد صلابی صاحب نے اس طرح بھی لکھی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ مرتدین باغیوں کو آگ میں جلا دیا جائے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ کسی کو جلانے کی سزا دینا تو جائز نہیں ہے۔ ارشاد نبویؐ بھی ہے کہ اِنَّ النَّارَ لَا یُعَذِّبُ بِهَا اِلَّا اللّٰهُ کہ آگ کے ذریعہ عذاب دینا صرف اللہ کا کام ہے لیکن یہاں انہیں جلانے کا حکم اس لیے دیا گیا کہ ان بدمعاشوں نے اہلِ ایمان کے ساتھ یہی برتاؤ کیا تھا لہٰذا یہ قصاص کے طور پر تھا۔[467]

اسی کتاب میں حضرت ابو بکرؓ کے اسی خط کا ذکر کرتے ہوئے جو بیان ہوا ہے یہ بھی لکھا ہے کہ جو مسلمانوں کی صف کی طرف لَوٹنے سے انکاری ہو اور ارتداد پر ڈٹ جائے وہ محاربین میں سے ہے اس پر حملہ کرنا ضروری ہے اس کو قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے۔[468]

اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں بھی یہی فرمایا ہے کہ جب تمہیں مشکل میں ڈالتے ہیں تو اس کے مطابق ہی ان کو سزا دو جس طرح انہوں نے تمہارے ساتھ کیا ہے۔ باغیوں نے جیسا کہ پہلے میں ذکر کر چکا ہوں گذشتہ خطبہ میں بھی، ابھی بھی میں نے بتایا ہے کہ مسلمانوں کو جلانے اور انہیں گھناؤنے طریقے سے قتل کرنے کے جرم کا ارتکاب کیا تھا۔ ان کو آگ میں جلایا، ان کے گھروں کو جلایا، ان کے بچوں، بیویوں سب کو جلایا، ان کا مُثلہ کیا۔ لہٰذا حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اسی طرح ان کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا کہ جو اس میں شامل تھے ان سے وہی سلوک کرنا ہے جو انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ کیا تھا۔[469]

پہلی مہم طلیحہ اور سجاح بنت حارث اور مسیلمہ کذاب کی طرف

گیارہ مہمات بھیجی گئی تھیں۔ ان میں سے پہلی مہم کی تفصیل کچھ یوں ہے جو طُلَیحَہ بن خُوَیلِد، مالک بن نُوَیرَہ، سَجَاح بنت حارث اور مسیلمہ کذاب وغیرہ باغی مرتدین اور جھوٹے نبیوں کے قلع قمع کے لیے بھیجی گئی تھی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ایک جھنڈا حضرت خالد بن ولیدؓ کے سپرد کیا اور آپؓ کو حکم دیا کہ طُلَیحَہ بن خُوَیلِد کے مقابلے کے لیے جائیں اور اس سے فارغ ہو کر بُطَاح میں مالک بن نُوَیرَہ سے لڑیں اگر وہ لڑائی پر مصر ہو یعنی کہ اگر لڑنے پہ اصرار کر رہا ہو تو پھر لڑنا ہے۔ بُطاح بنو اسد کے علاقے میں ایک چشمہ کا نام ہے وہاں (مقابلہ) ہوا تھا۔[470]

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت ثابت بن قیسؓ کو انصار کا امیر مقرر کیا اور انہیں حضرت خالد بن ولیدؓ کے ماتحت کر کے حضرت خالد کو حکم دیا کہ وہ طُلَیحہ اور عُیَیْنَہ بن حِصْن کے مقابلے پر جائیں جو بنو اسد کے ایک چشمہ بُزَاخَہ پر فروکش تھے۔[471]

جب حضرت ابو بکرؓ نے مرتدین سے جنگ کے لیے حضرت خالد بن ولیدؓ کے واسطے جھنڈا باندھا تو فرمایا:

مَیں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ خالد بن ولید اللہ کا بہت ہی اچھا بندہ ہے اور ہمارا بھائی ہے

جو اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کفار اور منافقین کے خلاف سونتا ہے۔[472]

حضرت ابو بکرؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو طُلَیحہ اور عُیَیْنَہ کی طرف بھیجا۔ ان دونوں مخالفین کا مختصر تعارف بھی پیش ہے۔ طُلَیحہ اَسَدِی جھوٹے مدعیان نبوت میں سے ایک تھا جو رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کے آخری دور میں نمودار ہوا۔ اس کا نام طُلَیْحَہ بن خُوَیْلِدْ بن نوفل بن نَضْلَہ اسدی تھا۔ عَامُ الْوُفُود یعنی وفود کی آمد والے سال میں، نو ہجری میں اپنی قوم بنو اسد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مدینہ پہنچ کر ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا اور احسان جتاتے ہوئے کہا کہ ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ ہم اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے اور آپ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ پھر آنحضرت ﷺ سے یہ کہا کہ حالانکہ آپؐ نے ہماری طرف کسی کو نہیں بھیجا اور ہم اپنے پیچھے والوں کے لیے کافی ہیں۔ جب یہ لوگ واپس چلے گئے تو آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ہی طُلَیحہ ارتداد کا شکار ہوا اور نبوت کا دعویٰ کر بیٹھا اور سَمِیراء کو اپنا فوجی مرکز بنایا۔ سَمِیراء: قومِ عاد کے ایک شخص کے نام پر اس مقام کا نام رکھا گیا تھا اور مدینہ سے مکہ کی جانب ایک منزل کے فاصلے پر یہ واقع ہے۔ اس علاقے کے ارد گرد سیاہ رنگ کے پہاڑ ہیں جن کی وجہ سے اس کا یہ نام رکھا گیا۔ بہر حال اس نے جو دعویٰ کیا تھا عوام اس کے مرید ہو گئے۔ لوگوں کی گمراہی کا پہلا سبب یہ ہوا کہ وہ اپنی قوم کے ساتھ ایک سفر میں تھا، پانی ختم ہو گیا تو لوگوں کو شدید پیاس لگی۔ اس نے لوگوں سے کہا کہ تم میرے گھوڑے اِعلَالْ پر سوار ہو کر چند میل جاؤ وہاں تمہیں پانی ملے گا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور انہیں پانی مل گیا۔ اس وجہ سے یہ دیہاتی اس فتنہ کا شکار ہو گئے۔ پانی کی کوئی جگہ اس نے دیکھی ہو گی پہلے ہی۔ بڑی ہوشیاری سے اس نے ان کو وہاں بھیجا اور اس وجہ سے جو اَن پڑھ لوگ تھے وہ اس کے فتنہ کا شکار ہوئے۔ بہر حال اس کی بے حقیقت باتوں میں سے یہ بھی تھی کہ اس نے نماز سے سجدوں کو ختم کر دیا تھا۔ یعنی نمازوں میں سجدے کی ضرورت کوئی نہیں اور اس کا یہ زعم تھا کہ آسمان سے اس پر وحی آتی ہے اور مُسَجَّع و مُقَفّٰی عبارتیں بطور وحی کے پیش کیا کرتا تھا۔

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں کاہن لوگ مسجع و مُقَفّٰی عبارتیں لوگوں کے سامنے پیش کر کے ان پر رعب بٹھاتے تھے۔ طُلَیحہ بھی کاہن تھا۔ طُلَیحہ اسدی کے نفس نے اس کو دھوکا میں ڈالا۔ اس کا مسئلہ زور پکڑ گیا۔ اس کی طاقت بڑھی اور جب رسول اللہ ﷺ کو اس کے معاملے کی اطلاع ملی تو آپؐ نے ضِرَار بن اَزْوَر اَسَدِی کو اس سے قتال کے لیے روانہ کیا لیکن ضِرار کے بس کی بات نہ تھی کیونکہ وقت کے ساتھ ساتھ اس کی قوت بڑھ چکی تھی۔ خاص طور پر اسد اور غطفان دونوں حلیفوں کے اس پر ایمان لے آنے کے بعد مزید بڑھ گئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی اور طُلَیحہ کے معاملے کا تصفیہ نہ ہوا۔ جب خلافت کی باگ ڈور ابو بکرؓ نے سنبھالی اور باغی مرتدین کو کچلنے کے لیے فوج تیار کی اور قائدین مقرر کیے تو طُلَیحہ اسدی کی طرف حضرت ابو بکرؓ نے خالد بن ولید کی قیادت میں فوج روانہ کی۔[473]

یہ صرف مرتد نہیں تھے یا نبوت کے دعوے دار نہیں تھے بلکہ یہ مسلمانوں سے جنگیں بھی کیا کرتے تھے اور ان کو نقصان پہنچانے کی کوشش بھی کرتے تھے۔

عُیَیْنَہ بن حِصن کون تھا؟ اس کے متعلق لکھا ہے۔ عُیَیْنَہ وہی شخص ہے جو غزوۂ احزاب کے موقع پر بنو فَزَارَہ کا سردار تھا۔ اس غزوہ کے دوران کفار کے تین لشکروں نے بنو قُریظہ سے مل کر مدینہ پر زبردست حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو ان میں سے ایک لشکر کا سردار عُیَینہ تھا۔ غزوۂ احزاب میں کفار کی شکست کے بعد بھی اس نے مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے شہر سے باہر نکل کر اس کے حملہ کو روکا اور اسے پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ یہ غزوہ ذی قَرَد کہلاتا ہے۔[474]

عُیَینہ بن حِصْن فتح مکہ سے پہلے اسلام لایا اور اس میں شرکت کی۔ فتح مکہ کے موقع پر یہ مسلمان تھا۔ غزوۂ حُنَین اور طائف میں بھی شرکت کی۔

نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے اس کو نو ہجری میں بنو تمیم کی سرکوبی کے لیے پچاس سواروں کے ساتھ بھیجا تھا جن میں کوئی بھی انصار یا مہاجر صحابی نہ تھا اور اس سَرِیَّہ کا سبب یہ ہوا تھا کہ بنو تمیم نے آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے عامل کو صدقات لے کر جانے سے روک دیا تھا۔ پھر عہدِ صدیقی میں باغی مرتدوں کے ساتھ یہ بھی فتنہ ارتداد کا شکار ہو گیا اور طُلَیحہ کی طرف مائل ہو گیا اور اس کی بیعت کر لی۔ بہرحال بعد میں پھر یہ اسلام کی طرف بھی لوٹ آیا تھا۔[475]

یہ لوگ پہلے بھی اسلام کے خلاف لڑتے رہے تھے۔ پھر مسلمان ہوئے پھر لڑائی شروع کر دی۔ پھر لکھا ہے کہ جب عَبْس اور ذُبیان اور ان کے حامی بُزَاخہ مقام پر جمع ہو گئے تو طُلَیحہ نے بنو جَدِیْلَہ اور غَوث کو جو کہ قبیلہ طَے کی دو شاخیں تھیں کہلا بھیجا کہ تم فوراً میرے پاس آ جاؤ۔ ان قبائل کے کچھ لوگ فوراً اس کے پاس پہنچ گئے اور انہوں نے اپنی قوم والوں کو بھی ہدایت کی کہ وہ ان سے آملیں۔ پس وہ لوگ بھی طُلَیحہ کے پاس آ گئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت خالد بن ولید کو ذُوالقَصَّہ سے روانہ کرنے سے قبل حضرت عدیؓ سے کہا کہ تم اپنی قوم یعنی قبیلہ طَے کے پاس جاؤ ایسا نہ ہو کہ وہ برباد ہو جائیں۔ جنگ کریں اور برباد ہوں۔ حضرت عدیؓ اپنی قوم کے پاس آئے اور ذَرْوَہ اور غَارِب میں ان کو روک لیا اور ان کو اسلام کی دعوت دی اور ان کو خوف دلایا۔ ذَرْوَہ بھی غَطَفَان کے علاقے میں ایک جگہ کا نام ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بنو مُرّہ میں بن عوف کے چشمہ کا نام ہے۔

بہرحال ان کے پیچھے ہی حضرت خالدؓ روانہ ہو گئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان کو حکم دیا تھا کہ پہلے وہ طَے قبیلہ کے اطراف سے مہم کا آغاز کریں اور پھر بُزَاخہ کا رخ کریں اور وہاں سے آخر میں بُطَاح جائیں اور جب وہ دشمن سے فارغ ہو جائیں تو تاوقتیکہ ان کو جدید احکام موصول نہ ہوں وہ کسی اور جگہ حملے کا قصد نہ کریں۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس امر کا اظہار کیا کہ آپؓ خود خیبر کی طرف روانہ ہو رہے ہیں۔ آپؓ نے یہ اظہار کر دیا۔ لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ حضرت ابو بکرؓ خود خیبر کی طرف روانہ ہو رہے ہیں اور پھر

وہاں سے مڑ کر وہ خالد سے سلمیٰ پہاڑ کے اطراف پر آملیں گے۔ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے یہ تدبیر اس لیے کی تھی تاکہ جب دشمن کو یہ خبر پہنچے تو وہ مرعوب ہو جائے کہ ایک اَور فوج بھی ہے حالانکہ آپ تمام لشکر حضرت خالدؓ کے ہمراہ روانہ فرما چکے تھے۔ حضرت خالدؓ روانہ ہوئے۔ بُزَاخَہ سے انہوں نے مڑ کر اَجاء کا رخ کیا۔ اَجاء اور سَلْمیٰ یہ دو پہاڑ ہیں۔ سلمیٰ کا پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے جو سَمِیْرَاء کے بائیں طرف ہیں۔ ایک قول کے مطابق اَجاء بنو طَے کا ایک پہاڑ ہے۔

قبیلہ طے کو قبول اسلام کی دعوت

بہر حال حضرت خالدؓ نے یہ ظاہر کیا کہ وہ خیبر کی طرف جا رہے ہیں پھر وہاں سے طَے کے مقابلہ پر پلٹیں گے۔ اس تدبیر سے قبیلہ طَے کے لوگ اپنی جگہ بیٹھے رہے اور طُلَیحہ کے پاس جانے سے رک گئے۔ حضرت عدیؓ بھی طَے کے پاس آئے اور ان کو اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے کہا کہ ابو الفَصِیل کی ہر گز اطاعت نہیں کریں گے۔ ابو الفصیل سے ان کی مراد حضرت ابو بکرؓ تھے۔ فصیل اونٹنی یا گائے کے بچے کو کہتے ہیں جو اپنی ماں سے بچھڑ گیا ہو یا جس کا دودھ چھڑا دیا گیا ہو۔ چونکہ کلمہ بِکْر اور کلمہ فَصِیل دونوں کے معنی اونٹ کے بچے کے ہیں اس لیے بعض لوگ حضرت ابو بکرؓ کو حقارت و توہین کی غرض سے ابو الفَصِیل یعنی اونٹ کے بچے کا باپ کہتے تھے۔ حضرت عدیؓ نے کہا کہ تمہاری جانب ایک ایسا لشکر بڑھا چلا آ رہا ہے جو تم پر ہر گز رحم نہ کرے گا اور قتل و غارت کا بازار اس طرح گرم کرے گا کہ کسی بھی شخص کو امان نہ مل سکے گی۔ میں نے تمہیں سمجھا دیا آگے تم جانو اور تمہارا کام۔

ایک اَور روایت کے مطابق انہوں نے اپنے قبیلہ کے لوگوں کو یہ بھی کہا کہ پھر اس وقت تم حضرت ابو بکرؓ کو فَحْلُ الْاَکْبَر کی کنیت سے یاد کرو گے۔ فحل ہر جانور کے نر کو کہتے ہیں یعنی اب تو تم تمسخر اور حقارت سے ان کو اونٹ کا چھوٹا سا بچہ کہہ رہے ہو پھر تم ان کو مضبوط نر اونٹ کہنے پر مجبور ہو گے۔ قبیلہ طَے کے لوگوں نے ان کی باتیں سن کے کہا کہ اچھا تم اس حملہ آور لشکر سے جا کر ملو اور اسے ہم پر حملہ کرنے سے روکو یہاں تک کہ ہم اپنے ان ہم قوم لوگوں کو جو بُزَاخَہ میں ہیں واپس بلا لیں۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ اگر ہم طُلَیحہ کی مخالفت کریں گے جبکہ ہمارے لوگ اس کے قبضہ میں ہیں تو وہ ان سب کو قتل کر دے گا یا ان کو یرغمال کی حیثیت سے قید کر لے گا۔ یہ اس کے بارے میں مشہور تھا کہ اپنے مخالفین کو وہ پھر چھوڑتا نہیں ہے اور طَے قبیلہ کے لوگوں نے بھی کہا کہ کیونکہ ہمارے لوگ وہاں ہیں اس لیے اگر ہم آ گئے یا اس کو بھنک پڑ گئی کہ یہ مسلمان ہونے والے ہیں تو یہ قتل کر دے گا۔

حضرت عدیؓ نے حضرت خالدؓ کا سُنْح مقام میں استقبال کیا۔ سُنْح بھی مدینہ کے مضافات میں ایک جگہ ہے۔ حضرت عدیؓ نے کہا۔ خالد! آپ مجھے تین دن کی مہلت دیں۔ پانچ سو جنگجو آپ کے ساتھ اکٹھے ہو جائیں گے جن کے ساتھ مل کر آپ دشمن پر حملہ کریں۔ یہ بات اس سے بہتر ہے کہ آپ ان کو جہنم کی آگ میں داخل کریں یعنی طَے قبیلے کے لوگ آپ کے ساتھ آ جائیں گے اور ان کے ساتھ

بر سرپیکار ہو جائیں۔

حضرت خالدؓ نے ان کی تجویز مان لی۔ حضرت عدیؓ اپنی قوم کے پاس آئے۔ اس سے پہلے قبیلہ طَے کے لوگ بُزَاخَہ سے اپنی قوم والوں کو واپس بلانے کے لیے آدمی بھیج چکے تھے۔ قبیلے کے لوگوں نے طُلَیحہ کے لشکر میں اپنے آدمیوں کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ فوراً واپس آجائیں کیونکہ مسلمانوں نے طُلَیحہ کے لشکر پر حملہ کرنے سے پہلے ان پر چڑھائی یعنی طَے قبیلے پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ اس لیے وہ آئیں اور اس حملہ کو روکیں۔ یہ تدبیر انہوں نے چلی۔ چنانچہ وہ بطور کمک اپنی قوم کے پاس واپس آگئے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو طُلَیحہ اور اس کے ساتھی انہیں زندہ نہ چھوڑتے۔ پھر حضرت عدیؓ نے حضرت خالدؓ کو آکر اپنے قبیلے کے دوبارہ اسلام لے آنے کی اطلاع دی۔

ایک مصنف نے لکھا ہے کہ عدی کا یہ عظیم کارنامہ ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کو اسلامی فوج میں شمولیت کی دعوت دی۔ بنو طَے کی لشکر خالد میں شمولیت دشمن کی پہلی شکست تھی کیونکہ قبیلہ طَے کا شمار جزیرہ عرب کے قوی ترین قبائل میں ہوتا تھا۔ دیگر قبائل ان کو اہمیت دیتے تھے۔ ان کی طاقت و قوت کا اعتبار تھا۔ ان سے خوف کھاتے تھے۔ اپنے علاقے میں ان کو عزت اور غلبہ حاصل تھا۔ پڑوسی قبائل ان کے حلیف بننے کے لیے کوشاں رہتے تھے۔[476]

پھر حضرت خالدؓ نے یہاں سے جَدِیلَہ کے مقابلے کے خیال سے أَنْسُر کی طرف کوچ کیا۔ أَنْسُر بھی قبیلہ طَے کے ایک چشمہ کا نام ہے۔ وہاں اس چشمہ کے ارد گرد آبادی تھی۔ حضرت عدیؓ نے ان سے کہا کہ قبیلہ طَے کی مثال ایک پرندے کی ہے اور قبیلہ جَدِیلَہ قبیلہ طَے کے دو بازوؤں میں سے ایک بازو ہے۔ آپ مجھے چند روز کی مہلت دیں۔ شاید اللہ تعالیٰ جَدِیلَہ کو بھی راہ راست پر لے آئے۔ بغیر جنگ کے ہی یہ لوگ ٹھیک ہو جائیں جس طرح اس نے غوث یعنی قبیلہ طَے کی دوسری شاخ کو گمراہی سے نکال لیا ہے۔ حضرت خالدؓ نے ایسا ہی کیا۔ حضرت عدیؓ جَدِیلَہ کے پاس آئے۔ حضرت عدیؓ مسلسل ان سے بات چیت کرتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے حضرت عدیؓ کی بیعت کی اور ان کے اسلام لے آنے کی بشارت حضرت عدیؓ نے حضرت خالدؓ کو آکر دی اور اس قبیلے کے ایک ہزار سواروں کے ساتھ مسلمانوں کے پاس آگئے۔[477]

طلیحہ اسدی کی طرف روانگی اور حضرت عکاشہؓ کی شہادت

حضرت خالد بن ولیدؓ قبیلہ طَے کے قبول اسلام کے بعد طُلَیحہ اَسَدِی کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ جب دشمن کے قریب پہنچ گئے تو آپؓ نے حضرت عُکَّاشہ بن مِحْصَن ؓ اور حضرت ثابِت بن اَقْرَم ؓ کو دشمن کی خبر لانے کے لیے آگے روانہ کیا۔ جب یہ دشمن کے قریب پہنچے تو طُلَیحہ اور اس کا بھائی سَلَمہ دیکھنے کے لیے اور دریافتِ حال کے لیے نکلے۔ سَلَمہ نے حضرت ثابت کو مہلت بھی نہ دی

اور انہیں شہید کر دیا اور طُلَیحہ نے جب دیکھا کہ اس کا بھائی اپنے مقابل سے فارغ ہو چکا ہے تو اس نے اسے اپنے مد مقابل یعنی عُکّاشہ کے خلاف مدد کے لیے پکارا کہ آؤ میری مدد کرو ورنہ یہ شخص مجھے کھا جائے گا۔ چنانچہ ان دونوں نے مل کر حضرت عُکّاشہؓ پر حملہ کیا اور ان کو بھی شہید کر دیا اور اپنی جگہ واپس چلے گئے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت خالدؓ نے حضرت عُکّاشہؓ اور ثابت انصاری کو دشمن کی خبر گیری کے لیے بھیجا تو طُلَیحہ کا بھائی حِبَال ان کو ملا تو ان دونوں نے اس کو قتل کر دیا۔ کس حد تک اس میں صداقت ہے اللہ جانتا ہے یا اگر یہ روایت صحیح ہے تو وہ لڑائی کے لیے آمادہ ہوا تو لڑائی ہوئی تب قتل ہوا۔ کیونکہ بہرحال یہ لوگ تو خبر لینے کے لیے گئے تھے۔ لڑائی کرنے کے لیے گئے ہی نہیں تھے۔ جب یہ خبر طُلَیحہ کو پہنچی تو طُلَیحہ اور اس کا بھائی سلمہ نکلے۔ طُلَیحہ نے حضرت عکاشہ کو شہید کر دیا اور اس کے بھائی نے حضرت ثابتؓ کو اور پھر دونوں واپس چلے گئے۔[478]

حضرت خالدؓ اپنی فوج کے ساتھ آگے بڑھے یہاں تک وہ اس جگہ پہنچے جہاں حضرت ثابتؓ مقتول ہونے کی حالت میں پڑے ہوئے تھے لیکن ان میں سے کسی کو ان کی خبر نہ تھی یہاں تک کہ اچانک کسی سواری کا ان پر پاؤں آ گیا۔ مسلمانوں پر یہ بہت گراں گزرا۔ پھر جب غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ حضرت عُکّاشہ بن محصنؓ بھی شہید پڑے ہیں۔ اس سے مسلمان اَور بھی غمگین ہو گئے اور کہنے لگے کہ مسلمانوں کے سرداروں میں سے دو بڑے سردار اور گھڑ سواروں میں سے دو گھڑ سوار شہید ہو گئے۔ تو اس صورتحال کو دیکھ کر حضرت خالدؓ فوج کو مرتب کرنے لگے۔ فوج کو جنگ کے لیے ترتیب دیا اور قبیلہ طَے کی طرف لوٹ گئے۔ ایک روایت میں ہے حضرت عدی بن حاتمؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے حضرت خالد بن ولیدؓ سے کہلا بھیجا کہ آپؓ میرے پاس آ کر چند روز قیام کریں۔ مَیں طَے کے تمام قبائل کے پاس آدمی بھیجتا ہوں اور جس قدر مسلمان اس وقت آپ کے ساتھ ہیں ان سے کہیں زیادہ فوج آپؓ کے لیے جمع کیے دیتا ہوں اور پھر مَیں خود آپ کے دشمن کے مقابلے میں آپؓ کے ساتھ چلوں گا۔ پس آپؓ میری طرف چل پڑے یعنی اس طرف آ گئے۔

طلیحہ سے جنگ اور اس کا فرار

ایک روایت میں ہے کہ حضرت خالدؓ نے قصبہ سَلْمیٰ میں اُرُك مقام پر قیام کیا تھا مگر دوسری روایت کے مطابق آپ نے اَجَاء مقام پر قیام کیا تھا۔ یہاں سے حضرت خالدؓ نے طُلَیحہ کے مقابلے کے لیے اپنی فوج کو مرتب کیا اور بُزَاخَہ پر دونوں کا مقابلہ ہوا۔ جب لوگوں نے لڑائی شروع کی تو عُیَینہ نے بنو فَزَارَہ کے سات سو افراد کے ساتھ مل کر طُلَیحہ کی معیت میں سخت لڑائی کی۔ عیینہ اور طُلَیحہ اکٹھے مل گئے۔ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف جنگ کی۔ طُلَیحہ اپنے اُونی خیمے کے صحن میں چادر اوڑھے بیٹھا تھا۔ یہ نبی بنا ہوا تھا اس لیے یہ خیمے میں بیٹھا رہا اور غیب کی خبریں دیتا تھا۔ کہتا تھا تم لوگ جنگ لڑو میں یہاں سے

تمہیں بتاتا ہوں کہ کیا نتیجہ نکلنے والا ہے جبکہ لوگ قتال میں مصروف تھے۔ جب عُیَینہ کو لڑائی میں تکلیف اٹھانا پڑی اور اس کا شدید نقصان ہوا تو وہ طُلیحہ کے پاس آیا اور کہا کیا ابھی تک جبرائیل تمہارے پاس نہیں آئے؟ جنگ میں تو مار پڑ رہی ہے تم کہتے ہو مجھے الہام ہوتے ہیں، وحی ہوتی ہے اور جبرائیل مجھے بتائیں گے کیا ہونا ہے تو بتاؤ ابھی تک کچھ نتیجہ نہیں نکلا؟ جبرائیل آئے نہیں؟ اس نے کہا نہیں۔

عُیَینہ واپس گیا پھر لڑائی میں مصروف ہو گیا۔ جب اس کو دوبارہ لڑائی کی شدت نے پریشان کر دیا تو وہ پھر طُلیحہ کے پاس آیا اور کہا کہ تمہارا برا ہو کیا جبرائیل ابھی تک تمہارے پاس نہیں آئے؟ اس نے کہا اللہ کی قسم نہیں آئے۔ عُیَینہ نے قسم کھاتے ہوئے کہا کب آئیں گے؟ ہمارا تو کام تمام ہوا چاہتا ہے۔ وہ پھر میدانِ جنگ میں پلٹ کر لڑنے لگا اور اب جب پھر اسے ناکامی ہوئی تو وہ پھر طُلَیحہ کے پاس گیا اور پوچھا کیا جبرائیل تمہارے پاس ابھی تک نہیں آئے؟ طُلَیحہ نے کہا ہاں آئے ہیں۔ عُیَینہ نے پوچھا پھر جبرائیل نے کیا کہا؟ طُلَیحہ نے کہا انہوں نے مجھ سے کہا ہے کہ تیری چکی بھی ان کی چکی کی طرح ہو گی اور ایک ایسا واقعہ ہو گا، تیرا ایسا بول بالا ہو گا کہ جو تم کبھی بھلا نہیں سکو گے۔ عُیَینہ نے یہ سنا تو اپنے دل میں کہا کہ اللہ جانتا ہے کہ عنقریب ایسے واقعات پیش آئیں گے جنہیں تم بدل نہیں سکو گے یا بھلا نہیں سکو گے۔ پھر وہ اپنی قوم کے پاس آیا اور اس قوم سے کہا کہ اے بنو فزارہ! بخدا یہ طُلَیحہ کذاب ہے۔ پس تم لوگ واپس چلو۔ اس پر تمام بنو فَزَارَہ لڑائی سے کنارہ کش ہو گئے اور ان لوگوں کو شکست ہوئی تو وہ بھاگے اور طُلَیحہ کے ارد گرد اکٹھے ہو گئے اور پوچھنے لگے کہ آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں۔ اس سے پہلے ہی طُلَیحہ نے اپنے لیے اپنا گھوڑا اور اپنی بیوی نَوَار کے لیے اونٹ تیار کر رکھا تھا۔ وہ کھڑا ہوا اور لپک کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنی بیوی کو سوار کیا پھر اس کے ساتھ بھاگ گیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم میں سے جو کوئی بھی اس کی استطاعت رکھتا ہے جیسا مَیں نے کیا ہے وہ بھی ایسا کرے اور اپنے اہل کو بچائے۔ دوڑ جاؤ میدان جنگ سے۔ پھر طُلَیحہ نے حُوشِیَّہ کی راہ اختیار کی یہاں تک کہ شام پہنچ گیا۔ اس کی جماعت پراگندہ ہو گئی اور اللہ نے ان میں سے بہتوں کو مار دیا۔ بہت سے مارے گئے۔ ایک روایت کے مطابق طُلَیحہ میدان جنگ سے بھاگ کر نَقْع میں بنو کَلْب کے پاس مقیم ہو گیا اور وہاں جا کے اسلام لے آیا۔ نقع بھی طائف کے اطراف میں مکہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کی وفات تک وہ بنو کلب میں ہی مقیم رہا۔[479]

بنو عامر اپنے خاص و عام افراد کے ساتھ اس کے قریب بیٹھے ہوئے تھے اور قبائل سُلَیم اور ہَوَازِن کا بھی یہی حال تھا۔ پھر جب اللہ نے بنو فَزَارَہ اور طُلَیحہ کو بری طرح شکست دی تو وہ قبائل یہ کہتے ہوئے آئے کہ جس دین سے ہم نکلے تھے ہم پھر اسی میں داخل ہوتے ہیں۔ وہ خود ہی آ کے اسلام میں شامل ہو گئے اور کہا ہم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے ہیں اور اپنے جان اور مال کے متعلق اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو تسلیم کرتے ہیں۔[480]

تاریخ طبری کی ایک روایت میں ہے کہ اہل بُزَاخہ کی شکست کے بعد بنو عامر آئے اور انہوں نے کہا کہ ہم دین میں داخل ہوتے ہیں جس سے ہم نکل گئے تھے۔ حضرت خالدؓ نے ان سے اس شرط پر بیعت لی جو آپؓ نے اہل بُزَاخہ یعنی اَسَد، غَطفَان اور طَے سے لی تھی اور ان سب نے اسلام قبول کرنے کی شرط پر اطاعت قبول کر لی۔ اس بیعت کے الفاظ یہ تھے۔ تم سے اللہ تعالیٰ کا عہد و پیمان لیا جاتا ہے کہ تم ضرور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ایمان لاؤ گے اور ضرور نماز کو قائم کرو گے اور ضرور زکوٰۃ ادا کرو گے اور اسی چیز پر تم اپنے بیٹوں اور عورتوں کی طرف سے بھی بیعت کرو گے۔ اس پر وہ کہتے ہاں۔[481]

حضرت خالدؓ نے اَسَد، غَطفَان، ہَوازِن، سُلَیم اور طَے میں سے کسی کی بیعت قبول نہیں کی سوائے اس کے کہ وہ ان تمام لوگوں کو مسلمانوں کے حوالے کر دیں جنہوں نے ارتداد کی حالت میں اپنے ہاں کے مسلمانوں کو آگ میں جلایا تھا اور ان کا مُثلہ کیا تھا اور مسلمانوں پر چڑھائی کی تھی۔

حضرت خالدؓ نے ان سے یہ بیعت اس صورت میں لی کہ اپنے ان لوگوں کو ہمارے سپرد کرو جنہوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچایا، قتل کیا، ان کے گھروں کو آگ لگائی۔ مسلمانوں کو آگ میں جلایا۔ پھر ان کا مُثلہ کیا اور آگ میں جلایا۔ یہ ساری باتیں کیں۔ انہوں نے کہا ہمارے حوالے کرو گے پھر تمہاری بیعت قبول کی جائے گی۔ وہ ملزمان جو ہیں، سارے مجرم جو ہیں وہ سب پیش ہوں۔ پس ان تمام قبائل نے ان لوگوں کو حضرت خالدؓ کے سپرد کر دیا تو حضرت خالدؓ نے ان قبائل کی بیعت کو قبول کر لیا اور جن لوگوں نے مسلمانوں پر مظالم کیے تھے ظلم کرنے والے جو لوگ تھے ان کے اعضاء بھی قطع کرا دیے اور ان کو آگ میں بھی جلایا گیا۔[482]

بہر حال جو ظلم انہوں نے مسلمانوں پر کیے تھے جیسا کہ گذشتہ خطبہ میں مَیں بیان کر چکا ہوں سزا کے طور پر ان سے اسی طرح سلوک کیا گیا۔ حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حضرت خالدؓ کے ایک خط کا ذکر ہے۔

قُرَّہ بن ہُبَیرہ اور عُیَینہ بن حِصن کو قید کر کے مدینہ روانہ کرنا

حضرت خالد بن ولیدؓ نے قُرَّہ بن ہُبَیرہ اور اس کے چند ساتھیوں کو رسیوں سے باندھ دیا اور پھر قُرَّہ اور دوسرے قیدیوں کو حضرت خالدؓ نے حضرت ابو بکرؓ کے پاس روانہ کیا اور آپؓ کی خدمت میں لکھا کہ بنو عامر اسلام سے روگردانی اور انتظار کے بعد پھر سے اسلام میں داخل ہو گئے ہیں۔ جن قبائل سے میری جنگ ہوئی یا جن سے بغیر جنگ کے مصالحت ہوئی مَیں نے ان سب سے کسی کی بیعت قبول نہیں کی یہاں تک کہ وہ ان لوگوں کو میرے پاس لائیں جنہوں نے مسلمانوں پر طرح طرح کے مظالم کیے تھے۔ مَیں نے ان کو قتل کر دیا۔ قُرَّہ اور اس کے ساتھیوں کو آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔

حضرت ابو بکرؓ نے بھی حضرت خالدؓ کے نام ایک خط لکھا جو نافع سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے اس خط کے جواب میں حضرت خالدؓ کو لکھا کہ جو کچھ تم نے کیا اور جو کامیابی تم کو حاصل ہوئی اللہ تم کو

اس کی جزائے خیر دے۔ تم اپنے ہر کام میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّ الَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ (النحل:129) یقیناً اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور جو احسان کرنے والے ہیں۔ تم اللہ کے کام میں پوری جدوجہد کرنا اور تساہل نہ کرنا۔ جس شخص نے کسی مسلمان کو مارا ہو اور وہ تمہارے ہاتھ لگ جائے تو اس کو ضرور قتل کر دو اور اس طرح قتل کرو کہ دوسرے عبرت پکڑیں۔ وہ لوگ جنہوں نے خدا کے حکم سے نافرمانی کی ہو اور اسلام کے دشمن ہوں ان کے قتل سے اگر اسلام کو فائدہ پہنچتا ہو تو قتل کر سکتے ہو۔ حضرت خالدؓ ایک ماہ بُزَاخَہ میں فروکش رہے اور اس قسم کے لوگوں کی تلاش میں ہر طرف چھاپے مار کر ان لوگوں کو گرفتار کرتے رہے۔[483]

اور یوں حضرت ابو بکر صدیقؓ کی ہدایت کے مطابق ان لوگوں کو سخت سزائیں دیں۔

قُرَّہ بن ہُبَیْرہ اور عُیَیْنہ بن حِصن کے قید ہو کر مدینہ آنے کے متعلق تاریخ طبری میں اس طرح ذکر آتا ہے کہ حضرت خالدؓ نے بنو عامر کے معاملے کا تصفیہ کر کے جب ان سے بیعت لے لی اور عُیَیْنہ بن حِصن اور قُرَّہ بن ہُبَیْرہ کو قید کر کے حضرت ابو بکرؓ کے پاس بھیج دیا اور جب یہ حضرت ابو بکرؓ کے سامنے آئے تو قُرَّہ نے کہا کہ اے خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مَیں مسلمان ہوں۔ حضرت عمرو بن عاصؓ میرے اسلام کے گواہ ہیں۔ جب وہ میرے پاس سفر کے دوران آئے مَیں نے ان کو اپنا مہمان بنایا، ان کی تعظیم و تکریم کی اور ان کی حفاظت کی۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو بلا کر اس کی تصدیق چاہی۔

حضرت عمروؓ نے تمام واقعہ بیان کیا اور جو کچھ قُرَّہ نے کہا تھا وہ بتایا اور جب وہ زکوٰۃ کے متعلق اس کی گفتگو کو بیان کرنے لگے تو قُرَّہ نے کہا بس کیجیے آگے بیان نہ کریں۔ اس پر انہوں نے کہا اللہ کی رحمت ہو۔ حضرت عمروؓ نے کہا یہ نہیں ہو سکتا۔ مَیں تو پوری بات حضرت ابو بکرؓ سے بیان کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے تمام گفتگو بیان کر دی۔ قُرَّہ نے زکوٰۃ کے حوالے سے پہلے کہا تھا کہ اس کے مطالبہ کو ختم کر دیں تو عرب بات سنیں گے یعنی زکوٰۃ نہ لی جائے۔ اس پر حضرت عمروؓ نے کہا گویا تم کافر ہو چکے تو قُرَّہ نے کہا پھر آپ زکوٰۃ کے مطالبے کا ایک وقت مقرر کر دیں تو ہم لوگ مل کر فیصلہ کر لیں گے کہ زکوٰۃ دینی ہے کہ نہیں دینی۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس سے درگزر کیا۔ بہرحال اس کی باتیں سننے کے باوجود حضرت ابو بکرؓ نے اس سے درگزر کیا اور اس کی جان بخشی کر دی۔

عُیَیْنہ بن حِصن اس حالت میں مدینہ آیا کہ اس کے دونوں ہاتھ رسی سے اس کی گردن پر بندھے تھے۔ مدینہ کے لڑکے اسے کھجور کی شاخیں چبھو رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اے اللہ کے دشمن! کیا ایمان لانے کے بعد تُو کافر ہو گیا ہے؟ تو اُس نے کہا بخدا! مَیں آج کے دن تک کبھی اللہ پر ایمان ہی نہیں لایا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس سے درگزر کیا اور اس کی بھی جان بخشی کر دی۔[484]

ایک اَور مصنف لکھتے ہیں کہ عُیَیْنہ کو خلیفۂ رسول ﷺ ابو بکرؓ کے پاس حاضر کیا گیا۔ اس نے حضرت ابو بکرؓ سے عفو و درگزر کا ایسا برتاؤ پایا جس کا اس کو یقین نہ تھا۔ آپ نے اس کے ہاتھ کھولنے کا حکم

دیا۔ پھر اس سے توبہ کا مطالبہ کیا تو عُیَینہ نے خالص توبہ کا اعلان کیا اور اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے ہوئے معذرت پیش کی اور اسلام لایا پھر اچھی طرح اسلام پر کاربند رہا۔[485]

طُلیحہ اسدی کا اسلام قبول کرنا

جھوٹے مدعیٔ نبوت اور باغی، طُلَیحہ اسدی نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس کے بارے میں لکھا ہے کہ

طُلَیحہ اسدی کے اسلام لانے کا سبب یہ ہوا کہ جب اسے اطلاع ملی کہ قبیلہ اسد، غطفان اور بنو عامر مسلمان ہو چکے ہیں تو وہ بھی مسلمان ہو گیا۔ پھر وہ حضرت ابوبکرؓ کی امارت میں عمرہ کرنے مکہ روانہ ہوا۔ وہ مدینہ کے اطراف سے گزرا تو حضرت ابوبکرؓ سے عرض کیا گیا یہ طُلَیحہ ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا مَیں اس کا کیا کروں؟ اس کو چھوڑ دو۔ یقیناً اللہ نے اسے اسلام کی طرف ہدایت دے دی ہے۔ طُلَیحہ مکہ کی طرف گیا اور عمرہ ادا کیا۔ پھر حضرت عمرؓ کے خلیفہ ہونے کے بعد ان کی بیعت کرنے آیا تو حضرت عمرؓ نے اس سے کہا کہ تم عکاشہ اور ثابت کے قاتل ہو۔ بخدا! مَیں کبھی تم کو پسند نہیں کر سکتا۔ طُلَیحہ نے کہا اے امیر المومنین! آپ ان دو شخصوں کا کیا غم کرتے ہیں جن کو اللہ نے میرے ہاتھوں سے عزت دی۔ شہید ہوئے اور مجھے ان دونوں کے ہاتھوں ذلیل نہیں کیا۔ یعنی میں ذلیل نہیں ہوا۔ ان کے حملے سے مرا نہیں ورنہ میں جہنم میں جاتا اور آج میں اسلام قبول کر کے اللہ تعالیٰ کا فضل پانے والا بن رہا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے اس سے بیعت لے لی اور کہا اے دھوکے باز! تمہاری کہانت میں سے کیا باقی ہے؟ یعنی تم کاہن تھے اس میں سے ابھی بھی کچھ کہانت کا کام کرتے ہو؟ اس نے کہا کہ ایک آدھ پھونک مار لیتا ہوں۔ پھر وہ اپنی قوم کی قیام گاہ کی طرف آیا اور وہیں مقیم رہا۔[486]

عراق کی جنگوں میں طُلَیحہ نے ایرانیوں کے مقابلے میں کارہائے نمایاں انجام دیے۔ مسلمان ہونے کے بعد عراق کی جنگوں میں یہ لڑا اور اچھا لڑا اور جنگ نَہَاوَنْد میں 21ر ہجری میں شہید ہوا۔[487]

اُمِّ قِرْفَہ کی بغاوت اور اس کی سرکوبی

حضرت خالد بن ولید کا ظَفَر، یہ ایک علاقہ ہے اس جانب جانا اور اُمِّ زِمل سلمیٰ بنتِ اُمِّ قِرْفَہ کی طرف پیش قدمی۔ امّ زِمل کا نام سلمیٰ بنت مالِک بن حُذَیفہ تھا جو اپنی ماں اُمِّ قِرْفہ بنت رَبیعہ سے مشابہ تھی۔ وہ عزت و شہرت میں اپنی ماں جیسی تھی اور اس کے پاس اُمِّ قرفہ کا اونٹ بھی تھا۔[488]

اُمِّ قِرْفہ کا تعارف یہ ہے کہ اُمّ قرفہ کا نام فاطمہ بنت ربیعہ تھا اور وہ بنو فَزارَہ کی سردار تھی۔ یہ عورت اپنی قوت اور حفاظتی انتظامات کے طور پر ایک ضرب المثل مانی جاتی تھی۔ اس کے گھر میں ہر وقت پچاس تلواریں آویزاں رہتی تھیں اور پچاس مردانِ شمشیر زَن ہر وقت وہاں موجود ہوتے تھے۔ یہ سب کے سب اس کے بیٹے اور پوتے تھے۔ اس کے ایک بیٹے کا نام قرفہ تھا اس کی وجہ سے اس کی کنیت

اُمِّ قرفہ تھی جبکہ اس کا اصلی نام فاطمہ بنت ربیعہ تھا۔ اس کا گھر وَادِی القُریٰ کی ایک جانب تھا جو مدینہ طیبہ سے سات رات کی مسافت پر تھا۔[489]

ام قرفہ کی طرف ایک سَرِیَّہ چھ ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔ اُمِّ قرفہ کی سرکوبی کی ایک وجہ یہ تھی کہ اس نے مدینہ پر حملہ کرنے اور نبی کریم ﷺ کو قتل کرنے کی سازش کی تھی۔ اس بارے میں ایک مصنف نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ اس نے اپنے تیس بیٹوں اور پوتوں کا ایک دستہ تیار کیا اور کہا کہ مدینہ پر چڑھائی کرو اور حضور ﷺ کو قتل کرو۔ اس لیے مسلمانوں نے اس فتنہ باز عورت کو کیفرِ کردار تک پہنچا دیا۔[490]

اس کا دوسرا سبب یہ تھا کہ حضرت زید بن حارثہ تجارت کی غرض سے شام کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کے پاس دیگر صحابہ کرام کے اموالِ تجارت تھے۔ جب وادی القریٰ پہنچے تو قبیلہ فَزارہ کی شاخ بنو بدر کے بہت سے آدمی نکل آئے۔ انہوں نے حضرت زیدؓ اور ان کے ساتھیوں کو سخت مارا پیٹا اور سارا سامان بھی چھین لیا۔ انہوں نے واپس آکر بارگاہِ رسالت میں یہ واقعہ عرض کیا۔ نبی کریم ﷺ نے ایک لشکر اُن کے ساتھ بھیجا تاکہ ان لٹیروں کی گوشمالی کرے۔[491]

اُمِّ قرفہ کی بیٹی اُمِّ زِمل سلمٰی کا واقعہ یوں ہے کہ غَطَفَان، طَے، سُلَیم اور ہَوَازِن کے بعض لوگ جنہوں نے بُزَاخَہ میں حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہاتھوں شکست کھائی تھی، بھاگ کر اُمِّ زِمل سلمٰی بنت مالک کے پاس پہنچے اور وعدہ کیا کہ اس کے ساتھ مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگ کرتے ہوئے جانیں قربان کر دیں گے لیکن پیچھے نہیں ہٹیں گے۔[492]

غطفان کے شکست خوردہ لوگ ظَفَر میں جمع ہو گئے۔ یہ ظَفَر جو ہے بصریٰ اور مدینہ کے راستے پر ایک مقام ہے۔ یہ حَوأب کے قریب ایک مقام ہے۔ حَوأب بھی مدینہ اور بصریٰ کے راستے پر ایک جگہ ہے اور وہاں ایک کنواں ہے۔ وہاں ام زِمل سلمٰی نے ان لوگوں کو ان کی شکست پر غیرت دلائی اور جنگ کا حکم دیا اور پھر خود بھی مختلف قبائل میں بار بار چکر لگا کر ان کو حضرت خالدؓ سے جنگ کے لیے اکسایا یہاں تک کہ وہ لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے اور جنگ کے لیے دلیر ہو گئے۔ یہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے بھڑکانے والی تھی اور ہر طرف سے بھٹکے ہوئے لوگ اس کے پاس آگئے۔ اس سے قبل اُمِّ قرفہ کی زندگی میں یہ اُمِّ زِمل سلمٰی قید ہو کر حضرت عائشہؓ کو ملی تھی۔ انہوں نے اسے آزاد کر دیا تھا۔ یہ کچھ عرصہ ان کے پاس رہی پھر اپنی قوم میں چلی آئی۔ وہاں جا کے مرتد ہو گئی۔[493]

جب حضرت خالدؓ کو اس کی اطلاع ہوئی وہ اس وقت مجرموں کی گرفتاری، زکوٰۃ کی تحصیل، دعوتِ اسلام اور لوگوں کی تسکین میں منہمک تھے تو اُمِّ زِمل سلمٰی کے مقابلہ کے لیے بڑھے جس کی شوکت اور طاقت بہت بڑھ چکی تھی اور اس کا معاملہ بہت شدت اختیار کر گیا تھا۔ پس حضرت خالدؓ اس کے اور اس کی جمعیتوں سے مقابلے کے لیے آگے بڑھے۔ نہایت شدید جنگ ہوئی۔ اُمِّ زِمل سلمٰی اس وقت اپنی ماں کی طرح بڑی شان سے اپنی ماں کے اونٹ پر سوار تھی اور دونوں لشکروں کے درمیان

شدید جنگ ہوئی۔ اُمِّ زِمل اونٹ پر سوار اشتعال انگیز تقریروں سے برابر فوج کو جوش دلا رہی تھی۔ مرتدین بھی بڑی بہادری سے جان توڑ کر لڑ رہے تھے۔ اُمِّ زِمل کے اونٹ کے گرد سو اونٹ اَور تھے جن پر بڑے بڑے بہادر سوار تھے اور بڑی پامردی سے اُمِّ زِمل کی حفاظت کر رہے تھے۔ مسلمان شہسواروں نے اُمِّ زِمل کے پاس پہنچنے کی سر توڑ کوشش کی لیکن اس کے محافظوں نے ہر بار انہیں پیچھے ہٹا دیا۔ پورے سو آدمیوں کو قتل کرنے کے بعد مسلمان آخر کار اُمِّ زِمل کے اونٹ کے قریب پہنچے۔ وہاں پہنچتے ہی انہوں نے اونٹ کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور اُمِّ زِمل کو قتل کر دیا۔ اس کے ساتھیوں نے جب اس کے اونٹ کو گرتے اور اُسے قتل ہوتے دیکھا تو اُن کی ہمت نے جواب دے دیا اور بدحواس ہو کر بے تحاشا میدان جنگ سے بھاگنے لگے۔ اس طرح اس فتنہ کی آگ ٹھنڈی ہو گئی اور جزیرہ نما عرب کے شمال مشرقی حصہ میں ارتداد اور بغاوت کا خاتمہ ہو گیا۔[494]

حضرت خالدؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو اس فتح کی بشارت بھیجی۔[495]

حضرت خالد بن ولیدؓ کی مالک بن نویرہ کی طرف پیش قدمی

حضرت خالد بن ولیدؓ کی بُطاح کے علاقہ کی جانب، مالک بن نُوَیْرَہ کی طرف پیش قدمی کی تفصیل یوں بیان ہوئی ہے۔ بُطاح بنو اسد کے علاقے میں ایک چشمہ کا نام ہے۔ مالک بن نُوَیْرَہ کا تعلق بنو تمیم کی ایک شاخ بنو یربوع سے تھا۔ اس نے 9ر ہجری میں اپنی قوم کے ساتھ مدینہ آکر اسلام قبول کیا۔ مالک بن نُوَیْرَہ اپنی قوم کے سرداروں میں سے ایک تھا۔ عرب کے مشہور بہادر اور شہسواروں میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کو اپنے قبیلہ کی زکوٰۃ کے اموال وصول کرنے اور جمع کرنے کی ڈیوٹی سپرد کرتے ہوئے عاملِ زکوٰۃ کے عہدے پر مقرر کیا تھا لیکن جب آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی اور عرب میں ارتداد اور بغاوت کی لہر اٹھی تو مالک بن نُوَیْرَہ بھی مرتد ہونے والوں میں سے ایک تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات کی خبر اس کو پہنچی تو اس نے خوشی اور مسرت کا جشن منایا۔ اس کے گھر کی عورتوں نے مہندی لگائی، ڈھول بجائے اور خوب فرحت و شادمانی کا اظہار کیا اور اپنے قبیلے کے ان مسلمانوں کو قتل کیا جو زکوٰۃ کی فرضیت کے قائل ہونے کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کی رقم کو مسلمانوں کے مرکز یعنی مدینہ میں بھجوانے کے بھی قائل تھے۔

پس یہ بھی بات یاد رکھنے والی ہے کہ ہر ایک شخص جس کو سزا دی گئی یا جس کے خلاف سختی کے اقدام کیے گئے اس نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی تھی صرف یہی نہیں کہ مرتد ہو گئے تھے۔ بہر حال اس ضمن میں مزید ہے کہ اس نے ایک طرف تو زکوٰۃ دینے سے انکار کیا اور زکوٰۃ کے جمع شدہ اموال اپنی قوم کے لوگوں کو واپس کر دیے اور دوسری طرف نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والی باغیہ سَجَاح بنت حارث کے ساتھ شامل ہو گیا جو کہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے آئی تھی۔[496]

سجاح بنت حارث کی سرکوبی

سَجَاحُ کا تعارف یہ ہے کہ سَجَاحُ بنت حارث اس کا نام تھا۔ ام صَادِرُ کنیت تھی۔ عرب کی ایک کاہنہ تھی اور ان چند مدعیانِ نبوت اور باغی قبائلی سرداروں میں سے تھی جو عرب میں ارتداد سے تھوڑی مدت پہلے یا اس کے دوران نمودار ہوئے تھے۔ سَجَاحُ قبیلہ بنو تمیم سے تعلق رکھتی تھی اور ماں کی جانب سے اس کا نسب قبیلہ بنو تغلب سے جاملتا تھا جو اکثر مسیحی تھے۔ سَجَاحُ خود بھی مسیحی تھی اور اپنے مسیحی قبیلہ اور خاندان کی بنا پر مسیحیت کی اچھی خاصی عالم عورت تھی۔ یہ عراق سے مریدوں کے ساتھ آئی تھی اور مدینہ پر حملہ کا ارادہ رکھتی تھی۔ بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ سَجَاحُ ایرانیوں کی سازش کے تحت عرب میں داخل ہوئی تھی تا کہ حالات کو دیکھ کر ایرانی حکومت کے زوال پذیر اقتدار کو تھوڑا سنبھالا دیا جا سکے۔ بہر حال سَجَاحُ ان عوامل سے متاثر ہو کر جزیرۂ عرب میں داخل ہوئی۔ یہ طبعی امر تھا کہ وہ سب سے پہلے اپنی قوم بنو تمیم میں پہنچی۔ ایک گروہ زکوۃ ادا کرنے اور خلیفہ رسول اللہ کی اطاعت کرنے پر آمادہ تھا لیکن اس قبیلہ کا دوسرا فریق اس کی مخالفت کر رہا تھا۔ ایک تیسرا فریق بھی تھا جس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔ بہر حال اس اختلاف نے اتنی شدت اختیار کی کہ بنو تمیم نے آپس ہی میں لڑنا اور جدال اور قتال شروع کر دیا۔ اسی اثنا میں ان قبائل نے سَجَاحُ کے آنے کی خبر سنی اور انہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ سَجَاحُ مدینہ پہنچ کر ابو بکرؓ کی فوجوں سے جنگ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ پھر تو اختلاف نے مزید وسعت اختیار کر لی۔ سَجَاحُ اس ارادے سے بڑھی چلی آرہی تھی کہ وہ اپنے عظیم الشان لشکر کے ہمراہ اچانک بنو تمیم میں پہنچ جائے گی اور اپنی نبوت کا اعلان کر کے انہیں اپنے آپ پر ایمان لانے کی دعوت دے گی۔ سارا قبیلہ بالاتفاق اس کے ساتھ ہو جائے گا اور عُیَینہ کی طرح بنو تمیم بھی اس کے متعلق یہ کہنا شروع کر دیں گے کہ بنو یَرْبُوع کی نَبِیَّہ قریش کے نبی سے بہتر ہے کیونکہ محمد ﷺ وفات پا گئے ہیں اور سَجَاحُ زندہ ہے۔ اس کے بعد وہ بنو تمیم کو ہمراہ لے کر مدینہ کی طرف کُوچ کرے گی، یہ اس کا پلان تھا، اور ابو بکرؓ کے لشکر سے مقابلہ کے بعد فتح یاب ہو کر مدینہ پر قابض ہو جائے گی۔ بہر حال سَجَاحُ اور مالک بن نُوَیرَہ کا آپس میں رابطہ بھی ہوا۔ سَجَاحُ اپنے لشکر کے ہمراہ جب بنو یربوع کی حدود پر پہنچ گئی تو وہاں ٹھہر گئی اور قبیلہ کے سردار مالک بن نُوَیرَہ کو بلا کر مصالحت کرنے اور مدینہ پر حملہ کرنے کی غرض سے اپنے ساتھ چلنے کی دعوت دی۔ مالک نے صلح کی دعوت تو قبول کر لی لیکن اس نے اسے مدینہ پر چڑھائی کے ارادے سے باز رہنے کا مشورہ دیا اور کہا کہ مدینہ پہنچ کر ابو بکر کی فوجوں کا مقابلہ کرنے سے بہتر یہ ہے کہ پہلے اپنے قبیلہ کے مخالف عنصر کا صفایا کر دیا جائے۔ سَجَاحُ کو بھی یہ بات پسند آئی اور اس نے کہا کہ جو تمہاری مرضی ہے۔ میں تو بنو یربوع کی ایک عورت ہوں جو تم کہو گے وہی کروں گی۔ سَجَاحُ نے مالک کے علاوہ بنو تمیم کے دوسرے سرداروں کو بھی مصالحت کی دعوت دی لیکن وَکیع کے سوا کسی نے یہ دعوت قبول نہیں کی۔ اس پر سَجَاحُ نے مالک، وَکیع اور اپنے لشکر کے ہمراہ دوسرے سرداروں پر دھاوا بول دیا۔ گھمسان کی جنگ ہوئی جس میں جانبین کی کثیر تعداد، آدمی قتل ہوئے اور ایک ہی قبیلے

کے لوگوں نے ایک دوسرے کو گرفتار کر لیا لیکن کچھ ہی عرصہ کے بعد مالک اور وکیع نے یہ محسوس کیا کہ انہوں نے اس عورت کی اتباع کر کے سخت غلطی کی ہے۔ اس پر انہوں نے دوسرے سرداروں سے مصالحت کر لی اور ایک دوسرے کے قیدی واپس کر دیے۔ اس طرح قبیلہ تمیم میں امن قائم ہو گیا۔ اب یہاں سَجَاحُ نے جب دیکھا کہ اس کی دال گلنی مشکل ہے، جو مقصد لے کے آئی تھی وہ پورا نہیں ہو سکتا تو اس نے بنو تمیم سے بوریا بستر اٹھایا اور مدینہ کی جانب کوچ کر دیا۔ نِبَاجُ کی بستی میں پہنچ کر اَوس بن خُزَیمہ سے اس کی مڈھ بھیڑ ہوئی جس میں سَجَاحُ نے شکست کھائی اور اوس بن خزیمہ نے اس طرح پر اسے واپس جانے دیا کہ اس امر کا پختہ ارادہ کرے کہ وہ مدینہ کی جانب پیش قدمی نہیں کرے گی۔ اس واقعہ کے بعد اہلِ جزیرہ کی فوج کے سردار ایک جگہ جمع ہوئے اور انہوں نے سَجَاحُ سے کہا اب آپ ہمیں کیا حکم دیتی ہیں۔ مالک اور وکیع نے اپنی قوم سے صلح کر لی ہے۔ نہ وہ ہمیں مدد دینے کے لیے تیار ہیں اور نہ اس بات پر رضامند کہ ہم ان کی سرزمین سے گزر سکیں۔ ان لوگوں سے بھی ہم نے یہ معاہدہ کیا ہے اور مدینہ جانے کے لیے ہماری راہ مسدود ہو گئی ہے۔ اب بتاؤ ہم کیا کریں؟ سَجَاحُ نے جواب دیا کہ اگر مدینہ جانے کی راہ مسدود ہو گئی ہے تو بھی فکر کی کوئی بات نہیں تم یمامہ چلو۔ انہوں نے کہا اہلِ یمامہ شان و شوکت میں ہم سے بڑھے ہوئے ہیں اور مسیلمہ کی طاقت اور قوت بہت زیادہ ہو چکی ہے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب اس کے لشکر کے سرداروں نے سَجَاحُ سے آئندہ اقدام سے متعلق دریافت کیا تو اس نے جواب دیا کہ عَلَيْكُمْ بِالْيَمَامَةْ، وَدُفُّوْا دَفِيفَ الْحَمَامَةْ، فَإِنَّهَا غَزْوَةٌ صَرَّامَةْ، لَا يَلْحَقُكُمْ بَعْدَهَا مَلَامَةْ کہ یمامہ چلو۔ کبوتر کی طرح تیزی سے ان پر جھپٹو۔ وہاں ایک زبردست جنگ پیش آئے گی جس کے بعد تمہیں پھر کبھی ندامت نہ اٹھانی پڑے گی۔ یہ مُسَجَّع مُقَفّٰی عبارت سننے کے بعد جسے اس کے لشکر والے وحی خیال کرتے تھے کہ نبی ہے۔ اس کو وحی ہوئی ہے۔ اس کے لیے ان کا حکم ماننے کے سوا کوئی چارہ ہی نہ تھا۔ اس کا حکم مانا۔[497]

مسیلمہ کذاب کا سجاح سے شادی کرنا

سجاح جب اپنے لشکر کے ہمراہ یمامہ پہنچی تو مسیلمہ کو بڑا فکر پیدا ہوا۔ اس نے سوچا کہ اگر وہ سَجَاحُ کی فوجوں سے جنگ میں مشغول ہو گیا تو اس کی طاقت کمزور ہو جائے گی۔ اسلامی لشکر اس پر دھاوا بول دے گا اور ارد گرد کے قبائل بھی اس کی اطاعت کا دم بھرنے سے انکار کر دیں گے۔ یہ سوچ کر اس نے سَجَاحُ سے مصالحت کرنے کی ٹھانی۔ پہلے اسے تحفے تحائف بھیجے۔ پھر کہلا بھیجا کہ وہ خود اس سے ملنا چاہتا ہے۔ اس نے مسیلمہ کو باریابی کی اجازت دے دی۔ مسیلمہ بنو حنیفہ کے چالیس آدمیوں کے ہمراہ اس کے پاس آیا اور خلوت میں اس سے گفتگو کی اور اس گفتگو میں مسیلمہ نے کچھ مسجّع مقفّٰی عبارتیں سَجَاحُ کو سنائیں جن سے وہ بہت متاثر ہوئی۔ سَجَاحُ نے بھی جواب میں اسی قسم کی عبارتیں سنائیں۔ سجاح کو پوری طرح اپنے قبضہ میں لینے اور ہمنوا بنانے کے لیے مسیلمہ نے یہ تجویز پیش کی کہ ہم دونوں اپنی نبوتوں کو یکجا کر لیں اور باہم رشتہ ازدواج میں منسلک ہو جائیں، شادی کر لیں۔ سَجَاحُ نے یہ مشورہ قبول کر

لیا اور مسیلمہ کے ساتھ اس کے کیمپ میں چلی گئی۔ تین روز تک وہاں رہنے کے بعد یہ اپنے لشکر میں واپس آئی اور ساتھیوں سے ذکر کیا کہ اس نے مسیلمہ کو حق پر پایا ہے اس لیے اس سے شادی کر لی ہے۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ کچھ مہر بھی مقرر کیا۔ اس نے کہا مہر تو مقرر نہیں کیا۔

انہوں نے مشورہ دیا کہ آپ واپس جائیں اور مہر مقرر کر کے آئیں کیونکہ آپ جیسی شخصیت کے لیے مہر کے بغیر شادی کرنا زیبا نہیں۔ چنانچہ وہ مسیلمہ کے پاس واپس گئی اور اسے مہر کے بارے میں اپنی آمد کے مقصد سے آگاہ کیا۔ مسیلمہ نے اس کی خاطر عشاء اور فجر کی نمازوں میں تخفیف کر دی۔ یعنی کہ عشاء اور فجر کی نمازوں میں کمی کر دی اور وہ بند کر دیں۔ بہر حال مہر کے بارے میں یہ تصفیہ ہوا کہ مسیلمہ یمامہ کی زمینوں کے لگان کی نصف آمد سَجَاحُ کو بھیجے گا۔ سَجَاحُ نے یہ مطالبہ کیا کہ وہ آئندہ سال کی نصف آمدنی میں سے اس کا حصہ پہلے ہی ادا کر دے۔ اس پر مسیلمہ نے نصف سال کی آمدنی کا حصہ اسے دے دیا جسے لے کر وہ جزیرہ واپس آگئی۔ بقیہ نصف سال کی آمدنی کے حصول کے لیے اس نے اپنے کچھ آدمیوں کو بنو حنیفہ ہی میں چھوڑ دیا۔

سجاح بنت حارث کا قبول اسلام

سَجَاحُ بدستور بنو تغلب میں مقیم رہی۔ اس کے بارے میں یہ بھی آتا ہے کہ بعد میں اس نے توبہ کر لی اور اسلام قبول کر لیا۔ بعض کے نزدیک حضرت عمرؓ کے زمانے میں اس نے اسلام قبول کیا یہاں تک کہ حضرت امیر معاویہؓ نے قحط والے سال اسے اس کی قوم کے ساتھ بنو تمیم میں بھیج دیا جہاں وہ وفات تک مسلمان ہونے کی حالت میں مقیم رہی۔[498]

مالک بن نویرہ کا قتل

حضرت ابو بکرؓ نے حضرت خالد بن ولید کو حکم دیا تھا کہ طُلَیْحَہ اَسَدِی کے معاملے سے فارغ ہو کر مالِک بن نُوَیْرَہ کے مقابلے کے لیے جائیں جو بُطَاحُ میں ٹھہرا ہوا تھا۔[499]

حضرت خالدؓ جب بُطَاحُ آئے تو انہوں نے وہاں کسی کو بھی نہیں پایا۔ البتہ انہوں نے دیکھا کہ مالک کو جب اسے اپنے معاملہ میں تردد ہوا تو اس نے اپنے تمام ساتھیوں کو ان کی جائیداد کی دیکھ بھال کے لیے بھیج دیا اور اکٹھا ہونے کی ممانعت کی ہے۔ پہلے اس عورت سے علیحدگی بھی ہو چکی تھی یا شاید اس وجہ سے بھی اس میں خیال پیدا ہوا کہ مقابلہ مشکل ہے۔ بہر حال حضرت خالدؓ نے مختلف فوجی دستے ادھر ادھر روانہ کیے اور ان کو ہدایت کی کہ جہاں پہنچیں وہاں پہلے اسلام کی دعوت دیں جو اس کا جواب نہ دے اسے گرفتار کر لائیں اور جو مقابلہ کرے اسے قتل کر دیں۔ انہی دستوں میں سے ایک دستہ مالک بن نُوَیْرَہ کو جس کے ساتھ بنو ثَعْلَبَہ بن یَرْبُوع کے چند آدمی عَاصِم، عُبَید، عَرِین اور جعفر تھے گرفتار کر کے خالد کے پاس ان کو لایا گیا۔ اس دستے کے لوگوں میں جن میں حضرت ابو قتادہؓ بھی تھے ان کا اختلاف ہو گیا۔ یہاں ایک روایت عروہ کے باپ سے ہے کہ اس موقع پر مہم کے بعد لوگوں نے تو شہادتیں دیں کہ جب ہم

نے اذان دی، اقامت کہی اور نماز پڑھی تو ان لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا مگر دوسروں نے کہا کہ نہیں ایسا کچھ نہیں ہوا۔ حضرت ابو قتادہؓ نے اس بات کی شہادت دی کہ انہوں نے اذان دی، اقامت کہی اور نماز پڑھی۔ اس اختلاف شہادت کی وجہ سے حضرت خالدؓ نے ان لوگوں کو قید کر دیا۔[500]

مالک بن نُوَیرَہ کے قتل کے متعلق دو طرح کی روایتیں ملتی ہیں یہ روایت ہے کہ مالک بن نُوَیرَہ کو قتل کیا گیا تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ اس رات اس قدر شدید سردی تھی کہ کوئی چیز اس کی تاب نہیں لاتی تھی۔ جب سردی اَور بڑھنے لگی تو حضرت خالدؓ نے منادی کو حکم دیا۔ اس نے بلند آواز سے کہا کہ أَدْفِئُوا أَسْرَاكُمْ کہ اپنے قیدیوں کو گرم کرو۔ یعنی ان کو سردی سے بچانے کا انتظام کرو لیکن بنو کنانہ میں یہ محاورہ مختلف تھا۔ یہاں کے محاورے میں اس لفظ کے معنی یہ تھے کہ قتل کرو۔ سپاہیوں نے اس لفظ کا مفہوم مقامی محاورے کے اعتبار سے یہ سمجھ لیا کہ ان قیدیوں کے قتل کا حکم دیا گیا ہے۔ اس پر انہوں نے ان سب کو قتل کر ڈالا۔ حضرت ضِرار بن اَزْوَر نے مالک کو قتل کیا اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ عبد بن اَزْوَر اَسَدی نے مالک کو قتل کیا تھا۔ مگر کلبی کہتے ہیں ضرار بن ازور نے ان کو قتل کیا تھا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کو جب شور و غل سنائی دیا تو وہ اپنے خیمہ سے باہر آئے مگر اس وقت تک سپاہی ان سب قیدیوں کا کام تمام کر چکے تھے۔ اب کیا ہو سکتا تھا۔ انہوں نے کہا اللہ جس کام کو کرنا چاہتا ہے وہ تو بہر حال ہو کر رہتا ہے۔[501]

دوسری روایت یہ بھی ہے کہ حضرت خالدؓ نے مالک بن نُوَیرَہ کو اپنے پاس بلایا۔ سَجَاح کا ساتھ دینے اور زکوٰۃ روکنے کے سلسلہ میں اس کو تنبیہ فرمائی اور اسے کہا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ زکوٰۃ نماز کی ساتھی ہے یعنی دونوں ایک جیسے ہی حکم ہیں اور تم نے زکوٰۃ کو دینے سے انکار کر دیا تھا۔ مالک نے کہا تمہارے صاحب کا یہی خیال تھا یعنی بجائے اس کے کہتا کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا یہ خیال تھا۔ رسول کے بجائے صاحب یا ساتھی کہہ کر پکارا۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا کیا وہ ہمارے صاحب ہیں۔ تمہارے صاحب نہیں؟ پھر حکم دیا اے ضِرار اس کی گردن اڑا دو۔ پھر اس کی گردن اڑا دی گئی۔[502]

مالک بن نویرہ کے قتل پر ردِ عمل

اس کے مرنے کی ایک روایت یہ ہے۔ تواریخ کی روایات کے مطابق اس سلسلہ میں ابو قتادہ نے خالدؓ سے گفتگو کی اور دونوں کے درمیان بحث ہوئی اور ابو قَتَادَہؓ حضرت خالدؓ سے اختلاف کرتے ہوئے لشکر کو چھوڑ کر حضرت ابو بکرؓ کے پاس چلے آئے اور حضرت ابو بکرؓ سے شکایت کی کہ خالدؓ نے مالِک بن نُوَیرَہ کو قتل کروایا ہے جبکہ وہ مسلمان تھا اور پھر اس کی بیوی سے شادی کر لی ہے اور نہ ہی عرب کے لوگ دورانِ جنگ اس طرح کی شادی کو اچھی بات سمجھتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے بھی ابو قتادہ کے موقف کی پُر زور حمایت کی۔[503]

حضرت ابو بکرؓ ابو قتادہؓ سے اس بات پر سخت برہم ہوئے کہ وہ امیر لشکر حضرت خالدؓ کی اجازت کے بغیر لشکر کو چھوڑ کر مدینہ آئے ہیں اور ان کو حکم دیا کہ وہ حضرت خالدؓ کے پاس واپس جائیں۔ چنانچہ ابو قتادہ حضرت خالدؓ کے پاس واپس چلے گئے۔[504]

تاریخ طبری میں اس کی مزید تفصیل یوں مذکور ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ خالدؓ ایک مسلمان کے خون کا ذمہ دار ہے اور اگر یہ بات ثابت نہ ہو سکے تو اس قدر تو ثابت ہے کہ جس سے ان کو قید کر دیا جائے۔ اس معاملے میں کہ قتل تو بہر حال ہوا ہے حضرت عمرؓ نے بہت اصرار کیا۔ چونکہ حضرت ابو بکرؓ اپنے عُمّال اور فوجی افسران کو کبھی قید نہیں کرتے تھے اس لیے انہوں نے فرمایا اے عمر! اس معاملے میں خاموشی اختیار کرو۔ خالد بن ولیدؓ سے اجتہادی غلطی ہوئی ہے۔ تم ان کے بارے میں ہر گز کچھ مت کہو اور حضرت ابو بکرؓ نے مالک کا خون بہا ادا کر دیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے خالد کو خط لکھ کر آنے کو کہا۔ وہ آئے اور انہوں نے اس واقعہ کی پوری تفصیل بیان کی اور معذرت چاہی۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان کی معذرت قبول کی۔[505]

ایک روایت میں حضرت خالدؓ کے مدینہ حاضر ہونے کا واقعہ یوں بیان ہوا ہے کہ خالدؓ اس مہم سے پلٹ کر مدینہ آئے اور مسجد نبوی میں داخل ہوئے۔ جب مسجد میں آئے تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا تم نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا اور پھر اس کی بیوی پر قبضہ کر لیا۔ بخدا میں تم کو سنگسار کروں گا۔ خالدؓ نے اس وقت ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکالا کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ حضرت ابو بکرؓ کا بھی یہی خیال ہے۔ وہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس چلے گئے۔ سارا واقعہ سنایا۔ معذرت چاہی اس پر حضرت ابو بکرؓ نے ان کی معذرت قبول فرمائی۔ حضرت ابو بکرؓ کی خوشنودی حاصل کر کے وہ اٹھ آئے۔ حضرت عمر مسجد میں بیٹھے تھے۔ خالد نے کہا: اے ام شَمْلَہ کے بیٹے! میرے پاس آؤ۔ کیا کہتے ہو۔ حضرت عمرؓ سمجھ گئے کہ حضرت ابو بکرؓ ان سے راضی ہو گئے ہیں جو حضرت خالدؓ اس طرح بات کر کے جا رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ خاموشی سے اٹھ کر اپنے گھر چلے گئے اور خالدؓ سے کوئی بات نہیں کی۔[506]

ایک اَور روایت کے مطابق مالک کا بھائی مُتَمِّم بن نُوَیْرَہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس اپنے بھائی کا قصاص لینے آیا اور اس نے درخواست کی کہ ہمارے قیدی رہا کر دیے جائیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے قیدیوں کی رہائی کے لیے اس کی درخواست قبول کر لی اور حکم لکھ دیا اور مالک کی دیت ادا کر دی۔ حضرت عمرؓ نے حضرت خالدؓ کے متعلق ابو بکرؓ سے سخت اصرار کیا کہ ان کو برطرف کر دیا جائے اور کہا کہ ان کی تلوار میں بے گناہ مسلمان کا خون ہے مگر حضرت ابو بکرؓ نے کہا عمر! یہ نہیں ہو سکتا۔ میں اس تلوار کو جسے اللہ نے کفار کے لیے نیام سے نکالا ہے پھر نیام میں نہیں رکھوں گا۔[507]

مالک بن نویرہ کا قتل اور حضرت خالد بن ولیدؓ کی بریت

جب حضرت ابو بکرؓ نے دیت ادا کر دی تو شریعت کے مطابق انصاف تو پھر قائم ہو گیا اور مزید

کارروائی کی ضرورت نہیں تھی اس لیے حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ اس قصے کو اب بند کرو۔ اس بارے میں مالک بن نُوَیْرَہ کا جو قصہ ہے، **اس کے قتل کی بابت جو الزام ہے اس کا جواب دیتے ہوئے حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی لکھتے ہیں۔** تحفہ اثنا عشریہ ان کی کتاب ہے اس میں لکھتے ہیں کہ:

دراصل جو واقعہ پیش آیا اس کی تعبیر ان لوگوں نے صحیح بیان نہیں کی اور جب تک صحیح حالات نہ معلوم ہوں اس وقت تک اعتراض کی بے وقعتی ظاہر ہے۔ سیرت و تاریخ کی معتبر کتابوں میں اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ مدعی نبوت طُلَیْحَہ بن خُوَیلد اَسَدِی کی مہم سے حضرت خالدؓ جب فارغ ہو کر نَواحِ بُطَاح کی طرف متوجہ ہوئے تو اطراف اور جوانب کی طرف فوجی دستے روانہ کیے اور حضور نبی کریم ﷺ کے ارشاد اور طریقے کے مطابق ان کو ہدایت کی کہ جس قوم، قبیلہ اور گروہ پر چڑھائی کرو وہاں سے اگر تمہیں اذان سنائی دے تو وہاں قتل و غارت گری سے باز رہو۔ اگر اذان سنائی نہ دے تو اسے دارالحرب قرار دے کر پوری فوجی کارروائی کرو۔ اتفاقاً اس دستہ میں جناب ابو قتادہ انصاریؓ بھی تھے جو مالک بن نُوَیْرَہ کو پکڑ کر حضرت خالدؓ کے پاس لائے جس کو نبی کریم ﷺ کی جانب سے بُطاح کی سرداری ملی ہوئی تھی اور اس کے گردونواح کے صدقات کی وصولی بھی اسی کے سپرد تھی۔ جناب ابو قتادہؓ نے اذان سننے کی گواہی دی مگر اسی دستے کی ایک جماعت نے کہا کہ ہم نے اذان کی آواز نہیں سنی مگر اس کے پیشتر گردونواح کے معتبرین کے ذریعہ یہ بات حتمی اور ثبوتی طور پر معلوم ہو چکی تھی کہ نبی کریم ﷺ کے وصال کی خبر سن کر مالک بن نُوَیْرَہ کے اہل خانہ نے خوب جشن منایا تھا۔ عورتوں نے ہاتھوں میں مہندی رچائی تھی، ڈھول بجائے تھے اور خوب خوب فرحت و شادمانی کا اظہار کیا تھا اور مسلمانوں کی اس مصیبت پر خوش ہوئے تھے۔ پھر مزید ایک بات یہ ہوئی کہ مالک بن نُوَیْرَہ سے سوال و جواب کے دوران اس کے منہ سے حضور اکرم ﷺ کے لیے ایسے الفاظ نکلے جس کے کفار اور مرتدین اپنی گفتگو میں عادی تھے اور استعمال کرتے تھے۔ یعنی قَالَ رَجُلُکُمْ اَوْ صَاحِبُکُم کہ تمہارے آدمی یا تمہارے ساتھی نے ایسا کہا۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی منکشف ہو چکی تھی کہ حضور اکرم ﷺ کے وصال کی خبر سن کر مالک بن نُوَیْرَہ نے وصول شدہ صدقات بھی اپنی قوم کو یہ کہہ کر واپس کر دیے تھے کہ اچھا ہوا اس شخص کی موت سے تم نے مصیبت سے چھٹکارا پا لیا۔ ان حالات اور اپنے سامنے اس کی گفتگو کے انداز سے حضرت خالدؓ کو اس کے ارتداد کا یقین ہو گیا اور آپؓ نے اس کے قتل کا حکم دے دیا اور جب مدینہ میں اس واقعہ کی اطلاع پہنچی اور پھر جناب ابو قتادہؓ بھی آپؓ سے ناراض ہو کر دارالخلافہ پہنچے اور قصور وار حضرت خالد کو ہی ٹھہرایا۔ تو ابتداءً حضرت عمر فاروقؓ کا یہی خیال تھا کہ خون ناحق ہوا ہے اور قصاص واجب ہے مگر حضرت ابو بکرؓ نے حضرت خالدؓ کو طلب فرما کر تفتیش حال کی۔ ان سے پورا واقعہ پوچھا اور حالات و واقعات کا سارا راز آپ پر منکشف ہوا تو آپؓ نے ان کو بے قصور قرار دے کر ان سے کچھ تعارض نہ کیا اور ان کو اسی سابقہ عہدے پر بحال رکھا۔[508]

مالک بن نُوَیرَہ کے قتل کے متعلق ایک اور مصنف لکھتے ہیں کہ مالک بن نُوَیرَہ کے سلسلہ کی روایات میں بہت زیادہ اختلاف ہے۔ ان کے بارے میں جو روایات ہیں ان میں بہت اختلاف ہے کہ آیا وہ مظلوم قتل ہوا یا یہ کہ وہ قتل کا مستحق تھا۔ مالک بن نُوَیرَہ کو جس چیز نے ہلاک کیا وہ اس کا کبر اور غرور اور تمرّد تھا۔ جاہلیت اس کے اندر باقی رہی ورنہ رسول اللہ ﷺ کے بعد خلیفہ رسول کی اطاعت اور بیت المال کے حق زکوٰۃ کی ادائیگی میں ٹال مٹول نہ کرتا۔ یہ لکھتے ہیں کہ میرے تصور کے مطابق یہ شخص سرداری اور قیادت کا شوقین تھا اور ساتھ ہی ساتھ بنو تمیم کے سرداروں میں سے اپنے ان بعض اقارب سے اس کو خلش تھی جنہوں نے اسلامی خلافت کی اطاعت قبول کر لی تھی اور حکومت کے سلسلہ میں اپنے واجبات کو ادا کر دیا تھا۔ جو لوگ خلافت کی اطاعت میں آگئے تھے اور زکوٰۃ وغیرہ ادا کر رہے تھے ان سے اس کو خلش تھی۔ اس کے اقوال و افعال دونوں ہی اس تصور کی تائید کرتے ہیں۔ اس کا مرتد ہونا اور سَجَاحْ کا ساتھ دینا، زکوٰۃ کے اونٹوں کو اپنے لوگوں میں تقسیم کر دینا، زکوٰۃ کا ابو بکر کو دینے سے روکنا، تَمَرُّدْ و عِصیان کے سلسلہ میں اپنے قرابت دار مسلمانوں کی نصیحتوں کو نہ سننا یہ سب اس پر فرد جرم ثابت کرتے ہیں اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ شخص اسلام کی بہ نسبت کفر سے زیادہ قریب تھا۔ ایک طرف مسلمان کہلاتا تھا، کہلانا چاہتا تھا اور دوسری طرف کفر کے قریب تھا اور اگر مالک بن نُوَیرَہ کے خلاف کوئی حجت و دلیل نہ ہو تو اس کا صرف زکوٰۃ روک لینا ہی اس پر فرد جرم عائد کرنے کے لیے کافی ہے۔ متقدمین کے یہاں یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ اس نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کیا تھا۔ ابن عبد السلام کی کتاب طبقات فُحُوْلُ الشُّعَرَاء میں ہے کہ یہ متفق علیہ بات ہے کہ خالدؓ نے مالک سے گفتگو کی اور اس کو اس کے موقف سے پھیرنے کی کوشش کی لیکن مالک نے نماز کو تسلیم کیا۔ اس نے کہا نماز تو پڑھ لوں گا اور زکوٰۃ سے اعراض کیا اور شرح مسلم میں امام نَوَوِی مرتدین کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ انہی کے ضمن میں وہ حضرات بھی تھے جو زکوٰۃ کو تسلیم کرتے تھے اور اس کی ادائیگی سے رکے نہیں تھے لیکن ان کے سرداروں نے انہیں اس سے روک دیا۔ بعض لوگ چاہتے تھے کہ جن پر نمازوں کے ساتھ زکوٰۃ بھی فرض ہے وہ زکوٰۃ ادا کریں لیکن سرداروں نے اسے روک دیا اور ان کے ہاتھ پکڑ رکھے تھے جیسا کہ بَنُوْ یَرْبُوْع۔ انہوں نے اپنی زکوٰۃ اکٹھی کی اور اس کو ابو بکرؓ کے پاس بھیجنا چاہتے تھے لیکن مالک بن نُوَیرَہ نے انہیں روک دیا اور ان کی زکوٰۃ کو لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے مالک بن نُوَیرَہ کے معاملے میں پوری تحقیق کی اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ خالد بن ولیدؓ مالک بن نُوَیرَہ کے قتل کے اتہام میں بری ہیں۔ ابو بکرؓ اس سلسلہ میں حقائقِ امور سے دوسروں کی بہ نسبت زیادہ واقف تھے اور گہری نگاہ رکھتے تھے کیونکہ آپؓ خلیفہ تھے اور تمام خبریں آپؓ کو پہنچتی تھیں اور آپؓ کا ایمان بھی سب پر بھاری تھا۔ خالدؓ کے ساتھ تعامل میں آپ رسول اللہ ﷺ کی سنت کی پیروی کر رہے تھے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے خالد کو جو ذمہ داری سونپی اس سے انہیں کبھی معزول نہیں کیا اور اگرچہ ان سے بعض ایسی چیزیں صادر ہوئیں جن سے آپ مطمئن نہ تھے۔ آپ ان کے عذر کو قبول فرماتے اور لوگوں سے فرماتے یعنی آنحضرت ﷺ خالد کے عذر کو قبول فرماتے اور لوگوں سے فرماتے خالد کو تکلیف مت پہنچاؤ۔ وہ اللہ کی

تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کفار پر مسلط کر دیا تھا۔[509]

اُمّ تمیم بنت منہال سے حضرت خالد کی شادی اور ایک اعتراض کا جواب

پھر ایک اَور اعتراض اسی ضمن میں آگے یہ بھی آتا ہے کہ حضرت خالدؓ نے اُمّ تمیم بنت مِنْہَال سے شادی کی تھی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کے متعلق اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ آپؓ نے دورانِ جنگ لیلیٰ بنت مِنْہَال سے شادی کی اور عدت گزرنے کا بھی انتظار نہیں کیا۔

اس شادی کے متعلق تاریخ طبری میں ان الفاظ میں ذکر ہے کہ حضرت خالدؓ نے اُمّ تمیم مِنْہَال کی بیٹی سے نکاح کیا تھا اور زمانہ طہر کو ختم کرنے کے لیے چھوڑ دیا تھا کیونکہ عرب جنگ کے دوران عورتوں سے تعلقات کو برا سمجھتے تھے اور جو ایسا کرتا اسے طعنہ دیتے تھے۔[510]

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ جب وہ یعنی لیلیٰ بنت مِنْہَال حلال ہو گئی تو حضرت خالدؓ نے اس سے شادی کی۔[511]

علامہ ابن خَلِّکَان لکھتے ہیں کہ ام تمیم نے تین مہینے گزار کر اپنی عدت پوری کی اور پھر حضرت خالدؓ نے اسے نکاح کا پیغام بھیجا جو اس نے قبول کر لیا۔[512]

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ **دراصل یہ قصہ ہی من گھڑت ہے** اس لیے کہ کسی مستند اور معتبر کتاب میں اس کی کوئی روایت نہیں ملتی۔ بعض غیر معتبر کتابوں میں یہ روایت ملتی بھی ہے تو اس کا جواب بھی ساتھ ساتھ اسی روایت میں موجود ہے کہ مالک بن نُوَیْرَہ نے اس عورت کو ایک عرصہ سے طلاق دے رکھی تھی۔

یہ کہا جاتا ہے کہ مالک بن نُوَیْرَہ کی بیوی تھی اور اس کو قتل کر کے حضرت خالد بن ولیدؓ نے شادی فوراً کر لی اور اصل میں قتل ہی اس لیے کیا تھا کہ شادی کرنا چاہتے تھے لیکن بہرحال یہ کہتے ہیں کہ مالک بن نُوَیْرَہ نے اس عورت کو ایک عرصہ سے طلاق دے رکھی تھی اور اس نے جاہلیت کی پائیداری میں اسے یوں ہی گھر میں ڈال رکھا تھا۔ اسی رسم جاہلیت کے توڑنے پر قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ جب تم عورتوں کو طلاق دے دو اور ان کی عدت پوری ہو جائے تو انہیں روکے نہ رکھو۔ لہٰذا اس عورت کی عدت تو کب کی پوری ہو چکی تھی اور نکاح حلال ہو چکا تھا۔[513]

کیونکہ اس نے طلاق دے کر صرف اپنے گھر میں رکھا ہوا تھا۔ حضرت خالدؓ کی شادی کے متعلق ایک اَور مصنف لکھتے ہیں کہ ام تمیم کا نام لیلیٰ بنت سِنَان مِنْہَال تھا۔ یہ مالک بن نُوَیْرَہ کی بیوی تھی۔ حضرت خالدؓ کی اس سے شادی سے متعلق بڑا جدال واقع ہوا ہے۔ بڑی لڑائی جھگڑے ہوتے رہے، بڑی بحثیں چلیں۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کچھ لوگوں نے خالد پر اتہام باندھا کہ وہ امِ تمیم کے حسن و جمال پر فریفتہ تھے اور اس سے عشق رکھتے تھے اس لیے صبر نہ کر سکے اور قید میں آتے ہی اس سے شادی کر لی۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ نعوذ باللہ یہ شادی نہیں بلکہ زنا تھا لیکن **یہ قول من گھڑت اور صریح جھوٹ ہے۔** اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے کیونکہ قدیم مراجع مصادر میں اس کی طرف اشارہ تک نہیں ملتا۔ جو بھی روایتیں ہیں یا سورسز (Sources) ہیں ان میں کوئی ثبوت نہیں جو ثابت ہو رہا ہو۔

علامہ ماوَردی فرماتے ہیں کہ خالد نے مالک بن نُوَیْرَہ کو اس لیے قتل کیا تھا کہ اس نے زکوٰۃ روک لی تھی جس کی وجہ سے اس کا خون حلال ہو گیا تھا اور اس کی وجہ سے ام تمیم سے اس کا نکاح فاسد ہو گیا تھا اور مرتدین کی عورتوں کے سلسلہ میں شرعی حکم یہ ہے کہ جب وہ دارالحرب سے جا ملیں تو ان کو قید کیا جائے قتل نہ کیا جائے۔ جیسا کہ امام سَرخَسِی نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جب ام تمیم قیدی بن کر آئی تو خالد نے اس کو اپنے لیے منتخب کر لیا اور جب وہ حلال ہو گئی تب اس نے اس سے ازدواجی تعلقات قائم کیے اور شیخ احمد شاکر اس مسئلہ پر تعلیق چڑھاتے ہوئے کہتے ہیں، مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خالدؓ نے ام تمیم اور اس کے بیٹے کو مِلک یمین کے طور پر لیا تھا کیونکہ وہ جنگی قیدی تھیں اور اس طرح کی خواتین کے لیے کوئی عدت نہیں۔ اگر وہ حاملہ ہو تو وضع حمل تک اس کے مالک کا اس کے قریب ہونا حرام ہے۔ اگر حاملہ نہیں ہے تو صرف ایک مرتبہ حیض آنے تک دور رہے گا۔ یہ مشروع اور جائز ہے اس پر طعن و تشنیع کی گنجائش نہیں لیکن خالد کے مخالفین اور دشمنوں نے اس موقع کو اپنے لیے غنیمت سمجھا اور اس زعم باطل میں مبتلا ہوئے کہ مالک بن نُوَیْرَہ مسلمان تھا اور خالد نے اس کو اس کی بیوی کے لیے قتل کر دیا۔ اسی طرح خالد پر یہ اتہام لگایا گیا کہ انہوں نے اس شادی کے ذریعہ سے عرب کے عادات و اطوار کی مخالفت کی ہے۔ چنانچہ عَقّاد کا کہنا ہے کہ خالدؓ نے مالک بن نُوَیْرَہ کو قتل کر کے اس کی بیوی سے میدانِ قتال میں شادی کی جو جاہلیت اور اسلام میں عربوں کی عادت کے خلاف اور اسی طرح مسلمانوں کی عادات اور اسلامی شریعت کے حکموں کے منافی ہے۔ عَقّاد کا یہ قول سچائی سے بالکل دور ہے۔ عربوں کے ہاں اسلام سے قبل بہت دفعہ ایسا ہوتا تھا کہ جنگوں اور دشمنوں پر فتح یابی کے بعد خواتین سے شادیاں کرتے تھے اور انہیں اس پر فخر ہوتا تھا۔ ڈاکٹر علی محمد صلابی اس بارے میں لکھتے ہیں، یہ سارا واقعہ یہی بیان کر رہے ہیں کہ شرعی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو خالد نے ایک جائز کام کیا اور اس کے لیے شرعاً جائز طریقہ اختیار کیا اور یہ فعل تو اس ذات سے بھی ثابت ہے جو خالد سے افضل تھے۔ اگر خالد پر یہ اعتراض ہے کہ انہوں نے جنگ کے دوران میں یا اس کے فوراً بعد شادی کی تو رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ مُرَیْسِیع کے فوراً بعد جُوَیرِیہ بنت حارِث سے شادی کر لی تھی اور یہ اپنی قوم کے لیے بڑی بابرکت ثابت ہوئی تھیں کہ اس شادی کی وجہ سے ان کے خاندان کے سو آدمی آزاد کر دیے گئے کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے سسرالی رشتہ میں آ گئے اور اس شادی کے بابرکت اثرات میں سے یہ ہوا کہ ان کے والد حارِث بن ضِرار مسلمان ہو گئے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ خیبر کے فوراً بعد صفیہ بنتِ حُیَیّ بنتِ اَخطَب سے شادی کی اور جب رسول اللہ ﷺ کا اس سلسلہ میں اسوہ اور نمونہ موجود ہے تو عتاب اور ملامت کی کوئی وجہ نہیں۔[514]

حضرت خالد بن ولیدؓ کو بلاوجہ اس پر الزام لگایا جائے اس لیے یہ تفصیل میں نے بیان کی ہے کہ بعض کم علم آج کل بھی یہ سوال اٹھاتے ہیں اور حضرت ابو بکرؓ پر اصل میں یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اس بارے میں صحیح تھے اور حضرت ابو بکرؓ نے نعوذ باللہ انصاف سے کام نہیں لیا اور غلط رنگ میں حضرت خالد بن ولیدؓ کی حمایت کی ہے حالانکہ یہ ساری تفصیلات جو انہوں نے دیکھیں، حضرت ابو بکرؓ نے سارا جائزہ لیا پھر فیصلہ کیا اور اس سارے الزام سے حضرت خالدؓ کو بری فرمایا۔

مسیلمہ کے مقابلہ کے لئے حضرت خالدؓ کی یمامہ کی طرف روانگی

حضرت خالدؓ کی یمامہ کی طرف روانگی کے بارے میں آتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو یہ حکم دے رکھا تھا کہ وہ قبیلہ اَسَد، غَطفَان اور مالک بن نُوَیرَہ وغیرہ سے فارغ ہو کر یَمامہ کا رخ کریں اور اس کی بڑی تاکید کر رکھی تھی۔ شریک بن عَبَدَہ فَزَارِی بیان کرتے ہیں۔ میں ان لوگوں میں سے تھا جو معرکہ بُزَاخَہ میں شریک تھے۔ حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؓ نے مجھے خالد کی طرف روانہ کیا۔ میرے ساتھ حضرت خالدؓ کے نام ایک خط تھا جس میں لکھا تھا کہ اَمَّا بَعدُ! تمہارے پیغام رساں کے ذریعہ سے تمہارا خط ملا۔ اس میں معرکہ بُزَاخَہ میں اللہ کی فتح اور نصرت کا تم نے ذکر کیا ہے اور اسد و غطفان کے ساتھ جو معاملہ تم نے کیا ہے وہ مذکور ہے اور تم نے تحریر کیا ہے کہ میں یمامہ کی طرف رخ کر رہا ہوں۔ تمہیں میری وصیت ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک سے تقویٰ اختیار کرو اور تمہارے ساتھ جو مسلمان ہیں ان کے ساتھ نرمی برتو۔ ان کے ساتھ باپ کی طرح پیش آؤ۔ اے خالد! خبردار بَنِی مُغِیرہ کی نخوت و غرور سے بچنا۔ میں نے تمہارے متعلق ان کی بات نہیں مانی ہے جن کی بات میں کبھی نہیں ٹالتا۔ لہٰذا تم جب بنو حنیفہ سے مقابلہ میں اترو تو ہوشیار رہنا۔ یاد رکھو! بنو حنیفہ کی طرح اب تک کسی سے تمہارا مقابلہ نہیں پڑا۔ وہ سب کے سب تمہارے خلاف ہیں اور ان کا ملک بڑا وسیع ہے۔ لہٰذا جب وہاں پہنچو تو بذاتِ خود فوج کی کمان سنبھالو۔ میمنہ پر ایک شخص کو اور میسرہ پر ایک شخص کو اور شہسواروں پر ایک کو مقرر کرو۔ اکابرین صحابہ اور مہاجرین و انصار میں سے جو تمہارے ساتھ ہیں ان سے برابر مشورہ لیتے رہو اور ان کے فضل و مقام کو پہچانو۔ پوری تیاری کے ساتھ میدانِ جنگ میں جب دشمن صف بستہ ہوں تو ان پر ٹوٹ پڑو۔ تیر کے مقابلے میں تیر، نیزے کے مقابلے میں نیزہ، تلوار کے مقابلے میں تلوار۔ ان کے قیدیوں کو تلواروں پر اٹھا لو۔ قتل کے ذریعہ ان میں خوف و ہراس پیدا کرو۔ ان کو آگ میں جھونکو۔ خبردار میری حکم عدولی نہ کرنا۔ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ۔

یہ خط جب خالدؓ کو ملا تو آپؓ نے اس کو پڑھا اور کہا ہم نے سن لیا اور ہم اس کی مکمل فرمانبرداری کریں گے۔ خالدؓ نے مسلمانوں کو اپنے ساتھ تیار کیا اور بنو حنیفہ یعنی مسیلمہ یا جن کی سربراہی مسیلمہ کذاب کر رہا تھا ان سے قتال کے لیے روانہ ہوئے۔ انصار پر ثَابِت بن قَیس بن شَمَّاس امیر مقرر تھے۔ مرتدین میں سے جن سے راستہ میں واسطہ پڑتا اس کو عبرت ناک سزا دیتے۔ ادھر حضرت ابو بکرؓ نے

پیچھے سے خالد کی حفاظت کے لیے ایک بہت بڑی فوج بہترین اسلحہ سے لیس روانہ کی تا کہ لشکرِ خالد پر کوئی پیچھے سے حملہ آور نہ ہو سکے۔ خالد کا گزر یمامہ کے راستے میں بہت سے بدو قبائل سے ہوا جو مرتد ہو چکے تھے۔ ان سے جنگ کر کے انہیں اسلام کی طرف واپس لائے۔ راستہ میں سَجَاحُ کی بچی کھچی فوج ملی ان کی خبر لی۔ انہیں قتل کیا اور عبرت ناک سزائیں دیں۔ پھر یمامہ پر حملہ آور ہوئے۔[515]

جنگ یمامہ

یمامہ یمن کا ایک مشہور شہر ہے۔ آج کل یہ علاقہ سعودی عرب میں واقع ہے۔[516]

یمامہ ایک انتہائی سرسبز اور زرخیز علاقہ تھا۔ چنانچہ یمامہ کے بارے میں لکھا ہے کہ یمامہ خوبصورت ترین شہروں میں سے ایک شہر تھا اور اس میں مال، درخت اور کھجوریں بکثرت تھیں۔[517]

یمامہ میں بنو حنیفہ آباد تھے جو سخت جنگجو قوم تھی۔

ان کے بارے میں تفسیر قرطبی میں آیت سَتُدۡعَوۡنَ اِلٰی قَوۡمٍ اُولِیۡ بَاۡسٍ شَدِیۡدٍ تُقَاتِلُوۡنَہُمۡ اَوۡ یُسۡلِمُوۡنَ (الفتح:17) کہ تم عنقریب ایک ایسی قوم کی طرف بلائے جاؤ گے جو سخت جنگجو ہو گی۔ تم ان سے قتال کرو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے، کی تفسیر میں لکھا ہے کہ:

حسن کہتے ہیں کہ سخت جنگجو قوم سے مراد فارس اور روم ہیں۔ ابنِ جبیر کہتے ہیں کہ اس سے مراد ہوازن اور ثقیف کے قبائل ہیں۔

زُہری اور مُقَاتِل کہتے ہیں کہ اس سے مراد بنو حنیفہ ہیں جو یمامہ میں رہنے والے ہیں اور مسیلمہ کے ساتھی تھے۔

رافع بن خَدِیج کہتے ہیں کہ ہم یہ آیت پڑھتے تھے لیکن ہمیں یہ معلوم نہ تھا کہ یہ جنگجو قوم کون ہے۔ یہاں تک کہ حضرت ابو بکرؓ نے ہمیں بنو حنیفہ سے قتال کے لیے بلایا تو ہمیں پتہ چلا کہ ان سے مراد یہ قوم ہے۔[518]

مسیلمہ کذاب کا مدینہ میں آنا

جب رسول اللہ ﷺ نے 7/ہجری کی ابتدا میں یا بعض کے نزدیک 6/ہجری میں مختلف ممالک کے بادشاہوں کو تبلیغی خطوط لکھے تو ایک خط یمامہ کے بادشاہ ہَوْذَہ بن علی اور اہلِ یمامہ کے نام بھی لکھا جس میں اسے اور یمامہ والوں کو اسلام کی طرف دعوت دی۔ جب 9/ہجری میں مختلف وفود مدینہ آئے تو یمامہ سے بنو حنیفہ کا وفد بھی آیا۔ اس وفد میں مُجَّاعَہ بن مُرَارَہ بھی تھے جسے رسول اللہ ﷺ نے جاگیر میں ایک غیر آباد زمین عطا فرمائی تھی جس کی اس نے درخواست کی تھی۔ اس وفد میں رَجَّال بن عُنْفُوَہ بھی تھا اس کے علاوہ مسیلمہ کذاب، ثُمامہ بن کبیر بن حبیب بھی تھا۔ ابن ہشام کے نزدیک اس کا نام مسیلمہ بن ثُمامہ تھا اور اس کی کنیت ابو ثمامہ تھی۔ بنو حنیفہ کا یہ وفد مدینہ میں انصار کی ایک عورت رَمْلَہ

بنت حارث کے گھر ٹھہرا۔[519]

جب رسولِ کریم ﷺ کی بیعت کرنے کے لیے متواتر وفود آئے تو آنحضور ﷺ نے مدینہ میں ایک گھر مقرر کر لیا تھا جہاں وفود ٹھہرتے تھے۔ یہ گھر رملہ بنت حارث کا تھا جو بنو نجار کی ایک خاتون تھیں۔ یہ ایک بہت وسیع مکان تھا۔[520]

جب بنو حنیفہ کے یہ لوگ رسول کریم ﷺ سے ملاقات کے لیے گئے تو مسیلمہ کو اپنے ساتھ لے کر نہیں گئے۔ اسے اپنے سامان کی حفاظت کی خاطر پیچھے چھوڑ گئے۔ جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو انہوں نے مسیلمہ کے بارے میں ذکر کیا اور کہا یا رسول اللہؐ! ہم اپنے ایک ساتھی کو پیچھے اپنے سامان اور سواریوں کے پاس چھوڑ آئے ہیں۔ وہ ہمارے لیے ہمارے سامان کی حفاظت کر رہا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے مسیلمہ کے لیے بھی اسی قدر تحائف کا حکم دیا جس قدر لوگوں کو دینے کا ارشاد فرمایا تھا اور فرمایا: وہ مرتبہ میں تم سے کم تر نہیں ہے کیونکہ وہ اپنے ساتھیوں کے سامان کی حفاظت کر رہا ہے۔ پھر وہ وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس سے چلا گیا اور جو آپ ﷺ نے مسیلمہ کے لیے دیا تھا وہ بھی لے گئے۔[521]

اس بیان کردہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیلمہ کے علاوہ بنو حنیفہ کے وفد میں موجود تمام افراد کی رسول کریم ﷺ سے ملاقات ہوئی تھی مگر بعض روایات ایسی بھی ملتی ہیں جن میں مسیلمہ کی رسول کریم ﷺ سے ملاقات کا ذکر موجود ہے۔ عموماً اسی بارے میں روایات ہیں کہ مسیلمہ ملا۔ اس بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہو سکتا ہے جب دوسری دفعہ آیا ہو تب ملا ہو۔ بہر حال اس کی تفصیل میں مزید لکھا ہے کہ جب یہ وفد رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس میں مسیلمہ بھی موجود تھا جو دوسری جگہ لکھا ہے۔ وہ لوگ مسیلمہ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس اس حالت میں لائے کہ اس کو کپڑوں سے ڈھانپا گیا تھا۔ حضور ﷺ صحابہ کرام میں تشریف فرما تھے۔ آپؐ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک شاخ تھی۔ مسیلمہ نے آپؐ سے گفتگو کی اور کچھ مطالبات کیے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر تُو مجھ سے یہ کھجور کی شاخ بھی مانگے جو میرے ہاتھ میں ہے تو مَیں وہ بھی تجھے نہیں دوں گا۔[522]

صحیح بخاری میں موجود روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیلمہ رسول کریم ﷺ سے ملاقات کے لیے نہیں گیا تھا بلکہ رسول کریم ﷺ خود اس کے پاس تشریف لے گئے تھے۔ چنانچہ عُبَیداللہ بن عبداللہ بن عُتْبَہ نے بیان کیا کہ ہمیں یہ خبر پہنچی کہ مسیلمہ کذاب مدینہ آیا اور حارث کی بیٹی کے گھر میں اترا اور حارث بن کُرَیز کی بیٹی اس کی بیوی تھی اور وہ عبداللہ بن عامر کی ماں تھی۔ رسول اللہ ﷺ اس کے پاس آئے اور آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ثابت بن قیس بن شَمَّاسؓ تھے اور یہ رسول اللہ ﷺ کے خطیب کہلاتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ آپؐ مسیلمہ کے پاس کھڑے ہوئے اور اس سے گفتگو کی۔ مسیلمہ نے آپؐ سے کہا کہ اگر آپؐ چاہیں تو ہمارے درمیان اور اس معاملے کے درمیان ہمیں چھوڑ دیں۔ پھر آپؐ اسے اپنے بعد ہمارے لیے مقرر کر دیں۔ یعنی نبوت کا جو

معاملہ ہے اس کا جو فیصلہ ہو یا آپؐ کے بعد نبوت ہمیں مل جائے۔ یہی اس کا زیادہ بڑا مطالبہ تھا۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم مجھ سے یہ چھڑی بھی مانگو تو مَیں تمہیں یہ نہیں دوں گا اور مَیں تجھے وہی شخص سمجھتا ہوں جس کے بارے میں مجھے خواب دکھائی گئی ہے جو مجھے دکھائی گئی۔ اور یہ ثابت بن قیسؓ ہے، وہ میری طرف سے تمہیں جواب دے گا۔ پھر نبی ﷺ واپس تشریف لے گئے۔ [523]

اسی طرح ایک اَور روایت میں ذکر ہے حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ مسیلمہ کذاب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں آیا اور کہنے لگا کہ اگر محمد ﷺ اپنے بعد مجھے جانشین بنائیں تو مَیں ان کی پیروی کروں گا۔ یہ پھر پہلی روایت کی وضاحت ہوتی ہے اور وہ وہاں اپنی قوم کے بہت سے لوگوں کے ساتھ آیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ اس کے پاس آئے اور آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ثابت بن قیس بن شَمَّاس تھے اور رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک چھڑی تھی یہاں تک کہ آپؐ مسیلمہ کے سامنے جبکہ وہ اپنے ساتھیوں میں تھا کھڑے ہو گئے۔ آپؐ نے فرمایا اگر تُو مجھ سے یہ چھڑی بھی مانگے تو مَیں تجھے یہ بھی نہیں دوں گا اور تُو اپنے متعلق ہرگز اللہ کے فیصلے سے آگے نہیں بڑھ سکتا اور اگر تُو نے پیٹھ پھیری تو اللہ تیری جڑ کاٹ دے گا اور مَیں دیکھتا ہوں کہ تُو وہی شخص ہے جس کے متعلق مجھے خواب میں بہت کچھ دکھایا گیا ہے۔ اور یہ ثابت ہیں یعنی ثابت بن قیسؓ جو میری طرف سے تجھے جواب دیں گے۔ پھر آپ ﷺ اس کو چھوڑ کر واپس چلے گئے۔ یہ روایت بھی بخاری کی ہے۔ [524]

حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کے متعلق پوچھا کہ تم کو مَیں وہی شخص پاتا ہوں جس کے متعلق مجھے خواب میں وہ کچھ دکھایا گیا جو دکھایا گیا۔ حضرت ابوہریرہؓ نے مجھ سے کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک بار مَیں سویا ہوا تھا اس اثنا میں مَیں نے اپنے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن دیکھے۔ (یہ خواب کا ذکر ہو رہا ہے) ان کی کیفیت نے مجھے فکر میں ڈال دیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَیں نے خواب میں کنگن دیکھے اس کیفیت نے مجھے فکر میں ڈالا۔ پھر مجھے خواب میں وحی کی گئی کہ میں ان پر پھونکوں۔ چنانچہ مَیں نے ان پر پھونکا اور وہ اُڑ گئے۔ مَیں نے ان کی تعبیر دو جھوٹے شخص سمجھے جو میرے بعد ظاہر ہوں گے۔

راوی عبید اللہ نے کہا۔ ان میں سے ایک وہ عَنْسِی ہے جس کو فیروز نے یمن میں مار ڈالا اور دوسرا مسیلمہ کذاب ہے۔ یہ بھی بخاری کی روایت ہے۔ [525]

بہرحال مندرجہ بالا روایات سے یہی لگتا ہے کہ مسیلمہ کذاب ایک سے زیادہ مرتبہ مدینہ آیا تھا۔ ایک مرتبہ اُس وقت جب اُس کے وفد والے اسے سامان کی حفاظت کے لیے پیچھے چھوڑ گئے تھے اور اس کی ملاقات رسول کریم ﷺ سے نہ ہو سکی تھی اور دوسری مرتبہ وہ اُس وقت مدینہ آیا تھا جب اس کی ملاقات رسول کریم ﷺ سے ہوئی تھی اور جس میں اُس نے رسول کریم ﷺ سے جانشین بننے کا مطالبہ کیا تھا۔ اس حوالے سے صحیح بخاری کی شرح فتح الباری میں لکھا ہے کہ ممکن ہے کہ مسیلمہ دو دفعہ مدینہ آیا ہو۔ پہلی دفعہ اس وقت جب بنو حنیفہ کا رئیس اس کی بجائے کوئی اَور تھا۔ یعنی اس وقت وہ قبیلہ کا

رئیس نہیں تھا۔ کوئی اَور تھا اور یہ اس کا تابع تھا۔ اسی وجہ سے اسے سامان کی حفاظت کے لیے پیچھے چھوڑ گئے تھے۔ اور دوسری مرتبہ وہ اس وقت آیا جب لوگ اس کے تابع تھے اور اس وقت ہی نبی کریم ﷺ کی اس سے گفتگو ہوئی تھی یا یہ بھی ممکن ہے کہ ایک ہی واقعہ ہو اور وہ اپنی مرضی سے اپنی حمیت اور اس بات پر تکبر کرتے ہوئے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی مجلس میں حاضر ہو سامان کے پاس رک گیا ہو لیکن نبی کریم ﷺ نے تالیفِ قلب کی عادت کی وجہ سے اس سے عزت کا سلوک کیا۔ پھر حدیث میں یہ بھی ذکر ہے کہ وہ ایک بڑی تعداد کے ساتھ آیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ سترہ لوگوں کے ساتھ آیا۔ یہ بات بھی مسیلمہ کے ایک سے زائد دفعہ مدینہ آنے کی دلیل ہے۔[526]

مسیلمہ کذاب کا دعویٔ نبوت اور علمِ بغاوت بلند کرنا

بہرحال جب یہ وفد واپس یمامہ پہنچا تو اللہ تعالیٰ کا دشمن مسیلمہ مرتد ہو گیا اور اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا اور کہا مجھے بھی آپ ﷺ کے ساتھ نبوت میں شریک کر لیا گیا ہے۔ کیا جب تم نے رسول اللہؐ کے پاس میرا ذکر کیا تھا تو انہوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ وہ مقام و مرتبہ کے اعتبار سے تم سے بُرا نہیں ہے؟ آپ ﷺ نے یہ صرف اس لیے کہا تھا کہ آپ جانتے تھے کہ آنحضور ﷺ نبی ہیں اور بنو حنیفہ جانتے تھے کہ مجھے بھی آپ کے معاملے میں شریک کر لیا گیا ہے۔ پھر مسیلمہ بناوٹ کر کے کلام بنانے لگا اور لوگوں کے لیے قرآن کریم کی نقل کرتے ہوئے کلام بنانے لگا اور ان سے نماز معاف کر دی۔ اس نے اپنی ہی شریعت شروع کر دی۔ نماز معاف کر دی۔ ایک روایت کے مطابق اس نے دو نمازیں نماز عشاء اور فجر معاف کر دی تھی اور لوگوں کے لیے شراب اور زنا کو حلال قرار دے دیا۔ اس کے ساتھ وہ یہ بھی گواہی دیتا کہ آنحضور ﷺ نبی ہیں۔ بنو حنیفہ نے ان باتوں پر اس سے اتفاق کر لیا۔[527]

ایک اَور سبب جس نے مسیلمہ کی طاقت بڑھائی وہ تھا رَجَّال بن عُنْفُوَہ کا اس سے مل جانا۔ بڑی ہوشیاری سے اس نے ایک تو یہ کہ آسانیاں پیدا کر دیں کہ شریعت میں یہ یہ آسانیاں ہیں اور مجھے بھی اللہ تعالیٰ نے وحی کی ہے اور ساتھ یہ بھی تسلیم کرتا تھا کہ آنحضور ﷺ نبی بھی ہیں تا کہ جو لوگ مسلمان ہوئے تھے ان میں کسی کو یہ احساس پیدا نہ ہو کہ ہمیں یہ آنحضرت ﷺ سے دُور لے کے جا رہا ہے۔ بڑی منافقت سے اس نے یہ سارے کام کیے۔ بہرحال لکھا ہے کہ ایک اَور سبب جس نے مسیلمہ کی طاقت بڑھائی وہ تھا رَجَّال بن عُنْفُوَہ کا اس سے مل جانا۔ یہ شخص بھی یمامہ کا ہی رہنے والا تھا اور بنو حنیفہ کے وفد کے ساتھ بھی آیا تھا۔ ہجرت کر کے نبی کریم ﷺ کے پاس مدینہ آ گیا تھا یہاں اس نے قرآن کریم پڑھا اور دینی تعلیم حاصل کی۔

جب مسیلمہ نے ارتداد اختیار کر لیا تو نبی کریم ﷺ نے اسے اہلِ یمامہ کی طرف معلم بنا کر بھیجا اور لوگوں کو مسیلمہ کی اطاعت سے روکنے کے لیے بھیجا لیکن یہ مسیلمہ سے زیادہ فتنہ کا باعث ہوا۔ جب اس نے دیکھا کہ لوگ مسیلمہ کی اطاعت قبول کرتے جا رہے ہیں تو وہ ان لوگوں کی نظروں میں اپنے آپ

کو سرخرو کرنے کے لیے ان کے ساتھ مل گیا۔ بھیجا تو اس لیے گیا تھا تا کہ وہاں اصلاح کرے اور فتنہ کا تدارک کرے لیکن یہ مسیلمہ کے ساتھ شامل ہو گیا اور مسیلمہ کی نبوت کا جھوٹا اقرار کرنے کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کی جانب سے ایک جھوٹا قول بھی منسوب کیا کہ مسیلمہ رسول کریم ﷺ کے ساتھ نبوت میں شریک کیا گیا ہے۔ یہ بھی اس نے مشہور کر دیا۔ قرآن کریم کا علم حاصل کیا تھا اس لیے لوگوں نے اس کی باتوں پر یقین بھی کر لیا۔ جب اہلِ یمامہ نے دیکھا کہ ایک ایسا شخص مسیلمہ کی نبوت کی گواہی دے رہا ہے جو کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں میں سے ہے اور وہ لوگوں کو قرآن کریم کی تعلیم سے آگاہ کرنے والا ہے تو ان لوگوں کے لیے مسیلمہ کی نبوت سے انکار کی گنجائش نہ رہی اور لوگ جوق در جوق مسیلمہ کے پاس آکر اس کی بیعت کرنے لگے۔[528]

مسیلمہ کا سفیر رسول ﷺ حضرت حبیب بن زید کو اذیت دے کر قتل کرنا

مسیلمہ نے رسول اللہ ﷺ کی طرف ایک خط بھی لکھا جس کا متن اس طرح سے ہے کہ اللہ کے رسول مسیلمہ کی جانب سے محمد رسول اللہ کی طرف۔ اما بعد، نصف زمین ہماری ہے اور نصف قریش کی مگر قریش انصاف نہیں کرتے۔ اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے اسے خط لکھا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمد نبی ﷺ کی جانب سے مسیلمہ کذاب کے نام۔ اما بعد، یقیناً زمین اللہ ہی کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے گا اس کا وارث بنا دے گا اور عاقبت متقیوں کی ہی ہوا کرتی ہے اور اس پر سلامتی ہو جو ہدایت کی پیروی کرے۔[529]

ایک روایت میں ذکر ہے کہ حضرت حَبِیب بن زید انصاریؓ رسول کریم ﷺ کا خط لے کر مسیلمہ کے پاس گئے تھے۔ جب انہوں نے یہ خط مسیلمہ کو دیا تو اس نے کہا کہ کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ محمد اللہ کے رسول ہیں؟ انہوں نے فرمایا: ہاں۔ پھر اس نے کہا کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ انہوں نے فرمایا کہ مَیں بہرہ ہوں۔ مَیں سنتا نہیں۔ بات ٹال دی۔ یہ چاہتا تھا کہ وہ تسلیم کریں کہ وہ بھی نبی ہے۔ مسیلمہ بار بار یہی سوال دہراتا رہا۔ آپؓ وہی جواب دیتے رہے اور ہر مرتبہ جب حضرت حبیبؓ اس کے منشا کا جواب نہ دیتے۔ جب اسے منشا کا جواب نہ ملتا تو وہ ان کے جسم کا ایک عضو کاٹ دیتا۔ ٹارچر کرنے کے لیے کہ اب جواب ہاں میں دو۔ وہ ان کا کوئی نہ کوئی عضو کاٹ دیتا۔ حضرت حبیبؓ صبر و استقامت کا پہاڑ بنے رہے یہاں تک کہ اس نے آپؓ کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔ اس کے سامنے حضرت حبیبؓ نے جامِ شہادت نوش کر لیا۔[530]

مسیلمہ نے یمامہ میں علَم بغاوت بلند کر دیا تھا۔ اب یہ صرف نبوت کا دعویٰ نہیں ہے بلکہ ظلم بھی ہے۔ کس طرح اس نے اپنے آپ کو نبی نہ ماننے والوں سے سلوک کیا۔ مسیلمہ نے یمامہ میں علم بغاوت بلند کر دیا اور یمامہ میں سے رسول اللہ ﷺ کے عامل حضرت ثُمامہ بن اُثالؓ کو نکال دیا۔[531]

حضرت عکرمہؓ کا مسیلمہ سے مقابلہ کرنا

جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہو گئی اور حضرت ابو بکرؓ نے مرتدین کی طرف مختلف لشکر بھیجے تو حضرت عکرمہؓ کی سرکردگی میں ایک لشکر مسیلمہ کی طرف بھی بھیجا اور ان کی مدد کے لیے ان کے پیچھے حضرت شُرَحْبِیل بن حَسَنہ ؓ کو روانہ فرمایا۔

حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عکرمہؓ کو یہ تاکید فرمائی کہ شُرَحْبِیل کے پہنچنے سے پہلے مسیلمہ سے لڑائی نہ چھیڑنا مگر حضرت عکرمہؓ نے جلد بازی سے کام لیا اور حضرت شُرَحْبِیل ؓ کے پہنچنے سے پہلے ہی اہلِ یمامہ پر حملہ کر دیا تاکہ کامیابی کا سہرا ان کے سر آئے مگر وہ مصیبت میں پھنس گئے اور انہیں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ مسیلمہ کی فوج بہت بڑی تھی۔

حضرت شرحبیلؓ کو جب اس واقعہ کی خبر ملی تو وہ راستے میں ہی رک گئے اور حضرت عکرمہؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی طرف اس واقعہ کے متعلق لکھا تو حضرت ابو بکرؓ نے ان کو لکھا کہ مَیں تمہاری صورت نہیں دیکھوں گا اور نہ تم مجھے دیکھنا۔ جو مَیں نے تمہیں کہا تھا تم نے اس ہدایت کی نافرمانی کی ہے۔ یہاں لوٹ کر مت آنا مبادا لوگوں میں بزدلی پیدا ہو۔

تم حضرت حُذَیفہ اور عَرْفَجَہ کے پاس چلے جاؤ اور ان کے ساتھ مل کر عمان اور مَھْرَہ والوں سے جنگ کرو۔ مہرہ بھی عرب کے جنوب میں مشرقی ساحل پر بحر ہند کے کنارے ایک علاقہ ہے اور پھر وہاں سے اپنی فوج کے ہمراہ یمن اور حضر موت میں جانا اور وہاں جا کر اسلامی لشکر سے جا ملنا۔ حضر موت بھی یمن کے مشرق میں ایک مملکت ہے جن کی جنوبی سرحد پر سمندر رہے۔

ایک اَور روایت میں حضرت ابو بکرؓ کے خط کے الفاظ اس طرح سے ملتے ہیں کہ استادی جانتے نہیں۔ شاگردی سے گھبراتے ہو۔ اتنا بھی تمہیں صحیح طرح پتہ نہیں۔ جنگوں کے جو طریقے سلیقے ہوتے ہیں اس میں جتنا ماہر ہونا چاہیے اتنے تم ہو نہیں اور سیکھنے سے گھبراتے ہو۔ جس دن تم مجھ سے ملو گے دیکھو تمہارے سے کیسا سلوک کرتا ہوں۔

تم اس وقت تک کیوں نہ ٹھہرے کہ شُرَحْبِیل آ جاتے اور ان کی مدد اور تعاون سے جنگ کرتے۔ اب حذیفہ کے پاس جاؤ اور مدد پہنچاؤ۔ تم نے اب خلیفۂ وقت کے حکم کی نافرمانی کی ہے اور اپنے آپ کو بڑا استاد سمجھتے ہو اور سیکھنا نہیں چاہتے۔ اب یہی ہے کہ اب میرے پاس نہ آنا۔ جب ملو گے تو پھر مَیں دیکھوں گا تمہارے سے سلوک کیا کرنا ہے لیکن بہر حال فی الحال اب تمہارا (کام) یہی ہے کہ تم حذیفہ کے پاس جاؤ اور ان کی مدد کرو۔ ان کے ساتھ مل کر جس مہم کو وہ سر کرنے کے لیے بھیجے گئے ہیں اس میں ان کی مدد کرو۔ اگر ان کو تمہاری پشت پناہی کی ضرورت نہ ہو تو یمن اور حضر موت چلے جاؤ اور مُھَاجِر بن اُمَیّہ کی مدد کرو۔ حضرت ابو بکرؓ نے مُھَاجِر بن اُمَیّہ کو کِنْدَہ قبیلہ کے مقابلے کے لیے حضر موت میں بھجوایا ہوا تھا۔[532]

حضرت شرحبیلؓ کا مسیلمہ سے مقابلہ

حضرت ابو بکرؓ نے حضرت شُرَحْبِیلؓ کو کسی دوسرے حکم کے آنے تک وہیں ٹھہرنے کا حکم دیا۔ پھر حضرت خالد بن ولید کو یمامہ کی طرف بھیجنے سے پہلے شُرَحْبِیلؓ کو لکھا کہ جب خالد تمہارے پاس آئیں اور یمامہ کی مدد سے فارغ ہو جاؤ تو قُضَاعَہ کا رخ کرنا اور حضرت عَمرو بن عاصؓ کے ساتھ ہو کر قُضَاعَہ کے ان باغیوں کی خبر لینا جو اسلام لانے سے انکار کریں اور اس کی مخالفت پر کمربستہ ہوں۔[533]

صرف انکار نہیں ہے بلکہ مخالفت بھی ہے۔ حضرت شُرَحْبِیل ؓ نے بھی حضرت ابو بکرؓ کی ہدایت کے برعکس حضرت عکرمہؓ کی طرح جلد بازی سے کام لیا اور حضرت خالدؓ کے ان تک پہنچنے سے پہلے ہی مسیلمہ سے لڑائی شروع کر دی مگر انہیں بھی شکست کا سامنا کرنا پڑا جس پر حضرت خالدؓ نے ان سے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت خالدؓ کی مدد کے لیے حضرت سلیطؓ کی قیادت میں مزید کمک بھی روانہ فرمائی تاکہ وہ ان کے عقب کی حفاظت کرے۔[534]

حضرت خالد بن ولیدؓ کا مسیلمہ سے مقابلہ کے لئے روانہ ہونا اور مُجَّاعَہ بن مُرَارہ کی گرفتاری

حضرت ابو بکرؓ نے حضرت خالدؓ کو مسیلمہ کی طرف بھیجا اور ان کے ساتھ مل کر جنگ کرنے کے لیے مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت بھی روانہ فرمائی۔ حضرت ابو بکرؓ نے انصار پر حضرت ثابت بن قیسؓ اور مہاجرین پر حضرت ابو حذیفہؓ اور زید بن خطابؓ کو امیر مقرر فرمایا اور اس طرح جتنے قبائل تھے ان میں سے ہر قبیلے پر ایک آدمی کو نگران بنایا۔ حضرت خالدؓ بُطَاح مقام پر اس لشکر کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ بُطَاح بنی تمیم کے علاقے میں ایک جگہ ہے۔

بہرحال جب یہ سب حضرت خالدؓ کے پاس پہنچ گئے تو وہ یمامہ کی طرف روانہ ہوئے۔ بنو حنیفہ اس دن بہت زیادہ تھے۔ ان کی تعداد چالیس ہزار جنگجوؤں پر مشتمل تھی۔ یمامہ کے یہ لوگ جو مسیلمہ کے ساتھ تھے ان کی تعداد چالیس ہزار تھی یا ایک روایت کے مطابق ان کی تعداد ایک لاکھ یا اس سے بھی زیادہ تھی جبکہ مسلمان دس ہزار سے زائد تھے۔[535]

بہرحال وہاں جب یہ جنگ شروع ہونی تھی تو اس بڑے معرکے سے پہلے ہی مسلمانوں نے بنو حنیفہ کے ایک سردار کو گرفتار کر لیا۔ چنانچہ ایک روایت میں ذکر ہے کہ مُجَّاعَہ بن مُرَارہ جو کہ بنو حنیفہ کا ایک سردار تھا ایک گروہ کے ساتھ باہر نکلا تو مسلمانوں نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو پکڑ لیا۔ حضرت خالدؓ نے اس کے ساتھیوں کو قتل کر دیا اور مُجَّاعَہ کو زندہ رکھا کیونکہ بنو حنیفہ میں اس کی بہت عزت تھی۔[536]

اس کی مزید تفصیل یہ ہے کہ حضرت خالدؓ جب عَارِض مقام پر اترے تو انہوں نے دو سو گھڑ سوار آگے بھیجے اور فرمایا جو لوگ بھی تمہیں ملیں انہیں پکڑ لیں۔ وہ گھڑ سوار روانہ ہوئے یہاں تک کہ انہوں نے مُجَّاعَہ بن مُرَارہ حنفی کو اس کے تئیس ہم قبیلہ افراد کے ساتھ پکڑ لیا جو بَنُو نُمَیر کے ایک شخص کی تلاش میں نکلے ہوئے تھے۔ وہ باہر نکلے تھے اور انہیں خالد کے آنے کا علم نہیں تھا۔ مسلمانوں نے ان

سے پوچھا کہ تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے کہا ہم بنو حنیفہ سے ہیں۔ مسلمانوں نے سمجھا کہ وہ خالد کی طرف مسیلمہ کے ایلچی ہیں۔ جب صبح ہوئی اور لوگ آمنے سامنے ہوئے تو مسلمان ان لوگوں کو لے کر حضرت خالدؓ کے پاس آئے۔ حضرت خالدؓ نے جب انہیں دیکھا تو انہوں نے بھی یہی سمجھا کہ وہ لوگ مسیلمہ کے ایلچی ہیں۔ آپؓ نے ان سے پوچھا کہ اے بنو حنیفہ! اپنے صاحب یعنی مسیلمہ کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ انہوں نے گواہی دی کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔ حضرت خالدؓ نے مُجَّاعَہ سے پوچھا تم کیا کہتے ہو۔ اس نے جواب دیا بخدا! مَیں تو بنو نُمیر کے ایک شخص کی تلاش میں نکلا تھا جس نے ہمارے قبیلہ میں قتل کیا تھا اور مَیں مسیلمہ کے قریبیوں میں سے نہیں ہوں۔

بہر حال اس وقت وہ خوف سے یا کسی وجہ سے اپنی بات سے مکر گیا۔ مَیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور مَیں نے اسلام قبول کیا تھا اور ابھی بھی اسی حالت پر ہوں۔ باقی لوگ بھی لائے گئے۔ حضرت خالدؓ نے ان سب کو قتل کروا دیا یہاں تک کہ جب سَارِیَہ بن مسیلمہ بن عامر باقی رہ گیا تو اس نے کہا اے خالد! اگر تم اہلِ یمامہ کے بارے میں کوئی خیر یا شر چاہتے ہو تو مُجَّاعَہ کو زندہ رکھو کیونکہ یہ جنگ اور امن کے ایام میں تمہارا مددگار ہو گا اور مُجَّاعَہ ایک سردار ہے۔

آپ کو ساریہ کی یہ بات پسند آئی۔ آپ نے اسے بھی زندہ رکھا۔ آپ نے اسے قتل نہیں کیا اور ان دونوں کے متعلق حکم دیا کہ انہیں لوہے کی بیڑیوں سے باندھ دیا جائے۔ آپ مُجَّاعَہ کو بلاتے تھے اور وہ بیڑیوں میں ہی ہوتا تھا اور اس کے ساتھ گفتگو کرتے۔ مُجَّاعَہ یہ سمجھتا تھا کہ حضرت خالدؓ اس کو قتل کر دیں گے۔

اسی دوران جبکہ وہ دونوں باتیں کر رہے تھے کہ مُجَّاعَہ نے آپ سے کہا کہ اے ابن مغیرہ (یہ خالد بن ولید کی کنیت تھی) مَیں مسلمان ہوں۔ اللہ کی قسم! مَیں نے کفر نہیں کیا۔

مَیں رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور آپؐ کے پاس سے مسلمان ہو کر نکلا تھا اور اب میں جنگ کے لیے نہیں نکلا۔ پھر نُمیری کو تلاش کرنے کی بات اس نے دہرائی۔

حضرت خالدؓ نے کہا قتل اور چھوڑ دینے کے درمیان تھوڑا فاصلہ ہے یعنی قید۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہماری جنگ میں فیصلہ فرما دے جس کا وہ فیصلہ کرنے والا ہے اور آپ نے اس کو اپنی بیوی کے سپرد کر دیا جس سے آپ نے مالک بن نُوَیرہ کے قتل کے بعد شادی کی تھی۔ اسے حکم دیا کہ قید میں اس کا اچھا خیال رکھے۔ مُجَّاعَہ نے سمجھا کہ خالد اس کو قید کرنا چاہتے ہیں تا کہ وہ انہیں دشمن کا پتہ بتائے اور اس کی خبر دے۔ اس نے کہا آپ جانتے ہیں کہ مَیں رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کی اسلام پر بیعت کی۔ بار بار یہی بات وہ دہراتا تھا۔

پھر مَیں اپنی قوم کی طرف واپس لوٹا اور آج بھی میری وہی حالت ہے۔ لیکن آگے جو واقعات ہیں ان سے پتہ لگتا ہے یہ سب غلط بیانی تھی۔ کہتا ہے آج بھی میری وہی حالت ہے جو کل تھی۔[537]

مُجَّاعَہ کے گروہ سے فارغ ہونے کے بعد حضرت خالدؓ یمامہ کی طرف چلے۔ ان کے آنے کی خبر پا کر مسیلمہ اپنے قبیلہ بنو حَنِیفہ کے ساتھ مقابلہ کے لیے نکلا اور عَقْرَبَاء میں آ کر پڑاؤ ڈالا۔ یہ مقام بھی یمامہ کی سرحد پر یمامہ کے کھیتوں اور سرسبز علاقے کے سامنے واقع تھا۔ خالد نے محکم منصوبہ بندی کا اہتمام کیا۔ آپ دشمن کو کبھی بھی کمزور نہیں سمجھتے تھے۔ میدانِ معرکہ میں ہمیشہ پوری پوری تیاری اور مکمل احتیاط کے ساتھ رہتے کہ کہیں اچانک دشمن حملہ نہ کر دے اور کوئی سازش نہ کر بیٹھے۔ آپ کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ آپ خود سوتے نہیں تھے، دوسروں کو سلاتے تھے۔ پوری تیاری کے ساتھ رات گزارتے۔ آپ پر دشمن کی کوئی بات مخفی نہیں رہتی تھی۔ فوج کو مرتب کرنے کا وقت قریب آ چکا تھا۔ اس معرکے میں علمبردار حضرت عبداللہ بن حَفْصؓ بن غَانِم تھے۔ پھر یہ حضرت سالمؓ مولیٰ ابوحذیفہ کو منتقل ہو گیا۔ حضرت خالدؓ نے اس معرکے میں حضرت شُرَحْبِیل بن حَسَنہ ؓ کو آگے بڑھایا اور اسلامی فوج کو پانچ حصوں میں تقسیم کر دیا۔ مقدمہ پر حضرت خالد مخزومیؓ، میمنہ پر حضرت ابوحذیفہؓ، میسرہ پر حضرت شُجَاعؓ اور قلب پر حضرت زید بن خطابؓ اور شاہسواروں پر اسامہ بن زیدؓ کو مقرر فرمایا اور اونٹوں کو پیچھے رکھا جن پر خیمے لدے ہوئے تھے اور خواتین سوار تھیں اور یہ معرکہ سے قبل آخری ترتیب تھی۔[538]

دوسری طرف مسیلمہ کذاب کی فوج بھی تیار کھڑی تھی اور مسیلمہ کے بیٹے شُرَحْبِیل نے اپنے قبیلے سے کہا اے بنو حنیفہ! آج کا دن غیرت دکھانے کا ہے۔ اگر آج تم نے شکست کھائی تو تمہاری عورتیں لونڈیاں بنالی جائیں گی اور بغیر نکاح کے ان سے فائدہ اٹھایا جائے گا۔ لہٰذا آج تم اپنی عزت اور آبرو کی حفاظت کے لیے پوری جوانمردی دکھاؤ اور اپنی عورتوں کی حفاظت کرو۔[539]

بہرحال اس کے بعد گھمسان کی جنگ ہوئی۔ وہ جنگ ایسی سخت تھی کہ مسلمانوں کو اس سے پہلے ایسی جنگ کا کبھی سامنا نہیں کرنا پڑا۔ مسلمان پسپا ہو گئے۔ یہاں بھی پسپائی ہوئی اور بنو حنیفہ کے افراد مُجَّاعَہ کو چھڑانے کے لیے آگے بڑھے اور حضرت خالدؓ کے خیمہ کا قصد کیا۔ حضرت خالدؓ خیمہ چھوڑ چکے تھے اس لیے وہ مُجَّاعَہ تک پہنچ گئے جو حضرت خالد کی بیوی کی نگرانی میں تھا۔ مرتدوں نے آپ کی بیوی کو قتل کرنا چاہا مگر مُجَّاعَہ نے ان کو روک دیا اور کہا کہ مَیں اس کو پناہ دیتا ہوں۔ لہٰذا انہوں نے اس کو چھوڑ دیا۔ مُجَّاعَہ نے کہا کہ تم مردوں پر حملہ کرو۔ ایک طرف تو یہ دعویٰ تھا کہ مَیں مسلمان ہوں اور اب یہ ان مخالفین کو کہہ رہا ہے کہ تم مردوں پر حملہ کرو اور انہوں نے خیمے کو کاٹ دیا۔[540]

جنگ یمامہ میں مسلمانوں کی قابل رشک بہادری اور ثابت قدمی

لشکرِ اسلام کے پیچھے ہٹنے کے باوجود حضرت خالد بن ولیدؓ کے عزم و ثبات اور جرأت و استقلال میں ذرا بھی لغزش نہ آئی اور انہیں ایک لمحے کے لیے بھی اپنی شکست کا خیال پیدا نہ ہوا۔ حضرت خالدؓ نے پکار کر اپنے لشکر سے کہا کہ اے مسلمانو! علیحدہ علیحدہ ہو جاؤ یعنی ہر قبیلہ الگ الگ ہو کر لڑے اور

اسی حالت میں دشمن سے لڑو تا کہ ہم دیکھ سکیں کہ کس قبیلہ نے لڑائی میں سب سے اچھا بہادری کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس اعلان کا مطلب یہ تھا کہ تمام مسلمان اپنے اپنے قبیلہ کے علم تلے لڑیں۔ اس سے انہوں نے تمام قبائل میں گویا ایک نئی روح پھونک دی اور اس میں اپنی انفرادیت اور بہادری ثابت کرنے کے لیے ایک جذبہ مسابقت پیدا کر دیا۔[541]

مسلمانوں نے بھی ایک دوسرے کو ترغیب دلائی۔

چنانچہ اس کی مزید تفصیل اس طرح ملتی ہے کہ **حضرت ثابت بن قیسؓ** نے کہا اے مسلمانوں کے گروہ! کتنی بُری ہے وہ چیز جس کا تم نے خود کو عادی بنا دیا ہے، اگر آسانی کا عادی بنایا ہے تو یہ بہت بُری چیز ہے۔ صحابہ کرامؓ ایک دوسرے کو جنگ پر ابھارنے لگے اور کہنے لگے کہ اے سورۂ بقرہ والو! آج جادو ٹوٹ گیا۔ حضرت ثابت بن قیسؓ نے آدھی پنڈلیوں تک زمین کھودلی اور اپنے آپ کو اس میں گاڑ لیا۔ آپؓ انصار کا پرچم اٹھائے ہوئے تھے اور آپؓ نے حنوط مل لیا تھا۔ عرب میں یہ دستور تھا کہ بعض لوگ جو اپنے آپ کو بہت بہادر دکھانا چاہتے تھے وہ ایسا کیا کرتے تھے گویا یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ وہ کام جو مرنے کے بعد لوگوں نے میرے ساتھ کرنا تھا وہ میں نے خود اپنے ساتھ کر لیا ہے۔ **آدھا زمین میں گاڑ لیا گویا میں مرنے کو تیار ہوں** اور حنوط چند خوشبودار چیزوں کا ایک مرکب تھا جو کہ مردے کو غسل دینے کے بعد اس پر ملتے ہیں یا وہ دوائیں جنہیں لاش پر لگانے سے وہ مدتوں گلنے سڑنے سے محفوظ رہتی ہے۔ بہر حال روایت ہے کہ انہوں نے کفن باندھ لیا اور دشمن کے مقابلے میں ثابت قدم رہے یہاں تک کہ جام شہادت نوش کیا۔[542]

انصار کا جھنڈا حضرت ثابت بن قیسؓ کے پاس تھا اور مہاجرین کا جھنڈا حضرت زید بن خطابؓ کے پاس۔ حضرت زید بن خطابؓ نے لوگوں سے کہا۔ لوگو! مضبوطی کے ساتھ قائم ہو جاؤ، دشمن پر ٹوٹ پڑو اور آگے قدم بڑھاؤ۔ پھر فرمایا اللہ کی قسم! مَیں اس وقت تک بات نہیں کروں گا یہاں تک کہ اللہ انہیں شکست دے دے گا یا مَیں اللہ سے جا ملوں گا اور دلیل کے ساتھ اس سے بات کروں گا۔ پھر آپؓ بھی شہید ہو گئے۔[543]

حضرت عمرؓ کے بھائی کی شہادت اور حضرت عمرؓ کا غم

حضرت زید بن خطابؓ کے بارے میں آتا ہے کہ آپؓ حضرت عمر بن خطابؓ کے سوتیلے بھائی تھے۔ قدیم الاسلام ہیں۔ شروع میں اسلام لانے والوں میں سے ہیں۔ بدر اور اس کے بعد کے غزوات میں شریک رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد آپ اور مَعْن بن عَدِی انصاری رضی اللہ عنہ کے درمیان مؤاخات کرائی تھی اور دونوں ہی یمامہ کی جنگ میں شہید ہو گئے۔ جنگِ یمامہ میں حضرت خالدؓ نے جب لشکر کو ترتیب دیا تو ایک حصہ کا سپہ سالار حضرت زید بن خطابؓ کو بنایا اور اسی طرح اس جنگ میں مہاجرین کا پرچم بھی آپؓ کے ہاتھ میں تھا۔ آپؓ پرچم لیے آگے بڑھتے رہے اور بڑی بے جگری سے

لڑے یہاں تک کہ شہید ہو گئے تو پرچم گر گیا۔ سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہما نے پرچم تھام لیا۔ اس معرکے میں زید رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کے دستِ راست اور ایک بہادر شہسوار جس کا نام رَجَّال بن عُنْفُوَہ تھا، اس کو قتل کیا اور آپؓ کو جس نے شہید کیا اس کو ابو مریم حنفی کہتے ہیں۔ اس کے بعد وہ مسلمان ہو گیا اور ایک مرتبہ جب حضرت عمرؓ نے اسے کہا کہ تم نے میرے بھائی کو قتل کیا تھا تو اس نے کہا اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں زید رضی اللہ عنہ کو شرف بخشا اور ان کے ہاتھوں مجھے ذلیل نہیں کیا۔ یعنی وہ شہادت کی موت پا گئے اور اگر اس وقت ان کے ہاتھوں مَیں مارا جاتا تو ذلت کی موت مرتا۔ اب مجھے اسلام کی توفیق مل گئی ہے۔

حضرت عمر بن خطابؓ کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی جنگِ یمامہ میں شامل ہوئے تھے۔ وہ جب واپس مدینہ آئے تو حضرت عمرؓ نے اپنے اس شہید ہونے والے بھائی کے غم میں ان کو کہا کہ جب تمہارے چچا زید شہید ہو گئے تو تم واپس کیوں آ گئے اور کیوں اپنا چہرہ مجھ سے چھپا نہ لیا؟ جب زیدؓ کے قتل کی خبر عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا: زیدؓ دو نیکیوں میں مجھ سے آگے نکل گیا تھا۔ یہ ذکر پہلے بھی ایک دفعہ بیان ہو چکا ہے کہ مجھ سے پہلے اسلام قبول کیا اور مجھ سے پہلے شہید ہو گئے۔ مالک بن نُوَیرہ کو جب حضرت خالدؓ نے قتل کر دیا تو اس کے بھائی مُتَمِّم بن نُوَیرہ نے اپنے بھائی مالک کے قتل پر اشعار کہے۔ اس کو اپنے بھائی سے بہت محبت تھی اور وہ اکثر ان کی جدائی میں روتا رہتا اور شعر کہتا تھا۔ ایک مرتبہ جب حضرت عمرؓ سے اس کی ملاقات ہوئی اور اس نے بھائی کا مرثیہ حضرت عمرؓ کو سنایا تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ اگر مَیں شعر کہنا جانتا تو تمہاری طرح مَیں بھی اپنے بھائی زیدؓ کے لیے شعر کہتا۔ اس پر مُتَمِّم نے عرض کیا: اگر میرے بھائی کی موت ایسی ہوتی جیسی موت آپؓ کے بھائی کی ہوئی ہے یعنی شہادت کی موت تو مَیں کبھی بھی اپنے بھائی پر غمگین نہ ہوتا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس خوبصورت انداز میں میرے بھائی کی تعزیت تم نے کی ہے اَور کسی نے نہیں کی۔ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ جب بادِ صبا چلتی ہے تو زیدؓ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔[544]

بہر حال جنگ کا ذکر ہو رہا ہے۔ مسیلمہ کذّاب ابھی تک ثابت قدم تھا اور کافروں کی جنگ کا مرکز بنا ہوا تھا۔ حضرت خالدؓ نے یہ تجزیہ کیا کہ جب تک مسیلمہ کو قتل نہ کیا جائے گا جنگ ختم نہیں ہو گی کیونکہ اگر کوئی بنو حنیفہ سے قتل ہوتا ہے تو اس کا ان پر یعنی مسیلمہ کے ساتھیوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس لیے حضرت خالدؓ اکیلے ان کے سامنے آئے اور ایک ایک کو انفرادی جنگ کی آواز لگائی اور اپنے شعار کا نعرہ لگایا۔ مسلمانوں کا شعار یا محمداہ! تھا۔

پس جو بھی مقابلے کے لیے نکلا حضرت خالدؓ نے اس کو قتل کر دیا۔ پھر مسلمانوں نے بڑے جوش سے جنگ کی۔ حضرت خالدؓ نے مسیلمہ کو مقابلے کے لیے آواز دی۔ اس نے قبول کر لی تو حضرت خالدؓ نے اس پر اس کی خواہش کے مطابق چند چیزیں پیش کیں۔ پھر حضرت خالدؓ اس پر حملہ آور ہوئے تو وہ بھاگ گیا اور اس کے ساتھی بھی بھاگ گئے تو حضرت خالدؓ نے لوگوں کو، مسلمانوں کو پکار کر کہا کہ خبردار!

اب کوتاہی نہ کرنا۔ آگے بڑھو اور کسی کو بچ کر جانے نہ دو۔ اس پر مسلمان ان پر چڑھ دوڑے۔[545]

مسیلمہ کذاب کا میدان جنگ سے بھاگ جانا

صحابہ کرامؓ نے اس معرکے میں انتہائی صبر و استقامت کا ایسا ثبوت دیا جس کی مثال نہیں ملتی اور برابر دشمن کی طرف بڑھتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے خلاف فتح عطا فرمائی اور کفار پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا، انہیں قتل کرتے رہے اور تلواریں ان کی گردنوں پر چلاتے رہے یہاں تک کہ انہیں ایک باغ میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ بنو حنیفہ کے ایک سردار مُحَکِّم بن طُفیل نے بھاگتے ہوئے لوگوں سے کہا کہ اے لوگو! اس باغ میں داخل ہو جاؤ۔ یہ بہت وسیع باغ تھا جس کے گرد دیواریں تھیں۔ محکم بن طفیل نے بنو حنیفہ کا تعاقب کرنے والے مسلمانوں کا مقابلہ کرنا شروع کر دیا۔ یہ باغ میدانِ جنگ کے قریب ہی تھا اور مسیلمہ کی ملکیت تھا۔ اس باغ کو حدیقۃ الرحمان کہا جاتا تھا، جس طرح مسیلمہ کو رحمان الیمامہ کہا جاتا تھا لیکن اس جنگ کے دوران اس باغ میں کثرت سے دشمنوں کے مارے جانے کی وجہ سے اس باغ کو حدیقۃ الموت یعنی موت کا باغ کہا جانے لگا۔ مسیلمہ کذاب بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس باغ میں چلا گیا۔ حضرت عبد الرحمٰن بن ابو بکرؓ نے دیکھا کہ بنو حنیفہ کا ایک سردار مُحَکِّم خطاب کر رہا ہے۔ انہوں نے اس پر تیر چلا کر اس کو قتل کر دیا۔ بنو حنیفہ نے باغ کا دروازہ بند کر دیا اور صحابہ نے چاروں طرف سے اس باغ کا محاصرہ کر لیا۔

مسلمان کوئی جگہ تلاش کرنے لگے کہ کسی طرح اس باغ کے اندر جایا جا سکے لیکن یہ قلعہ نما باغ تھا۔ باوجود تلاش کے اس کے اندر جانے کی کوئی جگہ نہ مل سکی۔ آخر حضرت بَرَاء بن مالِکؓ جو حضرت انس بن مالکؓ کے بھائی تھے۔ آپؓ نے غزوۂ اُحُد اور خندق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حصہ لیا تھا۔ بہت بہادر تھے۔ آپؓ نے کہا کہ مسلمانو! اب صرف ایک طریقہ ہے کہ تم مجھے اٹھا کر باغ میں پھینک دو، مَیں اندر جا کر دروازہ کھول دوں گا مگر مسلمان یہ گوارا نہیں کر سکتے تھے کہ ان کا ایک عالی مرتبہ ساتھی ہزاروں دشمنوں کے درمیان اپنی جان گنوا دے۔ انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا لیکن حضرت بَراء بن مالکؓ نے اصرار کرنا شروع کیا اور کہا مَیں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے باغ میں دیوار کے اندر کی طرف پھینک دو۔ آخر مجبور ہو کر مسلمانوں نے انہیں باغ کی دیوار پر چڑھا دیا۔ دیوار پر چڑھ کر جب حضرت بَراء بن مالک نے دشمن کی بڑی تعداد کو دیکھا تو ایک لمحے کے لیے رکے لیکن پھر اللہ کا نام لے کر باغ کے دروازے کے سامنے کود پڑے اور دشمنوں سے لڑتے اور قتل کرتے دروازے کی طرف بڑھنے لگے۔ آخر کار آپ دروازے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے اور باغ کا دروازہ کھول دیا۔ مسلمان باہر دروازہ کھلنے ہی کے منتظر تھے۔ جونہی دروازہ کھلا وہ باغ میں داخل ہو گئے اور دشمنوں کو قتل کرنے لگے۔ بنو حنیفہ مسلمانوں کے سامنے سے بھاگنے لگے لیکن وہ باغ سے باہر نہیں نکل سکتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہزاروں

آدمی مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو گئے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ صرف حضرت بَراء بن مالکؓ نے نہیں بلکہ اَور بھی کئی مسلمانوں نے دیوار پھلانگ کر دروازے کا رخ کیا تھا۔[546]

مسیلمہ کذاب کا مارے جانا

مسلمان مرتدین سے قتال کرتے ہوئے مسیلمہ کذاب تک پہنچ گئے۔ وہ ایک دیوار کے شگاف میں کھڑا ہوا تھا جیسے خاکستری رنگ کا اونٹ ہو۔ وہ بچاؤ کے لیے اس دیوار پر چڑھنا چاہتا تھا اور غصہ سے پاگل ہو چکا تھا۔ وَحْشِی بن حَرْب جنہوں نے غزوۂ احد میں حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا مسیلمہ کی طرف بڑھے اور آپؓ نے اپنا وہی برچھا جس سے حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا مسیلمہ کی طرف پھینکا اور وہ اسے جالگا اور دوسری طرف سے پار ہو گیا۔ پھر جلدی سے اَبُودُجانہ سِماک بِن خَرَشَہؓ اس کی طرف بڑھے۔ اس پر تلوار چلائی اور وہ زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ قلعہ سے ایک عورت نے آواز دی۔ ہائے حسینوں کے امیر کو ایک سیاہ فام غلام نے قتل کر دیا۔[547]

مسیلمہ کذاب کو کس نے جہنم رسید کیا؟ بَلَاذُرِی کا بیان ہے کہ قبیلہ بنو عامر کا کہنا ہے کہ ان کے قبیلے کے ایک فرد خِدَاش بن بَشِیر نے قتل کیا۔ ایک روایت ہے کہ انصار کے قبیلہ خزرج کے عبد اللہ بن زید نے قتل کیا۔ بعض نے کہا کہ حضرت اَبُودُجَانہؓ نے قتل کیا۔ معاویہ بن ابوسفیان کا کہنا تھا کہ انہوں نے اس کو قتل کیا تھا۔ بعض کے نزدیک ہو سکتا ہے کہ سب اس کے قتل میں شریک ہوں۔ بعض کتب میں جس میں طبری بھی ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسیلمہ کو ایک انصاری اور وَحْشِی نے مشترکہ طور پر قتل کیا تھا۔[548]

وَحْشِی بن حَرْبؓ مسیلمہ کو قتل کرنے کا واقعہ خود بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ غزوۂ احد میں حضرت حمزہؓ کو شہید کرنے کے بعد جب لوگ لوٹے تو میں بھی ان کے ساتھ لوٹا اور میں مکہ میں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا اور اس میں اسلام پھیلا تو میں طائف کی طرف بھاگ گیا۔ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف ایلچی بھیجے اور مجھ سے کہا گیا کہ آپ ﷺ ایلچیوں سے تعرّض نہیں کرتے۔ انہوں نے یعنی وَحْشِی نے کہا کہ میں بھی ان کے ساتھ نکلا یہاں تک کہ مَیں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا۔ آپ ﷺ نے جب مجھے دیکھا تو فرمایا کیا تم وَحْشِی ہو؟ مَیں نے کہا جی ہاں۔
آپؐ نے فرمایا بیٹھ جاؤ اور مجھے تفصیل سے بتاؤ کہ تم نے حمزہؓ کو کیسے قتل کیا تھا۔
تو مَیں نے آپ ﷺ کو تفصیل سے آگاہ کیا۔ جب مَیں نے بات ختم کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے لیے ممکن ہے کہ تم میرے سامنے نہ آؤ؟ وَحْشِی کہتے ہیں کہ مَیں وہاں سے نکل گیا۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے اور مسیلمہ کذاب نے بغاوت کی تو مَیں نے کہا:
مَیں مسیلمہ کی طرف ضرور نکلوں گا تاکہ مَیں اسے قتل کروں تاکہ اس کے ذریعہ سے حضرت حمزہؓ کو قتل کرنے کا کفارہ ادا کر سکوں۔ بہر حال یہ کہتے ہیں کہ مَیں بھی لوگوں کے ساتھ اس جنگ میں

نکلا۔ پھر اس کا حال ہوا جو ہوا۔ آگے بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے دیکھا کہ ایک شخص دیوار کے شگاف میں کھڑا ہے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے گندمی رنگ کا اونٹ ہے۔ سر کے بال پراگندہ ہیں۔ مَیں نے اس کو اپنا برچھا مارا اور اسے اس کی چھاتیوں کے درمیان مارا یہاں تک کہ وہ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان سے نکل گیا۔ بہرحال یہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد انصار میں سے ایک شخص اس کی طرف لپکا اور اس کی کھوپڑی پر تلوار کی ضرب لگائی۔ راوی سلیمان بن یَسَار نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ جب مسیلمہ مارا گیا تو ایک لڑکی جو اس گھر کی چھت پر تھی بولی۔ امیر المومنین یعنی مسیلمہ کو کالے غلام نے مار ڈالا ہے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

وَحشی کہتے ہیں کہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ ہم دونوں یعنی انصاری صحابی اور حضرت وَحشی میں سے کس نے مسیلمہ کو قتل کیا لیکن اگر مَیں نے ہی اسے مارا ہے تو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد سب سے بہترین شخص یعنی حضرت حمزہؓ کے قتل کا ارتکاب بھی مَیں نے کیا تھا اور سب سے بدترین شخص کو بھی مَیں نے ہی مارا۔ 549

صحیح بخاری کی روایت میں آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے وَحشی کو جو یہ فرمایا تھا کہ "کیا تمہارے لیے ممکن ہے کہ تم میرے سامنے نہ آؤ؟" اس کی شرح میں حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ نے لکھا ہے کہ "وَحشیؓ میں جو تبدیلی پیدا ہوئی وہ ان کے اخلاص پر دلالت کرتی ہے۔ ان کی خواہش تھی کہ وہ کسی طرح اپنی غلطی کا کفارہ دیں۔ چنانچہ یمامہ کی ہولناک جنگ میں اپنی یہ خواہش اور نذر پوری کر کے سرخرو ہوئے۔" شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے الفاظ فَهَلْ تَسْتَطِيْعُ أَنْ تُغَيِّبَ وَجْهَكَ عَنِّيْ" کیا تمہارے لیے ممکن ہے کہ تم میرے سامنے نہ آؤ؟" بہت بلند اخلاق کے آئینہ دار ہیں" یہ الفاظ۔

"وَحشیؓ سے خواہش کا اظہار کیا کہ اگر تجھ سے ہو سکے تو میرے سامنے نہ آیا کرو۔ یہ لب و لہجہ آمرانہ نہیں بلکہ التماس کا لب و لہجہ ہے اور اس سے اس محبت و عزت کا پتہ چلتا ہے جو حضرت حمزہؓ کے لئے آپؐ کے دل میں تھی۔ ایک منتقم مزاج انتقام لے کر دل ٹھنڈا کر سکتا تھا مگر آپؐ نے عفو سے کام لیا۔ صرف اتنا چاہا کہ وہ آپؐ کے سامنے نہ آئے تا حضرت حمزہؓ کی دردناک شہادت کی یاد سے آپؐ کے دل کو ٹھیس نہ پہنچے۔"550

جنگ یمامہ اور مسلمانوں کی جرأت اور دلیری

اسی جنگِ یمامہ کی تفصیل ایک اور جگہ بیان ہوئی ہے جس میں مسلمانوں کی طرف سے جرأت اور دلیری کا ذکر اس طرح بیان ہوا ہے کہ دونوں گروہوں کے درمیان شدید لڑائی ہوئی یہاں تک کہ دونوں گروہوں کے بہت سے لوگ قتل اور زخمی ہو گئے۔ مسلمانوں میں سے سب سے پہلے مالک بن اوس شہید ہوئے۔ مسلمانوں میں سے حفاظ قرآن بھی کثرت سے شہید ہو گئے۔ دونوں لشکروں میں گھمسان کا رَن پڑا یہاں تک کہ مسلمان مسیلمہ کے لشکر میں اور مسیلمہ کا لشکر مسلمانوں کے لشکر سے جا ملا۔

جب مسلمان ہٹتے تو وہ لوگ آگے بڑھتے تاکہ مُجَّاعَہ تک پہنچ سکیں۔ سالم مولیٰ ابوحذیفہؓ نے اپنی نصف پنڈلیوں تک گڑھا کھودا۔ ان کے پاس مہاجرین کا جھنڈا تھا اور ثابتؓ نے بھی اسی طرح کا گڑھا اپنے لیے کھودا۔ پھر ان دونوں نے اپنے جھنڈوں کو اپنے ساتھ چمٹا لیا اور لوگ ہر طرف پراگندہ ہو گئے تھے۔ یعنی گڑھا کھود کے اس میں خود کھڑے ہو گئے اور جھنڈے اپنے ساتھ لگا لیے جبکہ سالمؓ اور ثابتؓ اپنے جھنڈوں کے ساتھ قائم رہے یہاں تک کہ سالمؓ شہید ہو گئے اور ابوحذیفہؓ بھی شہید ہو گئے۔ حضرت ابوحذیفہؓ کا سر سالمؓ کے قدموں میں تھا اور سالمؓ کا سر حضرت ابوحذیفہؓ کے قدموں میں تھا۔ جب سالمؓ شہید ہو گئے تو جھنڈا کچھ دیر اسی طرح پڑا رہا۔ کسی نے اسے اٹھایا نہیں۔ پھر یزید بن قَیسؓ نے جو بدری صحابی تھے وہ آگے بڑھے اور انہوں نے اس جھنڈے کو اٹھا لیا یہاں تک کہ وہ بھی شہید ہو گئے۔ پھر حکم بن سعید بن عاص نے اس جھنڈے کو اٹھایا اور اس کی حفاظت میں سارا دن لڑتے رہے۔ پھر وہ بھی شہید ہو گئے۔

وَحشیؓ کہتے ہیں کہ شدید لڑائی ہوئی۔ تین مرتبہ مسلمانوں کے قدم اکھڑے۔ چوتھی مرتبہ مسلمانوں نے پلٹ کر حملہ کیا اور ان کے قدم جم گئے اور وہ تلواروں کے سامنے ڈٹ گئے۔ بنوحنیفہ اور ان کی تلواریں ایک دوسرے پر پڑنے لگیں یہاں تک کہ مَیں نے آگ کی چنگاریاں ان میں سے نکلتی ہوئی دیکھیں اور ان کی گھنٹی کی طرح کی آوازیں سنیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر اپنی مدد نازل کی اور بنی حنیفہ کو اللہ تعالیٰ نے شکست دی اور اللہ نے مسیلمہ کو قتل کر دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اس روز اپنی تلوار خوب چلائی یہاں تک کہ وہ تلوار میرے ہاتھ میں دستے تک خون سے بھر گئی۔ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمارؓ کو ایک چٹان پر چڑھے ہوئے دیکھا، وہ پکار رہے تھے کہ اے مسلمانوں کے گروہ! کیا تم جنت سے بھاگ رہے ہو؟ مَیں عمار بن یاسر ہوں میری طرف آؤ۔

راوی کہتے ہیں کہ مَیں دیکھ رہا تھا کہ ان کا کان کٹ کر لٹک رہا تھا۔ اَبُوخَیْثَمَہ نَجَّارِی کہتے ہیں جب مسلمان جنگِ یمامہ کے دن پراگندہ ہو گئے تو مَیں ایک طرف ہٹ گیا اور میری آنکھوں کے سامنے یہ منظر ہے کہ مَیں اس دن حضرت اَبُودُجانہؓ کو دیکھ رہا تھا۔ ان کا نام سِماک بن خَرَشَہ تھا اور ابودُجانہ کی کنیت سے معروف تھے۔ یہ وہ مشہور صحابی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور غزوۂ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تلوار ہاتھ میں لے کر کہا:

اس کا حق کون ادا کرتا ہے؟ اَبُودُجانہ بولے مَیں ادا کروں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو وہ تلوار عنایت فرمائی اور بعض روایتوں میں ہے کہ انہوں نے دریافت کیا کہ اس کا حق کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ مسلمان کو نہ مارنا اور کافر سے نہ بھاگنا۔ حضرت اَبُودُجانہؓ نے حسب معمول سر پر سرخ پٹی باندھی اور فخریہ انداز سے اکڑتے ہوئے صفوں کے درمیان آکر کھڑے ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ چال اگرچہ خدا کو ناپسند ہے لیکن ایسے موقع پر کچھ حرج نہیں۔ معرکہ کارزار میں نہایت پامردی سے مقابلہ کیا اور بہت سے کافر قتل کیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں بہت سے زخم کھائے لیکن

میدان سے نہیں ہٹے۔

آنحضرت ﷺ کے زمانے کا یہ پچھلا واقعہ بیان ہو رہا ہے۔ بہر حال جنگِ یمامہ کے واقعہ میں بیان ہے کہ اس میں اَبُودُجانہ پر بنو حنیفہ کے ایک گروہ نے حملہ کیا۔ اب یمامہ میں کیا ہوا۔ ان کے بارے میں لکھا ہے ان پر ایک گروہ نے حملہ کیا تو آپؓ اپنے سامنے بھی تلوار چلاتے، اپنے دائیں بھی تلوار چلاتے اور اپنے بائیں بھی تلوار چلاتے۔ آپؓ نے ایک شخص پر حملہ کیا اور اسے زمین پر گرا دیا۔

آپؓ کوئی بات نہیں کر رہے تھے یہاں تک کہ وہ گروہ آپ سے دُور ہو گیا اور واپس چلا گیا اور مسلمان قریب آ گئے۔ بنو حنیفہ شکست کھا کر باغ کی طرف بھاگے۔ مسلمان ان کے پیچھے بھاگے اور انہیں باغ میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ ان لوگوں نے باغ کے دروازے بند کر لیے تو حضرت اَبُودُجانہؓ نے کہا مجھے ڈھال میں ڈال کر پھینک دو تا کہ مَیں اندر جا کر باغ کا دروازہ کھول سکوں۔

چنانچہ مسلمانوں نے ایسا ہی کیا اور آپؓ باغ میں پہنچ گئے۔ آپؓ کہہ رہے تھے تمہارا بھاگنا تمہیں ہم سے بچا نہیں سکتا۔ آپؓ نے ان کے ساتھ سخت جنگ کی یہاں تک کہ دروازہ کھول دیا۔

راوی کہتے ہیں کہ ہم آپ کے پاس باغ میں اس وقت داخل ہوئے جب آپ شہید ہو چکے تھے۔ ایک اَور روایت کے مطابق بَرَاء بن مالک کو باغ میں پھینکا گیا تھا لیکن پہلی روایت جو براء بن مالک والی ہے وہ زیادہ درست معلوم ہوتی ہے۔[551]

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے عَبَّاد بن بِشر کو کہتے ہوئے سنا کہ اے ابوسعید! جب ہم بُزَاخہ سے فارغ ہوئے تو اس رات مَیں نے رؤیا میں دیکھا کہ گویا آسمان کھولا گیا ہے پھر مجھ پر بند کر دیا گیا ہے۔ اس سے مراد شہادت ہے۔

ابوسعید کہتے ہیں مَیں نے کہا ان شاء اللہ جو بھی ہو گا بہتر ہو گا۔ وہ کہتے ہیں کہ یمامہ کے روز مَیں آپ کو دیکھ رہا تھا اور آپ انصار کو پکار رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ ہماری طرف آؤ۔ اس پر چار سو آدمی واپس آئے۔

براء بن مالک اور ابودُجانہ اور عَبَّاد بن بِشر ان میں آگے آگے تھے یہاں تک کہ وہ سب باغ کے دروازے پر پہنچ گئے۔ مَیں نے عَبَّاد بن بِشر کی شہادت کے بعد انہیں دیکھا کہ آپ کے چہرے پر بہت زیادہ تلوار کے نشان تھے مَیں نے آپ کو آپ کے جسم پر موجود ایک علامت سے پہچانا۔

حضرت امّ عمارہ تاریخ اسلام کی ایک بہادر خاتون

پھر حضرت امّ عمارہؓ کا ذکر آتا ہے۔ ام عمارہؓ جو تاریخِ اسلام کی بہت بہادر خواتین میں سے ایک صحابیہ تھیں ان کا نام نُسَیْبہ بنت کعب تھا۔ یہ غزوۂ احد میں بھی شریک ہوئیں اور نہایت پامردی سے لڑیں۔ جب تک مسلمان فتح یاب تھے وہ مشک میں پانی بھر بھر کر لوگوں کو پلا رہی تھیں لیکن جب شکست ہوئی تو آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچیں اور سینہ سپر ہو گئیں۔ کفار جب آپ ﷺ کی طرف بڑھتے تو

یہ تیر اور تلوار سے روکتی تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے بعد میں خود فرمایا کہ مَیں احد میں ان کو اپنے دائیں اور بائیں برابر لڑتے ہوئے دیکھتا تھا۔ ابن قمِیئہ جب آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچ گیا تو ام عمارہؓ نے اس کو بڑھ کر روکا۔ چنانچہ اس کے وار سے حضرت ام عمارہؓ کے کندھے پر گہرا زخم آیا۔ انہوں نے بھی تلوار ماری لیکن وہ دوہری زرہ پہنے ہوئے تھا اس لیے کارگر نہ ہوئی۔ بہر حال یہ ام عمارہ کا تاریخی مقام ہے یہ بیان کرتی ہیں کہ ان کے بیٹے عبد اللہ نے مسیلمہ کذاب کو قتل کیا۔ حضرت ام عمارہؓ اس روز خود بھی جنگِ یمامہ میں شامل تھیں اور اس میں ان کا ایک بازو کٹ گیا تھا۔ حضرت ام عمارہؓ کے اس جنگ میں شامل ہونے کی وجہ یہ بیان ہوئی ہے کہ ان کے بیٹے حبیب بن زید جو حضرت عمرو بن عاصؓ کے ساتھ عُمان میں تھے جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی یہ عُمان میں تھے اور یہ خبر عمرو تک پہنچی تو وہ عُمان سے لوٹے۔ راستے میں مسیلمہ سے ان کا سامنا ہوا۔ حضرت عمرو بن عاصؓ آگے نکل گئے۔ حبیب بن زید اور عبد اللہ بن وہب پیچھے تھے ان دونوں کو مسیلمہ نے پکڑ لیا اور کہا کیا تم گواہی دیتے ہو کہ مَیں اللہ کا رسول ہوں؟ عبد اللہ بن وہب نے کہا ہاں۔ مسیلمہ نے ان کو لوہے کی زنجیروں میں قید کرنے کا حکم دیا۔ ان کو یقین نہیں آیا، خیال تھا کہ شاید جان بچانے کے لیے کہہ رہے ہیں۔ بہر حال پھر حبیب بن زید سے کہا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ مَیں اللہ کا رسول ہوں؟ انہوں نے جواب دیا کہ مَیں سنتا نہیں۔ اس نے پھر کہا کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد اللہ کے رسول ہیں؟ آپؓ نے کہا ہاں۔ مسیلمہ نے ان کے بارے میں حکم دیا تو ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے گئے اور جب بھی ان سے وہ کہتا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ مَیں اللہ کا رسول ہوں تو وہ کہتے کہ مَیں سن نہیں سکتا۔ اور جب وہ یہ کہتا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے رسول ہیں تو آپؓ کہتے ہاں۔ یہاں تک کہ اس نے آپؓ کا ایک ایک عضو کاٹ ڈالا۔ آپؓ کے ہاتھ کندھے کے جوڑ سے کاٹے گئے۔ آپؓ کی ٹانگیں گھٹنوں سے اوپر تک کاٹ دیں پھر آپؓ کو آگ میں جلا دیا۔ اس سارے واقعہ کے دوران نہ تو آپؓ اپنی بات سے پیچھے ہٹے اور نہ مسیلمہ اپنی بات سے پیچھے ہٹا یہاں تک کہ آپؓ آگ میں شہید ہو گئے۔

ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت حبیبؓ مسیلمہ کے پاس جب خط لے کر گئے تو اس وقت اس نے حضرت حبیبؓ کو اس طرح ایک ایک عضو کاٹ کے شہید کیا اور پھر آگ میں جلا دیا۔ جب حضرت امّ عمارہؓ کو اپنے بیٹے کی شہادت کی خبر ملی تو انہوں نے قسم کھائی کہ وہ خود مسیلمہ کذاب کا سامنا کریں گی اور یا اس کو مار ڈالیں گی یا خود خدا کی راہ میں شہید ہو جائیں گی۔

جب حضرت خالد بن ولیدؓ نے یمامہ کے لیے لشکر تیار کیا تو ام عمارہؓ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور جنگ میں شمولیت کے لیے آپؓ سے اجازت طلب کی۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ آپ جیسی خاتون کے جنگ کے لیے نکلنے میں کوئی چیز حائل نہیں ہو سکتی۔ اللہ کا نام لے کر نکلیں۔ اس جنگ میں ان کا ایک اَور بیٹا عبد اللہ بھی شریک تھا۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ جب ہم یمامہ پہنچے تو

شدید جنگ ہوئی۔ انصار نے مدد کے لیے پکارا اور مسلمان مدد کے لیے پہنچے۔ جب ہم باغ کے سامنے پہنچے تو باغ کے دروازے پر اژدہام ہو گیا اور ہمارے دشمن باغ میں ایک طرف تھے اور اس جانب تھے جس طرف مسیلمہ تھا۔ ہم اس میں زبردستی گھس گئے اور کچھ دیر تک ہم نے ان سے جنگ کی۔ اللہ کی قسم! مَیں نے ان سے زیادہ اپنی مدافعت کرنے والا نہیں دیکھا اور مَیں نے دشمن خدا مسیلمہ کا قصد کیا کہ اسے پاؤں اور دیکھوں۔ مَیں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر مَیں نے اسے دیکھ لیا تو مَیں اس کو چھوڑوں گی نہیں۔ اس کو ماروں گی یا خود مر جاؤں گی۔ لوگ آپس میں حملہ آور ہوئے ان کی تلواریں آپس میں ٹکرانے لگیں گویا کہ وہ بہرے ہو گئے اور سوائے تلوار کی ضرب کی آواز کے اَور کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ یہاں تک کہ مَیں نے اللہ کے دشمن کو دیکھا۔ مَیں نے اس پر حملہ کر دیا۔ ایک شخص میرے سامنے آیا اس نے میرے ہاتھ پر ضرب لگائی اور اسے کاٹ دیا۔ اللہ کی قسم! مَیں ڈگمگائی نہیں تا کہ مَیں اس خبیث تک پہنچ جاؤں اور وہ زمین پر پڑا تھا اور مَیں نے اپنے بیٹے عبداللہ کو وہاں پایا اس نے اسے مار دیا تھا۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ

حضرت امّ عمارہؓ بیان کرتی ہیں کہ میرا بیٹا اپنے کپڑے سے اپنی تلوار کو صاف کر رہا تھا مَیں نے پوچھا کیا تم نے مسیلمہ کو قتل کیا ہے؟ اس نے کہا ہاں اے میری والدہ۔

مَیں نے اللہ کے سامنے سجدہ شکر کیا حضرت ام عمارہؓ کہتی ہیں کہ اللہ نے دشمنوں کی جڑ کاٹ دی۔ جب جنگ ختم ہو گئی اور مَیں اپنے گھر واپس لوٹی تو حضرت خالد بن ولیدؓ ایک عرب طبیب کو میرے پاس لے کر آئے۔ اس نے ابلتے ہوئے تیل کے ساتھ میرا علاج کیا۔ اللہ کی قسم! یہ علاج میرے لیے ہاتھ کٹنے سے زیادہ تکلیف دہ تھا۔ حضرت خالدؓ میرا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے اور ہم سے حسن سلوک کرتے تھے۔ ہمارا حق ہمیشہ یاد رکھتے تھے اور ہمارے بارے میں نبی کریم ﷺ کی وصیت کا خیال رکھتے تھے۔ عَبّاد کہتے ہیں مَیں نے کہا اے میری دادی! جنگِ یمامہ میں مسلمانوں کے زخمیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ ان سے سوال پوچھا۔ انہوں نے کہا ہاں اے میرے بیٹے۔ اللہ کا دشمن مارا گیا اور مسلمان سب کے سب ہی زخمی تھے۔ مَیں نے اپنے دونوں بھائیوں کو اس حال میں زخمی دیکھا کہ ان میں زندگی کی کوئی رمق نہیں تھی۔ لوگ یمامہ میں پندرہ روز ٹھہرے۔ جنگ ختم ہو چکی تھی اور زخموں کی وجہ سے انصار اور مہاجرین میں سے بہت تھوڑی تعداد حضرت خالدؓ کے ساتھ نماز ادا کرتی تھی۔ وہ کہتی ہیں مَیں جانتی ہوں کہ بنو طَیْء اس روز اچھی طرح آزمائے گئے۔ مَیں نے اس روز عدی بن حاتم کو پکارتے ہوئے سنا، صبر کرو صبر کرو میرے ماں باپ تم پر قربان۔ اور میرے بیٹے زید نے اس روز بڑی بہادری سے جنگ کی۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت امّ عمارہؓ یمامہ کے روز زخمی ہوئیں۔ تلوار اور نیزے کے گیارہ زخم انہیں لگے علاوہ ازیں ان کا ایک ہاتھ کٹ گیا۔ حضرت ابو بکرؓ ان کا حال دریافت کرنے تشریف لاتے رہے۔ کعب بن عُجْرہ نے اس دن سخت جنگ کی۔ اس دن لوگوں کو سخت ہزیمت اٹھانی

پڑی اور لوگ شکست کھا کر بھاگتے ہوئے لشکر کے آخری حصہ کو بھی پار کر گئے۔ کعب نے پکارا۔ اے انصار! اے انصار! اللہ اور رسول کی مدد کو آؤ اور یہ کہتے ہوئے وہ محکم بن طُفیل تک پہنچ گئے۔ محکم نے ان پر ضرب لگائی اور ان کا بایاں ہاتھ کاٹ دیا۔ اللہ کی قسم! کعب اس کے باوجود لڑکھڑائے نہیں اور دائیں ہاتھ سے ضرب لگاتے جبکہ بائیں ہاتھ سے خون بہ رہا تھا یہاں تک کہ وہ باغ تک پہنچے اور اس میں داخل ہو گئے۔ حاجب بن زید نے اوس کو پکارتے ہوئے کہا کہ اے اَشْہَلُ! تو ثابتؓ نے کہا کہو اے انصار! وہ ہمارا اور تمہارا لشکر ہیں تو انہوں نے پکارا اے انصار! اے انصار! یہاں تک کہ بنو حنیفہ ان پر ٹوٹ پڑے۔ لوگ منتشر ہو گئے۔ آپ نے دو دشمنوں کو قتل کیا اور خود بھی شہید ہو گئے۔ آپ کی جگہ عمیر بن اوس نے لی۔ ان پر بھی دشمنوں نے حملہ کر دیا اور وہ بھی شہید ہو گئے۔ پھر ابو عقیل کے بارے میں ہے کہ ابو عقیل انصار کے حلیف تھے۔ آپ یمامہ کے روز سب سے پہلے جنگ کے لیے نکلے۔ آپ کو ایک تیر لگا جو کندھے کو چیرتا ہوا دل تک پہنچ گیا آپ نے اس تیر کو کھینچ کر باہر نکالا۔ آپ اس زخم سے کمزور ہو گئے۔ آپ نے مَعْن بن عدی کو کہتے ہوئے سنا کہ اے انصار! دشمن پر حملے کے لیے لوٹو۔ ابو عَمرو کہتے ہیں کہ ابو عقیل اپنے لوگوں کی طرف جانے کے لیے اٹھے مَیں نے پوچھا ابو عقیل آپ کا کیا ارادہ ہے؟ آپ میں جنگ کی اب ہمت نہیں ہے بہت کمزور ہو گئے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ پکارنے والے نے میرا نام پکار کر آواز لگائی ہے۔ مَیں نے کہا انہوں نے تو صرف انصار کا نام لیا ہے اور ان کی مراد زخمیوں سے نہیں تھی۔ ابو عقیل نے جواب دیا کہ مَیں انصار میں سے ہوں اور مَیں ضرور جواب دوں گا خواہ دوسرے کمزوری دکھائیں۔ ابن عمر کہتے ہیں کہ ابو عقیل ہمت کر کے اٹھے اپنے دائیں ہاتھ میں ننگی تلوار لی پھر پکارنے لگے اے انصار! یومِ حنین کی طرح پلٹ کر حملہ کرو۔ وہ سب اکٹھے ہو گئے اور دشمن کے سامنے مسلمانوں کی ڈھال بن گئے یہاں تک کہ انہوں نے دشمن کو باغ میں دھکیل دیا۔ وہ آپس میں مل جل گئے یعنی اندر جا کے پھر گھمسان کی جنگ ہوئی اور تلواریں ایک دوسرے پر پڑنے لگیں۔ مَیں نے ابو عقیل کو دیکھا آپ کا زخمی ہاتھ کندھے سے کٹ گیا اور آپ کا وہ بازو زمین پر گر پڑا۔ آپ کو چودہ زخم آئے ان سب زخموں کی وجہ سے آپ شہید ہو گئے۔ ابن عمر کہتے ہیں کہ میں ابو عقیل کے پاس پہنچا تو وہ زمین پر گرے ہوئے آخری سانسیں لے رہے تھے۔ مَیں نے کہا اے ابو عقیل تو انہوں نے لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے کہا لبّیک۔ پھر کہا کس کو شکست ہوئی؟ مَیں نے بلند آواز سے کہا خوشخبری ہو اللہ کا دشمن مسیلمہ مارا گیا۔ انہوں نے الحمد للہ کہتے ہوئے اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور جان دے دی۔ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے اپنے والد حضرت عمرؓ کو ان کا یہ سارا واقعہ بتایا تو انہوں نے فرمایا اللہ ان پر رحم کرے وہ ہمیشہ شہادت کی آرزو رکھتے تھے اور میرے علم کے مطابق وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند چنیدہ صحابہ میں سے تھے اور ان میں سے قدیم الاسلام تھے۔

مُجّاعَہ بن مُرارہ بنو حنیفہ کا سردار تھا، اس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ اس نے ایک روز مَعْن بن عدی کا

ذکر کیا کہ وہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے زمانے میں میرے پاس آیا کرتے تھے اس دوستی کی وجہ سے جو میرے اور اس کے درمیان قدیم سے تھی۔ مُجَّاعَہ کہتے ہیں کہ جب وہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس جنگِ یمامہ کے ختم ہونے کے بعد وفد میں آئے تو حضرت ابو بکرؓ ایک روز شہداء کی قبروں کی زیارت کے لیے اپنے ساتھیوں کے ساتھ جا رہے تھے۔ مَیں بھی ان کے ساتھ نکلا یہاں تک کہ حضرت ابو بکرؓ اور آپؓ کے ساتھی ستر صحابہ کی قبروں پر گئے۔ مَیں نے عرض کیا اے خلیفہ رسول! مَیں نے جنگِ یمامہ میں شامل ہونے والے اصحاب سے زیادہ کسی کو تلواروں کے واروں کے سامنے ثابت قدم رہنے والا نہیں دیکھا اور نہ ان سے زیادہ شدت سے حملہ کرنے والا دیکھا ہے۔ مَیں نے ان میں ایک شخص کو دیکھا۔ اللہ ان پر رحم کرے۔ میری اور ان کی دوستی تھی۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا (پہچان گئے آپ) کہ معن بن عدی؟ مَیں نے عرض کیا ہاں اور حضرت ابو بکرؓ میری اور ان کی دوستی کو جانتے تھے۔ آپؓ نے فرمایا اللہ ان پر رحم کرے تم نے ایک صالح شخص کا ذکر کیا ہے۔ مَیں نے کہا اے خلیفہ رسول! گویا مَیں اب بھی چشمِ تصور میں انہیں دیکھ رہا ہوں اور مَیں خالد بن ولید کے خیمے میں بندھا ہوا تھا۔ مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اور اس شدت سے قدم اکھڑے کہ مَیں نے سمجھا کہ اب ان کے قدم دوبارہ جم نہیں سکیں گے اور مجھے یہ ناگوار لگا۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا بخدا! واقعی تمہیں ناگوار گزرا تھا؟ کیونکہ یہ مرتد ہو گیا تھا اور اسی لیے قید کیا گیا تھا۔ بہر حال کہتے ہیں مَیں نے کہا کہ اللہ کی قسم! مجھے یہ ناگوار گزرا۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ اس پر مَیں اللہ کی حمد کرتا ہوں۔

مُجَّاعَہ کہتے ہیں مَیں نے مَعْن بن عدی کو دیکھا وہ سر پر سرخ کپڑا پہنے ہوئے پلٹ کر حملہ کر رہے تھے۔ تلوار کندھے پر رکھی ہوئی تھی اور اس سے خون ٹپک رہا تھا۔ وہ پکار رہے تھے اے انصار! پوری قوت سے حملہ کرو۔

مُجَّاعَہ کہتے ہیں کہ انصار نے پلٹ کر حملہ کیا اور اتنا شدید حملہ تھا کہ انہوں نے دشمن کے قدم اکھاڑ دیے۔ مَیں خالد بن ولیدؓ کے ساتھ چکر لگا رہا تھا۔ مَیں بنو حنیفہ کے مقتولین کو پہچانتا تھا۔ مَیں انصار کو بھی دیکھ رہا تھا وہ شہید ہو کر گرے ہوئے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ یہ سن کر رو پڑے یہاں تک کہ آپؓ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔

ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جب ظہر کا وقت آیا تو مَیں باغ میں داخل ہوا اور شدید جنگ ہو رہی تھی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے مؤذن کو حکم دیا اس نے باغ کی دیوار پر ظہر کی اذان دی۔ لوگ لڑائی کی وجہ سے مضطرب تھے یہاں تک کہ عصر کے بعد جنگ ختم ہو گئی تو حضرت خالدؓ نے ہمیں ظہر اور عصر کی نماز پڑھائی۔ پھر آپؓ نے پانی پلانے والوں کو مقتولین کی طرف روانہ کیا۔ مَیں ان کے ساتھ چکر لگانے لگا۔ مَیں ابو عقیل کے پاس سے گزرا انہیں پندرہ زخم آئے تھے انہوں نے مجھ سے پانی مانگا مَیں نے انہیں پانی پلایا تو ان کے تمام زخموں سے پانی بہ نکلا اور وہ شہید ہو گئے۔ مَیں بِشْر بن عبد اللہ کے پاس سے گزرا۔ وہ اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے مجھ سے پانی مانگا۔ مَیں نے انہیں پانی پلایا۔ وہ بھی شہید ہو گئے۔

محمود بن لبید سے روایت ہے کہ جب حضرت خالدؓ نے اہل یمامہ کو قتل کیا تو مسلمان بھی اس جنگ میں بڑی تعداد میں شہید ہوئے یہاں تک کہ اکثر صحابہ رسولؐ شہید ہو گئے اور مسلمانوں میں سے جو زندہ بچ گئے تھے ان میں بہت زیادہ زخمی تھے۔[552]

مجاعہ کا فریب

جب حضرت خالدؓ کو مسیلمہ کے قتل کی خبر دی گئی تو وہ مُجَّاعَہ کو بیڑیوں میں جکڑ کر ساتھ لائے تاکہ مسیلمہ کی شناخت کروائیں۔ وہ لاشوں میں اسے دیکھتا رہا مگر وہاں مسیلمہ نہ ملا۔ پھر وہ باغ میں داخل ہوا تو ایک پستہ قد، زرد رنگ، چپٹی ناک والے آدمی کی لاش نظر آئی تو مُجَّاعَہ نے کہا یہ مسیلمہ ہے جس سے تم فراغت حاصل کر چکے ہو۔ اس پر حضرت خالدؓ نے کہا یہ ہے وہ آدمی جس نے تمہارے ساتھ یہ سب کچھ کیا ہے۔ مُجَّاعَہ کیونکہ قید تھا، بنو حنیفہ کا نمائندہ تھا، سردار تھا۔ اس لیے ان کو بچانا بھی چاہتا تھا۔ مرد تو اکثر مر چکے تھے لیکن اس نے ایک چال چلی۔ باقی جو لوگ قلعہ میں بند تھے ان کو بچانے کے لیے اس نے فریب کیا اور حضرت خالد بن ولیدؓ سے ایک صلح کا معاہدہ کیا۔ اس نے حضرت خالد بن ولیدؓ سے کہا کہ یہ لوگ جو تمہارے مقابلے میں جنگ کے لیے نکلے تھے یہ تو صرف جلد باز لوگ تھے جبکہ قلعے تو ابھی بھی جنگجوؤں سے بھرے ہوئے ہیں۔ حضرت خالدؓ نے کہا تم پر ہلاکت ہو تم یہ کیا کہہ رہے ہو؟ اس پر مُجَّاعَہ نے کہا بخدا! جو کہہ رہا ہوں بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔ پس آؤ اور میرے پیچھے موجود میری قوم کی طرف سے مجھ سے صلح کر لو۔ دھوکے سے اس نے یہ باتیں کیں بہرحال آگے اس کا واضح بھی ہو جائے گا۔ حضرت خالدؓ اس ہولناک جنگ میں مسلمانوں کو جس قدر جانی نقصان دیکھ چکے تھے اس کے پیش نظر انہوں نے یہی مناسب سمجھا کہ اب جبکہ بنو حنیفہ کا سردار اور اصل باغی سرغنہ مع اپنے ساتھیوں کے مارا جا چکا ہے تو اب مسلمانوں کا مزید جانی نقصان نہ ہی کروایا جائے تو بہتر ہے چنانچہ حضرت خالدؓ نے صلح کے لیے رضا مندی ظاہر کر دی۔ حضرت خالدؓ کی طرف سے صلح کی ضمانت لے کر مُجَّاعَہ نے کہا مَیں ان کے پاس جا کر ان سے مشورہ کرتا ہوں پھر وہ ان لوگوں کے پاس گیا جبکہ مُجَّاعَہ اچھی طرح جانتا تھا کہ قلعوں میں سوائے عورتوں بچوں اور انتہائی عمر کو پہنچے ہوئے بوڑھوں اور کمزوروں کے کوئی بھی نہیں تھا۔ اس نے انہیں زرہیں پہنائیں اور عورتوں سے کہا کہ میری واپسی تک وہ قلعے کی دیواروں پر چڑھ جائیں۔ پھر وہ حضرت خالدؓ کے پاس آیا اور کہا کہ جس شرط پر مَیں نے صلح کی تھی وہ اس کو قبول نہیں کرتے۔ جب حضرت خالدؓ نے قلعوں کی طرف دیکھا تو وہ آدمیوں سے بھرے ہوئے نظر آئے۔ زرہیں پہنا کے عورتیں وغیرہ وہاں بٹھا آیا تھا۔ اس جنگ نے مسلمانوں کو بھی نقصان پہنچایا تھا اور لڑائی بہت طویل ہو گئی تھی اس لیے مسلمان یہ چاہتے تھے کہ وہ فتح حاصل کر کے واپس چلے جائیں کیونکہ ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ اس لیے حضرت خالدؓ نے نسبتاً نرم شرائط پر، سونے، چاندی، اسلحہ اور نصف قیدیوں پر صلح کر لی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک چوتھائی پر صلح کی تھی۔ جب قلعوں کے دروازے کھولے گئے تو ان میں سوائے عورتوں بچوں اور کمزوروں کے کوئی بھی نہیں تھا۔ اس پر حضرت خالدؓ نے مُجَّاعَہ سے کہا

تیر ابُرا ہو تُو نے مجھے دھوکا دیا ہے۔ مُجَّاعَہ نے کہا یہ میری قوم کے لوگ ہیں ان کو بچانا میرے لیے ضروری تھا۔ اس کے علاوہ مَیں اَور کیا کر سکتا تھا۔ اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ کا خط حضرت خالدؓ کو پہنچا کہ ہر بالغ کو قتل کر دیا جائے لیکن یہ خط اس وقت پہنچا کہ جب حضرت خالدؓ ان لوگوں سے صلح کر چکے تھے اس لیے انہوں نے اپنے عہد کو پورا کیا اور بدعہدی نہیں کی۔[553]

جنگ یمامہ کی فتح کی خبر اور حضرت ابو بکرؓ کا سجدۂ شکر

ان کی جان کی امان دے دی تھی چنانچہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے مسلمانوں کی حالت اور صلح کی وجہ بتانے کے لیے حضرت ابو بکرؓ کی طرف ایک خط بھیجا جس کو پڑھ کر حضرت ابو بکرؓ مطمئن اور خوش ہو گئے۔ جب حضرت خالدؓ صلح کے معاہدے سے فارغ ہوئے تو آپؓ نے قلعوں کے متعلق حکم دیا چنانچہ وہاں آدمی مقرر کر دیے گئے۔

مُجَّاعَہ نے اللہ کی قسم کھائی کہ جن چیزوں پر صلح ہوئی ہے ان میں سے کوئی بھی چیز آپؓ سے پوشیدہ نہیں رہے گی اور جو بھی کسی پوشیدہ چیز کو جاننے والا ہو گا اس کی خبر خالدؓ تک پہنچائی جائے گی۔ پھر قلعے کھول دیے گئے، بہت زیادہ اسلحہ برآمد ہوا جسے خالدؓ نے علیحدہ اکٹھا کر لیا اور ان قلعوں میں سے جو دینار اور درہم ملے انہیں بھی الگ جمع کر لیا گیا اور ان کی زرہیں جمع کی گئیں۔ پھر قیدی باہر نکالے گئے اور ان کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ پھر مالِ غنیمت کی قرعہ اندازی کی گئی اور زرہوں اور بیڑیوں اور سونے چاندی وغیرہ کا وزن کیا گیا اور خمس الگ کیا گیا۔ خمس کا چوتھا حصہ لوگوں میں تقسیم کیا گیا۔ گھڑ سواروں کے لیے دو حصے مقرر کیے گئے اور گھوڑے کے مالک کے لیے ایک حصہ مقرر کیا گیا اور ان سب میں سے بھی خمس الگ کیا گیا اور یہ سارا خمس حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں بھجوا دیا گیا۔[554]

اس کے بعد بنو حنیفہ بیعت کرنے اور مسیلمہ کی نبوت سے لاتعلقی کا اظہار کرنے کے لیے جمع ہوئے۔ یہ تمام لوگ حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس لائے گئے جہاں انہوں نے بیعت کی اور اپنے دوبارہ اسلام لانے کا اعلان کیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے ان کا ایک وفد حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں مدینہ منورہ روانہ فرمایا۔ جب وہ لوگ حضرت ابو بکرؓ کے پاس پہنچے تو حضرت ابو بکرؓ نے بڑا تعجب کا اظہار کیا کہ آخر تم لوگ مسیلمہ کے پھندے میں پھنس کس طرح گئے اور گمراہ ہو گئے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اے خلیفہ رسول! ہمارے تمام حال سے آپؓ اچھی طرح آگاہ ہیں۔ مسیلمہ نہ اپنے آپ کو فائدہ پہنچا سکا اور نہ اس کے رشتے داروں اور قوم کو اس سے کوئی فائدہ حاصل ہو سکا۔[555]

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی ایک خواب کا ذکر ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے جب حضرت خالدؓ کو یمامہ کی طرف روانہ فرمایا تو آپؓ نے خواب میں دیکھا تھا کہ آپؓ کے پاس ھَجَرْ بستی ہے اس کی کھجوروں میں سے کھجوریں لائی گئیں۔ آپ نے ان میں سے ایک کھجور کھائی اس کو آپؓ نے گٹھلی پایا جو کھجور کی شکل میں تھی۔ بڑی سخت تھی کھجور نہیں تھی بلکہ گٹھلی تھی۔ کچھ دیر آپؓ نے اس کو چبایا پھر اس کو پھینک دیا۔ آپؓ نے اس خواب کی تعبیر یہ فرمائی، فرمایا کہ خالدؓ کو اہلِ یمامہ کی طرف سے شدید مقابلے کا سامنا کرنا

پڑے گا اور اللہ ضرور اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا۔[556]

حضرت ابو بکرؓ یمامہ کی طرف سے آنے والی خبروں کا بشدت انتظار فرماتے تھے اور جیسے ہی خالدؓ کی طرف سے کوئی ایلچی آتا تو آپؓ ان سے خبریں حاصل کرتے۔ ایک روز حضرت ابو بکرؓ دوپہر کے وقت گرمی میں نکلے۔ آپؓ صرار نامی مقام کی طرف جانا چاہتے تھے جو مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر تھا۔ آپ کے ساتھ حضرت عمرؓ، حضرت سعید بن زیدؓ، طلحہ بن عبید اللہؓ اور مہاجرین و انصار کا ایک گروہ تھا۔ آپؓ ابو خیثمہ نجاری سے ملے جنہیں خالدؓ نے بھیجا تھا۔ جب انہیں حضرت ابو بکرؓ نے دیکھا تو فرمایا اے ابو خیثمہ! کیا خبر ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ اے خلیفہ رسول! اچھی خبر ہے۔ اللہ نے ہمیں یمامہ پر فتح عطا فرمائی ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے سجدہ کیا۔ ابو خیثمہ نے کہا کہ خالد کا آپؓ کے نام خط ہے۔ حضرت ابو بکرؓ اور آپؓ کے اصحاب نے اللہ کی حمد کی پھر آپؓ نے فرمایا مجھے جنگ کے بارے میں بتاؤ کہ کیسا رہا؟ ابو خیثمہ آپؓ کو بتانے لگے کہ خالدؓ نے کیا کیا کیا تھا اور کیسے اپنے ساتھیوں کی صف آرائی کی تھی اور کس طرح مسلمانوں کو ہزیمت پہنچی اور کون ان میں سے شہید ہوئے۔ حضرت ابو بکر اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡهِ رٰجِعُوۡنَ پڑھنے لگے اور ان کے لیے رحم کی دعا کرنے لگے۔ ابو خیثمہ نے مزید کہا اے خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم بدوی ہیں۔ انہوں نے ہمیں شکست دی اور ہمارے ساتھ وہ کیا جو ہم اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ اس کے بعد اللہ نے ہمیں ان پر فتح عطا فرمائی۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا جو خواب مَیں نے دیکھی تھی مَیں اس کو سخت ناپسند کرتا تھا اور میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ خالد کو ضرور شدید جنگ کا سامنا کرنا پڑے گا اور کاش خالدؓ نے ان لوگوں سے صلح نہ کی ہوتی اور ان کو تلوار کی دھار پر رکھا ہوتا۔ ان شہداء کے بعد اہلِ یمامہ میں سے کسی کے زندہ رہنے کا کیا حق ہے۔ فرمایا کہ یہ لوگ جو اس کے ساتھی تھے اپنے اس مسیلمہ کذاب کی وجہ سے قیامت تک آزمائش میں رہیں گے سوائے اس کے کہ اللہ انہیں بچالے۔ اس کے بعد اہل یمامہ کا وفد حضرت خالدؓ کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔[557]

مقتولین کی تعداد کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس جنگ میں قتل ہونے والے مرتدین کی تعداد تقریباً دس ہزار تھی اور ایک روایت میں اکیس ہزار بھی بیان ہوئی ہے جبکہ پانچ سو یا چھ سو کے قریب مسلمان شہید ہوئے۔ بعض روایات میں جنگ یمامہ میں شہید ہونے والے مسلمانوں کی تعداد سات سو، بارہ سو اور سترہ سو بھی بیان ہوئی ہے۔[558]

ایک روایت کے مطابق اس جنگ میں شہید ہونے والوں میں سات سو سے زائد حفاظ قرآن تھے۔[559]

ان شہداء میں اکابرین صحابہ اور حفاظِ قرآن بھی شامل تھے جن کا مقام اور درجہ مسلمانوں میں بے حد بلند تھا۔ ان کی شہادت ایک بہت بڑا سانحہ تھا۔ لیکن ان حفاظ قرآن کی شہادت ہی بعد میں جمع

قرآن کا باعث بنی۔

ان شہداء میں بعض مشہور صحابہ کے نام یہ تھے۔ حضرت زید بن خطابؓ، حضرت ابو حُذیفہ بن عتبہ بن ربیعہؓ، حضرت سالم مولیٰ ابو حُذیفہؓ، حضرت خالد بن اُسَیدؓ، حضرت حَکَم بن سعیدؓ، حضرت طفیل بن عَمرو دَوسیؓ، حضرت زبیر بن عوامؓ کے بھائی حضرت سائب بن عوامؓ، حضرت عبداللہ بن حارث بن قَیسؓ، حضرت عَبَّاد بن حارثؓ، حضرت عَبَّاد بن بشرؓ، حضرت مالک بن اوسؓ، حضرت سُراقہ بن کعبؓ، حضرت مَعْن بن عدیؓ، خطیب رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حضرت ثابت بن قَیس بن شَمَّاسؓ، حضرت ابودجانہؓ، رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبَیّ بن سلول کے مومن صادق فرزند حضرت عبداللہ بن عبداللہؓ اور حضرت یزید بن ثابت خزرجیؓ۔[560]

بعض مؤرخین کے نزدیک جنگ یمامہ ربیع الاول بارہ ہجری کو ہوئی جبکہ بعض کا قول ہے کہ یہ گیارہ ہجری کے آخر میں ہوئی۔ ان دونوں اقوال کی تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ اس جنگ کا آغاز گیارہ ہجری میں ہوا ہو اور اس کا اختتام بارہ ہجری میں ہوا ہو۔[561]

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ "جن لوگوں نے دعویٰ نبوت کیا اور جن سے صحابہؓ نے جنگ کی وہ سب کے سب ایسے تھے جنہوں نے اسلامی حکومت سے بغاوت کی تھی اور اسلامی حکومت کے خلاف اعلانِ جنگ کیا تھا... مسیلمہ نے تو خود رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے زمانہ میں آپؐ کو لکھا تھا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آدھا ملک عرب کا ہمارے لئے ہے اور آدھا ملک قریش کے لئے ہے اور رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وفات کے بعد اس نے ھَجَر اور یمامہ میں سے ان کے مقرر کردہ والی ثُمامہ بن اُثال کو نکال دیا اور خود اس علاقہ کا والی بن گیا اور اس نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اسی طرح مدینہ کے دو صحابہ حَبِیب بن زیدؓ اور عبداللہ بن وہب کو اس نے قید کر لیا اور ان سے زور کے ساتھ اپنی نبوت منوانی چاہی۔ عبداللہ بن وہب نے تو ڈر کر اس کی بات مان لی مگر حَبِیب بن زیدؓ نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ اس پر مسیلمہ نے اس کا عضو عضو کاٹ کر آگ میں جلا دیا۔ اسی طرح یمن میں بھی جو رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے افسر مقرر تھے ان میں سے بعض کو قید کر لیا اور بعض کو سخت سزائیں دی گئیں۔ اسی طرح طبری نے لکھا ہے کہ اَسْوَد عَنْسی نے بھی علم بغاوت بلند کیا تھا اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی طرف سے جو حکام مقرر تھے ان کو اس نے تنگ کیا تھا اور ان سے زکوٰۃ چھین لینے کا حکم دیا تھا۔ پھر اس نے صنعا میں رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مقرر کردہ حاکم شُہْر بن باذان پر حملہ کر دیا تھا۔ بہت سے مسلمانوں کو قتل کیا، لوٹ مار کی، گورنر کو قتل کر دیا اور اس کو قتل کر دینے کے بعد اس کی مسلمان بیوی سے جبراً نکاح کر لیا۔ بنو نجران نے بھی بغاوت کی اور وہ بھی اسود عَنْسی کے ساتھ مل گئے اور انہوں نے دو صحابہ عمرو بن حزمؓ اور خالد بن سعیدؓ کو علاقہ سے نکال دیا۔

ان واقعات سے ظاہر ہے کہ مدعیانِ نبوت کا مقابلہ اس وجہ سے نہیں کیا گیا تھا کہ وہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی امت میں سے نبی ہونے کے دعوے دار تھے اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دین کی اشاعت کے مدعی تھے

بلکہ صحابہ نے ان سے اس لئے جنگ کی تھی کہ وہ شریعت اسلامیہ کو منسوخ کر کے اپنے قانون جاری کرتے تھے اور اپنے اپنے علاقہ کی حکومت کے دعوے دار تھے اور صرف علاقہ کی حکومت کے دعوے دار ہی نہیں تھے بلکہ انہوں نے صحابہ کو قتل کیا۔"[562]

اسلامی ملکوں پر چڑھائیاں کیں، قائم شدہ حکومت کے خلاف بغاوت کی اور اپنی آزادی کا اعلان کیا۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرماتے ہیں کہ "جب آنحضرتؐ نے رحلت فرمائی... اس کے بعد بادیہ نشین اعراب مرتد ہو گئے۔ ایسے نازک وقت کی حالت کو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے یوں ظاہر فرمایا ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ کا انتقال ہو چکا ہے اور بعض جھوٹے مدعی نبوت کے پیدا ہو گئے ہیں اور بعضوں نے نمازیں چھوڑ دیں اور رنگ بدل گیا ہے۔ ایسی حالت میں اور اس مصیبت میں میرا باپ آنحضرت ﷺ کا خلیفہ اور جانشین ہوا۔ میرے باپ پر ایسے ایسے غم آئے کہ اگر پہاڑوں پر آتے تو وہ بھی نابود ہو جاتے۔

اب غور کرو کہ مشکلات کے پہاڑ ٹوٹ پڑنے پر بھی ہمت اور حوصلہ کو نہ چھوڑنا یہ کسی معمولی انسان کا کام نہیں۔ یہ استقامت صدق ہی کو چاہتی تھی اور صدیقؓ نے ہی دکھائی۔ ممکن نہ تھا کہ کوئی دوسرا اس خطرہ کو سنبھال سکتا۔ تمام صحابہؓ اس وقت موجود تھے۔ کسی نے نہ کہا کہ میرا حق ہے۔ وہ دیکھتے تھے کہ آگ لگ چکی ہے۔ اس آگ میں کون پڑے۔ حضرت عمرؓ نے اس حالت میں ہاتھ بڑھا کر آپؓ کے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر سب نے یکے بعد دیگرے بیعت کر لی۔ یہ ان کا صدق ہی تھا کہ اس فتنہ کو فرو کیا اور ان موذیوں کو ہلاک کیا۔ مسیلمہ کے ساتھ ایک لاکھ آدمی تھا اور اس کے مسائل اباحت کے مسائل تھے۔" اباحت جو ہے کسی چیز کا شریعت میں مباح یعنی جائز یا حلال ہونا ہے۔[563]

لوگ اس کی اباحتی باتوں کو دیکھ دیکھ کر اس میں شامل ہو جاتے تھے۔ بہت ساری غلط چیزوں کو بھی وہ جائز قرار دیا کرتا تھا۔ پہلے اس کا بیان بھی ہو چکا ہے۔ بہر حال فرمایا کہ "لوگ اباحتی باتوں کو دیکھ دیکھ کر اس کے مذہب میں شامل ہوتے جاتے تھے لیکن خدا تعالیٰ نے اپنی معیت کا ثبوت دیا اور ساری مشکلات کو آسان کر دیا۔"[564]

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مزید فرماتے ہیں "اہلِ تحقیق سے یہ امر مخفی نہیں ہے کہ آپؓ کی خلافت کا وقت خوف اور مصائب کا وقت تھا چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو اسلام اور مسلمانوں پر مصائب ٹوٹ پڑے۔ بہت سے منافق مرتد ہو گئے اور مرتدوں کی زبانیں دراز ہو گئیں اور افترا پردازوں کے ایک گروہ نے دعویٰ نبوت کر دیا اور اکثر بادیہ نشین ان کے گرد جمع ہو گئے یہاں تک کہ مسیلمہ کذاب کے ساتھ ایک لاکھ کے قریب جاہل اور بدکردار آدمی مل گئے اور فتنے بھڑک اٹھے اور مصائب بڑھ گئے اور آفات نے دور و نزدیک کا احاطہ کر لیا اور مومنوں پر ایک شدید زلزلہ طاری ہو گیا۔ اس وقت تمام لوگ آزمائے گئے اور خوفناک اور حواس باختہ کرنے والے حالات نمودار ہو گئے اور مومن ایسے لاچار تھے کہ گویا ان کے دلوں میں آگ کے انگارے دہکائے گئے ہوں یا وہ چھری سے ذبح

کر دیئے گئے ہوں۔ کبھی تو وہ خیر البریہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جدائی کی وجہ سے اور گاہے ان فتنوں کے باعث جو جلا کر بھسم کر دینے والی آگ کی صورت میں ظاہر ہوئے تھے روتے۔ امن کا شائبہ تک نہ تھا۔ فتنہ پرداز گند کے ڈھیر پر اگے ہوئے سبزے کی طرح چھا گئے تھے۔ مومنوں کا خوف اور ان کی گھبراہٹ بہت بڑھ گئی تھی اور دل دہشت اور بے چینی سے لبریز تھے۔ ایسے (نازک) وقت میں (حضرت) ابو بکر رضی اللہ عنہ حاکم وقت اور (حضرت) خاتم النبیینؐ کے خلیفہ بنائے گئے۔ منافقوں، کافروں اور مرتدوں کے جن رویوں اور طور طریقوں کا آپ نے مشاہدہ کیا ان سے آپ ہم و غم میں ڈوب گئے۔ آپ اس طرح روتے جیسے ساون کی جھڑی لگی ہو اور آپ کے آنسو چشمہ رواں کی طرح بہنے لگتے اور آپ (رضی اللہ عنہ) (اپنے) اللہ سے اسلام اور مسلمانوں کی خیر کی دعا مانگتے۔ (حضرت) عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ جب میرے والد خلیفہ بنائے گئے اور اللہ نے انہیں امارت تفویض فرمائی تو خلافت کے آغاز ہی میں آپ نے ہر طرف سے فتنوں کو موجزن اور جھوٹے مدعیان نبوت کی سرگرمیوں اور منافق مرتدوں کی بغاوت کو دیکھا اور آپ پر اتنے مصائب ٹوٹے کہ اگر وہ پہاڑوں پر ٹوٹتے تو وہ پیوست زمین ہو جاتے اور فوراً گر کر ریزہ ریزہ ہو جاتے لیکن آپ کو رسولوں جیسا صبر عطا کیا گیا۔ یہاں تک کہ اللہ کی نصرت آن پہنچی اور جھوٹے نبی قتل اور مرتد ہلاک کر دیئے گئے۔ فتنے دور کر دیئے گئے اور مصائب چھٹ گئے اور معاملے کا فیصلہ ہو گیا اور خلافت کا معاملہ مستحکم ہوا اور اللہ نے مؤمنوں کو آفت سے بچا لیا اور ان کی خوف کی حالت کو امن میں بدل دیا اور ان کیلئے ان کے دین کو تمکنت بخشی اور ایک جہان کو حق پر قائم کر دیا اور مفسدوں کے چہرے کالے کر دیئے اور اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے (حضرت ابو بکر) صدیقؓ کی نصرت فرمائی اور سرکش سرداروں اور بتوں کو تباہ و برباد کر دیا اور کفار کے دلوں میں ایسا رعب ڈال دیا کہ وہ پسپا ہو گئے اور (آخر) انہوں نے رجوع کر کے توبہ کی اور یہی خدائے قہار کا وعدہ تھا اور وہ سب صادقوں سے بڑھ کر صادق ہے۔ پس غور کر کہ کس طرح خلافت کا وعدہ اپنے پورے لوازمات اور علامات کے ساتھ (حضرت ابو بکر) صدیقؓ کی ذات میں پورا ہوا۔"[565]

پھر حضرت خالدؓ کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ حضرت خالدؓ یمامہ کی مہم سے فارغ ہو کر ابھی وہیں ٹھہرے ہوئے تھے کہ حضرت ابو بکرؓ نے ان کو لکھا کہ عراق کی طرف روانہ ہو جائیں۔[566]

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت علاء بن حضرمیؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے کمک مانگی۔ آپؓ نے خالد بن ولید کو لکھا اور یہ حکم دیا کہ یمامہ سے علاء کے پاس بعجلت روانہ ہو جاؤ اور ان کی مدد کرو اور وہ ان کی مدد کے پاس پہنچے۔ حُطَم کو قتل کیا پھر ان کے ساتھ مل کر خُط کا محاصرہ کیا۔ خُط بھی بحرین میں قبیلہ عبد القیس کا محلہ ہے جہاں کثرت سے کھجوریں ہوتی تھیں۔ اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے انہیں عراق کی طرف کوچ کا حکم دیا اور انہوں نے بحرین سے ادھر کوچ کیا۔[567]

مُجَّاعَہ بن مُرارہ کی بیٹی سے حضرت خالدؓ کی شادی کے بارے میں جو سوال اٹھتے ہیں اس بارے میں کتب تاریخ اور سیرت میں لکھا ہے کہ جنگِ یمامہ کے ختم ہونے اور بنو حنیفہ کے باقی ماندہ بچ

جانے والوں کے ساتھ صلح کا معاہدہ ہو جانے کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ کی ایک شادی ہوئی تھی اس کا ذکر ملتا ہے۔ مؤرخین کے مطابق حضرت ابو بکرؓ کو جب اس شادی کی خبر ملی تو حضرت ابو بکرؓ حضرت خالدؓ سے ناراض ہوئے لیکن جب حضرت خالدؓ نے تفصیلی وضاحت بذریعہ خط پیش خدمت کی تو حضرت ابو بکرؓ کی ساری ناراضگی جاتی رہی۔ اس کی تفصیلات کے مطابق صلح ہو جانے کے بعد خالد رضی اللہ عنہ نے مُجَّاعَہ سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنی بیٹی کی شادی آپؓ سے کر دے۔ مُجَّاعَہ کو مالک بن نُوَیرہ کی بیوی لیلیٰ ام تمیم کا واقعہ اور حضرت ابو بکرؓ کا حضرت خالدؓ سے شادی کی ناراضگی کا علم تھا چنانچہ اس نے کہا کہ رک جائیے۔ آپ میری کمر توڑ دینے کا باعث بنیں گے اور خود بھی حضرت ابو بکرؓ کے عتاب سے بچ نہ سکیں گے لیکن حضرت خالدؓ نے کہا تُو اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کر دے چنانچہ اس نے اپنی بیٹی کی شادی آپ سے کر دی۔ ابو بکرؓ یمامہ کی خبروں کے برابر منتظر رہتے تھے اور آپ کو خالدؓ کے خبر رساں کا انتظار رہتا تھا۔ ایک روز آپ شام کے وقت مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت کے ساتھ ایک مقام پر تھے کہ وہاں خالد رضی اللہ عنہ کے فرستادہ ابو خَیْثَمہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہو گئی جبکہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھا تو ان سے دریافت کیا: پیچھے کیا خبریں ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ خیر ہے اے خلیفہ رسول! اللہ تعالیٰ نے ہمیں یمامہ پر فتح نصیب فرمائی ہے اور لیجیے یہ خالد رضی اللہ عنہ کا خط ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فوراً سجدہ شکر بجالایا اور فرمایا مجھ سے معرکے کی کیفیت بیان کرو کیسے ہوا۔ اس حوالے سے ایک پہلے بھی روایت گزر چکی ہے۔ بہرحال ابو خیثمہ نے معرکہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے بتایا کہ خالدؓ نے کیا کیا، کس طرح فوج کی صف بندی کی، کون کون سے صحابہ شہید ہوئے اور کس طرح ہمیں دشمن کی پسپائی کا سامنا کرنا پڑا اور انہوں نے ہمیں ایسی چیزوں کا عادی بنا دیا جسے ہم اچھی طرح نہیں جانتے تھے۔

پھر حضرت خالدؓ کی شادی کا بھی ذکر ہوا۔ حضرت ابو بکرؓ نے انہیں خط لکھا کہ اے ام خالد کے بیٹے! تمہیں عورتوں سے شادی کی سوجھی ہے اور ابھی تمہارے صحن میں ایک ہزار دو سو مسلمانوں کا خون خشک نہیں ہوا اور پھر مُجَّاعَہ نے تمہیں فریب دے کر مصالحت کر لی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان پر مکمل قدرت عطا کر دی تھی۔ مُجَّاعَہ سے مصالحت اور اس کی بیٹی سے شادی کی وجہ سے خلیفہ رسول ابو بکرؓ کی طرف سے یہ عتاب خالد رضی اللہ عنہ کو پہنچا تو آپ نے جوابی خط حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں روانہ کیا جس میں اپنے موقف کی وضاحت اور اس کے دفاع میں لکھا۔ حضرت خالدؓ نے لکھا کہ امّا بعد! دین کی قسم، مَیں نے اس وقت تک شادی نہیں کی جب تک خوشی مکمل نہ ہو گئی اور استقرار حاصل نہ ہو گیا۔ مَیں نے ایسے شخص کی بیٹی سے شادی کی ہے کہ اگر میں مدینہ سے پیغام بھیجتا تو وہ انکار نہ کرتا۔ معاف کیجیے، مَیں نے اپنے مقام سے پیغام دینے کو ترجیح دی۔ اگر آپ کو یہ رشتہ دینی یا دنیاوی اعتبار سے ناپسند ہو تو مَیں آپ کی مرضی پوری کرنے کے لیے تیار ہوں۔ رہا مسئلہ مسلم مقتولین کی تعزیت کا تو اگر کسی کا حزن و غم کسی زندہ کو باقی رکھ سکتا یا مردہ کو لوٹا سکتا تو میرا حزن و غم زندہ کو باقی رکھتا اور مردہ کو لوٹا

دیتا۔ مَیں نے اس طرح حملہ کیا کہ زندگی سے مایوس ہو گیا اور موت کا یقین ہو گیا اور رہا مسئلہ مُجَّاعَہ کی فریب دہی کا تو مَیں نے اپنی رائے میں غلطی نہیں کی لیکن مجھے علم غیب نہیں ہے۔ جو کچھ کیا اللہ نے مسلمانوں کے حق میں خیر کیا ہے۔ انہیں زمین کا وارث بنایا اور انجام کار متقیوں کے لیے ہے۔ جب یہ خط حضرت ابو بکرؓ کو موصول ہوا تو آپؓ کا غصہ جاتا رہا اور قریش کی ایک جماعت نے اور جو حضرت خالدؓ کا خط لے کر آیا تھا اس نے بھی حضرت خالد کی طرف سے عذر خواہی کی تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا تم سچ کہہ رہے ہو اور حضرت خالد کی وضاحت اور معذرت قبول فرمائی۔[568]

عمان کی طرف آنحضرت ﷺ کا خط اور قبول اسلام

کئی مہمات تھیں۔ پہلی مہم جو کافی لمبی تھی وہ تو بیان ہوئی، جو بقیہ دس مہمات ہیں ان میں سے دو اور تین کے ذکر میں یہ آتا ہے کہ

حضرت حُذَیفہؓ اور حضرت عرفجہؓ کے ذریعہ سے یہ مہم سر کی گئی جو عُمان کے مرتد باغیوں کے خلاف مہم تھی۔ عُمان بحرین کے قریب یمن کا ایک شہر ہے۔ جو خلیج فارس اور بحیرہ عرب کے درمیان واقع ہے جس میں ان دنوں آج کے متحدہ عرب امارات کے مشرقی علاقے بھی شامل تھے۔ یہاں بت پرست قبیلہ اَزْد اور دیگر قبائل آباد تھے جو مجوسی تھے۔ مسقط، صُحار اور دَبابیھاں کے ساحلی شہر تھے۔ آنحضرت ﷺ کے عہدِ مبارک میں عُمان ایرانیوں کی عمل داری میں شامل تھا اور ان کی طرف سے جَیْفر نامی شخص عامل مقرر تھا۔ اس علاقے میں مجوسی مذہب پھیلا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے 8/ ہجری میں حضرت ابوزید انصاریؓ کو تبلیغ اسلام کی غرض سے اور حضرت عمرو بن عاصؓ کو یہاں کے دو رئیس بھائیوں جَیْفر بن جُلُنْدِی اور عَبَّاد بن جُلُنْدِی کے نام خط دے کر بھیجا۔

رسول اللہ ﷺ کے خط کا مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی طرف سے جَیْفر اور عَبَّاد پسران جُلُنْدِی کی طرف ہے۔ سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ مَیں تمہیں اسلام لانے کی دعوت دیتا ہوں۔ تم اسلام قبول کر لو، محفوظ رہو گے۔ مَیں اللہ کا رسول ہوں اور ساری دنیا کی طرف بھیجا گیا ہوں تا کہ ہر اس شخص کو ڈراؤں جو زندہ ہے اور کافروں پر اتمامِ حجت کروں۔ اگر تم اسلام لے آؤ گے تو مَیں تمہیں بدستور وہاں کا حاکم رہنے دوں گا اور اگر اسلام قبول کرنے سے انکار کرو گے تو تمہاری ریاست تم سے چھن جائے گی۔[569]

بعض روایات کے مطابق کافی دن کی بحث کے بعد ان بھائیوں نے اسلام قبول کیا اور ایک روایت کے مطابق عُمان کے حاکم جَیْفر نے کہا مجھے اسلام لانے میں تو کوئی عذر نہیں لیکن یہ ڈر ہے کہ اگر مَیں نے یہاں سے زکوٰۃ اکٹھی کر کے مدینہ بھیجی تو میری قوم مجھ سے بگڑ جائے گی۔ اس پر حضرت عمرو بن عاصؓ نے اس کو پیشکش کی کہ اس علاقے سے زکوٰۃ کا جو مال وصول ہو گا وہ اسی علاقے کے غرباء پر خرچ کر دیا جائے گا۔ چنانچہ

اس نے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت عَمروؓ یہاں دو سال تک مقیم رہے اور لوگوں کو تبلیغِ اسلام کرتے رہے۔ آپؓ کی اس کامیاب تبلیغی مساعی سے اس علاقے کے اکثر لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔

حضرت حذیفہؓ اور حضرت عرفجہؓ کی مہم

جب آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی اور عرب کے چاروں طرف ارتداد اور بغاوت پھیل گئی تو حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عَمرو بن عاصؓ کو عُمان سے مدینہ طلب فرمالیا۔ دوسری طرف رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد لَقِیط بن مالک اَزْدیان میں اٹھا جس کا لقب ذو تاج تھا اور یہ دورِ جاہلیت میں شاہ عُمان جُلُنْدی کے ہم پلہ سمجھا جاتا تھا۔ جُلُنْدی عُمان کے بادشاہوں کا لقب تھا۔ بہر حال اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا اور عُمان کے جاہلوں نے اس کی پیروی کی، یہ عُمان پر قابض ہو گیا اور جَیْفر اور اس کے بھائی عَبَّاد کو پہاڑوں میں پناہ لینی پڑی اور جَیْفر نے حضرت ابو بکرؓ کو اس ساری صورتِ حال سے باخبر کیا اور مدد طلب کی۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان کے پاس دو امیر بھیجے، ایک حُذَیفہ بن مِحْصَن غَلْفانی حِمْیَری کو عُمان کی طرف اور دوسرے عَرْفَجہ بن ھَرْثَمہ بارقی اَزْدیؓ کو مَھْرَہ کی طرف اور حکم دیا کہ وہ دونوں ساتھ ساتھ سفر کریں اور جنگ کا آغاز عُمان سے کریں۔ مَھْرَہ یمن کے ایک قبیلے کا نام تھا اور حکم دیا کہ جب عُمان میں جنگ ہو تو حُذَیفہؓ قائد ہوں گے اور جب مَھْرَہ میں جنگ ہو تو حُذَیفہؓ سپہ سالاری کے فرائض سرانجام دیں گے۔

حضرت حُذَیفہؓ اور حضرت عَرْفَجہؓ کا تعارف یہ ہے۔ تاریخ طبری میں حضرت حُذَیفہؓ کا نام حُذَیفہ بن مِحْصَن غَلْفانیؓ بیان ہوا ہے جبکہ صحابہ کے حالات پر مشتمل کتاب میں ان کا نام حُذَیفہ قَلْعانیؓ بیان ہوا ہے۔ آپ حضرت ابو بکرؓ کی وفات تک عُمان کے والی رہے۔ صحابہ کے حالات پر مشتمل کتب میں حضرت عَرْفَجہؓ کا مکمل نام عَرْفَجہ بن خُزَیمہؓ بیان ہوا ہے۔ علامہ ابن اثیر کے نزدیک ان کے والد کا نام ھَرْثَمہ تھا۔ یہ دشمن کے خلاف جنگی چالوں کے لیے مشہور تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان دونوں کی مدد کے لیے حضرت عِکْرِمَہؓ بن ابو جہل کو روانہ کیا۔ اس سے پہلے جنگِ یمامہ کی تفصیلات میں مُسَیْلِمہ کذاب کے ذکر میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عِکْرِمَہؓ کو فتنہِ ارتداد اور بغاوت کا مقابلہ کرنے کے لیے بھیجا اور شُرَحْبِیل بن حسنہ کو ان کی مدد کے لیے روانہ کیا تو عِکْرِمَہ کو حکم دیا تھا کہ وہ شُرَحْبِیل کے آنے سے پہلے حملہ نہیں کریں گے لیکن انہوں نے اس کا انتظار کیے بغیر حملہ کر دیا جس کے نتیجہ میں انہیں شکست کھانا پڑی جس پر حضرت ابو بکرؓ ان سے ناراض ہوئے اور انہیں عُمان کی طرف جانے کا حکم دیا۔ حضرت ابو بکرؓ کے حکم کے مطابق عِکْرِمَہ اپنی فوج کے ساتھ عُمان کی طرف عَرْفَجہؓ اور حُذَیفہؓ کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے اور قبل اس کے کہ وہ دونوں عُمان پہنچتے عِکْرِمَہ عُمان کے قریب ایک مقام رجام میں ان دونوں سے جا ملے اور انہوں نے جَیْفر اور اس کے بھائی عَبَّاد کے پاس اپنا پیغام بھیج دیا۔ تاریخ کی بعض کتب جیسے کامل ابن اثیر میں اس کا نام عِیاذ بیان کیا جاتا ہے۔ رِجام عُمان میں ایک طویل پہاڑی سلسلہ ہے۔

بہر حال مسلمان لشکر کے سرداروں کے پیغام ملنے کے بعد جَیْفر اور عَبَّاد اپنی اپنی قیام گاہوں سے نکلے جو پہلے چھپ گئے تھے۔ اس مرتد کے نبی کے اعلان ہونے کے بعد جس نے اپنی فوج بنالی تھی اس کی

طاقت زیادہ ہو گئی تھی تو بہر حال یہ اپنی قیام گاہوں سے نکلے اور انہوں نے صُحار میں آکر پڑاؤ کیا اور حُذَیفہؓ، عَرفَجہؓ اور عِکرِمہؓ کو کہلا بھیجا کہ آپ سب ہمارے پاس آجائیں۔ صُحار بھی عُمان میں پہاڑوں سے متصل ایک قصبہ ہے۔ اس کے بارے میں آتا ہے کہ عُمان کا ایک بازار جو رجب کے شروع میں پانچ راتوں تک یہاں لگتا تھا۔

چنانچہ مسلمانوں کا لشکر صُحار میں جمع ہو گیا اور متصلہ علاقوں کو مرتدین سے پاک کر دیا۔ ادھر لَقِیط بن مالک کو اسلامی لشکر کے پہنچنے کی خبر ملی تو وہ اپنی فوج لے کر مقابلے کے لیے نکلا اور دبا کے مقام پر فروکش ہوا۔ اس نے عورتوں بچوں اور مال و متاع کو اپنے پیچھے رکھا تا کہ اس سے جنگ میں تقویت ملے۔ دَبا بھی اس علاقے کا شہر تھا اور تجارتی منڈی تھی۔ مسلمان امراء نے لَقِیط کے ساتھی سرداروں کو خطوط لکھے اور اس کی ابتدا انہوں نے قبیلہ بنو جُدید کے رئیس سے کی۔ ان کے جواب میں ان سرداروں نے بھی مسلمان امراء کو خطوط لکھے۔ اس مراسلت کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ سب سردار لَقِیط سے علیحدہ ہو گئے۔ [570]

اور مسلمانوں کے ساتھ آملے۔ اسی جگہ یعنی دَبا کے مقام پر لَقِیط کی فوج کے ساتھ پھر گھمسان کی جنگ ہوئی۔ ابتدا میں لَقِیط کا پلہ بھاری رہا اور قریب تھا کہ مسلمانوں کو شکست ہو جاتی لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے احسان فرمایا اور اس نازک گھڑی میں مدد نازل فرمائی۔ بحرین کے مختلف قبائل اور بنو عبد القَیس کی طرف سے بھاری کمک پہنچ گئی جس سے ان کی قوت اور طاقت میں اضافہ ہو گیا اور انہوں نے آگے بڑھ کر لَقِیط کی فوج پر شدید حملہ کر دیا جس سے لَقِیط کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔

مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا اور دس ہزار مقاتلین کو تہ تیغ کیا اور بچوں اور عورتوں کو قید کر لیا۔ مال و بازار پر قبضہ کر لیا اور اس کا خُمُس عَرفَجہؓ کے ہاتھ حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ اس طرح عُمان میں بھی اس فتنہ کا خاتمہ ہو گیا اور مسلمانوں کی حکومت پائیدار بنیادوں پر قائم ہو گئی۔ جنگ کے بعد حُذَیفہؓ نے عُمان ہی میں سکونت اختیار کر لی اور یہاں کے حالات کی درستی اور امن و امان قائم کرنے میں مصروف ہو گئے۔ عَرفَجہؓ تو جیسا کہ ذکر ہوا مالِ غنیمت لے کر مدینہ چلے گئے اور حضرت عِکرِمہؓ اپنے لشکر لے کر مَھْرَہ کی بغاوت کا سدباب کرنے کے لیے روانہ ہو گئے۔ [571]

حضرت عِکرِمہؓ کی مرتد باغیوں کے خلاف مہمات کے بارے میں آتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے ایک جھنڈا حضرت عِکرِمہؓ کو دیا تھا اور ان کو مُسَیلِمہ کے مقابلہ کا حکم دیا تھا۔ [572]

حضرت ابو بکرؓ نے عِکرِمہ کو مُسَیلِمہ کے مقابلے کے لیے یمامہ کی طرف روانہ کیا اور ان کے پیچھے حضرت شُرَحْبِیل بن حسنہؓ کو بھی یمامہ بھیجا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان دونوں کے لیے یمامہ کا نام لیا البتہ عِکرِمہؓ سے فرمایا کہ جب تک شُرَحْبِیل نہ پہنچ جائیں حملہ نہیں کرنا لیکن عِکرِمہ نے جلدی کی جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے اور شُرَحْبِیل کے آنے سے پہلے آگے بڑھ کر حملہ کر دیا اور مُسَیلِمہ نے ان کو پیچھے

دھکیل دیا۔ شکست کھا کر وہ پیچھے ہٹ گئے۔ حضرت شُرَحْبِیل بن حسنہؓ کو جب واقعہ کی اطلاع ملی تو وہ جہاں تھے وہیں ٹھہر گئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے شُرَحْبِیل کو لکھا کہ تم یمامہ کے قریب ہی مقیم رہو یہاں تک کہ تمہیں میرا دوسرا حکم موصول ہو۔[573]

اور حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عِکْرِمہؓ کو یہ لکھا کہ مَیں اب تمہاری شکل نہیں دیکھوں گا، پہلے بھی بیان ہو چکا ہے، اور نہ ہی تمہاری کوئی بات سنوں گا مگر بعد اس کے کہ تم کوئی کارہائے نمایاں سرانجام دو۔ کوئی غیر معمولی کام کر کے دکھاؤ پھر ٹھیک ہے، پھر میرے پاس آنا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تم عُمان جاؤ اور اہلِ عُمان سے لڑو اور حُذَیفہؓ اور عَرْفَجہؓ کی مدد کرو۔ بہر حال عُمان جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ خلیج فارس کا حصہ تھا جس میں ان دنوں آج کے متحدہ عرب امارات کے مشرقی علاقے بھی شامل تھے۔ یہاں بت پرست قبیلہ ازد اور دیگر قبائل آباد تھے جو مجوسی تھے۔ مسقط، صُحار اور دبا یہاں کے ساحلی شہر تھے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تم میں ہر ایک شخص اپنے گھڑ سواروں کا سردار رہے گا البتہ جب تک تم لوگ حُذَیفہؓ کے زیرِ نگرانی علاقے میں رہو گے وہ تم سب کے امیر ہوں گے۔ جب تم لوگ فارغ ہو جاؤ تو پھر مَہْرہ چلے جانا، پھر وہاں سے یمن چلے جانا یہاں تک کہ یمن اور حضرموت کی کارروائیوں میں مہاجر بن ابو اُمَیّہ کے ساتھ رہنا اور عُمان اور یمن کے درمیان جن لوگوں نے ارتداد اختیار کیا ہے ان کی سرکوبی کرنا اور مجھے جنگ میں تمہارے کارہائے نمایاں کی خبر پہنچتی رہے۔[574]

یہ حضرت ابو بکرؓ نے ارشاد فرمایا۔ بہر حال عِکْرِمہ کی روانگی سے قبل حضرت ابو بکرؓ کی ہدایت کے مطابق حُذَیفہ بن مِحْصَن غَلْفانیؓ عُمان اور عَرْفَجہ بارقیؓ مَہْرَہ کے مرتدین سے لڑنے کے لیے روانہ ہو چکے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ کے حکم کے مطابق عِکْرِمہ اپنی فوج کے ساتھ عَرْفَجہؓ اور حُذَیفہؓ کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے اور قبل اس کے کہ وہ دونوں عُمان پہنچتے عِکْرِمہ ان سے جا ملے۔ اس سے قبل حضرت ابو بکرؓ نے ان دونوں کو یہ تاکیدی حکم دے دیا تھا کہ عُمان سے فارغ ہونے کے بعد وہ عِکْرِمہ کی رائے پر عمل کریں چاہے وہ ان کو اپنے ساتھ لے لیں یا عُمان میں ٹھہرنے کا حکم دیں۔ بہر حال پھر جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے جب یہ تینوں امیر عُمان کے قریب ایک مقام رجام میں باہم جا ملے تو انہوں نے جَیْفر اور عَبَّاد کے پاس اپنے پیامبر بھیجے اور دوسری طرف جب لَقِیط کو ان کی فوج کی آنے کی خبر ہوئی تو اس نے اپنی جماعتوں کو اکٹھا کیا اور دَبا میں آکر پڑاؤ ڈالا۔ جَیْفر اور عَبَّاد بھی اپنی اپنی قیام گاہوں سے نکلے۔ انہوں نے صُحار میں آکر پڑاؤ کیا۔ حُذَیفہؓ، عَرْفَجہؓ اور عِکْرِمہ کو کہلا بھیجا کہ آپ سب ہمارے پاس آجائیں۔ چنانچہ جیسا کہ ذکر ہوا ہے وہ سب ان دونوں کے پاس صُحار میں جمع ہو گئے اور اپنے متصلہ علاقے کو مرتدین سے پاک کر دیا یہاں تک کہ اپنے قرب وجوار میں سب لوگوں سے صلح ہو گئی۔ نیز ان امراء نے لَقِیط کے ساتھی سرداروں کو خطوط لکھے۔ انہوں نے بنو جُدَید کے رئیس سے ابتدا کی۔ اس کے جواب میں سرداروں نے بھی مسلمانوں کو خطوط لکھے۔ جیسا کہ ذکر ہوا ہے اس کے نتیجہ میں سردار لَقِیط سے علیحدہ ہو گئے۔ اس کے بعد لَقِیط کے لشکر کے ساتھ مسلمانوں کی شدید لڑائی ہوئی اور اس کی تفصیل پہلے آچکی ہے۔ اس معرکے کے بعد عِکْرِمہؓ اور

حُذَیفہؓ اس رائے پر متفق ہوئے کہ حُذَیفہؓ عُمان میں ہی قیام کریں اور معاملات کو سلجھائیں اور لوگوں کو امن دلائیں اور حضرت عِکْرِمَہؓ مسلمانوں کی بڑی فوج کے ساتھ دوسرے مشرکین کی سرکوبی کے لیے آگے بڑھ گئے۔ انہوں نے مَھْرَہ سے اپنی جنگی کارروائی کی ابتدا کی۔[575]

حضرت عِکْرِمَہؓ کی مَھْرَہ قبیلہ کی طرف پیش قدمی کے بارہ میں آتا ہے کہ عُمان کے مرتدین کی سرکوبی سے فارغ ہونے کے بعد عِکْرِمَہ اپنے لشکر کے ہمراہ نجد کے علاقے مَھْرَہ قبیلہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ لکھا ہے کہ انہوں نے اہلِ عُمان اور عُمان کے ارد گرد کے لوگوں سے اپنی اس مہم کے لیے مدد طلب کی۔ وہ چلتے رہے یہاں تک کہ مَھْرَہ قبیلے کے علاقے میں پہنچ گئے۔ ان کے ساتھ مختلف قبائل کے لوگ تھے یہاں تک کہ عِکْرِمَہ نے مَھْرَہ قبیلے اور اس کے مضافاتی علاقوں پر چڑھائی کر دی۔ ان کے مقابلہ کے لیے مَھْرَہ کے لوگ دو گروہوں میں تقسیم تھے۔ ایک گروہ بمقام جَیروت میں ایک شخص شِخْرِیت کی سرکردگی میں مورچہ زن تھا۔ دوسرا گروہ نجد میں بنو مُحارب کے ایک شخص مُصَبَّح کی سرکردگی میں تھا۔ دراصل تمام مَھْرَہ اسی لشکر کے سردار کے تابع تھا سوائے شِخْرِیت اور اس کی جمعیت کے۔ یہ دونوں سردار ایک دوسرے کے مخالف تھے اور ایک دوسرے کو اپنی طرف بلاتے تھے اور ان دونوں فوجوں میں سے ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ ان کے سردار کو ہی کامیابی حاصل ہو۔ یہی وہ بات تھی جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کی اور ان کو ان کے دشمنوں کے خلاف مضبوط کیا اور دشمنوں کو کمزور کر دیا۔ جب عِکْرِمَہؓ نے شِخْرِیت کے ہمراہ تھوڑی تعداد میں لوگ دیکھے تو انہوں نے اسے اسلام کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دی۔ یہ پہلے مسلمان تھا۔ اسے کہا کہ دوبارہ مسلمان ہو جاؤ اور اب مسلمانوں سے جنگ نہ کرو۔ چنانچہ اس ابتدائی تحریک پر ہی شِخْرِیت نے ان کی دعوت کو قبول کر لیا اور اس طرح اللہ نے مُصَبَّح کو کمزور کر دیا۔ پھر عِکْرِمَہؓ نے مُصَبَّح کی طرف پیغامبر بھیجا اور اسے اسلام کی طرف واپس آنے اور کفر سے لوٹنے کی دعوت دی مگر اس کے ساتھ لوگوں کی جو کثیر تعداد تھی اس کثرت نے اس کو دھوکا دیا۔ شِخْرِیت کے اسلام لانے کی وجہ سے مُصَبَّح اور شِخْرِیت میں دوری مزید بڑھ گئی۔ بہرحال عِکْرِمَہؓ نے اس کی طرف پیش قدمی کی اور شِخْرِیت بھی آپؓ کے ساتھ تھا۔ ان دونوں کا نجد میں مُصَبَّح کے ساتھ مقابلہ ہوا اور انہوں نے یہاں دَبا سے بھی زیادہ شدید جنگ کی۔

اللہ نے مرتد باغیوں کے لشکر کو شکست دی اور ان کا سردار مارا گیا۔ مسلمانوں نے بھاگنے والوں کا تعاقب کیا اور ان میں سے بہت سی تعداد کو قتل کیا اور بکثرت قیدی بنائے گئے اور مالِ غنیمت میں دو ہزار کی تعداد میں عمدہ نسل کی اونٹنیاں بھی مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔ حضرت عِکْرِمَہؓ نے مالِ غنیمت کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا اور شِخْرِیت کو خُمُس کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ کی طرف روانہ کر دیا۔ باقی چار حصے انہوں نے مسلمانوں میں تقسیم کر دیے۔ اس طرح عِکْرِمَہؓ کا لشکر سواریوں اور مال و متاع اور ساز و سامان کی وجہ سے مزید طاقتور ہو گیا۔ حضرت عِکْرِمَہؓ نے وہیں قیام کر کے اس علاقے کے تمام لوگوں کو جمع کیا اور

ان سب نے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت عِکْرِمَہؓ نے اس فتح کی خوشخبری سائب نامی ایک شخص کے ذریعہ حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں پہنچائی۔ [576]

پھر حضرت عِکْرِمَہؓ کی یمن کی طرف پیش قدمی کا ذکر ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے خط میں جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے حضرت عِکْرِمَہؓ کو ہدایت دی تھی کہ مَہْرَہ کے بعد یمن چلے جانا اور یمن اور حَضْرَمَوت کی کارروائیوں میں حضرت مہاجر بن ابو امیہ کے ساتھ رہنا اور عُمان اور یمن کے درمیان جن لوگوں نے ارتداد اختیار کیا ہے ان کی سرکوبی کرنا۔ [577]

چنانچہ حضرت عِکْرِمَہؓ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے اِس ارشاد کی تکمیل میں مَہْرَہ سے نکل کر یمن کی طرف پیش قدمی کی یہاں تک کہ اَبْیَن جا پہنچے۔ اَبْیَن بھی یمن کی ایک بستی ہے۔ ان کے ساتھ ایک بہت بڑا لشکر تھا جس میں قبیلہ مَہْرَہ اور دوسرے قبائل کے بہت سے لوگ شامل تھے۔ حضرت عِکْرِمَہؓ نے اپنا مکمل قیام جنوبی یمن میں ہی رکھا اور وہاں نَخَعْ اور حِمْیَرْ کے قبائل کی سرکوبی میں مشغول رہے اور شمالی یمن کی طرف بڑھنے کی نوبت ہی نہ آئی۔

حضرت عِکْرِمَہؓ نے قبیلہ نَخَعْ کے مفرور لوگوں کو پکڑ لینے کے بعد اس قبیلے کے لوگوں کو جمع کیا اور ان سے پوچھا کہ تم لوگوں کی اسلام کے بارے میں کیا رائے ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ جاہلیت کے زمانے میں بھی ہم اہلِ مذہب تھے، مذہب سے ہمیں لگاؤ تھا، ہم عرب ایک دوسرے پر چڑھائی نہیں کرتے تھے تو ہمارا اس وقت کیا حال ہو گا جب ہم اس دین میں داخل ہو جائیں جس کی فضیلت سے ہم واقف ہو چکے ہیں اور اس کی محبت ہمارے دلوں میں داخل ہو چکی ہے، یعنی اسلام کی محبت ہمارے دلوں میں اب داخل ہو چکی ہے۔ حضرت عِکْرِمَہؓ نے جب ان کے بارے میں تحقیقات کیں کہ دل سے یہ کہہ رہے ہیں یا صرف جان بچانے کے لیے تو معلوم ہوا کہ معاملہ ویسا ہی ہے جیسا کہ انہوں نے بیان کیا تھا۔ وہ حقیقت میں صحیح بیان دے رہے تھے۔ ان کے عوام بدستور اسلام پر ثابت قدم رہے البتہ ان کے خواص میں سے جو مرتد ہو گئے تھے وہ بھاگ گئے۔ اس طرح حضرت عِکْرِمَہؓ نے نَخَعْ اور حِمْیَرْ قبائل کو ارتداد کے الزام سے بری قرار دیا اور وہ ان کو جمع کرنے کے لیے وہیں مقیم رہے۔ [578]

اَبْیَن میں حضرت عِکْرِمَہؓ کی اقامت سے اَسْوَد عَنْسِی کی باقی ماندہ جماعت پر گہرا اثر پڑا جس کی قیادت قَیس بن مکشوح اور عمرو بن مَعدی کَرِبْ کر رہے تھے۔ صنعا سے بھاگنے کے بعد قَیس صنعا کے مابین چکر کاٹتا رہا اور عمرو بن مَعدی کَرِبْ، اَسْوَد عَنْسِی کی لَحْج میں موجود پارٹی میں شامل ہو تھا لیکن جب حضرت عِکْرِمَہؓ اَبْیَن پہنچے تو دونوں یعنی قَیس اور عمرو بن مَعدی کَرِبْ آپ سے قتال کے لیے اکٹھے ہو گئے، جنگ کے لیے تیار ہو گئے، لیکن جلد ہی دونوں میں اختلاف ہوا اور ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ اس طرح حضرت عِکْرِمَہؓ کے مشرق کی طرف سے آنے نے لَحْج میں موجود مرتدین کی جماعتوں کے خاتمہ میں اہم کردار ادا کیا۔ [579]

یمن کے ساتھ ہی کِنْدَہ قبیلہ آباد تھا جو حَضْرَمَوت کے علاقے میں تھا۔ اس علاقے کے عامل حضرت زیاد بن لبیدؓ تھے۔ انہوں نے زکوٰۃ کے بارے میں سختی کی تو ان کے خلاف بغاوت برپا ہو گئی۔ چنانچہ حضرت عِکْرِمَہؓ اور حضرت مہاجر بن ابو امیہؓ دونوں ان کی مدد کے لیے پہنچے۔ اس کی تفصیل جو ہے وہ حضرت مہاجر بن امیہؓ کے ضمن میں بیان ہو جائے گی۔ بہر حال جب حضرت عِکْرِمَہؓ نے مرتدین سے مہمات کے بعد مدینہ لَوٹنے کی تیاری شروع کر دی تو ان کے ہمراہ نعمان بن جَوْن کی بیٹی بھی تھی جس سے انہوں نے میدانِ جنگ میں شادی کر لی تھی۔ اگرچہ انہیں علم تھا کہ اس سے پہلے اُمّ تمیم اور مَجّاعہ کی بیٹی سے شادی کر لینے کے باعث حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت خالد بن ولیدؓ پر سخت ناراض ہوئے تھے، اس کا پہلے تفصیلی ذکر گذشتہ خطبہ میں ہو چکا ہے۔ لیکن انہوں نے یعنی حضرت عِکْرِمَہؓ نے اس کے باوجود اس سے شادی کر لی۔ اس پر حضرت عِکْرِمَہؓ کی فوج کے کئی افراد نے ان سے علیحدگی اختیار کر لی۔ یہ معاملہ حضرت مہاجرؓ کے سامنے پیش کیا گیا مگر وہ بھی کوئی فیصلہ نہ کر سکے اور یہ تمام حالات حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں لکھ کر ان سے رائے دریافت کی۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے تحریر فرمایا کہ عِکْرِمَہ نے شادی کر کے کوئی نامناسب کام نہیں کیا۔ بعض لوگ جو ناراض تھے ان کی بہر حال تسلی ہو گئی۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ کچھ لوگ جو حضرت عِکْرِمَہؓ سے ناراض ہوئے تھے ان کی ناراضگی کا پس منظر یہ تھا کہ نعمان بن جَوْن نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی تھی کہ آپ ﷺ اس کی بیٹی کو اپنے عقدِ زوجیت میں قبول فرما لیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے انکار فرما دیا اور اس کی بیٹی کو اس کے والد کے ساتھ ہی واپس روانہ کر دیا۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ اس لڑکی کو ردّ کر چکے تھے اس لیے حضرت عِکْرِمَہؓ کی فوج کے ایک حصہ کا خیال تھا کہ آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے حضرت عِکْرِمَہؓ کو بھی اس لڑکی سے شادی نہیں کرنی چاہیے تھی لیکن حضرت ابو بکر صدیقؓ نے یہ دلیل تسلیم نہیں کی۔ انہوں نے کہا یہ بالکل غلط ہے اور حضرت عِکْرِمَہؓ کی شادی کو جائز قرار دیا۔ حضرت عِکْرِمَہؓ اپنی بیوی کے ہمراہ مدینہ واپس آ گئے اور لشکر کا وہ حصہ بھی جو ان سے خفا ہو کر علیحدہ ہو گیا تھا وہ دوبارہ ان سے آ ملا۔[580]

اسماء بنت نعمان بن جَوْن، جس لڑکی کا ذکر ہے اس کا مختصر تعارف یہ ہے۔ حضرت عِکْرِمَہؓ نے جس خاتون سے شادی کی تھی بخاری اور دیگر کتب احادیث میں اس کی بابت روایات مذکور ہیں۔ اس خاتون کا نکاح نبی کریم ﷺ سے ہوا تھا تاہم رخصتی سے قبل ہی اس سے ایسی حرکت سرزد ہوئی کہ نبی کریم ﷺ نے اس خاتون کو واپس اس کے قبیلے میں بھجوا دیا۔ ان کے نام سمیت واقعات میں بہت اختلاف بھی ہیں۔ بعض نے ان کی شادی حضرت مہاجر بن ابی امیہ سے بھی بیان کی ہے۔ بہر حال اس واقعہ کی تفصیلات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے بیان فرمایا ہے کہ جب عرب فتح ہوا اور اسلام پھیلنے لگا تو کِنْدَہ قبیلہ کی ایک عورت جس کا نام اسما یا اُمَیمہ تھا اور وہ جَوْنیہ یا بنت الجَوْن بھی کہلاتی تھی۔ اس کا بھائی لقمان رسول کریم ﷺ کی خدمت میں اپنی قوم کی طرف سے بطور وفد حاضر ہوا اور

اس موقع پر اس نے یہ بھی خواہش کی کہ اپنی ہمشیرہ کی شادی رسول کریم ﷺ سے کر دے اور بالمشافہ رسول کریم ﷺ سے درخواست بھی کر دی کہ میری ہمشیرہ جو پہلے ایک رشتہ دار سے بیاہی ہوئی تھی اب بیوہ ہے، نہایت خوبصورت اور لائق ہے، آپ اس سے شادی کر لیں۔ رسول کریم ﷺ کو چونکہ قبائلِ عرب کا اتحاد منظور تھا آپؐ نے اس کی یہ دعوت منظور کر لی اور فرمایا ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی پر نکاح پڑھ دیا جائے۔ اس نے کہا یا رسول اللہؐ! ہم معزز لوگ ہیں مہر تھوڑا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اس سے زیادہ مَیں نے اپنی کسی بیوی یا لڑکی کا مہر نہیں باندھا۔

جب اس نے رضامندی کا اظہار کر دیا تو نکاح پڑھا گیا اور اس نے رسول کریم ﷺ سے درخواست کی کہ کسی آدمی کو بھیج کر اپنی بیوی منگوا لیجیے۔ آپ ﷺ نے ابو اُسَید کو اس کام پر مقرر کیا۔ وہ وہاں تشریف لے گئے۔ جَوْنیہ نے ان کو اپنے گھر بلایا تو حضرت ابو اُسَیدؓ نے کہا کہ رسول کریم ﷺ کی بیویوں پر حجاب نازل ہو چکا ہے۔ اس پر اس نے دوسری ہدایات دریافت کیں جو آپؓ نے بتا دیں اور اونٹ پر بٹھا کر مدینہ لے آئے اور ایک مکان میں جس کے گرد کھجوروں کے درخت بھی تھے لا کر اتارا۔ اس کے ساتھ اس کی دایہ بھی اس کے رشتہ داروں نے روانہ کی تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ جس طرح ہمارے ملک میں بھی امیر لوگ جو ہیں ایک بے تکلف نوکر ساتھ کر دیتے ہیں تا کہ اسے یعنی لڑکی کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ چونکہ یہ عورت حسین مشہور تھی اور یوں بھی عورتوں کو دلہن دیکھنے کا شوق ہوتا ہے، مدینہ کی عورتیں اس کو دیکھنے گئیں اور اس عورت کے بیان کے مطابق کسی عورت نے اس کو سکھا دیا کہ رعب پہلے دن ہی ڈالا جاتا ہے۔ جب رسول کریم ﷺ تیرے پاس آئیں تو کہہ دینا کہ مَیں آپ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں، اس پر وہ تیرے زیادہ گرویدہ ہو جائیں گے۔ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ اگر یہ بات اس عورت کی بنائی ہوئی نہیں ہے یعنی جس کی شادی تھی تو کچھ تعجب نہیں کہ اس طرح کا فقرہ کہلوانا کسی منافق نے اپنی بیوی یا اَور کسی رشتہ دار کے ذریعہ یہ شرارت کی ہو،

غرض جب اس کی آمد کی اطلاع رسول اللہ ﷺ کو ملی تو آپؐ اس گھر کی طرف تشریف لے گئے جو اس کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔ احادیث میں لکھا ہے کہ، اس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب رسول کریم ﷺ اس کے پاس تشریف لائے تو آپؐ نے اس سے فرمایا کہ تُو اپنا نفس مجھے ہبہ کر دے۔ اس نے جواب دیا کہ کیا ملکہ بھی اپنے آپ کو عام آدمیوں کے سپرد کیا کرتی ہے؟ نعوذ باللہ اپنے آپ کو بڑا ظاہر کیا۔ ابو اُسَیدؓ کہتے ہیں کہ اس پر رسول کریم ﷺ نے اس خیال سے کہ اجنبیت کی وجہ سے گھبرا رہی ہے اسے تسلی دینے کے لیے اس پر اپنا ہاتھ رکھا۔ آپؐ نے اپنا ہاتھ ابھی رکھا ہی تھا کہ اس نے یہ نہایت ہی گندا اور نامعقول فقرہ کہہ دیا کہ مَیں تجھ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتی ہوں۔ چونکہ نبی خدا تعالیٰ کا نام سن کر ادب کی روح سے بھر جاتا ہے اور اس کی عظمت کا متوالا ہوتا ہے۔ اس کے اس فقرے پر آپؐ نے فوراً فرمایا کہ تُو نے ایک بڑی ہستی کا واسطہ دیا ہے اور اس کی پناہ مانگی ہے جو بڑا پناہ دینے والا ہے اس لیے میں تیری درخواست کو قبول کرتا ہوں۔ چنانچہ آپؐ اسی وقت باہر تشریف لے آئے اور فرمایا کہ اے ابو اُسَید!

اسے دو چادریں دے دو اور اس کے گھر والوں کے پاس پہنچا دو۔ چنانچہ اس کے بعد اسے مہر کے حصہ کے علاوہ بطور احسان دو رازقی چادریں دینے کا بھی حکم دیا۔

بڑی اچھی سفید لمبی سوتی چادریں تھیں تاکہ قرآن کریم کا حکم وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ پورا ہو جو ایسی عورتوں کے متعلق ہے جن کو بلا صحبت طلاق دے دی جائے۔ اور آپؐ نے اسے رخصت کر دیا اور ابو اُسَیدؓ ہی اس کو اس کے گھر پہنچا آئے۔ اس کے قبیلے کے لوگوں پر یہ بات نہایت شاق گزری اور انہوں نے اس کو ملامت کی مگر وہ یہی جواب دیتی رہی کہ یہ میری بدبختی ہے اور بعض دفعہ اس نے یہ بھی کہا کہ مجھے ورغلایا گیا تھا اور کہا گیا تھا کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیرے پاس آئیں تو تم پرے ہٹ جانا اور نفرت کا اظہار کرنا اس طرح ان پر تمہارا رعب قائم ہو جائے گا۔ معلوم نہیں یہی وجہ ہوئی یا کوئی اَور، بہرحال اس نے نفرت کا اظہار کیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے علیحدہ ہو گئے اور اسے رخصت کر دیا۔[581]

مَیں ایک صحابی حضرت اسیدؓ کے ذکر میں یہ پہلے بھی بیان کر چکا ہوں۔[582]

بہرحال حضرت عِکْرِمَہؓ کندہ، حَضْرَموت سے یمن اور مکہ کے راستے واپس ہوئے۔ جب آپؓ مدینہ پہنچے تو حضرت ابو بکرؓ نے آپ کو حکم دیا کہ خالد بن سعید کی مدد کے لیے روانہ ہو جائیں۔ حضرت عِکْرِمَہؓ نے اپنی فوج کو جس نے آپ کے ساتھ ارتداد کی جنگوں میں شرکت کی تھی چھٹی دے دی تھی۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان کے بدلے دوسری فوج تیار کی۔ اس لیے چھٹی دے دی کہ اب تم لوگ تھک گئے ہو گے، کافی بڑی مہمات کر کے آئے ہو۔ بہرحال حضرت ابو بکرؓ نے دوسری فوج تیار کی اور انہیں حکم دیا کہ عِکْرِمَہؓ کے پرچم تلے شام کے لیے روانہ ہو جائیں۔[583]

وہاں حضرت عِکْرِمَہؓ نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیے اور بڑی دلیری سے لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرمایا اس کی تفصیل ان شاء اللہ شام کی مہمات میں بیان ہو جائے گی۔

حضرت شرحبیل بن حسنہؓ کی مہم

پھر پانچویں مہم جو تھی حضرت شُرَحْبِیل بن حسنہؓ کی مرتد باغیوں کے خلاف مہم تھی۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عِکْرِمَہؓ کو مُسَیْلِمہ کی طرف یمامہ کے علاقے میں بھیجا اور ان کے پیچھے حضرت شُرَحْبِیل بن حسنہؓ کو بھی یمامہ کی طرف روانہ فرمایا۔ حضرت شُرَحْبِیل بن حسنہؓ کا مختصر تعارف یہ ہے کہ حضرت شُرَحْبِیل بن حسنہؓ کے والد کا نام عبداللہ بن مُطاع تھا اور والدہ کا نام حسنہ تھا۔ بعض لوگ انہیں کِندی اور بعض تمیمی کہتے ہیں۔ شُرَحْبِیل کے والد بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے اور یہ اپنی والدہ حسنہ کے نام پر شُرَحْبِیل بن حسنہ کہلائے۔ حضرت شُرَحْبِیل ابتدائی اسلام لانے والوں میں سے تھے۔ آپؓ نے اپنے بھائیوں کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی اور جب حبشہ سے واپس آئے تو مدینہ میں آپؓ بنو زُرَیق کے مکانوں میں قیام پذیر ہوئے۔ خلافتِ راشدہ میں یہ مشہور سپہ سالاروں میں سے ایک تھے۔ اٹھارہ

ہجری میں تاسٹھ سال کی عمر میں طاعون عَمْوَاس میں وفات پائی۔[584]

بہر حال جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے کہ عِکْرِمَہؓ نے حضرت ابو بکرؓ کے حکم کے باوجود کہ حضرت شُرَحْبِیلؓ کے پہنچنے سے پہلے حملہ نہ کرنا، انہوں نے جلدی کی اور حضرت شُرَحْبِیلؓ کے آنے سے قبل ہی مُسَیْلِمہ پر حملہ کر دیا تاکہ فتح کا سہرا انہی کے سر بندھے تاہم مُسَیْلِمہ نے ان کو پیچھے دھکیل دیا اور حضرت عِکْرِمَہؓ نے اس ناکامی کی اطلاع جب حضرت ابو بکرؓ کو دی تو جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے حضرت ابو بکرؓ نے انہیں تنبیہی خط لکھا اور فرمایا کہ یہ شکست کا داغ لے کر مدینہ نہ آنا کہیں لوگوں میں بد دلی نہ پھیل جائے اور انہیں عُمان کی طرف جانے کا حکم دیا۔ حضرت شُرَحْبِیل بن حسنہؓ ابھی راستہ میں ہی تھے کہ حضرت عِکْرِمَہؓ کی شکست کی خبر ان کو موصول ہوئی۔ انہوں نے پیش قدمی بند کر دی اور حضرت ابو بکرؓ کو نئی ہدایات کے لیے مراسلہ بھیجا۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان کو لکھا کہ تم جہاں ہو وہیں ٹھہرے رہو۔[585]

حضرت ابو بکرؓ نے شُرَحْبِیل کو لکھا کہ تم یمامہ کے قریب ہی مقیم رہو یہاں تک کہ تمہیں میرا دوسرا حکم موصول ہو اور جس شخص یعنی مُسَیْلِمہ کے مقابلے کے لیے تم کو بھیجا ہے سر دست اس کا مقابلہ نہ کرو۔[586]

پھر جب حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو یمامہ کی مہم پر مامور کیا تو حضرت شُرَحْبِیل بن حسنہؓ کو حکم دیا کہ جب خالد بن ولیدؓ تم سے آملیں اور یمامہ کی مہم سے تم بخیر و خوبی فارغ ہو جاؤ تو قبیلہ قُضَاعہ کا رخ کرنا اور حضرت عمرو بن عاصؓ کے ساتھ ہو کر قُضَاعہ کے ان باغیوں کی خبر لینا جو اسلام لانے سے انکار کریں اور اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہوں۔ صرف انکار نہیں ہے بلکہ مخالفت بھی ہے۔[587]

قُضَاعہ بھی عرب کا ایک مشہور قبیلہ تھا جو مدینہ سے دس منزل پر وادی القُریٰ سے آگے مدائن صالح کے مغرب میں آباد تھا۔[588]

بہر حال حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ارشاد کے مطابق حضرت شُرَحْبِیلؓ اپنے لشکر سمیت رکے رہے تاہم مُسَیْلِمہ نے ان پر اپنے لشکر کے ساتھ چڑھائی کر دی۔ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے مصنف نے لکھا ہے کہ ابھی حضرت خالد بن ولیدؓ یمامہ کے راستے ہی میں تھے کہ مُسَیْلِمہ کی فوج نے حضرت شُرَحْبِیلؓ کی فوج سے نبرد آزمائی کی اور اسے پیچھے دھکیل دیا۔ کچھ مؤرخین یہ لکھتے ہیں کہ حضرت شُرَحْبِیلؓ نے بھی وہی غلطی کی جو اس سے قبل ان کے پیش رو حضرت عِکْرِمَہؓ کر چکے تھے یعنی مُسَیْلِمہ پر فتح یابی کا مقام خود حاصل کرنے کے شوق میں آگے بڑھے لیکن انہیں بھی شکست کھا کر پیچھے ہٹنا پڑا تاہم واقعہ ایسا نہیں ہے بلکہ خود یمامہ کے لشکر نے اس خیال سے کہ کہیں حضرت شُرَحْبِیلؓ حضرت خالدؓ سے مل کر انہیں نقصان نہ پہنچائیں آگے بڑھ کر لشکر پر حملہ کر دیا اور شکست دے کر انہیں پیچھے ہٹانے میں کامیاب رہا۔ دونوں میں سے کوئی بات ہوئی ہو مگر واقعہ یہی ہے کہ حضرت شُرَحْبِیلؓ اپنے لشکر لے کر پیچھے ہٹ گئے۔ جب

حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس پہنچے اور تمام حالات و واقعات کا علم ہوا تو انہوں نے حضرت شُرَحْبِیلؓ کو سرزنش کی۔ حضرت خالدؓ کا یہ خیال تھا کہ اگر دشمن سے ٹکر لینے کی پوری طاقت نہ ہو تو بے شک اس وقت تک اس کے مقابلے سے گریز کیا جائے جب تک کہ مطلوبہ طاقت میسر نہ ہو جائے۔ بجائے اس کے کہ طاقت نہ ہونے کے باوجود دشمن سے جنگ چھیڑی جائے اور اس کے نتیجہ میں شکست کھانی پڑے۔[589]

بہر حال پھر بعد میں حضرت شُرَحْبِیلؓ حضرت خالد بن ولیدؓ کے ساتھ جنگ میں شریک رہے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے حضرت شُرَحْبِیلؓ کو مقدمۃ الجیش پر نگران مقرر کیا یعنی فوج کا جو اگلا حصہ تھا اس کا نگران انہیں بنایا اور میمنہ اور میسرہ دائیں اور بائیں پر زید بن خطاب اور ابو حُذَیفہ بن عتبہ بن ربیعہ کو مقرر فرمایا۔[590]

یمامہ کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ارشاد کے مطابق حضرت شُرَحْبِیلؓ بنو قُضاعہ کے باغیوں کی خبر لینے کے لیے حضرت عمرو بن عاصؓ سے جا ملے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ حضرت شُرَحْبِیلؓ اور حضرت عمرو بن عاصؓ قُضاعہ کے مرتد باغیوں پر حملہ کرنے لگے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے قبیلہ سعد اور بلق پر چڑھائی کی اور حضرت شُرَحْبِیلؓ نے قبیلہ کلب اور اس کے تابع قبائل پر چڑھائی کی۔[591]

حضرت عمرو بن عاصؓ کی مہم

چھٹی مہم جو ہے یہ حضرت عمرو بن عاصؓ کی مرتد باغیوں کے خلاف مہم تھی۔ حضرت ابو بکرؓ نے ایک جھنڈا حضرت عمرو بن عاصؓ کو دیا تھا اور ان کو تین قبائل قُضاعہ، ودیعہ اور حارث کے مقابلے پر جانے کا حکم دیا تھا۔[592] قُضاعہ بھی عرب کا ایک مشہور قبیلہ ہے جو مدینہ سے دس منزل پر وادی القُریٰ سے آگے مدائن صالح کے مغرب میں آباد ہے۔[593]

حضرت عمرو بن عاصؓ کا بھی مختصر تعارف یہ ہے کہ آپ کا نام عمرو اور کنیت عبد اللہ بن ابو عبد اللہ یا بعض کے نزدیک ابو محمد تھی۔ آپؓ کے والد کا نام عاص بن وائل، آپ کی والدہ کا نام نابغہ بنت حرملہ تھا۔ ایک روایت کے مطابق آپ کی والدہ کا اصل نام سلمیٰ تھا۔ نابغہ ان کا لقب تھا۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے آٹھ ہجری میں فتح مکہ سے چھ ماہ پہلے اسلام قبول کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ ہجری میں آپؓ کو عُمان کا عامل مقرر فرمایا اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک اسی منصب پر رہے۔ اس کے بعد آپؓ شام کی فتوحات میں شامل ہوئے اور حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں فلسطین کے حاکم رہے۔ ان کے کارناموں میں سے ایک نمایاں کارنامہ مصر کی فتح بھی ہے۔ فتح مصر کے بعد حضرت عمرؓ نے ان کو مصر کا حاکم بنا دیا۔ حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں مصر کی حکومت سے معزول ہوئے اور فلسطین میں گوشہ نشینی اختیار کی۔ امیر معاویہ نے آپ کو دوبارہ مصر کا حاکم بنایا اور تا وقت وفات آپ اسی خدمت پر متعین رہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی وفات 43ر ہجری میں ہوئی، بعض کے نزدیک 47ر ہجری میں ہوئی، بعض 48ر کہتے

ہیں، بعض 51ر ہجری میں کہتے ہیں لیکن 43ر ہجری میں وفات والا قول عموماً درست تسلیم کیا جاتا ہے۔[594]

حضرت عمرو بن عاصؓ بڑے خوش گفتار اور شیریں بیان خطیب تھے۔ قادر الکلام مدبر تھے، سیاست دان اور سپہ سالار تھے۔ رسول اللہ ﷺ عسکری مہموں میں ان پر اعتماد فرماتے تھے۔ عمرو بن عاص، ان کے بیٹے عبداللہ اور اُمّ عبداللہ پر مشتمل خاندان کو بہترین گھرانہ قرار دیا گیا۔[595]

ایک مصنف لکھتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے جو گیارہ عَلَم تیار کرائے تھے ان میں سے ایک عَلَم حضرت عمرو بن عاصؓ کے لیے بھی تھا۔ آپ نے انہیں قُضاعہ کے مرتدین سے جنگ کرنے کا کام سپرد کیا کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بھی جنگ ذات السَّلاسِل میں قبیلہ قُضاعہ سے لڑ چکے تھے اور اس قبیلہ کے تمام حالات اور تمام راستوں سے بخوبی واقف تھے۔[596]

اہل عمان کا قبول اسلام

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرو بن عاص کو ذوالحجہ 8ر ہجری میں عُمان کے دو رئیسوں جَیْفر اور عَبَّاد پسران جُلندی کے پاس ایک تبلیغی خط دے کر روانہ فرمایا تھا۔ یہ سفارت نہایت کامیاب رہی اور اہل عُمان حضرت عمرو بن عاصؓ کے ہاتھ پر اسلام لے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اظہارِ خوشنودی کے طور پر آپ کو عُمان ہی میں زکوٰۃ کی وصولی کے کام پر مقرر فرما دیا۔ آپؓ عُمان ہی میں مقیم تھے کہ آپؓ کو حضرت ابو بکرؓ کے خط کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کی خبر ملی۔ آپؐ کی وفات کے بعد عرب کے بیشتر قبائل مرتد ہو گئے۔ ان کی سرکوبی کے لئے حضرت ابو بکرؓ نے عمرو بن عاص کو عُمان سے طلب فرمایا تو آپ حضرت ابو بکرؓ کے حکم کی تعمیل میں عُمان سے مدینہ آ گئے۔[597]

جب فتنۂ ارتداد اور بغاوت کے سدباب کے لیے حضرت ابو بکرؓ نے گیارہ امراء مقرر فرمائے تھے تب حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت شُرَحْبِیل بن حسنہؓ کو حکم دیا تھا کہ جب یمامہ کی مہم سے تم بخیرو خوبی فارغ ہو جاؤ تو قبیلہ قُضاعہ کا رخ کرنا اور حضرت عمرو بن عاصؓ کے ساتھ ہو کر قُضاعہ کے ان باغیوں کی خبر لینا جو اسلام لانے سے انکار کریں اور اس کی مخالفت پر کمربستہ ہوں۔[598]

چنانچہ حضرت عمرو بن عاصؓ اور حضرت شُرَحْبِیلؓ دونوں نے مل کر بنو قُضاعہ کے باغیوں کے خلاف کارروائی کا آغاز کر دیا اور ان پر چھاپے مارنے لگے۔ اس کی تفصیل میں ایک مصنف لکھتے ہیں کہ بنو قُضاعہ خوشی سے اسلام میں داخل نہ ہوئے تھے بلکہ دیگر قبائل کی طرح انہوں نے بھی خوف کے باعث یا مال و جاہ کی طمع میں اسلام قبول کیا تھا اور ان کے دل اسلام کی محبت سے خالی تھے لہٰذا رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد جونہی انہیں مسلمانوں کی کمزوری کا احساس ہوا انہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ بارگاہِ خلافت سے حکم ملتے ہی عمرو بن عاص اپنے لشکر کے ساتھ اسی رستے سے جُذام کی جانب روانہ ہوئے جس سے پہلے گئے تھے۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے دیکھا کہ بنو قُضاعہ جنگ کے لیے پوری طرح

تیار ہیں۔ مقابلہ شروع ہوا گھمسان کا رَن پڑا۔ پہلے کی طرح اب بھی قُضاعہ کو شکست کھانی پڑی اور حضرت عمرو بن عاصؓ ان سے زکوٰۃ لے کر اور انہیں دوبارہ حلقہ بگوش اسلام بنا کر مظفر و منصور مدینہ واپس آ گئے۔[599]

حضرت خالد بن سعیدؓ کی مہم

ساتویں مہم جو باغیوں کے خلاف تھی اس کے متعلق جو تفصیل ہے اس کے مطابق یہ مہم حضرت خالد بن سعید بن عاصؓ کی تھی جو مرتد باغیوں کے خلاف بھیجے گئے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت خالد بن سعید بن عاصؓ کے لیے جھنڈا باندھا اور ان کو شام کے سرحدی علاقے حَمْقَتَین کی طرف بھیجا۔[600]

حضرت خالد بن سعید بن عاصؓ کا تعارف یہ ہے کہ آپؓ کا نام خالد، کنیت ابوسعید تھی۔ آپؓ کے والد کا نام سعید بن عاص بن امیہ اور والدہ کا نام لُبَینہ بنت حباب تھا جو ام خالد کے نام سے مشہور تھیں۔[601]

حضرت خالدؓ بہت ابتدائی اسلام لانے والوں میں سے تھے۔ بعض کا بیان ہے کہ آپؓ نے حضرت ابو بکرؓ کے بعد اسلام قبول کیا تھا اور آپؓ تیسرے یا چوتھے مسلمان تھے اور بعض لوگوں کا بیان ہے کہ آپ پانچویں مسلمان تھے۔ آپؓ سے پہلے ابھی تک صرف حضرت علی بن ابی طالبؓ، حضرت ابو بکرؓ، حضرت زید بن حارثہؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اسلام قبول کیا تھا۔

حضرت خالدؓ کے اسلام قبول کرنے کے واقعہ کا ذکر یہ ہے کہ آپؓ نے خواب میں دیکھا کہ آگ کے کنارے پر کھڑے ہیں اور ان کا باپ انہیں اس میں گرانے کی کوشش کر رہا ہے اور آپؓ نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؓ کو کمر سے پکڑے ہوئے ہیں کہ کہیں آپ آگ میں گر نہ جائیں۔ حضرت خالدؓ اس پر گھبرا کر بیدار ہوئے اور کہا اللہ کی قسم! یہ خواب سچا ہے۔ پھر آپؓ کی ملاقات حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ ہوئی تو آپؓ نے اپنا خواب حضرت ابو بکرؓ کو سنایا۔ ان سے ذکر کیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ تم سے بھلائی کا ارادہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہیں بچائے۔ یہ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں ان کی پیروی کر لو کیونکہ جب تم اسلام قبول کرتے ہوئے ان کی پیروی کرو گے تو وہ تمہیں آگ میں گرنے سے بچائے گا اور تمہارا باپ اس آگ میں پڑنے والا ہے۔ چنانچہ حضرت خالدؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں اَجْیَاد مقام پر تھے۔ اَجْیَاد بھی مکہ میں صفا پہاڑی سے متصل ایک مقام کا نام ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریاں چرائی تھیں۔ حضرت خالدؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ کس کی طرف بلاتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی طرف بلاتا ہوں جو اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کا بندہ اور اس کا رسول ہے اور یہ کہ تم ان پتھروں کی پوجا چھوڑ دو جو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں اور نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ کون ان کی پوجا کرتا ہے اور کون نہیں کرتا۔ اس پر حضرت خالدؓ نے کہا کہ میں

گواہی دیتا ہوں کہ کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے اللہ کے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خالدؓ کے اسلام لانے پر بہت خوش ہوئے۔ اسلام لانے کے بعد حضرت خالدؓ چھپ گئے۔ جب ان کے باپ کو ان کے اسلام لانے کا علم ہوا تو اس نے اپنے باقی بیٹوں کو جو اسلام نہیں لائے ہوئے تھے حضرت خالدؓ کی تلاش میں بھیجا۔ چنانچہ انہوں نے آپؓ کو تلاش کیا اور انہیں اپنے باپ کے پاس لائے۔ ان کا باپ حضرت خالدؓ کو برا بھلا کہنے لگا اور مارنے لگا اور وہ سوٹا جو اس کے ہاتھ میں تھا اس کے ساتھ مارنا شروع کیا یہاں تک کہ ان کے سر پر مار مار کر توڑ دیا اور کہنے لگا کہ تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کر لی ہے حالانکہ تم اس کی قوم کی اس کے ساتھ مخالفت کو دیکھ رہے ہو اور اس کو بھی جو وہ ان لوگوں کے معبودوں کی برائیاں بیان کرتے ہیں اور ان لوگوں کے آباؤ اجداد کی برائیاں بھی۔ حضرت خالدؓ نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کر چکا ہوں۔ اس پر ان کا باپ سخت غصہ ہوا اور ان کو کہا کہ اے بیوقوف! میری نظروں سے دُور ہو جاؤ اور جہاں چاہو چلے جاؤ میں تمہارا کھانا بند کر دوں گا۔ اس پر حضرت خالدؓ نے کہا کہ اگر آپ میرا کھانا بند کر دیں گے تو اللہ میرے زندہ رہنے کے لیے مجھے رزق عطا فرمائے گا۔ چنانچہ آپؓ کے والد نے انہیں گھر سے نکال دیا اور اپنے بیٹوں سے کہہ دیا کہ ان میں سے کوئی اس سے بات نہیں کرے گا۔ چنانچہ حضرت خالدؓ وہاں سے نکلے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی رہنے لگے۔ عمومی طور پر اپنے باپ سے چھپ کر مکہ کے نواح میں رہتے تھے کہ کہیں دوبارہ نہ پکڑ لے اور پھر سختی نہ کرے۔

حضرت خالدؓ کا باپ مسلمانوں پر بہت زیادہ ظلم و ستم کرنے والا تھا اور مکہ کے معززین میں سے تھا۔ ایک مرتبہ وہ بیمار ہوا تو مرض کی شدت کی وجہ سے اس نے کہا کہ اگر اللہ نے مجھے اس بیماری سے شفا دے دی۔ پتا نہیں اللہ کہا تھا یا اپنے معبودوں کا نام لیا تھا۔ بہرحال اس نے کہا کہ اگر مجھے اس بیماری سے شفا ہو گئی تو پھر ابنِ اَبِی کَبْشَہ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کی عبادت مکہ میں نہیں ہو گی۔ میں ایسی سختی کروں گا کہ یہاں سے سب مسلمانوں کو نکال دوں گا۔ جب حضرت خالدؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے اپنے باپ کے خلاف دعا کی کہ اے اللہ! اس کو شفا نہ دینا۔ چنانچہ وہ اسی بیماری میں مر گیا۔

جب مسلمانوں نے حبشہ کی طرف دوسری ہجرت کی تو حضرت خالدؓ بھی ان کے ساتھ چلے گئے۔ ان کے ساتھ ان کی بیوی اُمَیمہ بنت خالد خُزَاعِیہ بھی تھی۔ حضرت خالدؓ کے ایک اَور بھائی حضرت عمرو بن سعید نے بھی ان کے ساتھ ہجرت کی۔ حضرت خالدؓ غزوۂ خیبر کے زمانہ میں حبشہ سے حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ غزوۂ خیبر میں شریک نہیں ہوئے تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ غنیمت میں ان کو بھی حصہ دیا۔ اس کے بعد عمرۃ القضاء، فتح مکہ، غزوۂ حنین، طائف اور تبوک وغیرہ سب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب رہے۔[602]

آپؓ غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے اس محرومی پر ہمیشہ متأسف رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سے عرض کیا یا رسول اللہؐ! ہم لوگ آپؐ کے ساتھ غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ لوگوں کو ایک ہجرت کا شرف حاصل ہو اور تم کو دو ہجرتوں کا۔[603]

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے دیباچہ تفسیر القرآن میں جو کاتبین وحی کے نام بیان فرمائے ہیں ان میں حضرت خالد بن سعید بن عاصؓ کا نام بھی ہے۔[604]

حضرت خالد بن سعیدؓ کو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یمن کے صدقات وصول کرنے پر مقرر فرمایا تھا۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وفات تک آپؓ اسی منصب پر رہے۔

آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وفات کے بعد مدینہ آگئے تو حضرت ابو بکرؓ نے ان سے فرمایا کہ تم واپس کیوں آگئے ہو؟ انہوں نے کہا کہ وہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد کسی کی طرف سے کام نہیں کریں گے۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت میں توقف کیا لیکن جب بنو ہاشم نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کر لی تو حضرت خالدؓ نے بھی حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کر لی۔ پھر بعد میں حضرت ابو بکرؓ نے انہیں مختلف مواقع پر لشکروں کا امیر بنا کر بھیجا۔ حضرت خالدؓ جنگ مَرْجُ الصُّفَّرمیں حضرت ابو بکرؓ کے عہدِ خلافت میں شہید ہوئے اور بعض لوگوں کا بیان ہے کہ جنگ مَرْجُ الصُّفَّرچونکہ 14/ ہجری میں حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت کے شروع میں ہوئی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت خالدؓ ملک شام میں جنگ اَجْنَادَیْن میں حضرت ابو بکرؓ کی وفات سے چوبیس دن پہلے شہید ہوئے تھے۔[605]

تاریخ طبری میں حضرت خالدؓ کی مرتدین کے خلاف مہم کی تفصیل یوں بیان ہوئی ہے: حضرت ابو بکرؓ نے جب مرتدین کی سرکوبی کے لیے جھنڈے باندھے اور جنہیں منتخب کرنا تھا کر لیا تو ان میں سے ایک حضرت خالد بن سعیدؓ بھی تھے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو انہیں امیر مقرر کرنے سے منع کیا اور عرض کیا کہ آپؓ ان سے کوئی کام نہ لیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ نہیں۔ حضرت عمرؓ کی رائے سے اختلاف کیا اور حضرت خالدؓ کو تَیْمَاء میں امدادی دستہ پر متعین کر دیا۔ تَیْمَاء بھی شام اور مدینہ کے درمیان ایک مشہور شہر ہے۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے جب حضرت خالد بن سعیدؓ کو تَیْمَاء جانے کا حکم دیا تو فرمایا کہ اپنی جگہ سے نہ ہٹنا اور اطراف کے لوگوں کو اپنے سے ملنے کی دعوت دینا اور صرف ان لوگوں کو قبول کرنا جو مرتد نہ ہوئے ہوں اور کسی سے لڑائی نہ کرنا سوائے اس کے جو تم سے لڑائی کرے یہاں تک کہ میرے احکام پہنچ جائیں۔ حضرت خالدؓ نے تیماء میں قیام کیا اور اطراف کی بہت سی جماعتیں ان سے آ ملیں۔ رومیوں کو مسلمانوں کے اس عظیم الشان لشکر کی خبر پہنچی تو انہوں نے اپنے زیرِ اثر عربوں سے شام کی جنگ کے لیے فوجیں طلب کیں۔ حضرت خالدؓ نے رومیوں کی تیاری اور عرب قبائل کی آمد کے متعلق حضرت ابو بکرؓ کو مطلع کیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے جواب لکھا کہ تم پیش قدمی کرو۔ ذرا مت گھبراؤ اور اللہ سے مدد طلب کرو۔

حضرت خالدؓ یہ جواب ملتے ہی دشمن کی طرف بڑھے اور جب قریب پہنچے تو دشمن پر کچھ ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ سب اپنی جگہ چھوڑ کر اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے اور بھاگ گئے۔

حضرت خالدؓ دشمن کے مقام پر قابض ہو گئے۔ اکثر لوگ جو حضرت خالدؓ کے پاس جمع تھے مسلمان ہو گئے۔ اس کامیابی کی اطلاع حضرت خالدؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو دی۔ حضرت ابو بکرؓ نے لکھا کہ تم آگے بڑھو مگر اتنا آگے نہ نکل جانا کہ پیچھے سے دشمن کو حملہ کرنے کا موقع مل جائے۔[606]

کتبِ تاریخ سے حضرت ابو بکرؓ کے دور میں مرتدین کے خلاف حضرت خالد بن سعیدؓ کی کارروائیوں کا صرف اتنا ہی ذکر ملتا ہے۔ اس کے علاوہ حضرت ابو بکرؓ کے دور میں فتوحاتِ شام کے تذکرے میں ان کا کردار جو ہے وہ آئندہ بیان ہو جائے گا۔

حضرت طریفہ بن حاجز کی مہم

آٹھویں مہم حضرت طُرَیْفَہ بن حَاجِز کی مرتد باغیوں کے خلاف مہم تھی۔

حضرت ابو بکرؓ نے ایک جھنڈا حضرت طُرَیْفَہ بن حاجز کے لیے باندھا اور ان کو حکم دیا کہ وہ بنو سُلَیم اور بنو ھَوَازِن کا مقابلہ کریں۔[607]

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے قبیلہ بنو سلیم اور بنو ھَوَازِن کے مقابلے کے لیے مَعْن بن حَاجِز کو بھیجا تھا۔

بہر حال علامہ ابن عبد البر نے الاستیعاب میں حضرت طُریفہ اور مَعن کے والد کا نام حاجز یعنی زاء کے ساتھ اور علامہ ابن اثیر نے اسد الغابہ میں حاجر یعنی راء کے ساتھ لکھا ہے۔[608]

حضرت ابو بکرؓ نے خلیفہ مقرر ہونے کے بعد حضرت طُریفہ بن حاجز کو بنو سُلَیم کے ان عربوں پر جو اسلام پر قائم تھے والی بنایا تھا۔ یہ مخلص اور جوشیلے کارکن تھے۔ انہوں نے ایسی مؤثر تقریریں کیں کہ بنو سُلَیم کے بہت سے عرب ان سے آملے۔[609]

ایک اَور روایت میں ہے۔ یہ روایت حضرت عبد اللہ بن ابو بکرؓ بیان کرتے ہیں کہ بنو سلیم کی یہ حالت تھی کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد ان میں سے بعض مرتد ہو گئے اور کفر کی طرف لوٹ گئے اور ان کے بعض افراد اپنے قبیلے کے امیر مَعن بن حاجز یا بعض کے نزدیک ان کے بھائی طُریفہ بن حاجز کے ساتھ اسلام پر ثابت قدم رہے۔ جب حضرت خالد بن ولیدؓ، طُلَیحہ کے مقابلے کے لیے روانہ ہوئے تو حضرت ابو بکرؓ نے مَعن کو لکھا کہ بنو سُلَیم میں سے جو لوگ اسلام پر ثابت قدم ہیں ان کو لے کر حضرت خالدؓ کے ساتھ جاؤ۔ حضرت معنؓ اپنی جگہ اپنے بھائی طُریفہ بن حاجز کو جانشین مقرر کر کے حضرت خالدؓ کے ساتھ نکل پڑے۔[610]

حضرت عبد اللہ بن ابو بکرؓ سے ہی ایک اور روایت بھی مروی ہے کہ بنو سلیم کا ایک شخص حضرت ابو بکرؓ کے پاس آیا۔ اسے فُجَاءَہ کہا جاتا تھا۔ اس کا نام اِیَاسُ بن عبد اللّٰہ تھا۔ فُجَاءَہ کے لفظ میں اچانک کا مفہوم پایا جاتا ہے کیونکہ یہ شخص اچانک مسافروں اور بستیوں پر حملہ کر کے انہیں لُوٹ لیتا تھا اس لیے اس کا نام فجاءہ پڑ گیا تھا۔ بہر حال یہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں مسلمان ہوں۔ مَیں

ان لوگوں کے خلاف جہاد کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے کافروں میں سے ارتداد اختیار کر لیا ہے۔ آپؓ مجھے سواری عطا کیجیے اور میری مدد کیجیے۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس کو سواری دی اور اسلحہ دیا۔ ایک جگہ اس کی تفصیل یوں ملتی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے اس کو دو گھوڑے یا دوسری روایت کے مطابق تیس اونٹ اور تیس سپاہیوں کے ہتھیار دیے اور دس مسلمان ہتھیاروں سے مسلّح ان کے ساتھ کر دیے۔ یہ شخص وہاں سے چلا اور جو مسلمان یا مرتد ان کے سامنے آتا ان کے اموال چھین لیتا اور جو انکار کرتا اسے قتل کر دیتا۔ یہ ہر ایک کے ساتھ یہی کر رہا تھا۔ مسلمانوں کو بھی قتل کر دیتا تھا، شہید کر دیتا تھا۔ اس کے ہمراہ بَنُو شَرید کا ایک شخص بھی تھا جسے نَجَبَہ بن اَبُو مَیْثَاء کہا جاتا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ فُجَاءَہ اپنے قبیلے کی طرف چلا اور راستے میں مرتد عربوں کو اپنے ساتھ ملاتا رہا۔ جب اس کی جمعیت بڑھ گئی تو اس نے پہلے اپنے مسلمان ساتھیوں کو قتل کیا اور ان کا سب مال لوٹ لیا۔ پھر اس نے غارت گری شروع کر دی۔ کبھی اِس قبیلے پر چھاپہ مارتا کبھی اُس قبیلے پر۔ مسلمانوں کی ایک پارٹی مدینہ جا رہی تھی ان کو لوٹ کر مار ڈالا۔ پہلے لُوٹا اور پھر قتل کر دیا، شہید کر دیا۔ حضرت ابو بکرؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے حضرت طُرَیفہ بن حاجز کو لکھا یا بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے یہ حکم دراصل معن کو بھیجا تھا۔ انہوں نے اپنے بھائی طُریفہ کو روانہ کیا تھا۔ بہر حال حضرت ابو بکرؓ نے تحریر فرمایا کہ دشمنِ خدا فُجَاءَہ میرے پاس آیا اور وہ کہہ رہا تھا کہ وہ مسلمان ہے۔ اس نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ میں اس کو اسلام سے ارتداد اختیار کرنے والوں کے خلاف طاقت مہیا کروں۔ چنانچہ میں نے اس کو سواری دی اور اسلحہ دیا۔ اب مجھے یقینی طور پر یہ معلوم ہوا ہے کہ یہ اللہ کا دشمن مسلمانوں اور مرتدین کے پاس گیا اور ان کے اموال لیتا رہا اور جو اس کی مخالفت کرتا اسے قتل کر دیتا۔ لہٰذا تم اپنے پاس موجود مسلمانوں کو ساتھ لے کر جاؤ اور اسے قتل کر دو یا گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دو۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت طُرَیفہ کی مدد کے لیے حضرت عبد اللہ بن قیسؓ کو بھی روانہ کیا۔ حضرت طُرَیفہ بن حاجزؓ اس کے مقابلے پر گئے۔ جب دونوں گروہوں کی آپس میں مڈھ بھیڑ ہوئی تو پہلے صرف تیروں سے مقابلہ ہوا۔ ایک تیر نَجَبَہ بن ابو میثاء کو لگا جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ فُجَاءَہ نے جو مسلمانوں کی شجاعت اور ثابت قدمی دیکھی تو اس نے حضرت طُرَیفہ سے کہا کہ اس کام کے تم مجھ سے زیادہ حقدار نہیں ہو۔ تم بھی حضرت ابو بکرؓ کے مقرر کردہ امیر ہو اور میں بھی ان کا مقرر کردہ امیر ہوں۔ بڑی چالاکی سے اس نے ان کو جنگ سے روکنے کی کوشش کی۔ حضرت طُرَیفہؓ نے اس سے کہا کہ:

اگر سچے ہو تو ہتھیار رکھ دو۔ مجھے تو حضرت ابو بکرؓ نے تمہیں پکڑنے کے لیے بھیجا ہے۔ ہتھیار رکھ دو اور میرے ساتھ حضرت ابو بکرؓ کے پاس چلو۔ وہیں فیصلہ ہو جائے گا کہ تم امیر ہو کہ نہیں۔ چنانچہ فُجَاءَہ حضرت طُرَیفہؓ کے ساتھ مدینہ روانہ ہوا۔ جب دونوں حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے تو حضرت ابو بکرؓ نے حضرت طُرَیفہؓ کو حکم دیا کہ اسے بقیع میں لے جاؤ اور آگ میں جلا ڈالو۔ یہ سلوک اس لیے اس سے کیا گیا

کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ یہی سلوک کرتا رہا تھا۔ حضرت طُرَیفہؓ اسے وہاں لے گئے انہوں نے آگ جلائی اور اس میں اسے پھینک دیا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ لڑائی کے دوران فجاءہ بھاگ گیا تو حضرت طُرَیفہؓ نے اس کا پیچھا کر کے اس کو قیدی بنالیا اور ابو بکرؓ کے پاس بھیج دیا۔ جب وہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس پہنچا تو انہوں نے اس کے لیے مدینہ میں ایک آگ کا بڑا الاؤ روشن کروایا اور اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اس میں پھینک دیا۔[611]

حضرت علاء بن حضرمیؓ کی مہم

نویں مہم جو تھی وہ حضرت عَلَاء بن حَضْرَمِیؓ کی تھی جو مرتد باغیوں کے خلاف مہم تھی۔ حضرت ابو بکرؓ نے ایک جھنڈا حضرت عَلَاء بن حَضْرَمِیؓ کو دیا اور ان کو بحرین جانے کا حکم دیا۔[612]

بحرین یمامہ اور خلیج فارس کے درمیان واقع تھا اور اس میں موجودہ قطر اور امارت بحرین بھی جو جزیرہ ہے شامل تھے۔ یہ آجکل کا چھوٹا بحرین نہیں بلکہ بڑا وسیع علاقہ تھا۔ اس کا دارالحکومت دَارِیْن تھا۔ عہدِ نبوی ﷺ میں یہاں مُنْذِر بن سَاوِی حکمران تھے جو حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔ ان دنوں بحرین یا سعودی عرب کو اَلْاَحْسَاء کہتے ہیں۔[613]

حضرت عَلَاء بن حَضْرَمِیؓ کا تعارف یہ ہے کہ آپؓ کا نام عَلَاء تھا۔ آپؓ کے والد کا نام عبد اللہ تھا۔ آپ کا تعلق یمن کے علاقہ حَضْرَمَوت سے تھا۔ دعوتِ اسلام کے آغاز میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حضرت عَلَاء بن حَضْرَمِیؓ کا ایک بھائی عَمرو بن حَضْرَمِی مشرکوں کا وہ پہلا شخص تھا جس کو ایک مسلمان نے قتل کیا تھا اور اس کا مال پہلا مال تھا جو بطور خُمس اسلام میں آیا۔ جنگِ بدر کے بنیادی اور فوری اسباب میں بھی یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک سبب یہ قتل بھی تھا۔ حضرت عَلَاء بن حَضْرَمِیؓ کا ایک بھائی عامر بن حضرمی بدر کے دن بحالتِ کفر مارا گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے بادشاہوں کو تبلیغی خطوط ارسال فرمائے تو منذر بن ساوی حاکم بحرین کے پاس خط لے جانے کی خدمت حضرت عَلَاء بن حَضْرَمِیؓ کے سپرد ہوئی۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کو بحرین کا عامل مقرر فرما دیا۔

حضرت عَلَاء بن حَضْرَمِیؓ نے جب انہیں دعوتِ اسلام دی تو منذر بن ساوی نے اسلام قبول کر لیا۔ مُنْذِر کو جب اسلام کا پیغام ملا تو اس کا جواب یہ تھا کہ میں نے اس امر کے سلسلہ میں غور و فکر کیا ہے جو میرے ہاتھ میں ہے تو میں نے دیکھا کہ یہ دنیا کے لیے ہے۔ آخرت کے لیے نہیں ہے یعنی جو کچھ میرے پاس ہے یہ دنیاداری ہے۔ آخرت کی تو میں نے کوئی تیاری نہیں کی اور مَیں نے جب تمہارے دین کے بارے میں غور و فکر کیا تو اسے دنیا و آخرت دونوں کے لیے مفید پایا۔ لہٰذا دین کو قبول کرنے سے مجھے کوئی چیز نہیں روک سکتی۔

اسلام کی سچائی کا مجھے یقین ہو گیا ہے۔ اس دین میں زندگی کی تمنا اور موت کی راحت ہے۔ کہنے لگا کہ کل مجھے ان لوگوں پر تعجب ہوتا تھا جو اس کو قبول کرتے تھے اور آج ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جو اس کو

ردّ کرتے ہیں۔ تعلیم کی خوبصورتی کا مجھے پتا لگا تو اب میری ترجیحات بدل گئی ہیں۔ کہنے لگا کہ آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کی عظمت کا تقاضا ہے کہ آپ ﷺ کی تعظیم و توقیر کی جائے۔

آنحضرت ﷺ کی وفات تک حضرت عَلَاءؓ بحرین کے عامل رہے۔ بعد میں حضرت ابو بکرؓ کے عہدِ خلافت میں بھی اسی عہدے پر قائم رہے اور حضرت عمرؓ نے بھی اپنی خلافت میں انہیں اسی کام پر مقرر کیے رکھا یہاں تک کہ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں ان کی وفات ہو گئی۔[614]

طبقات ابن سعد کے مطابق ایک دفعہ جب اہلِ بحرین نے حضرت عَلَاء بن حَضْرَمِیؓ کی رسول اللہ ﷺ کے سامنے شکایت کی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں معزول کر دیا اور حضرت اَبَان بن سعید بن عاصؓ کو والی بنا دیا۔[615]

اور آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد جب وہاں ارتداد اور بغاوت پھیل گئی تو حضرت اَبَانؓ مدینہ واپس چلے آئے اور یہ عہدہ چھوڑ دیا اور جب حضرت ابو بکرؓ نے انہیں دوبارہ بحرین بھیجنا چاہا تو یہ کہہ کر معذرت کر لی کہ آنحضرت ﷺ کے بعد اب کسی کا عامل نہ بنوں گا۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے پھر حضرت عَلَاء بن حَضْرَمِیؓ کو بحرین کا عامل بنا کر بھیجا جس پر وہ اپنی وفات تک قائم رہے۔ حضرت عَلَاءؓ مستجاب الدعوات مشہور تھے۔ ان کے بارے میں مختلف روایات آتی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ ان کی خوبیوں اور قبولیتِ دعا کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ مَیں ان سے بڑا متاثر ہوں۔ روایت میں بیان کرتے ہیں اور بہت سی باتوں کے علاوہ یہ تھا کہ ایک مرتبہ مدینہ سے بحرین کے ارادے سے چلے کہ راستے میں پانی ختم ہو گیا۔ انہوں نے اللہ سے دعا کی تو کیا دیکھا کہ ریت کے نیچے سے ایک چشمہ پھوٹا اور ہم سب سیر اب ہوئے۔

پھر حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں عَلَاءؓ کے ساتھ بحرین سے لشکر کے ہمراہ بصرہ کی جانب روانہ ہوا۔ ہم لوگ لَیَاس میں تھے کہ ان کی وفات ہو گئی۔ لَیَاس بنو تمیم کے علاقے میں ایک گاؤں کا نام تھا۔ ہم ایسے مقام پر تھے جہاں پانی نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے ایک بادل کا ٹکڑا ظاہر کیا جس نے ہم پر بارش برسائی۔ ہم نے انہیں غسل دیا اور اپنی تلواروں سے ان کے لیے قبر کھودی۔ ہم نے ان کے لیے لحد نہیں بنائی تھی۔ تب ہم واپس آئے۔ کچھ عرصہ کے بعد جب واپس جا کے دیکھا کہ لحد بنائیں مگر ان کی قبر کا مقام نہیں پایا۔[616]

ان کی وفات کے متعلق بھی اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک آپؓ کی وفات 14ر ہجری میں اور بعض کے نزدیک 21ر ہجری میں ہوئی تھی۔[617]

بحرین کے حالات کے بارے میں ذکر آتا ہے۔ بحرین شاہانِ حِیرہ کی عمل داری میں تھا اور شاہانِ حِیرہ، کسریٰ بادشاہوں کے ماتحت تھے۔ حِیرہ اسلام سے پہلے شاہانِ عراق کی تخت گاہ تھی۔ بحرین کے ساحلی اور تجارتی شہروں میں مخلوط آبادی تھی۔ فارسی بھی تھے، عیسائی بھی تھے، یہودی بھی تھے، جاٹ

بھی تھے اور عرب کی تجارت پر فارسیوں کا غلبہ تھا۔ ان علاقوں میں تاجروں کی ایک جماعت بھی مقیم تھی جو ہندوستان اور ایران سے آئے ہوئے تھے اور دریائے فرات کے دہانے سے عدن کے ساحلی علاقے تک کے درمیانی خطہ میں آباد ہو گئے تھے۔ ان تاجروں نے یہاں کے مقامی باشندوں سے سلسلۂ ازدواج بھی قائم کر لیا تھا اور ان سے جو نسل پیدا ہوئی تھی اسے اَبْنَاء کے نام سے پکارا جاتا تھا۔[618]

ساحلی شہروں کے عقب میں تین بڑے قبیلے اور ان کی بہت سی شاخیں آباد تھیں۔ ایک بَکْر بن وَائِل، دوسرا عبد القَیس اور تیسرا رَبِیعہ۔ ان کے بہت سے خاندان عیسائی تھے۔ گھوڑے اونٹ اور بکریاں پالنا اور کھجوروں کے باغ لگانا ان کا خاص پیشہ تھا۔ ان قبائل کے ناظم الامور وہ مقامی لیڈر ہوا کرتے تھے جن کو حکومتِ حِیرہ کا اعتماد حاصل ہوتا تھا۔ ان میں ایک مُنذِر بن ساوی تھا وہ بحرین کے ضلع ھَجَر میں رہتا تھا اور ھَجَر کے آس پاس قبیلہ عبد القَیس پر اُس کی حکومت تھی۔[619]

قبیلہ عبد القیس کے دو وفد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک وفد پانچ ہجری میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا جس میں تیرہ یا چودہ افراد شامل تھے اور قبیلہ عبد القیس کا دوسرا وفد عامُ الوفود یعنی نو ہجری میں دوبارہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا جس میں جَارُود سمیت چالیس افراد شامل تھے۔ جَارُود نصرانی تھا جو یہاں آکر مسلمان ہو گیا۔[620]

ایک قول کے مطابق اس وفد نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس آنے سے قبل ہی اسلام قبول کیا ہوا تھا۔[621]

ھَجَر کے فارسیوں، عیسائیوں اور یہودیوں نے نہایت ناگواری سے جزیہ دینا منظور کر لیا تھا۔ بحرین کی باقی بستیاں اور شہر غیر مسلم رہے لیکن یہ لوگ جب بھی موقع ملتا وقتاً فوقتاً بغاوت کرتے رہتے تھے۔[622]

<u>مُنذِر بن ساویٰ کے اسلام قبول کرنے پر</u> رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اسے بدستور بحرین کا حاکم مقرر کیے رکھا۔ اسلام لانے کے بعد اس نے اپنی قوم کو بھی دینِ حق کی دعوت دینی شروع کی اور جَارُودؓ بن مُعَلّٰی کو دین کی تربیت حاصل کرنے کے لیے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں روانہ کیا۔ جَارُودؓ نے مدینہ پہنچ کر اسلامی تعلیمات اور احکام سے واقفیت حاصل کی اور اپنی قوم میں واپس جا کر لوگوں کو دین کی تبلیغ کرنے اور اسلامی تعلیمات سے روشناس کرانے کا کام شروع کر دیا۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وفات یعنی گیارہ ہجری کے چند دن بعد مُنذِر کا انتقال ہو گیا۔ اس پر عرب اور غیر عرب سب نے بغاوت کا اعلان کر دیا۔ قبیلہ عبد القیس نے کہا کہ اگر محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نبی ہوتے تو وہ کبھی نہ مرتے اور سب مرتد ہو گئے۔ اس کی اطلاع حضرت جَارُودؓ کو ہوئی۔ حضرت جَارُودؓ اپنی قوم کے اشراف میں سے تھے، جو تربیت حاصل کرنے مدینہ گئے تھے اور ان میں سے تھے جنہوں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی طرف ہجرت کی اور ایک اچھے خطیب تھے۔[623]

<u>حضرت جَارُودؓ نے اس بات پہ ان سب لوگوں کو جمع کیا جو مرتد ہو گئے تھے</u> کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

کی وفات کیوں ہوئی اور تقریر کرنے کے لیے کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے عبد القیس کے گروہ! میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں۔ اگر تم اسے جانتے ہو تو مجھے بتا دینا اور اگر تمہیں اس کا علم نہیں تو نہ بتانا۔ انہوں نے کہا جو چاہو سوال کرو۔ حضرت جارُودؓ نے کہا جانتے ہو کہ گذشتہ زمانے میں اللہ کے نبی دنیا میں آچکے ہیں؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ حضرت جارُودؓ نے کہا تمہیں ان کا علم ہے یا تم نے ان کو دیکھا بھی ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں، ہم نے دیکھا تو نہیں لیکن ہمیں اس کا صرف علم ہے۔ یہ لوگوں کا جواب تھا۔ حضرت جارُودؓ نے کہا پھر انہیں کیا ہوا؟ تو لوگوں نے کہا کہ وہ فوت ہو گئے۔ تو حضرت جارُودؓ نے کہا اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی فوت ہو گئے جس طرح وہ سب فوت ہو گئے اور مَیں اعلان کرتا ہوں کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ کہ کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے اللہ کے اور یقیناً محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

ان کی قوم نے ان کی یہ تقریر سننے کے بعد، سوال جواب کے بعد کہا کہ ہم بھی شہادت دیتے ہیں کہ سوائے اللہ کے کوئی حقیقی معبود نہیں اور بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور ہم تم کو اپنا برگزیدہ اور اپنا سردار تسلیم کرتے ہیں۔ اس طرح وہ لوگ اسلام پر ثابت قدم رہے اور ارتداد کی وبا ان تک نہ پہنچی۔ [624]

باقی عرب اور غیر عرب سب نے مدینہ کا اقتدار ختم کرنے کے لیے کمرِ ہمت باندھ لی۔ ایرانی حکومت نے ان کی حوصلہ افزائی کی اور بغاوت کی کمان ایک بڑے عرب لیڈر کو سونپ دی۔ ھَجَر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے اَبان بن سعید بن عَاص بغاوت کے سیاہ بادل اٹھتے دیکھ کر مدینہ چلے آئے۔ [625]

بنو عبد القیس گو بظاہر ان میں سے بعض لوگ اسلام لے آئے تھے لیکن بحرین کے دوسرے قبائل حُطَم بن ضُبَیْعَہ کے زیرِ سرکردگی بدستور حالت ارتداد پر قائم رہے اور انہوں نے بادشاہی کو دوبارہ آلِ منذر میں منتقل کر کے منذر بن نعمان کو اپنا بادشاہ بنا لیا۔ ایک روایت میں ہے کہ

جب انہوں نے مُنذِر بن نعمان کو بادشاہ بنانے کا ارادہ کیا تو ان کے معززین اور سرداروں کی جماعت ایران کے بادشاہ کسریٰ کے پاس پہنچی۔ انہوں نے اس کے رُوبرو حاضر ہونے کی اجازت چاہی۔ اس نے ان کو اجازت دے دی اور وہ لوگ بادشاہوں کے شایانِ شان خیر سگالی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کے سامنے حاضر ہوئے۔ کسریٰ نے کہا! اے عرب کے گروہ! کون سی بات تمہیں یہاں لائی ہے؟ انہوں نے کہا اے بادشاہ! عرب کا وہ شخص فوت ہو گیا ہے جس کو قریش اور مضر کے جملہ قبائل معزز سمجھتے تھے۔ اس سے ان کی مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اور پھر کہنے لگے کہ اس کے بعد ان کا جانشین ایک شخص کھڑا ہوا ہے جو کمزور بدن والا ضعیف الرائے ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کے بارے میں انہوں نے یہ رائے دی۔ اور اس کے عُمال اپنے ساتھیوں کی طرف بغرض راہنمائی واپس چلے گئے ہیں۔ آج بحرین کا علاقہ ان کے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ سوائے عبد القیس کی چھوٹی سی جماعت کے کوئی بھی اب دین اسلام پر قائم نہیں ہے اور

ہمارے نزدیک ان کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ اور ہمیں ان پر سواروں اور پیادوں کے لحاظ سے اکثریت حاصل ہے۔ آپ کسی آدمی کو بھیجیں جو اگر بحرین پر قبضہ کرنا چاہے تو کوئی اسے اس سے روک نہ سکے۔ اس پر کسریٰ نے ان سے کہا کہ تم کسے پسند کرتے ہو جسے میں تمہارے ساتھ بحرین روانہ کروں؟ انہوں نے کہا کہ جو بادشاہ سلامت پسند کریں۔ کسریٰ نے کہا کہ تم منذر بن نعمان بن منذر کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا: اے بادشاہ! ہم اسی کو پسند کرتے ہیں اور ہم اس کے علاوہ کسی اَور کو نہیں چاہتے۔ پھر کسریٰ نے منذر بن نعمان کو بلایا اور وہ نوجوان تھا جس کی ابھی تازہ تازہ داڑھی نکلی تھی۔ بادشاہ نے اس کو خلعت سے نوازا اور تاج پہنایا اور ایک سو گھڑ سوار دیے اور مزید سات ہزار پیادے اور سوار دیے۔ اسے قبیلہ بکر بن وائل کے ہمراہ بحرین جانے کا حکم دیا اور اس کے ساتھ ابو ضُبَیْعَہ حُطَم بن زید اس کا نام شُرَیح بن ضُبَیْعَہ تھا یہ بنو قیس بن ثَعْلَبَہ میں سے تھا اور حُطَم اس کا لقب تھا اس نے اسلام قبول کرنے کے بعد پھر ارتداد اختیار کر لیا تھا اور ظَبْیَان بن عَمْرو اور مُسْمِع بن مالک بھی تھے۔[626]

سب سے پہلے انہوں نے جَارُودؓ اور قبیلہ عبد القیس کو اسلام سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے۔ اس پر حُطَم بن ضُبَیْعَہ نے طاقت کے زور سے انہیں زیر کرنا چاہا۔ اس نے قَطِیف اور ھَجَر میں مقیم غیر ملکی تاجروں اور ان لوگوں کو جنہوں نے اس سے قبل اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ انہیں اپنے ساتھ ملا لیا۔[627]

عبد القیس قبیلے کے لوگ اپنے سردار حضرت جَارُود بن مُعَلّیٰؓ کے پاس چار ہزار کی تعداد میں اپنے حلیفوں اور اپنے غلاموں کے ہمراہ اکٹھے ہوئے اور قبیلہ بَکر بن وائل اپنے نو ہزار ایرانیوں اور تین ہزار عربوں کے ساتھ ان کے قریب ہوئے۔ پھر فریقین کے درمیان شدید جنگ ہوئی اور قبیلہ بَکر بن وائل کو بھاری نقصان اٹھانا پڑا۔ ان میں سے اور ایرانیوں میں سے بہت سے قتل ہوئے۔ پھر انہوں نے دوسری مرتبہ شدید قتال کیا۔ اس مرتبہ عبد القیس کو بھاری نقصان اٹھانا پڑا۔ اسی طرح وہ ایک دوسرے سے انتقام لیتے رہے اور ان کے درمیان کئی دنوں تک جنگ جاری رہی یہاں تک کہ بہت سے لوگ قتل ہو گئے اور عبد القیس قبیلے کے عوام نے بکر بن وائل سے امن کی درخواست کی۔ اس وقت عبد القیس نے جان لیا کہ اب وہ بکر بن وائل کے خلاف کوئی طاقت نہیں رکھتے۔ چنانچہ انہوں نے شکست کھائی یہاں تک کہ **وہ ھَجَر کی سرزمین میں اپنے جُوَاثَا نامی قلعہ میں محصور ہو گئے۔** جُوَاثِی / جُوَاثَا جو ہے یہ بھی بحرین کی وہ بستی ہے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے بعد سب سے پہلے جمعہ پڑھا گیا تھا۔ چنانچہ بخاری میں ایک یہ روایت ہے جو حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ اِنَّ اَوَّلَ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ بَعْدَ جُمُعَةٍ فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ فِيْ مَسْجِدِ عَبْدِ الْقَيْسِ بِجُوَاثٰى مِنَ الْبَحْرَيْنِ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے بعد سب سے پہلا جمعہ قبیلہ عبد القیس کی مسجد میں بحرین کی بستی جُوَاثِی میں ہوا تھا۔

بنو بکر بن وائل نے اپنے ایرانی لوگوں کے ساتھ پیش قدمی کی اور ان کے قلعہ تک پہنچ گئے اور ان کا محاصرہ کر لیا اور خوراک ان سے روک لی۔ بنو بکر بن کلاب کے ایک شخص عبد اللہ بن عوف عبدی جس

کا نام عبد اللہ بن حذف بھی آتا ہے اس نے اس موقع پر حضرت ابو بکرؓ اور اہالیانِ مدینہ کو مخاطب کرتے ہوئے کچھ اشعار کہے جن میں اپنی بے بسی اور بے چارگی اور حوصلہ اور صبر کی کیفیت کا اظہار کیا۔

أَلَا أَبْلِغْ أَبَا بَكْرٍ رَسُوْلًا — وَ فِتْيَانَ الْمَدِيْنَةِ أَجْمَعِيْنَا
فَهَلْ لِيْ فِيْ شَبَابٍ مِنْكَ أَمْسَوْا — جِيَاعًا فِيْ جُوَاثَى مُحْصَرِيْنَا
كَأَنَّ دِمَاءَهُمْ فِيْ كُلِّ فَجٍّ — شُعَاعُ الشَّمْسِ يَغْشَى النَّاظِرِيْنَا
تُحَاصِرُهُمْ بَنُوْ ذُهْلٍ وَ عِجْلٍ — وَ شَيْبَانَ وَ قَيْسٍ ظَالِمِيْنَا
يَقُوْدُهُمُ الْغُرُوْرُ بِغَيْرِ حَقٍّ — لِيَسْتَلِبَ الْعَقَائِلَ وَ الْبَنِيْنَا
فَلَمَّا اشْتَدَّ حَصْرُهُمْ وَطَالَتْ — أَكُفُّهُمْ بِمَا فِيْهِ بُلِيْنَا
تَوَكَّلْنَا عَلَى الرَّحْمٰنِ إِنَّا — وَجَدْنَا الْفَضْلَ لِلْمُتَوَكِّلِيْنَا
وَ قُلْنَا قَدْ رَضِيْنَا اللّٰهَ رَبًّا — وَ بِالْإِسْلَامِ دِيْنًا قَدْ رَضِيْنَا
وَ قُلْنَا وَ الْأُمُوْرُ لَهَا قَرَارٌ — وَ قَدْ سَفِهَتْ حُلُوْمُ بَنِيْ أَبِيْنَا
نُقَاتِلُكُمْ عَلَى الْإِسْلَامِ حَتّٰى — تَكُوْنُوْا أَوْ نَكُوْنَ الذَّاهِبِيْنَا
بِكُلِّ مُهَنَّدٍ عَضْبٍ حُسَامٍ — يَقُدُّ الْبِيْضَ وَ الزَّرْدَ الدَّفِيْنَا

یہ تھوڑی سی لمبی نظم ہے۔ بہر حال اس کا جو ترجمہ ہے وہ اس طرح ہے کہ اے سننے والے! ابو بکرؓ اور مدینہ کے سب جوانوں کو پیغام پہنچا دے۔ وہ نوجوان جنہوں نے جُوَاثَی میں بھوک اور محاصرے کی حالت میں شام کی، کیا ان کے بارے میں مجھے آپ کی طرف سے مدد ملے گی؟ اور ہر راستے میں ان کے خون ایسے پڑے ہوئے ہیں کہ سورج کی کرنیں ہیں جو دیکھنے والوں کی نگاہوں کو خیرہ کر رہی ہیں۔ بنو ذُہل اور عِجل اور شَیبان اور قیس قبائل نے ظلم کرتے ہوئے ان سب کا محاصرہ کر لیا ہے۔ ان کی قیادت غُرُور کر رہا ہے (غُرُور کا اصل نام مُنذِر بن نعمان بن منذر تھا) تاکہ ناحق وہ ہماری بیویاں اور اولاد چھین لے۔ جب ان کا محاصرہ شدت اور طوالت اختیار کر گیا تو انہوں نے ہم پر غلبہ پا لیا جس سے ہم آزمائش میں ڈالے گئے۔ ہم نے رحمان خدا پر توکل کر لیا کیونکہ ہم نے اس کا فضل توکل کرنے والوں کو ملتا ہوا دیکھا ہے۔ تو ہم نے کہا کہ ہم اس بات پر راضی ہیں کہ اللہ ہمارا رب ہے اور اس بات پر بھی راضی ہیں کہ اسلام ہمارا دین ہے اور ہم نے کہا معاملات سنبھل ہی جاتے ہیں اور ہمارے آباء کی اولادوں کی عقلیں ماری گئی ہیں۔ ہم اسلام پر قائم رہتے ہوئے تم سے جنگ کرتے رہیں گے یہاں تک کہ یا تم مارے جاؤ یا ہم۔ ہر اس تیز ہندی تلوار کے ساتھ جنگ کریں گے جو تیز کاٹ رکھنے والی اور خَود اور زرہ کو کاٹتی ہے۔ تو یہ پیغام نظم کی صورت میں ''عبدی'' نے بھجوایا۔

جب حضرت ابو بکرؓ نے یہ شعر پڑھے تو عبد القیس کی حالت کا علم ہونے پر آپؓ کو شدید غم پہنچا۔ آپؓ نے حضرت عَلَاء بن حَضْرَمِیؓ کو طلب فرمایا اور لشکر کی کمان ان کے سپرد کی اور دو ہزار مہاجرین و انصار کے ساتھ بحرین کی طرف عبد القیس کی مدد کے لیے روانگی کا حکم دیا اور ہدایت فرمائی کہ عرب کے

قبائل میں سے جس قبیلے کے پاس سے تم گزرو تو اسے بنو بکر بن وائل سے جنگ کی ترغیب دلانا کیونکہ وہ ایران کے بادشاہ کسریٰ کے مقرر کردہ منذر بن نعمان بن منذر کے ساتھ آئے ہیں۔ انہوں نے یعنی اس بادشاہ نے اس کے سر پر تاج رکھا ہے اور اللہ کے نور کو مٹانے کا ارادہ کیا ہے اور اولیاء اللہ کو قتل کیا ہے۔ پس تم لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ۔ یعنی نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ نیکی کی طاقت ہے مگر اللہ کے ذریعہ، پڑھتے ہوئے روانہ ہو جاؤ۔[628]

حضرت عَلَاء بن حَضْرَمیؓ روانہ ہو گئے۔ جب وہ یمامہ کے قریب سے گزرے تو حضرت ثُمَامَہ بن اُثَال بنو حَنِیفہ کی ایک جماعت کے ساتھ ان سے آ ملے۔ حضرت اُثال ان سے آ ملے۔ ان کے علاوہ قَیس بن عاصم بھی اپنے قبیلہ بنو تمیم کے ساتھ حضرت عَلَاء بن حَضْرَمیؓ کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ اس سے پہلے قیس بن عاصم منکرینِ زکوٰۃ میں شامل تھے اور انہوں نے قبیلہ کی زکوٰۃ مدینہ بھیجنی بالکل بند کر دی تھی اور زکوٰۃ کا جمع شدہ مال لوگوں کو واپس کر دیا تھا لیکن حضرت خالد بن ولیدؓ نے جب یَمامہ میں بنو حنیفہ کو زیر کر لیا تو قَیس بن عاصم نے مسلمانوں کے سامنے سر تسلیم خم کرنے میں ہی عافیت سمجھی اور اپنے قبیلے بنو تمیم سے زکوٰۃ اکٹھی کی اور حضرت عَلَاء بن حَضْرَمیؓ کے لشکر میں شامل ہو گئے۔[629]

گمشدہ اونٹوں کا معجزانہ طور پر مل جانا پانی کا چشمہ جاری ہونا

حضرت عَلَاءؓ کا لشکر دَھْنَا کے راستے بحرین کی طرف چلا۔ عَلَاءؓ اپنے لشکر کو دھنا کے راستے بحرین کی طرف لے کر چلے۔ دَھْنَا: یہ بھی دیارِ بنو تمیم میں بصرہ سے مکہ کے راستے میں ایک جگہ ہے۔ وہ کہتے ہیں جب ہم اس کے درمیان پہنچے تو انہوں نے ہمیں پڑاؤ کا حکم دیا۔ راوی نے کہا کہ رات کے اندھیرے میں اونٹ بے قابو ہو کر بھاگ گئے۔ ان میں سے کسی کے پاس نہ کوئی اونٹ رہا نہ توشہ نہ توشہ دان نہ خیمہ۔ سب کا سب اونٹوں پر ریگستان میں غائب ہو گیا یعنی اونٹوں پر لدا ہوا تھا۔ اونٹ چلے گئے تو کچھ بھی پاس نہیں رہا اور یہ واقعہ اس وقت ہوا جب لوگ سواریوں سے اتر چکے تھے لیکن ابھی اپنا سامان نہ اتار سکے تھے۔ اس وقت وہ رنج و غم میں مبتلا ہوئے۔ سب اپنی زندگیوں سے مایوس ہو کر ایک دوسرے کو وصیت کرنے لگے۔ اتنے میں حضرت عَلَاءؓ کے منادی نے سب کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ سب ان کے پاس جمع ہوئے۔ حضرت عَلَاءؓ نے کہا میں یہ کیا پریشانی اور اضطراب تم میں دیکھ رہا ہوں اور تم لوگ اس قدر فکرمند کیوں ہو۔ لوگوں نے کہا یہ تو کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ جس پر ہمیں موردِ الزام قرار دیا جائے۔ ہمارے اونٹ دوڑ گئے ہیں۔ ہماری یہ حالت ہے کہ اگر اسی طرح صبح ہو گئی تو ابھی آفتاب اچھی طرح طلوع بھی نہیں ہونے پائے گا کہ ہم سب ہلاک ہو چکے ہوں گے۔ حضرت عَلَاءؓ نے کہا:

اے لوگو! ڈرو نہیں۔ کیا تم مسلمان نہیں ہو؟ کیا تم اللہ کی راہ میں جہاد کرنے نہیں آئے؟ کیا تم اللہ کے مددگار نہیں ہو؟ سب نے کہا بے شک ہم ہیں۔ حضرت عَلَاءؓ نے کہا کہ تمہیں خوشخبری ہو کیونکہ اللہ ہرگز ایسے لوگوں کو جس حال میں تم ہو کبھی نہیں چھوڑے گا۔ طلوعِ فجر کے ساتھ صبح کی نماز کی اذان

ہوئی۔ حضرت عَلَاءؓ نے نماز پڑھائی۔ بعض لوگوں نے تیمم کر کے نماز پڑھی، پانی نہیں تھا۔ بعض کا ابھی تک سابقہ وضو باقی تھا۔ جب نماز مکمل ہو گئی تو حضرت عَلَاءؓ اپنے دونوں گھٹنوں کے بل دعا کے لیے بیٹھ گئے اور سب لوگ بھی اسی طرح دوزانو دعا کے لیے بیٹھ گئے اور آہ وزاری کے ساتھ دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا میں لگ گئے۔ لوگوں نے بھی اسی طرح کیا یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا۔ جب سورج کی تھوڑی سی روشنی مشرقی افق میں نمودار ہوئی تو حضرت عَلَاء صف کی طرف متوجہ ہوئے اور انہوں نے کہا کوئی ہے کہ جا کر خبر لائے کہ یہ روشنی کیا ہے؟ ایک شخص اس کام کے لیے گیا۔ اس نے واپس آکر کہا کہ یہ روشنی محض سراب ہے۔ جہاں روشنی پڑی وہاں چمک پیدا ہو رہی تھی وہ پانی نہیں تھا بلکہ سراب ہے۔

حضرت عَلَاءؓ پھر دعا میں مصروف ہو گئے۔ دوسری مرتبہ پھر وہ روشنی نظر آئی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ سراب ہے۔ تیسری مرتبہ پھر روشنی نمودار ہوئی۔ اس مرتبہ خبر دینے والے نے آکر کہا کہ پانی ہے۔ حضرت عَلَاءؓ کھڑے ہو گئے اور سب لوگ بھی کھڑے ہو گئے اور پانی کے پاس پہنچے سب نے پانی پیا اور غسل کیا۔ وہاں کوئی چشمہ پھوٹ پڑا تھا۔

ابھی دن نہیں چڑھا تھا کہ لوگوں کے اونٹ ہر سمت سے دوڑتے ہوئے ان کے پاس آتے ہوئے نظر آئے وہ ان کے پاس آکر بیٹھ گئے۔ ہر شخص نے اپنی سواری کو پکڑ لیا اور ان کے سامان میں سے کسی کی کوئی چیز بھی ضائع نہیں ہوئی۔ دعا کا یہ معجزہ وہاں ہوا کہ پانی بھی اللہ تعالیٰ نے نکال دیا۔ اونٹ بھی واپس آگئے لوگوں نے ان کو بھی پانی پلایا۔ پھر دوسری مرتبہ خوب سیر ہو کر پانی پیا اور ان جانوروں کو بھی پلایا اور اپنے ساتھ پانی کا ذخیرہ بھی لے لیا اور پھر خوب آرام کیا۔

مِنْجَابْ بن راشِد کہتے ہیں کہ اس وقت حضرت ابوہریرہؓ میرے ساتھ تھے۔ جب ہم اس مقام سے ذرا دُور نکل گئے تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ اس پانی کے مقام سے واقف ہو؟ میں نے کہا کہ میں دیگر تمام عربوں کے مقابلے میں اس علاقے کے چپے چپے سے زیادہ واقف ہوں۔ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ تم پھر مجھے اس جگہ لے چلو۔ میں نے اونٹ کو موڑا اور ٹھیک اسی پانی والے مقام پر ان کو لے آیا۔ وہاں آکر دیکھا کہ نہ کوئی پانی کا حوض ہے، نہ پانی کا کوئی نشان ہے۔ میں نے حضرت ابوہریرہؓ سے کہا۔ بخدا! اگرچہ یہاں مجھے کوئی حوض نظر نہیں آ رہا تب بھی میں ضرور یہی کہوں گا کہ یہی وہ مقام ہے جہاں سے ہم نے پانی لیا ہے۔ مگر آج سے پہلے کبھی میں نے اس مقام پر صاف اور شیریں پانی نہیں دیکھا تھا۔ حالانکہ اس وقت بھی پانی سے برتن لبریز تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ اے ابو سَہْم! بخدا یہی وہ مقام ہے۔ اس لیے مَیں یہاں آیا ہوں اور تم کو لے کر آیا ہوں۔ میں نے اپنے برتن پانی سے بھرے تھے اور ان کو اس حوض کے کنارے رکھ دیا تھا۔ میں نے کہا کہ اگر یہ اللہ کا معجزہ اور اللہ کی طرف سے نازل شدہ رحمت ہے تو میں معلوم کر لوں گا اور اگر یہ محض بارش کا پانی ہے تو اسے بھی معلوم کر لوں گا۔ دیکھنے پر معلوم ہوا کہ واقعۃً اللہ کا ایک معجزہ تھا جو اس نے ہمیں بچانے کے لیے ظاہر کیا تھا۔ اس پر حضرت ابوہریرہؓ نے اللہ کی حمد کی۔ وہاں سے پلٹ کر پھر ہم اپنے راستے چلے اور ھَجَر آکر پڑاؤ کیا۔[630]

حضرت عَلَاءؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو ایک خط لکھا تھا جو یہ ہے کہ امّا بعد اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے وادیٔ دَھْنَا میں پانی کا ایک چشمہ جاری کر دیا تھا۔ اس واقعہ کے بعد جب حضرت ابو بکرؓ کو یہ خبر پہنچی تو آپؓ نے یہ خط لکھا حالانکہ وہاں چشمہ کے کوئی آثار نہ تھے اور سخت تکلیف اور پریشانی کے بعد ہم کو اپنا ایک معجزہ دکھایا۔ حضرت عَلَاءؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو خط لکھا۔ اور پریشانی کے بعد ہم کو اپنا ایک معجزہ دکھایا جو ہم سب کے لیے نصیحت کا باعث ہے اور یہ اس لیے کہ اس کی حمد و ثنا کریں۔ لہٰذا اللہ کی جناب میں دعا مانگیے اور اس کے دین کے مددگاروں کے لیے نصرت طلب کیجیے۔ حضرت عَلَاءؓ پانی ملنے کے بعد، واقعہ ہونے کے بعد حضرت ابو بکرؓ کو یہ رپورٹ بھجوا رہے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی۔ اس سے دعا مانگی اور کہا کہ عرب ہمیشہ سے وادیٔ دَھْنَا کے متعلق یہ بات بیان کرتے آئے ہیں کہ حضرت لقمان سے جب اس وادی کے لیے پوچھا گیا کہ آیا پانی کے لیے اسے کھودا جائے یا نہیں تو انہوں نے اسے کھودنے کی ممانعت کی اور کہا کہ یہاں کبھی پانی نہیں نکلے گا تو اس وجہ سے اس وادی میں چشمہ کا جاری ہو جانا اللہ کی قدرت کی ایک بہت بڑی نشانی ہے جس کا حال ہم نے پہلے کسی قوم میں نہیں سنا تھا۔[631]

تو اس طرح کے معجزات بھی صحابہؓ کے ساتھ ہوتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی خاطر مہمات پر نکلتے تھے۔[632]

حضرت عَلَاءؓ نے حضرت جَارُودؓ کو حکم بھیجا کہ تم قبیلہ عبد القیس کو لے کر حُطَم کے مقابلے کے لیے هَجَر سے ملحق علاقے میں جا کر پڑاؤ کرو اور حضرت عَلَاءؓ اپنی فوج کے ساتھ حُطَم کے مقابلے پر اس علاقے میں آئے۔ اہلِ دَارِیْن کے علاوہ تمام مشرکین حُطَم کے پاس جمع ہو گئے۔ اس طرح تمام مسلمان حضرت عَلَاء بن حَضْرَمیؓ کے پاس جمع ہو گئے۔ دونوں نے اپنے اپنے آگے خندق کھودلی۔ وہ روزانہ اپنی خندق عبور کر کے دشمن پر حملہ کرتے اور لڑائی کے بعد پھر خندق کے پیچھے ہٹ آتے۔ ایک مہینے تک جنگ کی یہی کیفیت رہی۔ اسی اثنا میں ایک رات مسلمانوں کو دشمن کے پڑاؤ سے زبردست شور و غوغا سنائی دیا۔ حضرت عَلَاءؓ نے کہا کوئی ہے جو دشمن کی اصل حالت کی خبر لائے؟ حضرت عبد اللہ بن حَذَفؓ نے کہا میں اس کام کے لیے جاتا ہوں اور انہوں نے واپس آ کر یہ اطلاع دی کہ ہمارا حریف نشہ میں مدہوش ہے اور نشہ میں دھت واہی تباہی بک رہا ہے۔ یہ سارا شور اس کا ہے۔

جب یہ سنا تو مسلمانوں نے فوراً دشمن پر حملہ کر دیا اور اس کے پڑاؤ میں گھس کر ان کو بے دریغ موت کے گھاٹ اتارنا شروع کیا۔ وہ اپنی خندق کی طرف بھاگ گئے۔ کئی اس میں گر کر ہلاک ہو گئے، کئی بچ گئے۔ کئی خوفزدہ ہو گئے۔ بعض قتل کر دیے گئے یا گرفتار کر لیے گئے۔ مسلمانوں نے ان کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کر لیا۔ جو شخص بچ کر بھاگ سکا وہ صرف اس چیز کو لے جا سکا جو اس کے جسم پر تھی۔ البتہ اَبْجَرْ جان بچا کر بھاگ گیا۔ حُطَم کی خوف و دہشت سے یہ کیفیت تھی کہ گویا اس کے جسم میں جان ہی نہیں۔ وہ اپنے گھوڑے کی طرف بڑھا جبکہ مسلمان مشرکین کے وسط میں آ چکے تھے۔ اپنی بدحواسی میں حُطَم خود مسلمانوں میں سے فرار ہو کر اپنے گھوڑے پر سوار ہونے کے لیے جانے لگا۔ جیسے ہی اس نے

رکاب میں پاؤں رکھا رکاب ٹوٹ گئی۔ حضرت قَیس بن عاصمؓ نے اس کو واصلِ جہنم کیا۔ مشرکین کی قیام گاہ کی ہر چیز پر قبضہ کرنے کے بعد مسلمان ان کی خندق سے نکل کر ان کے تعاقب میں چلے۔ حضرت قَیس بن عاصمؓ اَبجَرکے قریب پہنچ گئے مگر اَبجَر کا گھوڑا حضرت قَیسؓ کے گھوڑے سے زیادہ طاقتور تھا۔ ان کو یہ اندیشہ ہوا کہ یہ کہیں میری گرفت سے نکل نہ جائے۔ انہوں نے اَبجَر کے گھوڑے کی پیٹھ پر نیزہ مارا جس سے گھوڑا زخمی ہو گیا۔ بہر حال لکھا ہے کہ اَبجَر بھاگ گیا، ان کے قابو نہیں آیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت قَیس بن عاصِمؓ نے اَبجَرْ کے سر پر ضرب لگائی جو اس کے خَود کو چیرتی ہوئی نکل گئی۔ اس کے بعد حضرت قَیسؓ نے دوبارہ ایسا وار کیا کہ وہ لہولہان ہو گیا۔[633]

صبح کو حضرت عَلاءؓ نے مالِ غنیمت مجاہدین میں تقسیم کر دیا اور ایسے لوگوں کو جنہوں نے خاص طور سے جنگ میں بہادری دکھائی تھی مرنے والے سرداروں کے قیمتی کپڑے بھی دیے۔ ان میں حضرت عَفِیف بن مُنذِرؓ، حضرت قَیس بن عاصمؓ اور حضرت ثُمامہ بن اُثالؓ کو کپڑے دیے گئے۔ حضرت ثُمامہؓ کو جو کپڑے دیے گئے ان میں حُطَم کا ایک سیاہ رنگ کا قیمتی منقش چوغہ تھا جس کو پہن کر وہ بڑے فخر و غرور سے چلا کرتا تھا۔[634]

اس مہم کی کامیابی کی اطلاع حضرت ابو بکرؓ کو دی گئی۔ حضرت عَلاءؓ نے اپنے ایک خط میں حضرت ابو بکرؓ کو خندق والوں کی شکست اور حُطَم کے قتل کی اطلاع دی جس کو زید اور معمر نے قتل کیا تھا اور اس میں لکھا کہ اَمَّا بَعد! اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمارے دشمن کی عقلوں کو سلب کر لیا۔ ان کی قوتوں کو اس شراب کے ذریعہ جس کو انہوں نے دن کے وقت پیا تھا ختم کر دیا۔ ہم خندق عبور کر کے ان میں گھس گئے۔ ہم نے انہیں مدہوش پایا۔ سوائے چند ایک کے باقی سب کو ہم نے قتل کر دیا۔ اللہ نے حُطَم کا کام بھی تمام کر دیا۔[635]

ھَجَر اور اس کے مضافات پر حضرت عَلاءؓ کا قبضہ ہو گیا لیکن بہت سے مقامی فارسی نئی حکومت کے مخالف رہے۔ وہ اکثر یہ خبر پھیلا کر لوگوں میں ہراس پیدا کرتے کہ بس کوئی دم جاتا ہے کہ ھَجَر میں حکومتِ مدینہ کی بساط الٹ جائے گی۔ مَفْرُوق شَیْبَانِی اپنی قوم تَغلِب اور نَمِر کی فوجیں لیے چلا آ رہا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کو یہ باتیں معلوم ہوئیں تو انہوں نے حضرت عَلاءؓ کو لکھا کہ اگر تحقیق سے یہ معلوم ہو جائے کہ بنو شَیبان بن ثَعلَبہ جس کا لیڈر مفروق تھا تم پر حملہ کرنے والے ہیں اور شر پسند عناصر یہ خبر مشہور کر رہے ہیں تو ان کی سرکوبی کے لیے فوج روانہ کرنا اور ان لوگوں کو روند ڈالنا اور ان کے عقب والے قبائل کو ایسا خوفزدہ کرنا کہ انہیں کبھی سر اٹھانے کا حوصلہ نہ ہو۔[636]

دارین کی جنگ

مرتدین دَارِیْن میں جمع ہو گئے۔ اس کے بارے میں بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ دَارِیْن کی جنگ

کو حضرت ابو بکرؓ کے دورِ خلافت میں بیان کیا جاتا ہے لیکن بعض مؤرخین دَارِیْن کی جنگ کو حضرت عمرؓ کے دور میں لکھتے ہیں۔ بہر حال مرتدین کا اجتماع یہاں ہوا۔[637]

دَارِیْن خلیج فارس کا ایک جزیرہ تھا جو بحرین کے بالمقابل چند میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ وہاں پہلے سے عیسائی خاندان آباد تھے۔ حضرت عَلَاءؓ سے شکست کھانے کے بعد بچ جانے والے شکست خوردہ باغیوں کا ایک بڑا حصہ کشتیوں میں بیٹھ کر دَارِیْن چلا گیا اور دوسرے لوگ اپنے اپنے قبائل کے علاقوں میں پلٹ گئے۔ حضرت عَلَاء بن حَضْرَمیؓ نے قبیلہ بَکر بن وَائِل کے اُن لوگوں کو جو اسلام پر قائم تھے لکھا کہ ان کا مقابلہ کریں۔ نیز حضرت عُتَیْبَہ بن نَہَّاسؓ اور حضرت عَامِر بن عبدُالْاَسْوَدؓ کو حکم بھیجا کہ تم وہیں پر رہو جہاں پر تم ہو اور ہر راستے پر مرتدین کے مقابلے کے لیے پہرے بٹھا دو۔ نیز انہوں نے حضرت مِسْمَعؓ کو حکم دیا کہ وہ خود بڑھ کر مرتدین کا مقابلہ کریں اور انہوں نے حضرت خَصَفَہ تَیْمِیؓ اور حضرت مُثَنّٰی بن حَارِثَہ شَیْبَانِیؓ کو حکم دیا کہ وہ بھی ان مرتدین کا مقابلہ کریں۔ بحرین میں فتنۂ ارتداد کی آگ بجھانے میں مثنّٰی بن حارثہؓ نے بہت بڑا کردار ادا کیا۔ انہوں نے اپنی فوج کے ساتھ حضرت عَلَاء بن حَضْرَمیؓ کا ساتھ دیا اور بحرین سے شمال کی طرف روانہ ہوئے۔ انہوں نے قَطِیف اور ھَجَر پر قبضہ کیا۔ اپنے اس مشن میں لگے رہے یہاں تک کہ فارسی فوج اور ان کے عُمّال پر غالب آئے جنہوں نے بحرین کے مرتدین کی مدد کی تھی۔ مرتدین سے قتال کے لیے ان علاقوں میں جو اسلام پر ثابت قدم رہے تھے انہیں لے کر حضرت عَلَاء بن حَضْرَمیؓ کے ساتھ شامل ہو گئے۔ ساحل کے ساتھ شمال کی طرف بڑھتے رہے اور جس وقت حضرت ابو بکرؓ نے حضرت مُثَنّٰی بن حَارِثَہ شَیْبَانِیؓ کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت قَیس بن عاصمؓ نے کہا کہ یہ کوئی غیر معروف، مجہول النسب اور غیر شریف انسان نہیں۔ وہ تو مُثَنّٰی بن حَارِثَہ شَیْبَانِی ہیں۔ چنانچہ حضرت مُثَنّٰی بن حَارِثَہ شَیْبَانِیؓ مرتدین کے روکنے کے لیے راستوں کے ناکوں پر کھڑے ہوئے اور مرتدین میں سے بعض نے توبہ کی اور اسلام لے آئے جسے تسلیم کیا گیا۔ اور بعض نے توبہ کرنے سے انکار کر دیا اور ارتداد پر اصرار کیا۔ ان کو ان کے علاقے میں جانے سے روک دیا گیا۔ اس لیے وہ پھر اسی رستے پر پلٹے جہاں سے وہ آئے تھے یہاں تک کہ وہ بھی کشتیوں کے ذریعہ دَارِیْن پہنچ گئے۔ اس طرح اللہ نے ان سب کو ایک جگہ جمع کر دیا۔ حضرت عَلَاءؓ ابھی تک مشرکین کے لشکر میں ہی مقیم تھے کہ ان کے پاس بَکر بن وَائِل، جن کو انہوں نے خط لکھے تھے، کے خطوط کے جواب موصول ہو گئے اور ان کو معلوم ہو گیا کہ وہ لوگ اللہ کے حکم پر عمل کریں گے اور اس کے دین کی حمایت کریں گے۔ جب حضرت عَلَاءؓ کو ان لوگوں کے بارے میں حسبِ مراد خبر مل گئی یعنی کہ وہ مسلمان ہیں اور بغاوت نہیں کر رہے اور لڑائی نہیں کریں گے اور ان کو یقین ہو گیا کہ ان کے جانے کے بعد پیچھے اہلِ بحرین میں سے کسی کے ساتھ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آئے گا تو انہوں نے کہا کہ اب تمام مسلمانوں کو دَارِیْن کی طرف چلنا چاہیے اور ان کو دَارِیْن پر پیش قدمی کی دعوت دی۔

یہ واقعہ جس کی تفصیل آگے آئے گی، اس واقعہ کو جس طرح بیان کیا گیا ہے وہ بظاہر ناممکن نظر آتا ہے کہ کس طرح انہوں نے سمندر کو عبور کیا۔ اس کے بیان میں ہو سکتا ہے کچھ حد تک صداقت بھی ہو اور کچھ مبالغہ سے بھی کام لیا گیا ہو۔ بہر حال اگر اس میں کچھ صداقت ہے تو اس کی وضاحت کیا ہے؟ اس کی وضاحت آخر میں بیان کر دوں گا۔ بہر حال بیان کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے پاس کشتیاں وغیرہ نہیں تھیں جن پر سوار ہو کر وہ جزیرے تک پہنچتے۔ یہ دیکھ کر حضرت عَلَاء بن حَضْرَمیؓ کھڑے ہوئے اور لوگوں کو جمع کر کے ان کے سامنے تقریر کی جس میں کہا کہ اللہ نے تمہارے لیے شیاطین کے گروہوں کو جمع کر دیا ہے اور جنگ کو سمندر میں دھکیل دیا ہے۔ وہ پہلے خشکی میں تمہیں اپنے نشانات دکھا چکا ہے تاکہ ان نشانات کے ذریعہ سمندر میں بھی تم سبق سیکھو۔ اپنے دشمن کی طرف چلو۔ سمندر کو چیرتے ہوئے اس کی طرف پیش قدمی کرو کیونکہ اللہ نے انہیں تمہارے لیے اکٹھا کیا ہے۔

ان سب نے جواب دیا کہ بخدا! ہم ایسا ہی کریں گے اور وادیٔ دَھْنَا کا معجزہ دیکھنے کے بعد ہم جب تک زندہ ہیں ان لوگوں سے نہیں ڈریں گے۔ طبری میں یہ روایت لکھی ہوئی ہے۔ وہ معجزہ پہلے بیان ہو چکا ہے جس میں مسلمانوں کے بھاگے ہوئے اونٹ بھی واپس آگئے تھے اور پانی کا چشمہ بھی جاری ہوا تھا۔ اس کے بارے میں انہوں نے حوالہ دیا کہ وہ معجزہ ہم دیکھ چکے ہیں تو سمندر کے پانی پہ بھی ہم چلنے کا معجزہ دیکھ لیں گے۔ حضرت عَلَاءؓ اور تمام مسلمان اس مقام سے چل کر سمندر کے کنارے آئے۔ حضرت عَلَاءؓ اور آپؓ کے ساتھی خدا کے حضور یہ دعا کر رہے تھے کہ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ یَا کَرِیْمُ یَا حَلِیْمُ یَا اَحَدُ یَا صَمَدُ یَا حَیُّ یَا مُحْیِیَ الْمَوْتِ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ یَا رَبَّنَا۔ اے رحم کرنے والوں میں سے سب سے زیادہ رحم کرنے والے! اے کریم! اے بہت ہی بُردبار! اے وہ جو اکیلا ہے! اے بے نیاز! اے وہ جو زندہ ہے جو دوسروں کو زندگی بخشنے والا ہے اور اے مُردوں کو زندہ کرنے والے! اے وہ جو زندہ ہے اور دوسروں کو زندگی بخشنے والا ہے! اے وہ جو قائم ہے اور دوسروں کو قائم کرنے والا ہے! اے ہمارے رب! تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

بہر حال بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عَلَاءؓ نے لشکر کے تمام افراد کو کہا کہ یہ دعا کرتے ہوئے سمندر میں اپنی سواریاں ڈال دیں۔ چنانچہ تمام مسلمان اپنے سپہ سالار حضرت عَلَاء بن حَضْرَمیؓ کی پیروی کرتے ہوئے ان کے پیچھے اپنے گھوڑوں، گدھوں، اونٹوں اور اپنے خچروں پر سوار ہوئے اور انہیں سمندر میں ڈال دیا اور پھر اللہ کی قدرت! اس خلیج کو بغیر کسی نقصان کے عبور کر لیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ نرم ریت جس پر پانی چھڑکا گیا ہے اس پر چل رہے ہیں کہ اونٹوں کے پاؤں تک نہ ڈوبے اور سمندر میں مسلمانوں کی کوئی چیز غائب نہ ہوئی۔ ایک چھوٹی سی گٹھڑی کے غائب ہونے کا ذکر ہے۔ اس کو بھی حضرت عَلَاءؓ اٹھا لائے تھے۔ بہر حال ساحل سے دَارِیْن تک کا سفر بیان کیا جاتا ہے کہ کشتیوں کے ذریعہ ایک دن اور ایک رات میں طے ہوتا تھا لیکن اس قافلے نے ایک ہی دن کے بہت ہی تھوڑے وقت میں یہ فاصلہ طے کر لیا۔[638]

تاریخ طبری میں اس طرح اس کی یہ تفسیر بیان کی گئی لیکن موجودہ زمانے کے بعض مصنف سمندر عبور کرنے کے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ اس وقت خلیج فارس میں جزر آیا ہو یا روایات میں مبالغہ ہو اور در حقیقت مسلمانوں کو مقامی باشندوں کے ذریعہ سے کشتیاں دستیاب ہو گئی ہوں جن پر سوار ہو کر انہوں نے سمندر عبور کیا ہو۔ لیکن بہر حال روایت میں اس تفصیل کا کہیں بھی ذکر نہیں ہے۔ مختلف لوگوں نے یہ روایت لکھی ہے۔ انہوں نے عبور کرنے کا ذکر کیا ہے لیکن اس میں شبہ نہیں کہ مسلمان دَارِین پہنچ گئے تھے۔[639]

کس طرح پہنچے اللہ بہتر جانتا ہے۔ باقی رہا معجزات کے بارے میں تو **حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی ایک تفسیر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کو بیان کرتے ہوئے جو اصولی راہنمائی کی ہے وہ بیان کر دیتا ہوں۔** حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہجرت کے وقت سمندر کے پھٹنے والے واقعہ کی تفسیر اور وضاحت کرتے ہوئے بیان فرمایا جو قرآن شریف میں آیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کے بیان کے مطابق واقعہ کی کیفیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ بنی اسرائیل ارضِ مقدس کے ارادے سے چلے جارہے تھے کہ پیچھے سے فرعون کا لشکر آپہنچا۔ اسے دیکھ کر بنی اسرائیل گھبرائے اور سمجھے کہ اب پکڑے جائیں گے لیکن خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کی معرفت ان کو تسلی دلائی اور حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ اپنا عصا سمندر پر ماریں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سمندر میں ایک راستہ ہو گیا اور وہ اس میں سے آگے روانہ ہوئے۔ ان کے دونوں طرف پانی تھا جو ریت کے ٹیلوں کی مانند یعنی اونچا نظر آتا تھا۔ لشکر فرعون نے ان کا پیچھا کیا مگر بنی اسرائیل کے صحیح سلامت پار ہونے پر پانی پھر لَوٹا اور مصری غرق ہو گئے۔ اب لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کے سمجھنے کے لیے یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق تمام معجزات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں اور کسی انسان کا اس میں دخل اور تصرف نہیں ہوتا۔ پس حضرت موسیٰؑ کا عصا اٹھانا اور سمندر پر مارنا صرف ایک نشانی کے لیے تھا نہ اس لیے کہ حضرت موسیٰؑ کا یا عصا کا سمندر کے سمٹ جانے میں کوئی دخل تھا۔

اس عصا کا سمندر کے سمٹ جانے میں کوئی دخل تھا۔ اسی طرح یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن کریم کے الفاظ سے ہر گز ثابت نہیں کہ سمندر کے دو ٹکڑے ہو گئے تھے اور اس میں سے حضرت موسیٰؑ نکل گئے تھے بلکہ قرآنِ کریم میں اس واقعہ کے متعلق دو لفظ استعمال کیے گئے ہیں، ایک فَرَقَ اور ایک اِنْفَلَقَ کا، جن کے معنی جدا ہو جانے کے ہیں۔ پس قرآن کریم کے الفاظ کے مطابق اس واقعہ کی یہی تفصیل ثابت ہوتی ہے کہ بنی اسرائیل کے گذرنے کے وقت سمندر جدا ہو گیا تھا یعنی کنارے سے ہٹ گیا تھا اور جو خشکی نکل آئی تھی اس میں سے بنی اسرائیل گذر گئے تھے اور سمندر کے کناروں پر ایسا ہو جایا کرتا ہے۔

چنانچہ نپولین کی (زندگی) لائف میں بھی لکھا ہے کہ جب وہ مصر پر حملہ آور ہوا تو وہ بھی اپنی فوج کے ایک حصہ سمیت بحیرۂ احمر کے کنارے کے پاس جزر کے وقت گزرا تھا اور اس کے گزرتے گزرتے مدّ کا وقت آ گیا اور مشکل سے بچا۔ اس واقعہ میں معجزہ یہ تھا یعنی حضرت موسیٰؑ والے واقعہ میں جو معجزہ تھا یہ تھا

کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ایسے وقت میں سمندر کے سامنے پہنچایا جبکہ جزر کا وقت تھا اور حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ اٹھاتے ہی اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت پانی گھٹنا شروع ہوا لیکن فرعون کا لشکر جب سمندر میں داخل ہوا تو ایسی غیر معمولی روکیں اس کے راستے میں پیدا ہو گئیں کہ اس کی فوج بہت سست رفتاری سے بنی اسرائیل کے پیچھے چلی اور ابھی سمندر ہی میں تھی کہ مدّ آگئی اور دشمن غرق ہو گیا... سمندر میں مدّ و جزر پیدا ہوتا رہتا ہے اور ایک وقت میں پانی کنارے پر سے بہت دور پیچھے ہٹ جاتا ہے اور دوسرے وقت میں وہ خشکی پر اَور آگے آ جاتا ہے۔ سمندر پھاڑنے کے واقعہ کا اسی مدّ و جزر کی کیفیت سے تعلق ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایسے وقت میں سمندر سے گزرے جبکہ جزر کا وقت تھا اور سمندر پیچھے ہٹا ہوا تھا اور اس کے بعد فرعون پہنچا۔ وہ بوجہ اس کے کہ کم سے کم ایک دن بعد حضرت موسیٰؑ کے چلا تھا وہ مارا مار کرتا ہوا جس وقت سمندر پر پہنچا ہے اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام سمندر کے اس خشک ٹکڑے کا جس سے وہ گزر رہے تھے اکثر حصہ طے کر چکے تھے۔ فرعون نے ان کو پار ہوتے دیکھ کر جلدی سے اس میں اپنی رتھیں ڈال دیں مگر سمندر کی ریت جو گیلی تھی اس کی رتھوں کے لیے مہلک ثابت ہوئی اور اس کی رتھیں اس میں پھنسنے لگیں اور اس قدر دیر ہو گئی کہ مدّ کا وقت آ گیا اور پانی بڑھنے لگا۔ اب اس کے لیے دونوں باتیں مشکل تھیں۔ نہ وہ آگے بڑھ سکتا تھا نہ پیچھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سمندر نے اسے درمیان میں آ لیا اور وہ اور اس کے بہت سے ساتھی سمندر میں غرق ہو گئے اور چونکہ مدّ کا وقت تھا، سمندر کا پانی جو کنارے کی طرف بڑھ رہا تھا اس نے ان کی لاشوں کو خشکی کی طرف لا پھینکا۔[640]

بہر حال مسلمان دَارِیْن کسی طرح پہنچ گئے تھے جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے اور وہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسی طرح کا مدو جزر والا کوئی واقعہ ہوا ہو۔ دَارِیْن پہنچ کر وہاں مسلمانوں کا اور مرتد باغیوں کا مقابلہ ہوا اور نہایت ہی خونریز جنگ ہوئی جس میں وہ سب مارے گئے یعنی باغی مارے گئے۔ کوئی خبر دینے والا بھی نہ بچا۔ مسلمانوں نے ان کے اہل و عیال کو لونڈی یا غلام بنا لیا اور ان کی املاک پر قبضہ کر لیا۔ ہر ایک شہ سوار کو چھ ہزار اور ہر پیادے کو دو ہزار درہم غنیمت میں ملے۔ مسلمانوں کو ساحلِ سمندر سے ان تک پہنچنے اور ان کے مقابلے میں پورا دن صرف ہو گیا۔ ان سے فارغ ہو کر وہ پھر واپس آ گئے۔

حضرت ثمامہ بن اثال کی شہادت

حضرت ثُمامہ بن اُثَالؓ کی شہادت کا واقعہ لکھا ہے کہ حضرت عَلَاء بن حَضْرَمیؓ تمام لوگوں کو واپس لے آئے سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے وہیں پر قیام کرنے کو پسند کیا۔ حضرت ثُمَامَہ بن اُثَالؓ بھی واپس آنے والوں میں تھے۔ عبداللہ بن حَذَفؓ کہتے ہیں کہ ہم بنو قَیس بن ثعلبہ کے ایک چشمہ پر مقیم تھے۔ لوگوں کی نظر حضرت ثُمَامَہؓ پر پڑی اور انہوں نے حُطَم کا چوغہ آپؓ کے جسم پر دیکھا۔ حُطَم کا یہ وہی چوغہ تھا جو اس کے قتل ہونے کے بعد مالِ غنیمت میں حضرت ثُمَامَہؓ کو دیا گیا تھا۔ انہوں نے ایک شخص کو دریافت کے لیے بھیجا، یعنی اس قبیلے والوں نے اور اُسے کہا کہ جا کر حضرت ثُمَامَہؓ سے دریافت کرو کہ یہ

چوغہ تمہیں کہاں سے ملا ہے اور حُطَم کے متعلق دریافت کرو کہ کیا تم نے ہی اسے قتل کیا تھا (حُطَم ان کا لیڈر تھا) یا کسی اَور نے؟ اس شخص نے آکر حضرت ثُمَامَہؓ سے چوغہ کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ یہ مجھے مالِ غنیمت میں ملا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ تم نے حُطَم کو قتل کیا ہے؟ حضرت ثُمَامَہؓ نے کہا کہ نہیں۔ اگرچہ میری تمنا تھی کہ مَیں اس کو قتل کرتا۔ اس شخص نے کہا کہ یہ چوغہ تمہارے پاس کہاں سے آیا ہے؟ حضرت ثُمَامَہؓ نے کہا اس کا جواب مَیں تمہیں پہلے ہی دے چکا ہوں کہ مالِ غنیمت میں ملا ہے۔ تو اس قبیلے کے اس شخص نے آکے اپنے دوستوں کو اپنی ساری گفتگو کی اطلاع دی۔ وہ سب پھر حضرت ثُمَامَہؓ کے پاس اکٹھے ہو کے آئے اور ان کو آکر گھیر لیا۔ ان سب نے کہا کہ تم حُطَم کے قاتل ہو۔ حضرت ثُمَامَہؓ نے کہا کہ تم جھوٹے ہو۔ مَیں اس کا قاتل نہیں ہوں۔ البتہ یہ چوغہ مجھے مال غنیمت میں بطور حصہ کے ملا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حصہ تو صرف قاتل ہی کو ملتا ہے حضرت ثُمَامَہؓ نے کہا کہ یہ چوغہ اس کے جسم پر نہیں تھا بلکہ اس کی سواری یا اس کے سامان سے ملا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ پھر ان کو شہید کر دیا۔[641]

حضرت سوید بن مُقَرِّنؓ کی مہم

دسویں مہم کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ حضرت سُوَید بن مُقَرِّنؓ کی مرتد باغیوں کے خلاف مہم تھی۔ حضرت ابو بکرؓ نے ایک جھنڈا حضرت سُوَید بن مُقَرِّنؓ کو دیا اور ان کو حکم دیا کہ وہ یمن کے علاقے تِہامہ کو جائیں۔[642]

لغت میں تِہَامہ کے معنی شدت گرمی اور ہوا کے رک جانے کے بھی ہیں۔ اسی طرح لغت میں اس کے ایک معنی نشیب کے بھی ہیں۔[643]

یمن کے مغرب اور جنوب میں بحر قلزم کے ساحل پر نشیبی اراضی کی ایک پٹی ہے جسے تِہَامہ کہتے ہیں۔ اس اراضی میں بہت سی نیچی لیکن تہ بہ تہ پہاڑیاں پائی جاتی ہیں۔ تِہَامہ کی شمالی سرحد مکہ کے قریب پہنچتی تھی اور جنوبی یمن کے پایہ تخت صَنْعَاء سے کوئی ساڑھے تین سو میل کے فاصلے پر ختم ہوتی تھی۔ تِہَامَہ یمن کا ایک ضلع تھا جس میں بہت سے گاؤں اور قصبے تھے۔[644]

یہ تو تِہَامہ یمن کا مختصر تعارف ہے۔ **حضرت سُوَید بن مُقَرِّنؓ کا تعارف** یہ ہے کہ حضرت سُوَیدؓ کے والد کا نام مُقَرِّن بن عَائِذ تھا۔ ان کا تعلق مُزَینہ قبیلہ سے تھا۔ ان کی کنیت ابو عدی تھی۔ ابو عمرو بھی کنیت بیان کی گئی ہے۔ پانچ ہجری میں انہوں نے اسلام قبول کیا۔ انہوں نے جنگِ خندق میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ شمولیت کی۔ پھر اس کے بعد تمام غزوات میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہے۔ آپ حضرت نعمان بن مُقَرِّنؓ کے بھائی تھے جنہوں نے ایرانی فتوحات میں کارہائے نمایاں سرانجام دیے تھے۔[645]

تاریخی کتب میں حضرت سُوَیدؓ کے تِہَامہ جانے اور وہاں ان کے مرتدین کے خلاف کارروائیوں کی

تفصیل نہیں ملتی تاہم کتبِ تاریخ میں اہل تہامہ کے ارتداد اور بغاوت کے حالات و واقعات یوں بیان ہوئے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے دس ہجری میں حجۃ الوداع کے بعد یمن میں محصلین زکوٰۃ مقرر فرمائے۔ آنحضرت ﷺ نے یمن کو سات حصوں میں تقسیم فرمایا تھا۔ تہامہ پر طاہر بن ابو ہالہ کو عامل مقرر فرمایا تھا۔ تہامہ میں ادنیٰ درجہ کے عربوں کے علاوہ دو بڑے اور اہم قبیلے تھے۔ ایک عَکّ اور دوسرا اَشْعَر۔[646]

تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے حضرت عَتَّاب بن اُسَیدؓ اور حضرت عثمان بن ابو العاصؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو لکھا کہ ہمارے علاقے میں مرتدین نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا ہے۔ مرتدین صرف مرتدین نہیں تھے بلکہ جیسا کہ پہلے بھی بیان کر چکا ہوں یہ لوگ مسلمانوں پر حملے بھی کرتے تھے۔ یہاں بھی یہی صورتحال تھی۔ تو حضرت عَتَّابؓ نے اپنے بھائی حضرت خالد بن اُسَیدؓ کو اہلِ تہامہ کی سرکوبی کے لیے بھیجا جہاں بنو مُدْلِج کی ایک بڑی جماعت اور خُزَاعہ اور کِنَانَہ کی مختلف جماعتیں بنو مُدْلِج کے خاندان بنو شَنُوق کے جُنْدُب بن سُلْمٰی کی سرکردگی میں مرتد ہو کر مقابلہ کے لیے جمع تھیں۔ دونوں حریفوں کا مقابلہ ہوا اور حضرت خالد بن اُسَیدؓ نے ان کو شکست دے کر پراگندہ کر دیا اور بہت سارے افراد کو قتل کر دیا۔ اس میں بنو شَنُوق کے افراد سب سے زیادہ مارے گئے۔ اس واقعہ کے بعد ان کی تعداد بہت کم رہ گئی۔ اس واقعہ نے حضرت عَتَّابؓ کے علاقے کو فتنۂ ارتداد سے پاک صاف کر دیا اور جندب بھاگ گیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد اس نے دوبارہ اسلام قبول کر لیا۔[647]

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد تہامہ میں سب سے زیادہ قبیلہ عَکّ اور اَشْعَر نے بغاوت کی اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب ان کو نبی کریم ﷺ کی وفات کی اطلاع ملی تو ان میں سے متفرق لوگ جمع ہوئے اور پھر خَضَم قبیلہ کے لوگ بھی ان کے ساتھ جا ملے۔ انہوں نے ساحلِ سمندر کی جانب اَعْلَاب مقام میں اپنا پڑاؤ ڈالا اور ان کے ساتھ وہ سپاہی بھی آملے جن کا کوئی سردار نہ تھا۔ اَعْلَاب جو ہے یہ بھی مکہ کے ساحل کے درمیان قبیلہ عَک کا علاقہ ہے۔ حضرت طاہر بن ابو ہالہؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو اس کی اطلاع دی اور خود ان کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوئے اور اپنی روانگی کی اطلاع بھی انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کو لکھ دی۔ حضرت طاہرؓ کے ساتھ مَسروق عَکّی اور قبیلہ عَک میں سے ان کی قوم کے وہ افراد تھے جو مرتد نہیں ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ مقام اَعْلَاب میں ان لوگوں سے جا ملے اور وہاں ان سے شدید جنگ کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو، دشمنوں کو شکست دی۔ مسلمانوں نے ان کو بے دریغ قتل کیا۔ تمام راستوں میں ان کے مقتولین کی بدبو پھیل گئی اور مسلمانوں کو ایک شاندار فتح حاصل ہوئی۔

تِہَامَہ میں ارتداد کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے ایک مصنف نے لکھا ہے کہ تِہَامَہ کے ارتداد کو کچلنے میں سرفہرست طاہر بن ابی ہالہ تھے جو رسول اللہ ﷺ کی جانب سے تِہَامَہ کے لیے تِہَامَہ کے حصہ پر والی تھے جو قبیلہ عَک اور اشعریوں کا وطن تھا۔ پھر ابو بکرؓ نے عُکّاشہ بن ثَور کو حکم دیا کہ وہ تِہَامَہ میں اقامت پذیر ہوں اور اپنے پاس اس کے باشندوں کو اکٹھا کر کے حکم کا، حضرت ابو بکرؓ کے حکم کا انتظار

کریں۔ حضرت عکاشہؓ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وفات کے وقت حَضْر مَوت کے دو علاقوں سَکَاسِك اور سَکُوْن پر عامل مقرر تھے اور بَجِیْلَہ قبیلہ کے پاس حضرت ابو بکرؓ نے جَرِیر بنِ عبد اللہ بَجَلِیؓ کو واپس بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ وہ اپنی قوم کے ثابت قدم رہنے والے مسلمانوں کو لے کر اسلام سے مرتد ہونے والوں سے قتال کریں اور پھر قبیلہ خَثْعَم کے پاس پہنچیں اور ان کے مرتدین سے قتال کریں۔

جَرِیر اپنی مہم پر روانہ ہوئے اور صدیق اکبرؓ نے جو حکم دیا تھا اس کو بجالائے اور تھوڑے سے افراد کے علاوہ ان کے مقابلے میں کوئی نہ آیا۔ آپؓ نے ان کو قتل کیا اور انہیں منتشر کر دیا۔[648]

حضرت مہاجر بن ابو امیہؓ کی مہم

گیارھویں مہم کے بارہ میں لکھا ہے کہ یہ مہم مُہَاجِر بن ابو امیہؓ کی یمن کے مرتد باغیوں کے خلاف تھی۔ حضرت ابو بکرؓ نے ایک جھنڈا حضرت مُہَاجِر بن ابو امیہؓ کو دیا تھا اور انہیں حکم دیا تھا کہ وہ اَسْوَد عنسی کی فوج کا مقابلہ کریں اور ابناء کی مدد کریں جن سے قَیْس بن مَکْشُوح اور دوسرے اہلِ یمن برسرِ پیکار تھے۔ اس وقت یمن میں دو اہم طبقے تھے۔

ایک اصلی باشندے جن کا تعلق سبا اور حِمْیَر کے خاندان سے تھا اور دوسرے فارسی آباء کی نسل جن کو اَبْنَاء کہتے تھے۔ یہ ابناء اس وقت یمن کی سب سے مقتدر اقلیت تھے۔ ایک عرصہ سے یمن کا حاکم کسریٰ کی حکومت کے ماتحت تھا۔ اس لیے حکومت کے اکثر عہدے ابناء کو حاصل تھے۔ بہرحال لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت مُہَاجِر کو ہدایت دی کہ فارغ ہو کر کِنْدَہ قبیلے کے مقابلے کے لیے حَضْرَمَوت چلے جانا۔[649]

حَضْرَمَوت یمن سے مشرق کی طرف ایک وسیع علاقہ ہے جس میں بیسیوں بستیاں ہیں۔ حَضْرَمَوت اور صَنْعَاء کے درمیان 216 میل کا فاصلہ ہے۔[650]

کِنْدَہ یمن کے ایک قبیلہ کا نام ہے۔[651]

حضرت مُہَاجِرؓ کے تعارف کے بارے میں لکھا ہے کہ آپؓ کا نام مُہَاجِر بن ابو امیہؓ بن مغیرہ بن عبد اللہ تھا۔ حضرت مُہَاجِر بن ابو امیہ اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہؓ کے بھائی تھے۔ آپؓ غزوۂ بدر میں مشرکین کی طرف سے شامل ہوئے اور اس دن آپؓ کے دو بھائی ہشام اور مسعود قتل ہوئے۔ آپؓ کا اصل نام ولید تھا جس کو نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے تبدیل کر دیا تھا۔[652]

ایک روایت میں ہے کہ مُہَاجِر غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے۔ جب رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس غزوہ سے واپس تشریف لائے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ان سے ناراض تھے۔ ایک روز حضرت اُمّ سلمہؓ آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا سر دھو رہی تھیں تو انہوں نے عرض کیا کہ مجھے کوئی بھی چیز کس طرح فائدہ پہنچا سکتی ہے جبکہ آپؐ میرے بھائی سے ناراض ہیں؟ جب حضرت اُمّ سلمہؓ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں کچھ نرمی اور شفقت کے آثار دیکھے تو انہوں نے اپنی خادمہ کو اشارہ کیا اور وہ مُہَاجِر کو بلا لائی۔ مُہَاجِر مسلسل اپنا عذر بیان کرتے رہے یہاں تک کہ

رسول اللہ ﷺ نے ان کا عذر قبول فرما لیا اور ان سے راضی ہو گئے اور ان کو کِندہ کا عامل مقرر فرما دیا مگر وہ بیمار ہو گئے اور وہاں نہ جا سکے تو انہوں نے زیاد کو لکھا کہ وہ ان کی خاطر ان کا کام بھی سر انجام دیں۔ پھر جب انہوں نے بعد میں شفا پائی تو حضرت ابو بکرؓ نے ان کی امارت کے تقرر کو پورا کیا اور انہیں نجران سے لے کر یمن کے آخری حدود تک حاکم مقرر کیا اور قتال کا حکم دیا۔[653]

اسود عنسی

ضَحَّاک بن فَیرُوز کہتے ہیں کہ سب سے پہلے یمن میں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ارتداد شروع ہوا جس کا بانی ذُوالخِمَار عَبْہَلَہ بن کعب تھا جو اَسْوَد عنسی کے نام سے مشہور ہوا۔[654]

اَسْوَد عنسی یمن کے قبیلہ بنو عَنْس کا سردار تھا۔ سیاہ فام ہونے کی وجہ سے اَسْوَد کہلاتا تھا۔[655]

ایک روایت میں اس کا نام عَبْہَلَہ بن کَعْب کی بجائے عَیْہَلَہ بن کَعْب بن عَوف عنسی بیان ہوا ہے۔ اَسْوَد عنسی کا لقب ذُوالخِمار تھا کیونکہ وہ ہر وقت کپڑا لپیٹے ہوئے رہتا تھا۔[656]

اور بعض کے نزدیک اس کا لقب ذُوالخُمار یعنی نشہ میں مست رہنے والا بھی ملتا ہے۔[657]

بعض روایت میں اس کا لقب ذُوالحِمَار بیان کیا جاتا ہے اور اس کی ایک وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اَسْوَد کے پاس ایک سدھایا ہوا گدھا تھا۔ یہ جب اس کو کہتا کہ اپنے مالک کو سجدہ کرو تو وہ سجدہ کرتا۔ بیٹھنے کو کہتا تو بیٹھ جاتا۔ کھڑے ہونے کو کہتا تو کھڑا ہو جاتا۔[658]

بعض کے نزدیک اس کو ذُوالحِمَار اس لیے کہا جاتا تھا کہ وہ کہتا تھا کہ جو شخص مجھ پر ظاہر ہوتا ہے وہ گدھے پر سوار ہوتا ہے۔[659]

بہرحال لکھا ہے کہ اَسْوَد نے اپنا لقب رَحْمَانُ الیَمَن رکھا جیسے مسیلمہ نے اپنا لقب رَحْمَانُ الْیَمَامَہ رکھا تھا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ اس پر وحی آتی ہے اور اسے دشمنوں کے تمام منصوبوں کا علم قبل از وقت ہو جاتا ہے۔[660]

اَسْوَد شعبدہ باز تھا اور لوگوں کو عجیب و غریب شعبدے دکھاتا تھا۔[661]

دو جھوٹے مدعیان نبوت اور آنحضرت ﷺ کی رؤیا

بخاری کی روایت کے مطابق آنحضرت ﷺ کو خواب میں پہلے سے ہی بتا دیا گیا تھا کہ دو جھوٹے مدعیان نبوت خروج کریں گے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ بَیْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِیْتُ بِخَزَائِنِ الْأَرْضِ، فَوُضِعَ فِیْ كَفِّیْ سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ، فَكَبُرَا عَلَیَّ، فَأَوْحَی اللّٰہُ إِلَیَّ أَنِ انْفُخْهُمَا، فَنَفَخْتُهُمَا فَذَهَبَا، فَأَوَّلْتُهُمَا الْكَذَّابَیْنِ اللَّذَیْنِ أَنَا بَیْنَهُمَا، صَاحِبَ صَنْعَاءَ، وَصَاحِبَ الْیَمَامَةِ۔[662]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس دوران کہ مَیں سویا ہوا تھا رؤیا میں مجھے زمین کے خزانے عطا کیے گئے اور میرے ہاتھ میں دو سونے کے کڑے رکھے گئے تو مجھ پر گراں گزرا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی کی کہ مَیں ان دونوں پر پھونک ماروں۔ مَیں نے ان پر پھونک ماری تو وہ غائب ہو گئے۔ مَیں نے اس سے مراد دو جھوٹے لیے جن کے درمیان مَیں ہوں۔ صنعاء والا اَسْوَد عنسی، یمامہ والا مسیلمہ کَذّاب۔

بخاری میں ہی ایک اَور روایت ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی رؤیا بتائی گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مَیں سویا ہوا تھا کہ مجھے دکھایا گیا کہ میرے دونوں ہاتھوں پر دو سونے کے کڑے رکھے گئے ہیں جس پر میں گھبرا گیا اور ان کو بُرا جانا۔ مجھے کہا گیا تو مَیں نے ان دونوں پر پھونک ماری تو وہ اُڑ گئے یعنی اللہ کی طرف سے کہا گیا۔ مَیں نے ان کی تعبیر کی کہ دو جھوٹے ہیں جو میرے خلاف نکلیں گے۔ راوی عبید اللہ نے کہا کہ ان دو میں سے ایک تو عنسی تھا جسے یمن میں فیروز نے قتل کیا اور دوسرا مسیلمہ کَذّاب۔[663]

جب رسول اللہ ﷺ نے ایرانی بادشاہ کِسریٰ کو دعوتِ اسلام کا خط لکھا تو اس نے غضبناک ہو کر اپنے ماتحت عاملِ یمن بَاذَان بعض اس کا نام بَدْھَان بھی بیان کرتے ہیں، اس کو حکم دیا کہ وہ اس شخص کا یعنی رسول اللہ ﷺ کا سر لے کر دربار میں پہنچے۔ بَاذَان نے دو آدمی آپ ﷺ کی طرف روانہ کیے مگر آپؐ نے فرمایا: میرے اللہ نے مجھے بتایا ہے کہ تمہارے بادشاہ کو اس کے بیٹے شِیْرَوَیْہ نے ہلاک کر دیا ہے اور اس کی جگہ خود بادشاہ بن بیٹھا ہے اور ساتھ ہی بَاذَان کو دعوتِ اسلام دی اور فرمایا کہ اگر وہ اسلام قبول کر لے گا تو اسے بدستور یمن کا حاکم رکھا جائے گا۔ یہ سن کر دونوں اشخاص واپس چلے گئے۔ بَاذَان کو ساری بات بتائی اور اسی دوران بَاذَان کو یہ خبر بھی مل گئی کہ واقعی ایسا ہوا کہ کسریٰ کو اس کے بیٹے شِیْرَوَیْہ نے ہلاک کر دیا ہے اور اس کی جگہ خود بادشاہ بن گیا ہے۔ بَاذَان نے جب آپ ﷺ کی اس بات کو پورا ہوتے دیکھ لیا تو اس نے نبی کریم ﷺ کی دعوتِ اسلام قبول کر لی اور آپ ﷺ نے اسے حاکم یمن برقرار رکھا۔[664]

اس خط کے بارے میں اور دعوتِ اسلام کے بارے میں اور جو کسریٰ نے کہا تھا اس کے بارے میں حضرت مصلح موعودؓ نے بھی ایک جگہ لکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ "عبد اللہ بن حُذَافہؓ کہتے ہیں کہ جب مَیں کسریٰ کے دربار میں پہنچا تو مَیں نے اندر آنے کی اجازت طلب کی جو دی گئی۔ جب مَیں نے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کا خط کسریٰ کے ہاتھ میں دیا تو اس نے ترجمان کو پڑھ کر سنانے کا حکم دیا۔ جب ترجمان نے اس کا ترجمہ پڑھ کر سنایا تو کسریٰ نے غصہ سے خط پھاڑ دیا۔ جب عبد اللہ بن حُذَافہ نے یہ خبر آکر رسول اللہ ﷺ کو سنائی تو آپؐ نے فرمایا۔

کسریٰ نے جو کچھ ہمارے خط کے ساتھ کیا خدا تعالیٰ اس کی بادشاہت کے ساتھ بھی ایسا ہی کرے گا۔ کسریٰ کی اس حرکت کا باعث یہ تھا کہ عرب کے یہودیوں نے ان یہودیوں کے ذریعہ سے جو روم کی حکومت سے بھاگ کر ایران کی حکومت میں چلے گئے تھے اور بوجہ رومی حکومت کے خلاف سازشوں

میں کسریٰ کا ساتھ دینے کے کسریٰ کے بہت منہ چڑھے ہوئے تھے، کسریٰ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بہت بھڑ کا رکھا تھا۔ جو شکایتیں وہ کر رہے تھے اس خط نے کسریٰ کے خیال میں ان کی تصدیق کر دی اور اس نے خیال کیا کہ یہ شخص میری حکومت پر نظر رکھتا ہے۔" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسریٰ کی حکومت پر نظر رکھتے ہیں یہ اس کا خیال تھا۔ "چنانچہ اس خط کے معاً بعد کسریٰ نے اپنے یمن کے گورنر کو ایک چٹھی لکھی جس کا مضمون یہ تھا کہ قریش میں سے ایک شخص نبوت کا دعویٰ کر رہا ہے اور اپنے دعووں میں بہت بڑھتا چلا جاتا ہے۔ تُو فوراً اس کی طرف دو آدمی بھیج جو اس کو پکڑ کر میری خدمت میں حاضر کریں۔ اِس پر بَاذَان نے جو اس وقت کسریٰ کی طرف سے یمن کا گورنر تھا ایک فوجی افسر اور ایک سوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھجوائے اور ایک خط بھی آپ کی طرف لکھا کہ آپ اس خط کے ملتے ہی فوراً اِن لوگوں کے ساتھ کسریٰ کے دربار میں حاضر ہو جائیں۔ وہ افسر پہلے مکہ کی طرف گیا۔ طائف کے قریب پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" مدینہ میں رہتے ہیں۔ چنانچہ وہ وہاں سے مدینہ گیا۔

مدینہ پہنچ کر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ کسریٰ نے بَاذَان گورنر یمن کو حکم دیا ہے کہ آپ کو پکڑ کر اس کی خدمت میں حاضر کیا جائے۔ اگر آپ اس حکم کا انکار کریں گے تو وہ آپ کو بھی ہلاک کر دے گا اور آپ کی قوم کو بھی ہلاک کر دے گا اور آپ کے ملک کو برباد کر دے گا۔ اس لئے آپ ضرور ہمارے ساتھ چلیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بات سن کر فرمایا۔ اچھا کل پھر تم مجھ سے ملنا۔ رات کو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور خدائے ذوالجلال نے آپؐ کو خبر دی کہ کسریٰ کی گستاخی کی سزا میں ہم نے اس کے بیٹے کو اس پر مسلط کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ اسی سال جمادی الاولیٰ کی دسویں تاریخ پیر کے دن اس کو قتل کر دے گا اور بعض روایات میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا آج کی رات اس نے اسے قتل کر دیا ہے ممکن ہے وہ رات وہی دس جمادی الاولیٰ کی رات ہو۔ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو بلایا اور ان کو اس پیشگوئی کی خبر دی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بَاذَان کی طرف خط لکھا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ کسریٰ فلاں تاریخ فلاں مہینے قتل کر دیا جائے گا۔ جب یہ خط یمن کے گورنر کو پہنچا تو اس نے کہا اگر یہ سچا نبی ہے تو ایسا ہی ہو جائے گا ورنہ اس کی اور اس کے ملک کی خیر نہیں۔

تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ایران کا ایک جہاز یمن کی بندرگاہ پر آکر ٹھہرا اور گورنر کو ایران کے بادشاہ کا ایک خط دیا جس کی مہر کو دیکھتے ہوئے یمن کے گورنر نے کہا۔ مدینہ کے نبی نے سچ کہا تھا۔ ایران کی بادشاہت بدل گئی اور اس خط پر ایک اَور بادشاہ کی مہر ہے۔ جب اس نے خط کھولا تو اس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ بَاذَان گورنر یمن کی طرف ایران کے کسریٰ شِیْرَوَیْہ کی طرف سے یہ خط لکھا جاتا ہے۔ مَیں نے اپنے باپ سابق کسریٰ کو قتل کر دیا ہے اس لئے کہ اس نے ملک میں خونریزی کا دروازہ کھول دیا تھا اور ملک کے شرفا کو قتل کرتا تھا اور رعایا پر ظلم کرتا تھا۔ جب میرا یہ خط تم تک پہنچے تو فوراً تمام افسروں سے میری اطاعت کا اقرار لو اور اس سے پہلے میرے باپ نے جو عرب کے ایک نبی کی گرفتاری کا حکم تم کو بھجوایا تھا اس کو منسوخ سمجھو۔ یہ خط پڑھ کر بَاذَان اتنا متاثر ہوا کہ اسی وقت وہ اور اس کے کئی ساتھی اسلام لے آئے اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اسلام کی اطلاع دے دی۔"[665]

دیباچہ تفسیر القرآن میں یہ تفصیل حضرت مصلح موعودؓ نے لکھی ہے۔ جب بَاذَان کا انتقال ہو گیا تو اس کے بعد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے امراء کو یمن کے مختلف علاقوں پر عامل مقرر فرمایا اور مُعَاذ بن جبل یمن اور حَضْرَمَوْت کے ان تمام علاقوں کے معلم تھے۔ لہٰذا وہ ان سب مقامات کا دورہ کرتے رہتے تھے۔ اَسْوَد جو کہ ایک کاہن تھا اور یمن کے جنوبی حصہ میں رہتا تھا اس نے شعبدہ بازی اور مُسَجَّع اور مُقَفّٰی گفتگو کی وجہ سے بہت جلد لوگوں کی توجہ اپنی طرف کھینچ لی اور اس نے نبوت کا دعویٰ بھی کر دیا۔ وہ لوگوں پر یہ ظاہر کرتا کہ اس کے پاس ایک فرشتہ آتا ہے جو ہر بات اس کو بتا دیتا ہے اور اس کے دشمنوں کے منصوبے اور راز فاش کر دیتا ہے جس پر سادہ اور جاہل لوگوں کی بہت بڑی تعداد اس کے گرد اکٹھی ہو گئی۔ دراصل اَسْوَد عنسی نے یہ نعرہ بھی لگایا کہ یمن صرف یمنیوں کا ہے تو یمن کے باشندے قومیت کے اس نعرے سے بہت متاثر ہوئے۔ یہ نعرہ بڑا پرانا ہے آج بھی یہی استعمال ہوتا ہے اور دنیا میں جو فساد پھیلا ہوا ہے اسی وجہ سے ہے۔ بہر حال کیونکہ یمن میں اسلام ابھی پوری طرح لوگوں میں راسخ نہیں ہوا تھا اس لیے ان لوگوں نے اجنبی تسلط سے آزاد ہونے کے لیے اَسْوَد کی قومیت کے نعرے پر لبیک کہا اور اس کے ساتھ مل گئے۔

جب یہ تشویشناک اطلاعات مدینہ پہنچیں تو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم غزوۂ موتہ کے شہداء کا انتقام لینے اور شمالی جانب سے حملوں کی روک تھام کے لیے حضرت اسامہ بن زیدؓ کے لشکر کی تیاریوں میں مشغول تھے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یمن کے سرداروں کے نام پیغام بھیجا کہ وہ اپنے طور پر اَسْوَد کا مقابلہ جاری رکھیں اور جونہی اسامہ کا لشکر فتح یاب ہو کر لوٹے گا تو اسے یمن کی جانب روانہ کر دیا جائے گا۔ 666

اَسْوَد عنسی کی فوج میں سات سو گھڑ سوار تھے۔ اس نے بڑی فوج بنائی تھی اور اونٹ سوار اس کے علاوہ تھے۔ بعد میں اس کا اقتدار مضبوط ہوتا گیا۔ قبیلہ مُذْحِج میں اس کا قائم مقام عَمرو بن مَعْدِی کَرِب تھا۔ عَمرو بن مَعْدِی کَرِب یمن کا مشہور شہسوار تھا، شاعر تھا اور مقرر تھا۔ اس کی کنیت ابوثَور تھی۔ دس ہجری میں اس نے اپنے قبیلہ بَنُو زَبِید کے وفد کے ساتھ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا تھا۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وفات کے بعد یہ مرتد ہو گیا لیکن بعد میں پھر حق کی طرف رجوع کر لیا اور جنگِ قادسیہ میں کارہائے نمایاں انجام دیے اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے آخری ایام میں اس کا انتقال ہوا۔ 667

بہر حال لکھا ہے کہ اَسْوَد عنسی نے پہلے اہل نجران پر حملہ کر کے حضرت عَمرو بن حَزْمؓ اور حضرت خالد بن سعیدؓ کو وہاں سے نکال دیا۔ اس کے بعد اس نے صَنْعَاء پر چڑھائی کی۔ وہاں حضرت شَهْر بن بَاذَانؓ نے اس کا مقابلہ کیا لیکن وہ شہید ہو گئے۔ حضرت معاذ بن جبلؓ ان دنوں صنعاء میں ہی تھے مگر اس صورتحال کے پیش نظر حضرت ابو موسیٰؓ کے پاس مَآرِب چلے گئے جہاں سے وہ دونوں حَضْرَمَوت چلے گئے۔ اس طرح اَسْوَد عنسی یمن کے تمام علاقے پر قابض ہو گیا۔ اَسْوَد عنسی نے حضرت شَهْر بن بَاذَانؓ کی

شہادت کے بعد ان کی بیوی سے زبردستی شادی بھی کر لی تھی جس کا نام "مَرزُبَانَہ" یا بعض کتب کے مطابق "آزاد" تھا۔ اسی اثناء میں حَضرَمَوت اور یمن کے مسلمانوں کی طرف رسول اللہ ﷺ کا خط پہنچا جس میں ان کو اَسْوَد عنسی کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ لہٰذا اس مقصد کے لیے حضرت معاذ بن جبلؓ کھڑے ہوئے اور اس سے مسلمانوں کے دل مضبوط ہو گئے۔ جِشْنَس دَیْلَمِی کہتے ہیں کہ وَبَرْ بن یُحَنِّس رسول اللہ ﷺ کا خط لے کر ہمارے پاس آئے۔ جِشْنَس دَیْلَمِی کا نام بعض جگہ جُشَیْش دَیْلَمِی بھی بیان ہوا ہے۔ بہرحال یہ ان لوگوں میں سے تھے جنہیں نبی کریم ﷺ نے اَسْوَد عنسی کے قتل کے لیے یمن میں خط لکھا تھا اور انہوں نے فیروز اور دَاذُوَیہ کے ساتھ مل کر اسے قتل کیا تھا۔[668]

وَبَرْ بن یُحَنِّس کا نام وَبْرَہ بن یُحَنِّس بھی بیان ہوا ہے۔ وہ ابنائے یمن میں سے تھے اور دس ہجری میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا تھا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ اس خط میں آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا تھا کہ ہم اپنے دین پر قائم رہیں اور لڑائی یا حیلے سے اَسْوَد کے خلاف جنگی کارروائی کریں نیز ہم آپ ﷺ کے پیغام کو ان لوگوں کو بھی پہنچائیں جو اس وقت اسلام پر راسخ ہوں اور دین کی حمایت کے لیے آمادہ ہوں۔ ہم نے عمل کیا مگر ہم نے دیکھا کہ اَسْوَد کے خلاف کامیاب ہونا بہت دشوار ہے۔[669]

جِشْنَس دَیْلَمِی بیان کرتے ہیں کہ ہمیں ایک بات معلوم ہوئی کہ اَسْوَد اور قَیس بن عَبْدِ یَغُوث کے درمیان کچھ پرخاش پیدا ہو چکی ہے۔ آپس میں پھوٹ پڑ گئی ہے یا کم از کم کچھ رنجشیں پیدا ہو گئی ہیں لہٰذا ہم نے سوچا کہ قَیس کو اپنی جان کا خطرہ ہے۔

قَیس بن عَبْدِ یَغُوث کے نام اور نسب کے بارے میں اختلاف ہے۔ ایک قول کے مطابق اس کا نام هُبَیْرَہ بن عَبْدِ یَغُوث تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عَبْدِ یَغُوث بن هُبَیْرَہ تھا۔ بہرحال ابوموسیٰ کا کہنا ہے کہ یہ قَیس بن عَبْدِ یَغُوث بن مَکْشُوح تھے۔ ایک قول کے مطابق یہ صحابی نہ تھے جبکہ دوسرے قول کے مطابق ان کو نبی کریم ﷺ سے ملاقات اور آپ ﷺ سے روایت کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔ یہ اَسْوَد عنسی کو قتل کرنے والوں میں شامل تھے اور عَمرو بن مَعْدِی کَرِب کے بھانجے تھے۔ یہ یمن میں مرتد ہونے والوں میں سے تھے لیکن بعد میں اسلام کی طرف لوٹ آئے اور فتح عراق اور جنگ قادسیہ میں ان کا بہت نمایاں نام آتا ہے۔ یہ جنگ نِهَاوَنْد میں شریک تھے اور جنگ صِفِّین میں حضرت علیؓ کی ہمراہی میں شہید ہوئے۔

اسود عنسی کا قتل

جِشْنَس دَیْلَمِی کہتے ہیں کہ ہم نے قَیس کو اسلام کی دعوت دی اور اس کو آنحضرت ﷺ کا پیغام پہنچایا تو اسے ایسا محسوس ہوا کہ گویا ہم آسمان سے اترے ہیں۔ اس لیے اس نے فوراً ہماری بات مان لی اور اسی طرح ہم نے دوسرے لوگوں کے ساتھ بھی خط و کتابت کی۔ مختلف قبائلی سردار بھی اَسْوَد کے مقابلے

کے لیے تیار ہو چکے تھے۔ انہوں نے ہم سے خط کے ذریعہ مدد کا وعدہ کیا۔ ہم نے جواب میں لکھا کہ جب تک ہم آخری فیصلہ کر کے ان کو جواب نہ دیں وہ اپنی جگہ سے حرکت نہ کریں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے پیغام کے موصول ہونے کی وجہ سے اَسْوَد کے خلاف کارروائی کرنا ضروری ہو گیا تھا۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے نجران کے تمام باشندوں کو اَسْوَد کے معاملہ کے متعلق لکھا تھا۔

انہوں نے آپ کی بات مان لی۔ جب یہ اطلاع اَسْوَد تک پہنچی تو اسے اپنی ہلاکت نظر آنے لگی۔ جِشْنَسْ دَیْلَمِی کہتے ہیں کہ مجھے ایک ترکیب سوجھی۔ مَیں اَسْوَد کی بیوی آزاد کے پاس گیا جو شَھْرِ بن بَاذَان کی بیوہ تھی اور اس سے اَسْوَد نے شَھْرِ بنِ بَاذَان کو قتل کرنے کے بعد شادی کر لی تھی۔ میں نے اسے اَسْوَد کے ہاتھوں اس کے پہلے خاوند حضرت شَھْرِ بنِ بَاذَان کی شہادت، اس کے خاندان کے دیگر افراد کی ہلاکت اور خاندان کو پہنچنے والی ذلت اور مظالم یاد دلائے اور اسے اَسْوَد کے خلاف اپنی مدد کے لیے کہا تو وہ بڑی خوشی سے تیار ہو گئی اور اس نے کہا کہ بخدا! مَیں اَسْوَد کو اللہ کی تمام مخلوق میں سب سے بُرا سمجھتی ہوں۔ یہ اللہ کے کسی حق کا احترام نہیں کرتا اور نہ اللہ کی کسی حرام کردہ شے سے اجتناب کرتا ہے۔ پس جب تمہارا ارادہ ہو مجھے مطلع کرنا۔ مَیں اس معاملہ کی تدبیر کروں گی اور آخر کار ایک مکمل منصوبہ بندی کے ساتھ اَسْوَد عنسی کی اسی بیوی کی تائید کے ساتھ اَسْوَد عنسی کو ایک رات اس کے محل میں داخل ہو کر قتل کر دیا گیا اور جب صبح ہوئی تو قلعہ کی دیوار پر کھڑے ہو کر اس امتیازی نشان کے ساتھ آواز لگائی گئی کہ مرتد باغی اَسْوَد اپنے انجام کو پہنچ چکا ہے تو مسلمان اور کافر قلعہ کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ پھر انہوں نے صبح کی اذان دی اور کہا اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ یعنی مَیں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اَسْوَد عنسی جھوٹا ہے پھر اس کا سر ان لوگوں کے سامنے پھینک دیا۔ اس طرح یہ فتنہ تین ماہ تک اور ایک قول کے مطابق چار ماہ کے قریب بھڑک کر ٹھنڈا ہو گیا اور تمام عُمّال اور امراء وغیرہ اپنے اپنے علاقوں میں حسبِ معمول مصروف عمل ہو گئے اور حضرت معاذ بن جبل ان لوگوں کی امامت کراتے تھے۔ اَسْوَد عنسی کے قتل، اس کی فوج کی شکست اور اس کے فتنے کے اختتام کی خبر آنحضرت ﷺ کو جب بھیجی گئی تو اس سے پہلے آپؐ کا وصال ہو چکا تھا۔ یہ بھی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وصال سے قبل اَسْوَد عنسی کے قتل کی خبر بذریعہ وحی اسی رات دے دی تھی جس رات وہ قتل ہوا تھا۔ چنانچہ آپ نے اگلی صبح اس کی اطلاع صحابہ کو بھی دے دی اور یہ بھی بتا دیا کہ اسے فیروز نے قتل کیا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کو خلافت کے منصب پر فائز ہونے کے بعد ملنے والی سب سے پہلی خوش خبری اَسْوَد عنسی کے قتل کی خبر تھی۔ اَسْوَد کے قتل کی خبر جس رات رسول اللہ ﷺ کو پہنچی اس کی صبح کو آپؐ کا وصال ہو گیا اور ایک روایت کے مطابق جب اَسْوَد کے قتل کی خبر لانے والا مدینہ آیا تو اس وقت آنحضرت ﷺ کو دفن کیا جا رہا تھا اور ایک روایت یہ ہے کہ اَسْوَد کے قتل کی خبر آنحضرت ﷺ کی وفات کے دس بارہ دن بعد مدینہ پہنچی جب حضرت ابو بکرؓ خلیفہ منتخب ہو چکے تھے۔ اس بارے میں مختلف روایتیں ہیں لیکن بہر حال یہ انہی دنوں کی، آٹھ دس دن پہلے یا بعد کی بات ہے۔ اَسْوَد کے قتل کے بعد صنعاء میں پہلے کی طرح مسلمانوں کی حکومت

قائم ہو گئی۔ [670]

لیکن یمن میں ایک دفعہ پھر بغاوت اٹھی۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کا جب یمن میں چرچا ہوا تو سدھرتے حالات پھر خراب ہو گئے۔ قَیس بن عَبْدِ یَغُوث جو فَیرُوز اور دَاذُوَیہ کو ملا کر اَسْوَد سے باغی ہو گیا تھا اور جس نے ان کے تعاون سے اَسْوَد کو قتل کیا تھا اب پھر اسلام کی وفاداری سے منحرف ہو گیا۔ لائق اور اولو العزم آدمی تھا۔ قومی عصبیت سے سرشار تھا۔ یمن میں فارسیوں کا اقتدار اسے ہمیشہ سے کھٹکتا رہتا تھا۔ اس کے خاتمہ کے بعد وہ ابناء کی خوشحالی اور ان کی اجتماعی اور اقتصادی برتری کو خاک میں ملانا چاہتا تھا۔ ایک کامیاب فوجی لیڈر وہ پہلے سے تھا اس نے اَسْوَد کے فوجی لیڈروں سے سازباز کی اور ابناء کو ملک سے نکالنے کا منصوبہ بنالیا۔ فیروز اور دَاذُویہ دونوں سے اس نے تعلقات خراب کر لیے۔ دَاذُویہ کو دھوکا سے قتل کر دیا۔ فیروز قتل ہوتے ہوتے بچ گیا۔ فیروز نے حضرت ابو بکرؓ کو اپنی اور ابناء کی وفاداری سے مطلع کر کے درخواست کی کہ ہماری مدد کیجیے۔ ہم اسلام کے لیے ہر قربانی کرنے کو تیار ہیں۔ [671]

لکھا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تو حَضْرَمَوت کے علاقوں پر آپ ﷺ کے عامل زِیَاد بن لَبِید تھے۔ حضرت زیاد بن لبید صحابیِ رسول ﷺ تھے۔ حضرت زیادؓ کا ایک بیٹا عبد اللہ تھا۔ عقبہ ثانیہ میں ستر اصحاب کے ساتھ آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا تھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد جب مدینہ واپس آئے تو انہوں نے آتے ہی اپنے قبیلے بَنُو بَیَاضَہ کے بت توڑ دیے جو بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے۔ پھر آپ رسول اللہ ﷺ کے پاس مکہ چلے گئے اور وہیں مقیم رہے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو آپ نے بھی ہجرت کی۔ اس لیے حضرت زیادؓ کو مہاجر انصاری کہا جاتا ہے۔ مہاجر بھی ہوئے اور انصاری بھی تھے۔ حضرت زیادؓ غزوہ بدر، احد، خندق اور تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ہمرکاب تھے۔ آنحضور ﷺ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے اور قبیلہ بَنُو بَیَاضَہ کے محلہ سے گزرے تو حضرت زِیادؓ نے اھلاً و سھلاً کہا اور قیام کے لیے اپنا مکان پیش کیا تو آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ میری اونٹنی کو آزاد چھوڑ دو۔ یہ خود منزل تلاش کر لے گی۔ محرم نو ہجری میں آپ ﷺ نے صدقہ و زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے الگ الگ محصلین مقرر فرمائے تو حضرت زِیادؓ کو حضرَمَوت کے علاقے کا محصل مقرر فرمایا۔ حضرت عمرؓ کے دَور تک آپؓ اسی خدمت پر مامور رہے۔ اس منصب سے سبکدوش ہونے کے بعد آپؓ نے کوفہ میں سکونت اختیار کر لی اور وہیں اکتالیس ہجری میں وفات پائی۔ [672]

پھر حضرت مُہَاجِرؓ کی نجران کی طرف روانگی کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے تشکیل کردہ گیارہ لشکروں میں سے سب سے آخر میں حضرت مُہَاجِر بن ابو امیہؓ کا لشکر مدینہ سے یمن کے لیے روانہ ہوا۔ یمن کے ساتھ مہاجرین و انصار صحابہ کرامؓ کا ایک دستہ بھی تھا۔ یہ لشکر مکہ مکرمہ سے گزرا

تو عَتَّاب بن اُسَید کے بھائی خالد بن اسید امیر مکہ بھی ساتھ ہو لیے۔ جب یہ لشکر طائف سے گزرا تو عبدالرحمٰن بن ابی العاص اپنے ساتھیوں سمیت اس لشکر میں شامل ہو گئے۔ اسی طرح راستے میں مختلف قبائل کے لوگ آپ کے لشکر میں شامل ہوتے گئے۔[673]

عمرو بن معدی کرب کی گرفتاری

تو یہ کافی بڑا لشکر آگے چلتا گیا۔ عَمرو بن مَعْدِی کَرِب اور قَیس بن مَکْشُوح کی گرفتاری کے بارے میں لکھا ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ عَمرو بن مَعْدِی کَرِب نے اپنی بہادری اور طاقت کے زعم میں اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت کر دی تھی اور قَیس بن عَبْدِ یَغُوث کو بھی ساتھ ملا لیا تھا۔ یہ دونوں ہر قبیلے میں جاتے اور انہیں مسلمانوں کے خلاف بھڑکا کر عَلَم بغاوت بلند کرنے پر آمادہ کرتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سوائے نجران کے عیسائی باشندوں کے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عہدِ مَوَدَّت باندھا تھا اور حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں بھی اپنے معاہدے پر بدستور قائم رہے، باقی تمام قبائل نے عَمرو بن مَعْدِی کَرِب کا ساتھ دیا اور مسلمانوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ خدا کی قدرت کہ اہلِ یمن کو جب حضرت مُہَاجِرؓ کے ایک بڑے لشکر کے ساتھ یمن کی طرف آمد کی اطلاعیں ملنی شروع ہوئیں تو اہلِ یمن شش و پنج میں مبتلا ہو گئے کہ وہ حضرت مُہَاجِرؓ کے لشکر کا سامنا کرنے کی تاب نہیں لا سکیں گے! یہ لوگ ابھی اسی کیفیت میں تھے کہ ان کے سرداروں قَیس اور عَمرو بن مَعْدِی کَرِب میں پھوٹ پڑ گئی اور اس کے باوجود کہ انہوں نے حضرت مُہَاجِرؓ سے مقابلہ کرنے کا عہد کیا تھا وہ دونوں ایک دوسرے کو زک پہنچانے کی کوشش میں مصروف ہو گئے اور آخر عَمرو بن مَعْدِی کَرِب نے مسلمانوں کے ساتھ مل جانے کا فیصلہ کیا اور ایک رات اس نے اپنے آدمیوں کے ساتھ قَیس کی رہائش گاہ پر حملہ کیا اور اسے گرفتار کر کے حضرت مُہَاجِرؓ کے سامنے پیش کر دیا لیکن حضرت مُہَاجِرؓ نے صرف قَیس کو ہی گرفتار کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ساتھ ہی عَمرو بن مَعْدِی کَرِب کو بھی قید کر لیا اور ان دونوں کے حالات حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں لکھے اور ان دونوں کو حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں بھیج دیا۔

قَیس اور عَمرو بن مَعْدِی کَرِب حضرت ابو بکرؓ کے پاس لائے گئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے قَیس سے فرمایا: کیا تم اللہ کے بندوں پر ظلم و زیادتی کرتے ہوئے انہیں قتل کرتے رہے ہو اور تم نے مومنین کو چھوڑ کر مشرکوں اور مرتد باغیوں کو دوست بنا لیا ہے۔ اگر اس کا کوئی واضح جرم مل جاتا تو حضرت ابو بکرؓ نے اسے قتل کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ قَیس نے دَاذُوَیہ کے قتل کی سازش اور اس میں شرکت سے صاف انکار کر دیا اور یہ ایسا عمل تھا کہ جو خفیہ طور پر سرانجام دیا گیا تھا اور اس بارے میں قَیس کے خلاف کوئی واضح ثبوت نہ مل سکا۔ لہٰذا حضرت ابو بکرؓ نے اسے چونکہ ثبوت کوئی نہیں تھا قتل کرنے سے اعراض کیا اور اس کو چھوڑ دیا۔ پھر دوسرے کی باری آئی اور حضرت ابو بکرؓ نے عَمرو بن مَعْدِی کَرِب سے کہا کہ تمہیں رسوائی محسوس نہیں ہوتی کہ ہر روز تم شکست کھاتے ہو یا تمہارے گرد گھیرا تنگ ہو جاتا ہے۔ اگر

تم اس دین کی مدد کرو تو اللہ تم کو بلند مراتب سے نوازے گا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اسے بھی آزاد کر دیا اور ان دونوں یعنی عمرو اور قَیس کو ان کے قبائل کے سپرد کر دیا۔ عمرو نے کہا یقیناً مَیں اب امیر المومنین کی نصیحت کو ضرور قبول کروں گا اور ہرگز یہ غلطی دوبارہ نہیں کروں گا۔[674]

چونکہ واضح ثبوت نہیں تھے تو دونوں کو ان کی سرداری کی وجہ سے اور ان کے علم کی وجہ سے معاف کر دیا۔ ان لوگوں کی معافی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت ابو بکرؓ کے متعلق ایک اَور سیرت نگار نے لکھا ہے کہ ابو بکر بڑے دُور اندیش، گہری بصیرت کے مالک اور انجام کار پر نگاہ رکھتے تھے۔ جہاں سختی کی ضرورت ہوتی سختی کرتے۔ جہاں عفو و درگزر کی ضرورت ہوتی عفو و درگزر سے کام لیتے۔ آپؓ قبائل کے بکھرے ہوئے لوگوں کو اسلام کے پرچم تلے جمع کرنے کے حریص اور شوقین تھے۔ آپؓ کی حکیمانہ سیاست یہ تھی کہ مخالف زعمائے قبائل کو حق کی طرف لوٹ آنے کے بعد درگزر کر دیا جائے۔ جس وقت آپؓ نے یمن کے مرتد قبائل کو تابع کیا انہیں اسلامی سلطنت کے سطوت و غلبہ اور مسلمانوں کی عزت و فتح مندی کی قوت اور ان کی عزیمت کی پیش قدمی کا مشاہدہ کرایا تو قبائل نے اعتراف کر لیا اور اسلامی حکومت کے تابع ہو گئے اور خلیفۂ رسول کی اطاعت قبول کر لی۔ ابو بکرؓ نے یہ مناسب سمجھا کہ ان زعمائے قبائل کے ساتھ تالیف کی جائے اور سختی کی بجائے نرمی اور رفق کا برتاؤ کیا جائے۔

چنانچہ ان سے سزائیں اٹھالیں۔ ان سے نرم گفتگو کی اور قبائل کے اندر ان کے نفوذ و اثر کو اسلام اور مسلمانوں کی بھلائی کے لیے استعمال کیا۔ آپؓ نے ان کی لغزشوں کو معاف کیا۔ ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔ قَیس بن عَبۡدِیَغُوۡث اور عَمرو بن مَعۡدِی کَرِب کے ساتھ یہی برتاؤ کیا۔ یہ دونوں عرب کے بہادروں اور عقلمندوں میں سے تھے۔ ان کو ضائع کرنا ابو بکر کو اچھا نہ لگا۔ آپؓ نے اس بات کی کوشش کی کہ انہیں اسلام کے لیے خالص کر لیں اور اسلام اور ارتداد کے درمیان تردد سے ان کو نکال باہر کریں۔ ابو بکر نے عَمرو بن مَعۡدِی کَرِب کو رہا کر دیا۔

پھر اس دن کے بعد عمرو کبھی مرتد نہ ہوا بلکہ اسلام قبول کیا اور اچھی طرح مسلم بن کر زندگی گزاری۔ اللہ نے اس کی مدد کی اور اس نے اسلامی فتوحات میں اہم کردار ادا کیا۔ قَیس بھی اپنے کیے پر نادم ہوا۔ ابو بکرؓ نے اسے بھی معاف کر دیا۔ عرب کے ان دونوں سورماؤں کو معاف کر دینے سے بڑے دُور رس اثرات مرتب ہوئے۔ ابو بکرؓ نے اس طرح ان لوگوں کے دلوں کو جوڑا جو ارتداد کے بعد خوف یا لالچ میں اسلام کی طرف واپس ہوئے اور آپ نے اَشۡعَثۡ بن قَیس کو معاف کر دیا۔ اس طرح صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے دلوں کو اسیر کیا اور ان کے دلوں کے مالک بن بیٹھے اور مستقبل میں یہ لوگ اسلام کی نصرت اور مسلمانوں کی قوت کا ذریعہ بنے۔[675]

یعنی کوئی زبردستی نہیں تھی بلکہ دل سے انہوں نے اسلام قبول کیا اور حضرت ابو بکرؓ کی اطاعت کی۔ حضرت مُہَاجِر نجران سے لَحۡجِیَّہ علاقے کی طرف روانہ ہوئے اور جب گھڑ سواروں نے ان لوگوں

کے گروہ کو گھیر لیا تو انہوں نے امان کی درخواست کی مگر مُہَاجِر نے ان کو امان دینے سے انکار کر دیا۔ اس پر لوگ دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔

ان میں سے ایک گروہ سے حضرت مُہَاجِرؓ کا عجیب مقام پر مقابلہ ہوا۔ عجیب جو ہے یہ یمن میں ایک جگہ ہے۔ حضرت مُہَاجِرؓ کے دیگر گھڑ سواروں نے حضرت عبد اللہؓ کی قیادت میں اَخابِث کے رستے میں ان لوگوں کا مقابلہ کیا اور بھاگنے والے دشمن ہر رستے پر قتل کیے گئے۔[676]

یمن کے علاقے اَعْلَاب میں بَنُوعَک نے جب بغاوت کی تو انہیں آخابِث کا نام دیا گیا اور جس راستے پر ان بدباطن اور خبیث فطرت لوگوں سے جنگ ہوئی اسے بعد میں طریق الاَخَابِث کا نام دیا گیا۔[677]

حضرت مُہَاجِرؓ کے صنعاء پہنچنے کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت مُہَاجِر عجیب سے روانہ ہوئے یہاں تک کہ صنعاء پہنچ گئے تو آپؓ نے فرار ہونے والے متفرق قبائل کا تعاقب کرنے کا حکم دیا۔ مسلمانوں نے ان میں سے جس پر قابو پایا اسے اچھی طرح قتل کیا اور کسی سرکش کو معاف نہیں کیا گیا۔ البتہ سرکشوں کے علاوہ جنہوں نے توبہ کی ان لوگوں کی توبہ قبول کی گئی۔ جو جنگ کرنے والے تھے، ظلم کرنے والے تھے ان کو تو معاف نہیں کیا لیکن باقیوں کو معاف کر دیا اور ان کے گذشتہ حالات کے مطابق ان سے سلوک کیا گیا اور ان کی طرف سے اصلاح کی امید تھی۔[678]

کندہ اور حضر موت کے باغیوں کے خلاف کارروائیاں

حضرت مُہَاجِرؓ اور حضرت عکرمہؓ کی کِنْدَہ اور حَضْرَمَوت کے علاقوں میں مرتدین کے خلاف جو کارروائیاں تھیں اس میں مزید بیان ہوا ہے کہ جب صنعاء میں حضرت مُہَاجِرؓ کو استقرار حاصل ہو گیا، پاؤں ٹک گئے تو آپؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو خط کے ذریعہ سے اپنی تمام کارروائیوں سے مطلع کیا اور جواب کا انتظار کرنے لگے اور اسی وقت مُعاذ بن جبلؓ اور یمن کے دیگر عُمال نے جو رسول اللہ ﷺ کے دَور سے چلے آرہے تھے حضرت ابو بکرؓ کو خطوط ارسال کیے اور مدینہ واپس آنے کی اجازت طلب کی تو حضرت ابو بکرؓ نے مُعاذ بن جبلؓ اور ان کے ساتھ دیگر عُمّال کو اختیار دیا کہ چاہیں تو یمن میں رہیں اور چاہیں تو مدینہ واپس آجائیں لیکن اپنی جگہ کسی کو مقرر کر کے آئیں۔ اختیار ملنے کے بعد تمام ہی لوگ مدینہ واپس آگئے اور حضرت مُہَاجِرؓ کو حکم ملا کہ عکرمہ سے جاملو۔ پھر دونوں مل کر حَضْرَمَوت پہنچو اور زِیاد بن لبید کا ساتھ دو اور ان کو ان کے عہدے پر باقی رکھتے ہوئے حکم فرمایا کہ تمہارے ساتھ مل کر جو لوگ مکہ اور یمن کے درمیان جہاد کرتے رہے ہیں انہیں لَوٹنے کی اجازت دے دو، واپس آنا چاہیں تو واپس آجائیں مگر یہ کہ بذاتِ خود جہاد میں شرکت کو ترجیح دیں۔[679]

سوائے اس کے کہ خود لوگ کہیں کہ ہم جہاد میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ عکرمہ کو حضرت ابو بکرؓ کا خط موصول ہوا۔ اس میں انہیں حکم دیا گیا تھا کہ مُہَاجر بن ابو امیہ سے جاملو جو صنعاء سے آرہے ہیں اور

پھر دونوں مل کر کِنْدَہ قبیلے کا رخ کرو۔ یہ خط پا کے عکرمہ مَھْرَہ سے نکلے اور اَبْیَن میں قیام پذیر ہو کر مُہَاجر بن ابو امیہ کا انتظار کرنے لگے۔ اَبْیَن بھی یمن کی ایک بستی کا نام ہے۔[680]

کِنْدَہ قبیلہ کے مرتدین کے خلاف کارروائیوں کے متعلق تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ ارتداد سے پہلے جب کِنْدَہ اور حَضْر مَوت کا سارا علاقہ اسلام لے آیا۔ ان سے زکوٰۃ وصول کرنے کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ حَضْر مَوت میں سے بعض لوگوں کی زکوٰۃ کِنْدَہ میں جمع کی جائے اور بعض اہلِ کِنْدَہ کی زکوٰۃ حَضْر مَوت میں جمع کی جائے یعنی ان کو وہاں بھجوا دی جائے، ایک دوسرے پر خرچ ہو اور اہلِ حَضْر مَوت میں سے بعض کی زکوٰۃ سَکُوْن میں جمع کی جائے اور بعض اہلِ سَکُوْن کی زکوٰۃ حَضْر مَوت میں جمع کی جائے۔ اس پر کِنْدَہ کے بعض لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! ہمارے پاس اونٹ نہیں ہیں۔ اگر آپ ﷺ مناسب خیال فرمائیں تو یہ لوگ سواری پر ہمارے پاس اموالِ زکوٰۃ پہنچا دیا کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں سے کہا یعنی حَضْر مَوت والوں سے کہ اگر تم ایسا کر سکتے ہو تو اس پر عمل کرنا۔ انہوں نے کہا ہم دیکھیں گے۔ اگر ان کے پاس جانور نہ ہوئے تو ہم ایسا کریں گے۔

پھر جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی اور زکوٰۃ وصول کرنے کا وقت آیا تو زِیادؓ نے لوگوں کو اپنے پاس بلایا۔ وہ آپ کے پاس حاضر ہوئے اور بَنُو وَلِیْعَہ یعنی اہلِ کِنْدَہ نے کہا کہ تم نے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے وعدہ کیا تھا اموالِ زکوٰۃ ہمارے پاس پہنچا دو تو انہوں نے کہا تمہارے پاس باربرداری کے جانور ہیں؟ اپنے جانور لاؤ اور اموالِ زکوٰۃ لے جاؤ۔ انہوں نے خود اموالِ زکوٰۃ پہنچانے سے انکار کر دیا اور کندی اپنے مطالبہ پر مصر رہے۔ پھر وہ لوگ اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ ان کا طرزِ عمل متذبذب ہو گیا۔ ایک قدم آگے بڑھاتے اور دوسرا پیچھے ہٹاتے اور زِیادؓ، مُہَاجِرؓ کے انتظار میں ان کے خلاف کوئی کارروائی کرنے سے رکے رہے یعنی جو زکوٰۃ دینے سے انکاری تھے ان سے کوئی کارروائی نہیں کی حتیٰ کہ حضرت مُہَاجرؓ آ جائیں۔ جب حضرت ابو بکرؓ نے مُہَاجر اور حضرت عکرمہؓ کو یہ خط بھیجا کہ تم دونوں حَضْر مَوت روانہ ہو جاؤ اور زِیاد کو ان کی ذمہ داری پر برقرار رکھنا، مکہ سے لے کر یمن تک کے درمیانی علاقے کے جو لوگ تمہارے ساتھ ہیں ان کو واپس جانے کی اجازت دے دو سوائے ان لوگوں کے جو اپنی خوشی سے جہاد میں شریک ہونا چاہیں اور عُبَیْدَہ بن سَعد کو زِیادؓ کی مدد کے لیے روانہ کرو۔ چنانچہ حضرت مُہَاجرؓ نے اس ارشاد پر عمل کیا۔ وہ صنعاء سے حَضْر مَوت کے ارادے سے روانہ ہوئے اور عکرمہؓ اَبْیَن سے حَضْر مَوت کے ارادے سے روانہ ہوئے اور مَاْرِب مقام پر دونوں مل گئے۔

ان دونوں نے صُھَیْد صحرا کو پار کیا یہاں تک کہ حَضْر مَوت پہنچ گئے۔ جب کِندی حضرت زِیادؓ سے خفا ہو کر واپس چلے گئے تو حضرت زِیادؓ نے بنو عمرو سے زکوٰۃ کی وصولی اپنے ذمہ لے لی۔ کِنْدَہ کے ایک نوجوان نے حضرت زِیادؓ کو غلطی سے اپنے بھائی کی اونٹنی زکوٰۃ کے لیے پیش کر دی۔ حضرت زِیادؓ نے اس کو آگ سے داغ کر زکوٰۃ کا نشان لگا دیا۔ مہر لگا دی کہ یہ بیت المال کی ہے اور زکوٰۃ کا مال ہے اور جب اس

لڑکے نے اونٹنی بدلنے کا کہا کہ غلطی سے ہو گیا تھا تو حضرت زِیادؓ سمجھے کہ یہ بہانے بنا رہا ہے۔ اس لیے آپؓ راضی نہ ہوئے۔ اس پر انہوں نے یعنی اونٹنی دینے والوں نے اپنے قبیلے کے لوگوں کو اور اَبُوسُمَیط کو مدد کے لیے پکارا۔ اَبُوسُمَیط نے جب حضرت زِیادؓ سے اونٹنی بدلنے کا مطالبہ کیا تو حضرت زِیادؓ اپنے موقف پر مصر رہے۔ اَبُوسُمَیط کو غصہ آیا۔ اس نے زبردستی اونٹنی کھول دی جس پر حضرت زِیادؓ کے ساتھیوں نے اَبُوسُمَیط اور اس کے ساتھیوں کو قید کر لیا اور اونٹنی کو بھی قبضہ میں لے لیا۔ ان لوگوں نے ایک دوسرے کو مدد کے لیے پکارا۔ چنانچہ بنو مُعَاوِیہ اَبُوسُمَیط کی مدد کے لیے آ گئے۔ بَنُو مُعَاوِیہ وہ لوگ ہیں جو بنو حارِث بن مُعَاوِیہ اور بنو عَمرو بن مُعَاوِیہ، قبیلہ کِنْدَہ کی شاخیں ہیں۔ انہوں نے حضرت زِیادؓ سے اپنے ساتھیوں کی رہائی کا مطالبہ کیا لیکن حضرت زِیادؓ نے ان کے منتشر ہونے تک قیدیوں کو رہا کرنے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا اس طرح نہیں، تم لوگ چلے جاؤ پھر مَیں دیکھوں گا۔

جب یہ لوگ منتشر نہ ہوئے تو حضرت زِیادؓ نے ان پر حملہ کر کے ان کے بہت سے آدمیوں کو قتل کر دیا اور کچھ لوگ وہاں سے فرار ہو گئے۔ حضرت زِیادؓ نے واپس آ کر ان کے قیدی بھی رہا کر دیے مگر ان لوگوں نے واپس جا کر جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ چنانچہ بَنُو عَمرو، بَنُو حَارِث اور اَشْعَثْ بن قَیس اور سِمْط بن اَسْوَد اپنے اپنے مورچوں میں چلے گئے اور انہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور ارتداد اختیار کر لیا جس پر حضرت زِیادؓ نے فوج جمع کر کے بنو عمرو پر حملہ کر دیا اور ان کے بہت سے آدمی قتل ہوئے اور جو بھاگ سکتے تھے وہ بھاگ گئے اور ایک بڑی تعداد کو حضرت زِیادؓ نے قید کر کے مدینہ روانہ کر دیا۔ راستے میں اَشْعَثْ اور بَنُو حارِث کے لوگوں نے حملہ کر کے مسلمانوں سے اپنے قیدی چھڑوا لیے۔ اس واقعہ کے بعد اطراف کے کئی قبائل بھی ان لوگوں کے ساتھ مل گئے اور انہوں نے بھی ارتداد کا اعلان کر دیا۔ اس پر حضرت زِیادؓ نے مدد کے لیے حضرت مُہَاجِرؓ کی طرف خط لکھا۔ حضرت مُہَاجِرؓ نے حضرت عکرمہؓ کو اپنا نائب بنایا اور خود اپنے ساتھیوں کو لے کر کِنْدَہ پر حملہ آور ہوئے۔ کِنْدَہ کے لوگ بھاگ کر نُجَیر نامی اپنے ایک قلعہ میں محصور ہو گئے۔ یہ بھی یمن کا ایک قلعہ تھا حَضرَ مَوت کے قریب۔ اس قلعہ کے تین راستے تھے۔ ایک راستے پر حضرت زِیادؓ اتر گئے۔ دوسرے پر حضرت مُہَاجِرؓ نے ڈیرہ ڈال لیا اور تیسرا راستہ کِنْدَہ ہی کے تصرف میں رہا یہاں تک کہ حضرت عکرمہؓ پہنچے اور اس راستے پر قابض ہو گئے۔ حضرت زِیادؓ اور حضرت مُہَاجِرؓ کا لشکر پانچ ہزار مُہَاجِرین اور انصار صحابہ اور دیگر قبائل پر مشتمل تھا۔

اشعث کی گرفتاری اور حضرت ابو بکرؓ کا اس کو معاف کرنا

جب قلعہ نُجَیر کے محصورین نے دیکھا کہ مسلمانوں کو برابر امداد پہنچ رہی ہے تو ان پر دہشت طاری ہو گئی۔ اس وجہ سے ان کا سردار اَشْعَثْ فوراً حضرت عکرمہؓ کے پاس پہنچ کر امان کا طالب ہوا۔ حضرت عکرمہؓ اَشْعَثْ کو لے کر حضرت مُہَاجِرؓ کے پاس آئے۔ اَشْعَثْ نے اپنے لیے اور اپنے ساتھ نو افراد کے لیے اس شرط پر امان طلب کی کہ وہ مسلمانوں کے لیے قلعہ کا دروازہ کھول دیں گے۔ حضرت

مُہَاجرؓ نے یہ شرط تسلیم کرلی۔ جب اَشْعَثْ نے نو افراد کے نام لکھے تو جلد بازی اور دہشت کی وجہ سے اپنا نام لکھنا بھول گیا۔ پھر حضرت مُہَاجرؓ کے پاس تحریر لے کر گیا جس پر انہوں نے مہر ثبت کر دی۔ پھر اَشْعَثْ واپس چلا گیا۔ جب اس نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا تو مسلمان اس میں داخل ہو گئے۔ فریقین کی لڑائی میں سات سو کِندی قتل کر دیے گئے۔ قلعہ والوں نے بھی آگے سے مقابلہ کیا اور لڑائی کی۔ بہر حال ان کے آدمی قتل کیے اور ایک ہزار عورتوں کو قید کر لیا گیا۔ اس کے بعد حضرت مُہَاجرؓ نے امان نامہ منگوایا اور اس میں درج تمام لوگوں کو معاف کر دیا مگر اس میں اَشْعَثْ کا نام نہ تھا۔ اس پر حضرت مُہَاجرؓ نے ان کے قتل کا ارادہ کر لیا مگر حضرت عکرمہؓ کی درخواست پر اسے باقی قیدیوں کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں روانہ کر دیا کہ اس کے بارے میں بھی حضرت ابو بکرؓ ہی فیصلہ فرمائیں۔

جب مسلمان فتح کی خبر اور قیدیوں کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے اَشْعَثْ کو طلب کیا اور فرمایا تم بنو وَلِیْعَہ کے فریب میں آگئے اور وہ ایسے نہیں کہ تم انہیں فریب دے سکو اور وہ بھی تمہیں اس کام کا اہل نہیں سمجھتے تھے۔ وہ خود ہلاک ہوئے اور تمہیں بھی ہلاک کیا۔ کیا تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تمہیں رسول اللہ ﷺ کی بددعا کا ایک حصہ پہنچا۔ دراصل آنحضرت ﷺ نے کِنْدَہ قبیلے کے چار سرداروں پر لعنت کی تھی جنہوں نے اَشْعَثْ کے ساتھ اسلام قبول کیا تھا پھر مرتد ہو گئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا؟ اَشْعَثْ نے کہا مجھے آپ کی رائے کا علم نہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ میرے خیال میں تمہیں قتل کر دینا چاہیے۔ اس نے کہا میں وہ ہوں جس نے اپنی قوم کے دس آدمیوں کی جان بخشی کا تصفیہ کرایا ہے۔ میرا قتل کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ آپؓ نے فرمایا کہ کیا مسلمانوں نے معاملہ تمہارے سپرد کیا تھا؟ اس نے کہا جی ہاں۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: جب انہوں نے معاملہ تمہارے سپرد کیا اور پھر تم ان کے پاس آئے تو کیا انہوں نے اس پر مہر ثبت کی تھی۔ اس نے کہا جی ہاں۔ آپؓ نے فرمایا کہ تحریر پر مہر ثبت ہونے کے بعد صلح اس کے مطابق واجب ہو گئی جو اس میں تحریر تھا۔ اس سے پہلے تم صرف مصالحت کی گفتگو کر رہے تھے۔ جب اَشْعَثْ ڈرا کہ وہ مارا جائے گا تو اس نے عرض کیا کہ اگر آپ مجھ سے کسی بھلائی کی توقع رکھتے ہیں تو ان قیدیوں کو آزاد کر دیجیے اور میری لغزشیں معاف فرمائیے اور میرا اسلام قبول کر لیجیے اور میرے ساتھ وہی سلوک روا رکھیے جو مجھ جیسوں کے ساتھ آپ کیا کرتے ہیں اور میری بیوی میرے پاس واپس لَوٹا دیجیے۔ لکھا ہے کہ اس واقعہ سے قبل ایک مرتبہ اَشْعَثْ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اس نے حضرت ابو بکرؓ کی بہن اُمِّ فَرْوَہ بنتِ اَبُو قُحَافَہ کو پیغامِ نکاح دیا تھا۔ حضرت ابو قحافہ نے اپنی لڑکی اس کی زوجیت میں دے دی تھی اور رخصتی کو اَشْعَثْ کی دوبارہ آمد پر اٹھا رکھا تھا کہ دوبارہ آئے گا تو رخصتی ہو جائے گی۔ ایک مصنف نے اُمِّ فَرْوَہ کو حضرت ابو بکرؓ کی صاحبزادی بھی قرار دیا ہے۔

بہر حال پھر رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے اور اَشْعَثْ مرتد اور باغی ہو گیا۔ اس لیے اسے اندیشہ ہوا کہ اس کی بیوی اس کے حوالے نہ کی جائے گی۔ اَشْعَثْ نے حضرت ابو بکرؓ سے عرض کیا کہ آپؓ مجھے اللہ کے دین کے لیے اپنے علاقے کے بہترین لوگوں میں پائیں گے۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے اس کی جان بخش دی

اور اس کا اسلام قبول کر لیا اور اس کے گھر والے اس کے سپرد کر دیے۔ نیز فرمایا: جاؤ اور مجھے تمہارے متعلق خیر کی خبریں پہنچیں۔ اسی طرح حضرت ابو بکرؓ نے تمام قیدیوں کو بھی آزاد کر دیا اور وہ سب اپنے اپنے علاقوں میں چلے گئے۔[681]

ایک روایت کے مطابق اپنی قوم سے بدعہدی کرنے کے باعث اَشْعَثْ اپنے قبیلے میں واپس جانے کی جرأت نہ کر سکا اور قید سے چھوٹنے کے بعد اُمّ فَرْوَہ کے ساتھ مدینہ میں قیام پذیر رہا۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں جب عراق اور شام کی جنگیں پیش آئیں تو وہ بھی اسلامی فوجوں کے ہمراہ ایرانیوں اور رومیوں سے جنگ کرنے کے لیے باہر نکلا اور کارہائے نمایاں انجام دیے جس کی وجہ سے لوگوں کی نظر میں اس کا وقار پھر بلند ہو گیا اور اس کی گم گشتہ عزت پھر واپس مل گئی۔

الغرض جب تک پوری طرح امن و امان قائم نہ ہو گیا اور اسلامی حکومت کی بنیادیں مستحکم نہ ہو گئیں حضرت مُہَاجرؓ اور حضرت عکرمہؓ اس وقت تک حَضْرَموت اور کِنْدَہ میں ہی مقیم رہے۔ مرتد باغیوں کے ساتھ یہ آخری جنگیں تھیں۔ ان کے بعد عرب سے بغاوت کا مکمل طور پر خاتمہ ہو گیا اور تمام قبائل حکومت اسلامیہ کے زیر نگیں آ گئے۔ حضرت مُہَاجرؓ نے اس علاقے میں امن و امان قائم رکھنے اور بغاوت اور سرکشی کے اسباب کے مکمل طور پر نابود کرنے کے لیے اسی سختی سے کام لیا جس سے وہ یمن میں کام لے چکے تھے۔[682]

حضرت ابو بکرؓ نے حضرت مُہَاجرؓ کو یمن اور حَضْرَموت میں سے کسی ایک علاقے کو اختیار کرنے کے بارے میں لکھا تو انہوں نے یمن کو اختیار کر لیا۔ اس طرح یمن پر دو امیر مقرر ہوئے۔

حضرت ابو بکرؓ نے مرتدین اور باغیوں کے خلاف کام کرنے والے عُمّال کو تحریر فرمایا: اَمَّا بَعْد! میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ امر یہ ہے کہ آپ لوگ حکومت میں صرف انہی اشخاص کو شریک کریں جن کا دامن ارتداد اور بغاوت کے داغ سے پاک رہا ہو۔ بے شک وہ واپس آ گئے ہیں لیکن یہ دیکھو ان میں وہ شامل تو نہیں جو پہلے ارتداد اختیار کر چکے ہیں یا بغاوت کر چکے ہیں۔ پھر فرمایا کہ آپ سب اسی پر عمل کریں اور اسی پر کاربند رہیں۔ فوج میں جو لوگ واپسی کے خواہاں ہوں ان کو واپسی کی اجازت دے دو اور دشمن سے جہاد کرنے میں کسی مرتد باغی سے ہرگز مدد نہ لو۔[683]

مدعیان نبوت کے خلاف جہاد ان کی بغاوت و سرکشی کی وجہ سے تھا

اکثر مصنفین اور خاص طور پر اس زمانے کے سیرت نگار عموماً حضرت ابو بکرؓ کی ان جنگوں کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ گویا جن لوگوں نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا ان کے خلاف یہ سارا جہاد کیا گیا اور تلوار کے زور سے ان کا قلع قمع کیا گیا کیونکہ یہی ان کی شرعی سزا تھی لیکن تاریخ و سیرت کا مطالعہ کرنے والا ہرگز اس بات کی تائید نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ کے مبارک طرز عمل اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں پہلے بیان ہو چکا ہے کہ نہ تو آنحضرت ﷺ نے کبھی

محض نبوت کا دعویٰ کرنے پر کوئی کارروائی فرمائی اور نہ ہی حضرت ابو بکرؓ کی یہ جنگی مہمات صرف اس وجہ سے تھیں کہ جھوٹے مدعیان نبوت کا قلع قمع کیا جاتا بلکہ اصل سوچ ان لوگوں کی باغیانہ روش تھی۔

چنانچہ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہ مدعیانِ نبوت سے صحابہ نے کیوں جنگیں کیں حضرت مصلح موعودؓ نے بیان فرمایا ہے کہ مولانا مودودی صاحب کا یہ لکھنا کہ صحابہ نے ہر اس شخص کے خلاف جنگ کی جس نے آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا صحابہ کے اقوال کے خلاف ہے۔

مولانا مودودی صاحب کو یاد رکھنا چاہیے۔ (اس وقت ان کی زندگی کی بات ہے) کہ رسولِ کریم ﷺ کے بعد جن لوگوں نے دعویٔ نبوت کیا اور جن سے صحابہ نے جنگ کی وہ سب کے سب ایسے تھے جنہوں نے اسلامی حکومت سے بغاوت کی تھی اور اسلامی حکومت کے خلاف اعلانِ جنگ کیا تھا۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ مولانا کو اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کا بہت بڑا دعویٰ ہے۔ کاش وہ اس امر کے متعلق رائے ظاہر کرنے سے پہلے اسلامی تاریخ پڑھ کر دیکھ لیتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ مسیلمہ کَذَّاب، اَسْوَد عَنْسی، سَجَاح بنتِ حَارِث اور طُلَیحہ بن خُوَیلِدْ اَسَدِی یہ سب کے سب ایسے لوگ تھے جنہوں نے مدینہ کی حکومت کی اتباع سے انکار کر دیا تھا اور اپنے اپنے علاقوں میں اپنی حکومتوں کا اعلان کر دیا تھا۔

حضرت مصلح موعودؓ نے لکھا ہے کہ تاریخ ابنِ خلدون کو اگر غور سے پڑھتے تو یہ واضح ہو جاتا کہ مولانا صاحب کا جو نظریہ ہے وہ غلط ہے۔ چنانچہ وہاں لکھا ہے کہ تمام عرب خواہ وہ عام ہوں یا خاص ہوں ان کے ارتداد کی خبریں مدینہ میں پہنچیں۔ صرف قریش اور ثقیف دو قبیلے تھے جو ارتداد سے بچے اور مسیلمہ کا معاملہ بہت قوت پکڑ گیا اور طے اور اَسَد قوم نے طُلَیحَہ بن خُوَیلد کی اطاعت قبول کر لی اور غَطْفَان نے بھی ارتداد قبول کر لیا اور ہَوَازِن نے بھی زکوٰۃ روک لی اور بنی سُلَیم کے امراء بھی مرتد ہو گئے اور رسولِ کریم ﷺ کے مقرر کردہ امراء یمن اور یَمَامہ اور بنی اسد اور دوسرے ہر علاقہ اور شہر سے واپس لَوٹے اور انہوں نے کہا کہ عربوں کے بڑوں نے بھی اور چھوٹوں نے بھی سب کے سب نے اطاعت سے انکار کر دیا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے انتظار کیا کہ اسامہؓ واپس آئے تو پھر ان کے ساتھ جنگ کی جائے لیکن عَبْس اور ذُبْیَان کے قبیلوں نے جلدی کی اور مدینہ کے پاس اَبْرَق مقام پر آکر ڈیرے ڈال دیے اور کچھ اَور لوگوں نے ذُوالقَصَّہ میں آکر ڈیرے ڈال دیے۔ ان کے ساتھ بنی اسد کے معاہد بھی تھے اور بَنِی کِنَانَہ میں سے بھی کچھ لوگ ان سے مل گئے تھے۔ ان سب نے حضرت ابو بکرؓ کی طرف وفد بھیجا اور مطالبہ کیا کہ نماز تک تو ہم آپ کی بات ماننے کے لیے تیار ہیں۔ مدینہ کے اردگرد جمع ہو گئے اور یہ بات کی کہ نماز تک تو بات ماننے کے لیے تیار ہیں لیکن زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے ہم تیار نہیں لیکن حضرت ابو بکرؓ نے ان کی اس بات کو رد کر دیا۔ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں اِس حوالہ سے ظاہر ہے کہ صحابہؓ نے جن لوگوں سے لڑائی کی تھی وہ حکومت کے باغی تھے۔ انہوں نے ٹیکس دینے سے انکار کر دیا تھا اور انہوں نے مدینہ پر حملہ کر دیا تھا۔

مدینہ کے اردگرد جمع ہو گئے تھے کہ اگر یہاں بات نہ مانی تو ہم حملہ کریں گے۔ مسیلمہ نے تو خود رسولِ کریم ﷺ کے زمانہ میں آپؐ کو لکھا تھا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آدھا ملک عرب کا ہمارے لیے ہے

اور آدھا ملک قریش کے لیے ہے۔ اور رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد اس نے حجر اور یمامہ میں سے ان کے مقرر کردہ والی ثُمامہ بن آثال کو نکال دیا اور خود اس علاقہ کا والی بن گیا تھا۔ اور اس نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اسی طرح مدینہ کے دو صحابہ حبیب بن زیدؓ اور عبداللہ بن وہبؓ کو اس نے قید کر لیا اور ان سے زور کے ساتھ اپنی نبوت منوانی چاہی۔ جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ عبداللہ بن وہبؓ نے تو ڈر کر اس کی بات مان لی مگر حبیب بن زیدؓ نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ اس پر مسیلمہ نے ان کا عضو عضو کاٹ کر آگ میں جلا دیا۔ اسی طرح یمن میں بھی جو رسولِ کریم ﷺ کے افسر مقرر تھے ان میں سے بعض کو قید کر لیا اور بعض کو سخت سزائیں دی گئیں۔ اسی طرح طبری نے لکھا ہے کہ اسود عنسی نے بھی علم بغاوت بلند کیا تھا اور رسولِ کریم ﷺ کی طرف سے جو حکام مقرر تھے ان کو اس نے تنگ کیا تھا اور ان سے زکوٰۃ چھین لینے کا حکم دیا تھا۔ پھر اس نے صَنْعَاء میں رسولِ کریم ﷺ کے مقرر کردہ حاکم شُہر بن بَاذَان پر حملہ کر دیا۔ بہت سے مسلمانوں کو قتل کیا، لُوٹ مار کی، گورنر کو قتل کر دیا اور اس کو قتل کر دینے کے بعد اس کی مسلمان بیوی سے جبراً نکاح کر لیا۔ بنو نجران نے بھی بغاوت کی اور وہ بھی اسود عنسی کے ساتھ مل گئے اور انہوں نے دو صحابہ عمرو بن حَزمؓ اور خالد بن سعیدؓ کو علاقہ سے نکال دیا۔ ان واقعات سے ظاہر ہے کہ مدعیانِ نبوت کا مقابلہ اس وجہ سے نہیں کیا گیا تھا کہ وہ رسولِ کریم ﷺ کی امت میں سے نبی ہونے کے دعویدار تھے اور رسولِ کریم ﷺ کے دین کی اشاعت کے مدعی تھے بلکہ صحابہ نے ان سے اس لیے جنگ کی تھی کہ وہ شریعتِ اسلامیہ کو منسوخ کر کے اپنے قانون جاری کرتے تھے اور اپنے علاقہ کی حکومت کے دعویدار تھے اور صرف علاقہ کی حکومت کے دعویدار ہی نہیں تھے بلکہ انہوں نے صحابہ کو قتل کیا، اسلامی ملکوں پر چڑھائیاں کیں، قائم شدہ حکومت کے خلاف بغاوت کی اور اپنی آزادی کا اعلان کیا۔ ان واقعات کے ہوتے ہوئے آپؓ لکھتے ہیں کہ مولانا مودودی صاحب کا یہ کہنا کہ رسولِ کریم ﷺ کے تمام صحابہؓ نے مدعیانِ نبوت کا مقابلہ کیا، یہ جھوٹ نہیں تو اَور کیا ہے؟ اگر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ صحابہ کرامؓ انسانوں کے قتل کو جائز قرار دیتے تھے تو کیا یہ محض اس وجہ سے ٹھیک ہو جائے گا کہ مسیلمہ کذاب بھی انسان تھا اور اسود عنسی بھی انسان تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ:

جو لوگ توڑ مروڑ کر اسلام کی تاریخ پیش کرتے ہیں وہ اسلام کی خدمت نہیں کر رہے۔ اگر ان کے مدِ نظر اسلام کی خدمت ہے تو وہ سچ کو سب سے بڑا مقام دیں اور غلط بیانی اور واقعات کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے سے کُلّی طور پر احتراز کریں۔ [684]

بغاوتوں کا خاتمہ اور بیرونی دشمنوں کا تعاقب

بہر حال سرزمین عرب سے ان سب کے ختم ہونے کی وجہ سے بغاوتوں کا مکمل خاتمہ ہو گیا۔ ایک تاریخ نگار نے لکھا ہے کہ اب عرب کی تمام بغاوتوں کا خاتمہ ہو چکا تھا اور تمام مرتدین کی سرکوبی کی جا چکی تھی۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس ملک گیر فتنہ کا جس منصوبہ بندی اور سُرعت کے ساتھ قلع قمع کیا وہ آپ کی

اعلیٰ صلاحیتوں کا آئینہ دار ہے اور صاف نظر آتا ہے کہ کس طرح قدم قدم پر آپ کو الٰہی تائید و نصرت حاصل تھی۔ ایک سال سے بھی کم مدت میں فتنہ ٔارتداد اور بغاوت پر قابو پالینا، سرزمین عرب پر اسلام کی حاکمیت کو دوبارہ قائم کر دینا ایک حیرت انگیز کارنامہ ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اسلام کے غلبہ سے بے حد خوشی تھی لیکن اس مسرت میں غرور اور تکبر کا نام تک نہیں تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ جو کچھ ہوا محض اللہ کے فضل اور اس کی مہربانی سے ہوا۔ ان کی یہ طاقت نہیں تھی کہ وہ مٹھی بھر مسلمانوں کے ذریعہ سے سارے عرب کے مرتدین کی جرار فوجوں کا مقابلہ کر کے انہیں شکست دے کر اسلام کا عَلَم نہایت شان و شوکت سے دوبارہ بلند کر سکتے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے سامنے اب یہ مسئلہ تھا کہ وحدتِ دینی کو تقویت دینے اور اسلام کو بامِ عروج تک پہنچانے کے لیے کیا کیا اقدامات کیے جائیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی سیاست کا محور صرف اور صرف رعبِ اسلام تھا اور یہی خواہش ہر لحظہ ان کے دل و دماغ میں رہتی تھی۔[685]

ہر چند کہ مرتد باغیوں کا قلع قمع کرنے کے بعد ہر شخص کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ اب خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی فتنہ پرداز جم نہیں سکتا لیکن عام لوگوں کی طرح حضرت ابو بکرؓ کسی خوش فہمی کا شکار نہ تھے۔ آپؓ جانتے تھے کہ بیرونی طاقتیں ارتداد اور بغاوت کے فتنہ خوابیدہ کو پھر سے بیدار کر کے بدامنی پھیلانے کا موجب بن سکتی ہیں۔ یہ فتنہ عارضی طور پہ نہ سو گیا ہو۔ بیرونی طاقتیں جو مخالف ہیں اسلام کی وہ بڑی بڑی حکومتیں تھیں، وہ عرب کی سرحدوں پر دوبارہ بدامنی پھیلا سکتی ہیں اس لیے وہ کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں تھے۔ عرب قبائل کی اس متوقع شورش انگیزی سے بچنے کے لیے مناسب سمجھا گیا کہ عرب قبائل کی توجہ ایران اور شام کی طرف منعطف کی جائے تا کہ انہیں حکومت کے خلاف فساد برپا کرنے کا موقع نہ مل سکے اور اس طرح مسلمانوں کو اطمینان نصیب ہو اور وہ دلجمعی سے احکام دین پر عمل پیرا ہو سکیں۔[686]

چنانچہ عرب کی سرحدوں کے دفاع اور اسلامی ریاست کو اپنے مضبوط حریفوں سے محفوظ رکھنے کے لیے ضروری ہو گیا تھا کہ ان طاقتور قوموں تک اسلام کا پیغام پہنچایا جائے تا کہ یہ قومیں اسلام کے عالمگیر پیغام کو تسلیم کر کے یا سمجھ کر خود بھی امن و سلامتی کے ساتھ اپنی زندگیاں بسر کریں اور دوسرے بھی ان کی چیرہ دستیوں سے محفوظ اور مامون ہو کر امن اور سلامتی کے ساتھ آزادانہ طور پر اپنے اپنے دین و مذہب پر کاربند ہو سکیں۔ بہر حال اس کے لیے حضرت ابو بکرؓ نے کیا طریق اور حکمت عملی اختیار کی۔ اس بارے میں تاریخ کی کتب میں لکھا ہے کہ مرتد باغیوں کی جنگوں اور مہمات کے ختم ہونے کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ آئندہ کے اقدامات کے متعلق غور و فکر میں مشغول تھے کہ عرب اور اسلام کی دیرینہ دشمن ایران اور روم کی سلطنتوں سے مستقل طور پر محفوظ رہنے کے لیے کیا لائحہ عمل اختیار کیا جائے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں بھی یہ دونوں طاقتیں عرب کو اپنے زیرِ نگیں رکھنا چاہتی تھیں اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور بہت سے علاقوں اور قبائل میں ارتداد اور بغاوت کی

آگ نے ریاستِ مدینہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تو بعض جگہوں پر اس کے پیچھے ایک ہاتھ انہی طاقتوں کا بھی تھا اور اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے ہِرَقْل کی فوجیں شام میں اور ایران کی فوجیں عراق میں جمع ہونے لگیں۔ اس لیے ممکن ہی نہ تھا کہ حضرت ابو بکرؓ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ مبارک کی تعمیل میں سب سے پہلے رومیوں کے خلاف پہلا لشکر حضرت اسامہؓ کی قیادت میں بھیج چکے تھے وہ ان غاصب اور جابر طاقتوں سے بے خوف ہو کر بے فکر رہ سکتے لیکن قبل اس کے کہ آپ ابھی کوئی لائحہ عمل سب کے سامنے رکھتے، آپ کو خبر ملی کہ حضرت مُثَنّٰی بن حَارِثہؓ جنہوں نے بحرین میں مرتد باغیوں کی بغاوت کو ختم کرنے میں مدد کی تھی انہوں نے اپنے ساتھیوں کو ہمراہ لیا اور خلیج فارس کے ساحل کے ساتھ ساتھ شمال کی جانب عراق کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔

آخر وہ ان عربی قبائل میں جا پہنچے جو دِجلَہ اور فُرات کے ڈیلٹائی علاقوں میں آباد تھے۔ حضرت مُثَنّٰی بن حارثہؓ بحرین کے ایک قبیلہ بَکرِبن وَائِل سے تعلق رکھتے تھے۔ بحرین کا علاقہ یمامہ اور خلیج فارس کے درمیان واقع تھا اور اس میں موجودہ قطر اور امارت بحرین کے جزیرے بھی شامل تھے۔ اس کا دارالحکومت دَارِیْن تھا۔ بہر حال حضرت مُثَنّٰی بن حارثہؓ حضرت عَلَاء بن حضرمیؓ کے ساتھ مل کر باغیوں سے بھی جنگ کر چکے تھے اور بحرین اور اس کے نواح میں جو لوگ اسلام پر قائم رہے تھے اور جنہوں نے اسلامی فوجوں کے ساتھ مل کر باغیوں کی جنگوں میں حصہ لیا تھا حضرت مُثَنّٰیؓ ان کے سردار تھے۔ حضرت ابو بکرؓ آئندہ اقدام کے متعلق ابھی فیصلہ کرنے نہ پائے تھے کہ حضرت مُثَنّٰیؓ خود مدینہ آگئے اور حضرت ابو بکرؓ کو عراق کے حالات سے متعلق آگاہ کیا کہ جو عرب قبائل دِجلَہ اور فُرات کے ڈیلٹائی علاقوں میں آباد ہیں وہ وہاں کے مقامی باشندوں کے ہاتھوں مصیبت میں ہیں، ان کو تنگ کیا جا رہا ہے۔ عرب زیادہ تر کھیتی باڑی کرتے ہیں اور جب فصل پک جاتی ہے تو مقامی لوگ لُوٹ لیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مُثَنّٰی بن حارثہؓ نے عرض کی کہ اسلامی فوجیں روانہ کر کے ان لوگوں کو مصیبت سے نجات دلائی جائے۔ حضرت ابو بکرؓ نے مدینہ کے اہل الرائے اصحاب سے مشورہ کیا اور حضرت مُثَنّٰی بن حارثہؓ کی تجویز سامنے رکھی۔ چونکہ مدینہ کے لوگ عراق کے حالات سے ناواقف تھے اس لیے مشورہ دیا کہ حضرت خالد بن ولیدؓ کو بلا کر سارا معاملہ ان کے سامنے پیش کیا جائے، ان سے مشورہ لیا جائے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ ان دنوں یمامہ میں موجود تھے۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے انہیں مدینہ طلب فرمایا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کے مدینہ پہنچنے پر جب حضرت ابو بکرؓ نے عراق پر فوج کشی کی، حضرت مُثَنّٰی کی تجویز ان کے سامنے رکھی، تو حضرت خالد بن ولیدؓ کا بھی یہ خیال تھا کہ حضرت مُثَنّٰیؓ نے حدودِ عراق میں ایرانیوں کے خلاف جو کارروائی شروع کی ہے اگر خدانخواستہ وہ ناکام ہو گئی اور حضرت مُثَنّٰیؓ کی فوج کو عرب کی جانب پسپا ہونا پڑا تو ایرانی حکام اَور دلیر ہو جائیں گے۔ وہ صرف حضرت مُثَنّٰیؓ کی فوج کو عراق کی حدود سے باہر نکالنے پر اکتفا نہیں کریں گے بلکہ بحرین اور اس کے ملحقہ علاقوں پر دوبارہ اثر و رسوخ

قائم کرنے اور تسلط بٹھانے کی بھی کوشش کریں گے اور ایسی صورتحال میں اسلامی حکومت کو خطرہ پیدا ہو جائے گا۔ لہٰذا انہوں نے بھی یہ کہا کہ اس خطرہ سے بچنے کے لیے حضرت مُثَنّٰیؓ کو قرار واقعی امداد مہیا کی جائے۔ وہاں فوج بھیجی جائے اور ایرانیوں کو عرب کی حدود میں اثر و رسوخ جمانے کی بجائے مزید پسپائی پر مجبور کیا جائے تاکہ ان کی جانب سے آئندہ کبھی عرب کو کوئی خطرہ باقی نہ رہے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اپنی یہ رائے پیش کی تو آپ کی یہ رائے سن کے دیگر اصحاب نے بھی حضرت مُثَنّٰیؓ کی تجاویز قبول کر لیں اور حضرت ابو بکرؓ نے حضرت مُثَنّٰیؓ کو ان لوگوں کا سردار مقرر کر دیا جنہیں ہمراہ لے کر انہوں نے عراقی حدود میں پیش قدمی کی تھی اور حکم دیا کہ فی الحال وہاں کے عرب قبائل کو ساتھ ملانے اور اسلام قبول کرنے پر آمادہ کریں اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ جلد ہی مدینہ سے ایک لشکر بھی ان کی امداد کے لیے روانہ کر دیا جائے گا جس کی مدد سے وہ مزید پیش قدمی جاری رکھ سکیں گے۔ بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ نہ مُثَنّٰیؓ امداد کی درخواست کرنے کے لیے مدینہ گئے اور نہ حضرت ابو بکرؓ سے ان کی ملاقات ہوئی بلکہ وہ اپنے لشکر کے ہمراہ ڈیلٹائی علاقے میں پیش قدمی کرتے ہوئے بہت دور نکل گئے اور آگے جا کر ایرانی سپہ سالار ہُرمُز کی افواج کا سامنا کرنا پڑا۔ ہُرمُز اس وقت سرحدی افواج کا افسر تھا اور کسریٰ کے نزدیک جو سب سے بڑا درجہ کسی شخص کو مل سکتا تھا ہُرمُز کا شمار ان لوگوں میں ہوتا تھا۔ ابھی ہُرمُز اور مُثَنّٰی کے درمیان جنگ جاری تھی کہ حضرت ابو بکرؓ کو ان واقعات کی خبر ہو گئی۔ وہ اس وقت مُثَنّٰی کے نام سے بالکل بے خبر تھے۔ ان خبروں کے پہنچنے پر جب انہوں نے تحقیقات کیں تو معلوم ہوا کہ مُثَنّٰی نے ارتداد اور بغاوت کی جنگوں کے دوران بحرین کے اندر متعدد کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے خالد بن ولید کو حکم دیا کہ حضرت مُثَنّٰیؓ کی مدد کے لیے ایک لشکر کے ہمراہ عراق جائیں اور ھُرمُز پر فتحیاب ہو کر حِیرَہ کی جانب کوچ کریں۔

حِیرَہ بھی کوفہ سے تین میل کے فاصلے پر ایک شہر ہے۔ بہرحال ساتھ ہی حضرت عِیاض بن غَنْمؓ کو حکم دیا کہ وہ دُوْمَۃُ الْجَنْدَل جائیں۔ دُوْمَۃُ الْجَنْدَل شام اور مدینہ کے درمیان ایک قلعہ اور بستی ہے جو مدینہ سے اس زمانے کے طریقۂ سفر کے مطابق پندرہ سولہ دن کی مسافت پر تھا اور وہاں کے سرکش اور مرتد باشندوں کو مطیع کر کے حِیرَہ پہنچیں۔ حضرت عِیَاض بن غَنْمؓ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صحابی تھے۔ آپؓ نے صلح حدیبیہ سے پہلے اسلام قبول کیا تھا اور اس میں شامل بھی ہوئے تھے۔ حضرت اَبُوعُبَیدَہؓ نے اپنی وفات کے وقت انہیں شام میں اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے انہیں اس منصب پر قائم رکھا اور فرمایا کہ میں اس امیر کو تبدیل نہیں کروں گا جسے حضرت اَبُوعُبَیدَہؓ نے امیر مقرر کیا ہے۔ بہرحال حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ حضرت خَالِد بن وَلِیدؓ اور حضرت عِیَاض بن غَنْمؓ میں سے جو پہلے حِیرَہ پہنچ جائے اسی کو اس علاقے میں جنگی کارروائی کرنے والی فوج کی قیادت حاصل ہو گی۔[687]

ایک روایت کے مطابق حضرت خالد بن ولیدؓ جب یمامہ سے فارغ ہو گئے تو حضرت ابو بکرؓ نے انہیں لکھا کہ فَرْجُ الْھِنْد یعنی اُبُلَّہ سے آغاز کریں اور عراق کے بالائی علاقے سے عراق پہنچیں اور

لوگوں کو اپنے ساتھ ملائیں اور انہیں اللہ کی طرف دعوت دیں۔ اگر وہ اسے قبول کر لیں تو ٹھیک ورنہ ان سے جزیہ وصول کریں اور اگر وہ جزیہ دینے سے انکار کریں تو پھر ان سے قتال کریں اور حکم فرمایا کہ کسی کو اپنے ساتھ قتال کے لیے نکلنے پر مجبور نہ کریں اور اسلام سے مرتد ہونے والے کسی بھی شخص سے مدد نہ لیں خواہ وہ بعد میں اسلام میں واپس بھی آ چکا ہو اور جس مسلمان کے پاس سے گزریں تو اسے اپنے ساتھ ملا لیں۔ پھر حضرت ابو بکرؓ حضرت خالدؓ کی امداد کے لیے لشکر کی تیاری میں لگ گئے۔[688]

حضرت خالد بن ولیدؓ نے یمامہ سے عراق کی طرف کوچ کے وقت اپنی فوج کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا تھا اور سب کو ایک ہی راستے پر روانہ نہیں کیا تھا بلکہ حضرت مُثَنّٰیؓ کو اپنی روانگی سے دو روز قبل روانہ کیا۔

ان کے بعد عَدِی بن حَاتِم اور عَاصِم بن عَمرو کو ایک ایک دن کے فاصلے سے روانہ کیا۔ سب کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ خود روانہ ہوئے۔ ان سب سے حَفِیْر پر جمع ہونے کا وعدہ کیا تاکہ وہاں سے ایک دم اپنے دشمن سے ٹکرائیں۔ حَفِیْر بصرہ سے مکہ کی طرف جاتے ہوئے پہلی منزل ہے۔ اور یہ لکھا ہے کہ یہ سرحد فارس کی تمام سرحدوں میں شان و شوکت کے لحاظ سے سب سے بڑی اور مضبوط سرحد تھی اور اس کا حاکم ھُرْمُزْ تھا۔ یہاں کا سپہ سالار ایک طرف خشکی میں عربوں سے نبرد آزما ہوتا تھا اور دوسری طرف سمندر میں اہل ہند سے۔[689]

بہر حال حضرت خالدؓ کے لشکر کی تعداد بہت کم تھی کیونکہ ایک تو اس کا بہت حصہ جنگ یمامہ میں کام آ چکا تھا۔ دوسرے حضرت ابو بکرؓ نے انہیں ہدایت کی تھی کہ اگر کوئی شخص عراق نہ جانا چاہے تو اس پر زبردستی نہ کی جائے اور اس کے ساتھ ہی ایک نہایت ہی اہم ہدایت یہ بھی دی کہ اس کے علاوہ کسی سابق مرتد کو جو دوبارہ اسلام لے بھی آیا ہو اس وقت تک اسلامی لشکر میں شامل نہ کیا جائے جب تک خلیفہ سے خاص طور پر اجازت حاصل نہ کر لی جائے۔ حضرت خالدؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں مزید کمک بھیجنے کے لیے لکھا تو انہوں نے صرف ایک شخص قَعْقَاعْ بن عَمرو کو ان کی مدد کے لیے روانہ فرمایا۔ لوگوں کو بہت تعجب ہوا اور انہوں نے عرض کیا آپ خالد کی مدد کے لیے صرف ایک شخص کو روانہ کر رہے ہیں حالانکہ لشکر کا بیشتر حصہ اب ان سے علیحدہ ہو چکا ہے، الگ ہو چکا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا جس لشکر میں قَعْقَاعْ جیسا شخص شامل ہو وہ کبھی شکست نہیں کھا سکتا۔ پھر بھی قَعْقَاعْ کے ہاتھ آپؓ نے خالد کو ایک خط بھیجا جس میں لکھا کہ وہ ان لوگوں کو اپنے لشکر میں شامل ہونے کی ترغیب دیں جو رسول اللہ ﷺ کے بعد بدستور اسلام پر قائم رہے اور جنہوں نے مرتدین کے خلاف جنگوں میں حصہ لیا۔ یہ خط موصول ہونے پر حضرت خالدؓ نے اپنے لشکر کو ترتیب دینا شروع کر دیا۔[690]

عراق کے کاشتکاروں کے سلسلہ میں حضرت ابو بکرؓ نے جو وصیت کی تھی اور جو حکمت عملی تھی اس کے بارے میں لکھا ہے کہ عرب عراق کی سرزمینوں میں بطور کاشتکار کام کرتے تھے۔ فصل تیار

ہونے پر انہیں بٹائی کا بہت تھوڑا حصہ ملتا تھا۔ اکثر حصہ ان ایرانی زمینداروں کے پاس چلا جاتا تھا جو ان زمینوں کے مالک تھے۔ یہ زمیندار غریب عربوں پر بے حد ظلم توڑتے تھے اور ان کے ساتھ غلاموں سے بھی بدتر سلوک کیا کرتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے عراق میں اپنے سالاروں کو حکم دے دیا کہ جنگ کے دوران میں ان عرب کاشتکاروں کو کوئی تکلیف نہ دی جائے اور نہ انہیں قتل کیا جائے اور نہ قیدی بنایا جائے۔ غرض ان سے کسی قسم کی بدسلوکی نہ کی جائے کیونکہ وہ بھی ان کی طرح عرب ہیں اور ایرانیوں کے ظلم و ستم کی چکی میں پس رہے ہیں۔ انہیں اس بات کا احساس دلانا چاہیے کہ یہاں عربوں کی حکومت قائم ہونے سے ان کی مظلومانہ زندگی کے دن ختم ہو جائیں گے اور اب وہ اپنے ہم قوم لوگوں کی بدولت حقیقی عدل و انصاف اور جائز آزادی اور مساوات سے بہرہ ور ہو سکیں گے۔ حضرت ابو بکرؓ کی اس حکمت عملی نے مسلمانوں کو بے حد فائدہ پہنچایا۔ ان کی فتوحات کے راستے میں آسانیاں پیدا ہو گئیں اور انہیں یہ خدشہ نہ رہا کہ پیش قدمی کرتے وقت کہیں پیچھے سے حملہ ہو کر ان کا راستہ مسدود نہ ہو جائے۔[691]

جب حضرت خالد بن ولیدؓ نے نِبَاج میں پڑاؤ ڈالا تو حضرت مُثَنّٰی اس وقت اپنی فوج کے ساتھ خَفَّانْ میں موجود تھے۔ نِبَاج، بصرہ اور یمامہ کے درمیان ایک مقام ہے۔ خَفَّانْ کوفہ کے قریب ایک جگہ ہے۔

حضرت خالدؓ نے حضرت مُثَنّٰی کی طرف ایک خط لکھا کہ وہ آپؓ کے پاس آئیں اور اس کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ کا وہ خط بھی بھیجا جس میں حضرت ابو بکرؓ نے حضرت مُثَنّٰی بن حَارِثہؓ کو حضرت خالدؓ کی اطاعت کا حکم دیا تھا۔[692]

یہ ساری تاریخ طبری کی روایت ہے۔ پہلے تو وہ تھی پھر یہ تھا کہ خالدؓ کو حضرت ابو بکرؓ نے خود بھیجا تھا۔ بہر حال پھر جنگیں ہوئیں۔[693]

ایرانیوں کے خلاف کارروائیاں

جنگِ ذات السلاسل یا جنگِ کاظمہ

ایک جنگ جو ہوئی اسے جنگِ ذات السلاسل یا جنگِ کاظمہ کہتے ہیں۔ یہ جنگ محرم الحرام 12/ہجری میں ہوئی۔ یہ جنگ تین ناموں سے معروف ہے۔ جنگِ ذات السلاسل، جنگِ کاظمہ اور جنگِ حَفِیر۔ اس جنگ کو ذَاتُ السَّلَاسِل یعنی زنجیروں والی جنگ اس لیے کہا جاتا ہے کہ عربی میں سلسلة زنجیر کو کہتے ہیں جس کی جمع سلاسل ہے۔ کیونکہ اس جنگ میں ایرانی فوج نے اپنے آپ کو ایک دوسرے کے ساتھ زنجیروں میں جکڑ لیا تھا تا کہ کوئی شخص جنگ سے بھاگنے نہ پائے۔ جنگِ ذات السلاسل کی اس روایت کو بعض مؤرخین تسلیم نہیں کرتے۔ یہ جنگ مسلمانوں اور ایرانیوں کے درمیان کَاظِمَہ مقام کے قریب لڑی گئی تھی اس لیے اسے جنگِ کاظمہ کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں۔ کاظمہ بصرہ سے بحرین

جاتے ہوئے سیف البحر پر ایک بستی ہے۔[694]

حَفِیر علاقہ میں ہونے کی وجہ سے اس جنگ کو جنگِ حفیر بھی کہا جاتا ہے۔[695]

مسلمانوں کی طرف سے اس جنگ کے سپہ سالار حضرت خالد بن ولیدؓ تھے اور ایرانیوں کی جانب سے سپہ سالار کا نام ہُرمز تھا۔ مسلمانوں کے لشکر کی تعداد اٹھارہ ہزار تھی۔[696]

جیسا کہ گذشتہ خطبات میں بیان ہو چکا ہے کہ ہُرمُز ایرانیوں کی جانب سے اس علاقے کا حاکم تھا جو حسب و نسب اور شرف و عزت میں اکثر امرائے ایران سے بڑھا ہوا تھا۔ ایرانی معززین کی عادت تھی کہ وہ معمولی ٹوپیوں کی بجائے قیمتی ٹوپیاں پہنتے تھے اور حسب و نسب اور شرف و عزت میں جو شخص جس مرتبے کا ہوتا تھا اسی مناسبت سے قیمتی ٹوپی پہنتا تھا۔ سب سے بیش قیمت ٹوپی کہا جاتا ہے کہ ایک لاکھ درہم کی ہوتی تھی جسے وہی شخص پہن سکتا تھا جو شرف و عزت اور توقیر و وجاہت میں کمال درجہ پر پہنچا ہوا ہو اور ہُرمُز کے مرتبے کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ اس کی ٹوپی کی قیمت بھی ایک لاکھ درہم تھی۔

ایرانیوں کے نزدیک تو اس کی وجاہت مسلّم تھی لیکن عراق کی حدود میں بسنے والے عربوں میں اس کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا کیونکہ وہ ان عربوں پر تمام سرحدی امراء سے زیادہ سختی اور ظلم کرتا تھا۔ عربوں کی نفرت اس حد تک پہنچی ہوئی تھی یعنی غیر مسلمان عرب جو تھے کہ وہ کسی شخص کی خباثت کا ذکر کرتے ہوئے ہُرمُز کا نام بطور ضرب المثل لینے لگے تھے۔ چنانچہ کہتے تھے کہ فلاں شخص تو ہُرمُز سے بھی زیادہ خبیث ہے۔ فلاں ہُرمُز سے بھی زیادہ بد فطرت اور بد طینت ہے۔ فلاں شخص ہُرمُز سے بھی زیادہ احسان فراموش ہے۔ اور اسی وجہ سے ہُرمُز کو عربوں کے پے درپے چھاپوں اور جھڑپوں کا بھی سامنا کرنا پڑتا تھا اور دوسری طرف ہُرمُز کی جھڑپیں ہندوستان کے بحری قزاقوں سے بھی ہوتی رہتی تھیں۔[697]

بہر حال حضرت خالد بن ولیدؓ نے یمامہ سے روانگی سے قبل ہُرمُز کو خط لکھا تھا۔ انہوں نے اپنے خط میں لکھا کہ اَمَّا بَعد! فرمانبرداری اختیار کر لو، تم محفوظ رہو گے یا اپنی اور اپنی قوم کے لیے حفاظت کی ضمانت حاصل کر لو اور جزیہ دینے کا اقرار کرو ورنہ تم بجز اپنے آپ کے کسی اَور کو ملامت نہیں کر سکو گے۔ میں تمہارے مقابلے کے لیے ایسی قوم کو لایا ہوں جو موت کو یوں پسند کرتی ہے جیسے تم زندگی کو پسند کرتے ہو۔[698]

جب حضرت خالدؓ کا خط ہُرمُز کے پاس پہنچا تو اس نے اردشیر شاہِ کسریٰ کو اس کی اطلاع دی اور اپنی فوجیں جمع کیں اور ایک تیز رَو دستے کو لے کر فوراً حضرت خالدؓ کے مقابلے کے لیے کاظمہ پہنچا اور اپنے گھوڑوں سے آگے بڑھ گیا مگر اس نے اس راستے پر حضرت خالد بن ولیدؓ کو نہ پایا اور اس کو یہ اطلاع ملی کہ مسلمانوں کا لشکر حَفِیر میں جمع ہو رہا ہے۔ اس لیے پلٹ کر حفیر کی طرف روانہ ہوا۔ حفیر بصرہ سے مکہ کی طرف جاتے ہوئے پہلی منزل تھی۔ وہاں پہنچتے ہی اپنی فوج کی صف آرائی کی۔ ہُرمُز نے اپنے دائیں بائیں

دو بھائیوں کو مقرر کیا۔ ان میں سے ایک کا نام قُبَاذ اور دوسرے کا نام اَنُوشَجَانَ تھا۔ ایرانیوں نے اپنے آپ کو زنجیروں میں جکڑ لیا تھا۔ اس روایت میں تو یہی بیان ہوا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ اس پر وہ لوگ جن کی رائے اس کے خلاف تھی جب انہوں نے یہ منظر دیکھا تو کہا کہ تم لوگوں نے دشمن کے لیے خود ہی اپنے آپ کو زنجیروں میں جکڑ لیا ہے۔ ایسا نہ کرو۔ یہ بری فال ہے۔ اس کا انہوں نے جواب دیا جو اس حق میں تھے کہ زنجیروں سے جکڑا جائے کہ تمہارے متعلق ہمیں اطلاع ملی ہے کہ تم بھاگنے کا ارادہ رکھتے ہو۔ جب حضرت خالدؓ کو ہُرمُز کے حفیر پہنچنے کی اطلاع ملی تو آپ اپنے لشکر کو لے کر کاظمہ کی طرف مڑ گئے۔ ہُرمُز کو اس کا پتا چل گیا تو وہ فوراً کاظمہ کی طرف روانہ ہوا اور وہاں پڑاؤ کیا۔ ہُرمُز اور اس کے لشکر نے صف آرائی کی اور پانی پر ان کا قبضہ تھا۔ جب حضرت خالد بن ولیدؓ آئے تو ان کو ایسے مقام پر اترنا پڑا جہاں پانی نہیں تھا۔ لوگوں نے آپؓ سے اس کی شکایت کی۔ آپؓ کے منادی نے اعلان کیا کہ سب لوگ اتر پڑیں اور سامان نیچے اتار لیں اور دشمن سے پانی کے لیے لڑائی کریں کیونکہ بخدا پانی پر اسی جماعت کا قبضہ ہوگا جو دونوں گروہوں میں سے زیادہ ثابت قدم رہے گی اور دونوں لشکروں میں زیادہ معزز ہوگی۔ اس پر سامان اتار لیا گیا۔ سوار فوج اپنی جگہ کھڑی رہی۔ پیدل فوج نے پیش قدمی کی اور دشمن پر حملہ آور ہوئی۔ دونوں طرف لڑائی شروع ہوئی تو اللہ نے ایک بدلی بھیجی۔ مسلمانوں کی صفوں کے پیچھے بارش ہوئی۔ مسلمانوں کو اس سے قوت ملی۔ ہُرمُز نے حضرت خالدؓ کے لیے ایک سازش تیار کی۔ اس نے اپنے دفاعی دستے سے کہا کہ مَیں حضرت خالدؓ کو مبارزت کی دعوت دیتا ہوں اور اس دوران کہ مَیں ان کو اپنے ساتھ مصروف رکھوں گا تم لوگ اچانک چپکے سے حضرت خالدؓ پر حملہ کر دینا۔ اس کے بعد ہُرمُز میدان میں نکلا۔ حضرت خالدؓ اپنے گھوڑے سے اتر پڑے۔ ہُرمُز بھی اپنے گھوڑے سے اترا اور اس نے حضرت خالدؓ کو مقابلے کی دعوت دی۔ حضرت خالدؓ چل کر اس کی طرف آئے اور دونوں میں مقابلہ ہوا۔ دونوں طرف سے وار ہونے لگے۔ حضرت خالدؓ نے ہُرمُز کو بھینچ لیا۔ اس پر ہُرمُز کے دفاعی دستے نے خیانت سے کام لیتے ہوئے حضرت خالدؓ پر حملہ کر دیا اور انہیں گھیرے میں لے لیا۔ جب اس طرح ایک ایک کی لڑائی ہو رہی ہو تو پھر دوسرے حملہ نہیں کرتے لیکن بہرحال ان کی فوج نے ان پہ حملہ کر دیا۔ اس کے باوجود حضرت خالدؓ نے ہُرمُز کا کام تمام کر دیا۔

حضرت قَعْقَاعْ بن عَمْروؓ نے جیسے ہی ایرانیوں کی یہ خیانت دیکھی تو ہُرمُز کے دفاعی دستے پر حملہ کر دیا اور انہیں گھیرے میں لے کر موت کی نیند سلا دیا۔ ایرانیوں کو شکستِ فاش ہوئی اور وہ بھاگ گئے۔ بھاگنے والوں میں قُبَاذ اور اَنُوشَجَانَ بھی تھے۔ مسلمانوں نے رات کے اندھیرے میں ایرانیوں کا تعاقب کیا اور دریائے فُرات کے بڑے پل تک جہاں آج کل بصرہ آباد ہے انہیں قتل کرتے چلے گئے۔ جنگ کے اختتام پر حضرت خالدؓ نے مالِ غنیمت جمع کرایا۔ اس میں ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر زنجیریں بھی تھیں۔ ان کا وزن ایک ہزار رَطْل تھا یعنی زنجیروں کا تقریباً تین سو پچھتر کلو۔ جو مالِ غنیمت حضرت ابو بکرؓ کی طرف بھیجا

گیا اس میں ہُرمُز کی ایک ٹوپی بھی تھی جس کی قیمت ایک لاکھ درہم تھی اور وہ جواہرات سے **مرصّع تھی۔**

حضرت ابو بکرؓ نے یہ ٹوپی حضرت خالد بن ولیدؓ کو عطا فرما دی تھی۔ حضرت خالدؓ نے فتح کی خوشخبری، مالِ غنیمت میں سے خُمُس اور ایک ہاتھی مدینہ روانہ کیا اور ہر طرف اسلامی لشکر کی فتح کا اعلان کر دیا۔ زِرؓ بن کُلَیب خُمُس اور ہاتھی کو لے کر مدینہ پہنچے۔ اہل مدینہ کو اس سے قبل ہاتھی دیکھنے کا کبھی اتفاق نہ ہوا تھا۔ مدینہ والوں کا تو ذکر ہی کیا، عرب کے کسی اَور باشندے نے بھی ابرہہ کے ہاتھیوں کے سوا آج تک ہاتھی کی صورت نہ دیکھی تھی۔ جب لوگوں کو دکھانے کے لیے اس کو سارے شہر میں گشت کرایا گیا تو بوڑھی عورتیں اس ہاتھی کو دیکھ کر بہت متعجب ہوئیں اور کہنے لگیں جو ہم دیکھ رہی ہیں کیا یہ خدا کی تخلیق میں سے ہے؟ وہ یہ سمجھیں کہ کوئی بناوٹی چیز ہے۔ اس ہاتھی کو حضرت ابو بکرؓ نے زِرؓ کے ساتھ ہی حضرت خالدؓ کے پاس واپس بھیج دیا۔[699]

اس جنگ میں مسلمانوں کی فتح کی ایک بڑی وجہ حضرت ابو بکرؓ کی وہ پالیسی بھی تھی جو انہوں نے عراق کے کاشتکاروں کے بارے میں وضع کی تھی اور جس پر خالد نے سختی سے عمل کیا تھا۔ اس پالیسی کے تحت انہوں نے کاشتکاروں سے مطلق تعرض نہ کیا۔ جہاں جہاں وہ آباد تھے انہیں وہیں رہنے دیا اور جزیہ کی معمولی رقم کے سوا اَور کسی قسم کا تاوان یا ٹیکس ان سے وصول نہ کیا۔[700]

معرکہ ذَاتُ السَّلَاسِل میں جنگ میں شامل ہونے والے سوار کو ایک ہزار درہم کا حصہ دیا گیا اور پیدل کو اس کا ایک تہائی دیا گیا۔[701]

جنگ کَاظِمَہ دوررَس نتائج کی حامل ثابت ہوئی۔ اس لڑائی نے مسلمانوں کی آنکھیں کھول دیں اور انہوں نے دیکھ لیا کہ وہ ایرانی جن کی سطوت کا شہرہ ایک عرصہ سے سننے میں آرہا تھا اپنی پوری طاقت کے باوجود ان کی معمولی فوج کے مقابلے میں بھی نہ ٹھہر سکے۔ اس جنگ میں مالِ غنیمت کی جو مقدار ان کے ہاتھ لگی اس کا وہ تصور بھی نہ کر سکتے تھے۔[702]

جنگ اُبُلّہ

پھر جنگ اُبُلَّہ کا ذکر ہے جو بارہ ہجری میں لڑی گئی۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت خالدؓ کو ہدایت کی تھی کہ وہ عراق میں جنگ کا آغاز اُبُلَّہ سے کریں جو خلیج فارس پر ایک سرحدی مقام تھا۔

ہندوستان اور سندھ کو جو تجارتی قافلے عراق سے آتے تھے سب سے پہلے اُبُلَّہ میں قیام کرتے تھے۔ اُبُلَّہ کی فتح کے متعلق دو روایتیں مذکور ہیں۔ ایک یہ کہ مسلمانوں نے اُبُلَّہ کو سب سے پہلے حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں فتح کیا لیکن بعد میں یہ دوبارہ ایرانیوں کے قبضہ میں چلا گیا اور حضرت عمر بن خطابؓ کے زمانے میں مسلمان اس پر پوری طرح قابض ہوئے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ اس کی فتح حضرت عمرؓ کے زمانے میں ہوئی۔[703]

بہر حال علامہ طبری نے اپنی کتاب میں حضرت ابو بکرؓ کے دور خلافت میں اس جنگ کا مختصر تذکرہ کیا ہے تاہم اس کے بعد وہ یہ لکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کے دور خلافت میں اُبُلّہ کی فتح کا قصہ عام سیرت نگاروں اور صحیح روایات کے خلاف ہے کیونکہ اُبُلّہ کی فتح حضرت عمرؓ کے عہد میں چودہ ہجری میں حضرت عُتْبہ بن غَزْوَانؓ کے ہاتھ سے عمل میں آئی تھی۔[704]

تاریخ کی اَور کتابوں میں جنگِ اُبُلّہ کا ذکر اس طرح آیا ہے۔ بعض مؤرخین اس کو پہلی بار حضرت ابو بکرؓ کے عہد مبارک میں ہونا بیان کرتے ہیں اور بعض اس کی تردید کرتے ہیں کہ یہ جنگ حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں نہیں بلکہ حضرت عمرؓ کے عہد میں ہوئی تھی لیکن کتب تاریخ میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور دونوں کے عہد مبارک میں جنگ اُبُلّہ اور اُبُلّہ کی فتح کا ذکر ملتا ہے۔

معلوم یہ ہوتا ہے کہ اس کی پہلی بار فتح حضرت ابو بکرؓ کے عہد مبارک میں ہوئی تھی لیکن بعد میں ایرانیوں کی بحری امداد کے بل بوتے پر اہلِ اُبُلّہ نے بغاوت کر کے آزادی حاصل کر لی۔ پھر حضرت عمرؓ کے عہد مبارک میں یہ دوبارہ فتح ہوا۔[705]

بہر حال اُبُلّہ کی جنگ کی تفصیل کچھ یوں ہے۔ جنگِ ذَاتُ السَّلَاسِل کے اختتام پر حضرت خالد بن ولیدؓ نے حضرت مُثَنّٰیؓ کو ایرانیوں کے شکست خوردہ لشکر کے تعاقب میں بھیجا اور ساتھ ہی حضرت مَعْقِلؓ کو اُبُلّہ بھیجا کہ وہاں پہنچ کر مال غنیمت جمع کر لیں اور قیدیوں کو گرفتار کر لیں۔ چنانچہ مَعْقِل وہاں سے روانہ ہو کر اُبُلّہ پہنچے اور مالِ غنیمت اور قیدی جمع کر لیے۔[706]

بعد میں حضرت عمرؓ کے عہدِ مبارک میں اس کی فتح کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عتبہ بن غزوانؓ کو چودہ یا سولہ ہجری میں بصرہ کی طرف روانہ فرمایا۔ حضرت عتبہؓ وہاں ایک مہینہ رہے۔ اہلِ اُبُلّہ ان کے مقابلے کے لیے نکلے۔ یہ پانچ سو عجمی سپاہی تھے جو اُبُلّہ کی حفاظت پر مامور تھے۔ حضرت عتبہؓ نے ان لوگوں سے لڑائی کی اور انہیں شکست دی یہاں تک کہ ایرانی شہر کے اندر گھس گئے اور حضرت عتبہؓ اپنے لشکر میں لوٹ آئے۔ اللہ نے فارسیوں کے دل میں رعب ڈال دیا، وہ شہر سے نکل گئے اور تھوڑا بہت سامان لے کر کشتیوں میں بیٹھے اور دریا عبور کر کے چلے گئے۔ اس طرح پورا شہر خالی ہو گیا۔ مسلمان شہر میں داخل ہو گئے یہاں پر مسلمانوں کو کافی سامان ہتھیار اور دیگر مختلف چیزیں ہاتھ آئیں اور قیدی بھی ملے۔ اس سارے سامان کا خُمس نکال کر باقی مالِ غنیمت مجاہدین میں تقسیم کر دیا گیا۔ مسلمانوں کی تعداد تین سو تھی۔[707]

جنگ مَذَارْ

پھر ایک جنگ مَذَارْ ہے۔ جنگِ مَذَارْ: یہ معرکہ صفر بارہ ہجری میں ہوا۔

جنگ بارہ ہجری میں لڑی گئی۔[708] مَذَارْ، مَیْسَان کا قصبہ ہے۔ مَذَارْ اور بصرہ کے درمیان چار دن کی مسافت کے برابر فاصلہ ہے۔[709]

اس واقعہ کے روز لوگوں کی زبان پر یہ فقرہ تھا کہ صفر کا مہینہ آ گیا ہے اور اس میں ہر ظالم سرکش قتل ہو گا جہاں دریا اکٹھے ہوتے ہیں۔ ہُرمُز ذَاتُ السَّلَاسِل کی جنگ میں حضرت خالد بن ولیدؓ کے مدمقابل تھا اس نے اپنے بادشاہ کو مدد کے لیے لکھا تھا۔ بادشاہ نے اس کی مدد کے لیے قَارِن کی قیادت میں ایک لشکر بھیجا مگر وہ لشکر ابھی مَذار کے مقام پر پہنچا تھا کہ اس کو جنگ ذَاتُ السَّلَاسِل میں ہُرمُز کی شکست کی اور اس کے مارے جانے کی اطلاع ملی اور ساتھ ہی ہُرمُز کی فوج کے شکست کھائے ہوئے دستے بھی مَذار میں قَارِن سے آ ملے اور ان میں سے بعض دستوں کے سپاہیوں نے دوسرے دستوں کے سپاہیوں سے کہا کہ اگر آج تم متفرق ہو گئے تو پھر کبھی جمع نہیں ہو سکو گے۔ اس لیے ایک دم واپسی کے لیے اکٹھے ہو جاؤ۔ وہ دوڑی ہوئی فوج جو تھی وہ بھی اور جو نئی کمک آ رہی تھی یا نئی فوج جو ایران سے آ رہی تھی دونوں مل گئے اور دونوں نے ایک دوسرے کو اس بات پر جوش دلایا کہ جنگ ہونی چاہیے۔ جو دوڑے ہوئے تھے انہوں نے کہا یہ بادشاہ کی مدد پر مشتمل نیا لشکر آن پہنچا ہے۔ اور یہ اس کا سپہ سالار قَارِن ہمارے ساتھ ہے ممکن ہے کہ خدا ہمیں غلبہ عطا کرے اور ہمارے دشمن سے ہمیں نجات عطا فرمائے اور ہم اپنے نقصانات کی کسی قدر تلافی کر لیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور انہوں نے مَذَار میں پڑاؤ ڈال دیا۔ قَارِن نے ہر اول دستے پر قُبَاذ اور اَنُوشَجَان کو مقرر کیا جو جنگِ ذات السلاسل میں فرار ہو گئے تھے۔ دوسری طرف دشمن کی اس تیاری کی اطلاع حضرت مُثَنّٰی اور حضرت مُعَنّٰی نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو بھیج دی۔ حضرت خالدؓ نے قَارِن کی اطلاع پاتے ہی معرکہ ذات السلاسل میں حاصل ہونے والا مالِ غنیمت انہی مجاہدین میں تقسیم کر دیا جن کو خدا نے وہ مال غنیمت دیا تھا اور خُمُس میں سے مزید جس قدر چاہا دیا اور معرکہ ذات السلاسل میں حاصل ہونے والا باقی مال غنیمت اور اس معرکے میں جو فتح ہوئی تھی اس کی خوشخبری حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں بھجوا دی اور اس امر سے بھی مطلع کر دیا کہ معرکہ ذات السلاسل میں دشمنوں کی ہزیمت خوردہ افواج اور قَارِن کی سربراہی میں آنے والا نیا لشکر ایک جگہ جمع ہو رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت خالدؓ روانہ ہوئے اور مَذار میں قَارِن کی فوج کے مقابلے پر آئے اور اپنی فوج کی صف آرائی کی۔ دونوں طرف سے مقابلہ ہوا۔ دونوں حریفوں کی نہایت غیظ و غضب کی حالت میں مڈھ بھیڑ ہوئی۔ قَارِن مبارزت کے لیے میدان میں نکلا۔ دوسری طرف سے اس کے مقابل کے لیے حضرت خالدؓ اور حضرت معقل بن اَعْشیٰ آگے بڑھے۔ دونوں قَارِن کی طرف لپکے مگر حضرت مَعْقَلؓ نے حضرت خالدؓ سے پہلے قَارِن کو جا لیا اور اسے قتل کر دیا۔ حضرت عاصمؓ نے اَنُوشَجَان کو اور حضرت عدی نے قُبَاذ کو قتل کر دیا۔ ان تینوں سرداروں کے مارے جانے سے ایرانی حوصلہ ہار بیٹھے اور میدان چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ اس جنگ میں اہل فارس کی بہت بڑی تعداد ماری گئی اور جو لوگ پسپا ہوئے وہ اپنی کشتیوں میں سوار ہو کر بھاگ گئے۔ حضرت خالدؓ نے مَذَار میں قیام کیا اور ہر مقتول کا سامان خواہ وہ کسی قیمت کا ہو اسی مجاہد کو عطا کیا جس نے اسے قتل کیا تھا اور مالِ فَے کو بھی ان میں تقسیم کیا نیز خمس میں سے ان لوگوں کو حصہ دیا

جنہوں نے نمایاں کارنامے سرانجام دیے تھے اور خمس کے باقی حصہ کو ایک وفد کے ساتھ حضرت سعید بن نعمان کی سرکردگی میں مدینہ روانہ کر دیا۔ ایک روایت کے مطابق اس جنگ میں تیس ہزار ایرانی قتل ہوئے اور یہ ان کے علاوہ ہیں جو نہر میں ڈوب کر مر گئے اور کہا جاتا ہے کہ اگر یہ پانی مانع نہ ہوتا تو ان میں سے ایک بھی نہ بچتا۔ پھر بھی جو لوگ بچ کر بھاگے وہ بہت پراگندہ حال اور اپنا سب کچھ چھوڑ کر بھاگے۔ جنگ کے بعد لڑائی میں حصہ لینے والوں اور ایرانی فوج کی حمایت کرنے والوں کو مع اہل و عیال کے قید کر لیا گیا۔ **ان قیدیوں میں ابوالحسن بصری بھی شامل تھے۔** ابوالحسن بصری کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ امام حسن بصری کے والد تھے جو کہ بصرہ کے مشہور واعظ اور صوفی تھے، مسلمان ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ ابوالحسن بصری کو قید کرنے کے بعد مدینہ لایا گیا جہاں ان کی مالکہ نے انہیں آزاد کر دیا تھا۔[710]

اس فتح کے بعد عام رعایا سے بے حد نرمی کا سلوک کیا گیا۔ کاشتکاروں اور ان تمام لوگوں کو بغیر کسی قسم کی تکلیف پہنچائے جزیہ کی ادائیگی پر آمادہ کر دیا گیا اور انہیں ان کی زمینوں اور جگہوں پر برقرار رکھا گیا۔ ان ابتدائی امور سے فراغت حاصل کر کے حضرت خالدؓ نے مفتوحہ علاقے کے نظم و نسق کی طرف توجہ کی۔ جزیہ وصول کرنے کے لیے جابجا عُمّال مقرر کیے گئے۔ مفتوحہ علاقے کی حفاظت کے لیے انہوں نے حَفِیر اور جِسرِ اَعظم یعنی سب سے بڑے پل پر فوجیں متعین کر رکھی تھیں۔ ان کا انتظام اَور بہتر بنایا گیا اور فوجوں کے تمام دستوں کو مختلف افسروں کے زیر نگرانی دے کر انہیں دشمنوں کی خفیہ اور اعلانیہ سرگرمیوں سے خبردار رہنے اور موقع پڑنے پر ان کا مقابلہ کرنے کا حکم دے دیا گیا۔

خالد کی جنگی مہارت کا ثبوت اس سے بڑھ کر اَور کیا ہو گا کہ سرزمینِ ایران میں ان کی پیش قدمی کے آغاز ہی سے کسریٰ کی طاقتور فوجیں مغلوب ہونی شروع ہو گئیں اور ان کے دم خم، حوصلے اور ولولے سب سرد پڑ گئے۔ جنگ مَذَارْ، حِیْرَہ سے کچھ ہی فاصلے پر ہوئی تھی۔ حِیْرَہ خلیج اور مدائن کے تقریباً درمیان میں واقع ہے۔[711]

اس جنگ کے بعد کے معاملات سے فارغ ہونے کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ دشمن کی نقل و حرکت کی خبروں کی جستجو میں لگ گئے۔[712]

تاکہ دیکھیں دشمن کی کیا موومنٹ ہے۔ وہ دوبارہ اسلام کے خلاف اکٹھے تو نہیں ہو رہے؟

جنگ وَلَجَہ

جنگ وَلَجہ ایک جنگ ہے۔ جنگِ وَلَجَہ۔ صفر بارہ ہجری میں ہوئی۔ وَلَجَہ، کَسْکَر کے قریب خشکی کا علاقہ ہے۔ جنگ مَذَار میں ایرانیوں کو جس شرمناک شکست کا سامان کرنا پڑا کہ اس میں ان کے بڑے بڑے سردار بھی مارے گئے تھے۔ اس پر ایرانی شہنشاہ نے ایک اَور حکمت عملی طے کرتے ہوئے اَور زیادہ تیاری کے ساتھ مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی منصوبہ بندی کی۔ چنانچہ ایرانی حکومت نے عراق میں

بسنے والے عیسائیوں کے ایک بہت بڑے قبیلہ بَکْر بن وَائِل کے سر کردہ لوگوں کو دربارِ ایران میں بلایا اور ان کو مسلمانوں کے ساتھ لڑنے پر آمادہ کر کے ایک لشکر ترتیب دیا اور اس لشکر کی قیادت ایک مشہور شہسوار اَنْدَرْزَغَرْ کے ہاتھ میں دی اور یہ لشکر وَلَجَہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ عراق میں عیسائیوں کا ایک بہت بڑا قبیلہ بکر بن وائل آباد تھا۔

شہنشاہ اَرْدَشِیْر نے انہیں طلب کیا اور ان کی ایک فوج مرتب کر کے انہیں مسلمانوں سے معرکہ آرائی کے لیے وَلَجَہ کی جانب روانہ کر دیا۔ حِیْرہ اور کَسْکَر کے نواحی علاقوں کے لوگ اور کسان بھی اس لشکر کے ساتھ مل گئے۔ حِیْرَہ کوفہ سے تین میل جنوب مغرب میں ایک شہر ہے۔ کَسْکَر کوفہ اور بصرہ کے درمیان ایک قصبہ تھا۔ بہرحال لیکن اس خیال سے کہ مسلمانوں پر فتح یابی کا فخر مکمل طور پر عیسائی عربوں کے حصہ میں نہ آئے اپنے ایک بڑے سپہ سالار بَہْمَنْ جَاذُوَیہ کو بھی ایک بھاری لشکر کے ساتھ ان کے پیچھے ہی روانہ کر دیا۔[713]

جب اس فارسی سردار کو یہ محسوس ہوا کہ ان کی فوج بہت بڑی ہو گئی ہے تو اس نے حضرت خالد بن ولیدؓ پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ جب حضرت خالد بن ولیدؓ کو فارسی فوج کے وَلَجہ میں جمع ہونے کی خبر ملی اس وقت آپؓ بصرہ کے قریب تھے۔

آپؓ نے مناسب سمجھا کہ فارسی فوج پر تین جہات سے حملہ کریں تاکہ ان کی جمعیت منتشر ہو جائے اور اس طرح اچانک حملے سے فارسی فوج پریشانی کا شکار ہو جائے۔[714]

چنانچہ آپؓ نے سُوَیدبن مُقَرِّنؓ کو قائمقام مقرر کیا اور انہیں حفیر میں ہی قیام پذیر ہونے کا حکم دیا اور ان لوگوں کے پاس پہنچے جن کو دِجلَہ کے زیریں جانب چھوڑا ہوا تھا۔ ان کو حکم دیا کہ دشمن سے ہر وقت چوکنے رہیں اور غفلت اور فریب میں مبتلا نہ ہوں اور اپنی فوج کو لے کر وَلَجہ کی طرف پیش قدمی کی اور دشمن کے لشکر اور اس کی معاون جماعتوں کے مقابلے پر اترے اور شدید ترین جنگ ہوئی۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے فوج کے دونوں طرف مجاہدین کے ذریعہ گھات لگا رکھی تھی۔ آخر کار گھات لگائے ہوئے دونوں دستے دونوں طرف سے دشمن پر حملہ آور ہوئے۔ ایرانیوں کی فوجیں شکست کھا کر بھاگیں مگر حضرت خالد بن ولیدؓ نے سامنے سے اَور گھات لگائے ہوئے دونوں دستوں نے پیچھے سے ان کو ایسا گھیرا کہ وہ بوکھلا گئے یہاں تک کہ کسی کو اپنے ساتھی کے قتل کی بھی پروا نہ رہی۔

دشمن فوج کا سپہ سالار ہزیمت خوردہ ہو کر بالآخر مارا گیا۔ کاشتکاروں کے ساتھ حضرت خالد بن ولیدؓ نے وہی سلوک کیا جو ان کا طریق تھا یعنی ان میں سے کسی کو قتل نہیں کیا۔ صرف جنگجو لوگوں کی اولاد اور ان کے معاونین کو گرفتار کیا اور عام باشندگان ملک کو جزیہ دینے اور ذِمّی بن جانے کی دعوت دی جس کو ان لوگوں نے قبول کر لیا۔[715]

جنگ اُلَّیس

پھر جنگ اُلَّیس کا ذکر ہے۔ جنگ اُلَّیس ماہ صفر بارہ ہجری میں ہوئی۔ اُلَّیس بھی عراق میں اَنْبَار کی بستیوں میں سے ایک بستی تھی۔ حضرت خالدؓ کے ہاتھوں وَلَجہ کے دن قبیلہ بکر بن وائل اور ایرانیوں کو پہنچنے والی ایک اَور عبرتناک شکست سے ان کے ہم قوم عیسائی غضبناک ہو گئے۔

انہوں نے ایرانیوں کو اور ایرانیوں نے ان کو خطوط لکھے اور اُلَّیس کے مقام پر سب جمع ہو گئے۔ ان کا سردار عَبْدُالْاَسْوَد عِجْلِی مقرر ہوا۔ اسی طرح ایرانی بادشاہ نے بَہْمَنْ جَاذُوَیہ کو خط لکھا کہ تم اپنے لشکر کو لے کر اُلَّیس پہنچو اور فارس اور عرب کے نصاریٰ میں سے جو لوگ وہاں جمع ہیں ان سے جاملو لیکن بَہْمَنْ جَاذُوَیہ خود تو لشکر کے ساتھ نہ گیا البتہ اس نے اپنی جگہ ایک اَور نامور بہادر جَابَانْ کو روانہ کیا اور اس کو حکم دیا کہ لوگوں کے دلوں میں جنگ کا جوش پیدا کرو مگر میرے آنے تک دشمن سے لڑائی شروع نہ کرنا سوائے اس کے وہ خود پہل کریں۔ جَابَانْ اُلَّیس کی طرف روانہ ہوا۔ بَہْمَنْ جَاذُوَیہ خود ایرانی بادشاہ اَرْدَشِیر کے پاس گیا تاکہ اس سے مشورہ کرے مگر یہاں آکر دیکھا کہ بادشاہ بیمار پڑا ہے۔

اس لیے بَہْمَنْ جَاذُوَیہ تو اس کی تیمارداری میں لگ گیا اور جَابَانْ کو کوئی ہدایت نہ بھیجی۔ جَابَانْ اکیلا لشکر کے ہمراہ محاذِ جنگ کی طرف روانہ ہو کر ماہ صَفَر میں اُلَّیس پہنچا۔[716]

مختلف قبائل اور حِیرہ کے نواحی علاقوں کے عرب عیسائی جَابَانْ کے پاس جمع ہو گئے۔ حضرت خالدؓ کو جب ان عیسائی گروہوں کے اکٹھا ہونے کی اطلاع ملی تو آپ ان کے مقابلے کے لیے نکلے مگر آپ کو معلوم نہ تھا کہ جَابَانْ بھی قریب آگیا ہے۔ حضرت خالدؓ صرف ان عربوں اور نصرانیوں سے لڑنے کے ارادے سے آئے تھے مگر اُلَّیس میں جَابَانْ سے سامنا ہو گیا۔ جب جَابَانْ اُلَّیس پہنچا تو اس موقع پر عجمیوں نے جَابَانْ سے پوچھا کہ آپ کی کیا رائے ہے۔ آیا پہلے ہم ان کی خبر لیں یا لوگوں کو کھانا کھلا دیں۔ یعنی جنگ شروع کریں یا پہلے کھانا کھالیں اور پھر کھانے سے فارغ ہو کر ان سے جنگ کریں۔ جَابَانْ نے کہا کہ اگر دشمن تم سے کوئی تعرض نہ کریں تو تم بھی خاموش رہو لیکن میرا خیال ہے کہ وہ تم پر اچانک حملہ کریں گے اور تمہیں کھانا نہیں کھانے دیں گے۔ ان لوگوں نے جَابَانْ کی بات نہ مانی۔ دسترخوان بچھائے۔ کھانا چنا گیا اور سب کو بلا کر کھانا کھانے میں مصروف ہو گئے۔[717]

حضرت خالدؓ دشمن کے مقابل پر پہنچ کر ٹھہر گئے۔ سامان اتارنے کا حکم دیا۔ اس کام سے فراغت ہوئی تو دشمن کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت خالدؓ نے اپنے عقب کی حفاظت کے لیے محافظ دستے مقرر کیے اور دشمن کی صف کی طرف بڑھ کر للکارتے ہوئے کہا۔ اَبْجَر کہاں ہے؟ عبدالاسود کہاں ہے؟ مالک بن قَیس کہاں ہے؟ مالک کے علاوہ باقی سب بزدلی کی وجہ سے خاموش رہے۔ مالک آپ کے مقابلے کے لیے نکلا۔ حضرت خالدؓ نے اس سے کہا: ان سب میں سے تجھے میرے مقابل پر آنے کی کس بات نے جرأت

دلائی ہے؟ تجھ میں میرا مقابلہ کرنے کی طاقت کہاں! یہ کہہ کر آپؓ نے اس پر وار کیا اور اسے قتل کر دیا اور عجمیوں کو قبل اس کے کہ وہ کچھ کھائیں، دستر خوان پر سے اٹھا دیا۔ جَابَانْ نے اپنے لوگوں سے کہا کیا مَیں نے تم سے پہلے نہیں کہا تھا کہ کھانا شروع نہ کرو۔ بخدا! مجھے کسی سپہ سالار سے ایسی دہشت نہیں ہوئی ہے جیسی کہ آج اس لڑائی میں ہو رہی ہے۔ جب وہ لوگ کھانا کھانے پر قادر نہ ہو سکے تو اپنی بہادری جتانے کے لیے کہنے لگے کہ کھانے کو فی الحال ہم چھوڑ دیتے ہیں یہاں تک کہ ہم مسلمانوں سے فارغ ہو لیں پھر ہم کھانا کھا لیں گے۔ جَابَانْ نے کہا کہ بخدا میرا گمان یہ ہے کہ تم نے یہ کھانا دشمن کے لیے رکھ چھوڑا ہے۔ یہ نہ سمجھو کہ تم لوگ جیت جاؤ گے اور پھر کھا لو گے بلکہ مجھے لگتا ہے یہ کھانا تو تمہارا دشمن ہی کھائیں گے یعنی مسلمان ہی کھائیں گے جبکہ تم شعور نہیں رکھتے۔ تو پھر اس نے لوگوں کو کہا میری بات مانو تو یہ ہے کہ کھانے میں زہر ملا دو۔ اگر تمہاری فتح ہوئی تو یہ نقصان بہت کم ہے کھانا ضائع ہونے کا اور اگر فتح دشمن کی ہوئی تو تم کوئی ایسا کام کر چکے ہو گے جس سے دشمن زہریلا کھانا کھانے کی وجہ سے مصیبت میں مبتلا ہو گا۔ مگر وہ لوگ جو تھے ان کو تو اپنی فتح کا پختہ یقین تھا۔ ان لوگوں نے کہا کہ نہیں اس کی، زہر ملانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم آرام سے جنگ جیتیں گے اور پھر کھانا کھائیں گے۔ حضرت خالدؓ نے اپنی فوج کی صف آرائی اس طرح کی جیسا کہ اس سے پہلے کی لڑائیوں میں کر چکے تھے۔ شدید ترین لڑائی ہونے لگی۔ ایرانیوں کو بَہْمَنْ جَاذُوَیہ کے آنے کی توقع تھی اس لیے خوب جم کر بڑی شدت سے لڑے کیونکہ جَابَانْ ان کو امید دلا رہا تھا کہ وہ ایک بڑا لشکر لے کر چل پڑا ہے اور ابھی پہنچنے ہی والا ہے جبکہ اصل حقیقت یہ تھی کہ بہمن کو تو ایرانی بادشاہ کے بیمار ہونے کی وجہ سے نہ تو بادشاہ سے صورتحال ذکر کرنے کا موقع ملا اور نہ ہی وہ خود لشکر لے کر آ سکتا تھا بلکہ اس کا جَابَانْ سے کسی قسم کا رابطہ بھی نہ رہا تھا۔ بہرحال اس جنگ میں مسلمان بھی ان کے خلاف خوب جوش اور غضب میں آئے بڑی سخت جنگ ہوئی۔[718]

میدانِ جنگ میں حضرت خالد بن ولیدؓ کی دعا

ایرانی فوج کے جوش و جذبہ اور مسلمانوں کی کمزور پڑتی حالت کا ذکر کرتے ہوئے ایک سیرت نگار لکھتا ہے کہ ایرانی لشکر میں سے پہلے عیسائیوں نے حملہ کیا لیکن ان کا سردار مالک بن قیس مارا گیا۔ اس کا مارا جانا تھا کہ ان کی ہوا اکھڑ گئی اور وہ بددل ہو گئے۔ یہ دیکھ کر جَابَانْ نے ایرانی فوج کو آگے جھونک دیا۔ ایرانی اس امید پر کہ ابھی بہمن نئی کمک لے کر آیا چاہتا ہے خوب دلیری سے لڑے۔ مسلمانوں نے بار بار حملے کیے لیکن ہر بار ایرانیوں نے کمال پامردی اور مستقل مزاجی سے حملے کو ناکام بنا دیا۔ بالآخر حضرت خالد بن ولیدؓ نے مادی اسباب و ذرائع کو ناکافی ہوتا دیکھ کر بڑی عاجزی سے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی اور عرض کی کہ اے اللہ! اگر تو مجھے دشمنوں پر غلبہ عطا فرمائے گا تو میں کسی ایک دشمن کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا اور یہ دریا ان کے خون سے سرخ ہو جائے گا۔ بعض کتب میں ہے کہ حضرت خالدؓ نے قسم کھائی تھی یا نذر مانی تھی کہ اگر اس جنگ میں فتح ہو گئی تو کسی بھی دشمن جنگجو کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ بہرحال اس کے بعد

حضرت خالدؓ نے جنگی چال چلتے ہوئے فوج کو دائیں اور بائیں جانب سے ایرانی لشکر کے عقب پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اس حملے سے ایرانی لشکر تتر بتر ہو گیا اور اسے بھاگنے یا ہتھیار ڈالنے میں ہی عافیت نظر آئی۔ حضرت خالدؓ نے حکم دیا کہ دشمن کو پکڑ کر قیدی بنالو اور مقابلہ کرنے والوں کے سوا کسی کو قتل نہ کرو۔ صرف ان کو قتل کرنا جو مقابلہ کرتے ہیں۔[719]

اس بارے میں ریسرچ سیل کا ایک نوٹ ہے اور میں نے بھی دیکھا ہے۔ یہی بات صحیح لگتی ہے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے تاریخ طبری سمیت اکثر سیرت نگاروں اور مورخین نے ذکر کیا ہے کہ حضرت خالدؓ نے اپنی اس دعا میں جو عہد کیا تھا اس کے مطابق ایک دن اور ایک رات ان قیدیوں کو قتل کر کے نہر میں ڈالا گیا تاکہ اس کا پانی خون سے سرخ ہو جائے یعنی انہوں نے نہ صرف جنگ کرنے والوں سے جنگ لڑی بلکہ قیدیوں کو بھی قتل کر دیا اور اس وجہ سے یہ نہر آج تک نَهْرُ الدَّمِ یعنی خون کی نہر کے نام سے مشہور ہے۔[720]

لیکن بہر حال یہ حقیقت نہیں لگتی کہ قیدیوں کو قتل کر کے پھر نہر میں خون پھینکا گیا ہو اور سیرت نگاروں نے اس میں کچھ تساہل یا مبالغہ سے کام لیا ہے یا عین ممکن ہے کہ وہ ذہن جو اسلامی جنگوں میں جان بوجھ کر ظلم وبربریت کی جھوٹی کہانیاں شامل کرنے کا بیڑہ اٹھائے ہوئے تھے انہوں نے جہاں موقع ملا اپنی طرف سے ایسے واقعات کو شامل کر دیا تھا۔ تاریخ نگاروں میں بعض دشمن بھی تھے تو ایسے دشمنی رکھنے والے یا کینہ رکھنے والے جو مسلمانوں کے خلاف کوئی نہ کوئی ایسی بات لکھ دیا کرتے تھے انہوں نے لکھ دیا ہو کہ قیدیوں کو قتل کر کے نہر میں بہا دیا لیکن بظاہر یہ لگتا ہے کہ بہر حال ایسی کوئی بات شامل کی گئی ہے تاکہ دجل اور فریب سے لوگوں کے سامنے یہ پیش کریں کہ دیکھیں کس طرح مسلمانوں نے ظلم و ستم کیے اور نہتے قیدیوں کو قتل کیا گیا۔ ہر چند کہ اوّل تو قیدیوں کو قتل کرنا اس وقت کے قواعد وضوابط اور جاری جنگی اصولوں کی رو سے کوئی قابل اعتراض امر بھی نہیں تھا لیکن اسلامی جنگوں نے خصوصاً آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک اور عہد خلافت راشدہ کی جنگوں میں واقعۃً ایسا ہوا بھی نہیں کہ قیدیوں کو اس طرح قتل کیا گیا ہو۔ ہر چند کہ ان جنگوں میں ہزاروں لاکھوں تک مقتولین کی تعداد ملتی ہے لیکن یہ سب وہ تھے کہ جو حالتِ جنگ میں مارے گئے تھے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ جیسے سپہ سالار کی جنگوں کا مطالعہ کیا جائے تو انہوں نے بھی جہاں تک ممکن ہو امیدان جنگ میں بھی ہر اس شخص کی جان بخشی ہی کی ہے جس نے ہتھیار پھینک دیے یا اطاعت قبول کر لی اور جس کو بھی قتل کیا باوجود تاریخ نگاروں کی افسانہ طرازی کے تحقیق کرنے پر اس کے قتل کی ٹھوس وجوہ اور اسباب موجود پائے گئے ہیں۔ بہر حال اس واقعہ کو دیکھا جائے تو یہ بھی کچھ بناوٹی قصہ زیادہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ مورخین اور سیرت نگار جو کہ ان جنگوں کی تمام تر تفصیلات بیان کرتے ہیں اور بیان کرتے ہوئے ہر چھوٹی سے چھوٹی بات کا بھی ذکر کرتے ہیں ان میں سے بعض نے اس واقعہ کا سرے سے ذکر ہی نہیں کیا اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ

بنائی گئی باتیں ہیں۔ اور ایک مصنف نے جو بہت آزادانہ رائے رکھتے ہوئے تاریخ کو بیان کرتے ہیں اور قابل اعتراض حد تک ایسی باتیں بھی بیان کر جاتے ہیں کہ جس سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا وہ بھی اس واقعہ کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ راویوں نے یہ روایت بیان کر کے مبالغہ آرائی کی انتہا کر دی ہے۔ اتنا یقینی ہے کہ خالد نے قتلِ دشمنانِ اسلام میں اتنا تشدد برتا تھا کہ اسے دیکھ کر قعقاع اور اس کے ساتھیوں سے رہا نہ گیا۔[721]

اسی طرح ایک مصنف نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ یعنی سختی تو کی تھی قیدیوں پر لیکن قتل کرنا یہ غلط ہے۔ اسی طرح ایک مصنف نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عملاً یا حقیقی طور پر ایرانیوں کو نہر میں قتل کر کے پھینکا نہیں گیا تھا۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ حضرت خالدؓ نے پھرتی سے حملے کر کے عیسائیوں کو اس طرح کاٹنا اور ایرانی صفوں کو زیر وزبر کرنا شروع کیا جیسے وہ مٹی کے بنے ہوئے ہوں اور گوشت پوست کے انسان نہ ہوں۔ چونکہ ایرانی لمبائی میں دور تک پھیلے ہوئے تھے اس لیے انہوں نے ہلالی صورت میں آدھا دائرہ بنا لیا تھا اور بڑھ کر مسلمانوں کو نرغے میں لے لیا۔ اب صورت یہ ہو گئی کہ مسلمانوں کے چاروں طرف ایرانی اور عیسائی عرب چھا گئے اور بڑے جوش سے لڑنے لگے لیکن جس جوش وخروش سے مسلمان لڑ رہے تھے وہ عیسائیوں میں نہیں تھا۔

ہر مسلمان خونخوار شیر بن گیا اور زور دار حملے کر کے عیسائیوں کو گھاس پھوس کی طرح کاٹ رہا تھا۔ اگرچہ ایرانی بھی مسلمانوں کو شہید اور زخمی کر رہے تھے لیکن مسلمان بہت کم گر رہے تھے اور جو زخمی ہوتا وہ اَور بھی جوش کے ساتھ لڑنے لگتا تھا۔ ایرانی اس کثرت سے مر رہے تھے کہ ان کی لاشوں سے میدان اٹا پڑا تھا اور جو ایرانی زخمی ہو جاتا تھا وہ میدان جنگ سے ہٹ جاتا تھا۔

مسلمانوں نے اس قدر خونریزی کی کہ ان کے کپڑوں پر خون کے دھبے جم گئے۔ خالد بن ولید کے کپڑوں کا بھی یہی حال تھا۔ ایرانیوں کے خون سے زمین سیر اب ہو گئی اور فالتو خون پانی کی طرح بہنے لگا۔ آخر ایرانیوں کو ہزیمت ہوئی اور وہ بدحواس ہو کر بھاگے۔ مسلمان ان کے پیچھے لگ گئے اور دور تک انہیں قتل اور گرفتار کرتے چلے گئے اور ایرانی ایسے بدحواس ہو کر بھاگے کہ ان کے ہزاروں سپاہی دریا میں گر کر ڈوب گئے۔ جب ایرانی دور نکل گئے تب مسلمان واپس لوٹے۔ اس لڑائی میں ستر ہزار ایرانی مارے گئے۔ مسلمان ایک سو اڑتیس شہید ہوئے۔ بہرحال مورخین کو اس بات پر بھی حیرت ہوتی ہے کہ مسلمانوں نے ایرانیوں کی اتنی بڑی تعداد کو کیسے مار ڈالا۔[722]

ایک تاریخ نگار نے یہ لکھا ہے۔ اس حوالے سے صاف نظر آتا ہے کہ اگر نہر کے پانی کے سرخ ہو جانے والے واقعہ کو درست تسلیم بھی کر لیا جائے تو وہ لوگ جن کی وجہ سے نہر خون سے سرخ ہو گئی وہ انہیں زخمی سپاہیوں کے ڈوبنے کی وجہ سے بھی تو ہو سکتی تھی۔ لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ ایسے واقعات میں مبالغہ آرائی کی آمیزش بھی کسی حد تک شامل ہو گئی جس کی بنا پر اسلامی جنگوں اور حضرت خالد بن ولیدؓ کی ذات پر رکیک حملے کرنے والوں کو مواقع ملے۔ یا جنگوں میں مسلمانوں پر وحشیانہ طرز اختیار کرنے کا

الزام لگایا گیا۔ بہر حال اللہ بہتر جانتا ہے لیکن بظاہر یہی لگتا ہے کہ صرف الزام لگایا گیا۔ بہر حال جب دشمن ہزیمت اٹھا چکا اور اس کی فوج پراگندہ ہو گئی اور مسلمان ان کے تعاقب سے فارغ ہو کر واپس آ گئے تو حضرت خالدؓ کھانے کے پاس آکر کھڑے ہوئے اور کہا یہ مَیں تم لوگوں کو دیتا ہوں یہ تمہارے لیے ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوات میں جب میدان چھوڑ کر بھاگنے والے دشمن کا تیار کھانا پاتے تو اس کو اپنی فوج میں تقسیم کر دیتے تھے۔ چنانچہ مسلمان رات کے کھانے کے طور پر اسے کھانے لگے اُلَّیس کی جنگ میں دشمن کے ستر ہزار آدمی ہلاک ہوئے جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے۔[723]

اَمْغِیْشِیَا کی فتح

اَمْغِیْشِیَا کی فتح کے بارے میں لکھا ہے۔ اَمْغِیْشِیَا کو اللہ نے صَفَر بارہ ہجری میں جنگ کے بغیر ہی فتح کرادیا تھا۔ اَمْغِیْشِیَا عراق میں ایک جگہ کا نام ہے۔ جب حضرت خالدؓ اُلَّیس کی فتح سے فارغ ہو گئے تو آپ نے تیاری کی اور اَمْغِیْشِیَا آئے مگر آپؓ کے آنے سے قبل ہی وہاں کے باشندے جلدی سے بستی چھوڑ کر بھاگ گئے اور سَوَادْ میں منتشر ہو گئے۔ عراق میں وہ بستیاں جن کو مسلمانوں نے حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں فتح کیا تو وہاں کھیتوں میں سرسبزی کی وجہ سے اسے سَوَاد کا نام دیا گیا۔ حضرت خالدؓ نے اَمْغِیْشِیَا اور اس کے قرب و جوار میں جو کچھ بھی تھا اسے منہدم کرنے کا حکم دیا۔ اَمْغِیْشِیَا حِیْرَہ کے برابر کا شہر تھا۔ اُلَّیس اس مقام کی فوجی چوکی تھی۔

مسلمانوں کو اَمْغِیْشِیَا سے اس قدر مال غنیمت حاصل ہوا کہ ذات السلاسل سے لے کر اب تک کسی جنگ میں حاصل نہیں ہوا تھا۔ اس جنگ میں گھڑ سواروں کا حصہ پندرہ سو درہم تھا اور یہ حصہ ان اموال غنیمت کے علاوہ تھا جو کارہائے نمایاں انجام دینے والوں کو دیا گیا تھا۔ اُلَّیس اور اَمْغِیْشِیَا کی فتح کی اطلاع حضرت خالدؓ نے بنو عِجل کے ایک جَنْدَل نامی شخص کے ذریعہ روانہ کی تھی جو ایک بہادر گائیڈ کے طور پر مشہور تھے۔ انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں پہنچ کر اُلَّیس کی فتح کی خوشخبری، مال غنیمت کی مقدار، قیدیوں کی تعداد، خُمُس میں جو چیزیں حاصل ہوئی تھیں اور جن لوگوں نے کارہائے نمایاں انجام دیے تھے۔ ان سب کی تفصیل اور خاص طور پر حضرت خالدؓ کی بہادری کے کارنامے بہت عمدگی سے بیان کیے۔ حضرت ابو بکرؓ کو ان کی شجاعت، پختہ رائے اور فتح کی خبر سنانے کا یہ انداز بہت پسند آیا یعنی جو نمائندہ بھیجا تھا اس کا جو طریق تھا اور اس کی بہادری کے قصے تھے اور جو اندازِ بیان تھا اس کا، وہ حضرت ابو بکرؓ کو بڑا پسند آیا۔ آپؓ نے اس سے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے عرض کیا میرا نام جَنْدَل ہے۔ آپ نے فرمایا بہت خوب جندل۔ اور پھر آپؓ نے اس کو مالِ غنیمت میں سے ایک لونڈی دینے کا حکم دیا جس سے اس کے ہاں اولاد پیدا ہوئی۔ اسی طرح اس موقع پر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: اب عورتیں حضرت خالد بن ولیدؓ جیسا شخص پیدا نہیں کر سکیں گی۔[724]

جنگ حِیْرَہ

جنگ حِیْرَہ، ربیع الاوّل بارہ ہجری کے اوائل میں حضرت خالدؓ نے اَمْغِیْشِیَا سے حِیْرَہ کی طرف کوچ کیا۔[725]

اس کے بارے میں یہ ہے کہ حضرت خالدؓ نے اَمْغِیْشِیَا سے دریائے فرات کے قریب، حِیْرَہ کی طرف کوچ کیا۔ حِیْرَہ عیسائی عربوں کا قدیم مرکز تھا اور اس وقت حِیْرَہ کا حاکم ایک ایرانی تھا۔ حِیْرَہ کے حاکم کو اندازہ تھا کہ اب خالدؓ کی فوجوں کا رخ اس کی طرف ہو گا اس لیے اس نے حضرت خالدؓ سے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں اور اس نے یہ اندازہ بھی کر لیا کہ خالدؓ ادھر آنے کے لیے دریائی راستہ اختیار کریں گے اور کشتیوں پر سوار ہو کر پہنچیں گے۔ اس نے اپنے بیٹے کو دریائے فرات کا پانی روکنے کا حکم دیا تا کہ خالد کی کشتیاں دلدل میں پھنس جائیں اور خود اس کے پیچھے چلا اور حِیْرَہ کے باہر اپنے لشکر کو ٹھہرایا۔ جب حضرت خالدؓ اَمْغِیْشِیَا سے روانہ ہوئے اور سامان اور مالِ غنیمت کے ساتھ فوج بھی کشتیوں میں سوار کرا دی گئی تو پانی کی کمی کی وجہ سے کشتیاں زمین کے ساتھ لگنے کی وجہ سے حضرت خالدؓ کو بڑی پریشانی ہوئی۔ ملاحوں نے کہا کہ اہلِ فارس نے فرات کا پانی اس طرف آنے سے روک کر نہروں کو کھول دیا ہے۔ تمام پانی دوسرے راستوں کی طرف بہہ رہا ہے۔ جب تک نہریں بند نہ ہوں گی ہمارے پاس پانی نہیں آ سکتا۔ اس پر حضرت خالدؓ فوراً سواروں کا ایک دستہ لے کر حاکم کے بیٹے کی طرف بڑھے۔ راستے میں دریائے عتیق کے کنارے پر لشکر کے ایک حصہ سے حضرت خالدؓ کی مڈھ بھیڑ ہوئی۔ حضرت خالدؓ نے ان پر اچانک حملہ کر دیا جبکہ وہ بالکل غافل تھے۔ حضرت خالدؓ نے ان سب کا خاتمہ کر دیا۔ پھر آگے بڑھے اور دیکھا کہ حاکم حِیْرَہ کا بیٹا دریا کا رخ پھیرنے کے کام کی نگرانی کر رہا ہے۔ انہوں نے اچانک اس پر حملہ کر کے اس کو اور اس کی فوج کو قتل کر دیا اور بند توڑ کر دریا میں دوبارہ پانی جاری کروا دیا اور پھر خود وہاں کھڑے ہو کر اس کام کی نگرانی کرتے رہے یہاں تک کہ کشتیوں نے دوبارہ سفر شروع کر دیا۔

اس کے بعد حضرت خالدؓ نے اپنے تمام سرداروں کو جمع کیا اور خورنق کے مقام پر پہنچ گئے۔ خورنق حِیْرَہ کے قریب ایک قلعہ تھا مگر جب حاکم کو معلوم ہو گیا کہ اردشیر مر گیا ہے اور خود اس کا بیٹا بھی جنگ میں مارا جا چکا ہے تو وہ بغیر لڑے دریائے فرات عبور کر کے بھاگ گیا لیکن حاکم کے بھاگ جانے کے باوجود اہلِ حِیْرَہ نے ہمت نہیں ہاری اور وہ قلعہ بند ہو گئے۔ یہاں چار قلعے تھے اور چاروں قلعوں میں محصور ہو کر لڑائی کی تیاری کرنے لگے۔

لکھا ہے کہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے قلعوں کا محاصرہ مندرجہ ذیل طریقہ سے کیا۔ ضرار بن اَزور قصر ابیض کے محاصرہ کے لیے مقرر ہوئے۔ اس میں ایاس بن قَبِیْصَہ طائی پناہ گزین تھا۔ ضرار بن خطاب قصر عَدَسِیِّیْن کے محاصرے کے لیے مقرر ہوئے۔ اس میں عدی بن عدی پناہ گزین تھا۔ ضرار بن مُقَرِّن قصر بنی مازن کے محاصرہ کے لیے مقرر ہوئے اس میں ابن أَکَّال پناہ گزین تھا۔ مثنّٰی بن حارثہ

قصر ابن بُقَیْلَہ کے محاصرہ کے لیے مقرر ہوئے اس میں عمرو بن عبد المسیح پناہ گزین تھا۔

حضرت خالدؓ نے اپنے امراء کے نام یہ فرمان جاری کیا کہ وہ پہلے ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں۔ اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو ان کے اسلام کو مان لیں اور اگر وہ انکار کریں تو انہیں ایک دن کی مہلت دیں اور انہیں حکم دیا کہ دشمن کو موقع نہ دیں بلکہ ان سے قتال کریں اور مسلمانوں کو دشمن سے قتال کرنے سے نہ روکیں۔

دشمن نے مقابلہ آرائی کو اختیار کیا اور مسلمانوں پر پتھر برسانے شروع کر دیے۔ مسلمانوں نے ان پر تیروں کی بارش کی اور ان پر ٹوٹ پڑے اور محلات اور قلعوں کو فتح کر لیا۔ وہاں جو پادری موجود تھے ان پادریوں نے آواز لگائی کہ اے محل والو! ہمیں تمہارے سوا کوئی قتل نہ کرنے پائے۔ ان کو جوش دلانے کی کوشش کی۔ محل والوں نے آواز دی۔ اے عربو! ہم نے تمہاری تین شرطوں میں سے ایک کو قبول کر لیا ہے لہٰذا تم رُک جاؤ۔ جب انہوں نے وہاں دیکھا کہ عرب مسلمان غالب آ رہے ہیں تو انہوں نے شرطوں پر قلعے کھولنے کا خیال ظاہر کیا۔ ان محلات کے سردار باہر نکلے۔ پھر حضرت خالدؓ نے ان محل والوں سے الگ الگ ملاقات کی اور ان کے اس فعل پر ملامت کی۔[726]

اور ملامت کرتے ہوئے فرمایا کہ تم پر افسوس! تم نے اپنے آپ کو کیا سمجھ کر ہم سے مقابلہ کیا! اگر تم عرب ہو تو کس وجہ سے تم اپنے ہی ہم قوم لوگوں کا مقابلہ کرنے پر آمادہ ہو گئے اور اگر تم عجمی ہو تو کیا تمہارا خیال ہے کہ تم ایک ایسی قوم کے مقابلے میں جیت جاؤ گے جو عدل و انصاف میں نظیر نہیں رکھتی! سرداروں نے جزیہ دینے کا اقرار کر لیا۔ خالدؓ کو امید تھی کہ ہم قوم ہونے کی وجہ سے یہ عراقی عرب ضرور اسلام قبول کر لیں گے لیکن انہیں بے حد تعجب ہوا جب انہوں نے بدستور عیسائی رہنے پر اصرار کیا۔

اہلِ حیرہ کے ساتھ معاہدہ

بہرحال حضرت خالدؓ نے اہلِ حِیرَہ اور مسلمانوں کے درمیان ہونے والا معاہدہ لکھا جو یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وہ معاہدہ ہے جو خالد بن ولید نے عدی بن عدی، عمرو بن عدی، عمرو بن عبد المسیح، ایاس بن قَبِیْصَہ اور حِیری بن أَکَّال سے کیا ہے۔ یہ اہلِ حِیرَہ کے سردار ہیں اور حِیرَہ والے اس معاہدے پر راضی ہیں اور انہوں نے اس کا انہیں حکم دیا ان سے ایک لاکھ نوے ہزار درہم پر معاہدہ کیا ہے جو ہر سال ان سے ان کی حفاظت کے عوض وصول کیا جائے گا۔

یعنی مقامی لوگوں کی حفاظت کے لیے یہ جزیہ لگایا کہ جو دنیاوی مال و متاع ان کے قبضہ میں ہے خواہ وہ راہب ہوں یا پادری لیکن جن کے پاس کچھ نہیں، دنیا سے الگ ہیں، اس کو چھوڑ چکے ہیں، یہ معاہدہ ان کی حفاظت کی شرط پر ہے۔ اور اگر وہ ان کی حفاظت کا انتظام نہ کر سکیں تو ان پر کوئی جزیہ نہیں یہاں تک کہ وہ یعنی حاکم ان کی حفاظت کا انتظام کرے۔ اگر انہوں نے اپنے کسی فعل یا قول کے ذریعہ سے غداری کی تو یہ معاہدہ فسخ ہو جائے گا۔ یہ معاہدہ ربیع الاول بارہ ہجری میں لکھا گیا۔

یہ تحریر اہلِ حِیرہ کے حوالے کر دی گئی اور جب حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد اہل سواد مرتد ہو گئے تو ان لوگوں نے اس معاہدے کی توہین کی اور اس معاہدے پر عمل نہ کیا اور دوسرے لوگوں کے ساتھ انہوں نے بھی کفر کا ارتکاب کیا اور لوگوں پر اہل فارس کا تسلط ہو گیا۔ جب حضرت مُثَنّیٰؓ نے حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں حِیرہ کو دوبارہ فتح کیا تو ان لوگوں نے اسی معاہدے کو پیش کیا مگر حضرت مُثَنّیٰؓ نے اس کو قبول نہیں کیا اور ان پر دوسری شرط عائد کی۔ پھر جب حضرت مُثَنّیٰ بعض مقامات میں مغلوب ہو گئے۔ جنگوں میں ان کو بھی کچھ پیچھے ہٹنا پڑا تو ان لوگوں نے دوبارہ لوگوں کے ساتھ مل کر کفر اختیار کیا۔ باغیوں کی اعانت اور معاہدے کی توہین کی اور اس معاہدے پر عمل نہ کیا۔ پھر جب حضرت سعدؓ نے حِیرہ کو فتح کیا تو ان لوگوں نے سابقہ معاہدے پر تصفیہ چاہا تو حضرت سعدؓ نے کہا ان دونوں میں سے کوئی ایک معاہدہ پیش کرو مگر وہ لوگ پیش کرنے سے قاصر رہے۔ اس پر حضرت سعدؓ نے ان پر خراج عائد کیا اور ان کی مالی استطاعت کی تحقیقات کرنے کے بعد علاوہ موتیوں کے چار لاکھ کا خراج عائد کیا۔

جب حِیرہ فتح ہو گیا تو حضرت خالدؓ نے نماز فتح پڑھی جس میں آٹھ رکعات ایک سلام سے ادا کیں۔ یعنی اکٹھی آٹھ رکعات پڑھیں۔ اس سے فارغ ہو کر آئے تو کہا جنگ موتہ میں جب میں نے لڑائی کی تھی تو اس وقت میرے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹی تھیں۔ میں نے کبھی کسی قوم سے جنگ نہیں کی جیسی اس قوم سے جنگ کی ہے جو اہل فارس میں سے ہیں اور میں نے اہل فارس میں سے کسی سے جنگ نہیں کی جیسی اہل اُلَّیس سے کی۔[727]

پھر لکھا ہے کہ ان لوگوں نے حضرت خالدؓ کی خدمت میں تحائف بھی بھیجے تھے لیکن حضرت خالدؓ نے فتح کی خوشخبری کے ساتھ وہ تحائف بھی حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں بھیج دیے۔ حضرت ابو بکرؓ نے بھی عدل و انصاف کے اعلیٰ معیار کا سبق دیتے ہوئے ان سب تحائف کو جزیہ میں شمار کر کے قبول کر لیا اور حضرت خالدؓ کو لکھا کہ یہ تحائف اگر جزیہ میں شامل ہیں تو خیر، ورنہ تم ان کو جزیہ میں شامل کر کے بقیہ رقم وصول کرو۔ **یعنی تحفہ کے طور پر یہ چیزیں وصول نہیں کیں بلکہ جزیہ کے طور پر کیں۔** مسلمانوں نے حِیرہ کے مقامی باشندوں کے ساتھ بڑی کشادہ دلی کا معاملہ کیا۔ یہ سلوک دیکھ کر گردو نواح کے زمینداروں اور رئیسوں نے بھی جزیہ دینا قبول کر کے مسلمانوں کی ماتحتی اختیار کر لی۔[728]

فتح حِیرہ عظیم جنگی اہمیت کی حامل ثابت ہوئی۔ اس سے مسلمانوں کی نگاہ میں فتح فارس کی امیدیں بڑھ گئیں کیونکہ عراق اور فارسی سلطنت کے لیے جغرافیائی اور ادبی حیثیت سے اس شہر کی بڑی اہمیت تھی۔ اس کو اسلامی فوج کے سپہ سالار اعظم نے اپنا مرکز اور صدر مقام قرار دیا جہاں سے اسلامی افواج کو ہجوم و دفاع اور نظم و امداد کے احکام جاری کیے جاتے تھے اور قیدیوں کے امور کے نظم و ضبط سے متعلق تدبیر و سیاست کا مرکز بنایا اور وہاں سے حضرت خالدؓ نے خراج اور جزیہ کو وصول کرنے کے لیے مختلف صوبوں پر عامل مقرر کیے اور اس طرح سرحدوں پر امراء مقرر کیے تاکہ دشمن سے حفاظت ہو

سکے اور خود یہاں ٹھہر کر نظام امن و استقرار بحال کرنے میں لگ گئے۔ آپ کی خبریں جاگیر داروں اور سرداروں کو ملیں۔ وہ آپؓ سے مصالحت کے لیے آگے بڑھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ یہ لوگ فتح پا رہے ہیں تو انہوں نے مصالحت کر لی۔ سواد عراق اور اس کے اطراف میں کوئی باقی نہ رہا جس نے مسلمانوں کے ساتھ مصالحت یا معاہدہ نہ کر لیا ہو۔[729]

حضرت خالدؓ ایک سال تک حِیرہ میں مقیم رہے اور شام کی طرف روانگی سے قبل اس کے بالائی اور زیریں علاقوں میں دورے کرتے رہے اور اہل فارس بادشاہ بناتے رہے اور معزول کرتے رہے۔[730]

ایرانی بادشاہ کے نام حضرت خالدؓ کا ایک خط

یعنی اس کے مقابلے میں اہل فارس نے کیا کیا وہاں صرف بادشاہ بنتے رہے اور معزول ہوتے رہے۔ جب عراق کی فضا ساز گار ہو گئی اور حِیرہ و دجلہ کے درمیان عرب علاقوں سے فارسی حکومت کے ختم ہو جانے سے پیچھے سے خطرہ باقی نہ رہا تو حضرت خالدؓ نے براہ راست ایران پر حملہ آور ہونے کا عزم کر لیا اور اس دوران میں اَرْدَشِیر کسریٰ کے مر جانے سے ایرانی حکومت خلفشار کا شکار ہوئی۔ ان کے درمیان اس کے جانشین کے انتخاب کے سلسلہ میں سخت اختلاف رونما ہوا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حضرت خالدؓ نے ان کے بادشاہوں اور امراء و خاص لوگوں کو خط لکھے۔ ان بادشاہوں کو تحریر کرتے ہوئے فرمایا: خالد بن ولید کی جانب سے بادشاہان فارس کے نام۔ اَمَّا بَعْدُ! اللہ ہی کے لیے تمام حمد ہے جس نے تمہارے نظام کو توڑ دیا۔ تمہاری چال ناکام کر دی۔ تمہارے اندر اختلاف برپا کر دیا۔ تمہاری قوت کمزور کر دی۔ تمہارے مال چھین لیے۔ تمہارے غلبہ و عزت کو خاک میں ملا دیا۔ لہٰذا جب تمہیں میرا یہ خط ملے اسلام قبول کرو، محفوظ و مامون رہو گے یا پھر معاہدہ کر کے جزیہ دینے پر راضی ہو جاؤ۔ اگر اسلام قبول نہیں کرنا تو صلح کا معاہدہ کر لو اور جزیہ دینے پر راضی ہو جاؤ اور اگر ایسا کرو گے تو ہم تمہیں اور تمہارا علاقہ چھوڑ کر دوسری طرف چلے جائیں گے۔ ورنہ اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں میں ایسی فوج لے کر تمہارے پاس آؤں گا جو موت سے ایسی ہی محبت کرتی ہے جس طرح تم زندگی سے محبت رکھتے ہو اور آخرت میں اتنی ہی رغبت رکھتے ہیں جتنی رغبت تمہیں دنیا سے ہے۔

اور ایرانی عُمّال و امرا کو خط تحریر کرتے ہوئے فرمایا۔ خالد بن ولید کی طرف سے فارس کے امراء کے نام۔ یہ خط خالد بن ولید کی طرف سے ایرانی عُمّال و امرا کے نام ہے تم لوگ اسلام قبول کر لو سلامت رہو گے یا جزیہ ادا کرو ہم تمہاری حفاظت کے ذمہ دار ہوں گے ورنہ یاد رکھو کہ میں نے ایسی قوم کے ساتھ تم پر چڑھائی کی ہے جو موت کی اتنی ہی فریفتہ ہے جتنا تم شراب نوشی کے۔

حِیرہ کی فتح سے عراق کو فتح کرنے اور اس کو اسلامی سلطنت کے تابع کرنے سے متعلق حضرت ابو بکرؓ کی آرزوؤں کا ایک حصہ پایہ تکمیل کو پہنچ گیا جو ایران پر براہ راست حملہ آور ہونے کی تمہید تھی۔ حضرت خالدؓ نے اس سلسلہ میں اپنی ذمہ داری اچھے طریقے سے ادا کی اور تھوڑی ہی مدت میں حِیرہ تک

پہنچ گئے کیونکہ عراق کے خلاف آپؓ کی مہم کا آغاز محرم بارہ ہجری میں معرکہ کاظمہ سے ہوا اور اسی سال ربیع الاوّل بارہ ہجری میں حِیرہ فتح ہو گیا۔

جنگ انبار یا ذات العیون

پھر اس کے بعد جنگ انبار یا ذات العیون کا ذکر ہے جو بارہ ہجری میں ہوئی۔ ایرانی فوج حِیرہ کے بالکل قریب انبار اور عین التمر میں خیمہ زن ہو چکی تھی۔ انبار بھی بغداد کے قریب ایک شہر ہے۔ انبار کی وجہ تسمیہ میں لکھا ہے کہ عربی زبان میں انبار غلہ و سامان رکھنے کی کوٹھڑی کو کہتے ہیں اور اس شہر کو انبار اس لیے کہا جاتا تھا کہ وہاں کھانے پینے کی چیزیں بکثرت موجود تھیں۔ عین التمر انبار کے قریب کوفہ کے مغرب میں واقع ایک شہر ہے۔

لکھا ہے کہ اسلامی فوج کو ان مقامات میں ایرانی فوج کی موجودگی سے سخت خطرہ پیدا ہو چکا تھا۔ ان حالات میں اگر حضرت خالد بن ولیدؓ خاموشی سے حِیرہ میں بیٹھے رہتے اور باہر نکل کر ایرانی فوجوں کے خلاف کارروائی نہ کرتے تو اندیشہ تھا کہ مسلمان اس علاقے یعنی حِیرہ جسے مسلمانوں نے فتح کیا تھا اس سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے جو انتہائی مشقت کے بعد ان کے ہاتھ آیا تھا۔ چنانچہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے فوج کو تیار ہونے کا حکم دیا۔[731]

حِیرہ اور اس کے گردونواح میں جب حالات قابو میں آ گئے اور امن بحال ہو گیا تو حضرت خالدؓ نے حِیرہ پر حضرت قعقاع بن عمرو تمیمیؓ کو اپنا نائب مقرر کر کے خود حضرت عیاض بن غَنم کی امداد کے لیے روانہ ہوئے۔ حضرت عیاض بن غَنم کو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے شمال سے عراق کی فتح کے لیے روانہ کیا تھا اور انہیں حضرت خالد بن ولیدؓ سے جا ملنے کا حکم دیا تھا۔[732]

انبار کے لشکر کا سپہ سالار ساباط کا رئیس شِیرزاد تھا۔ وہ اپنے زمانے میں بڑا عقل مند، معزز اور عرب و عجم میں ہر دلعزیز عجمی تھا۔ ساباط بھی مدائن میں ایک مشہور جگہ کا نام ہے۔ بہر حال لکھا ہے کہ اہلِ انبار قلعہ بند ہو گئے اور ان لوگوں نے قلعہ کے ارد گرد خندق کھودی ہوئی تھی جس کو پانی سے بھر دیا گیا تھا اور یہ خندق قلعہ کی دیوار کے بہت قریب تھی۔ کوئی بھی مسلمان اگر اس کے قریب بھی ہوتا تو قلعہ کی دیواروں میں متعین مخالف سپاہی زبردست تیر اندازی سے مسلمانوں کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیتے۔ وہ لوگ اسی حالت میں تھے کہ حضرت خالدؓ اپنے لشکر کے اگلے حصہ کو لے کر وہاں پہنچے۔ انہوں نے خندق کے اطراف ایک چکر لگایا، قلعہ کے دفاعی انتظامات کا جائزہ لیا اور اپنی خداداد فراست سے ایک منصوبہ بنایا۔ حضرت خالدؓ اپنے تیر اندازوں کے پاس گئے اور ایک ہزار تیر انداز منتخب کیے جو بہت اچھے نشانہ باز تھے اور ان کو ہدایت کی اور کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ یہ لوگ اصولِ جنگ سے بالکل ناآشنا ہیں۔ تم لوگ صرف ان کی آنکھوں کو اپنے تیروں کا نشانہ بناؤ اور اس کے سوا کہیں اَور نہ مارو۔ چنانچہ ان

لوگوں نے ایک ساتھ تیر چلائے اور اس کے بعد کئی دفعہ ایسا ہی کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس روز تقریباً ایک ہزار آنکھیں پھوٹ گئیں۔ اسی لیے یہ جنگ ذات العیون کے نام سے بھی مشہور ہے یعنی آنکھوں والی جنگ۔ دشمنوں میں شور مچ گیا کہ اہلِ انبار کی آنکھیں جاتی رہیں لیکن اس پر بھی حاکم انبار نے غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈالنے سے پس و پیش کی تو حضرت خالد بن ولیدؓ اپنی فوج کے کچھ کمزور اور نڈھال اونٹ لے کر خندق کے تنگ ترین مقام پر آئے۔ پھر اونٹوں کو ذبح کر کے اس خندق میں ڈال دیا جس سے وہ بھر گئی اور ان جانوروں سے ایک پل بن گیا۔ اب مسلمان اور مشرکین خندق میں ایک دوسرے کے سامنے تھے۔ یہ دیکھ کر دشمن پسپا ہو کر قلعہ بند ہو گیا۔ چنانچہ حاکم انبار شیر زاد نے پھر حضرت خالد بن ولیدؓ سے صلح کے لیے مراسلت کی اور درخواست کی کہ مجھ کو سواروں کے ایک دستے کے ساتھ جن کے ساتھ سامان وغیرہ کچھ نہ ہو یہاں سے نکلنے اور اپنے ٹھکانے پر پہنچنے کی اجازت دی جائے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اس کو منظور کر لیا۔

یہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ جو مؤرخ اور سیرت نگار حضرت خالدؓ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ حضرت خالدؓ وحشت و بربریت کا بازار گرم رکھتے تھے اور قتل و غارت گری کیے جاتے تھے ان کے لیے قابل غور ہے کہ سخت ترین جنگ کرنے اور بار بار صلح کی پیشکش کو بھی قبول نہ کرنے کے باوجود اس پر، دشمن پہ غلبہ پا لیا اور اس نے جب یہاں سے جانے کی اجازت مانگی تو پھر تین دن کا سامانِ رسد ساتھ لے کر جانے کی اجازت بھی دے دی اور کسی قسم کا تعرض نہیں کیا۔

پس یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپؓ پر یہ الزام ہے کہ آپ ظلم کیا کرتے تھے۔ جب شیر زاد یہاں سے جان بچا کر بہمن جاذویہ کے پاس پہنچا اور اس کو واقعات سے مطلع کیا تو اس نے شیر زاد کو ملامت کی اور اس پر شیر زاد نے کہا کہ میں وہاں ایسے لوگوں میں تھا جو عقل سے عاری تھے اور جو عربوں کی نسل سے تھے۔ اس کا مسلمانوں کی طرف اشارہ نہیں تھا بلکہ اہلِ انبار میں سے عرب قبیلے کے لوگوں کی طرف اشارہ تھا جن کو کچھ پتہ نہیں تھا۔ شیر زاد نے کہا میں نے سنا کہ مسلمان اپنی جانوں کی پروا کیے بغیر ہم پر حملہ آور ہیں اور جب بھی کوئی قوم اپنی جانوں کی پروا کیے بغیر کام کرے تو فتح اس پر واجب ہو جاتی ہے۔

چنانچہ جب ان سے ہماری فوج کا مقابلہ ہوا تو انہوں نے ہمارے قلعہ اور زمینی لشکر میں سے ایک ہزار آنکھیں پھوڑ ڈالیں۔ اس سے مجھے معلوم ہوا کہ صلح کرنا ہی بہتر ہے۔ جب حضرت خالد بن ولیدؓ کو اور سب مسلمانوں کو انبار کے حالات کے بارے میں اطمینان ہو گیا اور اہلِ انبار بھی بے خوف ہو کر باہر آ گئے تو حضرت خالد بن ولیدؓ نے دیکھا کہ وہ لوگ عربی زبان لکھتے پڑھتے ہیں۔ تو حضرت خالدؓ نے ان سے پوچھا کہ تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم عرب کی ہی ایک قوم ہیں اور ہم یہاں ان عربوں کے پاس آ کر اترے تھے جو ہم سے پہلے یہاں آباد تھے اور وہ پہلے عرب بخت نصر کے عہد میں آئے تھے جب اس نے عربوں کو آباد ہونے کی اجازت دی تھی اور پھر یہیں رہ پڑے۔ حضرت خالدؓ نے پوچھا تم نے لکھنا کس سے سیکھا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے لکھنا عربی قبیلہ بنو اِیاد سے سیکھا ہے۔ اس کے بعد حضرت

خالدؓ نے انبار کے اطراف کے لوگوں سے بھی صلح کر لی۔[733]

جنگ عین التمر

پھر جنگ عین التمر بھی بارہ ہجری میں لڑی گئی، اس کا ذکر ہے۔ جب حضرت خالدؓ انبار کی فتح سے فارغ ہوئے اور وہ مکمل طور پر آپؓ کے قبضہ میں آ گیا تو آپؓ نے اس کے قریبی علاقہ عین التمر کا قصد کیا جو عراق اور صحرائے شام کے درمیان صحرا کے کنارے واقع ہے۔ انبار سے عین التمر تک پہنچنے میں تین دن لگے۔ ایرانیوں کی طرف سے وہاں کا حاکم مہران بن بہرام تھا۔ وہ عجمیوں کے ایک بڑے لشکر کے ساتھ وہاں موجود تھا۔ ایرانی فوج کے علاوہ عرب کے مختلف بدوی قبائل بھی وہاں موجود تھے جن کا سردار عقہ بن ابی عقہ تھا۔ جب ان لوگوں نے حضرت خالدؓ کے متعلق سنا تو عقہ نے مہران سے کہا عرب عربوں سے جنگ کرنا خوب جانتے ہیں۔ پس ہمیں اور خالد کو چھوڑ دو۔ اس کو یہ زعم تھا کہ ہمیں پتا ہے ہم ان سے کس طرح جنگ کریں گے۔ مہران نے کہا تم نے ٹھیک کہا ہے کہ عربوں سے لڑنے میں تم ایسے ہی ماہر ہو جیسے ہم عجمیوں سے لڑنے میں ماہر ہیں۔ اس طرح اس نے عقہ کو دھوکا دیا اور اس کے ذریعہ اپنا بچاؤ کیا اور اس نے کہا: تم ان سے لڑو اگر تمہیں ہماری ضرورت ہوئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ جب عقہ حضرت خالدؓ کے مقابلے کے لیے چلا گیا تو عجمیوں نے عقہ کے متعلق انتہائی سخت زبان استعمال کرتے ہوئے مہران سے کہا۔ تجھے کس چیز نے آمادہ کیا تھا کہ تم اس سے یہ بات کرو۔ اس نے کہا تم مجھے چھوڑ دو۔ میں نے وہی چاہا جو تمہارے لیے بہتر اور مسلمانوں کے لیے برا ہے۔ یقیناً تمہارے پاس وہ بندہ آ رہا ہے جس نے تمہارے بادشاہوں تک کو قتل کر دیا ہے، حضرت خالد بن ولیدؓ کے بارے میں کہا، بڑے زبردست سپہ سالار ہیں اور تمہاری شوکت و سطوت کو روند کر رکھ دیا ہے۔ پس میں نے تو عقہ کو ان کے مقابلے میں بطور ڈھال استعمال کیا ہے۔ اگر ان کو خالد کے مقابلے میں فتح حاصل ہوئی تو یہ فتح تمہاری ہو گی اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہوا تو تم مسلمانوں کے مقابلے میں نہیں جاؤ گے مگر اس حال میں کہ وہ کمزور پڑ چکے ہوں گے۔ پھر ہم ان سے جنگ کریں گے تو ہم طاقتور اور وہ کمزور ہوں گے۔ یہ بات سن کر انہوں نے مہران کی رائے کی برتری کا اعتراف کر لیا۔ مہران وہیں عین التمر میں مقیم رہا اور عقہ نے حضرت خالدؓ کے مقابلے کے لیے راستے میں پڑاؤ ڈال لیا۔[734]

عقہ ابھی اپنے لشکر کی صفیں ہی درست کر رہا تھا کہ حضرت خالدؓ نے بذاتِ خود اس پر حملہ کر دیا اور اسے قید کر لیا اور اس کا لشکر بغیر لڑائی کے ہی شکست کھا کر بھاگ گیا اور ان میں سے اکثر کو قید کر لیا گیا۔

جب یہ خبر مہران تک پہنچی تو وہ اپنے لشکر کو لے کر فرار ہو گیا اور انہوں نے قلعہ چھوڑ دیا۔ جب شکست کھانے والے اس قلعہ تک پہنچے، اس میں پناہ لی اور حضرت خالدؓ نے ان کا محاصرہ کر لیا جس پر انہوں نے حضرت خالدؓ سے امان طلب کی مگر آپؓ نے انکار کر دیا۔ انہوں نے آپؓ کا فیصلہ قبول کرتے

ہوئے ہتھیار ڈال دیے اور آپؓ نے انہیں قیدی بنالیا اور عقہ اور جو لوگ اس کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شامل تھے ان سب کو قتل کر دیا اور جو قلعہ میں تھے ان کو قید کر لیا اور جو سامان قلعہ میں موجود تھا اس کو بطور غنیمت لے لیا۔ آپؓ نے ان کے کلیسیا کے اندر چالیس لڑکوں کو پایا جنہیں عیسائیوں نے گروی بنالیا تھا۔ یہ لڑکے بیشتر عربی نژاد تھے۔ **ان لڑکوں کو اسلامی تاریخ میں اس لیے اہمیت حاصل ہے کہ ان کی اولاد میں سے ایسے بڑے بڑے لوگ پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے اس عہد میں اور بعد کے عہد کی تاریخ پر گہرے اور اَن مٹ نقوش چھوڑے ہیں۔** ان لڑکوں میں محمد بن سیرین کے والد سیرین، موسیٰ بن نصیر کے والد نصیر اور حضرت عثمانؓ کے آزاد کردہ غلام حمران بھی شامل تھے۔ سیرین عراق کے رہنے والے تھے۔ معرکہ عین التمر میں قیدی ہوئے اور حضرت انس بن مالکؓ کے غلام بنے۔ وہ بہت بڑے صناع تھے۔ انہوں نے حضرت انسؓ سے مکاتبت کرتے ہوئے آزادی حاصل کر لی تھی۔ ان کے بیٹے کا نام محمد بن سیرین تھا جو مشہور تابعی تھے اور تفسیر اور حدیث اور فقہ اور تعبیر الرؤیا وغیرہ فنون میں امام تھے۔ یہ محمد بن سیرین ان کے بیٹے تھے جو جنگ میں قیدی بنائے گئے تھے اور پھر بعد میں انہوں نے آزادی لے لی۔ پھر نصیر تھے یہ موسیٰ بن نُصیر کے والد تھے۔ یہ بنو امیہ کے قیدیوں میں سے تھے۔ بنو امیہ کے کسی شخص نے انہیں آزاد کروایا تھا۔ یہ اپنے بیٹے موسیٰ کی وجہ سے شہرت رکھتے ہیں۔ موسیٰ بن نُصیر نے شمالی افریقہ میں شہرت پائی اور طارق بن زیاد کے ساتھ مل کر سپین میں اسلامی حکومت قائم کرنے میں بہت بڑا کردار ادا کیا تھا۔

پھر حمران بن ابان بھی معرکہ عین التمر کے قیدیوں میں سے تھے۔ یہ یہود میں سے تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے انہیں آزاد کروا دیا۔ حضرت عثمانؓ کا خاص قرب پانے والے تھے۔ اکتالیس ہجری میں یہ کچھ عرصہ کے لیے بصرہ کے حاکم بنے اور بعد میں بنو امیہ کی حکومت میں بڑا نام پیدا کیا۔ حضرت خالدؓ نے فتح کی خوشخبری اور خُمس حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں بھیج دیا۔[735]

انبار اور عین التمر کی فتح کے بعد خالدؓ نے ولید بن عقبہ کو خمس دے کر فتح کی خوشخبری کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں بھیجا۔ انہوں نے مدینہ پہنچ کر انہیں تمام حالات سے آگاہ کیا اور بتایا کہ خالد نے ان کے احکام نظر انداز کرتے ہوئے حِیرَہ اس لیے چھوڑا اور انبار اور عین التمر پر اس لیے چڑھائی کی کہ انہیں حِیرَہ میں قیام کیے ہوئے پورا ایک سال ہو گیا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے ہدایت دی تھی وہاں حِیرَہ میں انتظار کرنا لیکن بہر حال انہوں نے یہ کیا۔ ان حالات میں اسی کو بہتر سمجھا اور عیاض کا کچھ پتا نہ تھا کہ وہ کب دُوْمَۃُ الْجَنْدَل سے فارغ ہو کر خالد کی مدد کے لیے حِیرَہ پہنچتے ہیں۔ دیر ہو گئی تھی۔ عیاض وہاں پہنچ نہیں رہے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ بھی عیاض کی سست روی سے تنگ آ چکے تھے اور ان کا خیال تھا کہ وہ مسلمانوں کے حوصلے پست کر رہے ہیں۔ اگر دشمن کو خالدؓ کے ان کارناموں کی اطلاعات ملتی رہتیں جو انہوں نے عراق میں انجام دیے تھے تو یقیناً وہ عیاض کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کو سخت زک پہنچاتے۔[736]

جنگِ دُوْمَۃُ الْجَنْدَل

پھر جنگ دُوْمَۃُ الْجَنْدَل ہے۔ یہ بھی بارہ ہجری کی ہے۔ دُوْمَۃُ الْجَنْدَل دمشق سے پانچ راتوں اور مدینہ سے پندرہ راتوں کی مسافت پر ایک شہر ہے۔ یعنی اس زمانے کے جو سفر کے ذرائع تھے اس کے مطابق۔ شام کا یہ شہر مدینہ کے سب سے زیادہ قریب ہے۔ حضرت عیاض بن غنم جنہیں حضرت ابو بکرؓ نے دومہ کی طرف بھیجا تھا انہیں طویل مدت تک دشمن کی طرف سے مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا اس لیے وہ حضرت خالدؓ سے نہ مل سکے۔ جب حضرت خالدؓ نے ولید بن عقبہ کو عین التمر کی فتح کی خبر دے کر حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں روانہ کیا تو حضرت ابو بکرؓ کو عیاض کے بارے میں پریشانی ہوئی۔ چنانچہ آپؓ نے ولید بن عقبہ کو عیاض کی مدد کے لیے بھیج دیا۔[737]

جب ولید بن عقبہ حضرت عیاضؓ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ حضرت عیاضؓ نے دشمن کو گھیر رکھا ہے اور دشمن نے انہیں گھیر رکھا ہے اور ان کا راستہ بھی روک رکھا ہے۔ ولید بن عقبہ نے حضرت عیاضؓ سے کہا کہ بعض اوقات فوج کی کثرت تعداد کے مقابلے میں ایک عقل کی بات زیادہ کارگر ہوتی ہے۔ آپ حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس قاصد بھیجیے اور ان سے مدد طلب کیجئے۔ حضرت عیاضؓ کے لیے ولید کی بات ماننے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کیونکہ انہیں دومۃ الجندل پہنچے ہوئے سال بھر ہو چکا تھا اور ابھی تک فتح کی کوئی شکل نہ نظر آتی تھی۔ حضرت عیاضؓ نے ایسا ہی کیا۔ جب ان کا قاصد مدد طلب کرنے کے لیے حضرت خالدؓ کے پاس پہنچا تو اس وقت عین التمر فتح ہو چکا تھا۔ انہوں نے حضرت عیاضؓ کے نام ایک مختصر خط دے کر قاصد کو فوراً واپس کر دیا کہ ان کی پریشانی کچھ کم ہو جائے۔ خط میں لکھا تھا کہ تھوڑا ٹھہریں۔ سواریاں آپ کے پاس پہنچ رہی ہیں جن پر شیر سوار ہوں گے اور تلواریں چمک رہی ہوں گی اور لشکر فوج در فوج پہنچ رہے ہوں گے۔

پھر حضرت خالد بن ولیدؓ کی دومۃ الجندل روانگی کے بارے میں آتا ہے کہ جب حضرت خالدؓ عین التمر کی فتح سے فارغ ہوئے تو اس میں عویم بن کاہل اسلمی کو نگران مقرر کیا اور خود اپنی فوج کو جو عین التمر میں تھی لے کر دومۃ الجندل کی طرف روانہ ہوئے۔ تین سو میل کا یہ فاصلہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے دس روز سے بھی کم عرصہ میں طے کیا۔ اہل دومہ کو حضرت خالدؓ کے آنے کی اطلاع ملی تو انہوں نے اپنے حلیف قبائل سے مدد طلب کی۔ یہ قبائل اپنے ساتھ کئی اَور قبائل کو ملا کر دُوْمَۃُ الْجَنْدَل پہنچے اور ان کی تعداد اس وقت سے کئی گنا زیادہ تھی جب ایک سال قبل حضرت عیاضؓ ان کی سرکوبی کے لیے پہنچے تھے۔ دُوْمَۃُ الْجَنْدَل کی فوج دو بڑے حصوں میں منقسم تھی۔[738]

فوج کے دو سردار تھے۔ ایک اُکَیدر بن عبدالملک اور دوسرا جودی بن ربیعہ۔ جب ان کو حضرت خالدؓ کی آمد کی اطلاع ملی تو ان میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ اکیدر نے کہا کہ میں خالد کو خوب جانتا

ہوں اس سے بڑھ کر کوئی شخص اقبال مند نہیں ہے اور نہ اس سے زیادہ کوئی جنگ میں تیز ہے۔ جو قوم خالد سے مقابلہ کرتی ہے خواہ وہ تعداد میں کم ہو یا زیادہ ضرور شکست پاتی ہے۔ تم لوگ میرے مشورے پہ عمل کرو اور ان لوگوں سے صلح کر لو مگر انہوں نے اس کا انکار کر دیا اس پر اکیدر نے کہا میں خالد کے ساتھ لڑنے میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا۔ تم جانو اور تمہارا کام جانے۔ یہ کہہ کر وہ وہاں سے چل دیا۔ اس کی اطلاع حضرت خالدؓ کو ہو گئی۔ انہوں نے اس کا راستہ روکنے کے لیے عاصم بن عمرو کو بھیجا۔ صلح کے لیے راضی نہیں ہوا تھا بلکہ وہاں سے چھوڑ کے چلا گیا، اپنے علاقے کی طرف جا رہا تھا۔ عاصم نے اکیدر کو جا پکڑا۔ اس نے کہا تم مجھے اپنے امیر خالد کے پاس لے چلو۔ جب وہ حضرت خالدؓ کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے اکیدر کو قتل کروا دیا اور اس کے تمام سامان پر قبضہ کر لیا۔[739]

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اکیدر کو قید کرنے کے بعد کیوں قتل کیا گیا تھا تو اس کی وجہ یہ بیان ہوئی ہے کہ حضرت خالدؓ کو غزوۂ تبوک کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے اکیدر کی طرف روانہ کیا تھا۔ آپؓ اس کو قید کر کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر احسان کر کے اسے چھوڑ دیا تھا اور اس سے معاہدہ لکھوایا تھا لیکن اس نے اس کے بعد بدعہدی کی اور اس نے مدینہ کی حکومت کے خلاف بغاوت کر دی تھی۔[740]

جس وقت اکیدر کو حضرت خالدؓ کے دومۃ الجندل آنے کی اطلاع ملی تو یہ اپنی قوم کا ساتھ چھوڑ کر نکل گیا۔ حضرت خالدؓ کو دومۃ الجندل کے راستے میں اس کی خبر ملی جیسا بیان ہوا ہے۔ آپؓ نے عاصم بن عمرو کو اس کے گرفتار کرنے کے لیے روانہ کیا۔ انہوں نے اسے گرفتار کر لیا اور اس کی سابقہ خیانت کی وجہ سے حضرت خالدؓ نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا اور اس کو قتل کر دیا گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کی خیانت اور غداری کی وجہ سے اسے ہلاک کیا۔[741]

بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسے قید کر کے مدینہ بھیج دیا گیا تھا اور حضرت عمرؓ کے عہد میں اسے رہائی ملی اور وہ مدینہ سے عراق چلا گیا۔ وہاں عین التمر کے مقام دومہ ہی میں قیام پذیر ہوا اور آخر تک وہیں رہا۔[742]

یہ دو روایتیں ہیں۔ بہر حال اہلِ دومہ سے لڑائی کا جو واقعہ ہے اس بارہ میں لکھا ہے کہ حضرت خالدؓ آگے بڑھ کر دومہ پہنچے۔ حضرت خالدؓ نے دومہ کو اپنی اور حضرت عیاضؓ کی فوج کے وسط میں لے لیا۔ نصرانی عرب جو اہلِ دومہ کی امداد کے لیے آئے تھے وہ قلعہ کے اطراف میں بیرونی جانب تھے کیونکہ قلعہ میں ان کی گنجائش نہیں تھی۔ جب حضرت خالدؓ اطمینان سے صف آرائی کر چکے تو دومہ کے سرداروں نے قلعہ سے نکل کر حضرت خالدؓ پر حملہ کر دیا۔ دونوں فریقوں میں گھمسان کی جنگ ہوئی۔ بالآخر حضرت خالدؓ اور حضرت عیاضؓ نے اپنے مدمقابل کو شکست دی۔ حضرت خالدؓ نے ایک سردار جودی اور حضرت اقرع بن حابسؓ نے وَدِیعہ کو گرفتار کر لیا جو قبیلہ کلب کا سردار تھا۔ باقی لوگ پسپا ہو کر قلعہ بند ہو گئے مگر قلعہ میں کافی گنجائش نہیں تھی۔ جب قلعہ بھر گیا تو اندر والوں نے بہت سے لوگوں کو

باہر چھوڑ کر قلعہ کا دروازہ بند کر لیا جس کی وجہ سے باہر کے لوگ حیران و پریشان پھرنے لگے۔

عاصم بن عمرو نے کہا اے بنو تمیم! اپنے حلیف قبیلہ کلب کی مدد کرو اور ان کو پناہ دو کیونکہ تمہیں ان کی امداد کا ایسا موقع پھر کبھی نہیں ملے گا۔ یہ سن کر بنو تمیم نے ان کی مدد کی۔ اس روز عاصم کے امان دینے کی وجہ سے کلب قبیلہ کی جان بچ گئی۔ حضرت خالدؓ نے قلعہ کی طرف پسپا ہونے والوں کا پیچھا کیا اور اتنے آدمی قتل کیے کہ ان کی لاشوں سے قلعہ کا دروازہ مسدود ہو گیا۔ پھر جودی اور اس کے ساتھ باقی قیدیوں کو بھی قتل کر دیا۔ صرف کلب کے قیدی بچ گئے کیونکہ عاصم اور اقرع اور بنو تمیم نے کہہ دیا تھا کہ ہم نے ان کو امان دی ہے۔ پھر حضرت خالدؓ قلعہ کے دروازے پر مسلسل چکر لگاتے رہے یہاں تک کہ اس کو توڑ کر دم لیا۔ مسلمان قلعہ میں گھس گئے۔ جنگجوؤں کو قتل کیا گیا اور نوعمروں کو قیدی بنا لیا گیا۔[743]

فتح کے بعد حضرت خالدؓ نے اقرع بن حابس کو انبار واپس جانے کا حکم دیا اور خود دومۃ الجندل میں قیام کیا۔[744]

دُوْمَۃُ الْجَنْدَلْ کے فتح ہونے سے مسلمانوں کو جنگی اعتبار سے بڑا اہم مقام حاصل ہو گیا کیونکہ دُومۃ الجندل ایسے راستے پر واقع تھا جہاں سے تین سمتوں میں اہم راستے نکلتے تھے۔ جنوب میں جزیرہ نمائے عرب اور شمال مشرق میں عراق اور شمال مغرب میں شام۔ طبعی طور پر یہ شہر حضرت ابو بکرؓ اور آپؓ کی فوج کی توجہ اور اہتمام کا مستحق تھا جو عراق میں برسرپیکار تھی اور شام کی سرحدوں پر کھڑی تھی۔ یہی سبب تھا کہ حضرت عیاضؓ نے دُوْمَۃُ الْجَنْدَل سے حرکت نہ کی بلکہ وہاں ڈٹے رہے اور حضرت خالدؓ کے وہاں پہنچنے کا انتظار کیا۔ اگر دُوْمَۃُ الْجَنْدَل مسلمانوں کے قبضہ میں نہ آتا تو عراق میں مسلم فوجوں کے لیے خطرات کا سامنا تھا۔[745]

جنگِ حصید اور خنافس

پھر جنگِ حصید اور خنافس کا ذکر ہے۔ حصید کوفہ اور شام کے درمیان ایک چھوٹی سی وادی ہے۔ خنافس عراق کی طرف انبار کے قریب ایک جگہ ہے۔ لکھا ہے کہ حضرت خالد بن ولیدؓ دومۃ الجندل میں مقیم تھے اور عجمی بدستور حضرت خالدؓ کے خلاف، مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف تھے۔ عقہ کے انتقام کے جوش میں جزیرے کے عربوں نے عجمیوں سے ساز باز کر لی تھی۔ چنانچہ بغداد سے زرمہر اور اس کے ساتھ روزبہ انبار کی طرف روانہ ہوئے اور دونوں نے حصید اور خنافس پر ملنے کا وعدہ کیا۔ حِیرہ میں حضرت خالد بن ولیدؓ کے نائب حضرت قعقاع بن عمروؓ نے یہ خبر سنی تو آپؓ نے اعبد بن فدکی کو حصید کی طرف پہنچنے کا حکم دیا اور عروہ بن جعد کو خنافس کی طرف روانہ کیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ دومہ سے حِیرہ واپس آئے تو آپؓ کو بھی اس کی اطلاع ملی۔ حضرت خالدؓ کا مدائن پر چڑھائی کا ارادہ تھا مگر یہاں پہنچ کر جب ان واقعات کا علم ہوا تو آپ نے حضرت قعقاع بن عمروؓ اور ابولیلیٰ کو روزبہ اور زرمہر کے

مقابلے کے لیے بھیج دیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس امراء القیس کلبی کا خط آیا۔ یہ قبیلہ قضاعہ اور کلب پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عامل تھے۔ حضرت ابو بکرؓ کے دورِ خلافت میں یہ اسلام پر ثابت قدم رہے تھے۔ ان کا خط آیا کہ ھذیل بن عمران نے مصیخ میں اور ربیعہ بن بجیر نے ثنی اور بشر میں فوجیں جمع کی ہیں یہ لوگ عقہ کے انتقام کے جوش میں روزبہ اور زرمہر کے پاس جا رہے ہیں۔ یہ معلوم ہوتے ہی حضرت خالد بن ولیدؓ نے حِیرہ پر حضرت عیاض بن غنمؓ کو اپنا نائب مقرر کیا اور خود وہاں سے روانہ ہوئے۔ آپؓ نے خنافس جانے کے لیے وہی راستہ اختیار کیا جس سے قعقاع اور ابولیلی گئے تھے۔ آپؓ عین التمر میں ان دونوں سے مل گئے۔ یہاں آکر آپ نے حضرت قعقاعؓ کو امیر فوج بنایا اور ان کو حصید کی طرف روانہ کیا اور ابولیلی کو خنافس کی طرف بھیجا اور ان دونوں کو حکم دیا کہ دشمن اور ان کے بھڑکانے والوں کو گھیر کر ایک جگہ جمع کرو اور اگر وہ جمع نہ ہوں تو اسی حالت میں ان پر حملہ کر دو۔ حضرت قعقاعؓ نے جب دیکھا کہ زرمہر اور روزبہ کوئی حرکت نہیں کر رہے تو انہوں نے حصید کی طرف پیش قدمی کی۔ اس طرف کی عربی و عجمی فوجوں کا سردار روزبہ تھا۔

جب اس نے دیکھا کہ قعقاع اس کی طرف آ رہے ہیں تو اس نے زرمہر سے مدد طلب کی۔ زرمہر نے اپنی فوج پر نائب مقرر کیا اور بذات خود روزبہ کی مدد کے لیے آیا۔ حصید میں دونوں فریقوں کا مقابلہ ہوا۔ بڑی شدت کی جنگ ہوئی۔ اللہ نے عجمیوں کی بہت بڑی تعداد کو قتل کرایا۔ قعقاع نے زرمہر کو قتل کیا اور روزبہ بھی مارا گیا۔ اس جنگ میں کثیر مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ حصید کے بھاگے ہوئے لوگ خنافس میں جا کر جمع ہو گئے۔ جنگ خنافس کے بارے میں لکھا ہے کہ ابولیلی اپنی فوج اور جو کمک ان کے پاس آئی تھی ان کو لے کر خنافس کی طرف نکلے۔ حصید کا شکست خوردہ لشکر زرمہر کے نائب کے پاس پہنچا۔ جب اس کو مسلمانوں کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ خنافس چھوڑ کر سب کے ساتھ مصیخ بھاگ گیا۔ وہاں کا افسر ھذیل تھا۔ خنافس کی فتح کے لیے ابولیلی کو کچھ دشواری پیش نہ آئی۔ ان تمام فتوحات کی اطلاع حضرت خالد بن ولیدؓ کی خدمت میں بھیج دی گئی۔ [746]

جنگ مصیّخ

جنگ مصیّخ۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کو اہلِ حصید اور اہل خنافس کے بھاگنے کی اطلاع ہوئی تو آپؓ نے حضرت قعقاعؓ، ابولیلی اعبد اور عروہ کو ایک خط لکھا جس میں انہوں نے ان کو ایک رات ایک وقت مقرر کر کے مصیخ پر ملنے کا وعدہ کیا۔ مصیخ حوران اور قلت کے درمیان واقع ہے۔ حوران بھی دمشق کے قریب ایک وسیع علاقہ ہے جہاں بیشمار بستیاں اور کھیت ہیں۔ حضرت خالد بن ولیدؓ عین التمر سے مصیّخ روانہ ہوئے اور مقررہ رات کو طے شدہ وقت کے مطابق حضرت خالد بن ولیدؓ اور ان کے افسروں نے مصیّخ پر ایک دم حملہ کر دیا اور ھذیل اس کی فوج اور تمام پناہ گزینوں پر تین اطراف سے حملہ کر دیا اور ھذیل چند لوگوں کے ساتھ جان بچا کر بھاگ گیا۔ [747]

اس جنگ کے دوران دو ایسے مسلمان اسلامی فوج کے ہاتھ مارے گئے جو مصیخ میں مقیم تھے اور جن کے پاس حضرت ابو بکر صدیقؓ کا عطا کیا ہوا امان نامہ بھی تھا۔ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ کو ان کے مارے جانے کی اطلاع ملی تو آپ نے ان کا خون بہا ادا کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے اصرار کیا کہ حضرت خالد بن ولیدؓ کو ان کے اس فعل کی سزا ملنی چاہیے۔ حضرت عمرؓ بڑے پر جوش تھے کہ کیوں مسلمانوں کو قتل کیا لیکن حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ جو مسلمان دشمن کی سر زمین میں دشمن کے ساتھ قیام پذیر ہوں گے ان کے ساتھ ایسی صورتحال پیدا ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ اس طرح ہو جاتا ہے۔ تاہم حضرت ابو بکرؓ نے ان کی اولاد کی پرورش اور ان کا خیال رکھنے کے متعلق وصیت بھی فرمائی۔[748]

ثنی اور زمیل کا واقعہ۔ زمیل ایک مقام ہے۔ اس کا نام بشر بھی آتا ہے۔ یہ ثنی مقام کے ساتھ ہے۔ عقہ جو معرکہ عین التمر میں مارا گیا تھا اس کے انتقام کے جوش میں ربیعہ بن بجیر اپنی فوج کو لے کر ثنی اور بشر میں اترا اور حضرت خالدؓ نے مصیخ کے معرکہ کو سر کر کے قعقاع اور ابو لیلیٰ کو اپنے آگے روانہ کر دیا اور ایک رات مقرر کر کے طے کیا کہ ہم سب مصیّخ کی طرح یہاں بھی تین مختلف سمتوں سے دشمن پر حملہ کریں گے۔ اس کے بعد حضرت خالدؓ مصیّخ سے چل کر مختلف مقامات سے ہوتے ہوئے زمیل آئے۔ حضرت خالدؓ نے ثنی سے آغاز کیا۔ یہاں ان کے دونوں ساتھی بھی ان سے مل گئے۔ ان تینوں نے رات کے وقت تینوں اطراف سے ربیعہ کی فوج پر اور ان لوگوں پر جو بڑی شان سے لڑنے کے لیے جمع ہوئے تھے شب خون مارا اور تلواریں سونت کر ان کا ایسا صفایا کیا کہ کوئی بھاگ کر کہیں خبر بھی نہ دے سکا۔ ان کی عورتیں گرفتار کر لی گئیں۔ بیت المال کا خمس حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں بھیج دیا گیا اور باقی مال غنیمت مسلمان لشکر میں تقسیم کر دیا گیا۔ ہذیل جس نے جنگ مصیخ میں بھی شکست کھا کر جان بچائی تھی وہ حسب وعدہ ربیعہ بن بجیر کی فوج میں شامل ہوا۔ اب پھر اس نے بھاگ کر زمیل میں عتاب کے پاس پناہ لی۔ عتاب ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ بشر میں قیام پذیر تھا۔ اس سے پہلے کہ اس تک ربیعہ کے خاتمہ کی خبر پہنچتی حضرت خالدؓ نے اس پر بھی تین اطراف سے حملہ کر دیا۔ اس معرکہ میں بھی کثرت سے آدمی قتل ہوئے اور بے شمار مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ حضرت خالدؓ نے مال غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کر دیا اور خُمس حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں بھیج دیا۔ حضرت خالدؓ بشر کے قریب ایک مقام رضاب کی طرف مڑے۔ وہاں کا افسر ہلال بن عقہ تھا۔ اس کی فوج کو جب حضرت خالدؓ کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ اس سے الگ ہو گئی۔ مجبوراً ہلال وہاں سے بھاگ نکلا اور مسلمانوں نے بغیر کسی دِقّت کے رضاب کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔[749]

پھر جنگ فراض کے بارے میں آتا ہے۔ فراض بصرہ اور یمامہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔ یہاں شام، عراق اور جزیرے کے راستے آ کر ملتے ہیں۔ یہ معرکہ مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان ذی قعدہ بارہ ہجری میں فراض کے مقام پر ہوا۔ اسی نسبت سے یہ جنگ جنگ فراض کے نام سے مشہور ہوئی۔

حضرت خالد بن ولیدؓ رضاب پر قبضہ کر کے فراض پہنچے۔ اس سفر میں حضرت خالدؓ کو بہت سی لڑائیاں پیش آئیں۔ یہاں حضرت خالدؓ رمضان کے روزے بھی نہ رکھ سکے۔ خالدؓ کے ان اچانک حملوں اور قبائل کے ان کے مقابل پہ عاجز رہنے کی خبریں عراق بھر میں پھیل چکی تھیں اور صحرا میں رہنے والے تمام قبائل خوفزدہ ہو چکے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کے آگے ہتھیار ڈالنے اور ان کی اطاعت قبول کرنے ہی میں اپنی عافیت سمجھی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اپنی فوجوں کے ہمراہ دریائے فرات کے ساتھ ساتھ شمالی علاقوں کی طرف پیش قدمی شروع کر دی اور وہ جہاں بھی پہنچتے وہاں کے باشندے ان سے مصالحت کر لیتے اور ان کی اطاعت کرنے کا اقرار کرتے۔ آخر وہ فراض پہنچ گئے جہاں شام عراق اور الجزیرہ کی سرحدیں ملتی تھیں۔ فراض عراق اور شام کے انتہائی شمال میں واقع ہے۔ اگر عیاض بن غنم کی قسمت ساتھ دیتی اور وہ ابتدا ہی سے دومۃ الجندل فتح کر لیتے تو غالباً خالد یہاں تک نہ پہنچتے کیونکہ حضرت ابو بکرؓ کا منشا سارے عراق اور شام کو فتح کرنے کا نہ تھا۔ وہ صرف یہ چاہتے تھے کہ ان دونوں ملکوں کی سرحدوں پر جو عرب سے ملتی ہیں امن و امان قائم ہو جائے اور ان اطراف سے ایرانی اور رومی عرب پر حملہ آور نہ ہو سکیں لیکن اللہ کو یہی منظور تھا کہ یہ دونوں مملکتیں مکمل طور پر مسلمانوں کے قبضہ میں آ جائیں اس لیے اس نے ایسے اسباب پیدا کر دیے کہ خالد عراقی قبائل کو مطیع کرنے کی غرض سے انتہائی شمال تک چلے گئے اور اس طرح مسلمانوں کے لیے بالائی جانب سے شام پر حملہ کرنے کا راستہ کھل گیا۔

ایرانی سرحدوں سے رومیوں پر حملہ کا رستہ کھل جانا ایک ایسا معجزہ تھا جس کا خیال حضرت ابو بکرؓ کو بھی نہیں آ سکا اور یہ کارنامہ ایسے شخص کے ہاتھوں رونما ہوا جس کی نظیر پیدا کرنے سے عرب اور عجم کی عورتیں واقعی عاجز رہیں جیسا کہ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا تھا۔ فراض میں خالد کو کامل ایک مہینے تک قیام کرنا پڑا۔ یہاں بھی انہوں نے ایسی جرأت اور عزم و استقلال کا مظاہرہ کیا کہ وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ وہ چاروں طرف سے دشمن میں گھرے ہوئے تھے۔ مشرقی جانب ایرانی تھے جو ان کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے۔ مغربی جانب رومی تھے جن کا یہ خیال تھا کہ اگر اس وقت خالد کی جمعیت کو تباہ و برباد نہ کیا تو پھر یہ سیلاب روکے نہ رکے گا۔ رومیوں اور مسلمانوں کے درمیان صرف دریائے فرات حائل تھا۔ ان کے علاوہ چاروں طرف بدوی قبائل آباد تھے جن کے بڑے بڑے سرداروں کو قتل کر کے خالد نے ان کے دلوں میں انتقام کی ایک نہ ختم ہونے والی آگ بھڑکا دی تھی۔ اس نازک صورتحال سے خالد لاعلم نہ تھے۔ اگر وہ چاہتے تو حِیرَہ واپس آ کر اپنی قوت و طاقت میں اضافہ کرتے ہوئے پھر رومیوں کے مقابلے کے لیے روانہ ہو سکتے تھے۔ انہوں نے ایسا نہ کیا کیونکہ دشمن کو سامنے دیکھ کر خالد کے لیے صبر کرنا ناممکن ہو جاتا تھا۔ طبیعت ایسی تھی ان کی۔ ان کی نظروں میں کیا ایرانی اور کیا اہل بادیہ سب قابل تسخیر تھے۔ ان کی عظیم الشان فوجوں کو وہ نہ پہلے کبھی خاطر میں لائے اور نہ آئندہ خاطر میں لانے کو تیار تھے، اس لیے وہ بڑے اطمینان سے لڑائی کی تیاریوں میں مشغول رہے۔ ادھر رومیوں کو ابھی تک خالد سے

واسطہ نہ پڑا تھا اور وہ ان کے حملے کی شدت سے ناواقف تھے۔ جب اسلامی فوجیں فراض میں اکٹھی ہو گئیں اور برابر ایک مہینے تک ان کے سامنے ڈیرے ڈالے پڑی رہیں تو انہیں بہت جوش آیا اور انہوں نے اپنے قریب کی ایرانی چوکیوں سے مدد مانگی۔ ایرانیوں نے بڑی خوشی سے رومیوں کی مدد کی کیونکہ مسلمانوں نے انہیں ذلیل و رسوا کر دیا تھا اور ان کی شان و شوکت کو تہ و بالا کر کے ان کا غرور خاک میں ملا دیا تھا۔ ایرانیوں کے علاوہ تغلب، ایاد اور نمر کے عربی النسل قبائل نے بھی رومیوں کی پوری پوری مدد کی کیونکہ وہ اپنے رؤوسا اور سربر آوردہ اشخاص کے قتل کو بھولے نہیں تھے۔ چنانچہ رومیوں، ایرانیوں اور عربی النسل قبائل کا ایک بہت بڑا لشکر مسلمانوں سے لڑنے کے لیے روانہ ہوا۔ دریائے فرات پر پہنچ کر انہوں نے مسلمانوں کو کہلا بھیجا کہ تم دریا کو عبور کر کے ہماری طرف آؤ گے یا ہم دریا کو عبور کر کے تمہاری طرف آئیں۔ حضرت خالدؓ نے جواب دیا تم ہی ہماری طرف آ جاؤ۔ تم لڑنے آئے ہو تو ادھر آ جاؤ۔ چنانچہ دشمن کا لشکر دریا عبور کر کے دوسری جانب اترنا شروع ہوا۔ اس دوران میں حضرت خالد بن ولیدؓ نے اپنے لشکر کی اچھی طرح اور باقاعدہ صفیں قائم کر کے انہیں دشمن سے لڑنے کے لیے پوری طرح تیار کر دیا۔ جب لڑائی شروع ہونے کا وقت آیا تو رومی لشکر کے سپہ سالار نے فوج کو حکم دیا کہ تمام قبائل علیحدہ علیحدہ ہو جائیں تا کہ معلوم ہو سکے کس گروہ نے زیادہ شاندار کارنامہ انجام دیا ہے چنانچہ ساری فوج اپنے اپنے سرداروں کے ساتھ علیحدہ علیحدہ ہو گئی۔ لڑائی شروع ہوئی تو حضرت خالد بن ولیدؓ نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ وہ چاروں طرف سے دشمن کو گھیر لیں اور انہیں ایک جگہ جمع کر دیں۔ اس طرح پے درپے حملے کریں کہ سنبھلنے کا موقع ہی نہ مل سکے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اسلامی دستوں نے رومی لشکر کو گھیر کر ایک جگہ جمع کر دیا اور ان پر پُرزور حملے شروع کر دیے۔ رومیوں اور ان کے حلیفوں کا خیال تھا کہ وہ قبائل کو علیحدہ علیحدہ مسلمانوں کے مقابلے میں بھیج کر لڑائی کو زیادہ طول دے سکیں گے اور جب مسلمان تھک کر چور ہو جائیں گے تو ان پر بھرپور حملہ کر کے انہیں مکمل طور پر شکست دے دیں گے لیکن ان کا یہ خیال خام ثابت ہوا اور ان کی تدبیر خود ان پر الٹ پڑی۔

جب مسلمانوں نے انہیں ایک جگہ جمع کر کے ان پر حملے شروع کیے تو وہ ان کی تاب نہ لا سکے اور بہت جلد شکست کھا کر میدان جنگ سے فرار ہونے لگے لیکن مسلمان انہیں کہاں چھوڑنے والے تھے، انہوں نے ان کا پیچھا کیا اور دور تک انہیں قتل کرتے چلے گئے۔ تمام مؤرخین اس امر پر متفق ہیں کہ اس معرکہ میں میدانِ جنگ اور بعد ازاں تعاقب میں دشمن کے ایک لاکھ آدمی کام آئے۔ فتح کے بعد حضرت خالدؓ نے فراض میں دس دن قیام کیا اور پچیس ذی قعدہ بارہ ہجری کو انہوں نے اپنی فوج کو واپس حِیرَہ کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔[750]

ایک مصنف اس جنگ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ مسلمانوں نے حضرت ابو بکرؓ کے عہدِ خلافت میں پہلی مرتبہ روم و ایران کی دونوں سپر طاقتوں اور ان کے ہمنوا عرب فوجوں کا مقابلہ کیا۔ اس

کے باوجود مسلمانوں کو زبردست فتح حاصل ہوئی اور بلاشبہ یہ معرکہ تاریخی اور فیصلہ کن معرکوں میں سے رہا۔ اگرچہ اس کو وہ شہرت حاصل نہ ہوئی جو دیگر بڑے معرکوں کو حاصل ہوئی لیکن بہرحال اس سے کفار کی اندرونی قوت ختم ہو گئی خواہ وہ ایران سے تعلق رکھتے ہوں یا روم سے یا عرب اور عراق سے۔ عراق میں خالد سیف اللہ نے جو معرکے سر کیے یہ اس کی آخری کڑی تھی۔ اس معرکہ کے بعد ایرانیوں کی شان و شوکت خاک میں مل گئی۔ پھر اس کے بعد ان کو ایسی جنگی قوت حاصل نہ ہو سکی جس سے مسلمان خوفزدہ ہوں۔[751]

ایک مؤرخ نے جنگ فراض کی اہمیت کو کچھ یوں بیان کیا ہے کہ اُلیس میں مسلمانوں کی فتح کے بعد ایرانی لشکر کی کمر ٹوٹ گئی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے پیش قدمی جاری رکھی اور بالترتیب امغیشیا، حیرہ، انبار، عین التمر اور دومۃ الجندل کو فتح کر لیا اور بالآخر فراض کے مقام تک جا پہنچے۔

فراض دریائے فرات پر واقع ایک شہر تھا جو کہ سلطنتِ روم کی سرحد سے بہت نزدیک تھا۔ یہاں رومیوں، ایرانیوں اور عیسائی قبائل کا متحدہ لشکر مسلمانوں سے نبرد آزما ہوا لیکن حضرت خالد بن ولیدؓ نے کفار کی اس بھاری جمعیت کو بھی شکست فاش دی۔ فاتح عراق سیدنا خالد بن ولیدؓ نے عراق کو ایک سال دو ماہ میں فتح کر لیا۔ ان کے ساتھ کل دس ہزار فوجی تھے اور تقریباً اتنے ہی فوجی دیگر اسلامی سپہ سالاروں کے ساتھ تھے۔ اتنی قلیل فوج نے اس مدت میں جو شاندار کارنامے سرانجام دیے وہ تاریخ میں بے مثال ہیں۔ حضرت خالد بن ولیدؓ ہر معرکہ میں شامل ہوئے، انہیں کسی موقع پر بھی شکست کا منہ نہ دیکھنا پڑا۔ دربار رسالت ﷺ سے آپؓ کو سیف اللہ یعنی اللہ کی تلوار کا خطاب ملا تھا اور آپؓ نے اس خطاب کا حق ادا کر دیا۔ پھر آپؓ نے جو علاقے فتح کیے ان میں اتنا عمدہ بندوبست کیا کہ لوگ ایرانی حکومت کے مقابلے میں عرب حکومت کو پسند کرنے لگے۔ بہرحال عراق کی آخری فتح فراض مقام کی فتح تھی۔ حضرت خالدؓ دس روز تک فراض میں قیام پذیر رہے۔ پھر نصف لشکر لے کر شام کے محاذ پر روانہ ہو گئے۔

عراق کی فتح پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔ اس بارے میں لکھا ہے کہ عراق پر چڑھائی بہت بڑی کامیابی کی علامت تھی۔ وہاں مسلمانوں نے فارسی افواج کو جو ان سے تعداد اور سامان حرب میں کہیں زیادہ طاقتور تھیں پے درپے تباہ کن شکستیں دیں۔ یاد رہے کہ فارسی لشکر اپنے وقت کا سب سے مہلک جنگی لشکر تھا۔ عہد صدیقی کا یہ ایک ایسا عظیم الشان کارنامہ ہے جس کی مثال تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اس میں شک نہیں کہ عسکری میدان میں تمام تر کامیابی خالد بن ولیدؓ اور ان کے رفقاء و سپہ سالاروں کی مرہون منت ہے مگر اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان فتوحات اور کامیابیوں کو حضرت ابو بکرؓ جیسی عظیم شخصیت کی سرپرستی حاصل تھی۔ تاریخ گواہ ہے کہ کسی فوج کا کوئی بڑے سے بڑا باصلاحیت سپہ سالار ایسے تیقن اور یکسوئی اور وفاداری اور خلوص کا مظاہرہ نہیں کر سکتا جب تک اسے سربراہ مملکت کی ذاتی خوبیوں اور اعلیٰ کردار نے متاثر نہ کیا ہو۔

منکرین اور ارتداد اور بغاوت کی جنگوں سے لے کر فتح عراق کے تمام مراحل کے دوران جس ذاتی نمونے، حسن انتظام اور استقلال کا مظاہرہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے پیش کیا اس نے امت مسلمہ کے دلوں کو بڑی سے بڑی قربانی کے لیے گرمائے رکھا۔ جہاں ان کے تمام احکامات اور ہدایات جامعیت اور فہم و فراست سے لبریز تھے وہاں ان کا ذاتی کردار ان سے کہیں زیادہ ممتاز تھا۔ کوئی راہنما استقلال اور اولوالعزمی کا اس سے بڑھ کر ثبوت کیا پیش کر سکتا ہے کہ ابتدا سے انتہا تک کوئی ایسا موقع نظر نہیں آیا جہاں انہوں نے اپنے جاری کردہ احکام اور ضوابط کو ذاتی وقار یا کسی شخصی دباؤ کے سامنے جھک کر تبدیل کیا ہو۔ یہی نہیں بلکہ باصلاحیت ماتحتوں کی کارگزاری کے لیے اعلیٰ معیار کو قائم رکھنے کے لیے اور ایثار و قربانی کے جذبے کو فزوں تر کرنے کے لیے جس حسن ظن اور اعتماد کا نمونہ حضرت ابو بکرؓ نے پیش کیا اس کی مثال ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔ کیا کوئی ماتحت ایسے راہنما کے احکام کو عملی جامہ پہنانے میں کوئی کسر اٹھا رکھے گا جو بذات خود اپنے راہنما کے ارشادات و فرمودات اور اقدار کی خاطر انتہائی وفاداری اور بے دریغ قربانی پیش کرنے کا زندہ نمونہ ہو جیسا کہ صدیق اکبرؓ خود تھے۔ سیدنا حضرت خالدؓ کی عسکری قابلیت بجا طور پر ان کو دنیا کے عظیم سپہ سالاروں کی صف میں لا کر کھڑا کر دیتی ہے اپنے مخالفین کے مقابلے میں جن حکمت حرب کے اصولوں کو سیدنا خالدؓ نے اپنایا بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہو گا کہ سیدنا خالدؓ نے جن اصولوں کو مرتب کیا وہ عسکری تاریخ کے درخشندہ باب ہیں۔

سیدنا خالد کی ہمت طلب منصوبوں کو کامیاب بنانے کے لیے مسلمانوں کی جنگی صلاحیت اور ان کی فوج کی مسلسل حرکت ان کے سب سے اہم وسیلے تھے۔ ان دونوں چیزوں سے سیدنا خالد نے قوت برداشت کی آخری حد تک استفادہ کیا اور یہ صرف اس لیے ممکن تھا کہ انہوں نے اپنے سپاہ کو کبھی ایسی مشکل میں نہیں ڈالا جس کو انہوں نے خود نہ جھیلا ہو۔ جہاں خلیفہ اوّل کو تاریخ اسلام میں ایک ممتاز ترین مقام حاصل ہے وہاں پر سیدنا خالدؓ بھی ان نامور سپہ سالاروں میں سے سب سے پہلے تھے جو بیرونی علاقوں کو فتح کرنے اور دنیا کے سیاسی و مذہبی نقشے کو نئی شکل دینے میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دست راست تھے۔ جس طرح ہر مسلمان حضرت ابو بکر صدیقؓ کی سیاسی و روحانی راہنمائی میں اور سیدنا خالدؓ کی عسکری قیادت کے ذریعہ عراق کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک تند طوفان کی طرح چھا گئے اب وہ اسی طرح ایک دوسری سلطنت پر دھاوا کرنے والے تھے اور وہ مشرقی روما تھا۔[752]

شام کی طرف پیش قدمی

حضرت ابو بکر صدیقؓ باغی مرتدین کی سرکوبی سے فارغ ہو گئے اور عرب مستحکم ہو گیا تو آپؓ نے بیرونی جارحیت کے مرتکب مخالفین میں سے اہلِ روم سے جنگ کرنے کے متعلق سوچا؛ مگر ابھی تک کسی کو اس سے آگاہ نہیں کیا تھا۔ یہ لوگ جارح قوم تھے۔ مسلمانوں کو تنگ کرتے رہتے تھے۔ ملک شام کی

حکومت کو، جو آج کل شام ہے، سلطنتِ روم کہا جاتا تھا۔ وہاں کے بادشاہ کو قیصر روم کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔

ایک اہم خواب

آپؓ ابھی اسی غور و فکر میں لگے ہوئے تھے کہ اسی دوران حضرت شُرَحبِیل بن حَسَنہؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؓ کے پاس بیٹھ گئے اور عرض کیا، اے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے خلیفہ! کیا آپؓ شام پر لشکر کشی کے بارے میں سوچ رہے ہیں؟ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ ہاں ارادہ تو ہے لیکن ابھی کسی کو مطلع نہیں کیا۔ تم نے کس وجہ سے یہ سوال کیا ہے؟ حضرت شرحبیلؓ نے عرض کیا کہ جی ہاں اے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے خلیفہ! مَیں نے خواب دیکھا ہے کہ آپؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ دشوار گزار پہاڑی راستے پر چل رہے ہیں۔ پھر آپؓ ایک بلند چوٹی پر چڑھ گئے اور لوگوں کی طرف دیکھا اور آپؓ کے ساتھ آپؓ کے ساتھی بھی ہیں۔ پھر آپؓ اس چوٹی سے اتر کر ایک نرم زرخیز زمین میں آگئے جس میں فصلیں، چشمے، بستیاں اور قلعے موجود ہیں اور آپؓ نے مسلمانوں سے فرمایا کہ مشرکین پر حملہ کر دو۔ مَیں تمہیں فتح اور مالِ غنیمت کے حصول کی ضمانت دیتا ہوں۔ اس پر مسلمانوں نے حملہ کر دیا اور مَیں بھی جھنڈے کے ساتھ اس لشکر میں شامل تھا۔ میں ایک بستی کی طرف گیا تو اس کے رہنے والوں نے مجھ سے امان طلب کی۔ میں نے انہیں امان دے دی۔ پھر میں آپؓ کے پاس واپس پہنچا تو آپ ایک عظیم قلعہ تک پہنچ چکے تھے۔ آپؓ کو فتح عطا کی گئی۔ انہوں نے آپؓ سے صلح کی درخواست کی۔ پھر آپؓ کے لیے ایک تخت رکھا گیا۔ آپؓ اس پر تشریف فرما ہو گئے۔ پھر آپؓ سے ایک کہنے والے نے عرض کیا، اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو فتح سے نوازا ہے اور آپؓ کی مدد کی ہے لہٰذا آپؓ اپنے رب کا شکر ادا کریں اور اس کی اطاعت کرتے رہیں۔ پھر اس شخص نے ان آیات کی تلاوت کی کہ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ وَ رَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ اسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا یعنی جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح آئے گی اور تُو لوگوں کو دیکھے گا کہ وہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔ پس اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کر اور اس سے مغفرت مانگ۔ یقیناً وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔ کہتے ہیں اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ یہ لمبی خواب تھی۔

اس پر حضرت ابو بکرؓ نے یہ خواب سن کے فرمایا کہ تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ **تم نے اچھا خواب دیکھا ہے اور اچھا ہی ہو گا ان شاء اللہ۔** پھر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ اس خواب میں تم نے فتح کی خوشخبری اور میری موت کی اطلاع بھی دی ہے یہ بات کہتے ہوئے حضرت ابو بکرؓ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ آپؓ نے فرمایا، رہا وہ پتھریلا علاقہ جس پر چلتے ہوئے ہم پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے تھے اور وہاں سے نیچے جھانک کر لوگوں کو دیکھا تھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں اس لشکر کے معاملہ میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا اور ان لشکر والوں کو بھی مصیبت جھیلنی پڑے گی۔ اس کے بعد پھر ہمیں غلبہ اور استحکام

حاصل ہو جائے گا اور جہاں تک ہمارا پہاڑ کی چوٹی سے اتر کر زرخیز زمین کی طرف جانے کا تعلق ہے جس میں سرسبز و شاداب فصلیں، چشمے، بستیاں اور قلعے تھے تو اس سے مراد یہ ہے کہ ہم پہلے سے زیادہ آسانی پائیں گے جس میں خوشحالی اور فراخی ہوگی اور ہمیں پہلے سے زیادہ زرخیز زمین میسر آئے گی۔ جہاں تک میرا مسلمانوں کو یہ حکم دینے کا تعلق ہے کہ دشمن پر حملہ کرو، مَیں فتح اور مالِ غنیمت کی ضمانت دیتا ہوں تو اس سے مراد میرا مسلمانوں کو مشرکین کے ممالک کی طرف بھیجنا اور انہیں جہاد پر ابھارنا ہے۔ اور جہاں تک اس جھنڈے کا تعلق ہے جو تمہارے پاس تھا جس کو تم لے کر ان بستیوں میں سے ایک بستی کی طرف گئے اور اس میں داخل ہوئے اور وہاں کے لوگوں نے تم سے امان طلب کی اور تم نے انہیں امان دے دی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اس علاقے کو فتح کرنے والے امراء میں سے ایک ہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں فتح دے گا اور رہا وہ قلعہ جسے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے فتح کرایا تو اس سے مراد وہ علاقہ ہے جسے اللہ تعالیٰ میرے لیے فتحیاب کرے گا اور جہاں تک اس تخت کا تعلق ہے جس پر تُو نے مجھے بیٹھا ہوا دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے عزت و رفعت سے نوازے گا اور مشرکین کو ذلیل و رسوا کرے گا۔ اور جہاں تک اس آدمی کا تعلق ہے جس نے مجھے نیک اعمال اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم دیا اور میرے سامنے سورۂ نصر کی تلاوت کی تو اس طرح اس نے مجھے میری موت کی خبر دی ہے۔ یہی سورت جب نبی کریم ﷺ پر نازل ہوئی تو آپؐ کو علم ہو گیا تھا کہ اس سورت میں آپؐ کی وفات کی خبر دی جا رہی ہے۔[753]

تو یہ تعبیر حضرت ابو بکرؓ نے اس خواب کی فرمائی۔

شام پر لشکر کشی کے لئے مشاورت

بہرحال جب حضرت ابو بکرؓ نے شام کی فتح کے لیے لشکر تیار کرنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے مشورے کے لیے حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ اور اہلِ بدر میں سے کبار مہاجرین و انصار نیز دیگر صحابہؓ کو طلب کیا۔ جب یہ اصحاب آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؓ نے فرمایا اللہ کی نعمتیں بے شمار ہیں۔ اعمال ان کا بدلہ نہیں ہو سکتے۔ اس بات پر اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ حمد کرو کہ اس نے تم پر احسان کیا اور تمہیں ایک کلمہ پر جمع کیا اور تمہارے درمیان صلح کروائی۔ تمہیں اسلام کی ہدایت عطا فرمائی اور تم سے شیطان کو دور کیا۔ اب شیطان کو تمہارے شرک میں مبتلا ہونے اور خدا کے سوا کسی اَور کو معبود بنانے کی امید نہیں رہی۔ آج عرب ایک امّت ہیں جو ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ میں ان کو رومیوں سے جنگ کے لیے شام بھجواؤں۔ جو ان میں سے مارا گیا وہ شہید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نیک کام کرنے والوں کے لیے بہترین بدلہ تیار کر رکھا ہے۔ اور ان میں سے جو زندہ رہا وہ دینِ اسلام کا دفاع کرتے ہوئے زندہ رہے گا اور اللہ تعالیٰ سے مجاہدین کے اجر و ثواب کا مستحق ہو گا۔ یہ میری رائے ہے۔ اب آپ لوگوں میں سے ہر شخص اپنی رائے کے مطابق مشورہ دے۔ حضرت ابو بکرؓ

نے ان سے مشورہ مانگا۔ اس پر حضرت عمر بن خطابؓ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے کہا: سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے خیر و برکت سے نوازتا ہے۔ اللہ کی قسم! بھلائی کے جس معاملے میں بھی ہم نے آپؓ سے آگے بڑھنا چاہا آپؓ اس میں ہمیشہ ہم پر سبقت لے گئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہے وہ جسے چاہتا ہے نوازتا ہے۔ اللہ کی قسم! میں آپؓ سے اسی مقصد کے لیے ملاقات کرنا چاہتا تھا جو آپؓ نے ابھی بیان کیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا کہ میں یہ بات آپؓ سے کر نہ سکا حتی کہ آپ نے خود ہی اس کا تذکرہ کر دیا۔ یقیناً آپؓ کی رائے صحیح ہے۔ اللہ نے آپ کو صحیح راہ کا ادراک عطا فرمایا ہے۔

عام لوگوں سے حضرت ابو بکرؓ کا خطاب

پھر حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ، حضرت عثمان بن عفانؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعدؓ، حضرت ابو عبیدہؓ، حضرت سعید بن زیدؓ، حضرت علیؓ اور دیگر تمام حاضرینِ مجلس مہاجرین اور انصار نے آپ کی رائے کی تائید کرتے ہوئے عرض کیا ہم آپؓ کی بات بھی سنیں گے اور اطاعت بھی کریں گے۔ ہم آپؓ کی حکم عدولی نہیں کریں گے اور آپؓ کی تحریک پر لبیک کہیں گے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ لوگوں سے خطاب کرنے کے لیے دوبارہ کھڑے ہوئے اور آپؓ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی جس کا وہ اہل ہے اور نبی کریم ﷺ پر درود و سلام بھیجا۔ پھر فرمایا:

اے لوگو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام کی نعمت دے کر تم پر بڑا احسان کیا۔ تمہیں جہاد کے ذریعہ سے معزز کیا۔ تمہیں دینِ اسلام کے ذریعہ دوسرے ادیان پر فضیلت دی۔ لہٰذا اللہ کے بندو! ملکِ شام میں رومیوں سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اب میں تمہارے امرا مقرر کرنے والا ہوں اور انہیں تمہارا کمانڈر بنانے لگا ہوں۔ تم اپنے رب کی اطاعت کرنا، اپنے امرا کی خلاف ورزی نہ کرنا اور اپنی نیت رضائے الٰہی کے لیے خالص رکھنا۔ سیرت و کردار بہتر سے بہتر بنانا اور کھانا پینا صحیح رکھنا۔ اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں اور احسان کرنے والوں کا ساتھ دیتا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا تو انہوں نے لوگوں میں اعلان کر دیا کہ اے لوگو! اپنے رومی دشمن سے جنگ کے لیے شام کی طرف نکلو اور مسلمانوں کے امیر حضرت خالد بن سعیدؓ ہوں گے۔[754]

حضرت خالد بن سعیدؓ کی روانگی

ملک شام کی فتوحات کے سلسلہ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے سب سے پہلے حضرت خالد بن سعیدؓ کو روانہ فرمایا چنانچہ ایک روایت کے مطابق حضرت ابو بکرؓ جب حج کر کے واپس مدینہ تشریف لائے تو تیرہ ہجری میں آپؓ نے حضرت خالد بن سعیدؓ کو ایک لشکر کے ہمراہ شام کی طرف روانہ فرمایا جبکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جس وقت حضرت ابو بکرؓ نے خالد بن ولیدؓ کو عراق کی طرف روانہ فرمایا تھا اسی وقت حضرت خالد بن سعیدؓ کو شام کی طرف روانہ فرمایا تھا۔ لہٰذا سب سے پہلا جھنڈا جو شام کی فتح

کے لیے لہرایا گیا وہ حضرت خالد بن سعیدؓ کا تھا۔

اس کے علاوہ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ نے مرتدین کے خلاف گیارہ لشکر تیار کر کے روانہ فرمائے تھے تو اس وقت ہی آپؓ نے حضرت خالد بن سعیدؓ کو شام کی سرحدوں کی حفاظت کے لیے تَیْمَاء جانے کا حکم دیا تھا اور ہدایت فرمائی تھی کہ اپنی جگہ سے نہ ہٹنا۔ اطراف کے لوگوں کو اپنے سے ملنے کی دعوت دینا اور صرف ان لوگوں کو بھرتی کرنا جو مرتد نہ ہوئے ہوں اور صرف ان سے جنگ کرنا جو تم سے جنگ کریں یہاں تک کہ میری طرف سے کوئی اَور حکم آ جائے۔ تَیْمَاء بھی شام اور مدینہ کے درمیان ایک مشہور شہر ہے۔[755]

حضرت ابو بکرؓ نے رومیوں کے خلاف جنگ کے لیے اہل مدینہ کے علاوہ دیگر علاقوں کے مسلمانوں کو بھی تیار کرنا شروع کیا اور انہیں جہاد میں شامل ہونے کی ترغیب دلائی۔ چنانچہ آپ نے اہل یمن کی طرف بھی ایک خط لکھا جس کا متن اس طرح سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ کی طرف سے اہل یمن میں سے مومنین اور مسلمانوں کے ہر فرد کے لیے جس پر یہ پڑھا جائے، تم پر سلامتی ہو۔ میں تمہارے سامنے اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر جہاد فرض کیا ہے اور انہیں حکم دیا ہے کہ وہ اس کے لیے تھوڑی تیاری یا بھرپور تیاری کر کے نکلیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (التوبہ: 41) اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرو۔ پس جہاد لازمی فریضہ ہے اور اللہ کے ہاں اس کا اجر عظیم ہے اور ہم نے مسلمانوں کو شام میں رومیوں سے جہاد کے لیے تیاری کا حکم دیا ہے۔ ان کی نیتیں اچھی اور مرتبہ بلند ہے۔ پس اے اللہ کے بندو! اپنے رب کے فرض اور اس کے نبی کی سنت اور دو میں سے ایک نیکی کی طرف جلدی کرو؛ یا تو شہادت یا پھر فتح اور مال غنیمت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی بے عمل باتوں سے راضی نہیں ہوتا اور نہ اس کے دشمنوں سے جہاد ترک کرنے سے راضی ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ حق کو قبول کر لیں اور قرآن کریم کے حکم کو مان لیں۔ اللہ تمہارے دین کی حفاظت کرے اور تمہارے دلوں کو ہدایت دے اور تمہارے اعمال کو پاک کر دے اور تمہیں صبر کرنے والے مجاہدین جیسا اجر عطا کرے۔

حضرت ابو بکرؓ نے یہ خط حضرت انس بن مالکؓ کے ہاتھ بھیجا تھا۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں یمن پہنچا اور ایک ایک محلے اور ایک ایک قبیلے سے آغاز کیا۔ میں ان کے سامنے حضرت ابو بکرؓ کا خط پڑھتا تھا اور جب میں خط پڑھنے سے فارغ ہوتا تھا تو کہتا تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد، اللہ کے رسول ہیں، صلی اللہ علیہ وسلم۔ میں رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ اور مسلمانوں کا پیغام رساں ہوں۔ غور سے سنو! میں نے مسلمانوں کو اس حالت میں چھوڑا ہے کہ وہ ایک لشکر کی صورت میں جمع ہیں۔ انہیں اپنے دشمن کی طرف روانہ ہونے سے صرف تمہارا (یعنی مدینہ آمد کا) انتظار روکے ہوئے ہے۔ پس تم جلدی سے اپنے بھائیوں کی طرف کوچ کرو۔ اے مسلمانو! اللہ تم پر رحم کرے۔[756]

حضرت انسؓ مدینہ واپس پہنچے اور حضرت ابو بکرؓ کو لوگوں کی آمد کی خوشخبری سناتے ہوئے عرض کیا کہ یمن کے بہادر، دلیر اور شہسوار پراگندہ بالوں والے اور گردو غبار سے بھرے ہوئے آپؓ کے پاس پہنچنے والے ہیں۔ وہ اپنے مال و اسباب اور بیوی بچوں کے ساتھ نکل چکے ہیں۔ [757]

جیش البدال

دوسری طرف حضرت خالد بن سعیدؓ تَیمَاء پہنچ کر وہیں مقیم ہو گئے اور اطراف کی بہت سی جماعتیں ان سے آملیں۔ رومیوں کو مسلمانوں کے اس عظیم لشکر کی خبر ہوئی تو انہوں نے اپنے زیرِ اثر عربوں سے شام کی جنگ کے لیے فوجیں طلب کیں۔

حضرت خالد بن سعیدؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو رومیوں کی اس تیاری کے متعلق لکھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے جواباً لکھا کہ تم پیش قدمی کرو اور ذرا مت گھبراؤ اور اللہ سے مدد طلب کرو۔ اس پر حضرت خالد بن سعیدؓ رومیوں کی طرف بڑھے مگر جب آپؓ ان کے قریب پہنچے تو وہ اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے اور انہوں نے اپنی جگہ کو چھوڑ دیا۔ حضرت خالد بن سعیدؓ اس جگہ پر قابض ہو گئے اور اکثر لوگ جو آپؓ کے پاس جمع تھے مسلمان ہو گئے۔ حضرت خالد بن سعیدؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو اس کی اطلاع دی۔ حضرت ابو بکرؓ نے لکھا کہ تم آگے بڑھو مگر اتنا آگے نہ نکل جانا کہ پیچھے سے دشمن کو حملہ کرنے کا موقع مل جائے۔ حضرت خالد بن سعیدؓ ان لوگوں کو لے کر چل پڑے یہاں تک کہ ایک مقام پر پڑاؤ کیا۔ وہاں ان کے مقابلے پر ایک رومی پادری بَاھَان نامی آیا۔ حضرت خالد بن سعیدؓ نے اسے شکست دی اور اس کے لشکروں میں سے بہتوں کو قتل کیا اور باہان نے فرار ہو کر دمشق کی طرف پناہ لی۔ حضرت خالد بن سعیدؓ نے اس کی اطلاع حضرت ابو بکرؓ کو دے کر مزید کمک طلب کی۔ اس وقت حضرت ابو بکرؓ کے پاس یمن سے جہادِ شام کی غرض سے ابتدائی طور پر کوچ کر کے آنے والے لوگ موجود تھے۔ اس کے علاوہ مکہ اور یمن کے درمیان کے لوگ بھی آئے ہوئے تھے۔ ان لوگوں میں حضرت ذُوالْكَلَاع ؓ بھی تھے۔ نیز حضرت عکرمہؓ بھی مرتدین کے خلاف جنگ سے کامیاب ہو کر حضرت ابو بکرؓ کے پاس واپس لَوٹے تھے جن کے ساتھ کچھ علاقوں کے اَور لوگ بھی تھے۔ ان سب کے متعلق حضرت ابو بکرؓ نے امرائے صدقات کو لکھا کہ جو لوگ تبدیلی کے خواہاں ہوں ان کو تبدیل کر دو تو سب نے تبدیل ہونا چاہا اور ان سب کو بدل کر ایک نیا لشکر تیار کیا گیا۔ اس لیے اس لشکر کا نام جَیْشُ الْبِدَال پڑ گیا۔ یہ فوجیں حضرت خالد بن سعیدؓ کے پاس پہنچیں۔ اس کے بعد بھی حضرت ابو بکرؓ لوگوں کو شام کی جنگ کے لیے ترغیب دلاتے رہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت ولید بن عقبہؓ کو حضرت خالد بن سعیدؓ کی طرف شام پہنچنے کا ارشاد فرمایا۔ وہ جب خالد بن سعیدؓ کے پاس پہنچے تو انہوں نے انہیں بتایا کہ اہل مدینہ اپنے بھائیوں کی مدد کے لیے بے تاب ہیں اور حضرت ابو بکرؓ فوجیں بھیجنے کا بندوبست کر رہے ہیں۔ یہ سن کر حضرت خالد بن

سعیدؓ کی خوشی کی انتہا نہ رہی اور انہوں نے اس خیال سے کہ رومیوں پر فتح یابی کا فخر انہی کے حصہ میں آئے حضرت ولید بن عقبہؓ کو ساتھ لے کر رومیوں کی عظیم الشان فوج پر حملہ کرنا چاہا جس کی قیادت ان کا سپہ سالار باہان کر رہا تھا۔[758]

رومیوں کے سپہ سالار باہان سے مقابلہ اور وقتی ناکامی کا سامنا

گویا حضرت خالد بن سعیدؓ نے رومی لشکر پر حملہ کرتے وقت حضرت ابو بکرؓ کی اس ہدایت کو نظر انداز کر دیا کہ تم اتنا آگے نہ نکل جانا کہ پیچھے سے دشمن کو حملہ کرنے کا موقع مل جائے اور بہر حال وہ اپنی پشت کے دفاع سے غافل ہو گئے اور دیگر امراء کے پہنچنے سے پہلے ہی رومیوں سے جنگ شروع کر دی۔ باہان اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ان کے سامنے سے ہٹ کر دمشق کی طرف نکل گیا۔باھان کا پیچھے ہٹنا اصل میں ایک چال تھی۔ وہ مسلمانوں کو گھیرے میں لے کر پیچھے سے ان پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ اس خطرے سے حضرت ابو بکرؓ نے انہیں خبر دار کیا تھا لیکن کامیابی کے جذبے نے حضرت خالد بن سعیدؓ کو خلیفۂ وقت کی اس تنبیہ سے غافل کر دیا اور آگے بڑھنے پر اکسا دیا۔ حضرت خالد بن سعیدؓ دشمن کی فوج میں آگے گھستے گئے۔ اس وقت ان کے ہمراہ حضرت ولید بن عقبہؓ کے علاوہ حضرت ذوالکلاعؓ اور حضرت عکرمہؓ بھی تھے۔ وہاں حضرت خالد بن سعیدؓ کو باہان کی فوجی چوکیوں نے ایک ساتھ مل کر محصور کر لیا اور ان کے راستے روک لیے۔ حضرت خالدؓ کو اس کی خبر تک نہ ہوئی۔ اس کے بعد باہان نے پیش قدمی کی اور ایک جگہ حضرت خالد کے بیٹے سعید کو کچھ لوگوں کے ساتھ پانی کی تلاش میں گھومتے ہوئے پا لیا اور ان سب کو قتل کر دیا۔ حضرت خالد بن سعیدؓ کو اس کی خبر ہوئی یعنی ان کے بیٹے اور ان کے ساتھیوں کے قتل ہونے کی، شہید ہونے کی خبر ہوئی، تو سواروں کے ایک دستہ کے ساتھ وہاں سے فرار ہو گئے اور بجائے اس کے کہ مقابلہ کرتے وہاں سے چھوڑ کے چلے گئے۔ ان کے بعد بہت سے ساتھی بھی گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار ہو کر اپنے لشکر سے منقطع ہو گئے۔ خالد شکست کھاتے ہوئے ذُوالْمَرْوَہ تک پہنچ گئے مگر حضرت عکرمہؓ اپنی جگہ سے نہ ہٹے بلکہ مسلمانوں کی مدد کرتے رہے۔ ذوالمروہ مکہ اور مدینہ کے درمیان مدینہ سے کوئی چھیانوے میل کے فاصلے پر ایک جگہ ہے۔

بہر حال حضرت عکرمہؓ نے باہان اور اس کی فوجوں کو حضرت خالد کا تعاقب کرنے سے باز رکھا۔ اس کی اطلاع جب حضرت ابو بکرؓ کو ہوئی تو آپ نے حضرت خالدؓ سے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی۔ البتہ بعد میں جب انہیں مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت مل گئی تو انہوں نے حضرت ابو بکرؓ سے اس فعل پر معافی مانگی۔[759]

چار لشکروں کی روانگی

حضرت خالد بن سعیدؓ کی اس ناکامی کے باوجود حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عزم و حوصلہ میں ہر گز فرق نہ آیا۔ جب انہیں یہ خبر پہنچی کہ حضرت عکرمہؓ اور حضرت ذُوالکَلَاعؓ اسلامی لشکروں کو رومیوں کے

چنگل سے بچا کر واپس شام کی سرحدوں پر لے آئے ہیں اور وہاں مدد کے منتظر ہیں تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر کمک بھیجنے کا انتظام شروع کر دیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس سلسلہ میں چار بڑے لشکر تیار کیے جنہیں شام کے مختلف علاقوں کی جانب روانہ کیا۔ ان کی تفصیل اس طرح ملتی ہے۔

ایک لشکر جو پہلا تھا یزید بن ابوسفیان کا تھا۔ یہ حضرت معاویہؓ کے بھائی تھے اور ابوسفیان کے خاندان میں بہترین آدمی تھے۔ بطور کمک بھیجے جانے والے ان چار لشکروں میں سے یہ پہلا لشکر تھا جو شام کی طرف آگے بڑھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس لشکر کا امیر حضرت یزید بن ابوسفیانؓ کو بنایا۔ ان کے ذمہ دمشق پہنچ کر اس کو فتح کرنا اور دیگر تین لشکروں کی بوقتِ ضرورت مدد کرنا تھا۔ اس لشکر کی تعداد ابتدا میں تین ہزار تھی۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے مزید امداد بھیجی جس سے ان کی تعداد تقریباً سات ہزار ہو گئی۔ حضرت یزید بن ابوسفیانؓ کے اس لشکر میں مکہ کے لوگوں میں سے سُہَیل بن عَمرو اور ان جیسے اور ذی مرتبہ لوگ بھی شریک تھے۔ سُہَیل بن عَمرو زمانہ جاہلیت میں قریش کے سرکردہ لوگوں اور زیرک سرداروں میں سے تھے اور صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ معاہدہ کرتے ہوئے انہوں نے کفارِ مکہ کی نمائندگی کی تھی۔ یہ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے تھے۔[760]

جب حضرت ابو بکرؓ نے حضرت یزید بن ابوسفیانؓ کے لیے جھنڈا باندھا تو ربیعہ بن عامر کو بلایا اور ان کے لیے بھی ایک جھنڈا باندھا اور انہیں فرمایا کہ تم یزید بن ابوسفیان کے ساتھ جاؤ گے۔ ان کی نافرمانی اور مخالفت نہ کرنا۔ پھر آپؓ نے حضرت یزید بن ابوسفیانؓ سے فرمایا اگر تم اپنے مقدمۃ الجیش کی نگرانی ربیعہ بن عامر کے سپرد کرنا مناسب سمجھو تو ضرور ایسا کرنا۔ ان کا شمار عرب کے بہترین شہسواروں اور تمہاری قوم کے صلحاء میں سے ہوتا ہے اور میں بھی امید رکھتا ہوں کہ یہ اللہ کے نیک بندوں میں سے ہیں۔ اس پر حضرت یزیدؓ نے عرض کیا کہ ان کے بارے میں آپؓ کے حسن ظن اور ان کے متعلق آپؓ کی امید نے میرے دل میں ان کی محبت کو اَور زیادہ بڑھا دیا ہے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ ان کے ساتھ پیدل چلنے لگے تو حضرت یزیدؓ نے کہا کہ اے خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم! یا تو آپؓ بھی سوار ہو جائیں یا مجھے اجازت دیں کہ میں بھی آپؓ کے ساتھ پیدل چلنا شروع کر دوں کیونکہ میں ناپسند کرتا ہوں کہ خود تو سوار ہوں اور آپؓ پیدل چلیں۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: نہ تو میں سوار ہوں گا اور نہ ہی تم سواری سے نیچے اترو گے۔ میں اپنے ان قدموں کو اللہ کی راہ میں اٹھتے ہوئے سمجھتا ہوں۔

پھر آپؓ نے حضرت یزید کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: اے یزید! میں تمہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے، اس کی اطاعت کرنے، اس کی خاطر ایثار کرنے اور اس سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں۔ جب دشمن سے تمہاری مڈھ بھیڑ ہو اور اللہ تمہیں فتح نصیب کرے تو تم خیانت نہ کرنا اور مثلہ نہ کرنا یعنی لوگوں کی، مقتولوں کی شکلیں نہ بگاڑنا اور تم بدعہدی نہ کرنا اور نہ ہی بزدلی دکھانا اور کسی چھوٹے بچے کو قتل نہ کرنا اور نہ کسی بوڑھے کو اور نہ ہی کسی عورت کو اور نہ کھجور کے درخت کو جلانا اور نہ ہی انہیں تباہ و

برباد کرنا اور کسی پھل دار درخت کو نہ کاٹنا۔ تم کسی جانور کو ذبح نہ کرنا سوائے کھانے کے لیے۔ بلاوجہ جانوروں کو بھی ذبح نہیں کرنا یا مارنا نہیں۔ اور تم کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرو گے جنہوں نے اللہ کے لیے اپنے آپ کو گرجوں میں وقف کر رکھا ہو گا، پس تم انہیں اور اس چیز کو جس کے لیے انہوں نے اپنے آپ کو وقف کر رکھا ہو گا چھوڑ دینا۔ یعنی جو راہب ہیں، گرجوں کے پادری ہیں ان کو کچھ نہیں کہنا اور تم کچھ ایسے لوگوں کو بھی پاؤ گے کہ شیطان نے ان کے سر کے بال درمیان سے صاف کیے ہوں گے۔ ان کے سروں کا درمیانی حصہ اس طرح ہو گا جیسے تیتر نے انڈے دینے کے لیے زمین میں گڑھا کھودا ہو۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ تمہیں ایسے لوگ ملیں گے جو اپنے سر کے بال درمیان سے صاف کیے ہوں گے اور چاروں طرف سے پٹیوں کی مانند بال چھوڑے ہوں گے۔ پس تم ان کے سروں کے صاف کیے ہوئے حصوں پر تلوار سے ضرب لگانا۔ ان لوگوں کو جو مارنے کا حکم ہے، ان لوگوں کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ عیسائیوں کا ایک گروہ تھا جو راہب تو نہیں تھے لیکن مذہبی لیڈر تھے جو مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے بھڑکاتے رہتے تھے اور جنگ میں حصہ بھی لیتے تھے۔ اس لیے حضرت ابو بکرؓ نے یہ تو فرمایا کہ جو راہب ہیں، گرجوں کے اندر ہیں ان کو کچھ نہیں کہنا لیکن ایسے لوگ اور ان لوگوں کے پیچھے چلنے والے وہ لوگ، جو جنگ کے لیے بھڑکاتے ہیں اور مسلمانوں سے جنگ کرتے ہیں، ان سے بہر حال جنگ کرنی ہے کیونکہ یہ لوگ جنگ کرنے والے بھی ہیں اور جنگ کے لیے بھڑکانے والے بھی ہیں۔ فرمایا کہ ان سے جنگ کرنی ہے یہاں تک کہ وہ اسلام کی طرف مائل ہو جائیں یا بے بس ہو کر جزیہ دیں۔ جو اللہ اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ غیب سے اس کی مدد کرتا ہے۔ اور میں تمہیں سلام کہتا ہوں اور اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔[761]

ہر عہدیدار اور لیڈر کے لئے لائحہ عمل

ایک اَور روایت میں ان کے علاوہ مزید ہدایت کا بھی ذکر ملتا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت یزید بن ابوسفیانؓ کو فرمایا میں نے تمہیں والی مقرر کیا تاکہ تمہیں آزماؤں، تمہارا تجربہ کروں اور تمہیں باہر نکال کر تمہاری تربیت کروں۔ اگر تم نے اپنے فرائض بحسن وخوبی ادا کیے تو تمہیں دوبارہ تمہارے کام پر مقرر کروں گا اور تمہیں مزید ترقی دوں گا۔ اگر تم نے کوتاہی کی تو تمہیں معزول کر دوں گا۔ اللہ کے تقویٰ کو تم لازم پکڑو۔ وہ تمہارے باطن کو اسی طرح دیکھتا ہے جس طرح ظاہر کو دیکھتا ہے۔ فرمایا کہ لوگوں میں خدا کے زیادہ قریب وہ ہے جو اللہ سے دوستی کا سب سے بڑھ کر حق ادا کرنے والا ہے اور لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ کے قریب وہ شخص ہے جو اپنے عمل کے ذریعہ سب سے زیادہ اس سے قربت حاصل کرے۔ میں نے خالد بن سعید کی جگہ تم کو مقرر کیا ہے۔ جاہلی تعصّب سے بچنا۔ اللہ کو یہ باتیں اور ایسا کرنے والا انتہائی ناپسند ہیں۔ جب تم اپنے لشکر کے پاس پہنچو تو ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔

ان کے ساتھ خیر سے پیش آنا اور ان کو خیر کا وعدہ دلانا اور جب انہیں وعظ و نصیحت کرنا تو مختصر کرنا کیونکہ بہت زیادہ گفتگو بہت سی باتوں کو بھلا دیتی ہے۔ تم اپنے نفس کو درست رکھو، لوگ تمہارے لیے درست ہو جائیں گے۔ لیڈر اپنے آپ کو ٹھیک رکھیں تو لوگ خود درست ہو جائیں گے۔

اور نمازوں کو ان کے اوقات پر رکوع و سجود کو مکمل کرتے ہوئے ادا کرنا، ان میں خشوع و خضوع کا مکمل اہتمام کرنا اور جب دشمن کے سفیر تمہارے پاس آئیں تو ان کا اکرام کرنا۔ سفیر آتا ہے تو اس کی عزت کرنی ہے۔ انہیں بہت کم ٹھہرانا اور تمہارے لشکر سے جلد نکل جائیں تاکہ وہ اس لشکر کے بارے میں کچھ جان نہ سکیں۔ یہ بھی حکمت ہے کہ سفیر آئیں تو ان کو کم سے کم ٹھہراؤ اور جلدی رخصت کر دو۔ اور اپنے امور پر ان کو مطلع نہ ہونے دینا کہ انہیں تمہاری خرابی کا پتہ چل جائے اور وہ تمہاری معلومات حاصل کر لیں۔ انہیں اپنے لشکر کے جمگھٹے میں رکھنا۔ اپنے لوگوں کو ان سے بات کرنے سے روک دینا۔ جب تم خود ان سے بات کرو تو اپنے بھید کو ظاہر نہ کرنا ورنہ تمہارا معاملہ خلط ملط ہو جائے گا۔ جب تم کسی سے مشورہ لینا تو بات سچ کہنا، صحیح مشورہ ملے گا۔ مشیر سے اپنی خبر مت چھپانا ورنہ تمہاری وجہ سے تمہیں نقصان پہنچے گا۔ یہ بھی ایک اصول ہے کہ جس سے مشورہ لینا ہے اس کو پھر ہر باریک بات بھی بتانی پڑتی ہے تاکہ وہ صحیح مشورہ دے سکے اور کم سے کم نقصان ہو۔ رات کے وقت اپنے دوستوں سے باتیں کرو تمہیں بہت سی خبریں مل جائیں گی اور رات کو معلومات اکٹھی کرو تو پوشیدہ باتیں تم پر ظاہر ہو جائیں گی۔ حفاظتی دستہ میں زیادہ افراد کو رکھنا اور انہیں اپنی فوج میں پھیلا دینا اور اکثر بغیر اطلاع دیے اچانک ان کی چوکیوں کا معائنہ کرنا۔ جسے اپنی حفاظت گاہ سے غافل پاؤ اس کی اچھی طرح تادیب کرنا اور سزا دیتے ہوئے افراط سے کام نہ لینا۔ رات میں ان کی باریاں مقرر کرنا۔ اول شب کی باری آخری شب سے لمبی رکھنا کیونکہ دن سے قریب ہونے کی وجہ سے یہ باری آسان ہوتی ہے۔ شروع رات کی جو ڈیوٹی ہے وہ لمبی رکھو کیونکہ اس میں جاگنا آسان ہے اور آخری رات کی جو ڈیوٹی ہے وہ ذرا کم ہو۔ سزا کے مستحق کو سزا دینے سے مت ڈرنا۔ اس میں نرمی نہ کرنا۔ سزا دینے میں جلدی نہ کرنا اور نہ بالکل نظر انداز کرنا۔ پھر فرمایا کہ اپنی فوج سے غافل نہ رہنا کہ وہ خراب ہو جائیں اور ان کی جاسوسی کر کے ان کو رسوا نہ کرنا۔ ان کی راز کی باتیں لوگوں سے نہ بیان کرنا۔ ان کے ظاہر پر اکتفا کرنا۔ بیکار قسم کے لوگوں کے ساتھ مت بیٹھنا۔ سچے اور وفادار لوگوں کے ساتھ بیٹھنا۔ دشمن سے مڈھ بھیڑ کے وقت ڈٹ جانا۔ بزدل نہ بننا ورنہ لوگ بھی بزدل ہو جائیں گے۔ مالِ غنیمت میں خیانت سے بچنا؛ یہ محتاجی سے قریب کرتی ہے اور فتح و نصرت کو روکتی ہے۔ تم ایسے لوگوں کو پاؤ گے جنہوں نے اپنے آپ کو گرجوں میں وقف کر رکھا ہو گا۔ پس تم انہیں اور جس کام میں انہوں نے اپنے آپ کو مشغول رکھا ہو گا اسے چھوڑ دینا۔[762]

تو یہ ایک مکمل لائحہ عمل ہے جو ہر لیڈر کے لیے، ہر عہدے دار کے لیے، کام کرنے کے لیے، عمل کرنے کے لیے بڑا ضروری ہے۔ اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے حضرت یزیدؓ کا ہاتھ پکڑا اور انہیں الوداع کرتے ہوئے فرمایا: تم پہلے شخص ہو جسے میں نے مسلمانوں کے معززین پر امیر مقرر کیا ہے جو نہ تو

کم حیثیت کے لوگ ہیں نہ کمزور، نہ گھٹیا، نہ مذہبی تشدد رکھنے والے ہیں۔ پس تم ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور ان کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرنا اور اپنا بازو ان پر جھکائے رکھنا اور ان سے اہم معاملات میں مشورہ کرنا، حسن سلوک کرنا۔ اللہ تمہارے لیے تمہارے ساتھیوں کو حسن سلوک کرنے والا بنائے۔ اور پھر فرمایا کہ ہماری خلافت کی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں مدد فرمائے۔

حضرت ابو بکرؓ کی صبح و شام کی دعا

پھر حضرت یزیدؓ اپنے لشکر کو لے کر شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت ابو بکرؓ ہر صبح شام نمازِ فجر اور عصر کے بعد یہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ! تُو نے ہمیں پیدا کیا ہم کچھ بھی نہ تھے۔ پھر تُو نے اپنی جناب سے رحمت اور فضل نازل کرتے ہوئے ہماری طرف ایک رسولؐ بھیجا۔ پھر تُو نے ہمیں ہدایت دی جبکہ ہم گمراہ تھے اور تُو نے ہمارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی جبکہ ہم کافر تھے۔ ہم تعداد میں تھوڑے تھے اور تُو نے ہمیں زیادہ کیا۔ ہم پراگندہ تھے، تُو نے ہمیں اکٹھا کر دیا۔ ہم کمزور تھے، تُو نے ہمیں طاقت بخشی۔ پھر تُو نے ہم پر جہاد فرض کیا اور ہمیں مشرکین سے اس وقت تک جنگ کرنے کا حکم دیا یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الّا اللہ کا اقرار کر لیں اور وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں اور وہ بے بس ہو چکے ہوں۔ یا تو مسلمان ہو جائیں یا اگر مسلمان نہیں ہوتے تو پھر جزیہ ادا کریں۔ اے اللہ! ہم تیرے اس دشمن سے جہاد کے بدلے تیری خوشنودی کے خواہاں ہیں جس نے تیرے ساتھ شریک ٹھہرایا اور تیرے سوا اَور معبودوں کی عبادت کی۔ اے اللہ! تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ ظالم جو کہتے ہیں تیری شان اس سے بہت بلند ہے۔ اے اللہ! اپنے مشرک دشمنوں کے مقابلے میں اپنے مسلمان بندوں کی مدد فرما۔ اے اللہ! انہیں آسان فتح نصیب فرما اور ان کی بھرپور مدد کر۔ ان میں سے جو کم ہمت ہیں انہیں بہادر بنا دے اور ان کے قدموں کو ثبات بخش اور ان کے دشمنوں کو لڑکھڑا دے اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دے اور ان کو تباہ و برباد کر دے اور انہیں جڑ سے کاٹ ڈال اور ان کی کھیتیوں کو تباہ کر دے اور ہمیں ان کی زمینوں، ان کے گھروں، ان کے اموال اور ان کے نشانات کا وارث بنا اور تُو ہمارا ولی اور ہم پر مہربان ہو جا۔ اور ہمارے معاملات کو درست کر دے۔ تیری نعمتوں سے حصہ پانے کے لیے ہمیں شکر گزار لوگوں میں سے بنا دے۔ تُو ہمیں اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو بھی بخش دے۔ ان میں سے جو زندہ ہیں ان کو بھی اور جو وفات پا چکے ہیں ان کو بھی۔ اللہ ہمیں اور تمہیں دنیا اور آخرت میں قول ثابت کے ساتھ مضبوطی سے کھڑا رہنے والا بنائے۔ یقیناً وہ مومنوں کے ساتھ بہت مہربان اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔[763]

دوسرا لشکر جو تھا شُرَحْبِیل بن حَسَنَہؓ کا تھا۔ حضرت شرحبیل بن حسنہؓ کے والد کا نام عبد اللہ بن مُطَاع اور والدہ کا نام حَسَنَہ تھا۔ آپ کی کنیت ابو عبد اللہ تھی اور حضرت شرحبیلؓ کے والد ان کے بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے اور یہ اپنی والدہ حسنہ کے نام پر شرحبیل بن حسنہ کہلائے۔ حضرت شرحبیلؓ

ابتدائی اسلام لانے والوں میں سے تھے۔ خلافتِ راشدہ میں یہ مشہور سپہ سالاروں میں سے ایک تھے۔ اٹھارہ ہجری میں سڑسٹھ سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔[764]

حضرت شرحبیل بن حسنہؓ کی روانگی کے لیے حضرت ابو بکرؓ نے حضرت یزید بن ابو سفیانؓ کی روانگی کے تین دن بعد کی تاریخ مقرر فرمائی۔ جب تیسرا دن گزر گیا تو آپ نے حضرت شرحبیل کو الوداع کہا اور فرمایا، اے شرحبیل! کیا تم نے یزید بن ابو سفیان کو جو وصیت میں نے کی اس کو نہیں سنا۔ انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں۔ پہلے میں نے سنی ہیں (جو نصیحتیں مَیں نے پڑھی ہیں) اس پر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا، میں تمہیں اسی کی مانند وصیت کرتا ہوں اور ان باتوں کی بھی وصیت کرتا ہوں جن کا ذکر یزید کو کرنا بھول گیا تھا۔

میں تمہیں نماز وقت پر ادا کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور جنگ کے روز ثابت قدم رہنے کی یہاں تک کہ تم فتح حاصل کر لو یا شہید ہو جاؤ اور مریضوں کی عیادت کرنے اور جنازوں میں شامل ہونے اور ہر حال میں بکثرت اللہ کا ذکر کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ ابو سفیان نے آپؓ سے عرض کیا کہ یزید ان صفات پر پہلے ہی کاربند ہے اور شام جانے سے قبل ہی اس پر دوام اختیار کیے ہوئے تھا۔ اب وہ اس کو زیادہ لازم کر لے گا ان شاء اللہ۔ حضرت شرحبیلؓ نے جواب دیا: اللہ سے مدد مانگتے ہیں جو اللہ چاہے گا وہی ہو گا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ کو الوداع کہا اور اپنے لشکر کے ساتھ جانبِ شام روانہ ہو گئے۔ حضرت شرحبیلؓ کے لشکر کی تعداد تین ہزار سے چار ہزار تک تھی۔ آپ کو یہ حکم فرمایا کہ تبوک اور بَلْقَاء جائیں اور پھر بُصریٰ کا رخ کریں اور یہ آخری منزل ہو۔ بُصریٰ شام کا ایک قدیم اور مشہور شہر ہے۔ حضرت شرحبیلؓ بَلْقَاء کی طرف روانہ ہو گئے۔ کوئی قابل ذکر مقابلہ نہ ہوا۔ بَلْقَاء بھی شام کے علاقہ میں واقع ہے آپ کا لشکر حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کے بائیں اور لشکر عمرو بن عاص کے دائیں جانب چلتے ہوئے بَلْقَاء پہنچا اور اندر گھس گیا اور بُصریٰ پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا لیکن فتح حاصل نہ ہو سکی کیونکہ یہ رومیوں کے محفوظ اور مضبوط مراکز میں سے تھا۔[765]

تیسرا لشکر ابوعبیدہ بن جَرَّاحؓ کا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کا نام عامر بن عبد اللہ تھا اور ان کے والد کا نام عبد اللہ بن جراح تھا۔ حضرت ابوعبیدہؓ اپنی کنیت کی وجہ سے زیادہ مشہور ہیں جبکہ آپؓ کے نسب کو آپ کے دادا جَرَّاح سے جوڑا جاتا ہے۔ آپ ان دس صحابہ میں سے ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں جنت کی بشارت دی تھی۔ جنہیں عشرہ مبشرہ کہتے ہیں۔ ان کی وفات اٹھارہ ہجری میں ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر اٹھاون سال تھی۔[766]

تیسرا لشکر جو حضرت ابو بکرؓ نے شام کی جانب روانہ کیا جیسا کہ میں نے کہا اس کے امیر حضرت ابوعبیدہؓ تھے۔ ان کو حِمص کی جانب روانہ فرمایا ہے۔ حِمص بھی دمشق کے قریب شام کا ایک قدیم شہر ہے

اور بڑا شہر تھا۔ حضرت ابوعبیدہؓ کے لشکر کی تعداد سات ہزار تھی جبکہ ایک روایت کے مطابق آپ کے لشکر کی تعداد تین ہزار سے چار ہزار تک تھی۔ حضرت ابوعبیدہؓ راستے میں گزرتے ہوئے بلقاء کی ایک بستی مَآبْ کے پاس سے گزرے۔ یہ کوئی شہر نہیں تھا بلکہ خیموں کی ایک بستی تھی۔ وہاں کے لوگوں سے آپ کی جنگ ہوئی مگر پھر ان لوگوں نے آپ سے صلح کی درخواست کی جس پر آپ نے ان کے ساتھ صلح کر لی۔ یہ سب سے پہلی صلح تھی جو شام کے علاقے میں ہوئی۔ [767]

حضرت ابو بکرؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ کے ساتھ قیس بن هُبَیْرَہ کو بھی روانہ فرمایا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان کے متعلق ابوعبیدہ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

تمہارے ساتھ عرب کے شہسواروں میں سے ایک عظیم شرف و منزلت کا شخص ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ جہاد کے معاملے میں اس سے بڑھ کر کوئی نیک نیت ہو۔ اس کی رائے اور مشورے سے اور جنگی قوت سے مسلمان بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ اس کو اپنے سے قریب رکھنا اور اس کے ساتھ لطف و کرم کا برتاؤ کرنا اور اسے یہ محسوس کرانا کہ تم اس سے بے نیاز نہیں ہو۔ اس سے تمہیں اس کی خیر خواہی حاصل رہے گی اور دشمن کے مقابلے میں اس کی کوششیں تمہارے ساتھ ہوں گی۔ حضرت ابوعبیدہؓ وہاں سے چلے گئے تو حضرت ابو بکرؓ نے قیس بن هُبَیْرَہ کو بلایا اور فرمایا تمہیں ابوعبیدہ امینِ امت کے ساتھ بھیج رہا ہوں۔ ان پر اگر ظلم کیا جائے تو وہ اس کے بدلے میں ظلم نہیں کرتے اور اگر ان کے ساتھ بدسلوکی کی جائے تو معاف کر دیتے ہیں اور ان سے تعلق توڑا جائے تو اس کو جوڑنے کے لیے کوشاں ہوتے ہیں۔ مومنوں کے ساتھ بڑے رحیم ہیں اور کفار کے مقابلے میں سخت ہیں۔ تم ان کی حکم عدولی نہ کرنا اور یہ تمہیں خیر ہی کا حکم دیں گے۔ میں نے ان کو حکم دیا ہے کہ وہ تمہاری بات سنیں۔

لہٰذا تم انہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرتے ہوئے مشورہ دینا۔ ہم سنتے آئے ہیں کہ تم شرک اور دورِ جاہلیت میں جنگ کے تجربہ کار سردار ہو جبکہ جاہلیت میں گناہ اور کفر پایا جاتا تھا۔ لہٰذا تم اپنی قوت اور بہادری کو اسلام کی حالت میں کافروں اور ان لوگوں کے خلاف استعمال میں لاؤ جنہوں نے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اجر عظیم اور مسلمانوں کے لیے عزت و غلبہ رکھا ہے۔ یہ نصیحت سن کر قیس بن هُبَیْرَہ نے عرض کیا، اگر آپ زندہ رہے اور میں بھی زندہ رہا تو آپ کو میرے بارے میں مسلمانوں کی حفاظت اور مشرکوں کے خلاف جہاد کی ایسی خبریں پہنچیں گی جو آپ کو پسندیدہ ہوں گی اور آپ کو خوش کر دیں گی۔

حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا تم جیسا شخص ہی ایسا کر سکتا ہے اور جب ابو بکرؓ کو جَابِیَہ میں (رومیوں کے) دو کمانڈروں کے ساتھ ان کی مبارزت اور ان دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دینے کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا قیس نے سچ کر دکھایا اور اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ [768]

چوتھا لشکر

حضرت عمرو بن عاصؓ کا تھا۔ اس کے بارے میں لکھا ہے کہ:

حضرت ابو بکرؓ نے ایک لشکر حضرت عمرو بن عاصؓ کی قیادت میں شام کی طرف روانہ کیا تھا۔ حضرت عمرو بن عاصؓ شام جانے سے قبل قضاعہ کے ایک حصہ کے صدقات کی تحصیل کے لیے مقرر تھے۔ جبکہ قضاعہ کے دوسرے نصف حصہ کی صدقات کی تحصیل کے لیے حضرت ولید بن عقبہؓ مقرر کیے گئے تھے۔ جب حضرت ابو بکرؓ نے شام کی جانب مختلف لشکر روانہ فرمانے کا ارادہ فرمایا تو ان کی خواہش تھی کہ حضرت عمرو بن عاصؓ کو شام کی طرف بھیجیں لیکن ان کے کارناموں کی وجہ سے، حضرت عمروؓ کے کارناموں کی وجہ سے جو انہوں نے فتنہ ارتداد کو ختم کرنے کے لیے انجام دیے تھے حضرت ابو بکرؓ نے انہیں یہ اختیار دیا کہ خواہ وہ قضاعہ میں ہی مقیم رہیں یا شام جا کر وہاں کے مسلمانوں کی تقویت کا باعث بنیں۔[769]

چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو خط لکھا کہ:

اے ابو عبد اللہ! میں تم کو ایک ایسے کام میں مصروف کرنا چاہتا ہوں جو تمہاری دنیا اور آخرت دونوں کے لیے بہترین ہے سوائے اس کے کہ تمہیں وہ کام زیادہ پسند ہو جو تم انجام دے رہے ہو۔

اس کے جواب میں حضرت عمرو بن عاصؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو یہ لکھا کہ:

میں اسلام کے تیروں میں سے ایک تیر ہوں اور اللہ کے بعد آپؓ ہی ایک ایسے شخص ہیں جو ان تیروں کو چلانے اور جمع کرنے والے ہیں۔ آپؓ دیکھیں کہ ان میں سے جو تیر نہایت سخت، زیادہ خوفناک اور بہترین ہو اسے اس طرف چلا دیجیے جس طرف آپؓ کو کوئی خطرہ نظر آئے۔[770]

یعنی کہ میں تو ہر قسم کے خطرے میں جانے کے لیے ہر طرح تیار ہوں۔

جب حضرت عمرو بن عاصؓ مدینہ آئے تو حضرت ابو بکرؓ نے انہیں حکم دیا کہ مدینہ سے باہر جا کر خیمہ زن ہو جائیں تاکہ لوگ آپؓ کے ساتھ جمع ہوں۔ اشرافِ قریش میں سے بہت سے لوگ آپؓ کے ساتھ شامل ہوئے۔ جب فیصلہ ہو گیا کہ شام کی طرف جانا ہے تو پھر حضرت عمرو بن عاصؓ کو مدینہ بلایا گیا۔ آپ وہاں آئے اور پھر یہاں حضرت ابو بکرؓ نے آپ کو اپنے ساتھ لشکر تیار کرنے کے لیے فرمایا کہ مدینہ کے باہر خیمہ زَن ہو جائیں تاکہ لوگ آپؓ کے پاس آئیں۔ جب آپؓ نے روانہ ہونے کا ارادہ فرمایا تو حضرت ابو بکرؓ آپؓ کو رخصت کرنے نکلے۔ فرمایا: اے عمرو! تم رائے اور تجربہ کے مالک ہو اور جنگی بصیرت رکھتے ہو۔ تم اپنی قوم کے اشراف اور مسلم صلحاء کے ساتھ جا رہے ہو اور اپنے بھائیوں سے ملوگے۔ لہٰذا ان کی خیر خواہی میں کوتاہی نہ کرنا اور ان سے اچھے مشورے کو نہ روکنا کیونکہ تمہاری رائے جنگ میں قابلِ تعریف اور انجام کار بابرکت ہو سکتی ہے۔ اگر کوئی مشورہ دے تو ان سے اچھے مشورے کو نہ روکنا، اگر تمہارے پاس کوئی تجویز ہے تو اس کو بے شک استعمال کرنا۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے

عرض کیا کتنا بہتر ہے میرے لیے کہ میں آپؓ کے گمان کو سچ کر دکھاؤں اور آپؓ کی رائے میرے بارے میں خطا نہ کرے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ اپنے لشکر کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ آپؓ کی فوج چھ سات ہزار کے درمیان تھی اور ان کی منزلِ مقصود فلسطین تھی۔

حضرت عمروؓ نے ایک ہزار مجاہدین پر مشتمل دستہ تیار کیا اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی قیادت میں روم کی جانب پیش قدمی کے لیے روانہ کیا۔ یہ دستہ رومیوں سے جا ٹکرایا اور دشمن کی قوت کو پارہ پارہ کر کے ان پر فتح حاصل کی اور بعض قیدیوں کے ساتھ واپس ہوا۔

حضرت عمرو بن عاصؓ نے ان قیدیوں سے پوچھ گچھ کی جس سے پتہ چلا کہ رومی فوج رُوَیس کی قیادت میں مسلمانوں پر اچانک حملہ کرنے کی تیاری میں ہے۔ ان معلومات کی روشنی میں حضرت عمروؓ نے اپنی فوج کو منظم کیا۔ جب رومی حملہ آور ہوئے تو مسلمان ان کا حملہ روکنے میں کامیاب ہو گئے اور رومی فوج کو واپس ہونے پر مجبور کر دیا اور اس کے بعد ان پر جوابی حملہ کر کے دشمن کی قوت کو تباہ کر دیا اور راہِ فرار اختیار کرنے اور میدان چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ اسلامی فوج نے ان کا پیچھا کیا اور روم کے ہزاروں فوجی مارے گئے اور اسی پر یہ معرکہ ختم ہو گیا۔[771]

ان لشکروں کو روانہ کر کے حضرت ابو بکرؓ نے اطمینان کا سانس لیا۔ انہیں کامل امید تھی کہ اللہ ان فوجوں کے ذریعہ سے مسلمانوں کو رومیوں پر غلبہ عطا فرمائے گا۔ وجہ یہ تھی کہ ان میں ایک ہزار سے زیادہ مہاجر اور انصار صحابہ شامل تھے جنہوں نے ہر موقع پر انتہائی وفاداری کا ثبوت دیا تھا اور ابتدائے اسلام میں رسول اللہ ﷺ کے دوش بدوش لڑائیوں میں حصہ لیا تھا۔ ان میں وہ اہل بدر بھی شامل تھے جن کے متعلق آپؐ، یعنی آپ ﷺ نے اپنے رب کے حضور یہ التجا کی تھی کہ **اے اللہ! اگر آج تو نے اس چھوٹی سی جماعت کو ہلاک کر دیا تو آئندہ پھر کبھی زمین پر تیری پرستش نہیں کی جائے گی۔**[772]

ہرقل کی جوشیلی تقریر

پھر لکھا ہے کہ شاہِ روم ہرقل ان دنوں فلسطین میں تھا۔ جب اسے مسلمانوں کی تیاریوں کی خبریں ملیں تو اس نے علاقے کے سرداروں کو جمع کیا اور ان کے سامنے جوشیلی تقریریں کر کے انہیں مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ کیا۔ اس نے مسلمانوں کے متعلق کہا کہ یہ بھوکے ننگے، غیر مہذب لوگ صحرائے عرب سے نکل کر تم پر حملہ آور ہونا چاہتے ہیں۔ تم انہیں ایسا منہ توڑ جواب دو کہ پھر یہ کبھی تمہاری طرف دیکھنے کی بھی جرأت نہ کر سکیں۔ سامانِ حرب اور فوجیوں کے ذریعہ سے تمہاری پوری مدد کی جائے گی۔ جو امرا تم پر مقرر کیے گئے ہیں تم دل و جان سے ان کی اطاعت کرو۔ فتح تمہاری ہو گی۔ ہرقل نے وہاں کے لوگوں کو یہ تقریر کی عربوں کے خلاف ابھارنے میں، مسلمانوں کے خلاف ابھارنے میں۔ فلسطین کے لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف آمادہ پیکار کر کے ہرقل دمشق آیا۔ وہاں سے حمص اور

انطاکیہ پہنچا اور فلسطین کی طرح ان علاقوں میں بھی اس نے جوشیلی تقریریں کر کے وہاں کے لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ کیا۔ خود انطاکیہ کو ہیڈ کوارٹر بنا کر مسلمانوں سے مقابلے کی تیاریاں کرنے لگا۔[773]

روم کی شام میں دو افواج تھیں۔ ایک فلسطین میں اور دوسری انطاکیہ میں

اور ان دونوں افواج نے درج ذیل مقامات پر اپنے مراکز بنا رکھے تھے۔ نمبر ایک انطاکیہ: یہ رومی سلطنت کے دور میں شام کا دارالسلطنت تھا۔ دوسرا قِنَّسْرِین: یہ شام کی سرحد ہے جو شمال مغرب میں فارس کے مقابل پڑتی ہے۔ تیسرا حِمْص: یہ شام کی سرحد ہے جو شمال مشرق میں فارس کے مقابل پڑتی ہے۔ چوتھا۔ عمان: بَلْقَاء کا صدر مقام یہاں مضبوط اور محفوظ قلعہ تھا۔ پانچواں اجنادین: یہ فلسطین کے جنوب میں روم کا عسکری مرکز تھا جو بلادِ عرب کی مشرقی اور مغربی سرحدوں اور حدود مصر سے ملتا تھا۔ چھٹا قَیْسَارِیَّہ: یہ فلسطین کے شمال میں حیفا سے تیرہ کلومیٹر پر واقع ہے اور اس کے کھنڈرا ابھی تک باقی ہیں۔ رومی ہائی کمان کا مرکز انطاکیہ یا حمص تھا۔[774]

ایک روایت میں یہ بھی ذکر ملتا ہے کہ جب ہرقل کو اسلامی لشکروں کی آمد کی خبر ملی تو اس نے پہلے اپنی قوم کو جنگ سے باز رہنے کا مشورہ دیا اور کہا کہ میری رائے ہے کہ تم مسلمانوں سے صلح کر لو۔ خدا کی قسم! اگر ان سے شام کی نصف پیداوار پر صلح کر وگے اور تمہارے پاس نصف پیداوار اور روم کا علاقہ رہا تو وہ تمہارے لیے اس سے بہتر ہے کہ وہ شام کے تمام علاقے اور روم کے نصف علاقے پر قابض ہو جائیں مگر اہلِ روم اٹھ کر چلے گئے اور انہوں نے اس کی بات نہیں مانی۔ اس لیے وہ انہیں اکٹھا کر کے حمص لے گیا اور وہاں اس نے فوجیوں اور لشکروں کو تیار کرنا شروع کیا۔ حمص کے بعد ہرقل انطاکیہ گیا۔ چونکہ اس کے پاس فوج بہت زیادہ تھی اس لیے اس نے یہ ارادہ کیا کہ مسلمانوں کے ہر لشکر کے مقابلے میں الگ الگ لشکر بھیجے تاکہ مسلمانوں کے لشکر کے ہر حصہ کو اپنے مدمقابل کے ذریعہ کمزور کر دے۔ چنانچہ اس نے اپنے بھائی تَذَارِق کو نوے ہزار فوج دے کر حضرت عمروؓ کے مقابلے میں بھیجا اور جَرجَہ بن تُوْذَرْ کو حضرت یزید بن ابوسفیانؓ کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ اسی طرح قَیْقَار بن نَسْطُوْس کو ساٹھ ہزار فوج دے کر حضرت ابوعُبیدہؓ کی طرف روانہ کیا اور حضرت شُرَحْبِیل بن حَسَنَہؓ کے مقابلے کے لیے دُرَاقِص کو بھیجا۔[775]

حضرت ابوعُبَیدہ بن جَرَّاحؓ جب جَابِیہ کے قریب تھے تو ان کے پاس ایک آدمی خبر لے کر آیا کہ ہرَقل انطاکیہ میں ہے اور اس نے تمہارے مقابلے کے لیے اتنا بڑا لشکر تیار کیا ہے کہ اس سے قبل ایسا لشکر اس کے آباؤ اجداد میں سے بھی کسی نے تم سے پہلی قوموں کے مقابلے کے لیے تیار نہیں کیا تھا۔

اس پر حضرت ابوعُبَیدہؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو خط لکھا کہ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ شاہِ روم ہرقل شام کی ایک بستی جسے انطاکیہ کہتے ہیں وہاں آ کر قیام پذیر ہوا ہے اور اپنی سلطنت کے لوگوں کی طرف آدمی

بھیجے کہ انہیں جمع کر کے لائیں۔ چنانچہ لوگ ہر مشکل اور آسان راستوں سے ہوتے ہوئے ہرقل کی طرف آئے۔ لہٰذا میں نے مناسب سمجھا کہ آپ کو اس کی اطلاع بھیج دوں تاکہ اس بارے میں آپ فیصلہ کر سکیں۔

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت ابوعُبَیدہؓ کی طرف جواباً لکھا کہ تمہارا خط مجھے ملا میں نے اس کو سمجھا جو تم نے شاہِ روم ہرقل کے متعلق تحریر کیا ہے۔ پھر فرمایا کہ انطاکیہ میں اس کا قیام کرنا اس کی اور اس کے ساتھیوں کی شکست اور اس میں اللہ کی طرف سے تمہاری اور مسلمانوں کی فتح ہے، گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ تم نے جو ہرقل کے اپنے مملکت کے لوگوں کو جمع کرنے اور کثیر تعداد میں لوگوں کے جمع ہونے سے متعلق تحریر کیا ہے تو یہ ہم اور تم پہلے سے جانتے ہیں کہ وہ ایسا کریں گے کیونکہ کوئی قوم بغیر قتال کے اپنے بادشاہ کو نہ چھوڑ سکتی ہے اور نہ اپنی مملکت سے نکل سکتی ہے۔ پھر آپ نے لکھا کہ **الحمدللہ! مجھے یہ معلوم ہے کہ ان سے لڑنے والے بہت سے مسلمان موت سے اسی قدر محبت رکھتے ہیں جس قدر دشمن زندگی سے محبت رکھتا ہے** اور اپنے قتال میں اللہ سے اجرِ عظیم کی امید رکھتے ہیں اور جہاد فی سبیل اللہ کے لیے اس سے زیادہ محبت رکھتے ہیں جتنی انہیں کنواری عورتوں اور قیمتی مال سے ہوتی ہے۔ ان میں سے ایک مسلمان جنگ کے وقت ہزار مشرکین سے بہتر ہے۔ تم اپنی فوج کے ساتھ ان سے ٹکراؤ اور جو مسلمان تم سے غائب ہیں اس کی وجہ سے پریشان نہ ہو۔ یقیناً اللہ جس کا ذکر بہت بلند ہے وہ تمہارے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ میں تمہاری مدد کے لیے لوگوں کو بھیج رہا ہوں یعنی اَور فوج بھی بھیج رہا ہوں جو تمہارے لیے کافی ہو گی اور مزید کی ان شاء اللہ خواہش نہ رہے گی۔ والسلام[776]

اسی طرح حضرت عمرو بن عاصؓ کا بھی خط حضرت ابوبکرؓ کو ملا۔ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیتے ہوئے تحریر فرمایا کہ تمہارا خط مجھے موصول ہوا جس میں تم نے رومیوں کے فوج اکٹھی کرنے کا ذکر کیا ہے تو یاد رہے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے ساتھ کثرتِ فوج کی بنا پر ہمیں فتح و نصرت نہیں عطا کی۔

ہماری تو حالت یہ تھی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد کرتے اور ہمارے پاس صرف دو گھوڑے ہوتے اور اونٹ پر بھی باری باری سواری کرتے۔ احد کے دن ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور ہمارے پاس صرف ایک ہی گھوڑا تھا جس پر رسول اللہ ﷺ سوار تھے لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ ہمیں ہمارے دشمن پر غلبہ عطا فرماتا اور ہماری مدد کرتا تھا۔

آپؓ نے فرمایا کہ عَمرو! یاد رکھو اللہ کا سب سے بڑا مطیع وہ ہے جو معصیت سے سب سے زیادہ بغض رکھے۔ خود بھی اللہ کی اطاعت کرو اور اپنے ساتھیوں کو بھی اطاعتِ الٰہی کا حکم دو۔[777]

حضرت یزید بن ابوسفیانؓ نے بھی حضرت ابوبکرؓ کو خط میں وہاں کے حالات لکھتے ہوئے مدد طلب کی جس کے جواب میں حضرت ابوبکرؓ نے لکھا کہ جب ان سے تمہارا مقابلہ ہو تو اپنے ساتھیوں کو لے کر ان پر ٹوٹ پڑو اور ان سے قتال کرو، اللہ تعالیٰ تمہیں رسوا نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں خبر دی ہے

کہ اللہ کے حکم سے چھوٹا گروہ بڑے گروہ پر غالب آجاتا ہے اور اس کے باوجود میں تمہاری مدد کے لیے مجاہدین پر مجاہدین بھیج رہا ہوں یہاں تک کہ تمہارے لیے کافی ہو جائیں گے اور مزید کی حاجت نہ محسوس کرو گے۔ ان شاء اللہ۔ والسلام۔ حضرت ابو بکرؓ نے دستخط فرمائے۔

حضرت ابو بکرؓ نے یہ خط حضرت عبداللہ بن قُرْطؓ کو حضرت یزیدؓ کی طرف لے جانے کے لیے دیا اور حضرت عبداللہؓ آپؓ کا خط لے کر روانہ ہوئے یہاں تک کہ حضرت یزیدؓ کے پاس پہنچے اور یہ خط مسلمانوں کے سامنے پڑھا جس سے مسلمان بہت خوش ہوئے۔[778]

حضرت ابو بکرؓ نے ہاشم بن عُتبہ کو بلایا اور ان سے فرمایا اے ہاشم! یقیناً تمہاری سعادت مندی اور نیک بختی ہے کہ تم ان لوگوں میں سے ہو جس سے امت اپنے دشمن مشرکین کے خلاف جہاد میں مدد حاصل کر رہی ہے اور جس کی خیر خواہی، صحت رائے، پاکدامنی اور جنگی صلاحیت پر حاکم کو اعتماد اور بھروسا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے انہیں یعنی ہاشم کو فرمایا کہ مسلمانوں نے مجھے خط لکھ کر اپنے دشمن کفار کے مقابلے میں مدد طلب کی ہے تو تم اپنے ساتھیوں کو لے کر ان کے پاس جاؤ۔ میں لوگوں کو تمہارے ساتھ جانے پر تیار کر رہا ہوں۔ تم یہاں سے روانہ ہو جاؤ یہاں تک کہ ابوعُبَیدہؓ سے جاملو۔ حضرت ابو بکرؓ لوگوں میں کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کی۔ اور فرمایا۔ اما بعد! یقیناً تمہارے مسلمان بھائیوں میں سے کچھ خیر و عافیت سے ہیں۔ کچھ زخمی ہیں جن کا دفاع کیا جارہا ہے اور ان کی دیکھ بھال کی جارہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دشمن کے دلوں میں ان کا رعب بٹھا دیا ہے۔ انہوں نے اپنے قلعوں میں پناہ لے کر ان کے دروازے بند کر لیے ہیں۔

مسلمانوں کی طرف سے پیغام رساں یہ خبر لائے ہیں کہ شاہِ روم ہرقل نے ان کے سامنے سے بھاگ کر شام کے کنارے ایک بستی میں پناہ لے لی ہے۔ انہوں نے ہمیں یہ خبر بھیجی ہے کہ ہرقل نے اس جگہ سے بہت بڑی فوج مسلمانوں سے مقابلے کے لیے روانہ کی ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ تمہارے مسلمان بھائیوں کی مدد کے لیے تمہاری فوج روانہ کروں۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے ان کی پشت مضبوط کرے گا یعنی اس فوج کے ذریعہ سے مسلمانوں کی پشت مضبوط کرے گا اور دشمن کو ذلیل کرے گا اور ان کے دلوں میں اس کا رعب ڈال دے گا۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔ ہاشم بن عُتبہ کے ساتھ تیار ہو جاؤ اور اللہ سے اجر و خیر کی امید رکھو۔

اگر تم کامیاب ہوئے تو فتح و غنیمت حاصل ہو گی اور اگر ہلاک ہوئے تو شہادت و کرامت حاصل ہو گی۔ پھر حضرت ابو بکرؓ اپنے گھر آئے اور لوگ ہاشم بن عتبہ کے پاس جمع ہونے لگے یہاں تک کہ ان کی تعداد بڑھ گئی۔ جب ایک ہزار ہو گئے تو حضرت ابو بکرؓ نے انہیں کوچ کرنے کا حکم دے دیا۔ ہاشم نے حضرت ابو بکرؓ کو سلام کیا اور الوداع کہا۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان سے فرمایا اے ہاشم! ہم بڑے بوڑھے کی رائے، مشورہ اور حسن تدبیر سے استفادہ کیا کرتے تھے اور نوجوانوں کے صبر، قوت اور شجاعت پر بھروسا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے اندر یہ سب خصائل جمع کر دیے ہیں۔ تم ابھی نوعمر اور خیر

کی طرف بڑھنے والے ہو۔ جب دشمن سے مڈھ بھیڑ ہو تو ڈٹ کر مقابلہ کرنا اور صبر کا مظاہرہ کرنا اور یاد رکھو اللہ کی راہ میں جو قدم بھی تم اٹھاؤ گے، جو خرچ بھی کرو گے اور جو پیاس تھکاوٹ اور بھوک تمہیں لاحق ہو گی اس کے بدلے اللہ تعالیٰ تمہارے نامہ اعمال میں عملِ صالح لکھے گا۔ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

ہاشم نے عرض کیا کہ اگر اللہ نے میرے ساتھ خیر خواہی چاہی تو مجھے ایسا ہی کرے گا اور میں ایسا ہی کروں گا۔ قوت و طاقت اللہ ہی عطا کرنے والا ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ اگر میں مارا نہ گیا تو میں ان سے لڑوں گا۔ پھر ان سے لڑوں گا پھر ان سے لڑوں گا۔ پھر کہا کہ مجھے امید ہے کہ اگر میں قتل نہ کیا گیا تو میں ان سے بار بار لڑائی کروں گا یا انہوں نے یہ کہا کہ میری خواہش ہو گی کہ میں قتل کیا جاؤں اور بار بار قتل کیا جاؤں۔ یہ دو روایتیں ہیں۔ پھر ان سے ان کے چچا حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے کہا کہ اے بھتیجے! تم جو بھی نیزے چلاؤ اور جو ضرب بھی لگاؤ اس سے مقصود اللہ کی رضا ہو اور جان لو کہ تم بہت جلد دنیا سے رخصت ہونے والے ہو اور عنقریب اللہ کی طرف لوٹنے والے ہو اور دنیا سے لے کر آخرت تک تمہارے ساتھ سچائی کا قدم ہو گا جو تم نے اٹھایا ہو گا یا عمل صالح ہو گا جو تم نے کیا ہے۔

ہاشم نے کہا: چچا جان! آپؓ میری طرف سے اس بارے میں بالکل بے خوف رہیں۔ اگر میرا قیام و سفر، صبح شام کی نقل و حرکت، کوشش کرنا اور لشکر کشی کرنا اور اپنے نیزے سے زخم لگانا اور اپنی تلوار سے ضرب لگانا لوگوں کو دکھانے کے لیے ہو تو پھر مَیں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔ یعنی کہ میرا ہر عمل تو اللہ کی خاطر ہو گا لوگوں کے لیے نہیں۔ پھر حضرت ابو بکرؓ کے پاس سے روانہ ہوئے اور حضرت ابوعُبَیدہؓ کا راستہ اختیار کیا یہاں تک کہ ان کے پاس آ گئے۔ ان کے پہنچنے سے مسلمان خوش ہو گئے اور ایک دوسرے کو ان کی آمد کی خوشخبری سناتے۔

حضرت سعید بن عَامِر بن حِذْیَمؓ کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت ابو بکرؓ انہیں جہاد شام پر بھیجنا چاہتے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ یہ ایک اَور لشکر تیار کر رہے تھے۔ حضرت سعید کا خیال تھا کہ یہ ان کی سرکردگی میں جائے گا۔ بہر حال ان کو یہ خبر پہنچی لیکن جب حضرت ابو بکرؓ نے کچھ تاخیر کر دی اور کچھ دن ان سے ذکر کرنے سے رُکے رہے تو حضرت سعیدؓ حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے اور عرض کیا اے ابو بکرؓ! اللہ کی قسم مجھے یہ خبر ملی تھی کہ آپؓ مجھے رومیوں کی جانب بھیجنے کا ارادہ رکھتے ہیں مگر پھر مَیں نے دیکھا کہ آپؓ نے خاموشی اختیار کر لی۔ میں نہیں جانتا کہ میرے بارے میں آپؓ کے دل میں کیا خیال آیا ہے اگر آپؓ میرے علاوہ کسی اَور کو امیر بنا کر بھیجنا چاہتے ہیں تو مجھے اس کے ساتھ بھیج دیں۔ میرے لیے اس سے بڑھ کر کوئی خوشی والی بات نہیں ہو گی۔ اور اگر آپ کسی کو بھی بھیجنا نہیں چاہتے تو میں جہاد کا شوق رکھتا ہوں آپؓ مجھے اجازت دیں کہ میں مسلمانوں سے جا ملوں۔ اللہ آپؓ پر رحم فرمائے۔ میرے سامنے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ رومیوں نے بہت بڑا لشکر جمع کیا ہے۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: اے سعید بن عامر! تمام رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا تم پر رحم کرے۔ جہاں تک میں تمہیں جانتا ہوں تمہارا شمار

تواضع اختیار کرنے والوں، صلہ رحمی کرنے والوں، صبح کے وقت تہجد ادا کرنے والوں اور بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والوں میں سے ہوتا ہے۔

تو حضرت سعیدؓ نے آپؓ سے عرض کیا کہ اللہ آپؓ پر رحم کرے اللہ کے مجھ پر اس سے بڑھ کر احسانات ہیں۔ اسی کا فضل اور احسان ہے۔ بخدا جہاں تک میں آپ کو جانتا ہوں آپ حق کو کھل کر بیان کرنے والے، انصاف کے ساتھ مضبوطی سے کھڑے ہونے والے، مومنوں کے ساتھ بہت رحم کرنے والے، کافروں کے مقابلے میں انتہائی سخت ہیں۔ آپؓ عدل کے ساتھ فیصلہ کرتے ہیں اور مال کی تقسیم کے وقت کسی کو ترجیح نہیں دیتے۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے انہیں فرمایا: بس کرو اے سعید! بس کرو۔ اللہ آپ پر رحم کرے۔ جاؤ اور جنگ پر جانے کی تیاری کرو۔ میں شام میں موجود مسلمانوں کی طرف ایک لشکر بھیجنے والا ہوں اور اس پر تمہیں امیر مقرر کرتا ہوں۔ پھر آپ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں میں اعلان کریں۔ انہوں نے اعلان کیا۔ مسلمانو! حضرت سعید بن عامر بن حِذْیَمؓ کے ساتھ شام کی مہم کے لیے تیار ہو جاؤ۔ چند دن میں ان کے ساتھ سات سو افراد تیار ہو گئے اور جب حضرت سعیدؓ نے کوچ کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت بلالؓ حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ: اے رسول اللہؐ کے خلیفہ! اگر اللہ تعالیٰ کی خاطر آزاد کیا تھا تاکہ میں اپنے نفس کا مالک رہوں اور نفع بخش چیز کے سلسلہ میں نقل و حرکت کروں تو آپؓ مجھے اجازت دیں کہ میں اپنے رب کی راہ میں جہاد کروں۔ مجھے بیٹھے رہنے سے جہاد زیادہ محبوب ہے۔

حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: اللہ گواہ ہے کہ میں نے تمہیں اسی کی خاطر آزاد کیا تھا اور میں تم سے اس کے بدلہ کسی قسم کی جزا اور شکریہ کا طلبگار نہیں ہوں۔ یہ زمین بہت وسیع ہے پس جس رستے کو تم پسند کرو اس پر چلو۔ حضرت بلالؓ نے عرض کیا۔ اے صدیقؓ! شاید آپ نے میری اس بات کا بُرا منایا ہے اور آپؓ مجھ سے ناراض ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: نہیں بخدا! میں اس بات سے ناراض نہیں ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میری خواہش کی وجہ سے اپنی خواہش کو ترک مت کرو کیونکہ تمہاری خواہش تمہیں اللہ کی اطاعت کی طرف بلاتی ہے۔ حضرت بلالؓ نے عرض کیا اگر آپ چاہتے ہیں تو میں آپؓ کے پاس رک جاتا ہوں۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: اگر تمہاری خواہش جہاد کرنے کی ہے تو میں تمہیں ٹھہرنے کا حکم کبھی نہیں دوں گا۔ میں تمہیں صرف اذان کے لیے چاہتا ہوں اور اے بلالؓ! مجھے تمہاری جدائی سے وحشت محسوس ہوتی ہے لیکن ایسی جدائی ضروری ہے جس کے بعد قیامت تک ملاقات نہ ہو گی۔ اے بلالؓ! تم عملِ صالح کرتے رہنا۔ یہ دنیا سے تمہارا زادِ راہ ہو، عملِ صالح اور جب تک تم زندہ رہو گے اس کی وجہ سے اللہ تمہارا ذکر باقی رکھے گا اور جب وفات پاؤ گے تو اس کا بہترین ثواب عطا کرے گا۔ حضرت بلالؓ نے آپؓ سے عرض کیا: اللہ آپؓ کو اس دوست اور بھائی کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

بخدا! آپؓ نے جو ہمیں اللہ کی اطاعت پر صبر اور حق اور عمل صالح پر مداومت کا حکم فرمایا ہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے اور میں رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی کے لیے اذان نہیں دینا چاہتا۔

پھر حضرت سعید بن عامرؓ کے ساتھ حضرت بلالؓ بھی روانہ ہو گئے۔[779]

یہ بھی درخواست کی کہ اگر صرف اذان کے لیے روکنا ہے تو میری خواہش یہی ہے کہ میں اذان نہ دوں کیونکہ دل نہیں مانتا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی کے لیے اذان دوں۔ اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے پاس اَور لوگ جمع ہو گئے۔ آپ نے حضرت معاویہؓ کو ان پر امیر بنایا اور انہیں ان کے بھائی حضرت یزیدؓ سے مل جانے کا حکم دیا۔ حضرت معاویہؓ روانہ ہو کر حضرت یزیدؓ سے جا ملے۔ جب حضرت معاویہؓ کا گزر حضرت خالد بن سعیدؓ کے پاس سے ہوا تو ان کی فوج کا بقیہ حصہ بھی حضرت معاویہؓ کے ساتھ ہو گیا۔[780]

پھر حمزہ بن مالک ہمذانی ایک لشکر لے کر حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس لشکر کی تعداد ایک ہزار کے قریب یا اس سے بھی زیادہ تھی۔ جب حضرت ابو بکرؓ نے ان کی تعداد اور تیاری دیکھی تو آپؓ بہت خوش ہوئے اور فرمایا: مسلمانوں پر اللہ کے اس احسان پر تمام تعریفیں اسی کے لیے ہیں۔ اللہ ہمیشہ ان لوگوں کے ذریعہ مسلمانوں کی مدد کر کے ان کی راحت کے سامان مہیا کرتا رہتا ہے۔ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی پشت کو مضبوط کرتا ہے اور ان کے دشمن کی پشت کو توڑ کر رکھ دیتا ہے۔

پھر حمزہ نے حضرت ابو بکرؓ سے عرض کیا: کیا آپؓ کے علاوہ مجھ پر کوئی اَور بھی امیر ہو گا؟ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: ہاں ہم نے تین امیر مقرر کیے ہیں تم ان میں سے جس کے ساتھ چاہو جا ملو۔ پھر جب حمزہ مسلمانوں سے ملے اور ان سے دریافت کیا کہ ان امراء میں سے کون سا امیر سب سے افضل اور نبی کریم ﷺ کی صحبت کے لحاظ سے سب سے بہترین ہے تو انہیں بتایا گیا کہ حضرت ابوعُبَیدہ بن جراحؓ۔ چنانچہ وہ ان سے جا ملے۔ یہ بھی ان لوگوں کا عشق رسول ﷺ کا اظہار تھا کہ جو آنحضرت ﷺ کے قریب رہا میں اس کے ساتھ رہوں۔

جہادی وفود کے آنے کا سلسلہ مدینہ میں جاری رہا اور حضرت ابو بکرؓ انہیں مہمات پر روانہ کرتے رہتے۔ دوسری طرف حضرت ابوعُبَیدہؓ برابر حضرت ابو بکرؓ کو لکھتے رہے۔ رومی اور ان کے حاشیہ نشین قبائل مسلمانوں سے لڑنے کے لیے بھاری تعداد میں اکٹھے ہو رہے ہیں اس لیے مجھے ارشاد فرمائیں کہ اس موقع پر کیا کرنا چاہیے۔[781]

حضرت ابوعُبَیدہؓ کے پے در پے خطوط کے نتیجہ میں حضرت ابو بکرؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو شام بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں ضرور خالد بن ولیدؓ کے ذریعہ رومیوں کو ان کے شیطانی وسوسے بھلا دوں گا۔ حضرت خالدؓ اس وقت عراق میں تھے جس وقت حضرت ابو بکرؓ نے حضرت خالدؓ کو شام جانے اور وہاں اسلامی افواج کی امارت سنبھالنے کا حکم دیا تو حضرت ابوعُبَیدہؓ کو لکھا: اما بعد! میں نے شام میں دشمنوں سے جنگ کی قیادت خالد کو سونپ دی ہے۔ تم اس کی مخالفت نہ کرنا۔ ان کی بات سننا اور ان کے حکم کی تعمیل کرنا۔ میں نے ان کو تمہارے اوپر اس لیے مقرر نہیں کیا کہ تم

میرے نزدیک ان سے افضل نہیں ہو لیکن میرے خیال میں جو جنگی مہارت انہیں حاصل ہے تمہیں نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمہارے لیے خیر کا ہی ارادہ کرے۔ والسلام۔[782]

حضرت خالدؓ کی عراق سے شام کی طرف روانگی کے بارے میں لکھا ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ کا خط حضرت خالدؓ کو ملا تو اس کی مختلف روایات ہیں کہ وہ آٹھ سو یا چھ سو یا پانچ سو یا ہزاروں میں بھی ہیں، نو ہزار تک بھی ہے یا چھ ہزار کی بھی۔ یہ جمعیت لے کر شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ کچھ روایتوں میں سینکڑوں میں بات آتی ہے، کچھ میں ہزاروں میں۔ بہر حال وہ شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب حضرت خالد بن ولیدؓ قُرَاقِرْ مقام پر پہنچے تو آپ نے وہاں کے لوگوں پر حملہ کیا اور پھر وہاں سے صحرا کو عبور کرتے ہوئے انتہائی پُر صعوبت سفر طے کرنے کے بعد اپنا سیاہ رنگ کا جھنڈا لہراتے ہوئے دمشق کے قریب ثَنِیَّۃُ الْعُقَاب پہنچے۔ اس کے بارے میں، اس جھنڈے کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا تھا جس کا نام عُقَاب تھا۔ اس جھنڈے کی وجہ سے اس گھاٹی کا نام بھی ثَنِیَّۃُ الْعُقَاب پڑ گیا۔[783]

دمشق کا محاصرہ

اس کے بعد دمشق کے مشرقی دروازے سے ایک میل کے فاصلے پر حضرت خالدؓ نے ایک جگہ قیام فرمایا۔ بعض روایات میں مذکور ہے کہ حضرت ابوعُبَیدہؓ آپ کو یہیں ملے تھے اور دشمن کا محاصرہ اصل میں اسی روز شروع ہوا تھا۔

بعض روایات میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت خالدؓ نے دمشق کے سامنے زیادہ دن تک قیام نہ کیا بلکہ آگے بڑھ کر قَنَاۃِ بُصریٰ پہنچے۔ جب حضرت خالد بن ولیدؓ مسلمانوں کے ساتھ بُصریٰ پہنچے تو تمام لشکر یہاں جمع ہو گئے اور سب نے یہاں کی جنگ میں انہیں اپنا امیر بنا لیا۔ انہوں نے شہر کا محاصرہ کیا۔

بعض کہتے ہیں کہ اس جنگ کے قائد حضرت یزید بن ابوسفیانؓ تھے کیونکہ یہ دمشق کی عملداری میں تھا جس کے وہ والی اور قائد تھے۔ یہاں کے باشندوں نے اس پر صلح کی کہ مسلمانوں کو جزیہ دیں گے اور مسلمان ان کی جانوں اور ان کے اموال اور ان کی اولاد کو امان دیں گے۔[784]

پھر معرکہ اَجْنَادَیْن

یا اجنادِین ہے۔ دونوں لکھے ہیں۔ اس کے بارے میں لکھا ہے کہ فلسطین کے نواحی علاقوں میں سے یہ ایک معروف بستی کا نام ہے۔[785]

بُصریٰ کی فتح کے بعد حضرت خالدؓ، حضرت ابوعُبَیدہؓ، حضرت شرحبیلؓ اور حضرت یزید بن ابوسفیانؓ کو ساتھ لے کر حضرت عمرو بن عاصؓ کی مدد کے لیے فلسطین کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت عمروؓ اس وقت فلسطین کے نشیبی علاقوں میں مقیم تھے۔ آپ اسلامی لشکروں سے آ کر ملنا چاہتے تھے مگر رومی لشکر ان کے تعاقب میں تھا اور اس کوشش میں تھا کہ انہیں جنگ پر مجبور کر دے۔ رومیوں نے

جب مسلمانوں کی آمد کے متعلق سنا تو وہ اجنادین کی طرف ہٹ گئے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے جب اسلامی لشکروں کے متعلق سنا تو وہ وہاں سے چل پڑے یہاں تک کہ اسلامی لشکروں سے جا ملے اور پھر سب اجنادین کے مقام پر جمع ہو گئے اور رومیوں کے سامنے صف آرا ہو گئے۔[786]

دوسری روایت یہ بھی ہے کہ اس کے مطابق اجنادین جانے سے قبل حضرت خالد بُصریٰ کی بجائے دمشق کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اور حضرت ابوعُبَیدہؓ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ اس محاصرے کے دوران ہرقل نے اہلِ دمشق کی مدد کے لیے ایک لشکر بھی بھیجا تھا جس کے ساتھ مسلمانوں کی جھڑپ ہوئی تھی جو بعد میں دمشق کی فتح کے ذیل میں بیان ہو جائے گی۔[787]

بہرحال دمشق کے محاصرے کے دوران حضرت خالدؓ اور حضرت ابوعُبَیدہؓ کو معلوم ہوا کہ حِمص کے حاکم نے ایک لشکر اکٹھا کیا ہے تاکہ حضرت شرحبیل بن حسنہؓ کا راستہ کاٹے جو کہ اس وقت بُصریٰ میں تھے اور یہ کہ رومیوں کا ایک بڑا لشکر اجنادین کے مقام پر اترا ہے۔

اس خبر نے حضرت خالدؓ اور حضرت ابوعُبَیدہؓ کو پریشان کر دیا کیونکہ آپؓ اس وقت اہلِ دمشق سے جنگ میں مصروف تھے۔ اس پر حضرت خالدؓ اور حضرت ابوعُبَیدہؓ نے باہم مشورہ کیا۔ حضرت ابوعُبَیدہؓ نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ ہم یہاں سے چلیں اور حضرت شرحبیلؓ تک پہنچ جائیں اس سے قبل کہ دشمن ان تک پہنچ جائے۔ حضرت خالدؓ نے کہا کہ اگر ہم حضرت شرحبیلؓ کی طرف گئے تو اجنادین میں موجود رومی لشکر ہمارا پیچھا کرے گا اس لیے میری رائے یہ ہے کہ ہم اسی بڑے لشکر کا قصد کریں جو کہ اجنادین میں موجود ہے اور حضرت شرحبیلؓ کی طرف پیغام بھیج دیں اور انہیں دشمن کی ان کی طرف ہونے والی حرکت سے آگاہ کر دیں اور انہیں کہیں کہ وہ اجنادین میں ہمارے ساتھ آملیں۔ اسی طرح ہم حضرت یزید بن ابوسفیانؓ اور حضرت عمروؓ کو بھی کہلا بھیجیں کہ وہ ہم سے اجنادین میں آکر مل جائیں پھر ہم اپنے دشمن سے مقابلہ کریں۔ اس پر حضرت ابوعُبَیدہؓ نے کہا کہ یہ رائے بہت عمدہ ہے اللہ اس میں برکت رکھے۔ اس پر عمل کریں۔

ایک روایت کے مطابق حضرت ابوعُبَیدہؓ نے حضرت خالدؓ کو یہ مشورہ دیا تھا کہ ہمارا لشکر شام میں متفرق مقامات پر منتشر ہے۔ لہٰذا ان تمام کو خط لکھا جائے کہ وہ ہمیں اجنادین کے مقام پر آکر ملیں چنانچہ جب حضرت خالدؓ نے دمشق سے اجنادین کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو تمام امرا کو خط لکھ کر اجنادین میں جمع ہونے کا ارشاد فرمایا۔ حضرت خالدؓ اور حضرت ابوعُبَیدہؓ بھی لوگوں کو لے کر دمشق کا محاصرہ چھوڑ کر اجنادین والوں کی طرف سرعت کے ساتھ نکل پڑے۔ حضرت ابوعُبَیدہؓ لشکر کے پچھلے حصہ میں تھے۔ اہلِ دمشق نے تعاقب کر کے حضرت ابوعُبَیدہؓ کو جا لیا اور ان کا گھیراؤ کر لیا۔ آپ دو سو آدمیوں کے ساتھ تھے۔ دراصل یہ عورتوں بچوں اور مال و اسباب پر مشتمل قافلہ تھا۔ ایک روایت کے مطابق ان کی نگرانی اور حفاظت کے لیے ایک ہزار سوار بھی موجود تھے۔ جبکہ اہلِ دمشق بہت بڑی تعداد میں

تھے۔ بہر حال حضرت ابو عُبَیدہؓ نے ان سے شدید لڑائی کی۔ جب اس کی اطلاع حضرت خالدؓ تک پہنچی جو کہ سواروں کے ساتھ لشکر کے اگلے حصہ میں تھے تو آپؓ واپس لوٹے اور آپؓ کے ساتھ دوسرے لوگ بھی لوٹے۔ پھر سواروں نے رومیوں پر حملہ کر دیا اور انہیں ایک دوسرے پر گراتے ہوئے تین میل تک پیچھے دھکیل دیا یہاں تک کہ وہ واپس دمشق میں داخل ہو گئے۔ دوسری طرف اجنادین میں مقیم رومی فوج نے اپنے دوسرے لشکر کی جانب خط روانہ کیا اور انہیں بھی اجنادین آنے کی ہدایت کی۔ رومیوں کا یہ لشکر حضرت شرحبیلؓ پر حملہ کی غرض سے بُصریٰ کی طرف جا رہا تھا چنانچہ وہ لشکر بھی اجنادین آگیا۔ اسی طرح حضرت خالدؓ کی ہدایت پر تمام اسلامی لشکر بھی اجنادین میں جمع ہو گئے۔[788]

رومی سپہ سالار نے مسلمانوں کو کچھ دے دلا کر واپس بھیجنا چاہا کیونکہ ایرانیوں کی طرح اس کا بھی یہی خیال تھا کہ یہ بھوکے ننگے لوگ ہیں۔ اپنے غریب ملک سے لوٹ مار کے لیے نکلے ہیں۔ وہ صدیوں کے غیر متمدن جاہل مفلس اور بے سروسامان صحرا نشین عربوں سے کسی اعلیٰ مقصد کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ حضرت خالدؓ کو ایک پیشکش کی کہ اگر وہ اور ان کی فوج واپس چلے جائیں تو ہر سپاہی کو ایک دستار ایک جوڑا کپڑا اور ایک طلائی دینار دیا جائے گا۔ سپہ سالار کو دس جوڑے کپڑے اور ایک سو طلائی دینار اور خلیفہ کو ایک سو جوڑے کپڑے اور ایک ہزار دینار۔ تو یہ انہوں نے کہا کہ یہ ڈاکو لٹیرے ہیں۔ ان کو اتنا دو اور رخصت کر دو۔ حضرت خالدؓ نے یہ سنا تو یہ پیشکش بڑی حقارت سے ٹھکرا دی اور انتہائی سخت الفاظ میں کہا کہ رومیو! ہم تمہاری خیرات کو حقارت سے ٹھکراتے ہیں کیونکہ جلد ہی ہم تمہارے مال و دولت، تمہارے کنبوں اور تمہاری ذاتوں کے مالک بن جائیں گے۔[789]

رومیوں کی ایک لاکھ فوج سے مقابلہ اور ان کو شکست

جب دونوں لشکر قریب ہو گئے تو رومیوں کے ایک سردار نے ایک عربی شخص کو بلا کر کہا کہ تم مسلمانوں میں داخل ہو جاؤ۔ وہ عربی مسلمان نہیں تھا اور ان میں ایک دن رات ٹھہرو۔ پھر میرے پاس ان کی خبریں لاؤ۔ وہ شخص لوگوں میں جا گھسا۔ عربی شخص ہونے کی وجہ سے کسی نے اس کو اجنبی نہ سمجھا وہ مسلمانوں کے درمیان ایک دن اور ایک رات مقیم رہا۔ پھر جب رومی سردار کے پاس واپس آیا تو اس نے پوچھا: کیا خبر لائے ہو؟ اس نے کہا خبر کا پوچھتے ہو تو پھر خبر یہ ہے کہ **رات کو یہ عبادت گزار ہیں، رات کی عبادت کرنے والے ہیں اور دن کو شہسوار**۔ اپنے درمیان انصاف کو قائم رکھنے کی خاطر اگر ان کے بادشاہ کا بیٹا بھی چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیتے ہیں اور اگر زنا کرے تو اس کو سنگسار کر دیتے ہیں۔

رومی سردار نے اسے کہا کہ اگر تم مجھ سے سچ کہہ رہے ہو تو سطح زمین پر ان سے مقابلہ کرنے کی نسبت زمین کے اندر سما جانا بہتر ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اللہ مجھ پر بس اتنی عنایت کرے کہ مجھے اور انہیں اپنے حال پر چھوڑ دے نہ ان کے خلاف میری مدد کرے اور نہ ہی میرے خلاف ان کی۔[790] تاریخ طبری میں یہ لکھا ہے۔

بہر حال صبح کے وقت لوگ ایک دوسرے کے قریب ہو گئے تو حضرت خالدؓ نکلے اور لشکر کو ترتیب دیا۔ حضرت خالدؓ لوگوں کے درمیان انہیں جہاد کی ترغیب دلاتے ہوئے چلتے جاتے تھے اور ایک جگہ نہ رکتے تھے اور آپ نے مسلمانوں کی عورتوں کو حکم دیا کہ وہ مضبوطی سے ڈٹی رہیں اور لوگوں کے پیچھے کھڑی ہو جائیں۔ اللہ کو پکاریں اور اسی سے فریاد کرتی رہیں اور جب کبھی مسلمانوں میں سے کوئی آدمی ان کے پاس سے گزرے تو وہ اپنے بچوں کو ان کی طرف بلند کریں اور ان سے کہیں کہ اپنی اولاد اور عورتوں کو بچانے کے لیے جنگ کرو۔ حضرت خالدؓ ہر دستے کے پاس ٹھہرتے اور فرماتے:

اے اللہ کے بندو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اللہ کے راستے میں اور ان لوگوں سے جنگ کرو جنہوں نے اللہ کا انکار کیا ہے اور اپنی ایڑیوں کے بل پھر نہ جانا اور تم اپنے دشمن سے مرعوب نہ ہونا بلکہ شیروں کی طرح پیش قدمی کرو یہاں تک کہ رعب چھٹ جائے اور تم آزاد معزز لوگ ہو۔ تمہیں دنیا بھی دی گئی ہے اور آخرت کا بدلہ بھی تمہارے لیے اللہ کے ذمہ واجب قرار دیا گیا ہے۔ دشمن کی کثرت جو تم دیکھ رہے ہو تمہیں خوف میں مبتلا نہ کرے۔ یقیناً اللہ اپنا عذاب اور سزا نازل کرنے والا ہے۔ حضرت خالدؓ نے لوگوں سے فرمایا کہ جب میں حملہ کروں تو تم بھی حملہ کر دینا۔[791]

اس کے بعد دونوں لشکروں میں شدید لڑائی ہوئی۔ حضرت سعید بن زید نے مسلمانوں کو اس طرح نصیحت کر کے جوش دلایا کہا اے لوگو! اللہ کے سامنے اپنی موت کو یاد رکھو اور جنگ سے بھاگ کر جہنم کے مستحق مت بنو۔ اے دین کی حفاظت کرنے والو! اور اے قرآن کی تلاوت کرنے والو! صبر سے کام لو، صبر سے! جب جنگ ہوئی اور سخت جنگ ہوئی تو رومیوں نے بھاگ کر جان بچائی۔ جب اپنے مقام پر پہنچ گئے تو وَرْدَان نے اپنی قوم کے سامنے تقریر کی اور کہا کہ اگر یہی حالت رہی تو یہ ملک و دولت تم سے چلی جائے گی۔ بہتر ہے کہ اب بھی اپنے دلوں کے زنگ کو دھو ڈالو۔ ہمارے دلوں میں خیال تک نہیں گزرا تھا کہ یہ چرواہے اور یہ بھوکے ننگے غلام عرب ہم سے لڑیں گے۔ ان کو قحط و خشک سالی نے ہماری طرف روانہ کیا اور اب انہوں نے یہاں آکر پھل کھائے، میوے کھائے، جَو کی جگہ گندم کی روٹی مل گئی۔ سرکہ کی جگہ شہد کھا رہے ہیں۔ انجیر، انگور اور عمدہ اشیاء سے لطف اٹھا رہے ہیں۔ پھر اس نے کچھ سرداروں سے رائے طلب کی تو ایک سردار نے یہ مشورہ دیا کہ اگر مسلمانوں کو شکست دینا چاہتے ہو تو ان کے امیر کو کسی حیلے اور بہانے سے دھوکے سے بلا کر قتل کر دو تو باقی سب لوگ بھاگ جائیں گے۔

تم پہلے قوم کے دس سپاہیوں کو بھیجو کہ وہ گھات لگا کر بیٹھ جائیں اور پھر مسلمانوں کے امیر کو اکیلے گفتگو اور مذاکرات کے لیے بلاؤ۔ جب وہ بات چیت کی غرض سے آئے تو گھات لگائے ہوئے سپاہی دھاوا بول کر اسے قتل کر دیں۔

چنانچہ رومیوں کے امیر نے ایک فصیح و بلیغ شخص کو حضرت خالدؓ کے پاس بھیجا۔ قاصد جب مسلمانوں کے پاس پہنچا تو زور سے آواز دی کہ اے عرب! کیا خونریزی اور اس قتل پر بس نہیں کرتے

ہو۔ ہم نے صلح کی ایک تجویز سوچی ہے۔ لہٰذا مناسب ہے کہ تمہارا سردار مجھ سے گفتگو کے لیے آگے آ جائے۔ حضرت خالدؓ آگے آئے اور اسے کہا کہ تُو جو پیغام لایا ہے اسے بیان کر مگر سچائی کو مد نظر رکھنا۔ اس نے کہا کہ میں اس غرض سے حاضر ہوا ہوں کہ ہمارا امیر خونریزی کو پسند نہیں کرتا۔ اب تک جو لوگ قتل ہوئے ہیں ان کو اس پر غم ہے۔ اس لیے ان کی یہ رائے ہے کہ تم لوگوں کو کچھ مال دے کر ایک معاہدہ کریں تا کہ جنگ بندی ہو جائے۔ دورانِ گفتگو اللہ تعالیٰ نے جو قاصد آیا تھا اس کے دل میں ایسا رعب ڈالا کہ اس نے حضرت خالدؓ سے اپنے اہل و عیال کی حفاظت کے بدلے اپنے سردار کا پورا منصوبہ حضرت خالدؓ کے سامنے بیان کر دیا۔ سارا منصوبہ جو اس کو پتہ تھا کہ کس طرح چھپ کر حضرت خالدؓ پہ حملہ کرنا ہے۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا کہ اگر تم نے غداری نہیں کی تو میں تجھے اور تیرے اہل و عیال کو امان دیتا ہوں۔ پھر وہ واپس چلا گیا اور اپنے سردار کو جا کر بتایا کہ حضرت خالدؓ ان سے بات چیت کے لیے تیار ہیں۔ وہ بہت خوش ہوا اور جو جگہ بات چیت کے لیے معین کی گئی تھی وہاں اپنے دس سپاہیوں کو ایک ٹیلے کے پیچھے چھپا کر گھات لگانے کا حکم دیا۔ حضرت خالدؓ جیسا کہ اس نے بتا دیا تھا اس کے منصوبے کو جان چکے تھے۔ چنانچہ آپ نے حضرت ضرارؓ سمیت دس مسلمانوں کو اس مقام کی طرف بھیجا جہاں دشمن گھات لگائے ہوئے تھا۔ مسلمانوں نے اس جگہ پہنچ کر رومی سپاہیوں کو جا لیا اور سب کو قتل کر کے خود ان کی جگہ بیٹھ گئے۔ حضرت خالدؓ رومیوں کے امیر سے بات چیت کے لیے چلے گئے۔ دونوں طرف کی فوجیں بالکل ایک دوسرے کے مقابل تیار کھڑی تھیں۔ رومی امیر بھی وہاں پہنچ گیا۔ حضرت خالدؓ نے اس سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا۔ اگر تم اسلام قبول کر لو تو تم ہمارے بھائی بن جاؤ گے ورنہ جزیہ دو یا لڑائی کے لیے تیار ہو جاؤ۔

رومی امیر کو گھات لگائے ہوئے سپاہیوں پر بھروسا تھا۔ چنانچہ وہ ایک دم حضرت خالدؓ پر تلوار سے حملہ آور ہوا اور آپ کے دونوں بازوؤں کو پکڑ لیا۔ حضرت خالدؓ نے بھی اس پر حملہ کیا۔ رومی امیر نے اپنے آدمیوں کو آواز دی کہ جلدی دوڑو، مَیں نے مسلمانوں کے امیر کو پکڑ لیا ہے۔ ٹیلے کے پیچھے سے صحابہ کرامؓ نے یہ آواز سنی تو تلواریں سونت کر اس کی طرف لپکے۔

وَرْدَان پہلے تو یہ سمجھا کہ یہ میرے آدمی ہیں مگر جب حضرت ضِرارؓ پر نظر پڑی تو بدحواس ہو گیا اس کے بعد حضرت ضِرارؓ اور دوسرے سپاہیوں نے مل کر اس کا کام تمام کر دیا۔ جب رومیوں کو اپنے امیر کی موت کی خبر ہوئی تو ان کے حوصلے پست ہو گئے۔[792]

اس کے بعد لوگ ایک دوسرے پر جھپٹ پڑے اور لڑائی شروع ہو گئی۔ رومیوں کے ایک اَور سردار نے مسلمانوں کی لڑائی کا حال دیکھا تو اپنے لوگوں سے کہا کہ میرے سر کو کپڑے سے باندھ دو۔ انہوں نے اس سے پوچھا کیوں؟ اس نے کہا کہ آج کا دن بڑا منحوس ہے میں اس کو دیکھنا نہیں چاہتا۔ میں نے دنیا میں آج تک ایسا سخت دن نہیں دیکھا۔

راوی کہتے ہیں کہ جب مسلمانوں نے اس کا سر قلم کیا تو وہ کپڑے میں لپٹا ہوا تھا۔[793]

اس جنگ میں رومیوں کی تعداد ایک لاکھ کے قریب تھی۔[794]
مسلمانوں کی تعداد تیس ہزار۔[795] اور ایک روایت کے مطابق پینتیس ہزار تھی۔[796]
اس جنگ میں تین ہزار رومی مارے گئے اور ان کا شکست خوردہ لشکر دیگر کئی شہروں میں پناہ لینے پر مجبور ہوا۔[797]

اَجْنَادَین کی فتح کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو ایک خط کے ذریعہ یہ خوشخبری سنائی۔ اس کا متن اس طرح ہے کہ السلام علیکم۔ میں آپ کو خبر دے رہا ہوں کہ ہماری اور مشرکین کی جنگ ہوئی اور انہوں نے ہمارے مقابلے میں بڑے بڑے لشکر اجنادین میں جمع کر رکھے تھے۔ انہوں نے اپنی صلیبیں بلند کی ہوئی تھیں اور کتابیں اٹھائی ہوئی تھیں اور انہوں نے اللہ کی قسم کھا رکھی تھی کہ وہ فرار اختیار نہیں کریں گے یہاں تک کہ ہمیں فنا کر دیں یا ہمیں اپنے شہروں سے نکال باہر کریں اور ہم بھی اللہ پر پختہ یقین اور اس پر توکّل کرتے ہوئے نکلے۔ پھر ہم نے کسی قدر ان پر نیزوں سے وار کیا پھر ہم نے تلواریں نکالیں اور ان کے ذریعہ دشمن پر اتنی دیر تک ضربیں لگائیں جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کر کے تیار کیا جاتا ہے۔

پھر اللہ نے اپنی مدد نازل کی اور اپنا وعدہ پورا کر دیا اور کافروں کو شکست دی اور ہم نے انہیں ہر کشادہ راستے، ہر گھاٹی اور ہر نشیبی جگہ پر موت کے گھاٹ اتارا۔ اپنے دین کو غلبہ عطا کرنے اور اپنے دشمن کو ذلیل کرنے اور اپنے دوستوں سے عمدہ سلوک کرنے پر تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ جب یہ خط حضرت ابو بکرؓ کے سامنے پڑھا گیا تو اس وقت آپ مرض الموت میں مبتلا تھے۔ آپؓ کو اس فتح نے خوش کر دیا اور آپؓ نے فرمایا الحمد للہ! تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مسلمانوں کی مدد کی اور اس سے میری آنکھوں کو ٹھنڈا کر دیا۔[798]

اَجْنَادَین کی جنگ کے بارے میں یہ بھی ابہام ہے کہ یہ کب ہوئی؟

بعض کے نزدیک تو یہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں ہوئی تھی۔ اس بارے میں جو ایک وضاحت ہے یہ بھی بیان کر دیتا ہوں۔ جیسا کہ یہ سوال اٹھتا ہے کہ یہ کب ہوئی؟ تو مختلف روایات ہیں۔ ایک روایت کے مطابق یہ جنگ تیرہ ہجری میں حضرت ابو بکرؓ کی وفات سے چوبیس دن یا بیس دن یا چونتیس دن پہلے لڑی گئی۔[799]
اور بعض مؤرخین کے زمانے میں یہ جنگ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں پندرہ ہجری میں لڑی گئی۔[800]

بہر حال ہمارے جو تحقیق کرنے والے ہیں ان کی جو تحقیق ہے اور ان کا یہ خیال ہے اور یہ خیال صحیح لگتا ہے کہ غالب امکان یہی ہے کہ اجنادین کے مقام پر دو مرتبہ جنگ ہوئی ہو۔ پہلی بار حضرت ابو بکرؓ کے دورِ خلافت میں اور دوسری بار حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں، کیونکہ بعض کتب تاریخ میں دونوں مواقع پر اسلامی افواج الگ الگ بیان ہوئی ہیں۔ تیرہ ہجری میں ہونے والی جنگ کے سپہ سالار حضرت خالد بن ولیدؓ تھے اور پندرہ ہجری میں ہونے والی جنگ کے سپہ سالار حضرت عمرو بن عاصؓ تھے۔ بہر حال

اللہ بہتر جانتا ہے، واللہ اعلم۔[801]

فتح دمشق (تیرہ ہجری)

یہ آخری جنگ تھی جو حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانے میں ہوئی۔ دمشق کے محل وقوع کے بارے میں ہے کہ یہ قدیم دمشق شام کا دارالحکومت اور تاریخی روایات کا حامل شہر تھا۔ ابتدا میں یہ بت پرستی کا بہت بڑا مرکز تھا لیکن جب عیسائیت آئی تو اس کے بت کدے کو کلیسیا بنا دیا گیا۔ یہ ایک اہم تجارتی مرکز تھا۔

یہاں عرب بھی آباد تھے اور مسلمانوں کے تجارتی قافلے یہاں آتے رہتے تھے اور اسی وجہ سے انہیں یہاں کے بارے میں معلومات حاصل تھیں۔ دمشق ایک قلعہ نما فصیل بند شہر تھا۔ حفاظت اور پائیداری کی وجہ سے اسے امتیازی حیثیت حاصل تھی۔

اس کی فصیل بڑے بڑے پتھروں سے بنائی گئی تھی۔ فصیل کی اونچائی چھ میٹر تھی۔ اس میں انتہائی مضبوط دروازے لگائے گئے تھے۔ فصیل کی چوڑائی تین میٹر تھی۔ دروازے مضبوطی سے بند کیے جاتے تھے۔ فصیل کے چاروں طرف گہری خندق تھی جس کی چوڑائی تین میٹر تھی۔ اس خندق کو دریا کے پانی سے ہمیشہ بھر کر رکھا جاتا تھا۔ اس طرح دمشق کافی مضبوط اور محفوظ حیثیت رکھتا تھا جس میں داخل ہونا آسان نہ تھا۔[802]

جب حضرت ابو بکرؓ نے شام کی جانب مختلف لشکر روانہ فرمائے تو حضرت ابو عبیدہؓ کو ایک لشکر کا امیر بنا کر حمص پہنچنے کا حکم دیا۔ حمص دمشق کے قریب شام کا ایک قدیم مشہور اور بڑا شہر تھا۔[803]

حضرت ابو بکرؓ کے ارشاد پر حضرت خالد بن ولیدؓ نے دمشق پہنچ کر دوسرے اسلامی لشکر کے ساتھ اس کا محاصرہ کر لیا۔ اہل دمشق قلعہ کی دیوار پر چڑھ کر مسلمانوں پر پتھر اور تیر برساتے تھے۔ مسلمان چمڑے کی ڈھالوں سے اپنے آپ کو بچاتے۔ موقع پا کر مسلمان بھی ان کو تیر مارتے۔ اس طرح بیس دن کا عرصہ گزر گیا لیکن کوئی نتیجہ بر آمد نہ ہوا۔

اہلِ دمشق قلعہ میں محصور ہونے کی وجہ سے سخت تنگی میں تھے۔ قلعہ میں رسد بھی ختم ہونے والی تھی۔ اس کے علاوہ اہل دمشق کے کھیت قلعہ سے باہر تھے لہٰذا ان کی کاشتکاری کے کاموں کو نقصان ہو رہا تھا۔ قلعہ میں غلہ نہیں آ سکتا تھا۔ اشیائے صَرف کی بھی قلت تھی۔ محاصرے کی طوالت کی وجہ سے وہ سخت پریشانی اور مصیبت میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اسی دوران جبکہ دمشق کے محاصرے کو بیس دن گزر چکے تھے مسلمانوں کو خبر ملی کہ ہِرَقل بادشاہ نے اجنادَین کے مقام پر رومیوں کا بھاری لشکر جمع کیا ہے۔ یہ خبر سنتے ہی حضرت خالدؓ بابِ شرقی سے روانہ ہو کر بابِ جابیہ پر حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس آئے اور صورتحال سے مطلع کرتے ہوئے اپنی رائے پیش کی کہ ہم دمشق کا محاصرہ ترک کر کے اجنادَین میں رومی لشکر سے نپٹ لیں اور اگر اللہ نے ہمیں فتح دی تو پھر یہاں واپس لوٹ آئیں گے اور دمشق کا مسئلہ حل

کریں گے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا کہ میری رائے اس کے برعکس ہے کیونکہ بیس دن تک قلعہ میں محصور رہنے کی وجہ سے اہل دمشق تنگ آ گئے ہیں اور ہمارا رعب ان کے دلوں میں سما گیا۔ اگر ہم یہاں سے کوچ کر گئے تو ان کو راحت حاصل ہو گی اور وہ کھانے پینے کی چیزیں قلعہ میں کثیر تعداد میں ذخیرہ کر لیں گے اور جب ہم اجنادَین سے یہاں واپس آئیں گے تو یہ لوگ طویل عرصہ تک ہمارا مقابلہ کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔

حضرت خالدؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے محاصرہ جاری رکھا اور دمشق کے قلعہ کے متفرق دروازوں پر مسلمانوں کے تمام متعین سرداروں کو حکم دیا کہ اپنی اپنی طرف سے حملہ میں شدت اختیار کریں۔

حضرت خالدؓ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ہر جانب سے اسلامی لشکر نے شدید حملے شروع کیے۔ اس طرح دمشق کے محاصرے پر اکیس دن گزر گئے۔

حضرت خالدؓ نے مسلمانوں کو حملہ کی شدت بڑھانے کی ترغیب دیتے ہوئے خود بابِ شرقی سے سخت حملے جاری رکھے۔ اہلِ دمشق اب بالکل تنگ آ گئے تھے اور ہِرَقل بادشاہ کی مدد کے منتظر تھے۔ حضرت خالدؓ نے پے در پے حملے جاری رکھے۔ وہ اسی طرح مصروفِ جنگ تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ قلعہ کی دیوار پر جو رومی تھے وہ دفعۃً تالیاں بجا کر ناچنے کودنے لگے اور خوشی کا اظہار کرنے لگے۔ مسلمان حیرت سے ان کو دیکھنے لگے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے ایک جانب دیکھا تو ایک بڑا غبار اس طرف اٹھتا ہوا نظر آیا۔ اس کی وجہ سے آسمان تاریک نظر آتا تھا۔ دن کے وقت میں بھی اندھیرا چھایا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ حضرت خالدؓ فوراً سمجھ گئے کہ اہل دمشق کی مدد کے لیے ہِرَقل بادشاہ کا لشکر آ رہا ہے۔ تھوڑی ہی دیر میں چند مخبروں نے اس خبر کی تصدیق بھی کر دی کہ ہم نے پہاڑ کی گھاٹی کی طرف ایک لشکرِ جرار دیکھا ہے اور وہ بے شک رومیوں کا لشکر ہے۔ حضرت خالدؓ فوراً آئے اور حضرت ابوعبیدہؓ کو صورتحال سے آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ تمام لشکر لے کر ہِرَقل بادشاہ کے بھیجے ہوئے لشکر سے مقابلہ کے لیے جاؤں۔ لہٰذا اس امر میں آپ کا مشورہ کیا ہے؟ حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا کہ یہ مناسب نہیں ہے کیونکہ اگر ہم نے اس جگہ کو چھوڑ دیا تو اہلِ دمشق قلعہ سے باہر آ کر ہم سے جنگ کریں گے۔ ایک طرف سے ہِرَقل کا لشکر حملہ آور ہو گا اور دوسری طرف سے اہلِ دمشق حملہ کریں گے۔ ہم رومیوں کے دو لشکروں کے درمیان مصیبت میں پھنس جائیں گے۔

حضرت ضرار بن ازور

اس پر حضرت خالدؓ نے کہا پھر آپ کی کیا رائے ہے؟ حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا تم ایک جری اور بہادر شخص کا انتخاب کرو اور اس کے ساتھ ایک جماعت کو دشمن کے مقابلے کے لیے روانہ کرو۔ چنانچہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے حضرت ضِرار بن اَزْوَرؓ کو پانچ سو سواروں کا لشکر دے کر رومی لشکر سے مقابلے

کے لیے روانہ کیا۔

ایک دوسری روایت میں حضرت ضِرارؓ کے لشکر کی تعداد پانچ ہزار بھی بیان ہوئی ہے۔[804]

بہر حال حضرت ضِرارؓ پانچ سو سپاہیوں کو لے کر یا جو بھی لشکر تھا اس کو لے کر رومی لشکر کی جانب روانہ ہو گئے۔ چند سپاہیوں نے رومیوں کا لشکر دیکھ کر آپ سے کہا کہ یہ لشکر بہت بڑا ہے اور ہم صرف پانچ سو ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ ہم واپس چلیں اور اپنے لشکر کے ساتھ مل کر اس کا مقابلہ کریں۔ حضرت ضِرارؓ نے کہا دشمن کی کثرت سے مت گھبراؤ۔ خدا نے بہت دفعہ قلت کو کثرت پر غالب کیا ہے۔ وہ اب بھی ہماری مدد کرے گا۔ ساتھیو! واپس جانا تو جہاد سے فرار ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ کیا تم عرب کی بہادری اور جاں نثاری کو داغ لگاؤ گے؟ جسے واپس جانا ہو چلا جائے۔ مَیں تو لڑوں گا۔ اسلام کے نام کو بلند کروں گا۔ خدا مجھے بھاگتے ہوئے نہ دیکھے۔

تمام مسلمان یک زبان ہو کر بولے کہ ہم اسلام پر نثار ہوں گے۔ شہادت کا مرتبہ پائیں گے یعنی کہ ہم تیار ہیں جنگ کے لیے۔ حضرت ضِرارؓ خوش ہو گئے۔ حکم دیا کہ دشمن پر ایک ہی بار حملہ کر کے اسے تہس نہس کر دو۔

مسلمان اور حضرت ضِرارؓ نے رومی لشکر پر مسلسل وار کیے اور بہادری سے لڑائی کی۔ رومی سپہ سالار کے بیٹے نے حضرت ضِرارؓ پر حملہ کیا اور آپ کے بائیں بازو پر نیزہ مارا جس کی وجہ سے خون تیزی سے بہنے لگا۔ ایک لمحہ کے بعد آپؓ نے اسی کے دل پہ نیزہ مار کر اسے قتل کر دیا۔ آپ کا نیزہ اس کے سینے میں پھنس گیا اور اس کا پھل ٹوٹ گیا۔ رومی فوج نے آپ کا نیزہ خالی دیکھا تو آپ کی طرف ٹوٹ پڑے اور آپ کو قید کر لیا۔[805] کیونکہ ہاتھ میں ہتھیار نہیں تھا۔

خولہ بنت ازورؓ کی شجاعت

صحابہ کرامؓ نے جب دیکھا کہ حضرت ضِرارؓ قید ہو گئے ہیں تو بہت غمگین اور پریشان ہو گئے۔ انہوں نے کئی دفاعی حملے کیے مگر ان کو چھڑا نہ سکے۔ حضرت ضِرارؓ کی گرفتاری کی خبر جب حضرت خالدؓ کو پہنچی تو آپ بہت پریشان ہوئے اور ساتھیوں سے رومی لشکر کے متعلق معلومات لے کر حضرت ابو عبیدہؓ سے مشورہ کیا اور حملے کے متعلق رائے لی۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمایا کہ دمشق کے محاصرہ کا معقول انتظام کر کے آپ حملہ کر سکتے ہیں۔ کمانڈر کیونکہ اس وقت حضرت ابو عبیدہؓ تھے۔ حضرت خالدؓ نے محاصرہ کا انتظام کرنے کے بعد اپنے ساتھیوں کے ساتھ دشمن کا تعاقب کیا اور ان کو ہدایت کی کہ جیسے ہی دشمن ملے اس پر اچانک حملہ کرنا۔ اگر ضِرار کو ان لوگوں نے قتل نہ کیا ہو تو شاید ہم ضِرار کو چھڑا لائیں گے اور اگر ضِرار کو شہید کیا ہو تو بخدا ہم ان سے بھرپور انتقام لیں گے۔ تاہم مجھے امید ہے کہ اللہ ہم کو ضِرار کے متعلق صدمہ نہیں دے گا۔ اسی دوران حضرت خالدؓ نے ایک شہسوار کو سرخ عمدہ گھوڑے پر دیکھا جس کے ہاتھ میں لمبا چمکدار نیزہ تھا۔ اس کی وضع قطع سے بہادری، دانائی اور جنگی مہارت نمایاں تھی۔ زرہ

کے اوپر لباس پہن رکھا تھا۔ پورا بدن اور منہ چھپا ہوا تھا اور فوج کے آگے آگے تھا۔
حضرت خالدؓ نے تمنا کی کہ کاش! مجھے معلوم ہو جائے کہ یہ شہسوار کون ہے۔ واللہ! یہ شخص نہایت دلیر اور بہادر معلوم ہوتا ہے۔ سب لوگ اس کے پیچھے پیچھے جا رہے تھے۔ لشکرِ اسلام جب کفار کے قریب پہنچا تو لوگوں نے اس شہسوار کو رومیوں پر ایسے حملہ کرتے دیکھا جس طرح باز چڑیوں پر جھپٹتا ہے۔ اس کا ایک حملہ تھا جس نے دشمن کے لشکر میں تہلکہ ڈال دیا اور مقتولین کے ڈھیر لگا دیے اور بڑھتے بڑھتے دشمن کے لشکر کے درمیان میں پہنچ گیا۔ وہ چونکہ اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال چکا تھا اس لیے دوبارہ پلٹا اور کافروں کے لشکر کو چیرتا ہوا اندر گھستا چلا گیا۔ جو سامنے آیا اس کو ریزہ ریزہ کر کے رکھ دیا۔ کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ یہ شخص حضرت خالدؓ ہی ہو سکتے ہیں۔ رافع نے حیرانگی سے خالد سے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے؟ حضرت خالدؓ نے فرمایا: مجھے معلوم نہیں۔ میں خود حیران ہوں کہ یہ کون ہے۔

حضرت خالدؓ لشکر کے آگے کھڑے تھے کہ وہی سوار دوبارہ رومیوں کے لشکر سے نکلا۔ رومیوں کا کوئی بھی سپاہی اس کے مقابل نہیں آ رہا تھا اور یہ تنہا کئی آدمیوں سے مقابلہ کرتے ہوئے رومیوں کے درمیان لڑ رہا تھا۔ اسی دوران حضرت خالدؓ نے حملہ کر کے اسے کفار کے گھیرے سے نکالا اور یہ شخص لشکرِ اسلام میں پہنچ گیا۔ حضرت خالدؓ نے اسے کہا: تُو نے اپنے غصہ کو اللہ کے دشمنوں پر نکالا ہے۔ بتاؤ تم کون ہو؟ اس سوار نے کچھ نہ بتایا اور پھر جنگ کے لیے تیار ہو گیا۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا اللہ کے بندے! تُو نے مجھے اور تمام مسلمانوں کو بے چینی میں ڈال دیا ہے۔ تُو اس قدر بے پروا ہے۔ آخر تُو کون ہے! حضرت خالدؓ کے اصرار پر اس نے جواب دیا کہ میں نے نافرمانی کی وجہ سے اعراض نہیں کیا، یہ نہیں کہ میں نافرمان ہوں اس لیے تمہیں جواب نہیں دے رہا بلکہ مجھے شرم آتی ہے کیونکہ **میں مرد نہیں ہوں، ایک عورت ہوں۔**

عورتیں بھی اس بہادری کا نمونہ دکھاتی تھیں۔ مجھے میرے دردِ دل نے اس میدان میں اتارا ہے۔ خالد نے پوچھا کہ کون سی عورت؟ اس عورت نے عرض کیا کہ ضِرار کی بہن خولہ بنت ازور ہوں۔ بھائی کی گرفتاری کا پتہ لگا تو میں نے وہی کیا جو آپ نے دیکھا۔ حضرت خالدؓ نے یہ سن کر کہا کہ ہم سب کو متفقہ حملہ کرنا چاہیے۔ اللہ سے امید ہے کہ وہ ضِرار کو قید سے رہائی دلا دے گا۔ حضرت خولہؓ نے کہا کہ میں بھی حملہ میں پیش پیش رہوں گی۔ پھر خالد نے بھرپور حملہ کیا۔ رومیوں کے پیر اکھڑ گئے اور رومیوں کا لشکر تتر بتر ہو گیا۔ حضرت رافعؓ نے شجاعت کے جوہر دکھائے۔ مسلمان ایک بار پھر بھرپور حملے کے لیے تیار ہوئے تھے کہ اچانک کفار کے لشکر سے کچھ سوار اس طرف تیزی سے امان مانگتے ہوئے آ گئے۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا ان کو امان دے دو اور فرمایا میرے پاس لے آؤ۔ پھر خالد نے ان سے پوچھا کہ تم لوگ کون ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم روم کی فوج کے لوگ ہیں اور حمص کے رہنے والے ہیں اور صلح چاہتے ہیں۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا کہ صلح تو حمص پہنچ کر ہو گی۔ یہاں پر قبل از وقت ہم صلح نہیں کر سکتے البتہ تم کو

امان ہے۔ جب اللہ فیصلہ کرے گا اور ہم غالب آئیں گے تب وہاں پر بات ہو گی۔ ہاں یہ بتاؤ کہ ہمارے ایک بہادر جس نے تمہارے سردار کے لڑکے کو قتل کیا تھا اس کے متعلق تم کو کچھ معلوم ہے یا نہیں؟ انہوں نے کہا کہ شاید آپ ان کے متعلق پوچھتے ہیں جو ننگے بدن تھے اور جنہوں نے ہمارے بہت سے آدمیوں کو مارا اور سردار کے بیٹے کو قتل کیا تھا۔ خالدؓ نے فرمایا ہاں وہی ہے۔ انہوں نے کہا جس وقت وہ قید ہوئے اور وَرْدَان کے پاس پہنچے تو وَرْدَان نے اس کو سو سواروں کی جمعیت میں حمص روانہ کیا تا کہ بادشاہ کے پاس پہنچایا جائے۔

یہ سن کر خالدؓ بہت خوش ہوئے اور حضرت رافعؓ کو بلا کر فرمایا کہ تم راستوں کو اچھی طرح جانتے ہو۔ اپنی مرضی کے جوانوں کو لے کر حمص پہنچنے سے پہلے حضرت ضِرارؓ کو چھڑاؤ اور اپنے رب کے ہاں اجر پاؤ۔ حضرت رافعؓ نے ایک سو جوانوں کو چن لیا اور ابھی جانے ہی والے تھے کہ حضرت خولہؓ نے منت سماجت کر کے حضرت خالدؓ سے جانے کی اجازت حاصل کر لی اور سب لوگ حضرت رافعؓ کی سرکردگی میں حضرت ضِرارؓ کی رہائی کے لیے حمص روانہ ہو گئے۔ حضرت رافعؓ تیزی سے چلے اور ایک مقام پر پہنچ کر آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ خوش ہو جاؤ۔ دشمن ابھی آگے نہیں گیا اور وہاں پر اپنے ایک دستے کو چھپا دیا۔ یہ لوگ اسی حالت میں تھے کہ غبار اڑتا ہوا دکھائی دیا۔ حضرت رافعؓ نے مسلمانوں کو چوکنا رہنے کا حکم دیا۔ مسلمان تیار بیٹھے تھے کہ رومی پہنچ گئے۔ حضرت ضِرارؓ ان کی قید میں تھے اور درد بھرے لہجے میں اشعار پڑھ رہے تھے کہ ”اے مخبر! میری قوم اور خولہ کو یہ خبر پہنچا دو کہ میں قیدی ہوں اور مشکوں میں بندھا ہوا ہوں۔ شام کے کافر اور بے دین میرے گرد جمع ہیں اور تمام زرہ پہنے ہوئے ہیں۔ اے دل! تُو غم و حسرت کی وجہ سے مر جا اور اے جوانمردی کے آنسو! میرے رخسار پر بہ جا۔“ یہ شعر پڑھ رہے تھے، ان کے معنی یہ ہیں۔ حضرت خولہؓ نے زور سے آواز دی کہ تیری دعا قبول ہو گئی۔ اللہ کی مدد آ گئی۔ میں تیری بہن خولہ ہوں اور یہ کہہ کر اس نے زور سے تکبیر بلند کر کے حملہ کر دیا اور دیگر مسلمان بھی تکبیر کہتے ہوئے حملہ آور ہوئے۔

مسلمانوں نے اس دستے پر قابو پا لیا۔ سب کو قتل کر دیا گیا۔ حضرت ضِرارؓ کو اللہ تعالیٰ نے رہائی دلائی اور مالِ غنیمت مسلمانوں کو مل گیا۔ حضرت خولہؓ نے اپنے ہاتھوں سے بھائی کی رسیاں کھول دیں اور سلام کیا۔ حضرت ضِرارؓ نے اپنی بہن کو شاباش دی اور خوش آمدید کہا۔ ایک لمبا نیزہ ہاتھ میں لیا اور ایک گھوڑے پر سوار ہوئے۔ خدا کا شکر ادا کیا۔ یہاں یہ خوشی ہوئی اور وہاں دمشق میں حضرت خالدؓ نے سخت حملہ کر کے وَرْدَان کو شکست فاش دی۔ وہ لوگ بھاگ گئے اور مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ وہاں حضرت ضِرارؓ اور دیگر مسلمانوں سے ملاقات ہوئی۔ فتح کی خبر حضرت ابو عبیدہؓ کو بھیج دی۔ اب مسلمانوں نے یقین کر لیا کہ دمشق فتح ہونے والا ہے۔ [806]

دوسری طرف اسلامی لشکر دمشق میں مقیم تھا اور قلعہ کا محاصرہ جاری تھا کہ بُصریٰ سے حضرت

عَبَّاد بن سعیدؓ حضرت خالدؓ کے پاس آئے اور اطلاع دی کہ رومیوں کا نوّے ہزار کا لشکر بمقام اجنادَین جمع ہوا ہے۔ حضرت خالدؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا کہ ہمارا لشکر ملک شام میں متفرق مقامات میں منتشر ہے۔ لہٰذا ان تمام کو خط لکھ دو کہ وہ ہمیں اجنادَین میں آملیں اور ہم بھی اب قلعہ دمشق کا محاصرہ ترک کر کے اجنادَین کی جانب کوچ کریں گے۔ [807]

ہِرَقل کو وَرْدَان کی شکست کی خبر پہنچ چکی تھی نیز اس کے بیٹے کے قتل ہونے کا مفصل حال معلوم ہو چکا تھا۔ لہٰذا ہِرَقل نے اس کو خوب ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہوئے لکھا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ ننگے بھوکے عربوں نے تجھے شکست دے دی ہے اور تیرے بیٹے کو قتل کیا ہے۔ نہ مسیح نے اس پر رحم کیا اور نہ تم پر۔ اگر تیری بہادری اور شمشیر زنی کا چرچا نہ ہوتا تو مَیں تجھے قتل کر دیتا۔ خیر اَب جو ہوا سو ہوا مَیں نے اجنادَین کی طرف نوے ہزار کی فوج روانہ کی ہے تجھے اس کا سردار مقرر کرتا ہوں۔ [808]

حضرت خالدؓ نے دمشق کا محاصرہ ختم کر کے اجنادَین کی طرف لشکر کو روانہ ہونے کا حکم دیا۔ حکم ملتے ہی مسلمانوں نے فوراً خیمے اکھیڑ کر باقی مال اسباب اونٹوں پر لادنا شروع کیا۔ مالِ غنیمت کے اونٹوں کو اور مال و اسباب کے اونٹوں کو عورتوں اور بچوں کے ساتھ لشکر کے پیچھے کی جانب رکھا اور باقی سواروں کو لشکر کے آگے رکھا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ میں عورتوں اور بچوں کے قافلہ کے ساتھ لشکر کے پیچھے رہوں، حضرت ابوعبیدہؓ کو کہا، اور آپ لشکر کے آگے رہیں۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا کہ ممکن ہے کہ وَرْدَان اپنا لشکر لے کر اجنادَین سے دمشق کی طرف روانہ ہوا ہو اور اس سے آمنا سامنا ہو جائے۔ اگر تم لشکر کے آگے رہو گے تو تم ان کو روک سکو گے اور مقابلہ کر سکو گے۔ لہٰذا تم آگے رہو اور میں پیچھے رہتا ہوں۔ حضرت خالدؓ نے کہا آپ کی رائے مناسب ہے۔ میں آپ کی رائے اور تجویز کے خلاف نہیں کروں گا۔ جب اسلامی لشکر دمشق کا محاصرہ ترک کر کے روانہ ہوا تو لشکر کو کوچ کرتے دیکھ کر اہلِ دمشق خوشی سے اچھلنے کودنے لگے اور تالیاں بجا کر اپنی خوشی کا اظہار کرنے لگے۔ اسلامی لشکر کے کوچ کے متعلق اہل دمشق نے مختلف آرا ظاہر کیں۔ کسی نے کہا کہ اجنادَین میں ہمارے عظیم لشکر کے جمع ہونے کی خبر سن کر مسلمان ملک شام میں اپنے دوسرے لشکر کے پاس جمع ہونے گئے ہیں۔ کسی نے کہا کہ محاصرہ سے تنگ آکر کسی اَور مقام پر لشکر کشی کرنے جا رہے ہیں اور بعض نے تو یہاں تک کہا کہ ملک حجاز کی طرف بھاگ کر جا رہے ہیں، واپس جا رہے ہیں۔ [809]

اہلِ دمشق جتنے بھی لوگ تھے وہ ایک شخص کے پاس جمع ہو گئے جس کا نام بُولص تھا۔ اور وہ اس سے قبل کسی بھی جنگ میں صحابہ کے سامنے نہیں آیا تھا۔ یہ شخص ہِرَقل کا نہایت معتمد اور اعلیٰ درجہ کا تیر انداز تھا۔ اہل دمشق نے اس کو امیر بنایا اور ہر قسم کا لالچ دے کر جنگ کے لیے آمادہ کیا۔ نیز انہوں نے اس بات کی قسمیں کھائیں کہ وہ میدانِ جنگ چھوڑ کر نہیں بھاگیں گے اور جو بھی ان میں سے میدان چھوڑے گا تو آپ کو اختیار ہو گا کہ اسے اپنے ہاتھ سے قتل کر دیں۔ یہ عہد و پیمان جب مکمل ہو گیا اور

بُولص گھر میں داخل ہو کر زرہ پہننے لگا تو بیوی نے پوچھا کہ کہاں جاتے ہو۔ بُولص نے کہا کہ دمشق والوں نے مجھے اپنا امیر بنایا ہے۔ اب عربوں کے ساتھ لڑنے جا رہا ہوں۔ بیوی نے اس سے کہا کہ ایسا مت کرو بلکہ گھر میں بیٹھے رہو۔ تم میں عربوں سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے۔

ان سے خواہ مخواہ مت لڑو۔ میں نے آج ہی خواب میں دیکھا ہے کہ تمہارے ہاتھ میں کمان ہے اور ہوا میں چڑیوں کا شکار کر رہے ہو۔ بعض چڑیاں زخمی ہو کر گر گئیں مگر پھر اٹھ کر اڑنے لگیں۔ میں تعجب میں پڑ گئی کہ خواب میں ہی دیکھا کہ اچانک اوپر سے عقاب آ گئے۔ ایک نہیں کئی عقاب آ گئے اور تم اور تمہارے ساتھیوں پر ایسے ٹوٹ پڑے کہ سب کو نیست و نابود کر دیا۔ بُولص نے کہا تو نے مجھے بھی خواب میں دیکھا تھا۔ اس نے کہا ہاں۔ عُقاب نے زور سے تجھے ٹھونگ ماری اور تو بیہوش ہو گیا تھا۔ بُولص نے اس کی باتیں سن کے اپنی بیوی کو تھپڑ مارا اور کہا کہ تیرے دل میں عربوں کا خوف بیٹھ گیا ہے۔ خواب میں بھی وہی خوف ہے۔ گھبراؤ مت! میں ابھی ان کے امیر کو تیرا خادم اور اس کے ساتھیوں کو بکریوں اور خنزیروں کا چرواہا بنا دوں گا۔ بُولص نہایت تیزی سے چھ ہزار سوار اور دس ہزار پیدل لشکر لے کر مسلمانوں کے پیچھے ان کے مقابلہ کے لیے نکل گیا اور اسلامی فوج کی عورتوں، بچوں، مال مویشی اور ابوعبیدہ کے ایک ہزار لشکر کا تعاقب کیا۔

مسلمان بھی مقابلے کے لیے تیار ہو گئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے کفار پہنچ گئے۔ بُولص سب سے آگے تھا۔ اس نے ایک دم چھ ہزار سپاہیوں کے ساتھ ابوعبیدہؓ پر حملہ کیا۔ بُولص کا بھائی بُطرُس پیدل فوج کے ساتھ عورتوں کی طرف بڑھا اور کچھ عورتیں گرفتار کر کے دمشق کی طرف واپس پلٹا۔ ایک جگہ پر پہنچ کر اپنے بھائی کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے یہ مصیبت ناگہانی دیکھ کر فرمایا کہ خالد کی رائے صحیح تھی کہ وہ لشکر کے پیچھے رہیں گے۔ اِدھر عورتیں اور بچے چلّا رہے تھے۔ اُدھر ایک ہزار مسلمانوں نے بہادری سے مقابلہ کیا۔ بُولص نے حضرت ابوعبیدہؓ پر بار بار حملہ کیا۔ آپؓ نے بھی شدید مقابلہ کیا۔ حضرت سہل تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر حضرت خالدؓ کے پاس پہنچے اور سارا قصہ سنایا۔ حضرت خالدؓ نے اِنَّا لِلّٰہِ پڑھا۔ آپؓ نے حضرت رافعؓ اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو ایک ایک ہزار لشکر دے کر روانہ کیا تا کہ بچوں اور عورتوں کی حفاظت ہو جائے۔ اس کے بعد حضرت ضِرارؓ کو ایک ہزار سوار دے کر رخصت کیا اور خود بھی لشکر لے کر دشمن کی طرف چلے۔ ادھر حضرت ابوعبیدہؓ بُولص کے ساتھ مصروفِ جنگ تھے۔ اتنے میں مختلف علاقوں سے آنے والے مسلمانوں کے لشکر پہنچ گئے۔ انہوں نے ایسا حملہ کیا کہ دمشق سے آ کر حملہ کرنے والے رومیوں کو اپنی ذلت و خواری کا یقین ہو گیا۔ حضرت ضِرارؓ آگ کے شعلوں کی طرح بُولص کی طرف بڑھے۔ اس نے جب آپ کو دیکھا تو کانپ اٹھا اور پہچان لیا۔ بُولص گھوڑے سے اتر کر پیدل بھاگنے لگا۔ حضرت ضِرارؓ نے بھی اس کا تعاقب کیا اور اس کو زندہ پکڑ لیا اور قید کر لیا۔ اس جنگ میں کفار کے چھ ہزار آدمیوں میں سے بمشکل سو آدمی زندہ بچے تھے۔ حضرت ضِرارؓ پریشان تھے کیونکہ حضرت خولہؓ بھی قید ہو چکی تھیں۔ حضرت خالدؓ نے کہا کہ گھبراؤ نہیں ہم نے

ان کے ایسے آدمی پکڑے ہوئے ہیں جن کے بدلے میں وہ ہمارے قیدی آسانی سے رہا کر دیں گے۔
حضرت خالدؓ نے دو ہزار سپاہیوں کو اپنے ساتھ لیا اور باقی تمام افواج کو حضرت ابو عبیدہؓ کے حوالے کر دیا تا کہ عورتوں کی حفاظت ہو جائے اور خود قیدی خواتین کی تلاش میں نکل گئے۔ آپ جلدی جلدی چل کر اس جگہ پہنچے جہاں پر دشمن مسلمان عورتوں کو قید کر کے لے گئے تھے۔ آپ نے دیکھا کہ غبار اڑ رہا ہے۔ آپ کو تعجب ہوا کہ یہاں لڑائی کیوں ہو رہی ہے۔ پتا کرنے پر معلوم ہوا کہ بُولص کا بھائی بُطرُس عورتوں کو گرفتار کر کے نہر کے پاس بھائی کے انتظار میں رک گیا تھا اور اب وہ عورتوں کو آپس میں بانٹنے لگے تھے۔ بطرس نے حضرت خولہؓ کے بارے میں کہا کہ یہ میری ہے۔ انہوں نے عورتوں کو ایک خیمہ میں قید کر دیا اور خود آرام کرنے لگے اور انہیں بُولص کا انتظار بھی تھا۔ ان عورتوں میں سے اکثر بہادر اور تجربہ کار شہسوار عورتیں بھی تھیں۔ وہ ہر قسم کی جنگ جانتی تھیں۔ یہ آپس میں جمع ہوئیں اور حضرت **خولہؓ نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ** اے قبیلہ حِمْیَر کی بیٹیو! اور اے قبیلہ تُبَّعْ کی یادگارو! کیا تم اس پر راضی ہو کہ رومی کفار تم کو لونڈیاں بنائیں؟ کہاں گئی تمہاری شجاعت اور کیا ہوئی تمہاری وہ غیرت جس کا ذکر عرب مجلسوں میں ہوا کرتا تھا؟ افسوس! میں تمہیں غیرت سے علیحدہ اور شجاعت و حمیت سے خالی پا رہی ہوں۔ اس آنے والی مصیبت سے تو تمہاری موت افضل ہے۔
یہ سن کر ایک صحابیہ نے کہا اے خولہؓ! تُو نے جو کچھ بیان کیا ہے بے شک درست ہے لیکن یہ بتاؤ کہ ہم قید میں ہیں۔ ہمارے ہاتھ میں نیزہ تلوار نہیں ہے۔ ہم کیا کر سکتی ہیں! نہ گھوڑا ہے نہ اسلحہ ہے کیونکہ اچانک ہم کو قید کر لیا گیا ہے۔ حضرت خولہؓ نے فرمایا کہ ہوش کرو۔ خیموں کے ستون تو موجود ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ انہیں اٹھا کر ان بدبختوں پر حملہ کریں۔ آگے مدد اللہ فرمائے گا۔ یا ہم غالب آجائیں گے ورنہ شہید تو ہو جائیں گی۔ اس پر ہر خاتون نے خیمہ کی ایک ایک لکڑی اٹھائی۔ حضرت خولہؓ ایک لکڑی کندھے پر رکھ کر آگے ہوئیں۔ حضرت خولہؓ نے اپنے ماتحت خواتین سے فرمایا کہ زنجیر کی کڑیوں کی طرح ایک ساتھ ہو جاؤ۔ متفرق نہ ہونا ورنہ سب قتل ہو جاؤ گی۔
اس کے بعد حضرت خولہؓ نے آگے بڑھ کر ایک رومی کافر کو مار کر قتل کیا۔ رومی لوگ ان عورتوں کی جرأت و بہادری دیکھ کر حیران ہو گئے۔ بطرس نے کہا بدبختو! یہ کیا کر رہی ہیں۔ ایک صحابیہ نے جواب دیا کہ آج ہم نے ارادہ کر لیا ہے کہ ان لکڑیوں سے تمہارے دماغ درست کر دیں اور تمہیں قتل کر کے اپنے اسلاف کی عزتوں کی حفاظت کریں۔ بُطرس نے کہا کہ ان کو زندہ پکڑ لو اور خولہ کو زندہ پکڑنے کا خاص خیال رکھو۔ چاروں طرف سے تین ہزار رومی حلقہ باندھ کر کھڑے تھے مگر کوئی شخص عورتوں تک نہیں آسکتا تھا۔ اگر وہ آگے بڑھتا تو یہ عورتیں ان کے گھوڑوں اور پھر ان کو مار دیتی تھیں۔ اس طرح تیس سواروں کو ان عورتوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔
بُطرس یہ دیکھ کر آگ بگولہ ہو گیا۔ گھوڑے سے نیچے اترا۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہو کر تلواروں

سے حملہ آور ہوا مگر یہ عورتیں ایک جگہ اکٹھی ہوئیں اور سب کا مقابلہ کیا اور کوئی قریب نہ آ سکا۔ حضرت خولہؓ کو مخاطب کرتے ہوئے بُطرس نے کہا کہ اے خولہ! اپنی جان پر رحم کرو۔ میں تمہاری قدر کرتا ہوں۔ میرے دل میں بھی تیرے لیے بہت کچھ ہے۔ کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ میں بادشاہ جیسا آدمی تیرا مالک بنوں اور میری ساری جائیداد تمہاری جائیداد ہو جائے۔

حضرت خولہؓ نے فرمایا اے کافر بدبخت! خدا کی قسم! اگر میرا بس چلے تو ابھی تیرا سر لکڑی سے توڑ دوں۔ واللہ! مجھے تو یہ بھی پسند نہیں کہ تو میری بکریاں اور اونٹ چرائے چہ جائیکہ تو میری برابری کا دعویٰ کرے۔ اس پر بُطرس نے لشکر سے کہا کہ ان سب کو قتل کر دو۔ لشکر والے نئے سرے سے تیار ہو رہے تھے اور ابتدائی حملہ کرنے والے تھے کہ مسلمان حضرت خالدؓ کی سرکردگی میں وہاں پہنچ گئے۔ آپؓ کو تمام حالات و واقعات کا علم ہوا۔ عورتوں کی بہادری اور مقابلے سے مسلمان بہت خوش ہوئے اور پھر پورے لشکر نے کفار کے ارد گرد دائرہ ڈال دیا اور ایک ساتھ حملہ کیا۔ حضرت خولہؓ نے چلّا کر کہا اللہ کی مدد آ گئی ہے! اللہ نے مہربانی کر دی ہے! جب بُطرس نے مسلمانوں کو دیکھا تو پریشان ہو گیا اور بھاگنے لگا مگر بھاگنے سے پہلے اس نے دو مسلمان شہسواروں کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ ان میں سے ایک خالد اور دوسرے حضرت ضِرارؓ تھے۔ ضِرار نے اس کو ایک نیزہ مارا۔ وہ گھوڑے سے گرتے گرتے بچا۔ پھر ضِرار نے دوسرا وار کیا اور وہ ڈھیر ہو گیا۔ مسلمانوں نے بہت سے رومیوں کو قتل کیا۔ جو بچ گئے وہ دمشق بھاگ گئے۔

جب حضرت خالدؓ واپس لوٹے تو بُولص کو بلایا اور اس کو اسلام پیش کیا اور فرمایا اسلام قبول کرو ورنہ تیرے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جو تیرے بھائی کے ساتھ کیا گیا۔ بُولص نے کہا میرے بھائی کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ خالدؓ نے فرمایا اس کو قتل کیا ہے۔ بُولص نے اپنے بھائی کا انجام دیکھ کر کہا کہ اب زندگی کا کوئی مزہ نہیں ہے۔ مجھے بھی بھائی کے ساتھ ملا دو۔ چنانچہ اسے بھی قتل کر دیا گیا۔[810]

بہرحال اسلامی لشکر پھر اجنادَین کے مقام پر جمع ہو گئے۔ یہ تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے۔[811]

دمشق کا یہ دوسرا محاصرہ ہوا۔ پہلے تو چھوڑ آئے تھے۔ اب اس جنگ کے بعد دوبارہ دمشق کے محاصرے کے بارے میں لکھا ہے کہ اجنادَین کی فتح کے بعد حضرت خالدؓ نے اسلامی لشکر کو دمشق کی جانب دوبارہ کوچ کرنے کا حکم دیا۔ اہلِ دمشق کو اجنادَین میں رومی لشکر کی شکست کی اطلاع پہلے ہی مل چکی تھی لیکن جب انہیں یہ خبر ملی کہ اسلامی لشکر اب دمشق کی طرف آ رہا ہے تو وہ بہت گھبرائے۔ دمشق کے اطراف میں بسنے والے بھاگ کر قلعہ میں پناہ گزین ہو گئے اور قلعہ میں کافی تعداد میں غلّہ اور اشیائے صَرف جمع کر لیں تاکہ اگر اسلامی لشکر کا محاصرہ لمبا ہو جائے تو ذخیرہ ختم نہ ہو۔ اس کے علاوہ ہتھیار اور سامانِ جنگ بھی اکٹھا کر لیا۔ قلعہ کی دیواروں پر منجنیق، پتھر، ڈھال، تیر، کمان وغیرہ سامان پہنچا دیا تاکہ قلعہ کی دیوار سے محاصرہ کرنے والوں پر حملہ کیا جائے۔ اسلامی لشکر نے دمشق کے قریب

پڑاؤ کیا۔ پھر اسلامی لشکر نے آگے بڑھ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت خالدؓ نے دمشق کے تمام دروازوں پر سرداروں کو ان کے لشکر سمیت متعین کر دیا۔[812]

اس وقت دمشق کا حاکم تُوْمَا تھا۔ دمشق کے رؤسا، امرا اور دانشمند لوگوں نے تُوْمَا کو مشورہ دیا کہ ہمارے پاس اسلامی لشکر سے مقابلے کی طاقت نہیں۔ اس لیے یا تو ہِرَقل سے مدد طلب کرو یا پھر مسلمانوں سے مصالحت کر لو۔ جو وہ طلب کریں انہیں دے کر اپنی جان بچاؤ۔ اس پر تُوْمَا نے تکبر اور غرور سے کہا کہ میں عربوں کی کوئی حیثیت نہیں سمجھتا۔ مَیں ہِرَقل اعظم کا داماد اور جنگ کا ماہر ہوں۔ میرے ہوتے ہوئے مسلمانوں کو شہر میں پاؤں رکھنے کی جرأت نہ ہو گی۔

رؤسا کے سمجھانے پر تُوْمَا نے یہ کہہ کر انہیں تسلی دی کہ عنقریب ہِرَقل کی طرف سے ایک بڑا لشکر ہماری مدد کے لیے آ رہا ہے۔ تُوْمَا نے ہر طرف سے مسلمانوں پر شدت سے حملے کا حکم دیا۔ ان حملوں کے دوران کئی مسلمان زخمی اور شہید ہوئے۔ حضرت اَبَان بن سعیدؓ کو بھی ایک زہر آلود تیر لگا۔ تیر نکالنے کے بعد انہوں نے زخم پر عمامہ باندھ لیا لیکن تھوڑی ہی دیر میں زہر ان کے جسم میں سرایت کر گیا اور وہ غش کھا کر گر گئے اور وہیں کچھ دیر بعد جام شہادت نوش کر گئے۔ حضرت اَبانؓ کا نکاح اجنادَین کی جنگ کے دوران حضرت اُمِّ اَبان سے ہوا تھا اور ان کے ہاتھ کی مہندی کا رنگ اور سر میں عطر کی خوشبو باقی تھی یعنی بالکل تازہ شادی تھی۔ حضرت ام اَبانؓ کا شمار عرب کی ان بہادر خواتین میں ہوتا تھا جو جہاد کرنے میں پیش پیش رہتی تھیں۔ جب ان کو اپنے خاوند کی شہادت کی اطلاع ملی تو وہ بھاگتی ہوئی اور ٹھوکریں کھاتی ہوئی آئیں اور اپنے خاوند کی لاش کے پاس صبر و استقلال کا ایک پیکر بن کر کھڑی ہو گئیں۔ اپنی زبان سے ناشکری کا ایک کلمہ بھی نہ نکالا اور اپنے خاوند کی جدائی میں چند اشعار کہے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ تدفین کے بعد حضرت ام اَبانؓ اپنے خیمے کی طرف ایک عزم محکم اور پختہ ارادے کے ساتھ گئیں۔ اپنے ہتھیار تھامے اور اپنے چہرے پر کپڑا باندھا اور باب تُوْمَا پر پہنچ گئیں جہاں ان کے خاوند شہید ہوئے تھے۔ باب تُوْمَا پر اس وقت سخت لڑائی جاری تھی۔ حضرت ام اَبانؓ ان مسلمانوں میں شامل ہو کر سخت لڑائی لڑتی رہیں اور اپنے تیروں سے کئی رومیوں کو زخمی اور موت کے گھاٹ اتار دیا اور بالآخر لڑائی کے دوران موقع پا کر تُوْمَا کے محافظ کا نشانہ لیا جس کے ہاتھ میں صلیبِ اعظم تھی۔ یہ صلیب سونے کی بنی ہوئی تھی اور اس میں قیمتی جواہر جڑے ہوئے تھے۔ صلیبِ اعظم اٹھانے والا شخص رومیوں کو جنگ کی ترغیب دیتا تھا اور صلیب کے وسیلے سے فتح و کامیابی کی دعا مانگتا تھا۔ حضرت اُمِّ اَبانؓ کا تیر جیسے ہی اس شخص کو لگا اس کے ہاتھ سے صلیب گر گئی اور مسلمانوں کے ہاتھ لگ گئی۔

تُوْمَا نے جب دیکھا کہ صلیب مسلمانوں کے قبضہ میں چلی گئی ہے تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس کو واپس لینے کے لیے نیچے اتر آیا اور دروازہ کھول کر مسلمانوں سے مقابلہ شروع کر دیا۔ اس دوران قلعہ کے اوپر سے رومیوں نے بھی سخت حملے کرنے شروع کر دیے۔ اس دوران حضرت ام اَبانؓ نے موقع دیکھ کر

تُوْمَا کی آنکھ کا نشانہ لے کر تیر چلایا اور اس کی آنکھ ہمیشہ کے لیے اندھی کر دی۔ اس پر تُوْمَا کو اپنے ساتھیوں سمیت پیچھے ہٹنا پڑا اور انہوں نے قلعہ میں داخل ہو کر دروازے بند کر لیے۔ تُوْمَا کی یہ حالت دیکھ کر اہلِ دمشق نے کہا کہ اسی لیے ہم نے کہا تھا کہ ان عربوں سے مقابلہ کرنا ہمارے بس کی بات نہیں۔ اس لیے عربوں سے مصالحت کی کوئی صورت اختیار کرنی چاہیے۔ اس پر تُوْمَا مزید غضبناک ہو گیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اپنی آنکھ کے بدلے میں ان کی ایک ہزار آنکھیں پھوڑ ڈالوں گا۔[813]

اہلِ دمشق کو حِمص سے بیس ہزار فوج کی مدد آنے کی توقع تھی۔[814]

مگر اسلامی فوج نے یہ تدبیر کی کہ فوج کے ایک دستے کو دمشق کے راستے پر مقرر کر دیا۔ اس طرح حمص سے آنے والی فوج کو وہیں روک لیا گیا۔ مسلمانوں نے دمشق کا سخت محاصرہ کیے رکھا۔ اس میں حملوں، تیر اندازی اور منجنیقوں سے دشمن کو خوب پریشان کرتے رہے۔ اہلِ دمشق کو جب یقین ہو گیا کہ ان کو امداد نہیں پہنچ سکتی اور ان میں کمزوری اور بزدلی پیدا ہو گئی تو انہوں نے مزید جدوجہد ترک کر دی اور مسلمانوں کے دلوں میں ان کو زیر کرنے کا جذبہ بڑھ گیا۔[815]

اہلِ دمشق کا خیال تھا کہ سردیوں کی شدت میں مسلمان طویل محاصرہ کی تکلیفوں کو برداشت نہیں کر سکیں گے لیکن مسلمانوں نے حالات کا نہایت بہادری سے مقابلہ کیا۔ دمشق کے اطراف کے خالی مکانات کو مسلمانوں نے راحت و آرام کے لیے استعمال کیا۔ ہفتہ واری انتظام کے مطابق باری باری جو فوج محاذ پر ہوتی وہ آ کر آرام کرتی اور جب وہ چلی جاتی تو دوسری فوج آ کر آرام کرتی اور دروازوں پر متعین ان فوجی دستوں کے پیچھے ان کی حمایت اور نگرانی کے لیے دوسری فوج مقرر ہوتی۔ اس طرح طویل سے طویل محاصرے پر بھی قابو پانا آسان ہو گیا لیکن مسلمانوں نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ دشمن کی منظم رکاوٹوں کو توڑنے کے لیے ان کی میدانی تحقیقات اور جنگی چالیں اپنا کام کرتی رہیں اور رکاوٹوں کے اس منظم اور طویل سلسلہ میں حضرت خالد بن ولیدؓ ایک ایسے مناسب مقام کے انتخاب میں کامیاب ہو گئے جہاں سے دمشق میں داخل ہونا ممکن تھا۔

یہ دمشق کا سب سے بہتر خطہ تھا۔ اس مقام پر خندق کا پانی کافی گہرا تھا اور وہاں سے داخل ہونا کافی دشوار طلب کام تھا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے دمشق میں داخل ہونے کی تدبیر یہ نکالی کہ چند رسیوں کو اکٹھا کیا تاکہ فصیل پر چڑھنے اور دمشق میں اترنے کے لیے ان میں پھندا لگا کر سیڑھیوں کا کام لیا جا سکے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کو کسی ذریعہ سے یہ خبر مل گئی تھی کہ دمشق کے بطریق، رومی فوج کے دس ہزاری لشکر کے قائد کے ہاں بچے کی ولادت ہوئی ہے، ایک کمانڈر کے ہاں بچے کی ولادت ہوئی ہے اور سارے لوگ جن میں اس کے محافظ سپاہی بھی تھے دعوت میں مشغول ہیں۔ چنانچہ وہ سب خوب کھا پی کر مست ہو کر سو گئے اور اپنی اپنی ذمہ داریوں سے غافل ہو گئے۔

اسی دوران حضرت خالد بن ولیدؓ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ مشکیزوں کے سہارے خندق عبور کر

کے فصیل تک پہنچ گئے اور رسیوں کے پھندے لگا کر انہیں بطور سیڑھی کے فصیل پر مضبوطی سے پھنسا دیا اور متعدد رسیاں فصیل سے لٹکا دیں۔ اس پر رسیوں کے سہارے کافی زیادہ تعداد میں مسلمان فصیل پر چڑھ گئے اور اندر اتر گئے اور دروازوں تک پہنچ گئے۔ دروازوں کی کنڈیوں کو تلوار سے کاٹ کر الگ کر دیا۔ اس طرح اسلامی فوجیں دمشق میں داخل ہو گئیں۔[816]

حضرت خالدؓ کی فوج مشرقی دروازے پر قابض ہو گئی تو رومیوں نے گھبراہٹ میں حضرت ابوعبیدہؓ سے مغربی دروازے پر صلح کی درخواست کی حالانکہ پہلے مسلمانوں کی طرف سے صلح کی درخواست کو مسترد کر چکے تھے اور جنگ پر بضد تھے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے خوش دلی سے صلح کو منظور کر لیا۔ اس پر رومیوں نے قلعہ کے دروازے کھول دیے اور مسلمانوں سے کہا کہ جلد آؤ اور ہمیں اس دروازے کے حملہ آوروں یعنی حضرت خالدؓ سے بچاؤ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تمام دروازوں سے مسلمان صلح کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے اور حضرت خالدؓ اپنے دروازے سے لڑائی کرتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے۔ حضرت خالدؓ اور باقی چاروں اسلامی امراء شہر کے وسط میں ایک دوسرے سے ملے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اگرچہ دمشق کا کچھ حصہ لڑ کر فتح کیا تھا لیکن چونکہ حضرت ابوعبیدہؓ نے صلح منظور کر لی تھی اس لیے مفتوحہ علاقے میں بھی صلح کی شرائط تسلیم کی گئیں۔[817]

یہاں یہ واضح ہو کہ دمشق کی فتح کو بعض مؤرخین حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں بیان کرتے ہیں لیکن دمشق کا یہ معرکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہدِ خلافت میں شروع ہو چکا تھا۔ البتہ اس کی فتح کی خبر جب مدینہ بھیجی گئی تو اس وقت حضرت ابوبکرؓ کی وفات ہو چکی تھی۔ تو یہ **حضرت ابوبکرؓ کے زمانے کی آخری جنگ تھی۔**[818]

خلافت عمرؓ مشاورت اور نامزدگی

جب حضرت ابوبکرؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو بلایا اور فرمایا مجھے عمرؓ کے متعلق بتاؤ تو انہوں نے یعنی حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا۔ اے رسول اللہ کے خلیفہ! اللہ کی قسم وہ یعنی حضرت عمرؓ آپؓ کی جو رائے ہے اس سے بھی افضل ہیں سوائے اس کے کہ ان کی طبیعت میں سختی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ سختی اس لیے ہے کہ وہ مجھ میں نرمی دیکھتے ہیں۔ اگر امارت ان کے سپرد ہو گئی تو وہ اپنی بہت سی باتیں جو اُن میں ہیں اس کو چھوڑ دیں گے کیونکہ میں نے ان کو دیکھا ہے کہ جب میں کسی شخص پر سختی کرتا تو وہ مجھے اس شخص سے راضی کرنے کی کوشش کرتے اور جب میں کسی شخص سے نرمی کا سلوک کرتا تو اس پر مجھے سختی کرنے کا کہتے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عثمان بن عفانؓ کو بلایا اور ان سے حضرت عمرؓ کے بارے میں دریافت فرمایا۔ حضرت عثمانؓ نے کہا ان کا باطن ان کے ظاہر سے بھی بہتر ہے اور ہم میں ان جیسا کوئی نہیں۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے

دونوں اصحاب سے فرمایا جو کچھ میں نے تم دونوں سے کہا ہے اس کا ذکر کسی اَور سے نہ کرنا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ اگر میں حضرت عمرؓ کو چھوڑتا ہوں تو میں عثمانؓ سے آگے نہیں جاتا اور ان کو یہ اختیار ہو گا کہ وہ تمہارے امور کے متعلق کوئی کمی نہ کریں۔ اب میری یہ خواہش ہے کہ میں تمہارے امور سے علیحدہ ہو جاؤں اور تمہارے اسلاف میں سے ہو جاؤں۔ حضرت ابو بکرؓ کی بیماری کے دنوں میں حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے اور کہا کہ آپؓ نے حضرت عمرؓ کو لوگوں پر خلیفہ بنا دیا ہے حالانکہ آپ دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی موجودگی میں لوگوں سے کس طرح سلوک کرتے ہیں اور اس وقت کیا حال ہو گا جب وہ تنہا ہوں گے اور آپ اپنے رب سے ملاقات کریں گے اور وہ آپ سے رعیت کے بارے میں پوچھے گا یعنی اللہ تعالیٰ آپ سے اپنی رعیت کے بارے میں پوچھے گا۔ حضرت ابو بکرؓ لیٹے ہوئے تھے۔ آپؓ نے فرمایا مجھے بٹھا دو۔ جب اُن کو بٹھایا گیا اور وہ سہارا لے کر بیٹھے تو آپؓ نے کہا: کیا تم مجھے اللہ سے ڈراتے ہو؟ جب میں اپنے رب سے ملوں گا اور وہ مجھ سے پوچھے گا تو میں جواب دوں گا کہ میں نے تیرے بندوں میں سے بہترین کو تیرے بندوں پر خلیفہ بنایا ہے۔ [819]

حضرت مصلح موعودؓ اس بارے میں تاریخ کی کتب کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کی وفات جب قریب آئی تو آپؓ نے صحابہ سے مشورہ لیا کہ میں کس کو خلیفہ مقرر کروں۔ اکثر صحابہ نے اپنی رائے حضرت عمرؓ کی امارت کے متعلق ظاہر کی اور بعض نے صرف یہ اعتراض کیا کہ حضرت عمرؓ کی طبیعت میں سختی زیادہ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ لوگوں پر تشدد کریں۔ آپؓ نے فرمایا یہ سختی اسی وقت تک تھی جب تک ان پر ذمہ داری نہیں پڑی تھی اب جبکہ ایک ذمہ داری ان پر پڑ جائے گی تو ان کی سختی کا مادہ بھی اعتدال کے اندر آ جائے گا۔ چنانچہ تمام صحابہ حضرت عمرؓ کی خلافت پر راضی ہو گئے۔ آپ کی، حضرت ابو بکرؓ کی صحت چونکہ بہت خراب ہو چکی تھی، اس لیے حضرت ابو بکرؓ نے اپنی بیوی اسماء کا سہارا لیا اور ایسی حالت میں جبکہ آپؓ کے پاؤں لڑکھڑا رہے تھے، ہاتھ کانپ رہے تھے آپؓ مسجد میں آئے اور تمام مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میں نے بہت دنوں تک متواتر اس امر پر غور کیا ہے کہ اگر میں وفات پا جاؤں تو تمہارا کون خلیفہ ہو۔ آخر بہت کچھ غور کرنے اور دعاؤں سے کام لینے کے بعد میں نے یہی مناسب سمجھا ہے کہ عمر کو خلیفہ نامزد کر دوں۔ سو میری وفات کے بعد عمر تمہارے خلیفہ ہوں گے۔ سب صحابہؓ اور دوسرے لوگوں نے اس امارت کو تسلیم کیا اور حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ کی بیعت ہو گئی۔ [820]

پھر اس بارے میں مزید ایک جگہ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہ نامزد کیوں کیا، حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "اگر کہا جائے کہ جب قوم کے انتخاب سے ہی کوئی خلیفہ ہو سکتا ہے تو حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کو نامزد کیوں کیا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے یونہی نامزد نہیں کر دیا بلکہ پہلے صحابہؓ سے آپ کا مشورہ لینا ثابت ہے۔ فرق ہے تو صرف اتنا کہ اَور خلفاء کو خلیفہ کی وفات کے بعد منتخب کیا گیا اور حضرت عمرؓ کو حضرت ابو بکرؓ کی موجودگی میں ہی منتخب کر لیا گیا۔ پھر آپؓ نے اسی پر بس

نہیں کیا۔" یعنی حضرت ابو بکرؓ نے یہیں پر بس نہیں کیا، اس کو کافی نہیں سمجھا "کہ چند صحابہؓ سے مشورہ لینے کے بعد آپؓ نے حضرت عمرؓ کی خلافت کا اعلان کر دیا ہو بلکہ باوجود سخت نقاہت اور کمزوری کے آپؓ اپنی بیوی کا سہارا لے کر مسجد میں پہنچے اور لوگوں سے کہا کہ اے لوگو! میں نے صحابہؓ سے مشورہ لینے کے بعد اپنے بعد خلافت کے لیے عمرؓ کو پسند کیا ہے کیا تمہیں بھی ان کی خلافت منظور ہے؟ اس پر تمام لوگوں نے اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا۔ پس یہ **بھی ایک رنگ میں انتخاب ہی تھا۔**"[821]

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی بیماری اور وصیت

تاریخ طبری میں مزید لکھا ہے حضرت ابو بکرؓ کی علالت اور وفات کا ذکر یوں بیان ہوا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کی بیماری کا باعث یہ ہوا کہ سات جمادی الآخر سوموار کے دن آپؓ نے غسل کیا۔ اس روز خوب سردی تھی۔ اس وجہ سے آپؓ کو بخار ہو گیا جو پندرہ روز تک رہا۔ یہاں تک کہ آپؓ نماز کے لیے باہر آنے کے قابل نہ رہے۔ آپؓ نے حکم دے دیا کہ حضرت عمرؓ نماز پڑھاتے رہیں۔ لوگ آپؓ کی عیادت کے لیے آتے تھے مگر روز بروز آپؓ کی طبیعت خراب ہوتی گئی۔ اس زمانے میں حضرت ابو بکرؓ اس مکان میں ٹھہرے ہوئے تھے جو اُن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عنایت فرمایا تھا اور جو حضرت عثمان بن عفانؓ کے مکان کے سامنے واقع تھا۔ علالت کے زمانے میں زیادہ تر آپ کی تیمارداری حضرت عثمانؓ کرتے رہے۔[822]

آپؓ پندرہ روز تک بیمار رہے۔ کسی نے آپؓ سے کہا آپؓ طبیب کو بلا لیں تو اچھا ہے۔ آپؓ نے فرمایا: وہ مجھے دیکھ چکا ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ اس نے آپؓ سے کیا کہا ہے۔ آپؓ نے فرمایا اس نے یہ کہا ہے کہ اِنِّیْ اَفْعَلُ مَا اَشَاءُ، میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔[823]

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ بیمار ہوئے تو لوگوں نے پوچھا کہ کیا ہم آپ کے لیے طبیب کو بلا لیں تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اس نے مجھے دیکھ لیا ہے اور کہا ہے کہ اِنِّیْ فَعَّالٌ لِّمَا اُرِیْدُ کہ میں جو چاہوں گا ضرور کروں گا۔[824]

بہر حال آپ کی مراد یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کا اب یہی ارادہ ہے کہ مجھے اپنے پاس بلا لے اور کسی طبیب کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت ابو بکرؓ نے منگل کی شام کو بتاریخ بائیس جمادی الآخر تیرہ ہجری کو تریسٹھ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ آپؓ کا عہد خلافت دو سال تین مہینے دس روز رہا۔[825]

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے لبوں سے جو آخری الفاظ ادا ہوئے وہ قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ تھی کہ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ (یوسف:102) یعنی مجھے فرمانبردار ہونے کی حالت میں وفات دے اور مجھے صالحین کے زمرے میں شمار کر۔[826]

حضرت ابو بکر صدیق کی انگوٹھی کا نقش نِعْمَ الْقَادِرُ اللہ تھا:

یعنی کیا ہی قدرت رکھنے والا ہے اللہ تعالیٰ۔ [827]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا۔ میری تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر دیکھنا کہ کوئی اَور چیز تو نہیں رہ گئی۔ باقی چیزیں تو حضرت عمرؓ کو دے دی تھیں۔ اگر ہو تو اس کو بھی حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دینا۔ تجہیز و تکفین کے متعلق فرمایا۔ اس وقت جو کپڑا بدن پر ہے اسی کو دھو کر دوسرے کپڑوں کے ساتھ کفن دینا۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یہ تو پرانا ہے۔ کفن کے لیے نیا ہونا چاہیے۔ فرمایا زندے مُردوں کی بہ نسبت نئے کپڑوں کے زیادہ حقدار ہیں۔ [828]

جو نیا کپڑا ہے وہ کسی زندہ کو پہنا دو زیادہ بہتر ہے۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے وصیت کی تھی کہ آپؓ کی اہلیہ حضرت اسماءؓ بنت عمیس آپؓ کو غسل دیں۔ حضرت ابو بکرؓ کے صاحبزادے حضرت عبد الرحمٰنؓ نے ان کے ساتھ معاونت کی۔ آپؓ کا کفن دو کپڑوں پر مشتمل تھا۔ ان میں سے ایک کپڑا غسل کے لیے استعمال ہونے والا تھا۔

یہ بھی روایت ہے کہ تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ پھر آپ کو نبی کریم ﷺ کی چارپائی پر رکھا گیا۔ یہ وہ چارپائی تھی جس پر حضرت عائشہؓ سویا کرتی تھی۔ اسی چارپائی پر آپ کا جنازہ اٹھایا گیا اور حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ کی قبر اور منبر کے درمیان آپؓ کا جنازہ پڑھایا اور آپؓ کو رات کے وقت اسی حجرے میں رسول اللہ ﷺ کی قبر کے ساتھ دفن کیا گیا۔ آپؓ کا سر رسول اللہ ﷺ کے کندھوں کے مقابل میں رکھا گیا۔ [829]

تدفین کے وقت حضرت عمر بن خطابؓ، حضرت عثمان بن عفانؓ، حضرت طلحہ بن عبد اللہؓ اور حضرت عبد الرحمٰن بن ابو بکرؓ قبر میں اترے اور تدفین کی۔

ابنِ شہاب سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو رات کے وقت دفن کیا۔ [830]

حضرت سالم بن عبد اللہؓ اپنے والد کا یہ قول بیان کرتے ہیں کہ:

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی وفات کا سبب رسول اللہ ﷺ کی وفات کا غم تھا کیونکہ آنحضور ﷺ کی وفات کے بعد آپؓ کا جسم مسلسل کمزور سے کمزور تر ہوتا گیا یہاں تک کہ آپؓ کا انتقال ہو گیا۔ [831]

بعض سیرت نگاروں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ:

آپؓ کی وفات کا باعث وہ کھانا تھا جس میں کسی یہودی نے زہر ملایا تھا لیکن عموماً سیرت نگاروں نے اس روایت کی تردید بھی کی ہے۔ [832]

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابو بکرؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے پوچھا یہ کون سا دن ہے؟ لوگوں نے کہا سوموار۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا اگر آج میں فوت ہو جاؤں تو کل کا انتظار نہ کرنا کیونکہ مجھے وہ دن یا رات زیادہ محبوب ہے جو رسول اللہ ﷺ کے زیادہ قریب ہو۔ [833]

یعنی تدفین وہاں ہو جائے تو زیادہ بہتر ہے۔

حضرت ابو بکرؓ نے اپنے ترکے کی بابت فرمایا کہ میرے بعد قرآنی احکام کے مطابق اسے تقسیم کر دیا جائے۔[834]

اسی طرح ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنے متروکہ مال میں سے رشتہ داروں کے لیے جو وارث نہیں تھے پانچویں حصہ کی وصیت کی تھی۔[835]

حضرت ابو بکرؓ کی **ازواج اور اولاد** کے بارے میں ذکر ہے کہ آپؓ کی چار بیویاں تھیں۔

نمبر ایک قُتَیلہ بنت عَبْدُ الْعُزّٰی۔ ان کے اسلام لانے کے بارے میں اختلاف ہے۔ یہ حضرت عبد اللہؓ اور حضرت اسماءؓ کی والدہ تھیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے انہیں زمانۂ جاہلیت میں طلاق دے دی تھی۔ یہ ایک مرتبہ مدینہ میں حضرت اسماءؓ یعنی اپنی بیٹی کے پاس کچھ گھی اور پنیر بطور ہدیہ لے کر آئی تھیں مگر حضرت اسماءؓ نے وہ ہدیہ لینے سے انکار کر دیا اور انہیں گھر میں داخل بھی نہیں ہونے دیا اور حضرت عائشہؓ کو کہلا بھیجا کہ اس بارے میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے دریافت کریں۔ حضرت عائشہؓ سے کہا کہ ذرا پوچھ کے بتائیں کہ میری ماں اس طرح آئی ہے اور تحفہ لائی ہے۔ میں نے تو انہیں گھر میں داخل نہیں ہونے دیا۔ کیا ارشاد ہے؟ اس پر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ ان کو گھر میں آنے دو اور ان کا ہدیہ قبول کرو۔

نمبر دو جو اہلیہ تھیں وہ حضرت ام رُوْمَان بنت عامرؓ تھیں۔ آپ کا تعلق بنو کِنعَانہ بن خُزَیمہ سے تھا۔ آپ کے پہلے خاوند حارث بن سَخْبَرَہ مکہ میں فوت ہو گئے اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے عقد میں آ گئیں۔ آپ ابتدا میں اسلام لے آئیں اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بیعت کی اور مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ آپؓ کے بطن سے حضرت عبد الرحمٰنؓ اور حضرت عائشہؓ کی ولادت ہوئی۔ آپؓ کی وفات چھ ہجری میں مدینہ میں ہوئی۔ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم خود ان کی قبر میں اترے اور ان کی مغفرت کی دعا فرمائی۔

تیسری حضرت اَسماءؓ بنت عُمَیْس بن مَعَبد بن حارِث تھیں۔ آپ کی کنیت ام عبد اللہ ہے۔ آپ مسلمانوں کے دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے ہی اسلام قبول کر کے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بیعت کر چکی تھیں۔ آپ ابتدائی ہجرت کرنے والی تھیں۔ آپ نے اپنے خاوند حضرت جعفر بن ابو طالبؓ کے ساتھ پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور وہاں سے سات ہجری میں مدینہ تشریف لائیں۔ آٹھ ہجری میں جنگ موتہ میں جب حضرت جعفرؓ شہید ہو گئے تو آپ حضرت ابو بکرؓ کے عقد میں آ گئیں۔ آپ کے بطن سے محمد بن ابو بکر پیدا ہوئے۔

چوتھی بیوی حضرت حَبِیبہ بنت خَارِجہ بن زید بن ابو زُهَیر تھیں۔ ان کا تعلق انصار کی شاخ خزرج سے تھا۔ حضرت ابو بکرؓ مدینہ کے مضافاتی علاقے سُنْح میں آپ کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ آپ کے بطن سے حضرت ابو بکرؓ کی صاحبزادی امِ کلثوم پیدا ہوئیں جن کی ولادت حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد ہوئی۔

اولاد میں تین بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ پہلے بیٹے حضرت عبد الرحمٰن بن ابو بکرؓ۔ آپؓ حضرت

ابو بکرؓ کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ آپؓ حدیبیہ کے دن مسلمان ہوئے اور پھر اسلام پر ثابت قدم رہے۔ آپؓ کو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی صحبت حاصل رہی۔ آپؓ شجاعت اور بہادری میں بہت مشہور تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد آپؓ کا قابل تعریف موقف رہا۔

دوسرے حضرت عبد اللہ بن ابو بکرؓ تھے۔ آپؓ کا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ہجرت مدینہ کے موقع پر اہم کردار تھا۔ آپ تمام دن مکہ میں گزارتے اور مکہ والوں کی خبریں جمع کرتے اور پھر رات کے وقت چپکے سے غار میں پہنچ کر وہ خبریں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور حضرت ابو بکرؓ کو سناتے اور صبح کے وقت واپس مکہ میں آجاتے۔ طائف کی جنگ میں آپ کو ایک تیر لگا جس کا زخم ٹھیک نہ ہوا اور آخر کار اسی کی وجہ سے حضرت ابو بکرؓ کی خلافت میں آپؓ نے شہادت پائی۔

محمد بن ابو بکر تیسرے بیٹے تھے۔ آپ حضرت اسماءؓ بنت عمیس کے بطن سے پیدا ہوئے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر ذوالحلیفہ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ حضرت علیؓ کی گود میں آپ نے پرورش پائی اور حضرت علیؓ نے اپنے دَور میں آپ کو مصر کا گورنر مقرر فرمایا۔ آپ وہیں مارے گئے۔ بعض روایات میں حضرت عثمانؓ کو قتل کرنے والوں میں ان کا نام بھی لیا جاتا ہے اور اسی وجہ سے ان کو قتل کیا گیا۔ واللہ اعلم۔

آپ کے بچوں میں سے چوتھی حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ ہیں۔ آپؓ ذات النطاقین کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ حضرت عائشہؓ سے عمر میں بڑی تھیں۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے آپؓ کو ذات النطاقین کے لقب سے نوازا تھا کیونکہ ہجرت کے موقع پر انہوں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور اپنے والد کے لیے توشہ تیار کیا اور پھر اس کو باندھنے کے لیے کوئی چیز نہ ملی تو اپنے کمر بند کو پھاڑ کر توشہ باندھ دیا۔ کھانے کا جو انتظام کیا تھا وہ کھانا کمر کے کپڑے سے باندھ کر دے دیا۔ حضرت زبیر بن عوامؓ سے آپ کی شادی ہوئی اور بحالت حمل آپ نے مدینہ ہجرت کی۔ ہجرت کے بعد آپؓ کے بطن سے حضرت عبد اللہ بن زُبیرؓ پیدا ہوئے جو ہجرت کے بعد پیدا ہونے والے سب سے پہلے بچے تھے۔ حضرت اسماءؓ نے سو سال عمر پائی۔ آپ کی وفات مکہ میں تہتر ہجری میں ہوئی۔

پانچواں بچہ امّ المومنین حضرت عائشہ بنت ابو بکرؓ تھیں۔ آپؓ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زوجہ مطہرہ تھیں۔ آپؓ خواتین میں سب سے بڑی عالمہ تھیں۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے آپؓ کو ام عبد اللہ کی کنیت عطا فرمائی۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو آپؓ کے ساتھ مثالی محبت تھی۔ امام شعبیؒ بیان کرتے ہیں کہ جب مسروق حضرت عائشہؓ سے کوئی روایت بیان کرتے تو کہتے مجھ سے صدیقہ بنت صدیق نے بیان کیا جو اللہ کے محبوب کی محبوبہ ہیں اور جن کی بریت اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے۔

آپ کی وفات تریسٹھ سال کی عمر میں ستاون ہجری میں ہوئی۔ ایک روایت کے مطابق آپؓ کی وفات اٹھاون ہجری میں ہوئی۔

چھٹی اولاد ام کلثوم بنت ابو بکر تھیں۔ آپ حضرت حبیبہ بنت خارجہ انصاریہ کے بطن سے پیدا

ہوئیں۔ وفات کے وقت حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا یہ تمہارے دونوں بھائی اور دونوں بہنیں ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ یہ میری بہن اسماء ہیں انہیں تو میں جانتی ہوں مگر میری دوسری بہن کون ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا جو خارجہ کی بیٹی کے بطن میں ہے۔ یعنی ابھی پیدا نہیں ہوئی، جو پیدا ہونے والی ہے وہ بیٹی ہو گی۔ انہوں نے کہا کہ میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ ان کے ہاں لڑکی ہو گی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد ام کلثوم کی ولادت ہوئی۔ ام کلثوم کی شادی حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ سے ہوئی جو جنگِ جمل میں شہید ہوئے۔ [836]

بعض روایات کے مطابق حضرت ابو بکرؓ کی ایک بیٹی کی شادی حضرت بلالؓ سے ہوئی تھی اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ یہ بیٹی آپ کی چار بیویوں میں سے کسی بیوی کے پہلے خاوند سے تھی۔ [837]

نظامِ حکومت کے بارے میں کہ کس طرح آپؓ نظام حکومت چلاتے تھے

لکھا ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ کو کوئی امر پیش آتا تو پھر جہاں مشورے کی ضرورت ہوتی اور اہل الرائے لوگوں کی ضرورت ہوتی، اہلِ فقہ کا مشورہ لینا چاہتے تو آپؓ مہاجرین وانصار میں سے حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کو بھی بلاتے۔ [838]

یا بعض اوقات زیادہ تعداد میں مہاجرین اور انصار کو جمع فرماتے۔

حضرت مصلح موعودؓ شَاوِرْهُمْ (آل عمران:160) کی تشریح کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ:

اس ایک لفظ پر غور کرو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشورہ لینے والا ایک ہے دو بھی نہیں اور جن سے مشورہ لینا ہے وہ بہر حال تین یا تین سے زیادہ ہوں۔ پھر وہ اس مشورے پر غور کرے۔ پھر حکم ہے فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ۔ (آل عمران:160) جس بات پر عزم کرے اس کو پورا کرے اور کسی کی پروانہ کرے۔ یعنی مشورہ لینے والا مشورہ لے، اس کے بعد، مشورہ لینے کے بعد سارا تجزیہ کر کے اس پر عمل کرے اور پھر کسی کی پروانہ کرے۔

آپؓ لکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں اس عزم کی خوب نظیر ملتی ہے۔ جب لوگ مرتد ہونے لگے تو مشورہ دیا گیا کہ آپؓ اس لشکر کو روک لیں جو اسامہؓ کے زیرِ کمان جانے والا تھا مگر انہوں نے جواب دیا کہ جو لشکر آنحضرت ﷺ نے بھیجا ہے میں اسے واپس نہیں کر سکتا۔ ابو قحافہ کے بیٹے کی طاقت نہیں کہ ایسا کر سکے۔ پھر بعض کو رکھ بھی لیا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ بھی اس لشکر میں جا رہے تھے ان کو روک لیا۔

پھر زکوۃ کے متعلق کہا گیا کہ مرتد ہونے سے بچانے کے لیے ان کو معاف کر دو۔ حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا کہ اگر یہ رسول اللہ ﷺ کو اونٹ باندھنے کی ایک رسّی بھی دیتے تھے تو وہ بھی لوں گا اور اگر تم سب مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ اور مرتدین کے ساتھ جنگل کے درندے بھی مل جائیں تو میں اکیلا ان

سب کے ساتھ جنگ کروں گا۔ یہ عزم کا نمونہ ہے۔ پھر کیا ہوا تم جانتے ہو۔ یہ عزم تھا حضرت ابو بکرؓ کا اور لوگوں کے مشورے اَور تھے لیکن کیا ہوا۔ جس عزم کا نمونہ آپؓ نے دکھایا خدا تعالیٰ نے آپؓ کے عزم کی وجہ سے فتوحات کا دروازہ کھول دیا۔ یاد رکھو! جب خدا سے انسان ڈرتا ہے تو پھر مخلوق کا رعب اس کے دل پر اثر نہیں کرتا۔[839] **یہ ہے منصبِ خلافت کی حقیقت۔**

بیت المال کا قیام

رسول اکرمؐ کے عہدِ مبارک میں غنیمت، خُمُس، فَے، زکوٰة وغیرہ کے جو اموال آتے تھے آپؐ اسی وقت سب کے سامنے مسجد میں بیٹھ کر تقسیم کر دیتے تھے اور یوں کہا جا سکتا ہے کہ اس رنگ میں بیت المال کا شعبہ عہدِ نبویؐ میں موجود تھا۔ البتہ حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں فتوحات کی وجہ سے دوسری مدات کے علاوہ غنیمت اور جزیہ کی آمدنی بھی کافی زیادہ آنی شروع ہو گئی، اس میں اضافہ ہوا۔ حضرت ابو بکرؓ کو ایک بیت المال قائم کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تاکہ تقسیم اور خرچ ہو جانے تک مال وہاں رکھا جا سکے۔ چنانچہ انہوں نے اکابر صحابہؓ کے مشورہ سے ایک مکان اس کے لیے مختص کر دیا لیکن یہ بیت المال برائے نام ہی رہا کیونکہ حضرت ابو بکرؓ کی ہمیشہ یہی کوشش ہوتی تھی کہ نقد اور جنس آنے کے ساتھ ہی تقسیم کر دیا جائے۔ بعض روایات کے مطابق محکمہ مال کی ذمہ داری حضرت ابوعبیدہؓ کے سپرد ہوئی۔[840]

آغاز میں حضرت ابو بکرؓ نے وادی سُنح میں بیت المال بنایا ہوا تھا اس کے لیے کوئی محافظ مقرر نہ تھا۔ سُنح مدینہ کے مضافات میں مسجد نبوی سے تقریباً دو میل کے فاصلے پر ایک جگہ تھی۔ ایک مرتبہ کسی نے کہا آپؓ بیت المال کی حفاظت کے لیے کوئی محافظ کیوں مقرر نہیں فرماتے؟ آپؓ نے جواب دیا اس کی حفاظت کے لیے ایک قفل کافی ہے یعنی تالا لگا ہوا ہی کافی ہے کیونکہ جو کچھ بھی بیت المال میں جمع ہوتا تھا آپؓ اسے تقسیم فرما دیتے تھے، اکثر خالی ہی رہتا تھا یہاں تک کہ وہ بالکل خالی ہو جاتا۔ پھر جب آپؓ مدینہ منتقل ہو گئے تو بیت المال اپنے گھر میں ہی منتقل کر لیا۔ آپؓ کا طریق یہ تھا کہ جو مال بیت المال میں ہوتا لوگوں کو تقسیم کر دیا کرتے حتیٰ کہ وہ خالی ہو جاتا اور تقسیم کرنے میں ہر ایک کو برابر دیا کرتے تھے اور اسی مال سے آپؓ اونٹ، گھوڑے اور ہتھیار خرید کر اللہ کی راہ میں تقسیم کر دیتے۔ ایک دفعہ آپؓ نے بدوؤں سے چادریں خرید کر مدینہ کی بیواؤں میں تقسیم کیں۔[841]

تقسیم تو کئی دفعہ کی ہوں گی لیکن بہر حال یہ ذکر روایت میں ایک دفعہ کا ریکارڈ ہوا ہے۔

حضرت ابو بکرؓ کے لیے بیت المال سے وظیفہ مقرر کیا جانا

اس کے بارے میں لکھا ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ خلیفہ منتخب ہوئے تو ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے بھی بیت المال سے ہی وظیفے کا انتظام کیا گیا۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے فرمایا کہ میری قوم کو علم ہی ہے کہ میرا پیشہ ایسا نہ تھا جس سے میں

اپنے گھر والوں کی خوراک مہیانہ کر سکتا۔ میری آمدنی اتنی تھی کہ آرام سے میں گھر چلا رہا تھا مگر اب میں مسلمانوں کے کاموں میں مشغول ہو گیا ہوں۔ سو ابو بکر کے اہل و عیال اب بیت المال سے کھائیں گے اور وہ یعنی ابو بکر مسلمانوں کے لیے اس مال میں کاروبار کرے گا اور تجارت سے ان کا مال بڑھاتا رہے گا۔[842]

چنانچہ مسلمانوں نے آپؓ کے لیے سالانہ چھ ہزار درہم مقرر کیے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپؓ نے اتنا منظور کیا تھا جتنا آپؓ کی ضرورت کے لیے کافی ہو۔ آپ پہلے والی تھے یعنی حکومت کے سربراہ تھے جس کی رعایا نے آپؓ کے مصارف منظور کیے۔[843]

ایک روایت میں اس طرح ذکر ملتا ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ خلیفہ بنائے گئے تو ایک روز صبح کے وقت آپ بازار کی طرف جا رہے تھے۔ ان کے کندھے پر وہ کپڑے تھے جن کی وہ تجارت کیا کرتے تھے۔ آپؓ کو حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ ملے۔ انہوں نے کہا اے رسول اللہ کے خلیفہ! کہاں کا ارادہ ہے؟ آپؓ نے فرمایا کہ بازار جا رہا ہوں۔ انہوں نے کہا: یہ آپؓ کیا کرتے ہیں حالانکہ آپؓ مسلمانوں کے امور کے والی ہیں۔ آپؓ نے فرمایا تو میں اپنے عیال کو کہاں سے کھلاؤں گا۔ تو وہ آپؓ کو اپنے ساتھ یہ کہہ کر لے گئے کہ ہم آپؓ کا حصہ مقرر کرتے ہیں۔[844]

چنانچہ سالانہ تین ہزار درہم وظیفہ مقرر ہوا۔ بعض روایات کے مطابق چھ ہزار درہم جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے وظیفہ مقرر ہوا اور بعض کے مطابق کل عہدِ خلافت میں چھ ہزار درہم دیے گئے۔ اسی طرح سیرت کی کتب میں تقریباً بالاتفاق یہ ملتا ہے کہ اگرچہ حضرت ابو بکرؓ نے بیت المال سے اپنی اور اہل و عیال کی ضروریات پوری کرنے کے لیے وظیفہ لیا مگر وفات کے وقت تمام رقمیں واپس کر دیں۔ چنانچہ ایک روایت ہے کہ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے وصیت فرمائی کہ آپؓ کی زمین فروخت کر کے اس کی قیمت سے وہ رقم ادا کی جائے جو آپؓ نے بیت المال سے اپنے ذاتی مصارف کے لیے لی تھی۔[845]

ایک اَور روایت میں اس طرح ذکر ملتا ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ جب سے ہم خلیفہ ہوئے ہیں مَیں نے قوم کا کوئی دینار و درہم نہیں کھایا بلکہ معمولی کھانا اور موٹا لباس پہنتا رہا نیز مسلمانوں کے مالِ غنیمت میں صرف یہ چیزیں ہیں؛ غلام، اونٹ اور چادر۔ لہٰذا میرے مرنے کے بعد ان تمام چیزوں کو عمر کو بھجوا دینا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جب آپؓ کی وفات ہوئی تو میں نے وہ چیزیں حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دیں۔ حضرت عمرؓ چیزیں دیکھ کے رونے لگے یہاں تک کہ ان کے آنسو زمین پر گرنے لگے اور حضرت عمرؓ یہی فرما رہے تھے کہ اللہ ابو بکرؓ پر رحم فرمائے انہوں نے اپنے بعد کے لوگوں کو مشقت میں ڈال دیا۔[846]

جب حضرت ابو بکرؓ نے وفات پائی تو حضرت عمرؓ نے چند صحابہؓ کو بلا کر بیت المال کا جائزہ لیا تو حضرت

عمرؓ نے اس میں کوئی چیز نہ درہم نہ دینار پایا۔[847] کچھ بھی نہیں تھا، خالی تھا، سب تقسیم کر دیا تھا۔

محکمہ قضا کا نظام

آپؓ نے جاری کیا۔ حضرت ابو بکرؓ کے دور میں اگرچہ محکمہ قضا کو باقاعدہ طور پر منظم نہیں کیا گیا تھا تاہم آپؓ نے قضا کا محکمہ حضرت عمرؓ کے سپرد کر رکھا تھا۔[848]

ایک روایت میں ذکر ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ خلیفہ ہوئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: میں آپؓ کی طرف سے عدالت کی خدمات انجام دوں گا۔ حضرت عمرؓ ایک سال تک منتظر رہے مگر اس عرصہ میں کوئی دو شخص بھی آپ کے پاس قضیہ لے کر نہیں آئے۔[849]

کوئی لڑائی جھگڑا ہی نہیں ہوتا تھا۔ کوئی مسائل نہیں پیدا ہوتے تھے۔ مقدمات کی تعداد بہت کم تھی۔ اگر کوئی مقدمہ آ بھی جاتا تو حضرت ابو بکرؓ خود اس کے لیے وقت نکال لیتے تھے، خود ہی حل کر دیا کرتے تھے۔

محکمہ قضا کے سربراہ حضرت عمرؓ تھے اور آپ کی مدد کے لیے درج ذیل اصحاب مقرر تھے: حضرت علیؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ۔[850]

حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ اس وقت امن و امان اور دیانت داری کا یہ عالم تھا کہ مہینہ مہینہ گزر جاتا اور دو آدمی بھی فیصلہ کرانے کے لیے میرے پاس نہ آتے تھے۔[851]

محکمہ افتاء

کے بارے میں لکھا ہے کہ نئے نئے قبائل اور آبادیاں حلقہ اسلام میں داخل ہو رہی تھیں اور حالات کے پیش نظر بعض نئے نئے فقہی مسائل بھی پیدا ہو رہے تھے۔ اس لیے حضرت ابو بکرؓ نے عام مسلمانوں کی سہولت اور راہنمائی کے لیے محکمہ افتا قائم کیا اور حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کو فتویٰ دینے پر مامور کیا کیونکہ یہ حضرات تفقہ فی الدین اور علم و اجتہاد کے لحاظ سے دوسروں سے ممتاز تھے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی فتویٰ دینے والے ان اصحاب میں شامل تھے۔ ان کے علاوہ کسی دوسرے کو فتویٰ دینے کی اجازت نہ تھی۔[852]

ایک مؤرخ نے لکھا ہے **کتابت، لکھنے کا جو محکمہ تھا** اس کے بارے میں لکھنے والا لکھتا ہے کہ عہدِ جدید کی اصطلاح میں کاتب کو حکومت کا سیکرٹری کہنا چاہیے۔ یعنی سیکرٹری جو نوٹس لیتا ہے، میٹنگز کے مِنٹس (Minutes) سناتا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کے عہدِ خلافت میں یہ نظامِ دیوان قائم نہ ہوا تھا لیکن سرکاری احکام کی تحریر، معاہدوں کی ترقیم، ان کو لکھنا اور دوسرے تحریری کاموں کے لیے کچھ حضرات مخصوص تھے۔ کتابت کی خدمت پر حضرت عبداللہ بن ارقمؓ عہدِ نبوی سے مامور تھے۔ چنانچہ عہد

صدیقی میں بھی ان کے سپرد یہ خدمت تھی۔[853]

ایک روایت کے مطابق حضرت ابو بکرؓ کے دورِ خلافت میں حضرت زید بن ثابتؓ نے محکمہ کتابت سنبھالا تھا اور بسا اوقات آپؓ کے پاس موجود دیگر صحابہؓ جیسے حضرت علیؓ یا حضرت عثمانؓ اس ذمہ داری کو نبھاتے تھے۔[854]

پھر فوج کا محکمہ

ہے۔ اس بارے میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے دَور میں کوئی باقاعدہ فوجی نظام نہ تھا۔ جہاد کے وقت ہر مسلمان مجاہد ہوتا تھا۔ فوج کی تقسیم قبائل کے مطابق ہوتی تھی۔ ہر قبیلے کا امیر الگ الگ ہوتا تھا اور ان سب پر امیر الامراء کا عہدہ ہوتا تھا جو کہ حضرت ابو بکرؓ کی ایجاد تھی۔[855]

حضرت ابو بکرؓ نے **سامانِ جنگ کی فراہمی کے لیے یہ انتظام** فرمایا تھا کہ مختلف ذرائع سے جو آمدنی ہوتی تھی اس کا ایک معقول حصہ فوجی اخراجات کے لیے علیحدہ نکال لیتے تھے جس سے اسلحہ اور باربرداری کے جانور خریدے جاتے تھے۔ مزید جہاد کے اونٹوں اور گھوڑوں کی پرورش کے لیے بعض چراگاہیں مخصوص کر دی تھیں۔[856]

ایک سیرت نگار لکھتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کی عسکری حکومت کا نظام اس بدوی طریق کے زیادہ قریب تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے بھی پہلے قبائل عرب میں رائج تھا۔ اس وقت حکومت کے پاس کوئی باقاعدہ منظم لشکر موجود نہ تھا بلکہ ہر شخص اپنے طور پر جنگی خدمات کے لیے اپنے آپ کو پیش کرتا تھا۔ جب لڑائی کا اعلان کر دیا جاتا تو قبائل ہتھیار لے کر نکل پڑتے اور دشمن کی جانب کوچ کر دیتے۔ سامان رسد اور اسلحہ کے لیے قبائل مرکزی حکومت کی طرف نہ دیکھتے تھے بلکہ خود ہی ان چیزوں کا انتظام کرتے تھے۔ حکومت کی طرف سے انہیں تنخواہ بھی ادا نہ کی جاتی تھی بلکہ وہ مالِ غنیمت ہی کو اپنا حق الخدمت سمجھتے تھے۔ میدان جنگ میں جو مال غنیمت حاصل ہوتا تھا اس کا 4/5 حصہ جنگ میں حصہ لینے والوں کے درمیان تقسیم کر دیا جاتا تھا اور پانچواں حصہ خلیفہ کی خدمت میں دارالحکومت میں ارسال کر دیا جاتا تھا جسے وہ بیت المال میں جمع کر دیتا تھا۔ خمس کے ذریعہ سے سلطنت کے معمولی مصارف پورے کیے جاتے تھے۔[857]

جنگوں میں سپہ سالارانِ جنگ کو، جو جنگوں کے امیر الامراء بنائے جاتے تھے، ان کو حضرت ابو بکرؓ نے جنگ کے بارے میں جو ہدایات دیں، ان کے متعلق لکھا ہے کہ **حضرت ابو بکرؓ جنگ پر جانے والے سپہ سالاروں اور کمانڈروں کو بھی ہدایات دیتے تھے۔**

حضرت اسامہؓ کے لشکر کو خطاب فرماتے ہوئے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ **میں تم کو دس باتوں کی نصیحت کرتا ہوں۔**

تم خیانت نہ کرنا اور مالِ غنیمت سے چوری نہ کرنا۔ تم بدعہدی نہ کرنا اور مُثلہ نہ کرنا اور کسی چھوٹے

بچے کو قتل نہ کرنا اور نہ کسی بوڑھے کو اور نہ ہی کسی عورت کو اور نہ کھجور کے درخت کاٹنا اور نہ اس کو جلانا اور نہ کسی پھل دار درخت کو کاٹنا۔ نہ تم کسی بکری گائے اور اونٹ کو ذبح کرنا سوائے کھانے کے لیے۔ جب ضرورت ہو کرو نہیں تو نہیں۔ اور تم کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرو گے جنہوں نے اپنے آپ کو گرجوں میں وقف کر رکھا ہے۔ پس تم انہیں ان کی حالت پر چھوڑ دینا انہیں کچھ نہیں کہنا جو راہب ہیں۔ اور تم ایسے لوگوں کے پاس جاؤ گے جو تمہیں مختلف قسم کے کھانے برتنوں میں پیش کریں گے۔ تم ان پر اللہ کا نام لے کر کھانا۔ اور تمہیں ایسے لوگ ملیں گے جو اپنے سر کے بال درمیان سے صاف کیے ہوں گے اور چاروں طرف پٹیوں کی مانند بال چھوڑے ہوں گے تو تلوار سے ان کی خبر لینا کیونکہ یہ لوگ مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے والے اور جنگیں کرنے والے لوگ ہیں۔ اللہ کے نام سے روانہ ہو جاؤ۔ اللہ تمہیں ہر قسم کے زخم سے اور ہر قسم کی بیماری اور طاعون سے محفوظ رکھے۔[858]

اسی طرح حضرت ابو بکرؓ نے حضرت یزید بن ابو سفیانؓ کو شام کی جنگ کے لیے بھیجتے ہوئے فرمایا۔ اس کا ذکر میں پہلے بھی پچھلے خطبہ میں کر چکا ہوں۔ بعض اہم باتوں کا خلاصہ دوبارہ بیان کر دیتا ہوں۔

یہ بڑی ضروری باتیں ہیں۔ یاد رکھنے والی ہیں۔ ہر عہدیدار کے لیے یاد رکھنے والی ہیں۔

آپؓ نے کہا کہ مَیں نے تمہیں والی مقرر کیا تا کہ تمہیں آزماؤں۔ تمہارا تجربہ کروں اور تمہیں باہر نکال کر تمہاری تربیت کروں۔ اگر تم نے اپنے فرائض بحسن و خوبی ادا کیے تو تمہیں دوبارہ تمہارے کام پر مقرر کروں گا اور تمہیں مزید ترقی دوں گا اور اگر تم نے کوتاہی کی تو تمہیں معزول کر دوں گا۔ اللہ کے تقویٰ کو تم لازم پکڑو وہ تمہارے باطن کو اسی طرح دیکھتا ہے جس طرح ظاہر کو دیکھتا ہے۔ لوگوں میں خدا کے زیادہ قریب وہ ہے جو اللہ سے دوستی کا سب سے بڑھ کر حق ادا کرنے والا ہے اور لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ کے قریب وہ شخص ہے جو اپنے عمل کے ذریعہ سب سے زیادہ اس سے قربت حاصل کرے۔ پھر فرمایا۔ جاہلی تعصب سے بچنا۔ اللہ کو یہ باتیں انتہائی ناپسند ہیں۔ پھر فرمایا تم اپنے لشکر کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔ ان کے ساتھ خیر سے پیش آنا۔ جب انہیں وعظ و نصیحت کرنا تو مختصر کرنا کیونکہ بہت زیادہ گفتگو بہت سی باتوں کو بھلا دیتی ہے۔ تم اپنے نفس کو درست رکھو لوگ تمہارے لیے درست ہو جائیں گے۔ لیڈر اپنے درست رکھیں۔ **عہدیدار اپنی حالت درست رکھیں تو لوگ خود بخود درست ہو جاتے ہیں۔** اور نمازوں کو ان کے اوقات پر رکوع اور سجود کو مکمل کرتے ہوئے ادا کرنا۔

نمازوں کی پابندی بڑی ضروری ہے۔

پھر فرمایا کہ جب دشمن کے سفیر تمہارے پاس آئیں تو ان کا اکرام کرنا، عزت کرنا۔ انہیں بہت کم ٹھہرانا۔ تمہارے پاس زیادہ دیر نہ ٹھہریں اور وہ تمہارے لشکر سے جلد نکل جائیں۔ لشکر میں زیادہ دیر نہ رہیں جلدی نکل جائیں تا کہ وہ اس لشکر کے بارے میں کچھ جان نہ سکیں۔ ان کو اپنے کاموں کے بارے میں مطلع نہ کرنا۔ بڑی مختصر باتیں بتانا۔ فرمایا کہ اپنے لوگوں کو ان سے بات کرنے سے روک دینا۔ ہر ایک کو ان سفیروں سے ملنے نہ دینا۔ یہ نہیں کہ جہاں چاہیں وہ چلے جائیں اور ملتے چلے جائیں۔ نہیں۔ یہ

صرف جن سے ملنا ہے جن سے بات کرنی ہے ان سے بات کریں۔ وہ عوام میں نہ گھس جائیں۔ جب تم خود ان سے بات کرو تو اپنے بھید کو ظاہر نہ کرنا۔ خود بھی سفیروں سے بڑی احتیاط سے بات کرنا۔ پھر مشورہ کے بارے میں بتایا کہ جب تم کسی سے مشورہ لینا تو بات سچ کہنا، صحیح مشورہ ملے گا۔ ساری بات بتا کے پھر مشورہ لینا۔ مشیر سے اپنی خبر مت چھپانا ورنہ تمہاری وجہ سے تمہیں نقصان پہنچے گا۔ سارے دن کی معلومات حاصل کرنے کے بارے میں کہ کس طرح معلومات حاصل کی جائیں۔ کس طرح عہدیدار کو، لیڈر کو، کمانڈر کو انفارمیشن معلوم ہو تو فرمایا کہ رات کے وقت اپنے دوستوں سے باتیں کرو۔ شام کے وقت بیٹھو ان میں سے لوگ چنو ان سے باتیں کرو تمہیں خبریں مل جائیں گی۔ اکثر بغیر اطلاع دیے ہی اچانک ان کی چوکیوں کا معائنہ کرنا۔ نگرانی بھی ضروری ہے۔ جسے اپنی حفاظت گاہ سے غافل پاؤ اس کی اچھی طرح تادیب کرنا۔ پھر فرمایا کہ سزا دینے میں جلدی نہ کرنا اور نہ بالکل نظر انداز کرنا۔ دونوں چیزیں ضروری ہیں، نہ سزا دینے میں، فیصلہ کرنے میں جلد بازی کرنی ہے۔ نہ یہ کہ بالکل غافل ہو جاؤ کچھ کہو ہی نہ۔ اپنی فوج سے غافل نہ رہنا۔ ان کی جاسوسی کر کے ان کو رسوا نہ کرنا۔ ہر وقت جستجو، اپنے لوگوں کی جاسوسی نہ کرتے رہنا کیونکہ اس طرح ان کی رسوائی ہوتی ہے۔ ان کے راز کی باتیں لوگوں سے نہ بیان کرنا۔ جو راز تمہیں پتہ لگے کسی اَور سے نہ بیان کرنا۔ بیکار قسم کے لوگوں کے ساتھ مت بیٹھنا۔ سچے اور وفادار لوگوں کے ساتھ بیٹھا کرنا۔ بزدل نہ بننا ورنہ لوگ بھی بزدل ہو جائیں گے۔ مالِ غنیمت میں خیانت سے بچنا یہ محتاجی سے قریب کرتی ہے اور فتح و نصرت کو روکتی ہے۔[859]

یہ بہت سی باتیں ہیں جو میں نے نئی بیان کیں۔ ان میں سے بعض باتیں جیسا کہ میں نے پہلے کہا علاوہ فوجی افسروں کے ہمارے عہدے داروں کے لیے بھی ضروری ہیں جس کا انہیں خیال رکھنا چاہیے تبھی کام میں برکت پڑے گی۔ یہ خلاصہ میں دوبارہ جیسا کہ پہلے کہا ہے اس لیے بیان کر رہا ہوں تاکہ عہدیداروں کو یاد رہے۔

اسلامی حکومت کی مختلف ریاستوں میں تقسیم کے بارے میں

لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے عہدِ خلافت میں بلادِ اسلامیہ کو مختلف ریاستوں میں تقسیم کیا گیا۔ ان ریاستوں میں آپ نے امراء اور گورنر مقرر کیے۔ مدینہ ان کا دارالخلافہ تھا۔ یہاں حضرت ابو بکرؓ بحیثیت خلیفہ تھے۔[860]

عُمّال مقرر کرنے کے طریق

کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کا طریق کار یہ تھا کہ آپ نبی کریم ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے کسی قوم پر گورنر مقرر کرتے ہوئے اس بات کا خیال رکھتے کہ **اگر اس قوم کے افراد میں نیک و صالح افراد ہوتے تو انہی میں سے گورنر مقرر فرماتے۔**

طائف اور بعض دیگر قبائل پر انہی میں سے گورنر مقرر فرمایا اور جب آپ کسی شخص کو بحیثیت

گورنر مقرر کرتے تو اس علاقے پر اس کی گورنری کا عہد نامہ تحریر کرا دیتے اور اکثر اوقات اس علاقے تک پہنچنے کا راستہ بھی اس کے لیے متعین فرما دیتے۔ اور اس میں ان مقامات کا ذکر کرتے جہاں سے ان کو گزرنا ہوتا تھا۔ خاص کر جب یہ تقرری ان علاقوں سے متعلق ہوتی جو ابھی فتح نہیں ہوئے ہوتے تھے اور اسلامی خلافت کے کنٹرول سے باہر ہوتے۔

فتوحات شام اور عراق اور مرتدین کے خلاف جنگوں میں یہ چیزیں بالکل نمایاں نظر آتیں اور بسا اوقات آپ بعض ریاستوں کو دوسروں کے ساتھ ضم کر دیتے، خاص کر مرتدین سے قتال کے بعد یہ عمل میں آیا۔ چنانچہ حضرت زیاد بن لبیدؓ جو حضر موت کے گورنر تھے ان کی نگرانی میں کِنْدَہ کو بھی شامل کر دیا اور اس کے بعد وہ حضر موت اور کِنْدَہ دونوں کے گورنر رہے۔[861]

حضرت ابو بکرؓ کے دور میں عاملین کے انتخاب میں اولیتِ اسلام کو دیکھا جاتا

نیز ایسے شخص کو مقرر کیا جاتا جو درسگاہِ نبوت سے تربیت یافتہ ہو۔ جن کو آنحضرت ﷺ کی صحبت ملی ہو ان کو عامل مقرر کیا جاتا۔ پہلی Preference وہ تھی، پہلی ترجیح وہ تھی۔ اس سلسلہ میں آپؓ کا معیار یہ تھا کہ جس شخص کو حضور ﷺ جس کام کے لیے مقرر فرما گئے تھے آپ اس میں ہرگز ردّ و بدل نہ فرماتے تھے۔ مثلاً حضور ﷺ نے حضرت اسامہؓ کو لشکر کا امیر مقرر فرمایا تھا۔ بعد میں بعض لوگوں نے مصلحت کے پیش نظر کسی بزرگ صحابی کو اس عہدے پر متمکن کرنے کا مشورہ دیا لیکن آپ نے حضرت اسامہؓ کو ہی برقرار رکھا۔ اسی طرح آپؓ یہ بھی دیکھتے تھے کہ کس شخص نے حضور ﷺ سے زیادہ فیض حاصل کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اکثر و بیشتر مختلف ذمہ داریاں ان لوگوں کے سپرد کیا کرتے تھے جو فتح مکہ سے قبل مسلمان ہوئے تھے۔ اس سلسلہ میں آپؓ نے کبھی قبائلی عصبیت یا اقربا نوازی کا رویہ اختیار نہیں کیا۔ اسی سخت اصول اور بلند معیاری کا نتیجہ تھا کہ آپؓ کے مقرر کردہ عمال و حکام نے ہمیشہ اپنی بہترین صلاحیتیں اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کے لیے استعمال کیں۔[862]

حضرت ابو بکر صدیقؓ عمال کی تقرری میں اہل علاقہ کی رائے کا بھی احترام کرتے تھے

چنانچہ حضرت علاء بن حضرمیؓ عہدِ نبوی میں بحرین کے گورنر رہے بعد میں کسی وجہ سے ان کو وہاں سے کہیں اَور بھجوا دیا گیا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ کے دَورِ خلافت میں اہلِ بحرین نے حضرت ابو بکرؓ کو درخواست کی کہ حضرت علاءؓ کو ان کے پاس واپس بھجوا دیا جائے تو حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عَلَاء بن حَضْرَمیؓ کو بحرین کا گورنر بنا کر ان کے پاس بھجوا دیا۔[863]

عاملین کو بھی آپؓ نے ہدایات دیں۔ اس کے بارے میں لکھا ہے کہ **حضرت ابو بکرؓ حکام کے تقرر کے موقع پر خود ہدایات دیتے تھے** چنانچہ تاریخ طبری میں ہے کہ عمرو بن عاصؓ اور ولید بن عقبہؓ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔ ظاہر و باطن میں خدا سے ڈرتے رہو۔ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس کے لیے رہائی کا راستہ پیدا کر دیتا ہے اور اس کو ایسے ذریعہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے ملنے کا اس کو گمان

بھی نہیں ہوتا۔ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے یعنی اللہ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس کو بڑھا کر اجر دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنا ان سب میں بہتر ہے جس کی خدا تعالیٰ کے بندے ایک دوسرے کو تلقین کرتے ہیں۔ تم خدا کے راستوں میں سے ایک راستے پر جا رہے ہو لہٰذا جو امر تمہارے دین کی قوت اور تمہاری حکومت کی حفاظت کا موجب ہو اس میں تمہارا کوتاہی کرنا نا قابلِ معافی جرم ہے۔ پس تمہاری طرف سے سستی اور غفلت ہرگز نہیں ہونی چاہیے۔[864]

حضرت مُسْتَوْرِد بن شدادؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص ہمارا عامل ہو وہ ایک بیوی رکھ لے اور اگر اس کے پاس خادم نہ ہو تو وہ ایک خادم رکھ لے۔ اگر اس کے پاس رہائش کے لیے مکان نہ ہو تو رہائش کے لیے ایک مکان رکھ لے۔ مستورد نے کہا حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا جو شخص ان اشیاء کے علاوہ کچھ بھی لے تو وہ خائن ہے یا فرمایا کہ وہ چور ہے۔[865]

عُمّال کا محاسبہ

کس طرح ہوتا تھا؟ حضرت ابو بکرؓ عمال و حکام کی ایک ایک حرکت پر نظر رکھتے تھے۔ چونکہ یہ لوگ آنحضور ﷺ کا فیض صحبت حاصل کر چکے تھے اس لیے حضرت عمرؓ کے برعکس حضرت ابو بکرؓ ان کی معمولی بھول چوک سے درگذر فرماتے تھے۔ نظر رکھتے تھے کہ کیا کر رہے ہیں لیکن معمولی باتوں کو درگذر فرماتے تھے۔ تاریخ طبری میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اپنے عُمّال اور آدمیوں کو قید نہیں کرتے تھے لیکن جب کوئی سخت غلطی کرتا تو آپ اس کو مناسب تنبیہ ضرور فرماتے تھے خواہ وہ عہدے کے اعتبار سے کتنا بڑا کیوں نہ ہو۔ حضرت مہاجر بن امیہؓ کے بارے میں آپ کو معلوم ہوا کہ انہوں نے ایک ایسی عورت کے دانت اکھڑوا دیے ہیں جو مسلمانوں کی ہجو کرتی ہے تو اس پر آپؓ نے فوراً حضرت مہاجرؓ کو سرزنش کا خط لکھا۔ حتیٰ کہ اگر آپؓ کو حضرت خالد بن ولیدؓ کی کسی کوتاہی کا علم ہوتا تو آپ ان کو بھی سرزنش کرنے میں تامل نہ فرماتے۔[866]

امراء اور گورنروں کی ذمہ داریوں کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے مختلف علاقوں، شہروں اور قصبوں میں جو گورنر اور امراء مقرر کیے تھے ان کی مختلف ذمہ داریاں اور ڈیوٹیاں لگائی گئی تھیں۔ امراء اور ان کے نائبین کی مالی ذمہ داریاں بھی تھیں۔ وہ اپنے اپنے علاقے میں علاقے کے دولتمندوں سے زکوٰۃ وصول کر کے غرباء میں تقسیم کرتے تھے اور غیر مسلموں سے جزیہ لے کر بیت المال میں جمع کراتے تھے۔ ان کی یہ ذمہ داری عہدِ نبویؐ سے چلی آ رہی تھی۔ رسول کریم ﷺ کے عہد میں ہونے والے معاہدوں کی تجدید کی گئی۔ نجران کے والی نے رسول کریم ﷺ اور اہل نجران کے درمیان کیے گئے معاہدے کی تجدید کی تھی کیونکہ اہلِ نجران کے عیسائیوں نے اس کا مطالبہ کیا تھا۔ امراء اپنے اپنے علاقوں میں لوگوں کو دینی تعلیم دینے اور اسلام کی تبلیغ و دعوت اور نشر و اشاعت میں بھرپور کردار ادا کرتے تھے۔ ان میں سے اکثر مساجد میں حلقہ بنا کر لوگوں کو قرآن اور اسلامی احکام اور آداب

سکھاتے تھے۔ وہ ایسا رسول کریم ﷺ کی سنت کی پیروی میں کرتے تھے۔ یہ ذمہ داری رسول کریم ﷺ اور ان کے خلیفہ حضرت ابو بکرؓ کی نظر میں سب سے اہم شمار ہوتی تھی۔

اس لیے حضرت ابو بکرؓ کے امراء اور گورنروں نے اس ذمہ داری کو خوب نبھایا اور اچھی طرح نبھایا حتیٰ کہ ایک مؤرخ حضرت ابو بکرؓ کے حضر موت میں مقرر کردہ امیر زِیَاد بن لبید کے بارے میں لکھتا ہے کہ جب صبح ہوتی تو زِیَاد لوگوں کو قرآن پڑھانے کے لیے تشریف لے آتے جیسا کہ وہ امیر بننے سے پہلے قرآن پڑھانے آیا کرتے تھے۔ اسی طرح **تعلیم و تربیت کے ذریعہ سے ان امراء نے اپنے علاقوں میں اسلام کی نشر و اشاعت میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔**

مفتوحہ علاقوں اور مرتد اور باغی ہو جانے والے علاقوں میں اسی تعلیم کی بدولت اسلام مضبوط ہوا۔ ایسے علاقے جہاں ان کے باسی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اور دینی احکام سے بے خبر تھے ان علاقوں میں اس تعلیم کا خاطر خواہ نتیجہ بر آمد ہوا جبکہ اسلام کے مضبوط مراکز مثلاً مکہ مکرمہ، طائف اور مدینہ منورہ میں بھی ایسے معلمین مقرر تھے جو لوگوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کرتے تھے۔ یہ سب کچھ اس کے خلیفہ یا امیر کے حکم پر ہوتا تھا یا جنہیں خلیفہ خاص طور پر مختلف علاقوں میں تعلیم کے لیے متعین کرتا تھا وہ یہ فریضہ سر انجام دیتے تھے۔ علاقے کا امیر یا گورنر اپنے صوبے کے انتظامی امور کا براہِ راست ذمہ دار ہوتا تھا۔ اگر اسے کسی سفر پہ جانا ہوتا تو وہ اپنا نائب مقرر کرتا تھا جو کہ اس کی واپسی تک انتظامی امور کی نگرانی کرتا تھا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ حضرت مہاجر بن ابی امیہ کو رسول کریم ﷺ نے کندہ کا گورنر مقرر فرمایا۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے بھی انہیں اسی عہدے پر بر قرار رکھا۔ مہاجر اپنی بیماری کی وجہ سے یمن نہیں جاسکے وہ مدینہ میں رک گئے اور اپنی جگہ زیاد بن لبید کو روانہ کیا کہ ان کی شفایابی اور یمن تشریف آوری تک ان کے فرائض انجام دیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے بھی اس امر کی اجازت دے دی۔ اسی طرح عراق کی گورنری کے دوران حضرت خالد بن ولیدؓ حِیرَہ میں اپنی واپسی تک اپنا نائب مقرر کر دیتے تھے۔[867]

ذِمّیوں کے حقوق

ذمّی وہ لوگ تھے جو اسلامی حکومت کی اطاعت قبول کر کے اپنے مذہب پر قائم رہے اور اسلامی حکومت نے ان کی حفاظت کا ذمہ لیا۔ یہ لوگ مسلمانوں کے بر عکس فوجی خدمت سے بری تھے اور زکوٰۃ بھی ان پر عائد نہیں ہوتی تھی۔ اس لیے ان کے جان و مال اور دوسرے انسانی حقوق کی حفاظت کے بدلے ان سے ایک معمولی ٹیکس وصول کیا جاتا تھا جسے عرف عام میں

جزیہ کہتے ہیں۔ اس کی مقدار صرف چار درہم فی کس سالانہ تھی اور یہ صرف بالغ، تندرست اور قابلِ کار افراد سے وصول کیا جاتا تھا۔ بوڑھے، اپاہج، نادار، محتاج اور بچے اس سے بری تھے بلکہ معذوروں، محتاجوں کو اسلامی بیت المال سے مدد دی جاتی تھی۔ عراق اور شام کی فتوحات کے دوران میں

متعدد قبائل اور آبادیاں جزیہ کی بنیاد پر اسلامی رعایا بن گئے۔ ان سے جو معاہدے ہوئے ان میں اس قسم کی شقیں بھی رکھی گئیں کہ ان کی خانقاہیں اور گرجے منہدم نہیں کیے جائیں گے اور نہ ان کا کوئی ایسا قلعہ گرایا جائے گا جس میں وہ ضرورت کے وقت دشمنوں کے مقابلے میں قلعہ بند ہوتے ہوں۔ ناقوس بجانے کی ممانعت نہ ہو گی اور نہ تہوار کے موقع پر صلیب نکالنے سے روکے جائیں گے۔ [868]

یعنی وہ صلیب کا جلوس بھی نکال سکتے ہیں۔

حضرت ابو بکرؓ کے عہدِ خلافت میں اہلِ حیرہ کے ساتھ حضرت خالد بن ولیدؓ نے جو معاہدہ صلح کیا تھا اس میں دوسری باتوں کے علاوہ یہ بھی عہد کیا گیا تھا کہ ایسا بوڑھا آدمی جو کام سے معذور ہو جائے یا اس پر کوئی مرض یا مصیبت آن پڑے یا جو پہلے مالدار ہو اور پھر ایسا غریب ہو جائے کہ اس کے ہم مذہب اسے خیرات دینے لگیں تو اس کے سر سے جزیہ ساقط کر دیا جائے گا یعنی ختم کر دیا جائے گا اور جب تک وہ دارالہجرت اور دارالاسلام میں رہے گا، جہاں اسلامی حکومت ہے وہاں رہے گا اس کے اور اس کے اہل و عیال کے مصارف مسلمانوں کے بیت المال سے پورے کیے جائیں گے۔ البتہ اگر ایسے لوگ دارالہجرت اور دارالاسلام چھوڑ کر باہر چلے جائیں، دوسرے ملکوں میں چلے جائیں تو ان کے اہل و عیال کی کفالت مسلمانوں کے ذمہ نہیں ہو گی۔ [869]

ایک روایت کے مطابق **اہلِ حیرہ کے ساتھ حضرت خالد بن ولیدؓ کے معاہدہ میں درج تھا کہ محتاجوں، اپاہجوں اور تارک الدنیا راہبوں کو جزیہ معاف ہو گا۔** [870]

پھر ایک **جمع قرآن کا بہت بڑا کام** ہے جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ہوا۔ جمعِ قرآن حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہد زریں کا بے مثال اور عظیم کارنامہ ہے۔ اس کا پس منظر مسیلمہ کذاب سے ہونے والی جنگ یمامہ سے متصل ہے۔ جنگِ یمامہ میں بارہ سو مسلمان شہید ہو گئے اور ان میں کبار صحابہؓ اور حفّاظِ قرآن کی بھی ایک واضح اکثریت تھی اور ایک روایت کے مطابق حفاظ شہداء کی تعداد سات سو تک بیان ہوئی ہے۔ [871]

چنانچہ اس صورتحال میں حضرت عمرؓ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو ایک جگہ اکٹھا کرنے کے لیے انشراحِ صدر عطا فرمایا۔ آپؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے اس کا تذکرہ کیا جس کی تفصیل صحیح بخاری میں یوں بیان ہوئی ہے: عُبید بن سَبَّاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابتؓ نے بتایا کہ اہلِ یمامہ سے جنگ کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے انہیں بلایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت عمر بن خطابؓ بھی آپؓ کے پاس بیٹھے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا عمرؓ میرے پاس آئے ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ یمامہ کی جنگ میں قرآنِ کریم کے بہت سے حفاظ شہید ہو گئے ہیں اور میں ڈرتا ہوں کہ مختلف جنگوں میں بہت سے قاری یا حفاظِ قرآن شہید ہو جائیں گے جس کے نتیجہ میں قرآن کا بہت سا حصہ ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس لیے **حضرت عمرؓ نے کہا کہ میری رائے میں آپؓ جمعِ قرآن کا حکم دیں۔**

حضرت ابو بکرؓ نے حضرت زیدؓ کو فرمایا کہ میں نے عمرؓ سے کہا ہے کہ تُو وہ کام کیسے کرے گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا تو عمرؓ نے کہا کہ اس کام میں بخدا خیر ہی خیر ہے۔ عمرؓ نے یہ بات مجھ سے اتنی بار کی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے مجھے انشراحِ صدر عطا فرما دی اور میری بھی عمر کی مانند رائے ہو گئی ہے۔ حضرت زیدؓ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اے زید! یقیناً تُو ایک جوان اور عقلمند آدمی ہے اور ہم تجھے کسی الزام یا عیب سے پاک سمجھتے ہیں۔ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وحی بھی لکھا کرتے تھے۔ پس اب تم قرآن شریف کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر اسے جمع کرو۔ حضرت زیدؓ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اگر وہ کسی پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کی ذمہ داری میرے سپرد کرتے تو وہ میرے لیے قرآن کریم کے جمع کرنے کے حکم سے زیادہ گراں نہ ہوتی۔ یہ تو بہت بڑا کام تھا جو میرے سپرد کیا۔ میں نے عرض کیا **آپ لوگ وہ کام کیسے کریں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا بخدا! یہ کام سراسر خیر ہے۔**

حضرت ابو بکرؓ نے اتنی بار یہ بات دہرائی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کام کے لیے انشراحِ صدر عطا فرما دیا جس کے لیے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو انشراحِ صدر عطا فرمایا تھا۔ پس مَیں نے قرآنِ کریم کی تلاش شروع کر دی اور اسے کھجوروں کی شاخوں اور سفید پتھروں اور لوگوں کے سینوں سے اکٹھا کیا۔ یہاں تک کہ سورۂ توبہ کا آخری حصہ مجھے حضرت ابو خُزَیمہ انصاریؓ سے ملا جو اُن کے سوا کسی اَور سے نہیں ملا جو یہ ہے: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ (التوبۃ:128) یہاں سے لے کر سورۂ توبہ کے آخر تک۔ پھر قرآن کریم کے تحریری صحیفے حضرت ابو بکرؓ کی وفات تک انہی کے پاس رہے۔ پھر حضرت عمرؓ کی زندگی میں ان کے پاس رہے۔ اس کے بعد حضرت حفصہ بنت عمرؓ کے پاس رہے۔ [872]

امام بغوی اپنی کتاب شرح السنہ میں جمعِ قرآن کی احادیث پر حاشیہ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس قرآن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا تھا اسے صحابہ کرامؓ نے من وعن بغیر کسی کمی بیشی کے مکمل جمع کر دیا تھا اور صحابہ کرام کا قرآن مجید کو جمع کرنے کا سبب حدیث میں یہ بیان ہوا ہے کہ پہلے قرآن مجید کھجور کی شاخوں، پتھر کی سلیٹوں، سلوں اور حفاظِ کرام کے سینوں میں بکھرا ہوا تھا۔ صحابہ کرام کو خدشہ ہوا کہ حفاظِ کرام کی شہادت سے قرآن مجید کا کچھ حصہ ضائع نہ ہو جائے اس لیے وہ حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں قرآن مجید کو ایک جگہ جمع کرنے کا مشورہ دیا۔ یہ کام سب صحابہ کرام کے اتفاق سے ہوا لہٰذا انہوں نے قرآن مجید کو بلا تقدیم و تاخیر جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا ٹھیک اسی طرح مرتب کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کو قرآن مجید سناتے تھے اور انہیں بالکل اسی ترتیب سے قرآن سکھاتے تھے جس طرح یہ اب ہمارے سامنے مصاحف میں موجود ہے۔ یہ ترتیب جبرئیل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھائی تھی۔ وہ آپؐ کو ہر آیت کے نزول پر بتاتے تھے کہ اس آیت کو فلاں سورۃ میں فلاں آیت کے بعد لکھوایئے۔ [873]

قرآن کریم کے جمع کرنے کا کام حضرت ابو بکرؓ کے دور میں ہوا۔

حضرت علیؓ اس کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت ابو بکر صدیقؓ پر رحمت نازل فرمائے۔ وہی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے قرآن مجید کو کتابی صورت میں محفوظ کیا تھا۔[874]

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمع قرآن کے حوالے سے ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”جو بات اس وقت تک نہ ہوئی تھی وہ صرف یہ تھی کہ ایک جلد میں قرآن شریف جمع نہیں ہوا تھا۔ جب یہ پانچ سو قرآن کا حافظ اس لڑائی“ یعنی جنگِ یمامہ ”میں مارا گیا۔

تو حضرت عمرؓ حضرت ابو بکرؓ کے پاس گئے اور انہیں جا کے کہا کہ ایک لڑائی میں پانچ سو حافظِ قرآن شہید ہوا ہے اور ابھی تو بہت سی لڑائیاں ہمارے سامنے ہیں۔ اگر اَور حفاظ بھی شہید ہو گئے تو لوگوں کو قرآنِ کریم کے متعلق شبہ پیدا ہو جائے گا اس لیے قرآن کو ایک جلد میں جمع کر دینا چاہئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے پہلے تو اس بات سے انکار کیا لیکن آخر آپؓ کی بات مان لی۔

حضرت ابو بکرؓ نے زید بن ثابتؓ کو اِس کام کے لیے مقرر کیا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں قرآن کریم لکھا کرتے تھے اور کبار صحابہؓ اُن کی مدد کے لیے مقرر کیے۔

گو ہزاروں صحابہؓ قرآن شریف کے حافظ تھے لیکن قرآن شریف کے لکھتے وقت ہزاروں صحابہ کو جمع کرنا تو ناممکن تھا اِس لیے حضرت ابو بکرؓ نے حکم دے دیا کہ قرآنِ کریم کو تحریری نسخوں سے نقل کیا جائے اور ساتھ ہی یہ احتیاط کی جائے کہ کم سے کم دو حافظ قرآن کے اَور بھی اس کی تصدیق کرنے والے ہوں۔ چنانچہ متفرق چمڑوں اور ہڈیوں پر جو قرآنِ شریف لکھا ہوا تھا وہ ایک جگہ پر جمع کر دیا گیا اور قرآنِ شریف کے حافظوں نے اس کی تصدیق کی۔

اگر قرآنِ شریف کے متعلق کوئی شبہ ہو سکتا ہے تو محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور اس وقت کے درمیانی عرصہ کے متعلق ہو سکتا ہے مگر کیا کوئی عقلمند یہ تسلیم کر سکتا ہے کہ جو کتاب روزانہ پڑھی جاتی تھی اور جو کتاب ہر رمضان میں اونچی آواز سے پڑھ کر دوسرے مسلمانوں کو حفاظ سناتے تھے اور جس ساری کی ساری کتاب کو ہزاروں آدمیوں نے شروع سے لے کر آخر تک حفظ کیا ہوا تھا اور جو کتاب گو ایک جلد میں اکٹھی نہیں کی گئی تھی لیکن بیسیوں صحابہؓ اس کو لکھا کرتے تھے اور ٹکڑوں کی صورت میں لکھی ہوئی وہ ساری کی ساری موجود تھی اسے ایک جلد میں جمع کرنے میں کسی کو دِقت محسوس ہو سکتی تھی۔ اور پھر کیا ایسے شخص کو دقت ہو سکتی تھی جو خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن کی کتابت پر مقرر تھا اور اس کا حافظ تھا اور جب کہ قرآن روزانہ پڑھا جاتا تھا کیا یہ ہو سکتا تھا کہ اِس جلد میں کوئی غلطی ہو جاتی اور باقی حافظ اس کو پکڑ نہ لیتے۔ اگر اس قسم کی شہادت پر شبہ کیا جائے تو پھر تو دنیا میں کوئی دلیل باقی نہیں رہتی۔

حق یہ ہے کہ دنیا کی کوئی تحریر ایسے تواتر سے دنیا میں قائم نہیں جس تواتر سے قرآن شریف قائم ہے۔“[875]

بعد میں آپؓ یہ دلیل فرما رہے ہیں کہ قرآن کریم اصلی حالت میں ہے اور کوئی اس میں ردّ و بدل نہیں ہے جو اعتراض کیا جاتا ہے کہ تبدیلی ہوئی، اور یہ تھا، اور وہ تھا۔ آج کل بھی اعتراض اٹھتے ہیں اس کا یہ جواب ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پورا قرآن نہ لکھا گیا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ درست نہیں ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں یقیناً سارا قرآن لکھا گیا'' تھا۔ یہ جو کہتے ہیں نہیں لکھا گیا یہ غلط ہے۔ لکھا گیا تھا۔ ''جیسا کہ حضرت عثمانؓ کی روایت ہے کہ جب کوئی حصہ نازل ہوتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم لکھنے والوں کو بلاتے اور فرماتے اسے فلاں جگہ داخل کرو۔ جب یہ تاریخی ثبوت موجود ہے تو پھر یہ کہنا کہ قرآن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت پورا نہ لکھا گیا تھا بے وقوفی ہے۔ رہا یہ سوال کہ پھر حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں کیوں لکھا گیا اس کا جواب یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن اس طرح ایک جلد میں نہ تھا جس طرح اب ہے۔ حضرت عمرؓ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ قرآن محفوظ نہیں۔ اس لیے انہوں نے اس بارے میں حضرت ابو بکرؓ سے جو الفاظ کہے وہ یہ تھے کہ اِنِّیْ اَرٰی اَنْ تَاْمُرَ بِجَمْعِ الْقُرْاٰنِ۔ مَیں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ قرآن کو ایک کتاب کی شکل میں جمع کرنے کا حکم دیں۔ یہ نہیں کہا کہ آپ اس کی کتابت کرا لیں۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے زیدؓ کو بلا کر کہا کہ قرآن جمع کرو چنانچہ فرمایا اِجْمَعْهُ۔ اسے ایک جگہ جمع کر دو یہ نہیں کہا کہ اسے لکھ لو۔ غرض الفاظ خود بتا رہے ہیں کہ اس وقت قرآن کے اوراق کو ایک جلد میں اکٹھا کرنے کا سوال تھا لکھنے کا سوال نہ تھا۔''[876]

حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں قرآن کریم ایک جلد میں جمع کر دیا گیا اور بعد میں حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں مزید پیش رفت یہ ہوئی کہ تمام عرب بلکہ تمام مسلم دنیا کو ایک قراءت پر جمع کر دیا گیا۔

چنانچہ حضرت عثمانؓ کے دور میں قرآن کریم کی اشاعت کے حوالے سے حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ کے زمانے میں شکایت آئی کہ مختلف قبائل کے لوگ مختلف قراءتوں کے ساتھ قرآن کریم کو پڑھتے ہیں اور غیر مسلموں پر اس کا برا اثر پڑتا ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ قرآن کریم کے کئی نسخے ہیں۔ اس قراءت سے مراد یہ ہے کہ کوئی قبیلہ کسی حرف کو زبر سے پڑھتا ہے دوسرا زیر سے پڑھتا ہے تیسرا پیش سے پڑھتا ہے اور یہ بات سوائے عربی کے اَور کسی زبان میں نہیں پائی جاتی۔ اِس لیے عربی نہ جاننے والا آدمی جب یہ سنے گا تو وہ سمجھے گا کہ یہ کچھ کہہ رہا ہے اور وہ کچھ کہہ رہا ہے حالانکہ کہہ وہ ایک ہی بات رہے ہوں گے۔ پس اس فتنہ سے بچانے کے لیے حضرت عثمانؓ نے یہ تجویز فرمائی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں جو نسخہ لکھا گیا تھا اس کی کاپیاں کروالی جائیں اور مختلف ملکوں میں بھیج دی جائیں اور حکم دے دیا جائے کہ بس اِسی قراءت کے مطابق قرآن پڑھنا ہے

اور کوئی قراءت نہیں پڑھنی۔ یہ بات جو حضرت عثمانؓ نے کی بالکل معیوب نہ تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عرب لوگ قبائلی زندگی بسر کرتے تھے یعنی ہر قبیلہ دوسرے قبیلہ سے الگ رہتا تھا اس لیے وہ اپنی اپنی بولی کے عادی تھے۔ یعنی اپنا اپنا ان کا بولنے کا انداز تھا۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر جمع ہو کر عرب لوگ متمدن ہو گئے اور ایک عامی زبان کی بجائے عربی زبان ایک علمی زبان بن گئی۔ کثرت سے عرب کے لوگ پڑھنے اور لکھنے کے علم سے واقف ہو گئے جس کی وجہ سے ہر آدمی خواہ کسی قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا اسی سہولت سے وہ لفظ ادا کر سکتا تھا جس طرح علمی زبان میں وہ لفظ بولا جاتا تھا جو درحقیقت ملک کی زبان تھی۔ پس کوئی وجہ نہ تھی کہ جب سارے لوگ ایک علمی زبان کے عادی ہو چکے تھے انہیں پھر بھی اجازت دی جاتی کہ وہ اپنے قبائلی تلفظ کے ساتھ ہی قرآن شریف کو پڑھتے چلے جائیں اور غیر قوموں کے لیے ٹھوکر کا موجب بنیں۔ اِس لیے حضرت عثمانؓ نے اِن حرکات کے ساتھ قرآن شریف کو لکھ کر جو مکہ کی زبان کے مطابق تھا سب ملکوں میں کاپیاں تقسیم کر دیں اور آئندہ کے متعلق حکم دے دیا کہ سوائے مکی لہجہ کے اَور کسی قبائلی لہجہ میں قرآن شریف نہ پڑھا جائے۔ اِس امر کو نہ سمجھنے کی وجہ سے یورپ کے مصنف اور دوسری قوموں کے مصنف ہمیشہ یہ اعتراض کرتے رہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے کوئی نیا قرآن بنا دیا تھا یا عثمان نے کوئی نئی تبدیلی قرآن کریم میں کر دی تھی لیکن حقیقت وہ ہے جو بیان کی گئی ہے۔[877]

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: **"قرآن بلا شبہ وحی متلو ہے اور پورے کا پورا یہاں تک کہ نقطے اور حروف بھی قطعی متواتر ہیں اور اللہ نے اسے کمال اہتمام کے ساتھ فرشتوں کی حفاظت میں نازل فرمایا ہے۔ پھر اس کے بارے میں تمام قسم کے اہتمام کرنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور آپؐ نے اپنی آنکھوں کے سامنے ایک ایک آیت جیسے وہ (قرآن) نازل ہوتا رہا لکھنے پر مداومت فرمائی۔** یہاں تک کہ آپ نے اسے مکمل طور پر جمع فرمایا اور بنفس نفیس آیات کو ترتیب دیا اور انہیں جمع کیا اور نماز میں اور نماز سے باہر اس کی تلاوت پر مداومت فرمائی۔ یہاں تک کہ آپ دنیا سے رحلت فرما گئے اور اپنے رفیقِ اعلیٰ اور محبوب رب العالمین سے جا ملے۔" حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "پھر اس کے بعد خلیفہ اوّل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی تمام سورتوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی ترتیب کے مطابق جمع کرنے کا اہتمام فرمایا۔ پھر (حضرت) ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد اللہ نے خلیفہ ثالث (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کو توفیق عطا فرمائی تو آپؓ نے لغتِ قریش کے مطابق قرآن کو ایک قراءت پر جمع کیا اور اسے تمام ملکوں میں پھیلا دیا۔"[878]

یہ سوال ہے کہ **صحیفہ صدیقی جو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے لکھوایا تھا، کب تک محفوظ رہا** اس بارے میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ کے ذریعہ جس قرآن کریم کو ایک

جلد میں مرتب کروایا اس کو صحیفہ ٔصدیقی کہا جاتا ہے۔ یہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس آپؓ کی وفات تک رہا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ کے پاس آ گیا اور حضرت عمرؓ نے ام المومنین حضرت حفصہؓ کے سپرد کر دیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ کسی شخص کو نہ دیا جائے۔

البتہ جس کو نقل کرنا یا اپنا نسخہ صحیح کرنا ہو وہ اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں حضرت حفصہؓ سے عاریتاً لے کر چند نسخے نقل کروائے اور وہ نسخہ حضرت حفصہ کو واپس لوٹا دیا۔ جب مروان مدینہ کا حاکم ہوا تو اس نے اس نسخہ کو حضرت حفصہؓ سے لینا چاہا لیکن حضرت حفصہؓ نے انکار کر دیا۔ حضرت حفصہ کے انتقال کے بعد مروان نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے لے کر اس کو ضائع کر دیا لیکن حضرت عثمانؓ اس کو پہلے محفوظ کروا چکے تھے۔[879]

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے سب سے پہلے جو کام سرانجام دیے یا جو کارنامے سب سے پہلے ان کی ذات کے ساتھ وابستہ ہیں انہیں

اوّلیاتِ ابو بکرؓ

کا نام دیا گیا ہے۔ مختلف باتیں ہیں جو اُن کے کام تھے جو سب سے پہلے انہوں نے انجام دیے۔ آپؓ سب سے پہلے اسلام لائے۔ دوسرے یہ کہ مکہ میں آپؓ نے اپنے گھر کے سامنے سب سے پہلے مسجد بنائی۔ پھر تیسرا یہ کہ مکہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں سب سے پہلے قریش مکہ سے قتال کیا۔ چوتھا یہ کہ سب سے پہلے متعدّد غلاموں اور باندیوں کو جو اسلام لانے کی پاداش میں ظلم و ستم کا شکار تھے خرید کر آزاد کیا۔ پانچواں یہ کہ سب سے پہلے قرآن کریم کو ایک جلد میں جمع کیا۔ چھٹا یہ کہ سب سے پہلے انہوں نے قرآن کا نام مُصْحَف رکھا۔ ساتواں یہ کہ سب سے پہلے خلیفہ ٔراشد قرار پائے۔ آٹھواں یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں سب سے پہلے امیر الحج مقرر ہوئے۔ نواں یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں سب سے پہلے نماز میں مسلمانوں کی امامت کی۔ دسواں یہ کہ اسلام میں سب سے پہلے بیت المال قائم کیا۔ گیارہ یہ کہ اسلام میں سب سے پہلے خلیفہ ہیں جن کا مسلمانوں نے وظیفہ مقرر کیا۔ بارھواں یہ کہ سب سے پہلے خلیفہ جنہوں نے اپنا جانشین نامزد کیا۔ حضرت عمرؓ کو آپ نے نامزد فرمایا تھا۔ تیرھواں یہ کہ وہ پہلے خلیفہ ہیں جن کی بیعتِ خلافت کے وقت ان کے والد حضرت ابو قحافہ زندہ تھے۔ چودھواں یہ کہ وہ سب سے پہلے شخص ہیں جنہیں اسلام میں کوئی لقب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا۔ پندرھواں یہ کہ سب سے پہلے شخص جن کی چار پشتوں کو شرفِ صحابیت حاصل ہے۔ ان کے والد صحابی حضرت ابو قحافہؓ، حضرت ابو بکرؓ خود صحابی، ان کے بیٹے حضرت عبد الرحمٰن بن ابو بکرؓ اور ان کے پوتے حضرت محمد بن عبد الرحمٰن بن ابو بکرؓ یہ سب صحابہ تھے۔[880]

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب کے بارے میں لکھا ہے:

حلیہ مبارک

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں مروی ہے یعنی ان کے حوالے سے بات کی گئی ہے کہ انہوں نے ایک عربی شخص کو دیکھا جو پیدل چل رہا تھا اور آپ اس وقت اپنے ہودج میں تھیں۔ آپؓ نے فرمایا میں نے اس شخص سے زیادہ حضرت ابو بکرؓ سے مشابہ کوئی شخص نہیں دیکھا۔ راوی کہتے ہیں ہم نے کہا حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ آپؓ ہمارے لیے حضرت ابو بکرؓ کا حلیہ بیان کریں تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ حضرت ابو بکرؓ گورے رنگ کے شخص تھے۔ دبلے پتلے تھے رخساروں پر گوشت کم تھا۔ کمر ذرا خمیدہ تھی، ذرا جھکی ہوئی تھی کہ آپؓ کا تہ بند بھی کمر پہ نہیں رکتا تھا اور نیچے سرک جاتا تھا۔ چہرہ کم گوشت والا تھا۔ چہرہ زیادہ بھرا ہوا نہیں تھا۔ آنکھیں اندر کی طرف تھیں اور پیشانی بلند تھی۔[881]

ابنِ سیرین کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے پوچھا کہ حضرت ابو بکرؓ خضاب لگاتے تھے؟ تو انہوں نے کہا ہاں مہندی اور کَتَم سے رنگ لگاتے تھے اپنے بالوں پہ، داڑھی پہ۔ کتم ایک بوٹی کا نام ہے۔[882]

خشیتِ الٰہی اور زہد و تقویٰ

کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ربیعہ بن جعفرؓ اور حضرت ابو بکرؓ کو کچھ زمین عطا فرمائی۔ دونوں میں ایک درخت کے لیے اختلاف ہو گیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے بحث کے دوران کوئی سخت بات کہہ دی لیکن بعد میں اس پر نادم ہوئے اور کہا ربیعہ تم بھی مجھے کوئی ایسی سخت بات کہہ دو تاکہ وہ اس کا قصاص ہو جائے۔ جس طرح میں نے سختی سے بات کی تم بھی مجھے بات کہہ دو لیکن حضرت ربیعہؓ نے انکار کر دیا۔

وہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے سارا واقعہ بیان کیا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ربیعہ تم سخت جواب نہ دو لیکن یہ دعا دو غَفَرَ اللّٰہُ لَکَ یَا اَبَابَکْرٍ اے ابو بکر! اللہ تم سے درگذر فرمائے۔ اس پر انہوں نے ایسا ہی کیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے یہ بات جب سنی تو اس کا اس قدر اثر ہوا کہ وہ زار و قطار روتے ہوئے واپس لَوٹے۔[883]

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ایک پرندہ دیکھا جو ایک درخت پر تھا۔ آپؓ نے کہا **اے پرندے! تجھے خوشخبری ہو۔ اللہ کی قسم! میں چاہتا ہوں کہ میں تمہاری مانند ہوتا۔ تم درخت پر بیٹھتے ہو اور پھل کھاتے ہو اور پھر اڑ جاتے ہو۔ تم پر کوئی حساب ہو گا اور نہ ہی کوئی عذاب۔** اللہ کی قسم! میں چاہتا ہوں کہ میں راستے کے ایک جانب ایک درخت ہوتا اور اونٹ میرے پاس سے گزرتا اور مجھے پکڑتا اور اپنے منہ میں ڈال لیتا اور مجھے چباڈالتا پھر وہ مجھے جلدی سے نگل لیتا پھر اونٹ مجھے مینگنی کی صورت میں باہر نکالتا اور میں انسان نہ ہوتا۔[884]

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سورۃ النبا کی آیت نمبر 41 وَیَقُوْلُ الْکٰفِرُ یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ

تُرٰبًا اور کافر کہے گا اے کاش! میں خاک ہو چکا ہوتا، کی تفسیر کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ:
"بعض مسلمان فرقے صحابہؓ کے بغض میں اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ موت کے وقت یہی فقرہ کہتے تھے پس ان کا کفر ثابت ہے۔" یعنی کیونکہ حضرت ابو بکرؓ یہ پڑھا کرتے تھے وَ یَقُوْلُ الْكٰفِرُ یٰلَیْتَنِیْ كُنْتُ تُرٰبًا تو اس لیے وہ کافر ہوئے نعوذ باللہ۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں "حالانکہ اگر یہ روایت ثابت ہو" اگر یہ سچی بات ہے "اور یہ آیت حضرت ابو بکرؓ کے متعلق ہو تو ابو بکرؓ کے ایمان کے لحاظ سے اس کے یہ معنی ہوں گے کہ کفّار کی باتوں کا منکر یعنی ابو بکرؓ یہ کہے گا کہ کاش! میرے ساتھ خدا تعالیٰ کا معاملہ ایسا ہی ہوتا کہ نہ وہ میرے نیک اعمال کا بدلہ دیتا اور نہ میری غلطیوں کی سزا دیتا۔ اور یہ فقرہ ایک مومنِ کامل کا فقرہ ہے۔ حدیثوں میں تو خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی آتا ہے کہ آپؐ یہ فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے اعمال کی وجہ سے بخشا نہیں جاؤں گا بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بخشا جاؤں گا۔ کافر کا لفظ اس جگہ طنزاً استعمال ہوا ہے اور مراد یہ ہے کہ یہ لوگ اسے کافر کہتے ہیں جو جنگ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب ہوتا تھا اور جس نے اپنا سارا مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیا تھا اور گیارہ سال کی بیٹی آپؐ سے بیاہ دی تھی جبکہ آپؐ کی عمر چوّن پچپن سال کی تھی اور ہجرت میں آپؐ کے ساتھ تھا جبکہ سارے مکہ کے مقابلہ میں آپؐ صرف ابو بکرؓ کو ساتھ لے کر کھڑے ہو گئے تھے۔ قرآن کریم طنزاً کہتا ہے کہ یہ قربانیاں دینے والا شخص تو کافر ہے۔" اگر یہ سمجھا جائے کہ ابو بکر کے متعلق بھی یہ آیت ہے تو یہ طنزاً لفظ استعمال ہوا ہے کہ یہ قربانیاں دینے والا شخص تو کافر ہے "مگر وہ لوگ جنہوں نے اس کے اعمال کے مقابلہ میں کوئی نسبت بھی عمل کی نہیں دکھائی وہ مومن بنتے ہیں۔"[885]

حضرت ابو بکرؓ کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو انہوں نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا اے میری بیٹی! تُو جانتی ہے کہ لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب اور عزیز مجھے تم ہو اور میں نے اپنی فلاں جگہ کی زمین تمہیں ہبہ کی تھی۔ اگر تم نے اس پر قبضہ کیا ہوتا اور اس کے نفع سے استفادہ کیا ہوتا تو وہ یقیناً تمہاری ملکیت میں تھی لیکن اب وہ میرے تمام وارثوں کی ملکیت ہے۔ میں پسند کرتا ہوں کہ تم وہ واپس لوٹا دو۔ وہ ہبہ واپس لوٹا دو کیونکہ اس پہ تم نے قبضہ نہیں کیا اور میری زندگی میں وہ زمین میرے استعمال میں ہی رہی تا کہ وہ میری ساری اولاد میں اللہ کی کتاب کے مطابق تقسیم ہو جائے اور میں اپنے رب سے اس حالت میں ملوں کہ میں نے اپنی اولاد میں سے کسی کو دوسرے پر فضیلت نہیں دی ہو گی۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے عرض کیا آپ کے حکم کی حرف بہ حرف تعمیل کی جائے گی۔[886]

ذیل کا جو واقعہ میں بیان کرنے لگا ہوں یہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے لیکن آپ کے مناقب کے ضمن میں بھی یہاں دوبارہ ذکر کرتا ہوں۔[887]

جب خلافت کی ردا آپ کو اللہ تعالیٰ نے پہنائی تو اس وقت کا ذکر ہے کہ اگلے دن حضرت

ابو بکرؓ جو کپڑے کی تجارت کرتے تھے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد حسب معمول کندھے پر کپڑوں کے تھان رکھ کر بازار کی طرف روانہ ہوئے۔

راستے میں حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کہا اے خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا بازار۔ انہوں نے کہا آپؓ مسلمانوں کے حاکم ہیں چلیے ہم آپؓ کے لیے کچھ وظیفہ مقرر کر دیں۔ آپؓ واپس چلیں، وظیفہ مقرر کر دیں گے۔ تجارت کی کوئی ضرورت نہیں۔[888]

علامہ ابنِ سعدؒ نے وظیفہ کی تفصیل یہ بیان کی ہے کہ ان کو دو چادریں ملتی تھیں۔ جب وہ پرانی ہو جاتی تھیں تو انہیں واپس کر کے دوسری لیتے تھے۔ سفر کے موقع پر سواری اور خلافت سے پہلے جو خرچ تھا اسی کے موافق اپنے اور اپنے متعلقین کے لیے خرچ لیتے تھے۔[889]

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام عالمِ اسلامی کے بادشاہ تھے مگر ان کو کیا ملتا تھا۔ پبلک کے روپیہ کے وہ محافظ تو تھے مگر خود اس روپیہ پر کوئی تصرف نہیں رکھتے تھے۔ بے شک حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بڑے تاجر تھے مگر چونکہ ان کو کثرت سے یہ عادت تھی کہ جونہی روپیہ آیا خدا تعالیٰ کی راہ میں دے دیا اس لیے ایسا اتفاق ہوا کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور آپؓ خلیفہ ہوئے تو اس وقت آپؓ کے پاس نقد روپیہ نہیں تھا۔ خلافت کے دوسرے ہی دن آپؓ نے کپڑوں کی گٹھڑی اٹھائی اور اسے بیچنے کے لئے چل پڑے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رستہ میں ملے تو پوچھا کیا کرنے لگے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ آخر مَیں نے کچھ کھانا تو ہوا۔ اگر میں کپڑے نہیں بیچوں گا تو کھاؤں گا کہاں سے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یہ تو نہیں ہو سکتا اگر آپؓ کپڑے بیچتے رہے تو خلافت کا کام کون کرے گا؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ اگر میں یہ کام نہیں کروں گا تو پھر گزارہ کس طرح ہو گا؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ آپؓ بیت المال سے وظیفہ لے لیں۔

حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا کہ میں یہ تو برداشت نہیں کر سکتا، بیت المال پر میرا کیا حق ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جب قرآن کریم نے اجازت دی ہے کہ دینی کام کرنے والوں پر بھی بیت المال کا روپیہ صرف ہو سکتا ہے تو آپؓ کیوں نہیں لے سکتے۔

چنانچہ اس کے بعد بیت المال سے ان کا وظیفہ مقرر ہو گیا مگر اس وقت کے لحاظ سے وہ وظیفہ صرف اتنا تھا جس سے روٹی کپڑے کی ضرورت پوری ہو سکے۔"[890]

ابن ابی مُلَیکہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ سے اگر لگام چھوٹ کر گر جاتی تو آپ اپنی اونٹنی کو بٹھاتے اور وہ لگام اٹھاتے۔ ان سے کہا گیا کہ آپؓ نے ہمیں کیوں حکم نہیں دیا تا ہم آپؓ کو پکڑا دیتے۔ حضرت ابو بکرؓ فرماتے **میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس بات کا حکم دیا تھا کہ مَیں**

لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کروں۔[891] اس حد تک احتیاط کرتے تھے۔

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ "رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ مسجد میں بعض لوگوں کی آواز سنی کہ ابو بکرؓ کو ہم پر کون سی زیادہ فضیلت حاصل ہے۔ جیسے نیکی کے کام وہ کرتے ہیں اسی طرح نیکی کے کام ہم کرتے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سنا تو فرمایا اے لوگو! ابو بکرؓ کو فضیلت نماز اور روزوں کی وجہ سے نہیں بلکہ اس نیکی کی وجہ سے ہے جو اس کے دل میں ہے۔"[892]

یعنی جو اُن کے دل میں نیکی ہے اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت ہے اور اللہ تعالیٰ کا جو خوف ہے اور جو خشیت ہے وہ اس معیار کی ہے کہ تب ان کو تمہارے پہ فضیلت ہے اور اس کے مطابق پھر ان کا عمل بھی ہے۔ صرف دل میں نہیں ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک آیت قرآنی کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے حضرت ابو بکرؓ کا مقام و مرتبہ یوں بیان فرمایا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا کہ تُو عبادت کرتا رہ جب تک کہ تجھے یقینِ کامل کا مرتبہ حاصل نہ ہو اور تمام حجاب اور ظلماتی پردے دُور ہو کر یہ سمجھ میں آ جاوے کہ اب میں وہ نہیں ہوں جو پہلے تھا بلکہ اب تو نیا ملک، نئی زمین، نیا آسمان ہے اور میں بھی کوئی نئی مخلوق ہوں۔ یہ حیاتِ ثانی وہی ہے جس کو صوفی بقاء کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ جب انسان اس درجہ پر پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی روح کا نفخ اس میں ہوتا ہے۔ ملائکہ کا اس پر نزول ہوتا ہے۔ یہی وہ راز ہے جس پر **پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت فرمایا کہ اگر کوئی چاہے کہ مردہ میت کو زمین پر چلتا ہوا دیکھے تو وہ ابو بکرؓ کو دیکھے اور ابو بکرؓ کا درجہ اس کے ظاہری اعمال سے ہی نہیں بلکہ** اس بات سے ہے جو اس کے دل میں ہے۔"[893]

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر پر روانہ ہوئے اور جب پڑاؤ کیا تو مختلف ٹولیوں میں تقسیم ہو گئے۔ کوئی کسی کے ساتھ کوئی کسی کے ساتھ۔ حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو بکرؓ کی رفاقت میں پڑاؤ کیا۔ ہمارے ساتھ بادیہ نشینوں میں سے ایک دیہاتی آدمی بھی تھا۔ ہم بادیہ نشینوں کے جس گھر میں ٹھہرے ان کی ایک عورت امید سے تھی۔ اس بدوی نے اس عورت سے کہا کہ کیا تمہاری خواہش ہے کہ تمہارے ہاں بیٹا پیدا ہو۔ اگر تُو مجھے ایک بکری دے دے تو تمہارے ہاں بیٹا پیدا ہو گا۔ اس عورت نے اس کو بکری دے دی۔ اس بدوی نے ایک وزن کے کئی ہم قافیہ الفاظ اس کے سامنے پڑھے۔ کوئی اپنا جنتر منتر پڑھا اس کے سامنے۔ پھر اس نے بکری ذبح کی اور جب لوگ کھانے کے لیے بیٹھے تو ایک آدمی نے کہا کہ کیا آپ کو معلوم بھی ہے کہ یہ بکری کیسی ہے۔ پھر اس نے اس کا سارا قصہ سنایا۔ کس طرح اس عورت سے اس نے یہ کہہ کے بکری لی تھی کہ میں اس پہ دعا پڑھوں گا تو تمہارے ہاں بیٹا پیدا ہو گا۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو بکرؓ کو دیکھا آپ بھی وہاں تھے، کھانا کھانے والوں میں شامل۔ آپؓ سخت بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے اپنے حلق میں انگلیاں ڈال کر اس کو نکال رہے تھے۔[894]

یعنی قے کر کے کھانا نکال رہے تھے، ایسا کھانا جو شرک کا ذریعہ بنا ہو وہ میں نہیں کھا سکتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ حضرت ابو بکرؓ کا ایک غلام تھا وہ انہیں کمائی لا کر دیتا تھا اور حضرت ابو بکرؓ اس کی کمائی سے کھایا کرتے تھے۔ ایک دن وہ کوئی چیز لایا حضرت ابو بکرؓ نے اس سے کھایا۔ غلام نے ان سے کہا کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ کیا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا کیا ہے؟

اس نے کہا میں نے زمانۂ جاہلیت میں ایک شخص کے لیے کہانت کی تھی اور میں کہانت کا علم اچھی طرح نہیں جانتا سوائے اس کے کہ میں نے اس کو دھوکا دیا۔ وہ مجھ کو ملا تو اُس نے مجھے اس کے بدلے کچھ دیا تھا۔ سو یہ وہ ہے جس سے آپ نے کھایا ہے۔ تحفہ لے آیا تھا یا پکا کے کبھی کبھی چیز لے آیا کرتا تھا۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے اپنا ہاتھ گلے میں داخل کیا اور جو کچھ پیٹ میں تھا سب قے کر دیا۔[895]

انہوں نے کہا ایسا حرام کھانا میں نہیں کھا سکتا۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو غرور سے اپنا کپڑا گھسیٹ کر چلا تو اللہ روز قیامت اس کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھے گا۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ میرے کپڑے کی ایک طرف ڈھیلی رہتی ہے سوائے اس کے کہ میں اس کا خاص خیال رکھوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم تو غرور سے ایسا نہیں کرتے۔[896]

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: "ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن کا تہہ بند نیچے کو ڈھلکتا ہے وہ دوزخ میں جائیں گے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر رو پڑے کیونکہ ان کا تہہ بند بھی ویسا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تُو ان میں سے نہیں ہے۔ غرض نیت کو بہت بڑا دخل ہے اور حفظ مراتب ضروری شئے ہے۔"[897]

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت اور فرمانبرداری اور عشق رسول اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غیرت کا ذکر ہے۔ ایک دن حضرت عائشہؓ گھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ تیز تیز بول رہی تھیں کہ اوپر سے ان کے ابا یعنی حضرت ابو بکرؓ تشریف لائے۔ یہ حالت دیکھ کر ان سے رہا نہ گیا اور اپنی بیٹی کو مارنے کے لیے آگے بڑھے کہ تم خدا کے رسول کے آگے اس طرح بولتی ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دیکھتے ہی باپ بیٹی کے درمیان حائل ہو گئے اور حضرت ابو بکرؓ کی متوقع سزا سے حضرت عائشہؓ کو بچا لیا۔ جب حضرت ابو بکرؓ چلے گئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے ازراہِ مذاق فرمایا۔ دیکھا! آج ہم نے تمہیں تمہارے ابا سے کیسے بچایا۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت ابو بکرؓ دوبارہ تشریف لائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عائشہؓ ہنسی خوشی باتیں کر رہی تھیں۔ حضرت ابو بکرؓ کہنے لگے کہ دیکھو تم نے اپنی لڑائی میں تو مجھے شریک کیا تھا اب خوشی میں بھی

شریک کرلو۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم نے شریک کیا۔[898]

حضرت عقبہ بن حارثؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو بکرؓ کو دیکھا انہوں نے حضرت حسنؓ کو اٹھایا اور وہ یہ کہہ رہے تھے کہ **میرا باپ تجھ پر قربان۔ یہ تو نبی کی شکل وشباہت ہے، علیؓ کی شکل وشباہت نہیں ہے اور حضرت علیؓ یہ سن کر ہنس رہے تھے۔**[899]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن خطابؓ کی بیٹی حضرت حفصہؓ حضرت خنیس بن حذافہ سہمیؓ کے فوت ہونے پر بیوہ ہو گئیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے تھے۔ جنگِ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ مدینہ میں انہوں نے وفات پائی تھی تو حضرت عمر بن خطابؓ کہتے تھے میں عثمان بن عفانؓ سے ملا، ان کے پاس حفصہ کا ذکر کیا اور کہا اگر آپؓ چاہیں تو حفصہؓ کا نکاح آپؓ سے کر دوں۔ انہوں نے کہا میں اس معاملے پر غور کروں گا چنانچہ میں کئی روز تک ٹھہرا رہا۔ پھر عثمانؓ نے کہا مجھے یہی مناسب معلوم ہوا ہے کہ میں ان دنوں شادی نہ کروں۔ حضرت عمرؓ کہتے تھے پھر میں حضرت ابو بکرؓ سے ملا اور کہا اگر آپؓ چاہیں تو میں حفصہؓ کا نکاح آپؓ سے کیے دیتا ہوں۔ حضرت ابو بکرؓ خاموش ہو گئے اور مجھے کچھ جواب نہ دیا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ عثمانؓ کی نسبت میں ان سے زیادہ رنجیدۂ خاطر ہوا۔ پھر میں کچھ راتیں ٹھہرا رہا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ سے نکاح کا پیغام بھیجا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا نکاح کر دیا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ مجھ سے ملے اور کہا شاید آپؓ مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں۔ جب آپ نے حفصہؓ کا ذکر کیا اور میں نے کچھ جواب نہ دیا۔ میں نے کہا کہ ہاں اس طرح ہی ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ دراصل جو بات آپ نے پیش کی تھی اس کی نسبت آپ کو جواب دینے سے نہیں روکا تھا مگر اس بات نے کہ مجھے علم ہو چکا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حفصہ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں اور میں ایسا نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ منشا ظاہر کرتا یعنی آپ کو بتاتا کہ اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا ہے۔ اس لیے میں چپ ہو گیا یا انکار کر دیا اور آگے کہتے ہیں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس رشتہ کو چھوڑ دیتے تو میں ضرور آپ کی بیٹی کا رشتہ قبول کر لیتا۔[900]

حضرت علیؓ کا حضرت ابو بکرؓ کو خراج عقیدت پیش کرنا

اس کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا میں ان لوگوں میں کھڑا تھا جنہوں نے حضرت عمر بن خطابؓ کی وفات کے بعد ان کے لیے دعا کی جبکہ انہیں تختے پر رکھ دیا گیا۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص نے میرے پیچھے سے آکے اپنی کہنی میرے کندھے پر رکھ دی۔ کہنے لگا اللہ تم پر رحم کرے۔ مجھے تو یہی امید تھی کہ اللہ تمہیں بھی ہمارے دونوں ساتھیوں کے ساتھ ہی دفن کرے گا کیونکہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے بہت سنا تھا کہ میں اور ابو بکر وعمر فلاں جگہ تھے اور میں نے اور ابو بکر وعمر نے یہ کیا۔ میں اور ابو بکر وعمر چلے گئے۔ اس لیے میں یہ امید رکھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ تم کو بھی ان دونوں کے ساتھ ہی رکھے گا۔ میں

نے جو مڑ کر دیکھا تو حضرت علی بن ابی طالب تھے۔[901]

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آیت اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰہِ وَ الرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَصَابَھُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْھُمْ وَ اتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ (آل عمران:173) کہ وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور رسول کو لبیک کہا بعد اس کے کہ انہیں زخم پہنچ چکے تھے ان میں سے ان لوگوں کے لیے جنہوں نے احسان کیا اور تقویٰ اختیار کیا بہت بڑا اجر ہے۔ اس کے بارے میں انہوں نے عروہ سے فرمایا کہ اے میری بہن کے بیٹے! تیرے والد حضرت زبیرؓ اور حضرت ابو بکرؓ ان میں سے تھے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو احد کے دن جو تکلیف پہنچی وہ پہنچی اور مشرکین چلے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اندیشہ ہوا کہ واپس آئیں گے۔ آپؐ نے فرمایا ان کے پیچھے کون جائے گا تو اُن میں سے ستّر آدمیوں نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ عروہ کہتے تھے ان میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت زبیرؓ بھی تھے۔[902]

ابوسفیان جب جنگِ احد کے خاتمے کے وقت درے میں تھا اور اس نے کہا آئندہ سال انہی ایام میں بدر کے مقام پر پھر جنگ کا وعدہ رہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول فرمایا تو ابوسفیان جلدی سے اپنے لشکر کو لے کر مکہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس سے آگے کے واقعات حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یوں بیان کیے ہیں کہ:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید احتیاط کے خیال سے فوراً ستر صحابہؓ کی ایک جماعت جس میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت زبیرؓ بھی شامل تھے تیار کر کے لشکرِ قریش کے پیچھے روانہ کر دی۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔ عام مؤرخین یوں بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے حضرت علیؓ یا بعض روایات کی رُو سے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو قریش کے پیچھے بھجوایا اور ان سے فرمایا کہ اس بات کا پتہ لاؤ کہ لشکر قریش مدینہ پر حملہ کرنے کی نیت تو نہیں رکھتا اور آپؐ نے ان سے فرمایا اگر قریش اونٹوں پر سوار ہوں اور گھوڑوں کو خالی چلا رہے ہوں تو سمجھنا کہ وہ مکہ کی طرف واپس جا رہے ہیں، مدینہ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ نہیں رکھتے اور اگر وہ گھوڑوں پر سوار ہوں تو سمجھنا ان کی نیت بخیر نہیں۔ اور آپؐ نے ان کو تاکید فرمائی کہ اگر قریش کا لشکر مدینہ کا رخ کرے تو فوراً آپؐ کو اطلاع دی جاوے اور آپؐ نے بڑے جوش کی حالت میں فرمایا کہ اگر قریش نے اس وقت مدینہ پر حملہ کیا تو خدا کی قسم! ہم ان کا مقابلہ کر کے انہیں اس حملہ کا مزا چکھا دیں گے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے آدمی آپؐ کے ارشاد کے ماتحت گئے اور بہت جلد یہ خبر لے کر واپس آ گئے کہ قریش کا لشکر مکہ کی طرف جا رہا ہے۔“[903]

حضرت انس بن مالکؓ نے بیان کیا کہ حضرت ابو بکرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ سے کہا کہ ہمارے ساتھ ام ایمن کی طرف چلیں۔ ہم ان کی زیارت کریں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ملنے کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ انہوں نے یعنی حضرت انسؓ نے کہا کہ جب ہم ان کے پاس پہنچے تو وہ رونے لگیں۔ ان دونوں نے کہا کہ آپؓ کیوں روتی ہیں؟ جو بھی اللہ کے

پاس ہے وہ اس کے رسولؐ کے لیے بہتر ہے۔ وہ کہنے لگیں کہ مجھے معلوم ہے کہ جو بھی اللہ کے پاس ہے وہ اس کے رسولؐ کے لیے بہتر ہے لیکن میں اس لیے روتی ہوں کہ اب وحی آسمان سے منقطع ہو گئی ہے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ اُمّ ایمن نے ان دونوں کو بھی رُلا دیا۔ وہ دونوں بھی ان کے ساتھ رونے لگے۔[904]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! اللہ نے مجھے تمہاری طرف مبعوث کیا اور تم نے کہا تُو جھوٹا ہے اور ابو بکر نے کہا سچا ہے اور انہوں نے اپنی جان و مال سے میرے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا۔[905]

حضرت مصلح موعودؓ اس بات کے بارے میں فرماتے ہیں کہ صرف "حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ایسے تھے جن کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ **تم میں سے ہر ایک نے میرا انکار کیا مگر ابو بکر ایسا تھا جس میں مَیں نے کوئی کجی نہیں دیکھی۔**"[906]

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش مکہ کے درمیان صلح کا معاہدہ ہو رہا تھا اور ابو جندل کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدے کی شرائط کے مطابق واپس کر دیا تو اس وقت صحابہؓ بہت جوش میں تھے۔ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا ہے کہ:

"مسلمان یہ نظارہ دیکھ رہے تھے اور مذہبی غیرت سے ان کی آنکھوں میں خون اتر رہا تھا مگر رسول اللہؐ کے سامنے سہم کر خاموش تھے۔ آخر حضرت عمرؓ سے نہ رہا گیا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آئے اور کانپتی ہوئی آواز میں فرمایا کیا آپؐ خدا کے برحق رسول نہیں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں ہاں ضرور ہوں۔ عمرؓ نے کہا کہ کیا ہم حق پر نہیں اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں ہاں ضرور ایسا ہی ہے۔ عمرؓ نے کہا تو پھر ہم اپنے سچے دین کے معاملہ میں یہ ذلت کیوں برداشت کریں؟ آپؐ نے حضرت عمرؓ کی حالت کو دیکھ کر مختصر الفاظ میں فرمایا۔ دیکھو عمر! میں خدا کا رسول ہوں اور میں خدا کے منشا کو جانتا ہوں اور اس کے خلاف نہیں چل سکتا اور وہی میرا مددگار ہے۔ مگر حضرت عمرؓ کی طبیعت کا تلاطم لحظہ بہ لحظہ بڑھ رہا تھا۔ کہنے لگے کیا آپؐ نے ہم سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ کا طواف کریں گے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں میں نے ضرور کہا تھا مگر کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ یہ طواف ضرور اسی سال ہو گا؟ عمرؓ نے کہا کہ نہیں ایسا تو نہیں کہا۔ آپؐ نے فرمایا تو پھر انتظار کرو تم ان شاء اللہ ضرور مکہ میں داخل ہو گے اور کعبہ کا طواف کرو گے۔ مگر اس جوش کے عالم میں حضرت عمرؓ کی تسلی نہ ہوئی لیکن چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص رعب تھا اس لئے حضرت عمرؓ وہاں سے ہٹ کر حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے اور ان کے ساتھ بھی اسی قسم کی جوش کی باتیں کیں۔

حضرت ابو بکرؓ نے بھی اسی قسم کے جواب دیئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیئے تھے مگر ساتھ ہی **حضرت ابو بکرؓ نے نصیحت کے رنگ میں فرمایا دیکھو عمر! سنبھل کر رہو اور رسولِ خدا کی رکاب پر جو ہاتھ تم نے رکھا ہے اسے ڈھیلا نہ ہونے دو کیونکہ خدا کی قسم! یہ شخص جس کے ہاتھ میں ہم نے اپنا ہاتھ دیا ہے بہر حال سچا ہے۔**

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ اس وقت میں اپنے جوش میں یہ ساری باتیں کہہ تو گیا مگر بعد میں مجھے سخت ندامت ہوئی اور میں توبہ کے رنگ میں اس کمزوری کے اثر کو دھونے کے لئے بہت سے نفلی اعمال بجالایا یعنی صدقے کئے، روزے رکھے، نفلی نمازیں پڑھیں اور غلام آزاد کئے تا کہ میری اس کمزوری کا داغ دھل جائے۔"[907]

اس واقعہ کا تذکرہ حضرت مصلح موعودؓ نے بھی بیان فرمایا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ "ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے تم کو بہت حکم دیئے مگر میں نے تم سے **مخلص ترین لوگوں کے اندر بھی بعض دفعہ احتجاج کی روح دیکھی مگر ابو بکرؓ کے اندر میں نے یہ روح کبھی نہیں دیکھی۔**

چنانچہ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا انسان بھی گھبرا گیا اور وہ اسی گھبراہٹ کی حالت میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں گئے اور کہا کہ کیا ہمارے ساتھ خدا کا یہ وعدہ نہیں تھا کہ ہم عمرہ کریں گے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں خدا کا وعدہ تھا۔ انہوں نے کہا کہ کیا خدا کا ہمارے ساتھ یہ وعدہ نہیں تھا کہ وہ ہماری تائید اور نصرت کرے گا؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہاں تھا۔ انہوں نے کہا تو پھر کیا ہم نے عمرہ کیا؟

حضرت ابو بکرؓ نے کہا عمر! خدا نے کب کہا تھا کہ ہم اسی سال عمرہ کریں گے؟ پھر انہوں نے کہا کہ کیا ہم کو فتح و نصرت حاصل ہوئی؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ خدا اور اس کا رسول فتح و نصرت کے معنے ہم سے بہتر جانتے ہیں مگر عمرؓ کی اس جواب سے تسلی نہ ہوئی اور وہ اسی گھبراہٹ کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! کیا خدا کا ہم سے یہ وعدہ نہ تھا کہ ہم مکہ میں طواف کرتے ہوئے داخل ہوں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ انہوں نے عرض کیا کہ کیا ہم خدا کی جماعت نہیں اور کیا خدا کا ہمارے ساتھ فتح و نصرت کا وعدہ نہیں تھا؟ آپؐ نے فرمایا ہاں تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا تو یا رسول اللہؐ! کیا ہم نے عمرہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ خدا نے کب کہا تھا کہ ہم اسی سال عمرہ کریں گے۔ یہ تو میرا خیال تھا کہ اس سال عمرہ ہو گا۔ خدا نے تو کوئی تعیین نہیں کی تھی۔ انہوں نے کہا تو پھر فتح و نصرت کے وعدہ کے کیا معنی ہوئے؟ آپؐ نے فرمایا نصرت خدا کی ضرور آئے گی اور جو وعدہ اس نے کیا ہے وہ بہر حال پورا ہو گا۔ گویا جو جواب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا تھا وہی جواب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دیا۔"[908]

دونوں روایتوں میں صرف فرق یہ ہے کہ ایک یہ بھی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے پھر حضرت ابو بکرؓ کے پاس گئے اور حضرت مصلح موعودؓ نے جو بیان فرمایا ہے بات وہی ہے لیکن یہ ہے کہ پہلے حضرت ابو بکرؓ کے پاس گئے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ دو آدمیوں نے ایک دوسرے کو برا بھلا کہا۔ ایک آدمی

مسلمانوں میں سے تھا اور ایک آدمی یہود میں سے تھا۔ مسلمان نے کہا اس کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہانوں پر فضیلت دی تو یہودی نے کہا اس کی قسم جس نے موسیٰ کو تمام جہانوں پر فضیلت دی۔ اس پر مسلمان نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور یہودی کے منہ پر تھپڑ مارا۔ وہ یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور آپؐ کو بتایا جو اس کے اور مسلمان کے درمیان معاملہ ہوا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسلمان کو بلایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اس کے متعلق دریافت کیا۔ اس نے آپ کو بتایا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موسیٰ پر مجھے فضیلت نہ دو۔[909] اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ جس مسلمان نے یہودی کو تھپڑ مارا تھا وہ حضرت ابو بکرؓ تھے۔[910] یہ بخاری کی روایت ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے اس طرح فرمایا ہے کہ:

"آپؐ غیر مذاہب والوں کے احساسات کا بھی بے حد خیال رکھتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت ابو بکرؓ کے سامنے کسی یہودی نے کہہ دیا کہ مجھے موسیٰؑ کی قسم جسے خدا نے سب نبیوں پر فضیلت دی ہے۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے اسے تھپڑ مار دیا۔ جب اس واقعہ کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی تو آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ جیسے انسان کو زجر کی۔" ڈانٹا۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ:

"غور کرو مسلمانوں کی حکومت ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت موسیٰؑ کو ایک یہودی فضیلت دیتا ہے اور ایسی طرز سے کلام کرتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ جیسے نرم دل انسان کو بھی غصہ آجاتا ہے اور آپ اسے طمانچہ مار بیٹھتے ہیں مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ڈانٹتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم نے ایسا کیوں کیا۔ اسے حق ہے کہ جو چاہے عقیدہ رکھے۔"[911] اگر یہ اس کا عقیدہ ہے تو وہ بول سکتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابو بکرؓ کے عشق و محبت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتے ہیں کہ:

"حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشقیہ تھا۔ جب آپ مدینہ میں داخل ہونے کے لئے مکہ سے نکلے تو اس وقت بھی آپ کا تعلق عاشقانہ تھا اور جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو اس وقت بھی تعلق عاشقانہ تھا۔ چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَ الۡفَتۡحُ وَ رَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ وَ اسۡتَغۡفِرۡہُ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا کی وحی قرآنی نازل ہوئی جس میں مخفی طور پر آپؐ کی وفات کی خبر تھی تو آپؐ نے خطبہ پڑھا اور اس میں اس سورت کے نزول کا ذکر فرمایا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندہ کو اپنی رفاقت اور دنیوی ترقیات میں سے ایک کے انتخاب کی اجازت دی اور اس نے اللہ تعالیٰ رفاقت کو ترجیح دی۔ اس سورت کو سن کر سب صحابہؓ کے چہرے خوشی سے تمتما اٹھے اور سب اللہ تعالیٰ کی تکبیر کرنے لگے اور کہنے لگے کہ الحمد للہ! اب یہ دن آرہا ہے مگر جس وقت باقی سب لوگ خوش تھے، حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چیخیں نکل گئیں اور آپؓ بے تاب ہو کر رو پڑے اور آپؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! آپ پر ہمارے ماں باپ اور بیوی بچے سب قربان ہوں۔ آپؐ کے لئے ہم ہر چیز قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔

گویا جس طرح کسی عزیز کے بیمار ہونے پر بکرا ذبح کیا جاتا ہے اسی طرح حضرت ابو بکرؓ نے اپنی اور اپنے سب عزیزوں کی قربانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پیش کی۔

آپؓ کے رونے کو دیکھ کر اور اس بات کو سن کر بعض صحابہؓ نے کہا دیکھو! اس بڈھے کو کیا ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی بندہ کو اختیار دیا ہے کہ خواہ وہ رفاقت کو پسند کرے یا دنیوی ترقی کو۔ اور اس نے رفاقت کو پسند کیا۔ یہ کیوں رو رہا ہے؟ اس جگہ جو اسلام کی فتوحات کا وعدہ پیش کیا جا رہا ہے، حتّٰی کہ حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی نے بھی اس کا اظہار حیرت کیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے اس استعجاب کو محسوس کیا اور حضرت ابو بکرؓ کی بیتابی کو دیکھا اور آپ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ ابو بکرؓ مجھے اتنے محبوب ہیں کہ اگر خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو خلیل بنانا جائز ہوتا تو میں ان کو خلیل بناتا" پھر آگے فرمایا "مگر اب بھی یہ میرے دوست اور صحابی ہیں۔ پھر فرمایا کہ میں حکم دیتا ہوں کہ آج سے سب لوگوں کے گھروں کی کھڑکیاں جو مسجد میں کھلتی ہیں بند کر دی جائیں سوائے ابو بکر کی کھڑکی کے اور اس طرح آپ کے عشق کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے داد دی کیونکہ یہ عشق کامل تھا جس نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتا دیا کہ اس فتح و نصرت کی خبر کے پیچھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر ہے اور آپؓ نے اپنی اور اپنے سب عزیزوں کی جان کا فدیہ پیش کیا کہ ہم مر جائیں مگر آپؐ زندہ رہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر بھی حضرت ابو بکرؓ نے اعلیٰ نمونہ عشق کا دکھایا۔ غرض حضرت ابو بکرؓ نے غارِ ثور میں اپنی جان کے لئے گھبراہٹ کا اظہار نہیں کیا بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کیا اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو خاص طور پر تسلی دی۔"[912] ہر مقام پر جہاں بھی اظہار کیا وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کی وجہ سے کیا۔

حضرت مصلح موعودؓ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ "حدیثوں میں آتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابو بکرؓ کی کسی بات پر تکرار ہو گئی۔ یہ تکرار بڑھ گئی۔ حضرت عمرؓ کی طبیعت تیز تھی۔ اس لئے حضرت ابو بکرؓ نے مناسب سمجھا کہ وہ اس جگہ سے چلے جائیں تاکہ جھگڑا خواہ مخواہ زیادہ نہ ہو جائے۔ حضرت ابو بکرؓ نے جانے کی کوشش کی تو حضرت عمرؓ نے آگے بڑھ کر حضرت ابو بکرؓ کا کرتہ پکڑ لیا کہ میری بات کا جواب دے کر جاؤ۔ جب حضرت ابو بکرؓ اس کو چھڑا کر جانے لگے تو آپ کا کرتہ پھٹ گیا۔ آپ وہاں سے اپنے گھر کو چلے آئے لیکن حضرت عمرؓ کو شبہ پیدا ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میری شکایت کرنے گئے ہیں۔ وہ بھی پیچھے پیچھے چل پڑے تاکہ میں بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا عذر پیش کر سکوں لیکن راستے میں حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ حضرت عمرؓ یہی سمجھے کہ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کرنے گئے ہیں۔ وہ بھی سیدھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا پہنچے۔ وہاں جا کر دیکھا تو حضرت ابو بکرؓ موجود نہ تھے لیکن چونکہ ان کے دل میں ندامت پیدا ہو چکی تھی اس لئے عرض کیا یارسول اللہؐ! مجھ سے غلطی ہوئی کہ میں ابو بکرؓ سے سختی سے پیش آیا ہوں۔ حضرت ابو بکرؓ کا کوئی قصور

نہیں میرا ہی قصور ہے۔ جب حضرت عمرؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت ابو بکرؓ کو جا کر کسی نے بتایا کہ حضرت عمرؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کی شکایت کرنے گئے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ مجھے بھی اپنی براءت کے لئے جانا چاہئے تا کہ یک طرفہ بات نہ ہو جائے اور میں بھی اپنا نکتہ نظر پیش کر سکوں۔

جب حضرت ابو بکرؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں پہنچے تو حضرت عمرؓ عرض کر رہے تھے کہ یارسول اللہؐ! مجھ سے غلطی ہوئی کہ میں نے ابو بکرؓ سے تکرار کی اور ان کا کرتہ مجھ سے پھٹ گیا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سنی تو غصہ کے آثار آپؐ کے چہرہ پر ظاہر ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا اے لوگو! **تمہیں کیا ہو گیا ہے جب ساری دنیا میرا انکار کرتی تھی اور تم لوگ بھی میرے مخالف تھے اس وقت ابو بکرؓ ہی تھا جو مجھ پر ایمان لایا اور ہر رنگ میں اس نے میری مدد کی۔** پھر افسردگی کے ساتھ فرمایا کیا اب بھی تم مجھے اور ابو بکرؓ کو نہیں چھوڑتے؟ آپؐ یہ فرما رہے تھے کہ حضرت ابو بکرؓ داخل ہوئے۔"

اس کی اگلی تفصیل حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ جب داخل ہوئے تو انہوں نے کیا رویہ اختیار کیا اس کی تمہید حضرت مصلح موعودؓ باندھ رہے ہیں کہ "یہ ہوتا ہے سچے عشق کا نمونہ کہ بجائے یہ کہ عذر کرنے کے کہ یارسول اللہؐ! میرا قصور نہ تھا عمر کا قصور تھا آپؓ نے جب دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں خفگی پیدا ہو رہی ہے آپؓ سچے عاشق کی حیثیت سے یہ برداشت نہ کر سکے کہ میری وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہو۔ آتے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور عرض کیا یارسول اللہؐ! عمرؓ کا قصور نہیں تھا میرا قصور تھا۔ دیکھو حضرت ابو بکرؓ کس قدر سچے عاشق تھے کہ آپؓ یہ برداشت نہ کر سکے کہ آپؐ کے معشوق کے دل کو تکلیف ہو۔ آپ یہ دیکھ کر کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرؓ پر ناراض ہوئے ہیں۔" حضرت ابو بکرؓ اس پر "خوش نہیں ہوئے۔ عام طور پر لوگوں میں یہ عادت ہوتی ہے کہ جب وہ اپنے مدمقابل کو جھاڑ پڑتی دیکھتے ہیں "ڈانٹ پڑتی دیکھے" تو خوش ہوتے ہیں کہ خوب جھاڑ پڑی لیکن اس سچے عاشق نے یہ پسند نہ کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو تکلیف ہو خواہ کسی وجہ سے ہو۔ آپؓ نے کہا میں مجرم بن جاتا ہوں لیکن میں اپنے معشوق کا دل رنجیدہ نہیں ہونے دوں گا اور نہایت لجاجت سے عرض کیا یارسول اللہؐ! عمرؓ کا قصور نہیں تھا میرا قصور ہے۔" حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "اگر حضرت ابو بکرؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کے ملال کو دُور کرنے کی خاطر مظلوم ہونے کے باوجود ظالم ہونے کا اقرار کرتے ہیں تا آپؐ کے دل کو تکلیف نہ پہنچے تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک مومن بندہ اپنے خدا کی خوشنودی کے لئے وہ کام نہ کرے جو اسے خدا تعالیٰ کی رضا کے قریب کر دے۔"[913]

مومن کی بھی یہی نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے کام کرے اور کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو۔ اس حوالے سے اپنی مثال دی ہے۔

پھر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جگہ فرماتے ہیں: ”حضرت عمرؓ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تورات کا ایک نسخہ لے کر آئے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہؐ! یہ تورات ہے۔ آپؐ ان کی بات سن کر خاموش ہو گئے مگر حضرت عمرؓ نے تورات کھول کر اسے پڑھنا شروع کر دیا۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار ظاہر ہوئے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات دیکھی تو وہ حضرت عمرؓ پر ناراض ہوئے اور انہوں نے کہا کیا تمہیں نظر نہیں آتا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے بُرا منا رہے ہیں!

ان کی بات سن کر حضرت عمرؓ کو بھی توجہ پیدا ہوئی اور انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کو دیکھا اور جب انہیں بھی آپؐ کے چہرہ پر ناراضگی کے آثار دکھائی دیئے تو انہوں نے معذرت کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی طلب کی۔“[914]

حضرت مصلح موعودؓ نے یہ واقعہ ایک آیت کی تفسیر میں بیان فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی حضرت عمرؓ کے تورات کی اس آیت پڑھنے پر تھی جو اسلامی تعلیم سے مختلف ہے، اس کی وجہ سے تھی نہ یہ کہ تورات کیوں پڑھی۔ اگر کسی کو اس کی تفسیر پڑھنے میں دلچسپی ہے تو تفسیر کبیر جلد 6 میں سورہ نور کی آیت تین کے ضمن میں اس کی باقی تفصیل بھی لکھی ہوئی ہے۔ وہاں سے دیکھ سکتے ہیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ”رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی متابعت صحابہؓ جس طرح کیا کرتے تھے اس کا ثبوت حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک واقعہ سے مل سکتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب بعض قبائل عرب نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے خلاف جنگ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس وقت حالت ایسی نازک تھی کہ حضرت عمرؓ جیسے انسان نے مشورہ دیا کہ ان لوگوں سے نرمی کرنی چاہئے مگر حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا۔

ابو قحافہ کے بیٹے کی کیا طاقت ہے کہ وہ اس حکم کو منسوخ کر دے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دیا ہے۔ خدا کی قسم! اگر یہ لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اونٹ کا گھٹنا باندھنے کی ایک رسی بھی زکوٰۃ میں دیا کرتے تھے تو میں وہ رسّی بھی ان سے لے کر رہوں گا اور اس وقت تک دم نہیں لوں گا جب تک وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔“

یہ بخاری کی روایت ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ ”اگر تم اس معاملہ میں میرا ساتھ نہیں دے سکتے تو بیشک نہ دو۔ میں اکیلا ہی ان کا مقابلہ کروں گا۔ کس قدر اتباعِ رسولؐ ہے کہ نہایت خطرناک حالات میں باوجود اس کے کہ اکابر صحابہ لڑائی کے خلاف مشورہ دیتے ہیں پھر بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم کو پورا کرنے کے لئے وہ ہر قسم کا خطرہ برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح لشکر اسامہ کو روک لینے کے متعلق بھی صحابہؓ نے بہت زور لگایا مگر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر دشمن اتنا طاقتور ہو جائے کہ وہ مدینہ پر فتح پائے اور مسلمان عورتوں کی لاشیں کتے

گھسیٹتے پھریں تب بھی میں اس لشکر کو جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھجوانے کے لئے تیار کیا تھا روک نہیں سکتا۔"[915]

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے پاس بحرین کا مال آیا تو میں تمہیں اتنا اتنا اور اتنا دوں گا۔ ہاتھ کے اشاروں سے بتایا۔ مگر وہ مال اس وقت آیا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تھے۔ جب بحرین کا مال آیا تو حضرت ابو بکرؓ نے منادی کو حکم دیا، اعلان کروایا اور اس نے اعلان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ جس کا کوئی قرضہ یا وعدہ ہو وہ ہمارے پاس آئے۔ یہ سن کر یہ کہتے ہیں کہ میں بھی ان کے پاس گیا اور میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایسا ایسا وعدہ فرمایا تھا تو حضرت ابو بکرؓ نے تین لَپ بھر کر دیے۔ علی بن مدینی کہتے تھے کہ سفیان دونوں ہاتھ اکٹھے کر کے لَپ بھرتے کہ یوں اٹھا کے تین دفعہ اس طرح دیا تھا۔[916]

حضرت ابو سعید خدریؓ نے بیان کیا کہ جب بحرین سے مال آیا تو میں نے حضرت ابو بکرؓ کے منادی کو یہ آواز دیتے ہوئے سنا کہ جس شخص سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی وعدہ کیا ہو تو وہ آئے۔ لوگ حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے تو وہ انہیں دیتے تھے۔ پھر حضرت ابو بشیر مازنیؓ آئے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو بشیر! جب ہمارے پاس کچھ آئے تو ہمارے پاس آنا۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے انہیں دو یا تین لَپ بھر کر دیا جس کو انہوں نے چودہ سو درہم میں پایا۔[917]

لَپ کا مطلب ہے کہ دونوں ہاتھوں سے پورا بھر کے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ صحابہ کرامؓ سے محو گفتگو تھے کہ تھوڑی دیر کے بعد آپؓ نے اپنے غلام سے کہا کہ پانی پلاؤ۔ غلام کچھ دیر کے بعد مٹی کے برتن میں پانی لایا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے برتن کو پکڑا اور پیاس بجھانے کے لیے اپنے منہ کے قریب کیا ہی تھا کہ آپ نے دیکھا کہ برتن تو شہد سے بھرا ہوا ہے جس میں پانی بھی ملا ہوا ہے۔ آپ نے وہ برتن رکھوا دیا اور وہ پانی نہیں پیا۔ پھر غلام کی طرف دیکھا اور اس سے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ غلام نے کہا کہ پانی میں شہد ملایا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ برتن کی طرف غور سے دیکھنے لگے۔

چند لمحات ہی گزرے تھے کہ آپؓ کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہنے لگا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ ہچکیاں باندھ باندھ کر رونے لگے۔ روتے روتے۔ آپؓ کی آواز اَور بلند ہو گئی اور آپؓ پر شدید گریہ طاری ہو گیا۔

لوگ متوجہ ہوئے اور تسلی دینے لگے کہ اے خلیفہ رسول! آپ کو کیا ہو گیا ہے۔ آپؓ اس قدر شدید کیوں رو رہے ہیں؟ ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ سسکیاں بھر کر کیوں رو رہے ہیں لیکن حضرت ابو بکر صدیقؓ نے رونا بند نہ کیا بلکہ آس پاس کے تمام لوگوں نے بھی آپ کو دیکھ کر رونا شروع کر دیا اور رو رو کر وہ خاموش بھی ہو گئے لیکن حضرت ابو بکرؓ مسلسل روتے جا رہے تھے۔ جب آپ کے آنسو

ذرا تھمے تو لوگوں نے آپ سے رونے کا سبب پوچھا کہ اے خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ رونا کیسا ہے۔ آخر کس چیز نے آپ کو رلایا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے کپڑے کے کنارے سے آنسو پونچھتے ہوئے اور اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے فرمایا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت کے ایام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا۔ میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنے ہاتھ سے کچھ چیز دُور کر رہے ہیں لیکن وہ چیز مجھے نظر نہیں آ رہی تھی۔ آپؐ کمزور آواز میں فرما رہے تھے کہ مجھ سے دُور ہو جاؤ، مجھ سے دُور ہو جاؤ۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا مگر کچھ نظر نہیں آیا۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ کسی چیز کو اپنے سے ہٹا رہے تھے جبکہ آپ کے پاس کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا یہ درحقیقت دنیا تھی جو اپنی تمام آرائش و نعمت کے ساتھ میرے سامنے آئی تھی۔ میں نے اس سے کہا تھا کہ دُور ہو جاؤ۔ ایک کشفی کیفیت آپؐ پر طاری ہوئی تھی۔ پس وہ یہ کہتی ہوئی دور ہو گئی کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے چھٹکارا پا لیا تو کیا ہوا۔ جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آئیں گے وہ مجھ سے کبھی نہیں بچ سکیں گے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے پریشانی میں اپنا سر ہلایا اور غمزدہ آواز میں فرمایا لوگو! مجھے بھی اس شہد سے ملے پانی کی وجہ سے ڈر لاحق ہوا کہ کہیں اس دنیا نے مجھے آ گھیرا نہ ہو اس لیے میں سسکیاں بھر کر رو دیا۔[918] اتنی خشیت تھی اللہ تعالیٰ کی۔

فتوحات عراق میں ایک قیمتی چادر حاصل ہوئی۔ حضرت خالدؓ نے اہلِ لشکر کے مشورہ سے اس چادر کو حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس بطور تحفہ بھجوایا اور لکھا کہ اسے آپ لے لیجیے۔ آپؓ کے لیے روانہ کیا جا رہا ہے لیکن **حضرت ابو بکرؓ نے اسے لینا گوارا نہیں فرمایا اور نہ اپنے رشتہ داروں کو دیا بلکہ اسے حضرت امام حسینؓ کو مرحمت فرما دیا۔**[919]

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا مقام یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپؓ کے بارے میں کیا سمجھتے تھے یا آپؓ کو کیا مقام دیتے تھے اس بارے میں بعض روایات ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کو یہ سعادت اور فضیلت حاصل ہے کہ مکی دَور میں حضرت ابو بکرؓ کے گھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ ایک دو دفعہ تشریف لے جاتے تھے۔[920]

حضرت عمرو بن عاصؓ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ذات السلاسل کی فوج پر سپہ سالار مقرر کر کے بھیجا اور کہتے ہیں مَیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ مَیں نے کہا لوگوں میں سے کون آپؐ کو زیادہ پیارا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہؓ۔

میں نے کہا مردوں میں سے؟ آپؐ نے فرمایا ان کا باپ۔ میں نے کہا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا پھر عمر بن خطابؓ اور آپؐ نے اسی طرح چند مَردوں کو شمار کیا۔[921]

حضرت سلمہ بن اکوعؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
ابو بکر سب لوگوں سے افضل اور بہتر ہے سوائے اس کے کہ کوئی نبی ہو۔[922]

حضرت انس بن مالکؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اُمّت میں سے میری اُمّت پر سب سے زیادہ مہربان اور رحم کرنے والا ابو بکر ہے۔[923]

حضرت ابو سعیدؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلند درجات والے جو اُن کے نیچے والے ہیں وہ ان کو دیکھیں گے جس طرح تم طلوع ہونے والے ستارے کو دیکھتے ہو یعنی بلند درجات والے ایسے بلند درجہ پر ہوں گے کہ جو نیچے درجے کے ہوں گے وہ ان کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم طلوع ہونے والے ستارے کو آسمان کی طرف دیکھتے ہو، آسمان کے افق میں دیکھتے ہو۔ اور ابو بکر و عمر اُن میں سے ہیں۔ یعنی وہ بلند ہیں۔ ان کو لوگ اس طرح دیکھیں گے جس طرح بلند ستارے کو دیکھا جاتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اور وہ دونوں کیا ہی خوب ہیں۔[924]

حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کسی کا ہم پر کوئی احسان نہیں مگر ہم نے اس کا بدلہ چکا دیا سوائے ابو بکرؓ کے۔ اس کا ہم پر احسان ہے اور اس کو اس کا بدلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دے گا۔[925]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخری بیماری میں فرمایا: **لوگوں میں سے کوئی بھی نہیں جو بلحاظ اپنی جان اور مال سے مجھ پر ابو بکر بن ابو قحافہ سے بڑھ کر نیک سلوک کرنے والا ہو۔ اگر میں لوگوں میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ضرور ابو بکر کو ہی خلیل بناتا** لیکن اسلام کی دوستی سب سے افضل ہے۔ اس مسجد میں تمام کھڑکیوں کو میری طرف سے بند کر دو سوائے ابو بکر کی کھڑکی کے۔[926] یہ صحیح بخاری کی روایت ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **ابو بکر مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ ابو بکر دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہیں۔**[927]

سنن ترمذی کی روایت یہ ہے کہ: حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بارے میں فرمایا یہ دونوں سردار ہیں اہلِ جنت کے۔ اہلِ جنت کے بڑی عمر والوں کے پہلوں میں سے اور آخرین میں سے سوائے نبیوں اور رسولوں کے۔ اے علی! ان دونوں کو نہ بتانا۔[928] راوی کہتے ہیں کہ جب آپؐ نے یہ روایت کی تو حضرت علیؓ کو بتانے سے روک دیا۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین اور انصار میں سے اپنے صحابہؓ کے پاس باہر تشریف لاتے اور بیٹھے ہوتے اور ان میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ ہوتے۔ تو ان میں سے کوئی بھی اپنی نظر آپؐ کی طرف نہ اٹھاتا سوائے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے۔ وہ دونوں آپؐ کی طرف دیکھتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف دیکھتے اور وہ آپؐ کی طرف دیکھ کر مسکراتے اور

آپؐ ان دونوں کو دیکھ کر مسکراتے۔[929]

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا تم حوض پر میرے ساتھی ہو اور غار میں میرے ساتھی ہو۔**[930]

حضرت جبیر بن مطعمؓ نے بیان کیا کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، آپؐ سے کسی چیز کے بارے میں بات کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں کوئی ارشاد فرمایا۔ اس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ کا کیا خیال ہے اگر میں آپؐ کو نہ پاؤں یعنی آپؐ کے بعد، وفات کے بعد اگر مجھے ضرورت ہو تو آپؐ نے فرمایا اگر مجھے نہ پاؤ تو ابو بکر کے پاس آنا۔[931] وہ تمہاری ضرورت پوری کر دے گا۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز باہر تشریف لائے اور مسجد میں داخل ہوئے اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ ان دونوں میں سے ایک آپؐ کے دائیں جانب تھا اور دوسرا آپؐ کے بائیں جانب اور آپؐ ان دونوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور فرمایا۔ اس طرح ہم قیامت کے روز اٹھائے جائیں گے۔[932]

حضرت عبداللہ بن حَنْطَب ؓ سے مروی ہے کہ:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو دیکھا اور فرمایا یہ دونوں کان اور آنکھیں ہیں یعنی میرے قریبی ساتھیوں میں سے ہیں۔[933]

حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے آسمان والوں میں سے دو وزیر ہوتے ہیں اور زمین والوں میں سے بھی دو وزیر ہوتے ہیں۔ آسمان والوں میں سے میرے دو وزیر جبرئیل اور میکائیل ہیں اور **زمین والوں میں سے میرے دو وزیر ابو بکر اور عمر ہیں۔**[934]

پھر آپؐ کو جنت کی بشارت بھی دی۔ سعید بن مُسَیِّبْ نے کہا حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے مجھے بتایا کہ انہوں نے اپنے گھر میں وضو کیا۔ پھر باہر نکلے اور کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لگا رہوں گا اور آج سارا دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی رہوں گا۔ یعنی وہ دن انہوں نے آپؐ کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ وہ مسجد میں آئے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت پوچھا۔ لوگوں نے کہا کہ باہر نکلے ہیں اور اس طرف گئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چلا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق پوچھتا پچھتا رہا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بئرِ اَرِیْس (مسجد قبا کے قریب ایک کنواں تھا) میں داخل ہو گئے۔ میں دروازے کے پاس بیٹھ گیا اور اس کا دروازہ کھجور کی شاخوں کا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاجت سے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور میں اٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گیا تو کیا دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بئرِ اَرِیْس پر بیٹھے ہیں اور اس کی منڈیر کے وسط میں تھے اور اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھائے ہوئے

تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کو کنویں میں لٹکائے ہوئے تھے یعنی اپنے دونوں پاؤں لٹکائے ہوئے تھے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ پھر واپس مڑا اور دروازے پر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا آج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دربان بنوں گا۔ اتنے میں حضرت ابو بکرؓ آئے اور انہوں نے دروازے کو دھکیلا۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا ابو بکر۔ میں نے کہا ٹھہریے۔ پھر میں نے جا کر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ابو بکر ہیں جو اجازت چاہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں اجازت دو اور ان کو جنت کی بشارت دو۔ میں آیا یہاں تک کہ میں نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا اندر آ جائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؓ کو جنت کی بشارت دیتے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ اندر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منڈیر پر بیٹھ گئے۔ انہوں نے بھی اپنے پاؤں کنویں میں لٹکا دیے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا اور اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھا لیا۔ پھر میں واپس آیا اور بیٹھ گیا اور میں اپنے بھائی کو چھوڑ کر آیا تھا کہ وضو کر کے مجھ سے آملے۔ میں نے دل میں کہا کہ اگر اللہ فلاں کے بارے میں بھلائی کا ارادہ رکھتا ہے، ان کی مراد اپنے بھائی سے تھی۔ تو وہ اس کو لے آئے گا۔ کیا دیکھا کہ کوئی انسان دروازے کو ہلا رہا ہے۔ میں نے کہا یہ کون ہے؟ اس نے کہا عمر بن خطاب۔ میں نے کہا ٹھہریے۔ پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور میں نے کہا عمر بن خطاب ہیں۔ وہ اجازت چاہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں اجازت دو اور ان کو جنت کی بشارت دو۔ میں آیا۔ میں نے کہا اندر آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جنت کی بشارت دی ہے۔ وہ اندر آئے اور منڈیر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں طرف بیٹھ گئے اور اپنے پاؤں کنویں میں لٹکا دیے۔ پھر میں لوٹ آیا اور بیٹھ گیا۔ میں نے کہا اگر اللہ نے فلاں کی بہتری چاہی تو اس کو لے آئے گا۔ دوبارہ اپنے بھائی کے بارے میں سوچا۔ اتنے میں ایک آدمی آیا۔ وہ دروازے کو ہلانے لگا۔ میں نے کہا یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا عثمان بن عفان۔ میں نے کہا ٹھہریے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو اجازت دو اور ان کو جنت کی بشارت دو۔ اور حضرت عثمانؓ کے بارے میں ساتھ یہ بھی فرمایا کہ باوجود اس ایک بڑی مصیبت کے جو انہیں پہنچے گی ان کو جنت کی بشارت دو۔ میں ان کے پاس آیا اور میں نے ان سے کہا اندر آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو جنت کی بشارت دی ہے باوجود ایک بڑی مصیبت کے جو آپؓ کو پہنچے گی۔ وہ اندر آئے اور دیکھا کہ منڈیر کا ایک کنارہ بھر گیا ہے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دوسری طرف بیٹھ گئے۔[935]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم احد پر چڑھے اور آپؐ کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ تھے تو وہ ہلنے لگا۔ آپؐ نے فرمایا **احد! ٹھہر جا۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا پاؤں بھی مارا کیونکہ تم پر اَور کوئی نہیں صرف ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔**[936]

حضرت سعید بن زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نو لوگوں کے بارے میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ جنتی ہیں اور اگر دسویں کے بارے میں بھی یہی کہوں تو گنہگار نہیں ہوں گا۔ انہوں نے کہا کیسے؟ انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حرا پہاڑ پر تھے تو وہ ہلنے لگا۔ پہلی روایت بخاری کی تھی یہ ترمذی کی ہے اور اس میں حرا کا ذکر ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھہر ارہ اے حرا! یقیناً تجھ پر ایک نبی یا صدیق یا شہید ہیں۔ کسی نے پوچھا: وہ دس جنتی لوگ کون ہیں۔ حضرت سعید بن زیدؓ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، سعدؓ اور عبد الرحمٰن بن عوفؓ ہیں اور کہا گیا کہ دسواں کون ہے تو سعید بن زید نے کہا وہ میں ہوں۔[937]

یہاں یہ بھی واضح ہو جائے کہ اس روایت میں ان دس عظیم المرتبت صحابہ کا ذکر ہے جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زندگی میں جنت کی بشارت دے دی تھی۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرب بھی تھے اور مشیر بھی تھے جن کو سیرت کی اصطلاح میں عشرہ مبشرہ کہتے ہیں یعنی دس وہ لوگ جنہیں جنت کی بشارت دی گئی تھی لیکن **یہ مدنظر رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف دس کے بارے میں ہی جنت کی بشارت نہیں دی تھی بلکہ اس کے علاوہ بھی متعدد ایسے صحابہ اور صحابیات ہیں جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی خوشخبری دی تھی۔**

چنانچہ ان دس کے علاوہ کم و بیش پچاس کے قریب صحابہ و صحابیات کے ناموں کا ذکر بھی ملتا ہے۔ اس کے علاوہ جنگِ بدر میں شامل ہونے والوں جو کہ تین سو تیرہ کے قریب تھے اور جنگِ احد میں شامل ہونے والوں اور بیعتِ رضوان صلح حدیبیہ کے موقع پر شامل ہونے والوں کے متعلق بھی جنت کی خوشخبری دی گئی تھی۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے آج کون روزہ دار ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون تم میں سے آج جنازے کے ساتھ گیا؟ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ میں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کس نے آج کسی مسکین کو کھانا کھلایا؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا میں نے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کس نے آج کسی مریض کی عیادت کی؟ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ میں نے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **جس آدمی میں یہ سب باتیں جمع ہو گئیں وہ جنت میں داخل ہو گیا۔**[938] یہ صحیح مسلم کا حوالہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جبریل میرے پاس آیا اور اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس سے میری امت داخل ہو گی۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کاش! میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا تا کہ میں بھی اسے دیکھتا تو آپؐ نے فرمایا: **اے ابو بکر! تم میری اُمّت میں سے سب سے پہلے ہو جو جنت میں داخل ہو گے۔**[939]

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی بات کو بڑھاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ مجلس میں تشریف رکھتے تھے اور آپؐ کے ارد گرد صحابہ کرام بیٹھے ہوئے تھے کہ آپؐ نے یہ ذکر کرنا شروع کر دیا کہ جنت میں یوں ہو گا، یوں ہو گا اور پھر ان انعامات کا ذکر فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے لئے مقدر فرمائے ہیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو فرمانے لگے یارسول اللہؐ! دعا کیجئے کہ جنت میں مَیں بھی آپؐ کے ساتھ ہوں۔ (بعض روایتوں میں ایک اَور صحابی کا نام آتا ہے اور بعض روایتوں میں حضرت ابو بکرؓ کا نام آتا ہے) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ تم میرے ساتھ ہو گے اور میں اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتا ہوں کہ ایسا ہی ہو۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تو قدرتی طور پر باقی صحابہ کے دل میں بھی یہ خیال پیدا ہوا کہ ہم بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کریں کہ ہمارے لئے بھی یہی دعا کی جائے۔ پہلے تو وہ اس خیال میں تھے کہ ہمارے یہ کہاں نصیب ہیں کہ ہم جنت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں مگر جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ یا بعض روایتوں کے مطابق کسی اَور صحابی نے یہ بات کہہ دی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا بھی فرمائی تھی تو اب انہیں نمونہ مل گیا اور انہیں پتہ لگ گیا کہ یہ عمل ناممکن نہیں بلکہ ممکن ہے۔ چنانچہ ایک اَور صحابی کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا یارسول اللہؐ! میرے لئے بھی دعا فرمائیں کہ خدا تعالیٰ جنت میں مجھے آپؐ کے ساتھ رکھے۔ آپؐ نے فرمایا: خدا تعالیٰ تم پر بھی فضل کرے مگر جس نے پہلے کہا تھا اب تو وہ دعا لے گیا۔“[940]

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ:

”ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص فلاں عبادت میں زیادہ حصہ لے گا وہ جنت کے فلاں دروازہ سے گزارا جائے گا اور جو فلاں عبادت میں زیادہ حصہ لے گا وہ فلاں دروازہ سے گزارا جائے گا۔ اسی طرح آپؐ نے مختلف عبادات کا نام لیا اور فرمایا: جنت کے سات دروازوں سے مختلف اعمال حسنہ پر زیادہ زور دینے والے لوگ گزارے جائیں گے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی اس مجلس میں بیٹھے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ! مختلف دروازوں سے تو وہ اس لئے گزارے جائیں گے کہ انہوں نے ایک ایک عبادت پر زور دیا ہو گا لیکن یارسول اللہؐ! اگر کوئی شخص ساری عبادتوں پر ہی زور دے تو اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔

آپؐ نے فرمایا: وہ جنت کے ساتوں دروازوں سے گزارا جائے گا اور اے ابو بکرؓ! میں امید کرتا ہوں کہ تم بھی انہی میں سے ہو گے۔“[941]

آپ حسب و نسب کے ماہر تھے اور شعری ذوق بھی رکھنے والے تھے۔ لکھا ہے کہ **حضرت ابو بکر صدیقؓ لوگوں میں سب سے زیادہ اہلِ عرب کے حسب و نسب کو جاننے والے تھے۔**

جبیر بن مطعم جو کہ اس فن یعنی علم الانساب میں کمال تک پہنچے ہوئے تھے انہوں نے کہا مَیں نے نسب کا علم حضرت ابو بکرؓ سے سیکھا ہے۔ خاص طور پر قریش کا حسب و نسب کیونکہ حضرت ابو بکرؓ قریش

میں سے قریش کے حسب و نسب اور جو اچھائیاں اور برائیاں اُن کے نسب میں تھیں ان کا آپ سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے اور آپ اُن کی برائیوں کا تذکرہ نہیں کرتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ حضرت عقیل بن ابو طالبؓ کی نسبت ان میں زیادہ مقبول تھے یعنی قریش میں زیادہ مقبول تھے۔ حضرت عقیلؓ حضرت ابو بکرؓ کے بعد قریش کے حسب و نسب اور ان کے آباؤاجداد اور ان کی اچھائیوں اور برائیوں کے بارے میں سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ مگر حضرت عقیلؓ قریش کو ناپسندیدہ تھے کیونکہ وہ قریش کی برائیاں بھی گنوا دیتے تھے۔ حضرت عقیلؓ مسجد نبویؐ میں نسب ناموں، عرب کے حالات و واقعات کا علم حاصل کرنے کے لیے حضرت ابو بکرؓ کے پاس بیٹھا کرتے تھے۔

اہلِ مکہ کے نزدیک حضرت ابو بکرؓ ان کے بہترین لوگوں میں سے تھے چنانچہ جب بھی انہیں کوئی مشکل پیش آتی تو آپؓ سے مدد طلب کرتے تھے۔[942]

بیان ہوا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کو انسابِ عرب بالخصوص قریش کے نسب کا علم سب سے زیادہ ہے۔ چنانچہ جب قریش کے شعراء نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں اشعار کہے تو حضرت حسان بن ثابتؓ کے سپرد یہ خدمت ہوئی کہ وہ اشعار میں ہی ان کے ہجو کا جواب دیں۔ حضرت حسانؓ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ تم قریش کی ہجو کیسے کہو گے جبکہ مَیں خود بھی قریش میں سے ہوں۔ اس پر حضرت حسانؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپؐ کو ان سے ایسے نکال لوں گا جیسے آٹے سے بال یا مکھن سے بال نکال لیا جاتا ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ تم حضرت ابو بکرؓ کے پاس جاؤ اور ان سے قریش کے نسب کے بارے میں پوچھ لیا کرو۔ حضرت حسانؓ کہتے تھے کہ پھر میں اشعار لکھنے سے پہلے حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور وہ میری قریش کے مَردوں اور عورتوں کے بارے میں راہنمائی فرماتے۔ چنانچہ جب حضرت حسانؓ کے اشعار مکہ جاتے تو مکہ والے کہتے کہ ان اشعار کے پیچھے ابو بکر کی راہنمائی اور مشورہ شامل ہے۔[943] **حضرت ابو بکر علم الانساب کی طرح ایامِ عرب یعنی عربوں کی باہم جنگوں کی تاریخ کے بھی بہت بڑے عالم تھے۔**

اسی طرح حضرت ابو بکرؓ گو کہ باقاعدہ شاعر تو نہ تھے لیکن شعری ذوق خوب تھا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے سیرت نگاروں نے یہ بحث اٹھائی ہے کہ آپؓ نے باقاعدہ طور پر شعر کہے تھے یا نہیں اور کچھ سیرت نگاروں نے نفی کی ہے کہ آپؓ نے اشعار کہے ہوں گے البتہ بعض سیرت نگاروں نے حضرت ابو بکرؓ کے کچھ اشعار کا بھی ذکر کیا ہے۔ اسی طرح حضرت ابو بکرؓ کے اشعار پر مشتمل، پچیس قصائد پر مشتمل ایک مخطوطہ جو کہ ترکی کے کتب خانے سے دستیاب ہوا ہے وہاں پڑا ہوا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ حضرت ابو بکرؓ کے اشعار ہیں۔ اس میں کسی لکھنے والے نے یہاں تک لکھا ہے کہ مجھے ان اشعار کی حضرت ابو بکرؓ کی طرف نسب کی تصدیق الہامی طور پر ہوئی ہے۔ طبقاتِ ابنِ سعد اور سیرت ابنِ ہشام

نے یہی لکھا ہے کہ **حضرت ابو بکرؓ نے کچھ اشعار کہے تھے۔**

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر آپؐ کی تدفین کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے اشعار یہ بیان کیے جاتے ہیں یعنی ترجمہ یہ ہے کہ اے آنکھ! تجھے سید دوعالَم صلی اللہ علیہ وسلم پر رونے کے حق کی قسم! تُو روتی رہ اور اب تیرے آنسو کبھی نہ تھمیں۔ اے آنکھ! خِنْدِف یعنی قبیلہ قریش کے بہترین فرزند پر آنسو بہا جو کہ شام کے وقت لحد میں چھپا دیے گئے ہیں۔ پس بادشاہوں کے بادشاہ، بندوں کے والی اور عبادت کرنے والوں کے رب کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود ہو۔ پس حبیب کے بچھڑ جانے کے بعد اب کیسی زندگی۔ دس جہانوں کو زینت بخشنے والی ہستی کی جدائی کے بعد کیسی آراستگی۔ پس جس طرح ہم سب زندگی میں بھی ساتھ ہی تھے، کاش موت بھی ہم سب کو ایک ساتھ گھیرے میں لے لیتی۔[944] یہ اشعار کا ترجمہ ہے۔

آپؓ کی فراست کے بارے میں آتا ہے کہ بہت صاحبِ فراست تھے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو اختیار دیا ہے دنیا کا یا اس کا جو اللہ کے پاس ہے۔ تو اس نے جو اللہ کے پاس ہے اسے پسند کیا ہے۔ اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رو پڑے تو میں نے اپنے دل میں کہا اس بزرگ کو کیا بات رُلا رہی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے بندے کو دنیا یا جو اس کے پاس ہے پسند کرنے کے متعلق اختیار دیا ہے تو پھر اس نے جو اللہ عزّوجل کے پاس ہے اسے چن لیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ بندے تھے اور حضرت ابو بکرؓ ہم سب سے زیادہ علم رکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو بکر! مت رو۔ آگے ان کی روایت میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر! مت رو۔ **یقیناً تمام لوگوں میں سب سے بڑھ کر مجھ سے اپنی رفاقت اور اپنے مال کے ذریعہ نیکی کرنے والا ابو بکر ہی ہے۔ اگر میں اپنی امّت میں سے کسی کو خلیل بنانے والا ہوتا تو میں ابو بکر کو بناتا لیکن اسلام کی برادری اور محبت ہی ہے۔ مسجد میں کوئی دروازہ نہ رہے مگر بند کر دیا جائے سوائے ابو بکر کے دروازے کے۔**[945]

فراست کے حوالے سے یہ حوالہ دوبارہ پیش کیا۔ یہ دروازوں کا جو حوالہ ہے پہلے بھی کہہ چکا ہوں۔ اس کی ایک تشریح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی فرمائی ہے جو آگے بیان کروں گا۔ بہر حال حضرت مصلح موعودؓ اسی واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری ایام آئے تو ایک دن آپؐ تقریر کے لئے کھڑے ہوئے اور صحابہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ کا ایک بندہ ہے اس کو اس کے خدا نے مخاطب کیا اور کہا اے میرے بندے! میں تجھے اختیار دیتا ہوں کہ چاہے تُو دنیا میں رہ اور چاہے تو میرے پاس آجا۔ اس پر اس بندے نے خدا کے قرب کو پسند کیا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تو حضرت ابو بکرؓ رو پڑے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں" یہاں حضرت عمرؓ کے حوالے سے بات ہو رہی ہے۔ "حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ مجھے

ان کا رونا دیکھ کر سخت غصہ آیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو کسی بندے کا واقعہ بیان فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اختیار دیا کہ وہ چاہے تو دنیا میں رہے اور چاہے تو خدا تعالیٰ کے پاس چلا جائے۔ اور اس نے خدا تعالیٰ کے قرب کو پسند کیا، یہ بڈھا کیوں رو رہا ہے؟ مگر حضرت ابو بکرؓ کی اتنی ہچکی بندھی، اتنی ہچکی بندھی کہ وہ کسی طرح رکنے میں ہی نہیں آتی تھی۔" آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ابو بکر سے مجھے اتنی محبت ہے کہ اگر خدا کے سوا کسی کو خلیل بنانا جائز ہوتا تو میں ابو بکرؓ کو بناتا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دنوں کے بعد وفات پا گئے تو اس وقت ہم نے سمجھا کہ ابو بکرؓ کا رونا سچا تھا اور ہمارا غصہ بیوقوفی کی علامت تھا۔"[946]

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ جن کو قرآن مجید کا یہ فہم ملا تھا کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت **اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ** (المائدہ:4) پڑھی تو حضرت ابو بکرؓ رو پڑے۔ کسی نے پوچھا کہ یہ بڈھا کیوں روتا ہے؟ تو آپؑ نے یعنی حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ مجھے اس آیت سے پیغمبر خدا، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی بو آتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہ السلام بطور حکام کے ہوتے ہیں جیسے بندوبست کا ملازم جب اپنا کام کر چکتا ہے تو وہاں سے چل دیتا ہے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام جس کام کے واسطے دنیا میں آتے ہیں جب اس کو کر لیتے ہیں تو پھر وہ اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ پس جب **اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ** کی صدا پہنچی تو حضرت ابو بکرؓ نے سمجھ لیا کہ یہ آخری صدا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کا فہم بہت بڑھا ہوا تھا اور یہ جو احادیث میں آیا ہے کہ مسجد کی طرف سب کھڑکیاں بند کی جاویں۔ یہ کھڑکی کی وضاحت بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرما دی کہ کھڑکیاں بند کرنے سے کیا مراد ہے۔ فرمایا کہ یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ مسجد کی طرف سب کھڑکیاں بند کر دی جاویں مگر ابو بکر کی کھڑکی مسجد کی طرف کھلی رہے گی اس میں یہی سِرّ ہے کہ **مسجد چونکہ مظہر اسرارِ الٰہی ہوتی ہے اس لیے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی طرف یہ دروازہ بند نہیں ہو گا۔**

اللہ تعالیٰ کے اسرار، راز، باتوں میں گہرائی، اللہ تعالیٰ کی باتوں میں جو حکمت ہے وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ہمیشہ کھلی رہے گی۔ بعد میں بھی کھلتی چلی جائے گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام استعارات اور مجاز سے کام لیتے ہیں۔ جو شخص خشک ملاؤں کی طرح یہ کہتا ہے کہ نہیں ظاہر ہی ظاہر ہوتا ہے وہ سخت غلطی کرتا ہے۔ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے بیٹے سے یہ کہنا کہ یہ دہلیز بدل دے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سونے کے کڑے دیکھنا وغیرہ امور اپنے ظاہری معنوں پر نہیں تھے بلکہ استعارہ اور مجاز کے طور پر تھے۔ ان کے اندر ایک اَور حقیقت تھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ غرض مدعا یہی تھی کہ حضرت ابو بکرؓ کو فہمِ قرآن سب سے زیادہ دیا گیا تھا اس لیے حضرت ابو بکرؓ نے یہ استدلال کیا۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ میرا تو یہ مذہب

ہے کہ اگر یہ معانی بظاہر معارض بھی ہوتے تب بھی تقویٰ اور دیانتداری کا تقاضا تو یہ تھا کہ ابو بکر ہی کی مانتے یعنی لوگ انہی کی بات مانتے مگر یہاں تو ایک لفظ بھی قرآن مجید میں ایسا نہیں ہے جو حضرت ابو بکرؓ کے معنوں کا معارض ہو۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ مولویوں سے پوچھو کہ ابو بکر دانشمند تھے کہ نہیں۔ کیا وہ ابو بکر نہ تھے جو صدیق کہلایا۔ کیا یہی وہ شخص نہیں جو سب سے پہلے خلیفہ رسول اللہ کا بنا۔ جس نے اسلام کی بہت بڑی خدمت کی کہ خطرناک ارتداد کی وبا کو روک دیا۔ فرماتے ہیں: اچھا اَور باتیں جانے دو۔ یہی بتاؤ کہ حضرت ابو بکرؓ کو منبر پر چڑھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی تھی۔ پھر تقویٰ سے یہ بتاؤ کہ انہوں نے جو مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (آل عمران:145) پڑھا تو اس سے استدلال تام کرنا تھا یا ایسا ناقص کہ ایک بچہ بھی کہہ سکتا کہ عیسیٰ کو موتیٰ سمجھنے والا کافر ہو جاتا ہے۔[947] یعنی مکمل یہ آیت پڑھنے کا مطلب ہی یہ تھا کہ ایک بڑا واضح اور ٹھوس دلیل دی جائے نہ کہ ناقص دلیل۔

پھر ایک اَور موقع پر اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ” اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ کی آیت دو پہلو رکھتی ہے۔ ایک یہ کہ تمہاری تطہیر کر چکا۔ دوم کتاب مکمل کر چکا... کہتے ہیں جب یہ آیت اتری تو ابو بکر رو پڑے۔ کسی نے کہا اے بڈھے۔ کیوں روتا ہے؟ آپؓ نے جواب دیا کہ اس آیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی بو آتی ہے۔ کیونکہ یہ مقرر شدہ بات ہے کہ جب کام ہو چکتا ہے تو اس کا پورا ہونا ہی وفات پر دلالت کرتا ہے۔ جیسا دنیا میں بندوبست ہوتے ہیں اور جب وہ ختم ہو جاتا ہے تو عملہ وہاں سے رخصت ہوتا ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ والا قصہ سنا تو فرمایا سب سے سمجھدار ابو بکرؓ ہے اور یہ فرمایا کہ اگر دنیا میں کسی کو دوست رکھتا تو ابو بکر کو رکھتا اور فرمایا۔ ابو بکر کی کھڑکی مسجد میں کھلی رہے باقی سب بند کر دو۔ کوئی پوچھے کہ اس میں مناسبت کیا ہوئی“ اس سے کیا مراد ہے کہ دوست رکھتا، پھر کھڑکی کھلی رہے گی۔ آپ مناسبت بیان فرما رہے ہیں کہ ”تو یاد رکھو کہ مسجد خانۂ خدا ہے جو سرچشمہ ہے تمام حقائق و معارف کا۔ اس لئے فرمایا کہ ابو بکرؓ کی اندرونی کھڑکی اس طرف ہے تو اس کے لئے یہ بھی کھڑکی رکھی جاوے۔ یہ بات نہیں کہ اَور صحابہؓ محروم تھے۔“ ان میں بھی بڑے بڑے فِراست والے تھے لیکن سب سے زیادہ حضرت ابو بکرؓ میں تھی ”بلکہ **ابو بکرؓ کی فضیلت وہ ذاتی فِراست تھی جس نے ابتداء میں بھی اپنا نمونہ دکھایا اور انتہاء میں بھی۔ گویا ابو بکرؓ کا وجود مَجْمُوْعَةُ الْفِرَاسَتَيْن تھا۔**“[948]

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ”(حضرت ابو بکر) صدیقؓ صاحبِ تجربہ اور صاحبِ فِراست لوگوں میں سے تھے۔ آپؓ نے بہت سے پیچیدہ امور اور ان کی سختیوں کو دیکھا اور کئی معرکوں میں شامل ہوئے اور ان کی جنگی چالوں کا مشاہدہ کیا۔ اور آپؓ نے کئی صحرا و کوہسار روندے اور کتنے ہی ہلاکت کے مقامات تھے جن میں آپ بے دریغ گھس گئے۔ اور کتنی کج راہیں تھیں جن کو آپؓ نے سیدھا کیا۔ اور کئی جنگوں میں آپؓ نے پیش قدمی کی اور کتنے ہی فتنے تھے جن کو آپ نے نیست و نابود کیا

اور کتنی ہی سواریاں تھیں جن کو آپ نے سفروں میں دبلا کیا" یعنی بے شمار سفر کیے کہ سواریاں تھک جاتی تھیں "اور بہت سے مراحل طے کئے یہاں تک کہ آپ صاحب تجربہ و فراست بن گئے۔ آپؓ مصائب پر صبر کرنے والے اور صاحبِ ریاضت تھے۔ پس **اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو اپنی آیات کے مورد صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کے لئے چنا اور آپؓ کے صدق وثبات کے باعث آپؓ کی تعریف کی۔**

یہ اشارہ تھا اس بات کا کہ آپؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیاروں میں سے سب سے بڑھ کر ہیں۔ آپؓ حریت کے خمیر سے پیدا کئے گئے اور وفا آپؓ کی گھٹی میں تھی۔ اس وجہ سے آپؓ کو خوفناک اہم امر اور ہوش رُبا خوف کے وقت منتخب کیا گیا اور اللہ علیم و حکیم ہے۔ وہ تمام امور کو ان کے موقع و محل پر رکھتا اور پانیوں کو ان کے (مناسبِ حال) سرچشموں سے جاری کرتا ہے۔ سو اس نے ابن ابی قحافہ پر نگاہِ التفات ڈالی اور اس پر خاص احسان فرمایا۔ اور اسے ایک یگانۂ روزگار شخصیت بنا دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور وہ بات کرنے والوں میں سب سے سچا ہے۔" یعنی اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا اور اللہ تعالیٰ بات کرنے والوں میں سے سب سے سچا ہے۔ کیا فرمایا۔ "اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَ اَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَ جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (سورۃ التوبۃ آیت 40) اگر تم اس (رسول) کی مدد نہ بھی کرو تو اللہ (پہلے بھی) اس کی مدد کر چکا ہے جب اسے ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا (وطن سے) نکال دیا تھا اس حال میں کہ وہ دو میں سے ایک تھا۔ جب وہ دونوں غار میں تھے اور وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غم نہ کر یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پس اللہ نے اس پر اپنی سکینت نازل کی اور اس کی ایسے لشکروں سے مدد کی جن کو تم نے کبھی نہیں دیکھا اور اس نے ان لوگوں کی بات نیچی کر دکھائی جنہوں نے کفر کیا تھا اور بات اللہ ہی کی غالب ہوتی ہے اور اللہ کامل غلبہ والا (اور) بہت حکمت والا ہے۔"[949]

حضرت ابوبکرؓ کو تعبیر الرؤیا کا فن بھی بہت آتا تھا۔ لکھا ہے کہ:

علم تعبیر میں حضرت ابوبکر صدیقؓ بڑا ملکہ رکھتے تھے۔ علم تعبیر میں آپؓ کو سب سے زیادہ فوقیت حاصل تھی۔ یہاں تک کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں آپؓ خوابوں کی تعبیر بتایا کرتے تھے۔ امام محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ سب سے بڑے معبّر تھے۔[950]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیان کردہ چند خوابوں کی تعبیریں بیان کی جاتی ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ احد سے واپسی کے موقع پر ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! میں نے خواب میں ایک بادل دیکھا ہے جس سے گھی اور شہد ٹپک رہا تھا اور میں نے دیکھا کہ لوگ اپنے ہاتھوں میں اس سے لے رہے تھے۔ کوئی زیادہ لینے والا کوئی تھوڑا لینے والا

اور میں نے ایک رسی دیکھی جو آسمان تک پہنچی ہوئی تھی اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ نے اسے پکڑا اور اس کے ذریعہ اوپر چلے گئے۔ اس کے بعد ایک اَور شخص نے اسے پکڑا اور وہ بھی اس کے ذریعہ اوپر چلا گیا۔ اس کے بعد ایک اَور شخص نے اسے پکڑا اور وہ بھی اوپر چلا گیا۔ پھر اس کے بعد ایک اَور شخص نے اس رسی کو پکڑا اور وہ ٹوٹ گئی۔ پھر اس کے لیے جوڑ دی گئی اور وہ اس کے ذریعہ اوپر چڑھ گیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اس کی تعبیر کرنے دیجیے۔ اجازت ہو تو میں تعبیر کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی تعبیر کرو تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ سایہ کرنے والا بادل تو اسلام ہے اور جو شہد اور گھی اس میں سے ٹپک رہا تھا وہ قرآن ہے۔ اس کی شیرینی اور اس کی لطافت اور لوگ اس سے جو شہد اور گھی لے رہے ہیں اس سے مراد قرآن حاصل کرنے والا ہے۔ یعنی قرآن کریم کا علم حاصل کرنے والا زیادہ یا تھوڑا۔ اور وہ رسی جو آسمان تک پہنچی ہوئی ہے تو وہ حق ہے جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو لیا اور اس کے ذریعہ آپؐ بلند ہو گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس کو ایک اَور آدمی لے گا اور اس کے ذریعہ بلند ہو گا۔ پھر ایک اَور، وہ بھی اس کے ذریعہ بلند ہو گا۔ پھر ایک اَور، اور وہ منقطع ہو جائے گی۔ پھر اس کے لیے جوڑی جائے گی اور وہ اس کے ذریعہ بلند ہو گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے کچھ صحیح کہا اور کچھ غلطی کی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یارسول اللہؐ! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قسم دیتا ہوں آپؐ مجھے ضرور بتائیے جو میں نے ٹھیک کہا اور جو میں نے غلطی کی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر قسم نہ دو۔[951]

یعنی آپ نہیں چاہتے تھے کہ جو صحیح تعبیر ہے وہ اس وقت واضح طور پر بتائی جائے۔ اس لیے آپؐ نے فرمایا کہ قسم نہ دو۔ بس ٹھیک ہے جتنی تم نے کر دی ہے وہی کافی ہے۔

ابن شہاب سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب دیکھا۔ اس خواب کو حضرت ابوبکرؓ کے سامنے بیان کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ جیسے میں اور تم ایک زینے پر چڑھے ہوں اور میں تم سے اڑھائی زینے آگے بڑھ گیا ہوں۔ انہوں نے کہا خیر ہے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ آپؐ کو اس وقت تک باقی رکھے گا کہ آپؐ اپنی آنکھوں سے وہ چیز دیکھ لیں جو آپؐ کو مسرور کرے اور خوش کرے اور آپؐ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرے۔ آپ نے ان کے سامنے اسی طرح تین مرتبہ دہرایا۔ تیسری مرتبہ فرمایا کہ اے ابوبکر! میں نے خواب دیکھا کہ جیسے میں اور تم ایک زینے پر چڑھے۔ میں تم سے اڑھائی سیڑھی آگے بڑھ گیا۔ انہوں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ آپؐ کو اپنی رحمت اور مغفرت کی طرف اٹھا لے گا اور میں آپؐ کے بعد اڑھائی سال تک زندہ رہوں گا۔[952] حضرت ابوبکرؓ نے اس کی یہ تشریح کی اور اسی طرح ہوا۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے خواب میں اپنے حجرے میں تین چاند گرتے ہوئے دیکھے تو میں نے اپنی خواب اپنے والد حضرت ابو بکر صدیقؓ کے سامنے بیان کی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین حضرت عائشہؓ کے حجرے میں عمل میں آئی تو حضرت ابو بکرؓ نے آپؓ سے کہا یہ تمہارے چاندوں میں سے ایک ہے اور یہ ان میں سے بہترین ہے۔[953]

حضرت عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ کالی بکریوں کا ریوڑ میری پیروی کر رہا ہے اور ان کے پیچھے خاکستری رنگ کی بکریوں کا ریوڑ ہے۔ اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ عرب آپ کی پیروی کریں گے اور پھر عجم ان کی پیروی کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے نے بھی یہی تعبیر کی ہے۔[954] یہ تو خوابوں کا ذکر تھا۔

اب یہ ذکر ہے کہ **مردوں میں سب سے پہلے مسلمان کون تھا؟**

تو اس بارے میں یہی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کا ہی کہا جاتا ہے۔ حضرت عمار بن یاسرؓ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ابتدائی زمانے میں دیکھا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف پانچ غلام اور دو عورتیں اور حضرت ابو بکرؓ تھے۔[955]

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اپنی تصنیف سیرت خاتم النبیین میں تفصیلی نوٹ لکھا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں اور انہوں نے یہ بحث کی ہے کہ سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کون ایمان لایا تھا؟ چنانچہ آپؓ لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے مشن کی تبلیغ شروع کی تو سب سے پہلے ایمان لانے والی حضرت خدیجہؓ تھیں جنہوں نے ایک لمحہ کے لیے بھی تردّد نہیں کیا۔ حضرت خدیجہؓ کے بعد مَردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے کے متعلق مورخین میں اختلاف ہے۔ بعض حضرت ابو بکر عبد اللہ بن ابی قحافہ کا نام لیتے ہیں۔ بعض حضرت علیؓ کا جن کی عمر اس وقت صرف دس سال کی تھی اور بعض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہؓ کا۔

مگر ہمارے نزدیک یہ جھگڑا فضول ہے۔ حضرت علیؓ اور زید بن حارثہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے آدمی تھے اور آپؐ کے بچوں کی طرح آپؐ کے ساتھ رہتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا تھا اور ان کا ایمان لانا۔ (یعنی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا اس پر ان کو یقین تھا اور ایمان تھا اس لیے یہ کہنا کہ آپ ایمان لائے تو یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے کیونکہ ان کی عمر چھوٹی تھی اور گھر کے فرد تھے) بلکہ ان کی طرف سے تو شاید کسی قولی اقرار کی بھی ضرورت نہ تھی۔ پس ان کا نام بیچ میں لانے کی ضرورت نہیں اور جو باقی رہے ان سب میں سے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمہ طور پر مقدم اور سابق بالایمان تھے۔

حضرت ابو بکرؓ اپنی شرافت اور قابلیت کی وجہ سے قریش میں بہت مکرم و معزز تھے اور اسلام میں تو اُن کو وہ رتبہ حاصل ہوا جو کسی اَور صحابی کو حاصل نہیں تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے ایک لمحہ کے لیے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ میں شک نہیں کیا بلکہ سنتے ہی قبول کیا اور پھر انہوں نے اپنی ساری توجہ اور اپنی جان اور مال کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی خدمت میں وقف کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ میں ابو بکر کو زیادہ عزیز رکھتے تھے اور آپؐ کی وفات کے بعد وہ آپؐ کے پہلے خلیفہ ہوئے۔ اپنی خلافت کے زمانہ میں بھی انہوں نے بے نظیر قابلیت کا ثبوت دیا۔ حضرت ابو بکرؓ کے متعلق یورپ کا مشہور مستشرق سپر نگر لکھتا ہے کہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آغازِ اسلام میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خواہ دھوکا کھانے والے ہوں مگر دھوکا دینے والے ہرگز نہیں تھے بلکہ صدقِ دل سے اپنے آپ کو خدا کا رسول یقین کرتے تھے۔ اور سر ولیم میور کو بھی سپر نگر کی اس رائے سے کُلّی اتفاق ہے۔

حضرت خدیجہؓ، حضرت ابو بکرؓ، حضرت علیؓ اور زید بن حارثہؓ کے بعد اسلام لانے والوں میں پانچ اشخاص تھے جو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تبلیغ سے ایمان لائے اور یہ سب کے سب اسلام میں ایسے جلیل القدر اور عالی مرتبہ اصحاب نکلے کہ چوٹی کے صحابہ میں شمار کیے جاتے تھے۔ ان کے نام یہ ہیں۔ اوّل حضرت عثمان بن عفانؓ۔ دوسرے عبد الرحمٰن بن عوف۔ تیسرے سعد بن ابی وقاص۔ چوتھے زبیر بن عوام۔ پانچویں طلحہ بن عبید اللہ۔ یہ پانچوں اصحاب عشرہ مبشرہ میں سے ہیں یعنی ان دس اصحاب میں داخل ہیں جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے خاص طور پر جنت کی بشارت دی تھی اور جو آپ کے نہایت مقرب صحابی اور مشیر شمار ہوتے تھے۔[956]

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک موقع پر جماعت کو مالی تحریک کر رہے تھے تو اس میں آپ نے اس کو اس واقعہ کے ساتھ بھی جوڑا۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ "مومن ایسی تحریکوں پر گھبراتا نہیں" یعنی مالی تحریکوں پر یا قربانی کی تحریکوں پر "بلکہ خوش ہوتا ہے اور اس کو فخر ہوتا ہے کہ تحریک سب سے پہلے مجھ تک پہنچی۔ وہ ڈرتا نہیں بلکہ اس پر اس کو ناز ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کا وہ شکریہ ادا کرتا ہے اور سب سے زیادہ اس کی راہ میں قربانی کرتا ہے اور درجہ بھی سب سے بڑھ کر پاتا ہے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ جو قربانیاں حضرت ابو بکرؓ نے کیں یا جس جس خدمت کا ان کو موقع حاصل ہوا ہے وہ آرزو کرتے تھے کہ مجھے سب سے پہلے ان قربانیوں کا کیوں موقع ملا۔" کبھی سوچا ہو گا، خواہش کی ہو گی کہ کیوں مجھے موقع ملا۔ "انہوں نے بڑی خوشی کے ساتھ اپنے آپ کو خطرات میں ڈالا اور خدا کی راہ میں تکلیفیں اٹھائیں۔ اس لئے انہوں نے وہ درجہ پایا جو حضرت عمرؓ بھی نہ پا سکے۔ کیونکہ جو پہلے ایمان لاتا ہے اس کو سب سے پہلے قربانیوں کا موقع ملتا ہے حالانکہ خطرات حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کے وقت بھی تھے۔ تکلیفیں دی جاتی تھیں۔ نمازیں نہیں پڑھنے دیتے تھے۔ صحابہ وطنوں سے بے وطن ہو رہے تھے۔ پہلی ہجرتِ حبشہ جاری تھی۔ ترقیوں کا زمانہ ان کے ایمان لانے کے بہت بعد شروع ہوا مگر پھر بھی جو مرتبہ حضرت ابو بکرؓ

کو ابتداء میں ایمان لانے اور ابتداء میں قربانیوں کا موقع میسر آنے کی وجہ سے حاصل ہوا، حضرت عمرؓ اس کی برابری نہ کر سکے۔ یہی وجہ ہے ایک دفعہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کا اختلاف ہو گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ تم لوگ جس وقت اسلام سے انکار کر رہے تھے اس وقت ابو بکر نے اسلام کو قبول کیا اور جس وقت تم اسلام کی مخالفت کر رہے تھے اس نے اسلام کی مدد کی اب تم اس کو کیوں دکھ دیتے ہو۔ تو ان کے پہلے ایمان لانے اور قربانیوں کا اظہار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حالانکہ تکلیفیں حضرت عمرؓ نے بھی اٹھائیں اور قربانیاں انہوں نے بھی کی تھیں۔ پس حضرت ابو بکرؓ کو اس سبقت پر فخر حاصل تھا۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ یہ چاہتے ہوں گے کہ کاش! فتح مکہ کے وقت ان کو ایمان لانے کا موقع ملتا بلکہ اگر دنیا کی بادشاہت کو بھی ان کے سامنے رکھ دیا جاتا تو حضرت ابو بکرؓ اس کو نہایت حقیر بدلہ قرار دیتے اور منظور نہ کرتے بلکہ وہ اس مرتبہ کے معاوضہ میں دنیا کی بادشاہت کو پاؤں سے ٹھوکر مارنے کی تکلیف بھی گوارا نہ کرتے۔"[957]

پس یہ ان کی قربانیوں کا صلہ تھا اور اس طرح اللہ تعالیٰ درجہ بہ درجہ صلہ دیتا ہے۔

غلاموں کے آزاد کروانے کے بارے میں لکھا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے کہ اَبُوْبَكْرٍ سَيِّدُنَا وَاَعْتَقَ سَيِّدَنَا يَعْنِيْ بِلَالًا۔[958]

ابو بکر ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے ہمارے سردار کو آزاد کیا۔ ان کی مراد حضرت بلالؓ سے تھی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے آغاز اسلام میں اپنے مال سے سات غلاموں کو آزاد کروایا جنہیں اللہ کی وجہ سے تکلیف دی جاتی تھی۔ ان غلاموں کے نام یہ ہیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ۔ عامر بن فُهیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ زِنِّیْرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ نَہْدِیَّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کی بیٹی رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کی بیٹی بنی مُؤَمَّل کی ایک لونڈی اور اُمّ عُبَیْس۔[959]

مخالف بھی حضرت ابو بکرؓ کی نیکی اور اخلاق فاضلہ کے قائل تھے

چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ "ابو بکرؓ جیسا انسان جس کا سارا مکہ ممنونِ احسان تھا۔ وہ جو کچھ کماتے تھے غلاموں کو آزاد کرانے میں خرچ کر دیتے تھے۔ آپؓ ایک دفعہ مکہ کو چھوڑ کر جا رہے تھے کہ ایک رئیس آپؓ سے راستہ میں ملا اور اس نے پوچھا ابو بکر تم کہاں جا رہے ہو آپؓ نے فرمایا اس شہر میں اب میرے لئے امن نہیں ہے میں اب کہیں اَور جا رہا ہوں۔ اس رئیس نے کہا تمہارے جیسا نیک آدمی اگر شہر سے نکل گیا تو شہر برباد ہو جائے گا۔ میں تمہیں پناہ دیتا ہوں تم شہر چھوڑ کر نہ جاؤ۔ آپؓ اُس رئیس کی پناہ میں واپس آ گئے۔ آپؓ جب صبح کو اٹھتے اور قرآن پڑھتے تو عورتیں اور بچے دیوار کے ساتھ کان لگا لگا کر قرآن سنتے کیونکہ آپؓ کی آواز میں بڑی رِقّت، سوز اور درد تھا اور قرآن کریم چونکہ عربی میں تھا ہر عورت، مرد، بچہ اس کے معنی سمجھتا تھا اور سننے والے اس سے متاثر ہوتے تھے۔ جب یہ بات پھیلی تو مکہ میں شور پڑ گیا کہ اس طرح تو سب لوگ بے دین ہو جائیں گے۔ آخر لوگ اُس رئیس کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ تم نے اس کو پناہ میں کیوں لے رکھا ہے۔ اس رئیس نے آ کر

آپؓ سے کہا کہ آپ اس طرح قرآن نہ پڑھا کریں۔ مکہ کے لوگ اس سے ناراض ہوتے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا پھر اپنی پناہ تم واپس لے لو میں تو اس سے باز نہیں آ سکتا۔ چنانچہ اس رئیس نے اپنی پناہ واپس لے لی۔ یہ آپؓ کے تقویٰ اور طہارت کا کتنا زبردست ثبوت ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ لوگ شدید دشمن تھے اور آپ کو گالیاں بھی دیا کرتے تھے لیکن ابو بکرؓ کی پاکیزگی کے وہ اتنے قائل تھے کہ اس رئیس نے کہا آپ کے نکل جانے سے شہر برباد ہو جائے گا۔"[960]

امامتِ نماز کے بارے میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم موجودگی میں جن چند احباب کو مسجد نبوی میں نماز پڑھانے کی سعادت نصیب ہوئی ان میں حضرت ابو بکرؓ بھی ہیں اور حضرت ابو بکرؓ کی ایک خصوصی سعادت یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام میں تو بالخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق نمازیں پڑھانے کی سعادت میسر آئی۔ اس بارے میں متفرق روایات ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ جن میں ابو بکر ہوں ان کے لیے مناسب نہیں کہ ان کے علاوہ کوئی اَور ان کی امامت کروائے۔[961]

اسود بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھے کہ اتنے میں ہم نے نماز پر باقاعدگی اور اس کی عظمت کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بیماری سے بیمار ہوئے جس میں آپؐ فوت ہو گئے تھے تو نماز کا وقت ہوا اور اذان دی گئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو بکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں تو آپؐ سے عرض کیا گیا کہ ابو بکر رقیق القلب ہیں۔ جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو وہ لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پھر وہی عرض کیا گیا کہ رقیق القلب ہیں تو آپؐ نے تیسری مرتبہ پھر فرمایا اور کہا **تم یوسف والیاں ہوں۔ یعنی اس طرح کی باتیں کر رہی ہو۔ ابو بکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔**

تب حضرت ابو بکرؓ نماز پڑھانے کے لیے نکلے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طبیعت میں کچھ افاقہ محسوس کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور آپؐ کو دو آدمیوں کے درمیان سہارا دیا جا رہا تھا۔ وہ کہتی ہیں مجھے یہ ایسا ہی یاد ہے گویا کہ میں اب بھی دیکھ رہی ہوں کہ آپؐ کے پاؤں بیماری کی وجہ سے زمین پر لکیریں ڈال رہے تھے یعنی صحیح طرح چل نہیں سکتے تھے۔ پاؤں اٹھا نہیں سکتے تھے تو پاؤں زمین میں گھسٹ رہے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے جب آپ کو اس طرح آتے ہوئے دیکھا تو چاہا کہ پیچھے ہٹ جائیں مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارۃً فرمایا کہ اپنی جگہ پر ہی رہیں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لایا گیا یہاں تک کہ آپؐ حضرت ابو بکرؓ کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ اعمش سے کہا گیا اور کیا نبیؐ نماز پڑھا رہے تھے اور حضرت ابو بکرؓ آپ کی نماز کی اقتدا میں پڑھتے تھے اور لوگ حضرت ابو بکرؓ کی نماز کی اقتدا میں پڑھتے تھے تو انہوں نے سر سے اشارہ کیا کہ ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ کے بائیں طرف بیٹھے اور حضرت ابو بکرؓ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔[962]

حضرت انس بن مالک انصاریؓ نے، یہ راوی کہتے ہیں کہ، مجھے بتایا۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی اور خدمت کی اور آپ کی صحبت میں رہے۔ پھر بتایا کہ ابو بکر اُن لوگوں کو نماز پڑھایا کرتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بیماری میں جس میں آپؐ کی وفات ہو گئی یہاں تک کہ جب پیر کا دن ہوا اور وہ نماز میں صفوں میں تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرے کا پردہ اٹھایا۔ آپؐ ہمیں دیکھ رہے تھے اور آپؐ کھڑے ہوئے تھے۔ گویا کہ آپؐ کا چہرۂ مبارک قرآنِ مجید کا ورق تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر تبسم فرمایا اور ہمیں خیال ہوا کہ ہم نبیؐ کو دیکھنے کی وجہ سے خوشی سے آزمائش میں پڑ گئے ہیں۔ اتنے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی ایڑھیوں کے بل پیچھے ہٹے تا وہ صف میں مل جائیں اور وہ سمجھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے باہر تشریف لا رہے ہیں مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارۃً فرمایا کہ اپنی نماز پوری کرو اور پردہ ڈال دیا اور آپؐ اسی دن فوت ہو گئے۔[963]

ایک روایت میں ہے کہ انہی دنوں میں ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے نماز پڑھائی تھی۔

اس کی تفصیل یوں ملتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن زَمْعَہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری شدید ہو گئی اور مَیں مسلمانوں کی ایک جماعت میں آپؐ کی خدمت میں موجود تھا۔ حضرت بلالؓ نے آپ کو نماز کے لیے بلایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی کو کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ حضرت عبداللہ بن زمعہؓ باہر نکلے تو دیکھا حضرت عمرؓ لوگوں میں تھے اور حضرت ابو بکرؓ موجود نہ تھے۔ کہتے ہیں مَیں نے کہا کہ اے عمرؓ! کھڑے ہو جائیں اور لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ وہ آگے بڑھے اور اللہ اکبر کہا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آواز سنی، (حضرت عمرؓ کی آواز، بلند آواز ہوتی تھی) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو بکر کہاں ہیں؟ اللہ اس کا انکار کرتا ہے اور مسلمان بھی۔ اللہ اس کا انکار کرتا ہے اور مسلمان بھی۔ آپ نے حضرت ابو بکرؓ کو بلا بھیجا۔ وہ آئے اور بعد اس کے کہ حضرت عمرؓ نماز پڑھا چکے تھے پھر انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ یہ بھی ایک روایت ہے۔

ایک اَور روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کی آواز سنی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے یہاں تک کہ آپؐ نے اپنا سر مبارک اپنے حجرہ سے بلند کر کے دیکھا۔ پھر فرمایا: نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔ **چاہیے کہ ابن ابی قحافہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔**

آپؐ نے یہ ناراضگی سے فرمایا۔[964]

اس روایت کی مزید تفصیل مسند احمد میں یہ ملتی ہے کہ جب حضرت عمرؓ کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے حضرت عبداللہ بن زَمْعَہ ؓ سے جنہوں نے حضرت عمرؓ سے کہا تھا کہ آپ نماز پڑھائیں کہا کہ مَیں نے تو سمجھا تھا کہ تمہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے نماز پڑھانے کا کہا جائے وگرنہ مَیں کبھی بھی نماز نہ پڑھاتا۔ تو اس پر انہوں نے، عبداللہ بن زمعہؓ نے کہا کہ نہیں۔ مَیں نے جب دیکھا کہ حضرت ابو بکرؓ نظر نہیں آرہے تو خود ہی یہ سوچا کہ اس کے بعد آپ ہی نماز پڑھانے کے اہل ہیں۔ اس لیے میں نے خود آپؓ کی خدمت میں نماز پڑھانے کی درخواست کی تھی۔ مجھے براہ راست نہیں

کہا گیا تھا۔ یہ مسند کی روایت ہے۔[965]

آپؓ کی شفقتِ اولاد کے بارے میں لکھنے والے لکھتے ہیں، ایک مصنف نے لکھا ہے کہ:

حضرت ابو بکرؓ کو اپنی اولاد سے بہت محبت تھی۔ اپنے قول و عمل سے وہ اکثر اس بات کا اظہار بھی کرتے رہتے تھے۔ بڑے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن الگ مکان میں رہتے تھے لیکن ان کے گھر کا خرچ حضرت ابو بکرؓ نے اپنے ذمہ لے رکھا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ کی بڑی صاحبزادی حضرت اسماءؓ کی شادی حضرت زبیر بن عوامؓ سے ہوئی تھی۔ وہ شروع شروع میں بہت تنگدست تھے۔ گھر میں کوئی خادم یا خادمہ رکھنے کی مقدرت نہ تھی اس لیے حضرت اسماءؓ کو بہت کام کرنا پڑتا۔ وہ آٹا گوندھتی تھیں۔ کھانا پکاتی تھیں۔ پانی بھرتی تھیں۔ ڈول سیتی تھیں اور کافی فاصلے سے کھجور کی گٹھلیاں سر پر لاد کر لاتی تھیں یہاں تک کہ گھوڑے کو چارہ بھی کھلاتی تھیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو جب ان حالات کا علم ہوا تو انہوں نے ایک خادم بھیجا جو گھوڑے کو چارہ کھلاتا اور اس کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ حضرت اسماءؓ کہتی ہیں کہ خادم بھیج کر گویا ابا جان نے مجھے آزاد کر دیا۔[966]

ایک اَور واقعہ لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن ابو بکرؓ کو اپنی بیوی عاتکہ سے محبت تھی۔ اس کی وجہ سے انہوں نے جہاد پر جانا چھوڑ دیا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ یہ برداشت نہ کر سکتے تھے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ کو حکم دیا کہ تم نے بیوی کی وجہ سے جہاد پر جانا چھوڑ دیا ہے تو اسے طلاق دے دو۔ تو انہوں نے اس حکم کی تعمیل تو کر دی لیکن عاتکہ کے فراق میں بڑے پُردرد اشعار کہے۔ حضرت ابو بکرؓ کے کانوں تک یہ اشعار پہنچے تو ان کا دل پسیج گیا اور انہوں نے حضرت عبداللہؓ کو رجوع کرنے کی اجازت دے دی۔[967]

حضرت بَراءؓ نے بیان کیا کہ میں حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ ان کے گھر والوں کے پاس اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ ان کی بیٹی حضرت عائشہؓ لیٹی ہوئی ہیں۔ انہیں بخار ہو گیا تھا۔ میں نے دیکھا کہ انہوں نے یعنی حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عائشہؓ کے رخسار پر بوسہ دیا اور ان کی طبیعت پوچھی کہ اے میری بیٹی! تم کیسی ہو؟[968]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کا جو مرتبہ تھا اس بارے میں پہلے بھی بیان ہو چکا ہے۔ مزید بھی بیان ہوا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ **آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپؓ کو اپنا جانشین نامزد کرنا چاہتے تھے بلکہ یہ اشارہ دیا کہ اللہ تعالیٰ حضرت ابو بکرؓ ہی کو آپؐ کے بعد خلیفہ اور جانشین بنائے گا۔** چنانچہ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری میں مجھ سے فرمایا کہ ابو بکر اور اپنے بھائی کو میرے پاس بلاؤ تا کہ میں ایک تحریر لکھ دوں۔

مجھے ڈر ہے کہ کوئی خواہش کرنے والا خواہش کرے یا کوئی کہنے والا کہے کہ مَیں زیادہ حق دار ہوں لیکن اللہ اور مومن تو سوائے ابو بکر کے کسی اَور کا انکار کریں گے۔[969] یعنی کوئی اَور اگر کہے تو اس کا انکار

ہو گا۔ حضرت ابو بکرؓ ہی جانشین بنیں گے۔

پھر حضرت حذیفہ بن یمانؓ کی بھی ایک روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نہیں جانتا کہ میرے لیے تم میں باقی رہنا کب تک ہے۔ پس تم میری پیروی کرو اور ان کی جو میرے بعد ہیں۔ اور آپؐ کا اشارہ ابو بکرؓ اور عمرؓ کی طرف تھا۔[970]

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے تھے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپؐ فرماتے تھے کہ ایک بار میں سویا ہوا تھا۔ میں نے اپنے تئیں ایک کنویں پر دیکھا جس پر ایک ڈول تھا۔ میں نے اس کنویں میں سے جتنا اللہ نے چاہا کھینچ کر پانی نکالا۔ پھر ابن ابی قحافہ نے وہ ڈول لے لیا اور اس سے پانی کا ایک ڈول یا دو ڈول کھینچ کر نکالے اور ان کے کھینچنے میں کچھ کمزوری تھی اور اللہ ان کی اس کمزوری پر پردہ پوشی فرماتے ہوئے ان سے درگزر کرے گا۔ پھر وہ ڈول ایک چرسا ہو گیا یعنی چمڑے کا ایک بڑا ڈول بن گیا اور ابنِ خطاب نے اس کو لیا تو میں نے کبھی لوگوں میں ایسا شہ زور نہیں دیکھا جو اس طرح کھینچ کر پانی نکالتا ہو جس طرح عمر نکالتے تھے۔ اتنا نکالا کہ لوگ خوب سیر ہو کر اپنے اپنے ٹھکانوں میں جا بیٹھے۔[971]

یعنی حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ دونوں کے بارے میں آپؐ نے بتایا کہ آپؐ کے بعد جانشین ہوں گے۔

واقعۂ اِفک میں حضرت ابو بکرؓ کا کردار اور آپؓ کے فضائل جو ہیں اس کی تفصیل تو پہلے صحابہؓ میں بیان ہو چکی ہے۔ یہاں صرف ایک مختصر حصہ پیش کرتا ہوں جس سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت عائشہؓ پر اتنا بڑا الزام لگایا گیا گویا ایک پہاڑ ٹوٹ گیا لیکن حضرت عائشہؓ کے والدین کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام بیٹی کے پیار سے کہیں زیادہ بڑھا ہوا تھا کہ انہوں نے اس سارے عرصہ میں دیر تک اپنی بیٹی کو اسی حالت میں رہنے دیا کہ جس حالت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھنا مناسب سمجھا یہاں تک کہ ایک مرتبہ جب حضرت عائشہؓ اپنے والدین کے گھر تشریف لائیں تو حضرت ابو بکرؓ نے انہیں اسی وقت واپس ان کے گھر بھیج دیا۔ چنانچہ بخاری میں ہے کہ واقعۂ اُفک کے دوران حضرت عائشہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے ایک خادم کے ساتھ اپنے والدین کے گھر تشریف لے گئیں۔ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ میں گھر میں داخل ہوئی اور میں نے اپنی والدہ امّ رومان کو مکان کے نچلے حصہ میں اور حضرت ابو بکرؓ کو گھر کے بالاخانے میں پایا۔ وہ قرآن پڑھ رہے تھے۔ میری ماں نے کہا اے میری پیاری بیٹی! کیسے آئی؟ میں نے انہیں بتایا اور وہ واقعہ ان سے بیان کیا۔ کہتی ہیں میں کیا دیکھتی ہوں کہ اس سے انہیں وہ حیرت نہیں ہوئی جس قدر مجھے ہوئی تھی۔ میرا جو خیال تھا کہ واقعہ سن کر وہ پریشان ہوں گی لیکن ان کو کوئی حیرت نہیں ہوئی۔ حضرت عائشہؓ کی والدہ کہنے لگیں کہ اے میری پیاری بیٹی! اپنے خلاف ہونے والی اس بات کو معمولی سمجھو کیونکہ اللہ کی قسم! کم ہی ایسا ہوا ہے کہ کوئی خوبصورت عورت کسی شخص کے پاس ہو جس سے وہ محبت رکھتا ہو۔ اس کی سوتنیں ہوں مگر وہ اس سے حسد کرتی ہیں اور اس کے متعلق باتیں بنائی جاتی ہیں۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میں کیا دیکھتی ہوں کہ اس کا ان پر وہ اثر نہیں جو مجھ پر ہے۔ مَیں نے کہا کہ میرے والد بھی یہ

جانتے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں۔ پھر حضرت عائشہؓ نے کہا، اپنی والدہ سے پوچھا: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ انہوں نے کہا ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی جانتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں اس بات پر میرے آنسو جاری ہو گئے اور میں رونے لگی۔ حضرت ابو بکرؓ نے میری آواز سنی اور وہ گھر کے بالا خانے میں قرآن پڑھ رہے تھے۔ وہ نیچے آئے اور میری ماں سے کہا اسے کیا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا اسے وہ بات پہنچی ہے جو اس کے متعلق کہی جا رہی ہے تو حضرت ابو بکرؓ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ کہنے لگے اے میری پیاری بیٹی! میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم اپنے گھر لوٹ جاؤ۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں واپس آ گئی۔[972]

واقعۂ افک کے تذکرہ میں اس گھناؤنی سازش اور حضرت ابو بکرؓ کے مناقب بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے ایک جگہ بیان فرمایا کہ ہمیں غور کرنا چاہیے کہ وہ کون کون لوگ تھے جن کو بدنام کرنا منافقوں کے لیے یا ان کے سرداروں کے لیے فائدہ مند ہو سکتا تھا اور کن کن لوگوں سے اس ذریعہ سے منافق اپنی دشمنی نکال سکتے تھے۔ حضورؓ فرماتے ہیں کہ ایک ادنیٰ تدبر سے معلوم ہو سکتا ہے کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگا کر دو شخصوں سے دشمنی نکالی جا سکتی تھی۔ ایک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ایک حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

کیونکہ ایک کی وہ بیوی تھیں اور ایک کی بیٹی تھیں۔ یہ دونوں وجود ایسے تھے کہ ان کی بدنامی سیاسی یا اقتصادی لحاظ سے یا دشمنیوں کے لحاظ سے بعض لوگوں کے لیے فائدہ بخش ہو سکتی تھی یا بعض لوگوں کی اغراض ان کو بدنام کرنے کے ساتھ وابستہ تھیں۔ ورنہ خود حضرت عائشہؓ کی بدنامی سے کسی شخص کو کوئی دلچسپی نہیں ہو سکتی تھی۔ زیادہ سے زیادہ آپؓ سے سوتوں کا تعلق ہو سکتا تھا۔ یعنی دوسری بیویاں تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور یہ خیال ہو سکتا تھا کہ شائد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سوتوں نے حضرت عائشہؓ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں سے گرانے اور اپنی نیک نامی چاہنے کے لیے اس معاملہ میں کوئی حصہ لیا ہو مگر تاریخ شاہد ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سوتوں نے اس معاملہ میں کوئی حصہ نہیں لیا بلکہ حضرت عائشہؓ کا اپنا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں سے جس بیوی کو میں اپنا رقیب اور مدِ مقابل خیال کیا کرتی تھی وہ حضرت زینبؓ تھیں۔ ان کے علاوہ اَور کسی بیوی کو میں اپنا رقیب خیال نہیں کرتی تھی مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں زینبؓ کے اس احسان کو کبھی نہیں بھول سکتی کہ جب مجھ پر الزام لگایا گیا تو سب سے زیادہ زور سے اگر کوئی اس الزام کا انکار کیا کرتی تھیں تو وہ حضرت زینبؓ ہی تھیں۔

پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اگر کسی کو دشمنی ہو سکتی تھی تو وہ ان کی سوتوں کو ہی ہو سکتی تھی اور وہ اگر چاہتیں تو اس میں حصہ لے سکتی تھیں تا حضرت عائشہؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ سے گر جائیں اور ان کی عزت بڑھ جائے۔ مگر تاریخ سے ثابت ہے کہ انہوں نے اس معاملہ میں دخل ہی نہیں دیا یعنی دوسری بیویوں نے۔ اور اگر کسی سے پوچھا گیا تو اس نے حضرت عائشہؓ کی تعریف ہی کی۔

چنانچہ ایک اَور بیوی کے متعلق ذکر آتا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اس معاملے کا ذکر کیا تو اس نے کہا میں نے تو سوائے خیر کے عائشہؓ میں کوئی چیز نہیں دیکھی۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنی دشمنی نکالنے کا امکان اگر کسی کی طرف سے ہو سکتا تھا تو ان کی سوتوں کی طرف سے مگر ان کا اس معاملے میں کوئی تعلق ثابت نہیں ہوتا۔

اسی طرح مَردوں کی عورتوں سے دشمنی کی کوئی وجہ نہیں ہوتی۔ پس آپؓ پر الزام یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض کی وجہ سے لگایا گیا یا حضرت ابو بکرؓ سے بغض کی وجہ سے ایسا کیا گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مقام حاصل تھا وہ تو الزام لگانے والے کسی طرح چھین نہیں سکتے تھے۔ انہیں جس بات کا خطرہ تھا وہ یہ تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی وہ اپنی اغراض کو پورا کرنے سے محروم نہ رہ جائیں۔ اور وہ دیکھ رہے تھے کہ

آپؐ کے بعد خلیفہ ہونے کا اگر کوئی شخص اہل ہے تو وہ ابو بکر ہی ہے۔

پس اس خطرہ کو بھانپتے ہوئے انہوں نے حضرت عائشہؓ پر الزام لگا دیا تا حضرت عائشہؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ سے گر جائیں اور ان کے گر جانے کی وجہ سے حضرت ابو بکرؓ کو مسلمانوں میں جو مقام حاصل ہے وہ بھی جاتا رہے اور مسلمان آپؓ سے بدظن ہو کر یعنی حضرت ابو بکرؓ سے بدظن ہو کر اس عقیدت کو ترک کر دیں جو انہیں آپؓ سے تھی اور اس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے خلیفہ ہونے کا دروازہ بالکل بند ہو جائے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں جس طرح حضرت خلیفہ اوّلؓ کی زندگی میں پیغامیوں کا گروہ مجھ پر اعتراض کرتا رہتا تھا اور مجھے بدنام کرنے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔ پس یہی وجہ تھی کہ خدا تعالیٰ نے حضرت عائشہؓ پر الزام لگنے کے واقعہ کے بعد خلافت کا بھی ذکر کیا۔

حدیث میں صریح طور پر آتا ہے کہ صحابہؓ آپس میں باتیں کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کسی کا مقام ہے تو وہ ابو بکرؓ کا ہی مقام ہے۔

پھر حدیثوں میں آتا ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہؐ! آپ میری فلاں حاجت پوری کر دیں۔ آپؐ نے فرمایا اس وقت نہیں، پھر آنا۔ وہ بدوی تھا اور تہذیب و شائستگی کے اصول سے ناواقف تھا۔ اس نے صاف کہہ دیا کہ آخر آپؐ انسان ہیں۔ اگر میں پھر آؤں اور آپؐ اس وقت فوت ہو چکے ہوں تو میں کیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں دنیا میں نہ ہوا تو ابو بکرؓ کے پاس چلے جانا، وہ تمہاری حاجت پوری کر دے گا۔ اسی طرح حدیثوں میں آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا۔

اے عائشہؓ! میں چاہتا تھا کہ ابو بکر کو اپنے بعد نامزد کر دوں مگر میں جانتا ہوں کہ اللہ اور مومن اس کے سوا اَور کسی پر راضی نہیں ہوں گے اس لیے میں کچھ نہیں کہتا۔ غرض صحابہ یہ قدرتی

طور پر سمجھتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان میں سے اگر کسی کا درجہ ہے تو ابو بکر کا اور وہی آپؐ کا خلیفہ بننے کے اہل ہیں۔

مکی زندگی تو ایسی تھی کہ اس میں حکومت اور اس کے انتظام کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا لیکن مدینہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کے بعد حکومت قائم ہو گئی اور طبعاً منافقوں کے دلوں میں یہ سوال پیدا ہونے لگا کیونکہ آپؐ کی مدینہ میں تشریف لانے کی وجہ سے ان کی کئی امیدیں باطل ہو گئی تھیں۔ عبداللہ بن ابی بن سلول نے جب یہ دیکھا کہ اس کی بادشاہت کے تمام امکانات جاتے رہے ہیں تو اسے سخت غصہ آیا اور گو وہ بظاہر مسلمانوں میں مل گیا مگر ہمیشہ اسلام میں رخنے ڈالتا رہتا تھا۔ اور چونکہ اب وہ اَور کچھ نہیں کر سکتا تھا اس لیے اس کے دل میں اگر کوئی خواہش پیدا ہو سکتی تھی تو یہی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوں تو میں مدینہ کا بادشاہ بنوں لیکن مسلمانوں میں جونہی بادشاہت قائم ہوئی اور ایک نیا نظام انہوں نے دیکھا تو انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف سوالات کرنے شروع کر دیے کہ اسلامی حکومت کا کیا طریق ہے؟ آپؐ کے بعد اسلام کا کیا حال ہو گا اور اس بارے میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے؟ عبداللہ بن ابی بن سلول نے جب یہ حالت دیکھی تو اسے خوف پیدا ہونے لگا کہ اب اسلام کی حکومت ایسے رنگ میں قائم ہو گی کہ اس میں اس کا کوئی حصہ نہ ہو گا۔ یعنی عبداللہ کا کوئی حصہ نہ ہو گا۔ وہ ان حالات کو روکنا چاہتا تھا۔ اور اس کے لیے جب اس نے غور کیا تو اسے نظر آیا کہ اگر اسلامی حکومت کو اسلامی اصول پر کوئی شخص قائم کر سکتا ہے تو وہ ابو بکرؓ ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمانوں کی نظر اسی کی طرف اٹھتی یعنی حضرت ابو بکرؓ کی طرف اور وہ اسے سب دوسروں سے معزز سمجھتے ہیں۔ پس اس نے اپنی خیر اسی میں دیکھی کہ ان کو بدنام کر دیا جائے اور لوگوں کی نظروں سے حضرت ابو بکرؓ کو گرا دیا جائے بلکہ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ سے بھی گرا دیا جائے اور اس بدنیتی کے پورا کرنے کا موقع اسے حضرت عائشہؓ کے ایک جنگ میں پیچھے رہ جانے کے واقعہ سے مل گیا اور اس خبیث نے آپؓ پر گندا الزام لگا دیا جو قرآن کریم میں اشارۃً بیان کیا گیا ہے اور حدیثوں میں اس کی تفصیل آتی ہے۔

عبداللہ بن ابی بن سلول کی اس میں یہ غرض تھی کہ اس طرح حضرت ابو بکرؓ لوگوں کی نظروں میں بھی ذلیل ہو جائیں گے اور آپؓ کے تعلقات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی خراب ہو جائیں گے اور اس نظام کے قائم ہونے میں رخنہ پڑ جائے گا جس کا قائم ہونا اسے لابدی نظر آتا تھا، نظر آ رہا تھا کہ لازمی یہ ہو گا۔ اور جس کے قائم ہونے سے اس کی امیدیں تباہ ہو جاتی تھیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حکومت کے خواب صرف عبداللہ بن ابی بن سلول ہی نہیں دیکھ رہا تھا بعض اَور لوگ بھی اس مرض میں مبتلا تھے۔ چونکہ منافق اپنی موت کو ہمیشہ دُور سمجھتا ہے اور وہ دوسروں کی موت کے متعلق اندازے لگاتا رہتا ہے اس لیے عبداللہ بن ابی بن سلول بھی اپنی موت کو دُور سمجھتا تھا اور وہ نہیں جانتا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی وہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرے گا۔ وہ یہ قیاس

آرائیاں کرتا رہتا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوں تو میں عرب کا بادشاہ بنوں گا۔ لیکن اب اس نے دیکھا کہ ابو بکر کی نیکی اور تقویٰ اور بڑائی مسلمانوں میں تسلیم کی جاتی ہے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے تشریف نہیں لاتے تو ابو بکر آپؐ کی جگہ نماز پڑھاتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی فتویٰ پوچھنے کا موقع نہیں ملتا تو مسلمان ابو بکر سے فتویٰ پوچھتے ہیں۔ یہ دیکھ کر عبد اللہ بن ابی بن سلول کو جو آئندہ کی بادشاہت ملنے کی امید لگائے بیٹھا تھا سخت فکر لگا اور اس نے چاہا کہ اس کا ازالہ کرے۔ چنانچہ اسی امر کا ازالہ کرنے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہرت اور آپؓ کی عظمت کو مسلمانوں کی نگاہ سے گرانے کے لیے اس نے حضرت عائشہؓ پر الزام لگا دیا تا حضرت عائشہؓ پر الزام لگنے کی وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہؓ سے نفرت پیدا ہو اور حضرت عائشہؓ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نفرت کا یہ نتیجہ نکلے کہ حضرت ابو بکرؓ کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی نگاہوں میں جو اعزاز حاصل ہے وہ کم ہو جائے اور ان کے آئندہ خلیفہ بننے کا امکان نہ رہے چنانچہ اسی امر کا اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ذکر فرمایا ہے، فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡ بِالۡاِفۡکِ عُصۡبَۃٌ مِّنۡکُمۡ کہ وہ لوگ جنہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر اتہام لگایا ہے وہ تم لوگوں میں سے ہی مسلمان کہلانے والا ایک جتھا ہے مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لَا تَحۡسَبُوۡہُ شَرًّا لَّکُمۡ ؕ بَلۡ ہُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ ۔ تم یہ خیال نہ کرو کہ یہ الزام کوئی بُرا نتیجہ پیدا کرے گا بلکہ یہ الزام بھی تمہاری بہتری اور ترقی کا موجب ہو جائے گا۔ چنانچہ آپؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے لو اَب ہم خلافت کے متعلق بھی اصول بیان کر دیتے ہیں اور تم کو یہ بھی بتا دیتے ہیں کہ **یہ منافق زور مار کر دیکھ لیں۔ یہ ناکام رہیں گے اور ہم خلافت کو قائم کر کے چھوڑیں گے کیونکہ خلافت نبوت کا ایک جزو ہے اور الٰہی نور کے محفوظ رکھنے کا ایک ذریعہ ہے۔**[973]

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں "اب دیکھو! سورۂ نور کے شروع سے لے کر اس کے آخر تک کس طرح ایک ہی مضمون بیان کیا گیا ہے۔ پہلے اس الزام کا ذکر کیا جو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر لگایا گیا تھا اور چونکہ حضرت عائشہؓ پر الزام لگانے کی اصل غرض یہ تھی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ذلیل کیا جائے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے جو تعلقات ہیں وہ بگڑ جائیں اور اس کے نتیجہ میں مسلمانوں کی نگاہ میں بھی ان کی عزت کم ہو جائے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد وہ خلیفہ نہ ہو سکیں۔ کیونکہ عبد اللہ بن ابی بن سلول یہ بھانپ گیا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمانوں کی نگاہ اگر کسی پر اٹھتی ہے تو وہ ابو بکرؓ ہی ہے اور اگر ابو بکرؓ کے ذریعہ سے خلافت قائم ہو گئی تو عبد اللہ بن ابی بن سلول کی بادشاہی کے خواب کبھی پورے نہ ہوں گے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس الزام کے ذکر کے معاً بعد خلافت کا ذکر کیا اور فرمایا کہ خلافت بادشاہت نہیں ہے۔ وہ تو نورِ الٰہی کے قائم رکھنے کا ایک ذریعہ ہے اس لئے اس کا قیام اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ اس کا ضائع ہونا

تو نورِ نبوت اور نورِ الوہیت کا ضائع ہونا ہے۔ پس وہ اس نور کو ضرور قائم کرے گا اور نبوت کے بعد بادشاہت ہرگز قائم نہیں ہونے دے گا اور جسے چاہے گا خلیفہ بنائے گا بلکہ وہ وعدہ کرتا ہے کہ مسلمانوں سے ایک نہیں متعدد لوگوں کو خلافت پر قائم کرکے نور کے زمانہ کو لمبا کر دے گا۔ یہ مضمون ایسا ہی ہے جیسے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرمایا کرتے تھے کہ خلافت کیسری کی دکان کا سوڈا واٹر نہیں کہ جس کا جی چاہے پی لے۔ اسی طرح فرمایا **تم اگر الزام لگانا چاہتے ہو تو بے شک لگاؤ نہ تم خلافت کو مٹا سکتے ہو نہ ابو بکرؓ کو خلافت سے محروم کر سکتے ہو کیونکہ خلافت ایک نور ہے۔ وہ نور اللہ کے ظہور کا ایک ذریعہ ہے اس کو انسان اپنی تدبیروں سے کہاں مٹا سکتا ہے۔**

پھر فرماتا ہے کہ اسی طرح خلافت کا یہ نور چند اَور گھروں میں بھی پایا جاتا ہے اور کوئی انسان اپنی کوششوں اور اپنے مکروں سے اس نور کے ظہور کو روک نہیں سکتا۔"[974]

بہرحال یہ خلافت کے بارے میں ایک مضمون ہے۔ اس پہ آپؓ نے خطبہ دیا تھا۔ اس سے (پتہ چلتا ہے کہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں حضرت ابو بکرؓ کا ایک مقام تھا اور پھر اللہ تعالیٰ کی جو فعلی شہادت تھی اس سے بھی ثابت ہو گیا کہ نبوت کے فوراً بعد جو خلافت کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق جاری رہنا تھا وہ جاری رہا اور اس کے بعد اگر بادشاہت آئی تو وہ بعد کی باتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے وہ نظام (اب) پھر قائم ہوا۔

پھر حضرت ابو بکرؓ کے انکسار اور تواضع کے بارے میں آتا ہے۔ حضرت سعید بن مسیبؒ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند اصحاب کے ہمراہ ایک مجلس میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ جھگڑ پڑا اور آپؓ کو تکلیف پہنچائی۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ خاموش رہے۔ اس نے دوسری مرتبہ تکلیف پہنچائی جس پر حضرت ابو بکرؓ پھر خاموش رہے۔ اس نے تیسری مرتبہ تکلیف دی تو حضرت ابو بکرؓ نے بدلہ لیا۔ جب حضرت ابو بکرؓ نے بدلہ لیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! کیا آپ مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں؟ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آسمان سے ایک فرشتہ اترا جو اس بات کی تکذیب کر رہا تھا جو وہ تیری نسبت بیان کر رہا تھا۔ جب تُو نے بدلہ لیا تو شیطان آ گیا اور میں اس مجلس میں نہیں بیٹھنے والا جس میں شیطان پڑ گیا ہو۔[975]

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو بکر! تین باتیں ہیں جو سب برحق ہیں۔ کسی بندے پر کسی چیز کے ذریعہ ظلم کیا جائے اور وہ محض اللہ عزوجل کی خاطر اس سے چشم پوشی کرے تو اللہ اسے اپنی نصرت کے ذریعہ سے معزز بنا دیتا ہے۔ وہ شخص جو کسی عطیے کا دروازہ کھولے جس کے ذریعہ اس کا ارادہ صلہ رحمی کرنے کا ہو تو اللہ اس کے ذریعہ اسے مال کی کثرت میں بڑھا دیتا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ وہ شخص جو سوال کا دروازہ کھولے جس کے ذریعہ اس کا ارادہ مال کی کثرت کا ہو تو اللہ اسے اس کے ذریعہ

قلت اور کمی میں بڑھا دیتا ہے۔[976]

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابو بکرؓ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”آپ رضی اللہ عنہ معرفتِ تامہ رکھنے والے عارف باللہ، بڑے حلیم الطبع اور نہایت مہربان فطرت کے مالک تھے اور انکسار اور مسکینی کی وضع میں زندگی بسر کرتے تھے۔ بہت ہی عفوو در گزر کرنے والے اور مجسّم شفقت ورحمت تھے۔ آپؓ اپنی پیشانی کے نور سے پہچانے جاتے تھے۔ آپؓ کا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے گہرا تعلق تھا اور آپؓ کی روح خیر الوریٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی روح سے پیوست تھی اور جس نور نے آپؓ کے آقاو مقتدا محبوبِ خدا ؐکو ڈھانپا تھا اسی نور نے آپؓ کو بھی ڈھانپا ہوا تھا اور آپؓ رسول (اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے نور کے لطیف سائے اور آپؐ کے عظیم فیوض کے نیچے چھپے ہوئے تھے۔ اور فہمِ قرآن اور سید الرسل، فخر بنی نوع انسانؐ کی محبت میں آپؓ تمام لوگوں سے ممتاز تھے۔ اور جب آپؓ پر اخروی حیات اور الٰہی اسرار منکشف ہوئے تو آپؓ نے تمام دنیوی تعلقات توڑ دیئے اور جسمانی وابستگیوں کو پرے پھینک دیا اور اپنے آپ اپنے محبوبؐ کے رنگ میں رنگین ہو گئے اور واحد مطلوب ہستی کی خاطر ہر مراد کو ترک کر دیا اور تمام جسمانی کدورتوں سے آپ کا نفس پاک ہو گیا۔ اور سچے یگانہ خدا کے رنگ میں رنگین ہو گیا اور رب العالمین کی رضا میں گم ہو گیا اور جب سچی الٰہی محبت آپؓ کے تمام رگ وپے اور دل کی انتہائی گہرائیوں میں اور وجود کے ہر ذرہ میں جاگزین ہو گئی۔ اور آپؓ کے افعال و اقوال میں اور برخاست و نشست میں اس کے انوار ظاہر ہو گئے تو آپؓ صدیق کے نام سے موسوم ہوئے اور آپ کو نہایت فراوانی سے تروتازہ اور گہرا علم تمام عطا کرنے والوں میں سے بہتر عطا کرنے والے خدا کی بارگاہ سے عطا کیا گیا۔ صدق آپؓ کا ایک راسخ ملکہ اور طبعی خاصہ تھا اور اس صدق کے آثار و انوار آپؓ میں اور آپؓ کے ہر قول وفعل، حرکت وسکون اور حواس و انفاس میں ظاہر ہوئے۔ آپؓ آسمانوں اور زمینوں کے ربّ کی طرف سے منعم علیہ گروہ میں شامل کئے گئے۔

آپؓ کتابِ نبوت کا ایک اجمالی نسخہ تھے۔ اور آپؓ اربابِ فضیلت اور جوانمردوں کے امام تھے اور نبیوں کی سرشت رکھنے والے چیدہ لوگوں میں سے تھے۔“ پھر آپؑ فرماتے ہیں ”تُو ہمارے اس قول کو کسی قسم کا مبالغہ تصور نہ کر اور نہ ہی اسے نرم رویے اور چشم پوشی کی قسم سے محمول کر اور نہ ہی اسے چشمۂ محبت سے پھوٹنے والا سمجھ بلکہ یہ وہ حقیقت ہے جو بارگاہ رب العزت سے مجھ پر ظاہر ہوئی۔“

آپؑ نے حضرت ابو بکرؓ کا جو مقام بیان کیا ہے، آپؓ کے خواص، آپؓ کے مناقب اور جو اتنی تعریفیں کی ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر براہ راست ظاہر فرمائی ہیں۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں ”اور آپ رضی اللہ عنہ کا مشرب ربّ الارباب پر توکل کرنا اور اسباب کی طرف کم توجہ کرنا تھا اور **آپ تمام آداب میں ہمارے رسول اور آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے بطور ظل کے تھے اور آپ کو حضرت خیر البریہؐ سے ایک ازلی مناسبت تھی اور یہی وجہ تھی کہ آپ کو حضور**

کے فیض سے پل بھر میں وہ کچھ حاصل ہو گیا جو دوسروں کو لمبے زمانوں اور دُور دراز اقلیموں میں حاصل نہ ہو سکا۔"[977]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چودہ ساتھیوں میں شمولیت

اس کے بارے میں ذکر آتا ہے کہ حضرت علی بن ابو طالبؓ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یقیناً ہر نبی کو سات نجیب ساتھی دیے گئے یا فرمایا ساتھی۔ صرف ساتھی کہا اور مجھے چودہ دیے گئے ہیں۔ ہم نے انہیں کہا وہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا میں اور میرے دونوں بیٹے اور حضرت جعفرؓ اور حضرت حمزہؓ اور حضرت ابو بکرؓ یعنی حضرت علیؓ اور ان کے دونوں بیٹے حضرت جعفرؓ، حضرت حمزہؓ، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ، حضرت مصعب بن عمیرؓ اور حضرت بلالؓ اور حضرت سلمانؓ اور حضرت عمارؓ اور حضرت مقدادؓ اور حضرت حذیفہؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ۔[978]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو **حج کی امارت** بھی دی گئی تھی۔ اس بارے میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے 9ر ہجری میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کو امیر الحج بنا کر مکہ روانہ فرمایا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک سے واپس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا ارادہ کیا۔ پھر آپؐ سے ذکر کیا گیا کہ مشرکین دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر حج کرتے ہیں اور شرکیہ الفاظ ادا کرتے ہیں اور خانہ کعبہ کا ننگے ہو کر طواف کرتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال حج کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کو امیر حج بنا کر روانہ فرمایا۔[979]

حضرت ابو بکر صدیقؓ تین سو صحابہ کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ بیس قربانی کے جانور بھیجے جن کے گلے میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے قربانی کی علامت کے طور پر گانیاں پہنائیں اور نشان لگائے۔ حضرت ابو بکرؓ خود اپنے ساتھ پانچ قربانی کے جانور لے کر گئے۔[980]

روایت میں آتا ہے کہ حضرت علیؓ نے سورۂ توبہ کی ابتدائی آیات کا اس حج کے موقع پر اعلان کیا تھا۔ اس کی تفصیل تو حضرت علیؓ کے ذکر میں اور پھر حضرت ابو بکرؓ کے ذکر میں شروع میں ایک دفعہ خطبہ میں مَیں بیان کر چکا ہوں۔[981] بہر حال مختصراً یہاں بیان کرتا ہوں کہ جب سورت براءت یعنی سورت توبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ کو بطور امیر حج بھجوا چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہؐ! اگر آپؐ یہ سورت حضرت ابو بکرؓ کی طرف بھیج دیں تا کہ وہاں پڑھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اہلِ بیت میں سے کسی شخص کے سوا کوئی یہ فریضہ میری طرف سے ادا نہیں کر سکتا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بلوایا اور انہیں فرمایا کہ سورت توبہ کے آغاز میں جو بیان ہوا ہے اس کو لے جاؤ اور قربانی کے دن جب لوگ منیٰ میں اکٹھے ہوں تو ان میں

اعلان کر دو کہ جنت میں کوئی کافر داخل نہیں ہو گا اور اس سال کے بعد کسی مشرک کو حج کرنے کی اجازت نہ ہو گی۔ نہ ہی کسی کو ننگے بدن بیت اللہ کے طواف کی اجازت ہو گی اور جس کسی کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی معاہدہ کیا ہے اس کی مدت پوری کی جائے گی۔

حضرت علیؓ اس فرمان کے ساتھ روانہ ہوئے۔ راستے میں حضرت ابو بکرؓ سے جا ملے۔ جب حضرت ابو بکرؓ نے حضرت علیؓ کو راستے میں دیکھا یا ملے تو حضرت ابو بکرؓ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ آپ کو امیر مقرر کیا گیا ہے یا آپ میرے ماتحت ہوں گے؟ حضرت علیؓ نے کہا کہ آپ کے ماتحت۔ پھر دونوں روانہ ہو گئے۔ آپ کے ماتحت ہوں گا لیکن یہ آیات جو ہیں وہ میں پڑھوں گا۔ بہر حال حضرت ابو بکرؓ نے لوگوں کی حج کے امور پر نگرانی کی اور اس سال اہل عرب نے اپنی انہی جگہوں پر پڑاؤ کیا ہوا تھا جہاں وہ زمانہ جاہلیت میں پڑاؤ کیا کرتے تھے۔ جب قربانی کا دن آیا تو حضرت علیؓ کھڑے ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق لوگوں میں اس بات کا اعلان کیا جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ اس کی تفصیل میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔[982]

حضرت ابو بکرؓ قریش کے بہترین لوگوں میں شمار ہوتے تھے

ان کی خدمتِ خلق اور محتاجوں کو کھانا کھلانے وغیرہ کے بارے میں ملتا ہے کہ اسلام قبول کرنے سے قبل بھی حضرت ابو بکرؓ قریش کے بہترین لوگوں میں شمار ہوتے تھے اور لوگوں کو جو بھی مشکل پیش آتی تھی اُن میں وہ لوگ اُن سے مدد لیا کرتے تھے۔ مکہ میں وہ اکثر مہمان نوازی کرتے اور بڑی بڑی دعوتیں کیا کرتے تھے۔[983]

دَورِ جاہلیت میں حضرت ابو بکرؓ کو قریش کے سرداروں اور ان کے اشراف و معزز لوگوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ کو اس معاشرے میں شرفائے قریش میں شمار کیا جاتا تھا، افضل ترین لوگوں میں شمار ہوتا تھا۔ لوگ اپنے مسائل و معاملات میں ان سے رجوع کیا کرتے تھے۔ مکہ میں ضیافت و مہمان نوازی میں انفرادی حیثیت کے مالک تھے۔[984]

پھر لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ غریبوں اور مسکینوں پر بے حد مہربان تھے۔ سردیوں میں کمبل خریدتے اور انہیں محتاجوں میں تقسیم کر دیتے۔[985]

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے ایک سال گرم اونی چادریں خریدیں یعنی کمبل جو دیہات سے لائی گئی تھیں اور سردی کے موسم میں مدینہ کی بیوہ عورتوں میں یہ چادریں تقسیم کی گئیں۔[986]

بکریوں کا دودھ دوہا کرتے تھے

ایک روایت ہے کہ خلافت کے منصب پر متمکن ہونے سے پہلے آپؓ ایک لاوارث کنبہ کی

بکریوں کا دودھ دوہا کرتے تھے۔ جب آپؓ خلیفہ بن گئے تو اس کنبہ کی ایک بچی کہنے لگی کہ اب تو آپ ہماری بکریوں کا دودھ نہیں دوہا کریں گے۔ یہ سن کر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کیوں نہیں۔ اپنی جان کی قسم! میں تمہارے لیے ضرور دوہوں گا اور مجھے امید ہے کہ میں نے جس چیز کو اختیار کیا ہے وہ مجھے اس عادت سے نہ روکے گی جس پر مَیں تھا۔ چنانچہ آپ حسبِ سابق ان کی بکریوں کا دودھ دوہتے رہے۔ جب وہ بچیاں اپنی بکریاں لے کر آتیں تو آپؓ ازراہِ شفقت فرماتے دودھ کا جھاگ بناؤں یا نہ بناؤں؟ اگر وہ کہتیں کہ جھاگ بنا دیں تو برتن کو ذرا دُور رکھ کر دودھ دوہتے حتیٰ کہ خوب جھاگ بن جاتی۔ اگر وہ کہتیں کہ جھاگ نہ بنائیں تو برتن تھن کے قریب کرکے دودھ دوہتے تاکہ دودھ میں جھاگ نہ بنے۔ آپؓ مسلسل چھ ماہ تک یہ خدمت سرانجام دیتے رہے یعنی خلافت کے بعد چھ ماہ تک۔ پھر آپؓ نے مدینہ میں رہائش اختیار کر لی۔

پہلے حضرت ابو بکرؓ کے دو گھر تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک گھر باہر تھا وہاں باہر رہا کرتے تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبویؐ کے قریب، اپنے گھروں کے قریب بھی ان کو ایک جگہ دی تھی وہاں بھی انہوں نے گھر بنایا تھا۔ اس کے علاوہ بھی ایک گھر تھا۔ مدینہ میں بھی دو گھر تھے لیکن پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں زیادہ وقت یہ جو مضافات میں گھر تھا وہاں رہا کرتے تھے۔ خلافت کے بعد پھر مدینہ شفٹ ہو گئے۔ جب تک مدینہ نہیں آئے ان بچیوں کی جو ڈیوٹی اپنے ذمہ آپ نے لی ہوئی تھی وہ مسلسل ادا کرتے رہے۔[987]

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ کے کنارے پر رہنے والی ایک بوڑھی اور نابینا عورت کا خیال رکھا کرتے تھے۔ آپ اُس کے لیے پانی لاتے اور اُس کا کام کاج کرتے۔ ایک مرتبہ آپؓ جب اُس کے گھر گئے تو یہ معلوم ہوا کہ کوئی شخص آپ سے پہلے آیا ہے جس نے اس بڑھیا کے کام کر دیے ہیں۔ اگلی دفعہ آپؓ اس بڑھیا کے گھر جلدی گئے تا کہ دوسرا شخص پہلے نہ آجائے۔ حضرت عمرؓ چھپ کر بیٹھ گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ یہ **حضرت ابو بکرؓ ہیں جو اس بڑھیا کے گھر آتے تھے اور اُس وقت حضرت ابو بکرؓ خلیفہ تھے۔**

اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! یہ آپؓ ہی ہو سکتے تھے۔[988] یعنی اس نیکی میں میرے سے بڑھنے والے آپؓ ہی ہو سکتے تھے۔

ایک روایت موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کی ہے کہ معتمر نے اپنے باپ سے روایت کی اور بتایا کہ ابو عثمان نے ہم سے بیان کیا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے انہیں بتایا کہ صُفَّہ والے محتاج لوگ تھے اور ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تیسرے کو لے جائے اور جس کے پاس چار کا کھانا ہو وہ پانچویں کو لے جائے یا چھٹے کو یا ایسے ہی کچھ الفاظ فرمائے، یعنی وہ غریب لوگ جو بیٹھے ہوئے تھے لوگ ان کو اپنے گھروں میں لے جائیں اور کھانا کھلائیں۔

حضرت ابو بکرؓ تین آدمیوں کو لے آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم دس کو لے گئے۔ اور گھر میں حضرت ابو بکرؓ اور تین اَور شخص تھے۔ حضرت عبد الرحمٰنؓ کہتے تھے کہ میں، میرا باپ اور میری ماں۔ راوی نے کہا ہے کہ مَیں نہیں جانتا کہ آیا عبد الرحمٰن نے یہ بھی کہا کہ میری بیوی یا میرا خادم جو کہ ہمارے اور حضرت ابو بکرؓ کے گھر میں مشترکہ تھا۔ اور ایسا ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں شام کا کھانا کھایا پھر وہیں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ عشاء کی نماز پڑھی پھر واپس آ گئے۔ مہمانوں کو گھر لے گئے تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ٹھہرے رہے اور وہیں کھانا کھالیا اور پھر واپس آئے۔ بیان کرتے ہیں کہ وہاں اتنی دیر ٹھہرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انہوں نے شام کا کھانا کھایا اور اتنی رات گزرنے کے بعد آئے جتنا کہ اللہ نے چاہا۔ اُن کی بیوی نے ان سے کہا کس بات نے آپ کو اپنے مہمانوں سے یا کہا مہمان سے روکے رکھا؟ یعنی آپ نے دیر کیوں لگائی۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا: کیا تم نے انہیں کھانا نہیں کھلایا؟ وہ کہنے لگیں کہ انہوں نے آپ کے آنے تک کھانے سے انکار کر دیا تھا۔ مہمانوں نے کہا ہم نہیں کھائیں گے جب تک حضرت ابو بکر نہیں آتے۔ انہوں نے تو اُن کو کھانا پیش کر دیا تھا، ان کی اہلیہ کہنے لگیں مَیں نے تو کھانا پیش کر دیا تھا مگر مہمانوں نے اُن کی پیش نہ چلنے دی۔ حضرت عبد الرحمٰنؓ کہتے تھے کہ میں جا کر چھپ رہا۔ مَیں اُن سے اس لیے چھپ گیا کہیں مجھے حضرت ابو بکرؓ سے ڈانٹ نہ پڑے کہ کیوں مہمانوں کو کھانا نہیں کھلایا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے کہا اے بیوقوف! اور انہوں نے مجھے سخت سست کہا، عبد الرحمٰن ان کے بیٹے کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے مہمانوں سے کہا کہ کھانا کھائیں اور خود حضرت ابو بکرؓ نے قسم کھالی کہ میں ہر گز نہیں کھاؤں گا۔ حضرت عبد الرحمٰنؓ کہتے تھے کہ

اللہ کی قسم! ہم جو بھی لقمہ لیتے اس کے نیچے سے اس سے زیادہ کھانا بڑھ جاتا۔ اور انہوں نے اتنا کھایا کہ وہ سیر ہو گئے۔ اور جتنا پہلے تھا اس سے بھی زیادہ ہو گیا۔

مہمانوں کو کھانا کھلایا۔ مہمان کھانا کھاتے جاتے تھے لیکن کہتے ہیں کہ وہ کھانا اتنا ہی رہتا تھا بلکہ بڑھ جاتا تھا۔ اور سب نے پیٹ بھر کے کھایا۔ حضرت ابو بکرؓ نے جب یہ دیکھا کہ کھانا تو ویسے کا ویسا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ تھا تو انہوں نے اپنی بیوی سے کہا بنی فِراس کی بہن! یہ کیا ہے؟ ان کی بیوی بولیں کہ قسم میری آنکھوں کی ٹھنڈک کی! یہ تو اَب اُس سے تین گنا زیادہ ہے جتنا پہلے تھا۔ یعنی اتنا بڑھ گیا ہے کھانا۔ حضرت ابو بکرؓ نے بھی اس سے کھایا اور کہنے لگے وہ تو صرف شیطان تھا یعنی اس کی تحریک پر میں نے نہ کھانے کی قسم کھائی تھی۔ پہلے کہا تھا ناں، قسم ہے کہ مَیں نہیں کھاؤں گا لیکن جب دیکھا کھانے میں برکت پڑ رہی ہے تو آپؓ نے کہا وہ قسم میرے سے شیطان نے کہلوائی تھی لیکن یہ برکت والا کھانا ہے، اس سے میں بھی کھاؤں گا۔ پھر اس میں سے ایک لقمہ حضرت ابو بکرؓ نے کھایا۔ اس کے بعد وہ کھانا اٹھا کر

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں صبح تک رہا۔ کھانا وہاں صبح تک رہا۔ کہتے ہیں ہمارے اور ایک قوم کے درمیان ایک عہد تھا اور اس کی میعاد گزر گئی تھی۔ ہم نے بارہ آدمیوں کو الگ الگ بٹھایا اور ان میں سے ہر ایک آدمی کے ساتھ کچھ لوگ تھے۔ اللہ بہتر جانتا ہے یعنی کہ ان معاہدہ کرنے والوں کے بارہ آدمی تھے اور ہر ایک کے ساتھ کچھ لوگ بھی تھے۔ کہتے ہیں کہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ ہر آدمی کے ساتھ کتنے تھے مگر اس قدر ضرور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آدمیوں کو لوگوں کے ساتھ بھیجا یعنی قابلِ ذکر تعداد تھی۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ کہتے تھے تو اُن سب نے اس کھانے میں سے کھایا یا کچھ ایسا ہی کہا۔ تو

یہ برکت اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکرؓ کے کھانے میں بھی ایک دفعہ ڈالی۔[989]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابو بکرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی ہے جس نے آج کسی مسکین کو کھانا کھلایا ہو؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا مَیں مسجد میں داخل ہوا تو ایک سائل نے سوال کیا۔ میں نے عبدالرحمٰن کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا پایا۔ وہ میں نے اس سے لے لیا اور وہ اس سائل کو دے دیا۔[990] اس طرح سوال کرنے والے نے سوال کیا تھا۔ میرے بیٹے کے ہاتھ میں روٹی تھی تو مَیں نے اس سے لے کے پھر اس سوالی کو دے دی۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ”حضرت ابو بکرؓ کے بیٹے عبدالرحمٰن بھی خلافت کے لائق تھے اور لوگوں نے کہا بھی کہ ان کی طبیعت حضرت عمرؓ سے نرم ہے اور لیاقت بھی ان سے کم نہیں۔ ان کو آپ کے بعد خلیفہ بننا چاہئے لیکن حضرت ابو بکرؓ نے خلافت کے لئے حضرت عمرؓ کو ہی منتخب کیا باوجودیکہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی طبائع میں اختلاف تھا۔ پس

حضرت ابو بکرؓ نے خلافت سے ذاتی فائدہ کوئی حاصل نہیں کیا بلکہ آپ خدمت خلق میں ہی بڑائی خیال کیا کرتے تھے۔“

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں: ”صوفیاء کی ایک روایت ہے۔ (وَاللّٰہُ اَعْلَمُ کہاں تک درست ہے) کہ حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کے غلام سے پوچھا کہ وہ کون کون سے نیک کام تھے جو تیرا آقا کیا کرتا تھا تا کہ میں بھی وہ کام کروں۔ منجملہ اَور نیک کاموں کے اس غلام نے ایک کام یہ بتایا کہ روزانہ حضرت ابو بکرؓ روٹی لے کر” کھانا لے کر ”فلاں طرف جایا کرتے تھے اور مجھے ایک جگہ کھڑا کر کے آگے چلے جاتے تھے میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ کس مقصد کے لئے اُدھر جاتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ اس غلام کے ہمراہ اس طرف کو کھانا لے کر چلے گئے جس کا ذکر غلام نے کیا تھا۔ آگے جا کر کیا دیکھتے ہیں کہ ایک غار میں ایک اپاہج اندھا جس کے ہاتھ پاؤں نہ تھے بیٹھا ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس اپاہج کے منہ میں ایک لقمہ ڈالا تو وہ رو پڑا اور کہنے لگا اللہ تعالیٰ ابو بکرؓ پر رحم فرمائے۔ وہ بھی کیا نیک آدمی تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا بابا! تجھے کس طرح پتہ چلا کہ ابو بکرؓ فوت ہو گئے ہیں؟ اس نے کہا کہ میرے منہ میں

دانت نہیں ہیں اس لئے ابو بکرؓ میرے منہ میں لقمہ چبا کر ڈالا کرتے تھے آج جو میرے منہ میں سخت لقمہ آیا تو مَیں نے خیال کیا کہ یہ لقمہ کھلانے والا ابو بکرؓ نہیں ہے بلکہ کوئی اَور شخص ہے اور ابو بکرؓ تو ناغہ بھی کبھی نہ کیا کرتے تھے اب جو ناغہ ہؤا تو یقیناً وہ دنیا میں موجود نہیں ہیں۔" حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "پس وہ کون سی شے ہے جو بادشاہت سے حضرت ابو بکرؓ نے حاصل کی؟" خلافت یا بادشاہت جو اُن کو ملی اس سے تو کچھ نہیں حاصل کیا۔ "کیا سرکاری مال کو اپنا قرار دیا" انہوں نے "اور حکومت کی جائیدادوں کو اپنا مال قرار دیا؟ ہر گز نہیں۔ جو اشیاء ان کے رشتہ داروں کو ملیں وہ ان کی ذاتی جائیداد سے تھیں۔"[991]
صرف ایک امتیاز جو ان کو تھا وہ تو خدمت تھی جو انہوں نے کی۔

حضرت ابو بکرؓ نے ایک بڑھیا کو ہمیشہ حلوہ کھلانا وطیرہ کر رکھا تھا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں "یہ دو ٹکڑے شریعت کے ہیں حق اللہ اور حق العباد۔" یہ دو چیزیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حق اور حق العباد۔ فرماتے ہیں کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھو کہ کس قدر خدمات میں عمر کو گذارا۔ اور حضرت علیؓ کی حالت کو دیکھو کہ اتنے پیوند لگائے کہ جگہ نہ رہی۔ حضرت ابو بکرؓ نے ایک بڑھیا کو ہمیشہ حلوہ کھلانا وطیرہ کر رکھا تھا۔ غور کرو کہ یہ کس قدر التزام تھا۔ جب آپؓ فوت ہو گئے" یعنی حضرت ابو بکرؓ فوت ہو گئے "تو اُس بڑھیا نے کہا کہ آج ابو بکرؓ فوت ہو گیا۔ اس کے پڑوسیوں نے کہا کہ کیا تجھ کو الہام ہوا یا وحی ہوئی؟ تو اس نے کہا نہیں آج حلوا لے کر نہیں آیا اس واسطے معلوم ہوا کہ فوت ہو گیا یعنی زندگی میں ممکن نہ تھا کہ کسی حالت میں بھی حلوا نہ پہنچے۔ دیکھو! کس قدر خدمت تھی۔ ایسا ہی سب کو چاہئے کہ خدمتِ خلق کرے۔"[992]

آپؓ کا پردہ پوشی کا معیار

کیا تھا، اس بارے میں روایت ہے۔ حضرت ابو بکرؓ فرماتے تھے کہ اگر مَیں چور کو پکڑتا تو میری سب سے بڑی خواہش یہ ہوتی کہ خدا اُس کے جرم پر پردہ ڈال دے۔[993]

بہادری اور شجاعت

کے بارے میں لکھا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ شجاعت اور بہادری کا مجسمہ تھے۔ بڑے بڑے خطرے کو اسلام کی خاطر یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عشق کی بدولت خاطر میں نہ لاتے تھے۔ مکی زندگی میں جب انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے لیے کوئی خطرہ یا تکلیف کا موقع دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت و نصرت کے لیے دیوار بن کر سامنے کھڑے ہو جاتے۔ شعبِ ابی طالب میں تین سال تک اسیری اور محصوری کا زمانہ آیا تو ثابت قدمی، استقلال کے ساتھ وہیں موجود رہے۔ پھر ہجرت کے دوران انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و معیت کا اعزاز ملا حالانکہ جان کا خطرہ تھا۔ جتنی بھی جنگیں ہوئیں حضرت ابو بکرؓ نہ صرف یہ کہ اُن میں شامل ہوئے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے فرائض آپؓ سرانجام دیتے۔ آپؓ کی اسی جرأت اور بہادری کو سامنے رکھتے ہوئے

حضرت علیؓ نے ایک مرتبہ لوگوں سے پوچھا کہ اے لوگو! لوگوں میں سے سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ اے امیر المومنین! آپ ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: جہاں تک میری بات ہے میرے ساتھ جس نے مبارزت کی مَیں نے اس سے انصاف کیا یعنی اسے مار گرایا **مگر سب سے بہادر حضرت ابو بکرؓ ہیں۔**

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بدر کے دن خیمہ لگایا۔ پھر ہم نے کہا کہ کون ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے؟ تا آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی مشرک نہ پہنچ پائے تو اللہ کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کوئی نہ گیا مگر حضرت ابو بکرؓ اپنی تلوار کو سونتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہو گئے۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی مشرک نہیں پہنچے گا مگر پہلے وہ حضرت ابو بکرؓ سے مقابلہ کرے گا۔ پس وہ سب سے بہادر شخص ہیں۔

اسی طرح جنگِ اُحد میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی افواہ پھیلی تو سب سے پہلے حضرت ابو بکرؓ ہجوم کو چیرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے۔

کہا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت صرف گیارہ صحابہ کرام موجود تھے جن میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت سعدؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ اور حضرت ابو دجانہؓ کا نام بھی آتا ہے۔ جنگِ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہرے میں گھاٹی پر موجود چند جاں نثاروں میں حضرت ابو بکرؓ بھی ایک تھے۔ جنگِ خندق میں حضرت ابو بکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ تھے اور خندق کی کھدائی کے وقت آپ کپڑے میں مٹی اٹھا کر پھینکنے والوں میں شامل تھے۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر جان نچھاور کرنے کے لیے بیعت کرنے والوں میں تو آپؓ شامل تھے ہی لیکن جو معاہدہ لکھا گیا تو **جس ایمانی جرأت اور استقلال اور فراست اور اطاعت و عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ حضرت ابو بکرؓ نے پیش کیا حضرت عمرؓ اپنی بعد کی ساری زندگی اس کو نہیں بھولے۔**

غزوۂ طائف میں بھی حضرت ابو بکرؓ شامل تھے اور ان کے بیٹے عبد اللہ بن ابو بکر بھی شامل تھے۔ حضرت ابو بکرؓ کے یہ جوان بیٹے اس غزوہ میں شہید* ہو گئے تھے۔[994]

غزوۂ تبوک میں ایک جھنڈا حضرت ابو بکرؓ کو دیا گیا

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تیس ہزار کا لشکر لے کر غزوۂ تبوک کے لیے نکلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف سپہ سالار مقرر فرمائے اور انہیں جھنڈے عطا فرمائے۔ اس موقع پر سب سے بڑا جھنڈا حضرت ابو بکرؓ کو عطا کیا گیا۔[995]

حضرت سَلَمہ بن اکوعؓ بیان فرماتے ہیں کہ مَیں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں سات غزوات میں شرکت کی اور جو جنگی مہمات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ فرمائیں ان میں سے نو

*طائف کی جنگ میں تیر لگنے سے زخمی ہوئے اور حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے زمانہ میں اسی زخم کی وجہ سے وفات ہوئی (دیکھیں صفحہ 363 کتاب ہذا)

مہمات میں مجھے شامل ہونے کا موقع ملا اور ان میں کبھی تو ہماری کمان حضرت ابو بکرؓ کے پاس ہوتی تھی اور کبھی حضرت اسامہ بن زیدؓ کے پاس۔[996] اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب سارا عرب ہی گویا مرتد ہو گیا ان حالات میں جس جرأت و شجاعت کا عملی مظاہرہ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس کا تفصیلی ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ "ایک دفعہ کفار نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گلے میں پٹکا ڈال کر زور سے کھینچنا شروع کیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس بات کا علم ہوا تو وہ دوڑے ہوئے آئے اور آپؐ نے ان کفار کو ہٹایا اور فرمایا اے لوگو! تمہیں خدا کا خوف نہیں آتا کہ تم ایک شخص کو محض اس لیے مارتے پیٹتے ہو کہ وہ کہتا ہے اللہ میرا رب ہے۔ وہ تم سے کوئی جائیداد تو نہیں مانگتا پھر تم اُسے کیوں مارتے ہو؟

صحابہؓ کہتے ہیں ہم اپنے زمانہ میں سب سے بہادر حضرت ابو بکرؓ کو سمجھتے تھے کیونکہ دشمن جانتا تھا کہ اگر مَیں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مار لیا تو اسلام ختم ہو جائے گا اور ہم نے دیکھا کہ ہمیشہ ابو بکرؓ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہوتے تھے تا کہ جو کوئی آپؐ پر حملہ کرے اس کے سامنے اپنا سینہ کر دیں۔ چنانچہ جب بدر کے موقع پر کفار سے مڈھ بھیڑ ہوئی تو صحابہؓ نے آپس میں مشورہ کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک عرشہ تیار کر دیا اور انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسولَ اللہؐ! آپ اس عرشہ پر تشریف رکھیں اور ہماری کامیابی کے لیے دعا کریں دشمنوں سے ہم خود لڑیں گے۔ پھر انہوں نے کہا یا رسولَ اللہؐ! ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ گو ہمارے اندر بھی اخلاص پایا جاتا ہے مگر وہ لوگ جو مدینہ میں بیٹھے ہیں وہ ہم سے بھی زیادہ مخلص اور ایماندار ہیں۔ انہیں پتا نہیں تھا کہ کفار سے جنگ ہونے والی ہے ورنہ وہ لوگ بھی اس لڑائی میں ضرور شامل ہوتے۔" جنگِ بدر کا پہلے باقاعدہ پتہ نہیں تھا تو وہ بھی شامل ہو جاتے۔

"یا رسولَ اللہؐ! اگر خدا نخواستہ اس جنگ میں ہمیں شکست ہو تو ہم نے ایک تیز رفتار اونٹنی آپ کے پاس باندھ دی ہے **اور ابو بکرؓ کو آپ کے پاس کھڑا کر دیا ہے۔ ان سے زیادہ بہادر اور دلیر آدمی ہمیں اپنے اندر اَور کوئی نظر نہیں آیا۔**

یا رسولَ اللہؐ! آپؐ فوراً ابو بکر کے ساتھ اس اونٹنی پر بیٹھ کر مدینہ تشریف لے جائیں اور وہاں سے ایک نیا لشکر کفار کے مقابلہ کے لیے لے آئیں جو ہم سے بھی زیادہ مخلص اور وفادار ہو گا۔"

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ:

"اس واقعہ سے اندازہ لگا لو کہ ابو بکرؓ کتنی قربانی کرنے والا انسان تھا۔"[997]

پھر ایک موقع پر حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "ایک دفعہ بعض لوگوں نے صحابہؓ سے پوچھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سب سے زیادہ دلیر اور بہادر کون شخص تھا۔ جس طرح آج کل

شیعہ سنی کا سوال ہے اسی طرح اس زمانہ میں بھی جس کسی کے ساتھ تعلق ہوتا تھا لوگ اس کی تعریفیں کیا کرتے تھے۔ جب صحابہؓ سے یہ سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم میں سے سب سے بہادر وہ شخص سمجھا جاتا تھا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑا ہوتا تھا۔ یہ نکتہ ایک جنگی آدمی ہی سمجھ سکتا ہے دوسرا آدمی نہیں" سمجھ سکتا۔ جس کو جنگ کا صحیح پتہ ہو اور جنگ کے خطرات کا پتہ ہو اسی کو اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ بہادری کیسی ہے جہاں سب سے زیادہ خطرہ ہو وہاں کھڑے ہونا۔ تو فرماتے ہیں کہ "بات یہ ہے کہ جو شخص ملک اور قوم کی روح رواں ہو دشمن چاہتا ہے کہ اسے مار ڈالے تا کہ اس کی موت کے ساتھ تمام جھگڑا ختم ہو جائے۔ اس لئے جس طرف بھی ایسا آدمی کھڑا ہو گا دشمن اس طرف پورے زور کے ساتھ حملہ کرے گا" جو مرکز ہو کسی چیز کا اسی کی طرف دشمن زیادہ حملہ کرتا ہے "اور ایسی جگہ پر وہی شخص کھڑا ہو سکتا ہے۔" یعنی اس کی حفاظت کے لیے، اس مرکز کی حفاظت کے لیے "وہی شخص کھڑا ہو سکتا ہے جو سب سے زیادہ بہادر ہو۔ پھر صحابہؓ نے کہا کہ **آپؐ کے پاس اکثر حضرت ابو بکرؓ کھڑے ہوا کرتے تھے اور ہمارے نزدیک وہی سب سے زیادہ بہادر تھے**"[998]

پھر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سورۃ بنی اسرائیل کی دوسری آیت کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں کہ "یہ امر بھی قابلِ توجہ ہے کہ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ سے ظاہر ہوتا ہے کہ چلانے والا کوئی دوسرا تھا۔ اور اس میں چلنے والے کا اپنا اختیار نہ تھا۔ ہجرت کا واقعہ بھی اسی طرح ہوا کہ آپؐ رات ہی کو نکلے۔ اور یہ نکلنا اپنی مرضی سے نہ تھا بلکہ اس وقت مجبور ہو کر آپؐ نکلے جبکہ کفار نے آپؐ کے قتل کرنے کے لئے آپؐ کے گھر کا محاصرہ کر لیا تھا۔ پس اس سفر میں آپکی مرضی کا دخل نہ تھا بلکہ خدا تعالیٰ کی مشیت نے آپؐ کو مجبور کیا تھا" یعنی آپؐ کو چلانے والا، آپؐ کو باہر نکالنے والا، آپؐ کو ہجرت کی طرف لے جانے کے لیے کہنے والا اللہ تعالیٰ تھا اور اس کی مشیت کی وجہ سے آپؐ مجبور ہو کر نکلے تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "پھر

جس طرح رؤیا میں جبریل بیت المقدس کے سفر میں آپؐ کے ساتھ تھے ہجرت میں ابو بکرؓ آپؐ کے ساتھ تھے جو گویا اسی طرح آپؐ کے تابع تھے جس طرح جبریل خدا تعالیٰ کے تابع کام کرتا ہے۔

اور جبریل کے معنے خدا تعالیٰ کے پہلوان کے ہوتے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ بھی اللہ تعالیٰ کے خاص بندے تھے اور دین کے لئے ایک نڈر پہلوان کی حیثیت رکھتے تھے۔"[999]

پھر حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں ایک جگہ کہ "حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام پر ایمان کے ہوتے ہوئے انسانی قلب میں مایوسی پیدا ہی نہیں ہو سکتی۔" اللہ تعالیٰ کے اوپر ایمان کامل ہو تو دل میں کبھی مایوسی پیدا نہیں ہو سکتی۔ "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حالت مثلاً غارِ ثور میں ہوئی اس کے بعد کون سی امید کی حالت باقی رہ جاتی تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کی تاریکی میں اپنے گھر کو چھوڑ کر غارِ ثور میں جا چھپے۔ ایک ایسی غار میں جس کا منہ بہت بڑا کھلا تھا اور ہر انسان آسانی سے اس کے اندر جھانک سکتا تھا اور کُود سکتا تھا۔ صرف ایک ساتھی آپؐ کے ہمراہ تھا اور پھر دونوں بغیر ہتھیاروں

اور بغیر کسی طاقت کے تھے۔ مکہ کے مسلح لوگ آپؐ کے تعاقب میں غارِ ثور پر پہنچے اور ان میں سے بعض نے اصرار کیا کہ ہمیں جھک کر اندر بھی ایک دفعہ دیکھ لینا چاہئے تا کہ اگر وہ اندر ہوں تو ہم ان کو پکڑ سکیں۔ دشمن کو اتنا قریب دیکھ کر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے اور انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ! دشمن تو سر پر پہنچ گیا ہے۔ آپؐ نے اس وقت بڑے جوش سے فرمایا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ابو بکر ڈرتے کیوں ہو خدا ہمارے ساتھ ہے۔ دیکھو گھبراہٹ کے لحاظ سے کتنی انتہائی چیز اس وقت آپ کے سامنے آئی اور اس واقعہ کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قتل یا آپ کی گرفتاری میں کون سی کسر باقی رہ گئی تھی۔ مگر باوجود اس کے کہ دشمن طاقتور تھا، سپاہی اس کے ساتھ تھے، ہتھیار اس کے پاس موجود تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بالکل نہتے صرف ایک ساتھی کے ساتھ غار میں بیٹھے تھے۔ نہ ہتھیار آپؐ کے پاس تھا نہ حکومت آپؐ کی تائید میں تھی۔ نہ کوئی جتھا آپؐ کے پاس تھا۔ آپ کثیر التعداد دشمن کو اپنے ساتھ کھڑا دیکھنے کے باوجود فرماتے ہیں لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا تم کیوں یہ کہتے ہو کہ دشمن طاقتور ہے۔ کیا وہ خدا سے بھی زیادہ طاقتور ہے؟ جب خدا ہمارے ساتھ ہے تو ہمارے لئے گھبراہٹ کی کون سی وجہ ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کی یہ گھبراہٹ بھی اپنے لئے نہیں تھی بلکہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے تھی۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "بعض شیعہ لوگ اس واقعہ کو پیش کر کے کہتے ہیں کہ ابو بکرؓ نعوذ باللہ بے ایمان تھا۔ وہ اپنی جان دینے سے ڈر گیا۔ حالانکہ تاریخوں میں صاف لکھا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا تو حضرت ابو بکرؓ نے کہا

یا رسول اللہؐ! میں اپنی جان کے لئے تو نہیں ڈرتا۔ میں اگر مارا گیا تو صرف ایک آدمی مارا جائے گا۔ میں تو آپؐ کے لئے ڈرتا ہوں۔ کیونکہ اگر آپؐ کو نقصان پہنچا تو صداقت دنیا سے مٹ جائے گی۔"
1000

خدا کی قسم! جتنی دلیلیں مَیں نے سوچی تھیں وہ سب کی سب حضرت ابو بکرؓ نے بیان کر دیں

پھر ایک جگہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ بات انبیاء سے ہی مخصوص نہیں بلکہ ان سے اتر کر بھی **اپنے اپنے زمانے میں ایسے لوگ ملتے ہیں کہ جو کام انہوں نے اس وقت کیا وہ** ان کا غیر نہیں کر سکتا تھا۔

مثلاً حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو لے لو۔ حضرت ابو بکرؓ کے متعلق کوئی شخص بھی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ آپ بھی کسی وقت اپنی قوم کی قیادت کریں گے۔ عام طور پر یہی سمجھا جاتا تھا کہ آپؓ کمزور طبیعت، صلح کل اور نرم دل واقع ہوئے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی جنگوں کو دیکھ لو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بڑی جنگ میں بھی حضرت ابو بکرؓ کو فوج کا کمانڈر نہیں بنایا۔ بے شک بعض چھوٹے چھوٹے غزوات ایسے ہیں جن میں آپؓ کو افسر بنا کر بھیجا گیا مگر بڑی جنگوں میں

ہمیشہ دوسرے لوگوں کو ہی کمانڈر بنا کر بھیجا جاتا تھا۔ اسی طرح دوسرے کاموں میں بھی آپ کو انچارج نہیں بنایا جاتا تھا۔ باقی قرآن کریم کی تعلیم ہے یا قضا وغیرہ کا کام ہے یہ بھی آپ کے سپرد نہیں کیا گیا۔ (حضرت ابو بکرؓ کے سپرد نہیں کیا گیا) لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ جب ابو بکر کا وقت آئے گا تو جو کام ابو بکر کرلے گا وہ اس کا غیر نہیں کر سکے گا۔ چنانچہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فوت ہوئے اور مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہو گیا کہ کون خلیفہ ہو اس وقت حضرت ابو بکرؓ کے ذہن میں بھی یہ بات نہ تھی کہ آپ خلیفہ ہوں گے۔ آپ سمجھتے تھے کہ حضرت عمرؓ وغیرہ ہی اس کے اہل ہو سکتے ہیں۔ انصار میں جوش پیدا ہوا اور انہوں نے چاہا کہ خلافت انہی میں سے ہو کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ ہم نے اسلام کی خاطر قربانیاں کی ہیں اور اب خلافت کا حق انصار کا خیال تھا کہ ہمارا ہے اور ادھر مہاجرین کہتے تھے کہ خلیفہ ہم میں سے ہو۔ غرض رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر ایک جھگڑا برپا ہو گیا۔ انصار کہتے تھے کہ خلیفہ ہم میں سے ہو اور مہاجرین کہتے تھے کہ خلیفہ ہم میں سے ہو۔ آخر انصار کی طرف سے جھگڑا اس بات پر ختم ہوا کہ ایک خلیفہ مہاجرین میں سے ہو اور ایک خلیفہ انصار میں سے ہو۔ اس جھگڑے کو دُور کرنے کے لیے ایک میٹنگ بلائی گئی۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس وقت مَیں نے سمجھا کہ حضرت ابو بکرؓ بے شک نیک اور بزرگ ہیں لیکن اس گتھی کو سلجھانا ان کا کام نہیں ہے۔ (یہ بہت مشکل کام ہے ان کے لیے) اس گتھی کو اگر کوئی سلجھا سکتا ہے تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ وہ مَیں ہی ہوں۔ یہاں طاقت کا کام ہے۔ نرمی اور محبت کا کام نہیں۔ (اور حضرت ابو بکرؓ تو نرمی اور محبت دکھانے والے ہیں) چنانچہ آپؓ فرماتے ہیں مَیں نے سوچ سوچ کر ایسے دلائل نکالنے شروع کیے جن سے یہ ثابت ہو کہ خلیفہ قریش میں سے ہونا چاہیے اور یہ کہ ایک خلیفہ انصار میں سے ہو اور ایک مہاجرین میں سے یہ بالکل غلط ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ مَیں نے بہت سے دلائل سوچے اور پھر اس مجلس میں گیا جو اس جھگڑے کو نپٹانے کے لیے منعقد کی گئی تھی۔ حضرت ابو بکرؓ بھی میرے ساتھ تھے۔ مَیں نے چاہا کہ تقریر کروں اور دلائل سے جو مَیں سوچ کر گیا تھا لوگوں کو قائل کروں۔ مَیں سمجھتا تھا کہ حضرت ابو بکرؓ اس شوکت اور دبدبے کے مالک نہیں کہ اس مجلس میں بول سکیں لیکن مَیں کھڑا ہونے ہی لگا تھا (حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ مَیں کھڑا ہونے ہی لگا تھا) کہ حضرت ابو بکرؓ نے غصہ سے ہاتھ مار کے مجھ سے کہا بیٹھ جاؤ اور خود کھڑے ہو کر تقریر شروع کر دی۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ

خدا کی قسم! جتنی دلیلیں مَیں نے سوچی تھیں وہ سب کی سب حضرت ابو بکرؓ نے بیان کر دیں اور پھر اَور بھی کئی دلائل بیان کرتے چلے گئے اور بیان کرتے چلے گئے یہاں تک کہ انصار کے دل مطمئن ہو گئے اور انہوں نے خلافتِ مہاجرین کے اصول کو تسلیم کر لیا۔

یہ وہی ابو بکر تھا جس کے متعلق حضرت عمرؓ خود بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک دفعہ کسی جھگڑے پر بازار میں حضرت ابو بکرؓ کے کپڑے پھاڑ دیے اور مارنے پر تیار ہو گئے تھے۔ یہ وہی ابو بکر تھا

جس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ حضرت ابو بکرؓ کا دل رقیق ہے مگر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کا وقت قریب آیا تو وفات سے قبل آپؐ نے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے) حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ میرے دل میں بار بار یہ خواہش اٹھتی ہے کہ مَیں لوگوں سے کہہ دوں کہ وہ میرے بعد ابو بکر کو خلیفہ بنالیں لیکن پھر رک جاتا ہوں کیونکہ میرا دل جانتا ہے کہ میری وفات کے بعد خدا تعالیٰ اور اس کے مومن بندے ابو بکر کے سوا کسی اَور کو خلیفہ نہیں بنائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا آپؓ کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ آپؓ رقیق القلب انسان تھے اور اتنی نرم طبیعت کے تھے کہ ایک دفعہ آپؓ کو مارنے کے لیے بازار میں حضرت عمرؓ آگے بڑھے اور انہوں نے آپؓ کے کپڑے پھاڑ دیے لیکن وہی ابو بکر جس کی نرمی کی یہ حالت تھی ایک وقت ایسا آیا کہ حضرت عمرؓ آپؓ کے پاس آئے اور انہوں نے درخواست کی کہ تمام عرب مخالف ہو گیا ہے۔ صرف مدینہ، مکہ اور ایک چھوٹی سی بستی میں نماز باجماعت ہوتی ہے۔ باقی لوگ نمازیں پڑھتے تو ہیں لیکن ان میں اتنا تفرقہ پیدا ہو چکا ہے کہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے کے لیے تیار نہیں اور اختلاف اتنا بڑھ چکا ہے کہ وہ کسی کی بات سننے کو تیار نہیں۔ عرب کے جاہل لوگ جو پانچ پانچ چھ چھ ماہ سے مسلمان ہوئے ہیں مطالبہ کر رہے ہیں کہ زکوٰۃ معاف کر دی جائے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ یہ لوگ زکوٰۃ کے مسئلہ کو سمجھتے تو ہیں نہیں۔ اگر ایک دو سال کے لیے انہیں زکوٰۃ معاف کر دی جائے تو کیا حرج ہے؟ گویا وہ عمرؓ جو ہر وقت تلوار ہاتھ میں لیے کھڑا رہتا تھا اور ذرا ذرا سی بات بھی ہوتی تھی تو کہتا تھا یا رسول اللہؐ! حکم ہو تو اس کی گردن اڑا دوں وہ ان لوگوں سے اتنا مرعوب ہو جاتا ہے، اتنا ڈر جاتا ہے، اتنا گھبرا جاتا ہے کہ ابو بکر کے پاس آکر ان سے درخواست کرتا ہے کہ ان جاہل لوگوں کو کچھ عرصہ کے لیے زکوٰۃ معاف کر دی جائے ہم آہستہ آہستہ انہیں سمجھالیں گے۔ مگر وہ ابو بکر جو اتنا رقیق القلب تھا کہ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ مَیں ایک دفعہ انہیں مارنے کے لیے تیار ہو گیا تھا اور بازار میں ان کے کپڑے پھاڑ دیے تھے۔ اس نے اس وقت نہایت غصہ سے عمر کی طرف دیکھا یعنی جب حضرت عمرؓ نے یہ بات ان سے کہی کہ لوگوں سے کچھ نہ کہا جائے جو باغی ہو رہے ہیں، دو سال تک نہ زکوٰۃ لیں ہم آگے سمجھالیں گے۔ جب حضرت عمرؓ نے یہ بات کی تو حضرت ابو بکرؓ نے نہایت غصہ سے عمرؓ کی طرف دیکھا اور کہا عمرؓ! تم اس چیز کا مطالبہ کر رہے ہو جو خدا اور اس کے رسولؐ نے نہیں کی۔ حضرت عمرؓ نے کہا یہ ٹھیک ہے لیکن یہ لوگ حدیثُ العَھد ہیں۔ دشمن کا لشکر مدینہ کی دیواروں کے پاس پہنچ چکا ہے۔ کیا یہ اچھا ہو گا کہ یہ لوگ بڑھتے چلے آئیں اور ملک میں پھر طوائف الملوکی کی حالت پیدا ہو جائے یا یہ مناسب ہو گا کہ انہیں ایک دو سال کے لیے زکوٰۃ معاف کر دی جائے۔ یا طوائف الملوکی ہے یا یہ ہے کہ کسی طرح صلح کر لی جائے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا خدا کی قسم! اگر دشمن مدینہ کے اندر گھس آئے اور اس کی گلیوں میں مسلمانوں کو تہِ تیغ کر دے اور عورتوں کی لاشوں کو کتے گھسیٹتے پھریں تب بھی میں انہیں زکوٰۃ معاف نہیں کروں گا۔

خدا کی قسم! اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے میں یہ لوگ رسی کا ایک ٹکڑا بھی بطور زکوٰۃ دیتے تھے تو میں وہ بھی ان سے ضرور وصول کروں گا۔

پھر آپؓ نے فرمایا: عمر اگر تم لوگ ڈرتے ہو تو بے شک چلے جاؤ۔ میں اکیلا ہی ان لوگوں سے لڑوں گا اور اس وقت تک نہیں رکوں گا جب تک یہ اپنی شرارت سے باز نہیں آجاتے۔ چنانچہ لڑائی ہوئی اور آپ فاتح ہوئے یعنی حضرت ابوبکرؓ فاتح ہوئے اور اپنی وفات سے پہلے پہلے آپؓ نے دوبارہ سارے عرب کو اپنے ماتحت کر لیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنی زندگی میں جو کام کیا وہ انہی کا حصہ تھا۔ کوئی اَور شخص وہ کام نہیں کر سکتا تھا۔[1001]

حضرت ابو بکرؓ کے سوا اَور کسی میں یہ جرأت نہیں تھی کہ اس کے ہاتھ کو روک سکے

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ مکہ کے رؤساء کو لوگوں میں سے اس قسم کی عزت اور عظمت حاصل تھی کہ لوگ ان کے سامنے بات کرتے ہوئے ڈرتے تھے اور ان کے احسانات بھی لوگوں پر اس کثرت کے ساتھ تھے کہ کوئی شخص ان کے سامنے آنکھ تک نہیں اٹھا سکتا تھا۔ ان کی اس عظمت کا پتہ اس وقت لگ سکتا ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جس سردار کو مکہ والوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے گفتگو کرنے کے لیے بھیجا اس نے باتوں باتوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ریشِ مبارک کو ہاتھ لگا دیا۔ یہ دیکھ کر ایک صحابی نے زور سے اپنا تلوار کا کندہ، جو دستہ ہوتا ہے تلوار کا اس کے ہاتھ پر مارا اور کہا اپنے ناپاک ہاتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ریشِ مبارک کو مت لگاؤ۔ اس نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تا کہ معلوم کرے کہ یہ کون شخص ہے جس نے میرے ہاتھ پر تلوار کا دستہ مارا ہے۔ صحابہؓ چونکہ خود پہنے ہوئے تھے اس لیے ان کو صرف آنکھیں اور ان کے حلقے ہی دکھائی دیتے تھے۔ وہ تھوڑی دیر غور سے دیکھتا رہا۔ پھر کہنے لگا کیا تم فلاں شخص ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ اس نے کہا کیا تمہیں معلوم نہیں مَیں نے فلاں فلاں موقع پر تمہارے خاندان کو فلاں مصیبت سے نجات دی اور فلاں موقع پر تم پر فلاں احسان کیا۔ کیا تم میرے سامنے بولتے ہو؟ حضرت مصلح موعودؓ اس احسان کا، اس بات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آج کل ہم دیکھیں تو احسان فراموشی کا مادہ لوگوں میں اس قدر عام ہو چکا ہے کسی پر شام کو احسان کرو تو صبح کو وہ بھول جاتا ہے اور کہتا ہے کیا مَیں اب ساری عمر اس کا غلام بنا رہوں؟ میرے پر احسان کر دیا تو کیا ہو گیا وہ ساری عمر کی غلامی چھوڑ ایک رات کے احسان کی قدر تک برداشت نہیں کر سکتا مگر عربوں میں احسان مندی کا جذبہ بدرجۂ کمال پایا جاتا تھا۔ اب یہ ایک نہایت ہی نازک موقع تھا مگر جب اس نے اپنے احسانات گنوائے تو اس صحابی کی نظریں زمین میں گڑ گئیں اور شرمندہ ہو کر پیچھے ہٹ گیا۔ احسان کی اتنی قدر ہوتی تھی۔ اس پر پھر اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرنی شروع کر دیں اور کہا مَیں عرب کا باپ ہوں۔ مَیں تمہاری منت کرتا ہوں کہ تم اپنی قوم کی عزت رکھ لو اور دیکھو یہ جو تمہارے ارد گرد جمع ہیں یہ تو مصیبت آنے پر فوراً بھاگ جائیں گے اور تمہارے کام آخر تمہاری قوم ہی آئے گی۔ پس کیوں اپنی قوم کو ذلیل کرتے ہو مَیں عرب کا باپ ہوں۔

وہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار یہی کہتا تھا کہ مَیں عرب کا باپ ہوں۔ تم میری بات مان لو اور جس طرح میں کہتا ہوں اسی طرح عمرہ کیے بغیر واپس چلے جاؤ۔ اسی دوران میں اس نے اپنی بات پر زور دینے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منوانے کی خاطر آپؐ کی ریشِ مبارک کو پھر ہاتھ لگا دیا اور گو آپ کو، آپ کی ریشِ مبارک کو اس کا ہاتھ لگانا لجاجت کے رنگ میں تھا، بڑی منت کے رنگ میں کہنا چاہتا تھا اور اس لیے تھا کہ آپؐ سے وہ اپنی بات منوائے مگر چونکہ اس میں تحقیر کا پہلو بھی پایا جاتا تھا اس لیے صحابہؓ اسے برداشت نہ کر سکے اور جونہی اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی کو ہاتھ لگایا پھر کسی شخص نے زور سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر مارا اور کہا اپنے ناپاک ہاتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ریشِ مبارک کی طرف مت بڑھا۔ اس نے پھر آنکھیں اٹھائیں اور غور سے دیکھتا رہا کہ یہ کون شخص ہے جس نے مجھے روکا ہے اور آخر پہچان کر اس نے اپنی آنکھیں نیچی کر لیں۔

اس شخص نے جو کافروں کا نمائندہ بن کے آیا تھا جب اس نے پہچانا اس شخص کو تو آنکھیں نیچی کر لیں۔ دیکھا یہ تو ابو بکر ہیں تو کہنے لگا ابو بکر میں جانتا ہوں کہ تم پر میرا کوئی احسان نہیں تم ایسے شخص ہو جس پر میں نے کوئی احسان نہیں کیا۔

پس وہ دوسروں پر اس قدر احسانات کرنے والی قوم تھی کہ سوائے حضرت ابو بکرؓ کے جس قدر انصار اور مہاجر وہاں تھے ان سب پر اس ایک رئیس کا کوئی نہ کوئی احسان تھا اور حضرت ابو بکرؓ کے سوا اَور کسی میں یہ جرأت نہیں تھی کہ اس کے ہاتھ کو روک سکے۔[1002] وہی واحد شخص تھے جن پر اس شخص کا کوئی احسان نہیں تھا۔

خدا کا بنایا ہوا خلیفہ کس قدر جرأت اور دلیری رکھتا ہے

پھر ایک جگہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "زکوٰۃ تو ایسی ضروری چیز ہے کہ جو نہیں دیتا وہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں جب کچھ لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ (التوبۃ:103) اس میں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے کہ تُو لے۔ اب جب کہ آپؐ نہیں رہے تو اَور کون لے سکتا ہے؟ نادانوں نے یہ نہ سمجھا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قائم مقام ہو گا جو لے گا لیکن جہالت سے انہوں نے کہہ دیا کہ ہم زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ ادھر تو لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور ادھر فساد ہو گیا قریباً سارا عرب مرتد ہو گیا اور کئی مدعی نبوت کھڑے ہو گئے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ نعوذ باللہ اسلام تباہ ہونے لگا ہے۔ ایسے نازک وقت میں صحابہؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ آپؓ ان لوگوں سے جنہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا ہے فی الحال نرمی سے کام لیں۔ حضرت عمرؓ جن کو بہت بہادر کہا جاتا ہے وہ کہتے ہیں کہ گو مَیں کتنا ہی جری ہوں مگر ابو بکرؓ جتنا نہیں کیونکہ مَیں نے بھی اس وقت یہی کہا کہ ان سے نرمی کی جائے۔ پہلے کافروں کو زیر کر لیں پھر ان کی اصلاح کر لیں گے لیکن ابو بکرؓ نے کہا ابن قحافہ کی کیا حیثیت ہے؟ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

دیئے ہوئے حکم کو بدلائے میں تو ان سے اس وقت تک لڑوں گا جب تک کہ یہ لوگ پوری طرح زکوٰۃ نہ دیں اور اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت اونٹ باندھنے کی ایک رسی جو دیتے تھے" وہ بھی نہ دیں "وہ بھی ادا نہ کر دیں۔

اُس وقت صحابہؓ کو پتہ لگا کہ خدا کا بنایا ہوا خلیفہ کس قدر جرأت اور دلیری رکھتا ہے

آخر حضرت ابو بکرؓ نے اُن کو زیر کیا اور اُن سے زکوٰۃ لے کر چھوڑی۔"[1003]

حضرت ابو بکرؓ کی مالی قربانی کے بارے میں

آتا ہے، ایک مصنف لکھتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ جب ایمان لائے تو ان کے پاس چالیس ہزار درہم کی خطیر رقم موجود تھی اور ظاہر ہے کہ مالِ تجارت، اسباب و املاک اس کے علاوہ تھے۔ بلکہ ایک روایت کے مطابق تو ان کے پاس ایک ملین یعنی دس لاکھ درہم کی رقم موجود تھی۔ مکہ میں عام مسلمانوں کی اعانت اور غریب مسلمانوں کی کفالت پر ہزارہا درہم خرچ کر دیے تاہم جب انہوں نے ہجرت کی تو پانچ چھ ہزار درہم نقد ساتھ تھے۔ ایک روایت کے مطابق وہ یہ ساری رقم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ضروریات کے لیے بچا کر رکھتے گئے اور بوقتِ ہجرت مدینہ لے کر آئے تھے۔ اسی رقم سے انہوں نے ہجرت کے دوران سفر کے اخراجات کے علاوہ بعد ہجرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خاندان میں سے بعض کے سفر کے اخراجات دیے تھے اور مدینہ میں مسلمانوں کے لیے کچھ زمین بھی خریدی تھی۔[1004]

حضرت ابنِ عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آخری بیماری میں کہ جس میں آپؐ کی وفات ہوئی آپؐ باہر تشریف لائے اور آپؐ نے اپنا سر ایک کپڑے سے باندھا ہوا تھا۔ آپؐ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا لوگوں میں سے کوئی بھی نہیں جو بلحاظ اپنی جان اور مال کے مجھ پر ابو بکر بن ابو قحافہ سے بڑھ کر نیک سلوک کرنے والا ہو۔[1005]

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **مجھے کسی مال نے کبھی وہ فائدہ نہیں پہنچایا جو مجھے ابو بکر کے مال نے فائدہ پہنچایا ہے۔** راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ یہ سن کے رو پڑے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! مَیں اور میرا مال تو صرف آپؐ ہی کے لیے ہیں اے اللہ کے رسول![1006]

آج بھی مجھ سے ابو بکرؓ بڑھ گئے۔۔۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ "ایک جہاد کے موقع کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں مجھے خیال آیا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہمیشہ مجھ سے بڑھ جاتے ہیں۔ آج مَیں ان سے بڑھوں گا۔ یہ خیال کر کے مَیں گھر گیا اور اپنے مال میں سے آدھا مال نکال کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے لے آیا۔ وہ زمانہ اسلام کے لئے

انتہائی مصیبت کا دَور تھا۔ لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا سارا مال لے آئے" ایک جگہ حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ "حضرت ابو بکرؓ اپنا سارا اثاثہ حتیٰ کہ لحاف اور چارپائیاں بھی اٹھا کر لے آئے۔" بہر حال "اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔" سارا مال۔ "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ابو بکرؓ! گھر میں کیا چھوڑ آئے ہو؟ انہوں نے عرض کیا۔ اللہ اور اس کا رسولؐ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ یہ سن کر مجھے سخت شرمندگی ہوئی اور مَیں نے سمجھا کہ آج مَیں نے سارا زور لگا کر ابو بکرؓ سے بڑھنا چاہا تھا مگر آج بھی مجھ سے ابو بکرؓ بڑھ گئے۔"

حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں کہ "ممکن ہے کوئی کہے کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا سارا مال لے آئے تھے تو پھر گھر والوں کے لئے انہوں نے کیا چھوڑا؟ اس کے متعلق یاد رکھنا چاہئے کہ اس سے مراد گھر کا سارا اندوختہ تھا۔ وہ تاجر تھے اور جو مال تجارت میں لگا ہوا تھا وہ نہیں لائے تھے اور نہ مکان بیچ کر آ گئے تھے۔"[1007] بلکہ وہ گھر کا سامان لے کے آئے تھے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ **"اس واقعہ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دو کمال ظاہر ہوتے ہیں ایک یہ کہ وہ قربانی میں سب سے آگے بڑھ گئے اور دوسرے یہ کہ باوجود اپنا سارا مال لانے کے پھر سب سے پہلے پہنچ گئے** اور جنہوں نے تھوڑا دیا تھا وہ اس فکر میں ہی رہے کہ کتنا گھر میں رکھیں اور کتنا لائیں۔ مگر باوجود اس کے حضرت ابو بکرؓ کے متعلق یہ کہیں نہیں آتا کہ انہوں نے دوسروں پر اعتراض کیا ہو۔" سارا کچھ لے آئے لیکن یہ نہیں ہوا کہ انہوں نے اعتراض کیا۔ دیکھو مَیں لے آیا ہوں اور وہ دوسرے نہیں لے کے آتے۔

"حضرت ابو بکرؓ قربانی کر کے بھی یہ سمجھتے تھے کہ ابھی خدا کا مَیں دیندار ہوں اور مَیں نے کوئی اللہ تعالیٰ پر احسان نہیں کیا بلکہ اس کا احسان ہے کہ اس نے مجھے توفیق دی" ہے۔[1008]

پس حضرت مصلح موعودؓ اس ضمن میں بیان فرما رہے ہیں کہ مالی قربانی کرنے والوں کو اپنا دیکھنا چاہیے۔ ان منافقوں کی طرح نہیں ہونا چاہیے جو خود بھی چندہ نہیں دیتے اور اگر تھوڑا سا دے دیں تو دوسروں پہ اعتراض کرتے ہیں کہ دیکھو فلاں نے کم دیا اور فلاں نے اتنا دیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں "صحابہؓ کی تو وہ پاک جماعت تھی۔ جس کی تعریف میں قرآن شریف بھرا پڑا ہے۔ کیا آپ لوگ ایسے ہیں؟ جب خدا کہتا ہے کہ حضرت مسیح کے ساتھ وہ لوگ ہوں گے۔ جو صحابہؓ کے دوش بدوش ہوں گے۔ صحابہؓ تو وہ تھے۔ جنہوں نے اپنا مال، اپنا وطن راہِ حق میں دے دیا۔ اور سب کچھ چھوڑ دیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا معاملہ اکثر سنا ہو گا۔ ایک دفعہ جب راہِ خدا میں مال دینے کا حکم ہوا تو گھر کا کل اثاثہ لے آئے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ گھر میں کیا چھوڑ آئے۔ تو فرمایا کہ خدا اور رسول کو گھر میں چھوڑ آیا ہوں۔ **رئیس مکہ ہو اور کمبل پوش۔ غربا کا لباس پہنے۔ یہ سمجھ لو کہ وہ لوگ تو خدا کی راہ میں شہید ہو گئے۔**

ان کے لئے تو یہی لکھا ہے کہ سیفوں (تلواروں) کے نیچے بہشت ہے۔"[1009] یعنی تلواروں کے نیچے بہشت ہے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں "صحابہؓ کی حالت دیکھو! جب امتحان کا وقت آیا تو جو کچھ کسی کے پاس تھا. اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے دیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ سب سے اوّل کمبل پہن کر آ گئے۔ پھر اس کمبل کی جزا بھی اللہ تعالیٰ نے کیا دی" یعنی کہ سب کچھ لے آئے اور صرف ایک کمبل اوڑھ لیا اپنے اوپر۔ اللہ تعالیٰ نے کیا جزا دی "کہ سب سے اوّل خلیفہ وہی ہوئے۔" فرمایا "غرض یہ ہے کہ اصلی خوبی، " یعنی سب سے اوّل کام کرنا۔ کہ "خیر اور روحانی لذت سے بہرہ ور ہونے کے لئے وہی مال کام آ سکتا ہے۔ جو خدا کی راہ میں خرچ کیا جائے۔"[1010]

ان کا لوگوں میں سب سے بہتر اور محبوب ہونے کے بارے میں لکھا ہے۔ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم لوگوں میں سے ایک کو دوسرے سے بہتر قرار دیا کرتے تھے۔ مقابلہ ہوتا تھا کہ کون بہتر ہے دوسرے سے۔ اور اس وقت سمجھتے تھے کہ حضرت ابو بکرؓ سب سے بہتر ہیں، پھر حضرت عمر بن خطاب، پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم۔[1011]

حضرت جابر بن عبد اللہؓ نے بیان کیا: حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ اے لوگوں میں سب سے بہتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد! حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی تعریف کی تو حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ اگر تم ایسا کہتے ہو تو مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سورج طلوع نہیں ہوا کسی آدمی پر جو عمرؓ سے بہتر ہو۔[1012]

یعنی آپؓ نے فوراً اپنی عاجزی کا اظہار فرمایا کہ مجھے کہتے ہو تم بہتر ہو حالانکہ میں نے تو تمہارے بارے میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوا ہے کہ تم بہتر ہو۔

عبد اللہ بن شقیق نے بیان کیا کہ مَیں نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ **نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھا تو انہوں نے فرمایا حضرت ابو بکرؓ۔** مَیں نے کہا پھر کون؟ فرمایا حضرت عمرؓ۔ مَیں نے کہا پھر کون؟ فرمایا پھر حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا پھر کون؟ پھر آپؓ خاموش رہیں۔[1013]

محمد بن سیرین نے بیان کیا کہ مَیں اس شخص کے بارے میں گمان نہیں کرتا جو حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی تنقیص بیان کرتا یعنی ان میں نقص نکالتا ہے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہو۔[1014] اور پھر یہ بھی ساتھ دعویٰ ہو کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ میں نقص نکالنے کے بعد یہ دعویٰ غلط ہے کہ پھر ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے کیونکہ یہ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑے پیارے تھے۔

حضرت عائذ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ حضرت سلمانؓ، حضرت صہیبؓ اور حضرت بلالؓ چند لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے کہ ابوسفیان آئے۔ اس پر اُن لوگوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! اللہ کی تلواروں نے اللہ کے دشمن کی گردن کے ساتھ ابھی تک اپنا حساب چُکتا نہیں کیا۔ یعنی صحیح طرح جو بدلہ لینا چاہیے تھا وہ نہیں لیا۔ راوی کہتے ہیں یہ سن کر حضرت ابو بکرؓ نے کہا: کیا تم قریش کے بڑے سرداروں کے بارے میں اس طرح کہہ رہے ہو؟ ابوسفیان بھی قریش کے سرداروں میں سے ہیں۔ تم کہہ رہے ہو کہ ان سے ہم نے بدلہ نہیں لیا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ کو یہ بات بتائی تو آپؐ نے فرمایا کہ اے ابو بکر! شاید تم نے ان لوگوں یعنی سلمان، صہیب اور بلال کو ناراض کر دیا۔ اگر تم نے انہیں ناراض کیا تو سمجھ لو کہ تم نے اپنے رب کو ناراض کیا۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ ان تینوں حضرات کے پاس آئے اور کہا: پیارے بھائیو! کیا میں نے آپ کو ناراض کر دیا؟ بڑے معذرت خواہانہ انداز میں یہ کہا۔ تو انہوں نے کہا نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے اے ہمارے بھائی! اللہ آپ کو معاف کرے۔[1015] بہرحال یہاں یہ بھی ثابت کرنا ہے کہ

حضرت ابو بکرؓ کی عاجزی

کس قدر تھی۔ ایسے لوگ جن کو آپؓ نے غلامی سے آزاد بھی کروایا ہوا ہے اس کے باوجود ان کے پاس آتے ہیں اور ان سے معافی مانگتے ہیں اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اطاعت کا کیا معیار تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرمائی کہ تم نے ناراض کر دیا۔ یہ نہیں فرمایا کہ جا کے معافی مانگو لیکن آپؓ فوراً خود گئے اور اُن سے معافی مانگی۔ یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے شرح میں لکھا گیا ہے کہ یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار کی جنگ بندی کے معاہدہ کے بعد کا ہے جب ابوسفیان ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اس وقت مسلمانوں کا خیال تھا کہ کیوں نہ ہم نے ان کو پہلے ہی مار دیا ہوتا۔[1016]

حفظِ قرآن کے بارے میں

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی تاریخ کے حوالے سے باتیں فرمائی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ "ابوعبیدہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہاجر صحابہؓ میں سے مندرجہ ذیل کا حفظ ثابت ہے۔ ابو بکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ۔ علیؓ۔ طلحہؓ۔ سعدؓ۔ ابنِ مسعودؓ۔ حذیفہؓ۔ سالمؓ۔ ابوہریرہؓ۔ عبداللہ بن سائبؓ۔ عبداللہ بن عمرؓ۔ عبداللہ بن عباسؓ۔ اور عورتوں میں سے عائشہؓ۔ حضرت حفصہؓ اور حضرت ام سلمہؓ۔ ان میں سے اکثر نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی قرآنِ شریف حفظ کر لیا تھا اور بعض نے آپؐ کی وفات کے بعد حفظ کیا۔"[1017]

ثانی اثنین کے بارے میں

حضرت ابو بکرؓ کی اپنی روایت یوں ہے۔ حضرت انسؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے روایت کی۔ وہ کہتے

تھے کہ مَیں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اور مَیں اس وقت غار میں تھا (یعنی حضرت ابو بکرؓ نے کہا جبکہ وہ غار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے) کہ اگر ان میں سے کوئی اپنے پاؤں کے نیچے نگاہ ڈالے (یعنی کافر جو باہر کھڑے تھے اگر نیچے دیکھے) تو ہمیں ضرور دیکھ لے گا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو بکر آپ کا کیا خیال ہے ان دو شخصوں کی نسبت جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہو۔[1018] بخاری کی روایت ہے یہ۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

"(حضرت) ابو بکر صدیقؓ کے محاسن اور خصوصی فضائل میں سے ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ سفر ہجرت میں آپ کو رفاقت کے لئے خاص کیا گیا اور مخلوق میں سے سب سے بہترین شخص" یعنی آنحضرت "(صلی اللہ علیہ وسلم) کی مشکلات میں آپ ان کے شریک تھے اور آپ مصائب کے آغاز سے ہی حضورؐ کے خاص انیس بنائے گئے تھے" یعنی خاص دوست بنائے گئے تھے "تا کہ محبوبِ خداؐ کے ساتھ آپؓ کا خاص تعلق ثابت ہو اور اس میں بھید یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ خوب معلوم تھا کہ صدیقِ اکبرؓ صحابہؓ میں سے زیادہ شجاع، متقی اور ان سب سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے اور مردِ میدان تھے اور یہ کہ سید الکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں فنا تھے۔ آپؓ" یعنی حضرت ابو بکرؓ "ابتدا سے ہی حضورؐ کی مالی مدد کرتے اور آپؐ کے اہم امور کا خیال فرماتے تھے۔ سو اللہ نے تکلیف دہ وقت اور مشکل حالات میں اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آپؓ کے ذریعہ تسلی فرمائی اور الصّدیق کے نام اور نبی ثقلینؐ کے قرب سے مخصوص فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ثَانِیَ اثۡنَیۡنِ کی خلعتِ فاخرہ سے فیضیاب فرمایا اور اپنے خاص الخاص بندوں میں سے بنایا۔"[1019]

غیر مسلم مصنفین کا حضرت ابو بکرؓ کو خراجِ عقیدت

الجیریا کا بیسویں صدی کا ایک مؤرخ ہے آندرے سرویئر (André Servier) وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں لکھتا ہے کہ ابو بکر کا مزاج سادہ تھا۔ غیر متوقع عروج کے باوجود انہوں نے غربت والی زندگی بسر کی۔ جب انہوں نے وفات پائی تو انہوں نے اپنے پیچھے ایک بوسیدہ لباس، ایک غلام اور ایک اونٹ ترکہ میں چھوڑا۔ وہ اہلِ مدینہ کے دلوں پر سچی حکومت کرنے والے تھے۔ ان میں ایک بہت بڑی خوبی تھی اور وہ تھی قوت و توانائی۔ لکھتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جس خوبی کے ذریعہ غلبہ حاصل کیا تھا اور جو آپ کے دشمنوں میں کمیاب تھی وہ خوبی حضرت ابو بکرؓ میں پائی جاتی تھی اور وہ کیا خوبی تھی،

غیر متزلزل ایمان اور مضبوط یقین اور ابو بکر صحیح جگہ پر صحیح آدمی تھا۔ پھر لکھتا ہے کہ اس معمر اور نیک سیرت انسان نے اپنے موقف کو اختیار کیا جبکہ ہر طرف بغاوت برپا تھی۔ آپ نے اپنے مومنانہ اور غیر متزلزل عزم سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کو از سرِ نو شروع کیا۔[1020]

پھر **ایک برطانوی مؤرخ ہے جے جے سانڈرز** (J.J. Saunders) وہ لکھتا ہے کہ: پہلے خلیفہ کی یاد مسلمانوں میں ہمیشہ ایک ایسے انسان کے طور پر جاگزیں رہی ہے جو کامل وفادار، لطف و کرم کا پیکر تھا اور کوئی سخت سے سخت طوفان بھی ان کی مستقل تحمل مزاجی کو ہلا نہ سکا۔

ان کا عہدِ حکومت اگرچہ مختصر تھا لیکن اس میں جو کامیابیاں حاصل ہوئیں وہ بہت عظیم تھیں۔ ان کی طبیعت کے ٹھہراؤ اور ثبات و استقلال نے ارتداد پر قابو پا کر عرب قوم کو دوبارہ دائرۂ اسلام میں داخل کر دیا اور ان کے تسخیرِ شام کے مصمم ارادے نے عرب دنیا کی سلطنت کی بنیاد رکھ دی۔[1021]

پھر ایک اَور **انگریز مصنف ہے ایچ جی ویلز** (H.G. Wells) یہ کہتا ہے کہ یہ کہا جاتا ہے کہ اسلامی سلطنت کی اصل بنیاد رکھنے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ابوبکر تھے جو آپؐ کے دوست اور مددگار تھے۔ خیر یہ تو مبالغہ کر رہا ہے یہاں۔ بہرحال یہ لکھ رہا ہے۔

پھر آگے لکھتا ہے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے متزلزل کردار کے باوجود ابتدائی اسلام کا دماغ اور تصور تھے۔ (العیاذ باللہ، نعوذ باللہ) تو ابوبکر اس کا شعور اور عزم تھے۔ جب کبھی محمد متزلزل ہوتے (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ابوبکر ان کی ڈھارس بندھاتے تھے۔ بہرحال یہ باتیں تو اس کی فضول گوئی اور لغو باتیں ہیں جس میں کوئی سچائی نہیں ہے لیکن یہ آگے جو صحیح بات لکھ رہا ہے وہ یہ لکھ رہا ہے کہ **جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو ابوبکر آپؐ کے خلیفہ اور جانشین بنے اور پہاڑوں کو بھی ہلا دینے والے ایمان کے ساتھ انہوں نے بڑی سادگی اور سمجھداری سے تین یا چار ہزار عربوں پر مشتمل چھوٹی چھوٹی سی فوج کے ساتھ ساری دنیا کو اللہ کے تابع فرمان بنانے کا کام شروع کیا۔**[1022]

بہرحال جیسا کہ میں نے کہا کہ مصنف نے حضرت ابوبکرؓ کی بعض خوبیوں کا ذکر کیا ہے جو بلاشبہ اُن میں موجود تھیں لیکن چونکہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعلیٰ و ارفع مقامِ نبوت کی حقیقت کا ادراک اور شعور نہیں رکھتے تھے اس لیے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ وغیرہ کی تعریف میں اس حد تک مبالغہ آمیزی سے کام لے جاتے ہیں کہ جو کسی بھی طور پر درست نہیں ہو سکتا حالانکہ حضرت عمرؓ ہوں یا حضرت ابوبکرؓ یہ سب اپنے آقا و مطاع حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار اور کامل متبع اور عاشق تھے۔

یہ لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے شعور نہ تھے بلکہ خادمانہ رنگ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہاتھ اور پاؤں تھے۔

ایسا ہی دینِ اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دماغ کا نام یا کام نہ تھا جس طرح اس نے یہ لکھا ہے کہ اسلام جو تھا اس کا دماغ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے بلکہ سراسر خدائی راہنمائی اور وحیٔ الٰہی کے نتیجہ میں ایک کامل اور مکمل شریعت اور دین کا نام اسلام ہے اور نہ ہی کسی بھی گھبراہٹ یا تزلزل کے موقع پر حضرت ابوبکرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ڈھارس بنے بلکہ اوّل تو اس اشجع الناس،

جری اور بہادر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی میں ہم کبھی کسی گھبراہٹ یا تزلزل کو دیکھ نہیں سکتے اور اگر کوئی پریشانی کا موقع آیا بھی ہو تو خدائے قادر و توانا ان کے لیے ڈھارس بنتا رہا۔ مصنف نے تو لکھا ہے کہ ابو بکر آپؐ کی ڈھارس بندھاتے تھے جبکہ اس کے بالکل الٹ ہم نے دیکھا ہے کہ اگر حضرت ابو بکرؓ کی زندگی میں کسی پریشانی یا گھبراہٹ کا وقت آیا بھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے ڈھارس بنا کرتے تھے جیسا کہ ہجرت کے موقع پر جب حضرت ابو بکرؓ سخت پریشان ہوئے اور گھبرائے۔ بے شک یہ گھبراہٹ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہی تھی لیکن حضرت ابو بکرؓ کی اس گھبراہٹ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ڈھارس بنے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ سے یہ کہا کہ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (التوبہ:40) کہ اے ابو بکر! تم گھبراؤ نہیں۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اور جیسا کہ ابھی پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے خود بیان فرمایا جب یہ گھبراہٹ تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دلائی۔ پس **یہ ایک واقعہ ہی آپؐ کے عزم، توکل اور اللہ تعالیٰ کے خاص نبی ہونے کی واضح دلیل ہے** لیکن بہرحال یہ عقل کے اندھے اگر ایک بات سچ کہنے میں مجبور ہوتے ہیں تو کچھ نہ کچھ بیچ میں گند ملانے کی ضرور کوشش کرتے ہیں۔

پھر ایک اَور **برطانوی مستشرق ہے ٹی ڈبلیو آرنلڈ** (T.W. Arnold) کہتا ہے کہ:

وہ (ابو بکرؓ) ایک دولت مند تاجر تھے۔ اعلیٰ کردار اور اپنی ذہانت اور قابلیت کی بنا پر ان کے ہم وطن ان کی بہت عزت کرتے تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے اپنی دولت کا بڑا حصہ اُن مسلمان غلاموں کو خریدنے پر صرف کر دیا جنہیں کفار ان کے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر ایمان لانے کے سبب اذیتیں دیتے تھے۔[1023]

پھر سکاٹ لینڈ کا ایک مستشرق اور برطانوی ہندوستان میں شمال مغربی صوبوں کا لیفٹیننٹ گورنر **سر ولیم میور** (Sir William Muir) ہے یہ لکھتا ہے کہ:

حضرت ابو بکرؓ کا عہدِ حکومت مختصر تھا لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلام ابو بکر سے زیادہ کسی اَور کا ممنون نہیں۔ یعنی محمدؐ کے بعد ابو بکرؓ سے زیادہ اسلام کی خدمت کسی اَور نے نہیں کی۔[1024]

حضرت ابو بکرؓ کے اخلاقِ حسنہ کے بارے میں

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

"کیا یہ سچ نہیں کہ بڑے بڑے زبردست بادشاہ ابو بکرؓ اور عمرؓ بلکہ ابو ہریرہؓ کا نام لے کر بھی رضی اللہ عنہ کہہ اٹھتے رہے ہیں اور چاہتے رہے ہیں کہ کاش ان کی خدمت کا ہی ہمیں موقع ملتا۔

پھر کون ہے جو کہہ سکے کہ ابو بکر اور عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم نے غربت کی زندگی بسر کر کے کچھ نقصان اٹھایا۔ بے شک انہوں نے دنیاوی لحاظ سے اپنے اوپر ایک موت قبول کر لی۔ لیکن وہ موت ان کی حیات ثابت ہوئی اور اب کوئی طاقت ان کو مار نہیں سکتی۔ وہ قیامت تک زندہ رہیں گے۔"[1025]

پھر فرماتے ہیں کہ:

"ابو بکرؓ کو اللہ تعالیٰ نے محض اِس لئے ابو بکرؓ نہیں بنایا تھا کہ وہ اتفاقی طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہو گئے تھے۔ عمرؓ کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے عمرؓ کا درجہ عطا نہیں کیا تھا کہ وہ اتفاقی طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہو گئے تھے۔ عثمانؓ اور علیؓ کو محض اس لئے خدا تعالیٰ نے عثمانؓ اور علیؓ کا جو مرتبہ ہے وہ عطا نہیں کیا تھا کہ وہ اتفاقی طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دامادی کے مقام پر پہنچ گئے تھے یا طلحہؓ اور زبیرؓ کو محض اس لئے کہ وہ آپؐ کے خاندان یا آپؐ کی قوم میں سے تھے اور آپؐ کے زمانہ میں پیدا ہو گئے تھے عزتیں اور رتبے عطا نہیں کئے۔ بلکہ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنی قربانیوں کو ایسے اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا تھا کہ جس سے زیادہ انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آتا۔"[1026]

پس یہ قربانیاں ہیں جو انسان کو مقام دلاتی ہیں۔

پھر حضرت مصلح موعودؓ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ "حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی کتنی عزت ہمارے دلوں میں ہے مگر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ عزت اُن کی اولاد کی وجہ سے ہے؟ ہم میں سے تو اکثر ایسے ہیں جو جانتے تک نہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کی نسل کہاں تک چلی اور ان کی نسل کے حالات ہی محفوظ نہیں ہیں۔ آج بہت سے لوگ ایسے موجود ہیں جو اپنے آپ کو حضرت ابو بکرؓ کی اولاد ظاہر کر کے اپنے آپ کو صدیقی کہتے ہیں۔ لیکن اگر ان سے کوئی کہے کہ تم قسم کھاؤ کہ واقعی تم صدیقی ہو اور تمہارا سلسلہ نسب حضرت ابو بکرؓ تک پہنچتا ہے؟ تو وہ ہر گز قسم نہیں کھا سکیں گے اور اگر وہ قسم کھا بھی جائیں تو ہم کہیں گے کہ یہ جھوٹ بول رہے ہیں اور بے ایمان ہیں۔ اِس کی وجہ یہی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کی نسل کے حالات اتنے محفوظ ہی نہیں ہیں کہ آج کوئی اپنے آپ کو صحیح طور پر ان کی طرف منسوب کر سکے۔ پس ہم حضرت ابو بکرؓ کی عزت اس لئے نہیں کرتے کہ ان کی نسل کا کام عالی شان ہے، ہم حضرت عمرؓ کی عزت اس لئے نہیں کرتے کہ ان کی نسل کا کام نہایت اعلیٰ پایہ کا ہے، ہم حضرت عثمانؓ کی عزت اس لئے نہیں کرتے کہ اُن کی نسل کارہائے نمایاں کر رہی ہے اور ہم حضرت علیؓ کو اس لئے نہیں یاد کرتے کہ ان کی نسل میں خاص خوبیاں ہیں۔ (حضرت علیؓ کا تو سلسلہ نسب بھی اب تک چل رہا ہے مگر ان کی عزت اس لئے نہیں کی جاتی کہ ان کی نسل اب تک قائم ہے) باقی بھی جتنے صحابہؓ تھے اُن میں سے کوئی ایک بھی تو ایسا نہیں جسے اُس کی نسل کی وجہ سے یاد کیا جاتا ہو۔ پس حقیقت یہ ہے کہ ہم اُن کو اُن کی ذاتی قربانیوں کی وجہ سے یاد کرتے ہیں اور ان کی عزت کرتے ہیں۔"[1027]

پھر حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "حضرت ابو بکرؓ کو دیکھ لو۔ آپؓ مکہ کے ایک معمولی تاجر تھے اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث نہ ہوتے اور مکہ کی تاریخ لکھی جاتی تو مؤرخ صرف اتنا ذکر کرتا کہ ابو بکرؓ عرب کا ایک شریف اور دیانت دار تاجر تھا۔ مگر **محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی**

اتباع سے ابو بکرؓ کو وہ مقام ملا تو آج ساری دنیا اُن کا ادب اور احترام کے ساتھ نام لیتی ہے۔

جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے اور حضرت ابو بکرؓ کو مسلمانوں نے اپنا خلیفہ اور بادشاہ بنا لیا تو مکہ میں بھی یہ خبر جا پہنچی۔ ایک مجلس میں بہت سے لوگ بیٹھے تھے جن میں حضرت ابو بکرؓ کے والد ابو قحافہ بھی موجود تھے۔ جب انہوں نے سنا کہ ابو بکرؓ کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کر لی ہے تو اُن کے لئے اس امر کو تسلیم کرنا ناممکن ہو گیا اور انہوں نے خبر دینے والے سے پوچھا کہ تم کس ابو بکرؓ کا ذکر کر رہے ہو؟ اس نے کہا۔ وہی ابو بکرؓ جو تمہارا بیٹا ہے۔ انہوں نے "، ان کے والد نے، حضرت ابو بکرؓ کے والد ابو قحافہ نے "عرب کے ایک ایک قبیلے کا نام لے کر کہنا شروع کر دیا کہ اس نے بھی ابو بکرؓ کی بیعت کر لی ہے؟" پھر پوچھنا شروع کیا کہ یہ جو بڑے بڑے قبائل ہیں کیا انہوں نے ابو بکر کی بیعت کر لی ہے؟ ہر ایک کا نام لے لے کر پوچھا۔ "اور جب اس نے کہا کہ سب نے متفقہ طور پر ابو بکرؓ کو خلیفہ اور بادشاہ بنا لیا ہے تو ابو قحافہ بے اختیار کہنے لگے کہ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ یعنی مَیں گواہی دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے سوا اَور کوئی معبود نہیں اور مَیں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ رسول اللہ اس کے سچے رسول ہیں۔" فرماتے ہیں کہ "حالانکہ وہ دیر سے مسلمان تھے۔" ابو قحافہ فتح مکہ کے بعد یا شاید اس سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے۔ "انہوں نے جو یہ کلمہ پڑھا۔ اور دوبارہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کیا تو اسی لئے کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو ان کی آنکھیں کھل گئیں اور انہوں نے سمجھا کہ یہ اسلام کی سچائی کا ایک زبردست ثبوت ہے ورنہ میرے بیٹے کی کیا حیثیت تھی کہ اس کے ہاتھ پر سارا عرب متحد ہو جاتا۔"[1028]

پھر ایک جگہ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ "حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو دیکھ لو۔ انہوں نے جب اسلام قبول کیا تو لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ مکہ کا ایک لیڈر تھا اَب ذلیل ہو گیا مگر اسلام سے پہلے اُن کی اِس سے زیادہ کیا عزت ہو سکتی تھی کہ دو سو یا تین سو آدمی ان کا نام عزت سے لیتے ہوں گے۔ لیکن اسلام کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے انہیں خلافت اور بادشاہت کی برکت سے نوازا۔ اور انہیں دنیا بھر میں دائمی عزت اور ایک لازوال شہرت کا مالک بنا دیا... کہاں ایک قبیلہ کی لیڈری اور کہاں یہ کہ تمام مسلمانوں کا خلیفہ اور مملکتِ عرب کا بادشاہ ہونا جس نے ایران اور روم سے ٹکر لی اور انہیں نیچا دکھایا۔"[1029]

پھر ایک جگہ آپؓ فرماتے ہیں کہ "دیکھو بادشاہت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر ہی نہیں آپؐ کے خادموں کے قدموں پر بھی آ گری لیکن آپؐ نے نہ اُس وقت خواہش کی جب آپؐ کو ابھی بادشاہت نہیں ملی تھی اور نہ اس وقت" بادشاہت کی "خواہش کی جب آپؐ کو بادشاہت مل گئی۔ نہ حضرت ابو بکرؓ نے بادشاہت کی خواہش کی، نہ حضرت عمرؓ نے بادشاہت کی خواہش کی، نہ حضرت عثمانؓ نے بادشاہت کی خواہش کی اور نہ حضرت علیؓ نے بادشاہت کی خواہش کی بلکہ ان میں بادشاہت کے آثار پائے ہی نہیں جاتے تھے حالانکہ وہ دنیا کے اتنے زبردست بادشاہ تھے جن کی تاریخ میں مثال ہی نہیں

ملتی۔ ان کی طبائع اتنی سادہ تھیں، ان کی ملاقاتیں اِتنی سادہ تھیں، ان میں تواضع اِس قدر پایا جاتا تھا کہ ظاہری طور پر یہ بھی معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ بادشاہ ہیں۔

ان میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ میری حکومت ہے، مَیں بادشاہ ہوں۔ ان میں سے کوئی شخص بھی کبھی اِس بات پر آمادہ نہیں ہوا کہ وہ اپنی بادشاہت کا اظہار کرے اور نہ ہی وہ اِس بات کی کبھی خواہش کرتے تھے۔ درحقیقت جو خدا تعالیٰ کے ہو جاتے ہیں دنیا خود ان کے قدموں پر آ گرتی ہے۔ لوگ تو یہ سمجھتے ہیں کہ بادشاہتوں سے انہیں مدد ملے گی لیکن **جو خدا تعالیٰ کے ہو جاتے ہیں بادشاہتیں سمجھتی ہیں کہ انہیں ان کی غلامی سے عزت ملے گی۔**"[1030]

یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بادشاہ مقرر ہوئے تھے

پھر ایک جگہ آپؓ فرماتے ہیں: "دیکھو! ابو بکر بادشاہ بن گئے۔ لیکن ان کا باپ یہ سمجھتا تھا کہ ان کا بادشاہ ہونا ناممکن ہے۔ کیونکہ انہیں بادشاہت خدا تعالیٰ کی طرف سے ملی تھی۔ اس کے مقابلہ میں تیمور بھی ایک بڑا بادشاہ تھا لیکن وہ اپنی دنیوی تدابیر کی وجہ سے بادشاہ ہوا تھا۔ نپولین بھی بڑا بادشاہ تھا لیکن وہ اپنی محنت اور دنیوی تدابیر سے بادشاہ بن گیا تھا۔ نادر شاہ بھی بڑا بادشاہ تھا لیکن اسے بھی بادشاہت اپنی ذاتی محنت اور کوشش اور دنیوی تدابیر سے ملی تھی۔ پس بادشاہت سب کو ملی۔ لیکن ہم کہیں گے تیمور کو بادشاہت آدمیوں کے ذریعہ ملی۔ لیکن **ابو بکرؓ کو بادشاہت خدا تعالیٰ سے ملی۔**

ہم کہیں گے نپولین کو بادشاہت دنیوی تدابیر سے ملی تھی لیکن حضرت عمرؓ کو بادشاہت خدا تعالیٰ سے ملی۔ ہم کہیں گے چنگیز خان کو بادشاہت دنیوی ذرائع سے ملی تھی لیکن حضرت عثمانؓ کو بادشاہت خدا تعالیٰ نے دی۔ ہم کہیں گے نادر شاہ دنیوی تدابیر سے بادشاہ بنا تھا لیکن حضرت علیؓ کو بادشاہت خدا تعالیٰ نے دی۔

پس بادشاہت سب کو ملی، دنیوی بادشاہوں کا بھی دبدبہ تھا، رُعب تھا۔ اُن کا بھی قانون چلتا تھا اور خلفاء کا بھی۔ بلکہ ان کا قانون ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ سے زیادہ چلتا تھا۔ لیکن یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بادشاہ مقرر ہوئے تھے" یعنی یہ چاروں "اور وہ آدمیوں کے ذریعہ بادشاہ ہوئے تھے۔" جو دنیادار بادشاہ تھے۔ "پس جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی اہم کام سے پہلے بِسۡمِ اللّٰہ نہیں پڑھتا" بِسۡمِ اللّٰہ کی برکات کا آپ یہاں ذکر فرما رہے ہیں "اسے برکت نہیں مل سکتی۔

تو اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ وہ اپنے مقصد میں ناکام رہتا ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ تھا کہ اسے وہ مقصد خدا تعالیٰ سے نہیں مل سکتا۔ جو بادشاہت خدا تعالیٰ کے ذریعہ ملنے والی تھی وہ حضرت ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ کو ملی۔ ان کے سوا دوسرے لوگوں کو نہیں ملی۔ دوسروں کو جو بادشاہت ملی وہ شیطان سے ملی یا انسانوں سے ملی۔ ورنہ لینن، سٹالن اور مالنکوف نے بِسۡمِ اللّٰہ نہیں پڑھی لیکن بادشاہت ان کو بھی ملی۔ روزویلٹ، ٹرومین اور آئزن ہاور نے بھی بِسۡمِ اللّٰہ نہیں پڑھی لیکن بادشاہت ان کو بھی ملی۔ وہ

بِسۡمِ اللّٰہ کو جانتے بھی نہیں اور نہ بِسۡمِ اللّٰہ کی ان کے دلوں میں کوئی قدر رہے۔ پس جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بِسۡمِ اللّٰہ پڑھنے کے بغیر برکت نہیں ملتی تو اس کا یہ مطلب تھا کہ اسے خدا تعالیٰ کی طرف سے کچھ نہیں ملتا۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے صرف اسی کو ملتا ہے جو ہر اہم کام سے پہلے بِسۡمِ اللّٰہ پڑھ لیتا ہے۔ اب ہر شخص یہ سمجھ سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی چیز زیادہ برکت والی ہوتی ہے یا بندوں سے ملنے والی چیز زیادہ برکت والی ہوتی ہے۔ انسانی تدابیر سے حاصل کی ہوئی بادشاہت بند بھی ہو سکتی ہے لیکن خدا تعالیٰ کی دی ہوئی بادشاہت بند نہیں ہو سکتی۔"

کاش کہ یہ نکتہ مسلمانوں کو بھی آج سمجھ آ جائے۔ گو بسم اللہ پڑھتے بھی ہیں لیکن وہ بھی لگتا ہے صرف ظاہری منہ سے ادائیگی ہو رہی ہے اور دل سے نہیں۔

ہمارے مسلمان لیڈروں کے لیے، بادشاہوں کے لیے سبق

پھر لکھتے ہیں کہ "یزید بھی ایک بادشاہ تھا اُسے کتنا غرور تھا۔ اُسے طاقت کا کتنا دعویٰ تھا۔ اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کو تباہ کیا۔" بظاہر اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتا تھا۔ "اس نے آپؐ کی اولاد کو قتل کیا اور اس کی گردن نیچے نہیں ہوتی تھی۔" بڑا اکڑ کے رہتا تھا" وہ سمجھتا تھا کہ میرے سامنے کوئی نہیں بول سکتا۔ **حضرت ابو بکرؓ بھی بادشاہ ہوئے لیکن ان میں عجز تھا، انکسار تھا۔ آپؓ فرماتے تھے مجھے خدا تعالیٰ نے لوگوں کی خدمت کے لیے مقرر کیا ہے۔ اور خدمت کے لیے جتنی مہلت مجھے مل جائے اس کا احسان ہے۔** لیکن یزید کہتا تھا مجھے میرے باپ سے بادشاہت ملی ہے۔ میں جس کو چاہوں مار دوں اور جس کو چاہوں زندہ رکھوں۔ بظاہر یزید اپنی بادشاہت میں حضرت ابو بکرؓ سے بڑھا ہوا تھا۔ وہ کہتا تھا میں خاندانی بادشاہ ہوں۔ کس کی طاقت ہے کہ میرے سامنے بولے۔ لیکن حضرت ابو بکرؓ فرماتے تھے کہ میں اس قابل کہاں تھا کہ بادشاہ بن جاتا۔ مجھے جو کچھ دیا ہے خدا تعالیٰ نے دیا ہے۔ میں اپنے زور سے بادشاہ نہیں بن سکتا تھا۔ میں ہر ایک کا خادم ہوں۔ میں غریب کا بھی خادم ہوں اور امیر کا بھی خادم ہوں۔ اگر مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہو تو مجھ سے اس کا ابھی بدلہ لے لو۔ قیامت کے دن مجھے خراب نہ کرنا۔" حضرت ابو بکرؓ کے بارے میں "ایک سننے والا کہتا ہو گا کہ یہ کیا ہے۔ اسے تو ایک نمبر دار کی سی حیثیت بھی حاصل نہیں۔ لیکن وہ یزید کی بات سنتا ہو گا تو کہتا ہو گا یہ باتیں ہیں جو قیصر و کسریٰ والی ہیں۔" یہ بادشاہوں والی باتیں ہیں جو یزید کر رہا ہے۔ "لیکن جب حضرت ابو بکرؓ فوت ہو گئے تو اُن کے بیٹے، اُن کے پوتے اور پڑپوتے پھر پڑپوتوں کے بیٹے اور پھر آگے وہ نسل جس میں پوتا اور پڑپوتا کا سوال ہی باقی نہیں رہتا وہ برابر ابو بکرؓ سے اپنے رشتہ پر فخر کرتے تھے۔ پھر اُن کو بھی جانے دو۔ وہ لوگ جو ابو بکرؓ کی طرف منسوب بھی نہیں، جو آپ کے خاندان کو بھی کبھی نہیں ملے وہ بھی آپ کے واقعات پڑھتے ہیں تو آج تک ان کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں۔ ان کی محبت جوش میں آ جاتی ہے۔ کوئی شخص آپؓ کو برا کہہ دے تو ان کا خون کھولنے لگتا ہے۔ **غرض اولاد تو الگ رہی غیر بھی اپنی جان ان پر نثار کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ ہر کلمہ گو جب آپ کا نام سنتا ہے تو کہتا ہے** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ۔

مگر وہ فخر کرنے والا یزید جو اپنے آپ کو بادشاہ ابنِ بادشاہ کہتے ہوئے نہیں تھکتا تھا جب فوت ہوا تو لوگوں نے اس کے بیٹے کو اس کی جگہ بادشاہ بنا دیا۔ جمعہ کا دن آیا تو وہ منبر پر کھڑا ہوا اور کہا کہ اے لوگو! میرا دادا اُس وقت بادشاہ بنا جب اُس سے زیادہ بادشاہت کے مستحق لوگ موجود تھے۔ میرا باپ اُس وقت بادشاہ بنا جب اُس سے زیادہ مستحق لوگ موجود تھے۔ اب مجھے بادشاہ بنا دیا گیا ہے حالانکہ مجھ سے زیادہ مستحق لوگ موجود ہیں۔ اے لوگو! مجھ سے یہ بوجھ اٹھایا نہیں جاتا۔ میرے باپ اور میرے دادا نے مستحقین کے حق مارے ہیں لیکن میں اُن کے حق مارنے کو تیار نہیں۔ تمہاری خلافت یہ پڑی ہے جس کو چاہو دے دو۔ میں نہ اِس کا اہل ہوں اور نہ اپنے باپ دادا کو اس کا اہل سمجھتا ہوں۔ انہوں نے جابرانہ اور ظالمانہ طور پر حکومت پر قبضہ کیا تھا۔ میں اب حقداروں کو ان کا حق واپس دینا چاہتا ہوں۔ یہ کہہ کر گھر چلا گیا۔ اس کی ماں نے جب یہ واقعہ سنا تو کہا۔ کمبخت! تُو نے اپنے باپ دادا کی ناک کاٹ دی۔ اس نے جواب دیا۔ ماں! اگر خدا تعالیٰ نے تجھے عقل دی ہوتی تو تُو سمجھتی کہ میں نے باپ دادا کی ناک نہیں کاٹی۔ میں نے ان کی ناک جوڑ دی ہے۔ اس کے بعد وہ اپنے گھر میں گوشہ نشین ہو کر بیٹھ گیا اور مرتے دم تک گھر سے باہر نہیں نکلا۔"[1031]

پس یہ بادشاہت جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے اس کا حق بھی ادا کیا جاتا ہے۔ یہ بھی ہمارے مسلمان لیڈروں کے لیے، بادشاہوں کے لیے سبق ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ پھر بیان فرماتے ہیں: "اسلام کی خدمت اور دین کے لئے قربانیاں کرنے کی وجہ سے آج حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو جو عظمت حاصل ہے وہ کیا دنیا کے بڑے سے بڑے بادشاہوں کو بھی حاصل ہے؟ آج دنیا کے بادشاہوں میں سے کوئی ایک بھی نہیں جسے اتنی عظمت حاصل ہو جتنی حضرت ابو بکرؓ کو حاصل ہے بلکہ حضرت ابو بکرؓ تو الگ رہے کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کو بھی اتنی عظمت حاصل نہیں جتنی مسلمانوں کے نزدیک حضرت ابو بکرؓ کے نوکروں کو حاصل ہے۔ بلکہ حق یہ ہے کہ ہمیں حضرت ابو بکرؓ کا کتا بھی بڑی بڑی عزتوں والوں سے اچھا لگتا ہے۔ اس لئے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے در کا خادم ہو گیا۔" فرماتے ہیں:... **"وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دَر کا غلام ہو گیا تو اس کی ہر چیز ہمیں پیاری لگنے لگ گئی اور اب یہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی شخص اس عظمت کو ہمارے دلوں سے محو کر سکے۔"**[1032] ہمارے پہ الزام لگاتے ہیں کہ نعوذ باللہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں لیکن ہمارے یہ خیالات ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے جو دیر کے بعد اسلام میں داخل ہوئے تھے ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے تھے مختلف باتیں ہو رہی تھیں کہ وہ باتوں باتوں میں حضرت ابو بکرؓ سے کہنے لگے ابا جان! فلاں جنگ کے موقع پر مَیں ایک پتھر کے پیچھے چھپا ہوُا تھا۔ آپ میرے سامنے سے دو دفعہ گزرے۔ میں اگر اُس وقت چاہتا تو آپ کو مار

دیتا مگر میں نے اِس خیال سے ہاتھ نہ اٹھایا کہ آپ میرے باپ ہیں۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ یہ سن کر بولے مَیں نے تجھے اس وقت دیکھا نہیں اگر میں تجھے دیکھ لیتا تو چونکہ تُو خدا کا دشمن ہو کر میدان میں آیا تھا اِس لئے میں تجھے ضرور مار دیتا۔"[1033]

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخلاق فاضلہ کے بارے میں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: "ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ تھا جس کی فطرت میں سعادت کا تیل اور بتّی پہلے سے موجود تھے۔" یعنی اس میں جلنے کی صلاحیت تھی، روشن ہونے کی صلاحیت تھی۔ "اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیم نے اس کو فی الفور متاثر کر کے روشن کر دیا۔ اس نے آپؐ سے کوئی بحث نہیں کی۔ کوئی نشان اور معجزہ نہ مانگا۔ معاً سن کر صرف اتنا ہی پوچھا کہ کیا آپؐ نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں۔ تو بول اٹھے کہ آپؐ گواہ رہیں۔ میں سب سے پہلے ایمان لاتا ہوں۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "یہ تجربہ کیا گیا ہے کہ سوال کرنے والے بہت کم ہدایت پاتے ہیں۔ ہاں حسنِ ظن اور صبر سے کام لینے والے ہدایت سے پورے طور پر حصہ لیتے ہیں۔ اس کا نمونہ ابو بکرؓ اور ابو جہل دونوں موجود ہیں۔ ابو بکرؓ نے جھگڑا نہ کیا اور نشان نہ مانگے۔ مگر اس کو وہ دیا گیا جو نشان مانگنے والوں کو نہ مِلا۔ اس نے نشان پر نشان دیکھے۔ اور خود ایک عظیم الشّان نشان بنا۔ ابو جہل نے حجت کی اور مخالفت اور جہالت سے باز نہ آیا۔ اس نے نشان پر نشان دیکھے مگر دیکھ نہ سکا۔ آخر خود دوسروں کے لئے نشان ہو کر مخالفت ہی میں ہلاک ہوا۔"[1034]

کمال دو قسم کے ہوتے ہیں

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: "مکہ کی مٹی ایک ہی تھی جس سے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو جہل پیدا ہوئے۔ مکہ وہی مکہ ہے جہاں اب کروڑوں انسان ہر طبقہ اور ہر درجہ کے دنیا کے ہر حصہ سے جمع ہوتے ہیں۔ اسی سر زمین سے یہ دونو انسان پیدا ہوئے۔ جن میں سے اوّل الذکر اپنی سعادت اور رشد کی وجہ سے ہدایت پا کر صدیقوں کا کمال پا گیا۔ اور دوسرا شرارت، جہالت، بے جا عداوت اور حق کی مخالفت میں شہرت یافتہ ہے۔ **یاد رکھو! کمال دو ہی قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک رحمانی، دوسرا شیطانی۔ رحمانی کمال کے آدمی آسمان پر ایک شہرت اور عزت پاتے ہیں۔ اسی طرح شیطانی کمال کے آدمی شیاطین کی ذرّیت میں شہرت رکھتے ہیں۔**

غرض ایک ہی جگہ دونو تھے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے کچھ فرق نہیں کیا۔ جو کچھ حکم اللہ تعالیٰ نے دیا وہ سب کا سب یکساں طور پر سب کو پہنچا دیا۔ مگر بد نصیب بد قسمت محروم رہ گئے۔ اور سعید ہدایت پا کر کامل ہو گئے۔ ابو جہل اور اس کے ساتھیوں نے بیسیوں نشان دیکھے۔ انوار و برکاتِ الٰہیہ کو مشاہدہ کیا۔ مگر اُن کو کچھ بھی فائدہ نہ ہوا۔"[1035]

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام مزید فرماتے ہیں: "دیکھو مکہ معظمہ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا تو ابو جہل بھی مکہ ہی میں تھا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی مکہ ہی کے تھے لیکن ابو بکرؓ کی فطرت کو سچائی کے قبول کرنے کے ساتھ کچھ ایسی مناسبت تھی کہ ابھی آپؓ شہر میں بھی داخل نہیں ہوئے تھے۔ راستہ ہی میں جب ایک شخص سے پوچھا کہ کوئی نئی خبر سناؤ اور اُس نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو اسی جگہ ایمان لے آئے اور کوئی معجزہ اور نشان نہیں مانگا اگرچہ بعد میں بے انتہا معجزات آپؐ نے دیکھے اور خود ایک آیت ٹھہرے۔ لیکن ابو جہل نے باوجودیکہ ہزاروں ہزار نشان دیکھے لیکن وہ مخالفت اور انکار سے باز نہ آیا اور تکذیب ہی کرتا رہا۔

اِس میں کیا سِر تھا؟" "کیا بھید تھا؟" "پیدائش دونوں کی ایک ہی جگہ کی تھی۔ ایک صدیق ٹھہرتا ہے اور دوسرا جو ابو الحکم کہلاتا تھا وہ ابو جہل بنتا ہے۔ اس میں یہی راز تھا کہ اس کی فطرت کو سچائی کے ساتھ کوئی مناسبت ہی نہ تھی۔ غرض ایمانی امور مناسبت ہی پر منحصر ہیں۔ جب مناسبت ہوتی ہے تو وہ خود معلّم بن جاتی ہے اور امورِ حقہ کی تعلیم دیتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اہلِ مناسبت کا وجود بھی ایک نشان ہوتا ہے۔"[1036]

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"میرے رب نے مجھ پر یہ ظاہر کیا کہ صدیق اور فاروق اور عثمان (رضی اللہ عنہم) نیکوکار اور مومن تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جنہیں اللہ نے چُن لیا اور جو خدائے رحمٰن کی عنایات سے خاص کئے گئے اور اکثر صاحبانِ معرفت نے ان کے محاسن کی شہادت دی۔ انہوں نے بزرگ و برتر خدا کی خوشنودی کی خاطر وطن چھوڑے۔ ہر جنگ کی بھٹی میں داخل ہوئے اور موسمِ گرما کی دوپہر کی تپش اور سردیوں کی رات کی ٹھنڈک کی پرواہ نہ کی بلکہ نوخیز جوانوں کی طرح دین کی راہوں پر محوِ خرام ہوئے اور اپنوں اور غیروں کی طرف مائل نہ ہوئے اور اللہ ربّ العالمین کی خاطر سب کو خیرباد کہہ دیا۔ اُن کے اعمال میں خوشبو اور اُن کے افعال میں مہک ہے اور یہ سب کچھ ان کے مراتب کے باغات اور ان کی نیکیوں کے گلستانوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور ان کی بادِ نسیم اپنے معطر جھونکوں سے ان کے اسرار کا پتہ دیتی ہے اور ان کے انوار اپنی پوری تابانیوں سے ہم پر ظاہر ہوتے ہیں۔"[1037]

پھر آپؑ فرماتے ہیں: "بخدا، اللہ تعالیٰ نے شیخین" یعنی "(ابو بکرؓ و عمرؓ) کو اور تیسرے جو ذوالنورین ہیں" یعنی حضرت عثمانؓ "ہر ایک کو اسلام کے دروازے اور خیر الانام (محمد رسول اللہؐ) کی فوج کے ہراول دستے بنایا ہے۔ **پس جو شخص ان کی عظمت سے انکار کرتا ہے اور ان کی قطعی دلیل کو حقیر جانتا ہے اور ان کے ساتھ ادب سے پیش نہیں آتا بلکہ ان کی تذلیل کرتا اور اُن کو بُرا بھلا کہنے کے درپے رہتا اور زبان درازی کرتا ہے مجھے اس کے بدانجام اور سلبِ ایمان کا ڈر ہے۔** اور جنہوں نے ان کو دکھ دیا، اُن پر لعن کیا اور بہتان لگائے تو دل کی سختی اور خدائے رحمٰن کا غضب ان کا انجام ٹھہرا۔ میرا بارہا کا تجربہ ہے اور مَیں اس کا کھلے طور پر اظہار بھی کر چکا ہوں کہ ان سادات سے بُغض و کینہ رکھنا

برکات ظاہر کرنے والے اللہ سے سب سے زیادہ قطع تعلقی کا باعث ہے اور جس نے بھی ان سے دشمنی کی تو ایسے شخص پر رحمت اور شفقت کی سب راہیں بند کر دی جاتی ہیں اور اس کے لئے علم و عرفان کے دروازے وا نہیں کئے جاتے۔"[1038]

پھر آپؑ فرماتے ہیں: "تم ایسے شخص پر کیسے لعنت کرتے ہو جس کے دعویٰ کو اللہ نے ثابت کر دیا۔" بعض لوگ، فرقے بھی ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں جو غلط ہیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ "ایسے شخص پر کیسے لعنت کرتے ہو جس کے دعویٰ کو اللہ نے ثابت کر دیا اور اس نے اللہ سے مدد مانگی تو اللہ نے اس کی مدد کی اور اس کی نُصرت کے لئے نشانات دکھائے اور بد اندیشوں کی تدبیروں کو پارہ پارہ کر دیا۔ اور آپ" یعنی "(ابو بکرؓ) نے اسلام کو شکستہ کر دینے والی آزمائش اور جور و جفا کے سیلاب سے بچایا، اور پھنکارنے والے اژدھا کو ہلاک کیا۔ آپ نے امن و امان قائم کیا اور اللہ ربّ العالمین کے فضل سے ہر دروغ گو کو ناکام و نامراد کیا۔ **اور حضرت (ابو بکر) صدیقؓ کی اَور بہت سی خوبیاں اور بے حساب و بے شمار برکتیں ہیں اور مسلمانوں کی گردنیں آپؓ کے زیرِ بار احسان ہیں اور اس بات کا انکار صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو اوّل درجہ کا زیادتی کرنے والا ہو۔** جس طرح اللہ نے آپ کو مومنوں کے لئے موجبِ امن اور مرتدوں اور کافروں کی آگیں بجھانے والا بنایا اسی طرح اس نے آپ کو اول درجہ کا حامیٔ فرقان اور خادمِ قرآن اور اللہ تعالیٰ کی کتابِ مبین کی اشاعت کرنے والا بنایا۔ پس آپؓ نے قرآن جمع کرنے اور رحمان خدا کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کی بیان کردہ ترتیب دریافت کرنے میں پوری کوشش صرف فرما دی۔ اور دین کی غمخواری میں آپؓ کی آنکھیں ایک چشمۂ جاری کے بہنے سے بھی بڑھ کر اشکبار ہوئیں۔"[1039]

پھر حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: "عجیب بات یہ ہے کہ شیعہ حضرات" بعض لوگ جو شیعہ ہیں "یہ اقرار بھی کرتے ہیں کہ (حضرت) ابو بکر صدیقؓ دشمنوں کی کثرت کے ایام میں ایمان لائے اور آپؓ نے ابتلاء کی سخت گھڑی میں (حضرت محمد) مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت اختیار کی اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مکّہ) سے نکلے تو آپؓ بھی کمال صدق و صفا سے حضورؐ کی معیت میں نکل کھڑے ہوئے اور تکالیف برداشت کیں اور وطنِ مالوف اور دوست احباب اور اپنا پورے کا پورا خاندان چھوڑ دیا اور خدائے لطیف کو اختیار فرمایا۔ پھر ہر جنگ میں آپؓ شریک ہوئے۔ کفار سے لڑے اور نبی (احمد) مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی۔ پھر آپؓ اُس وقت خلیفہ بنائے گئے جب منافقوں کی ایک جماعت مرتد ہو گئی اور بہت سے کاذبوں نے دعویٰ نبوت کر دیا جس پر آپؓ ان سے جنگ و جدال کرتے رہے یہاں تک کہ ملک میں دوبارہ امن و امان ہو گیا اور فتنہ پردازوں کا گروہ خائب و خاسر ہوا۔

پھر آپؓ فوت ہوئے اور سید الانبیاء اور معصوموں کے امام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قبر کے پہلو میں دفن کئے گئے اور آپؓ خدا کے حبیب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہ ہوئے۔ نہ زندگی

میں اور نہ موت کے بعد۔ معدودے چند ایام کی مفارقت کے بعد آپس میں مل گئے اور محبت کا تحفہ پیش کیا۔ انتہائی تعجب کی بات یہ ہے کہ بقول ان (شیعہ حضرات) کے "یعنی اعتراض کرنے والوں کے "اللہ نے نبی کے مرقد کی تُربت کو خاتم النبیینؐ اور دو کافروں، غاصبوں اور خائنوں کے درمیان مشترک کر دیا۔ اور اپنے نبی اور حبیبؐ کو ان دونوں (ابو بکرؓ اور عمرؓ) کی ہمسائیگی کی اذیت سے نجات نہ دی۔ بلکہ ان دونوں کو دنیا اور آخرت میں آپ کے اذیت رساں رُفقاء بنا دیا اور (نعوذ باللہ) ان دونوں ناپاکوں سے آپؐ کو دُور نہ رکھا۔ ہمارا ربّ ان کی بیان کردہ باتوں سے پاک ہے۔" جو یہ کہتے ہیں یہ غلط کہتے ہیں۔ یہ ایسا نہیں ہے جیسا بیان کیا جاتا ہے "بلکہ اللہ نے ان دونوں پاکبازوں کو" یعنی حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو "ان دونوں پاکبازوں کو پاکبازوں کے امام صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملا دیا۔ یقیناً اس میں اہلِ بصیرت کے لئے نشانات ہیں۔"[1040]

پھر آپؑ متعصّب شیعوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "اگر متعصب شیعوں سے یہ پوچھا جائے کہ مخالف منکروں کی جماعت سے نکل کر بالغ مردوں میں سے اسلام لانے والا پہلا شخص کون تھا؟ تو اُنہیں یہ کہنے کے سوا چارہ نہیں کہ وہ حضرت ابو بکرؓ تھے۔ پھر جب یہ پوچھا جائے کہ وہ کون تھا جس نے سب سے پہلے حضرت خاتم النبیینؐ کے ساتھ ہجرت کی اور تمام تعلقات کو پسِ پشت ڈالا اور وہاں چلے گئے جہاں حضورؐ گئے تھے تو ان کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ ہو گا کہ وہ کہیں کہ وہ حضرت ابو بکرؓ تھے! پھر جب یہ پوچھا جائے کہ بفرضِ محال غاصب ہی سہی تاہم خلیفہ بنائے جانے والوں میں سے پہلا کون تھا؟ تو انہیں یہ کہے بغیر کوئی چارہ نہ ہو گا کہ ابو بکر۔ پھر جب یہ پوچھا جائے کہ ملک ملک میں اشاعت کے لئے قرآن کو جمع کرنے والا کون تھا؟ تو لامحالہ کہیں گے کہ وہ (حضرت) ابو بکرؓ تھے۔ پھر جب یہ پوچھا جائے کہ خیر المرسلین اور سید المعصومینؐ کے پہلو میں کون دفن ہوئے تو یہ کہے بغیر انہیں کوئی چارہ نہ ہو گا کہ وہ ابو بکرؓ اور عمرؓ ہیں۔ تو پھر کتنے تعجب کی بات ہے کہ (معاذ اللہ) ہر فضیلت کافروں اور منافقوں کو دے دی گئی اور اسلام کی تمام تر خیر و برکت دشمنوں کے ہاتھوں سے ظاہر ہوئی۔

کیا کوئی مومن یہ خیال کر سکتا ہے کہ وہ شخص جو اسلام کے لئے خِشتِ اوّل تھا وہ کافر اور لئیم تھا؟ پھر وہ کہ جس نے فخر المرسلین کے ساتھ سب سے پہلے ہجرت کی وہ بے ایمان اور مرتد تھا؟ اس طرح تو ہر فضیلت کافروں کو حاصل ہو گئی۔ یہاں تک کہ سید الابرارؐ کی قبر کی ہمسائیگی بھی!"[1041]

شیخین (یعنی ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) جیسا مَیں نے کسی کو نہ پایا

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: "سچ تو یہ ہے کہ (ابو بکر) صدیقؓ اور (عمر) فاروقؓ دونوں اکابر صحابہ میں سے تھے۔ ان دونوں نے ادائیگی حقوق میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ انہوں نے تقویٰ کو اپنی راہ اور عدل کو اپنا مقصود بنا لیا تھا۔ وہ حالات کا گہرا جائزہ لیتے اور اسرار کی کنہ تک پہنچ جاتے تھے۔ دنیا کی خواہشات کا حصول کبھی بھی ان کا مقصود نہ تھا۔ انہوں نے اپنے نفوس کو اللہ کی اطاعت میں لگائے

رکھا۔ کثرتِ فیوض اور نبی الثقلینؐ کے دین کی تائید میں شیخین (یعنی ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) جیسا مَیں نے کسی کو نہ پایا۔ یہ دونوں ہی آفتابِ اُمَم و ملل (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اتباع میں ماہتاب سے بھی زیادہ سریع الحرکت تھے اور آپؐ کی محبت میں فنا تھے۔ انہوں نے حق کے حصول کی خاطر ہر تکلیف کو شیریں جانا اور اس نبی کی خاطر جس کا کوئی ثانی نہیں، ہر ذلت کو برضا و رغبت گوارا کیا۔ اور کافروں اور منکروں کے لشکروں اور قافلوں سے مٹھ بھیڑ کے وقت شیروں کی طرح سامنے آئے۔ یہاں تک کہ اسلام غالب آگیا۔ اور دشمن کی جمعیتوں نے ہزیمت اٹھائی۔ شرک چھٹ گیا اور اس کا قلع قمع ہو گیا اور ملت و مذہب کا سورج جگمگ جگمگ کرنے لگا اور مقبول دینی خدمات بجا لاتے ہوئے اور مسلمانوں کی گردنوں کو لطف و احسان سے زیرِ بار کرتے ہوئے ان دونوں کا انجام خیر المرسلین کی ہمسائیگی پر منتج ہوا۔"

پھر آپؑ فرماتے ہیں: "... **اللہ اکبر! ان دونوں (ابو بکرؓ و عمرؓ) کے صدق و خلوص کی کیا بلند شان** ہے۔ وہ دونوں ایسے (مبارک) مدفن میں دفن ہوئے کہ اگر موسیٰؑ اور عیسیٰؑ زندہ ہوتے تو بصد رشک وہاں دفن ہونے کی تمنا کرتے لیکن یہ مقام محض تمنا سے تو حاصل نہیں ہو سکتا اور نہ صرف خواہش سے عطا کیا جا سکتا ہے بلکہ یہ تو بارگاہِ ربّ العزت کی طرف سے ایک ازلی رحمت ہے۔" 1042

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: "بلاشبہ ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ اس کارواں کے امیر تھے جس نے اللہ کی خاطر بلند چوٹیاں سر کیں اور انہوں نے متمدن اور بادیہ نشینوں کو حق کی دعوت دی یہاں تک کہ ان کی یہ دعوت دُور دراز ممالک تک پھیل گئی۔ اور **ان دونوں کی خلافت میں بکثرت ثمراتِ اسلام ودیعت کئے گئے اور کئی طرح کی کامیابیوں اور کامرانیوں کے ساتھ کامل خوشبو سے معطر کی گئی۔** اور اسلام حضرت صدیق اکبرؓ کے زمانہ میں مختلف اقسام کے (فتنوں کی) آگ سے الم رسیدہ تھا اور قریب تھا کہ کھلی کھلی غارت گریاں اس کی جماعت پر حملہ آور ہوں اور اس کے لُوٹ لینے پر فتح کے نعرے لگائیں۔ پس عین اس وقت حضرت ابو بکر صدیقؓ کے صدق کی وجہ سے رب جلیل اسلام کی مدد کو آ پہنچا اور گہرے کنویں سے اس کا متاعِ عزیز نکالا۔ چنانچہ اسلام بدحالی کے انتہائی مقام سے بہتر حالت کی طرف لَوٹ آیا۔ پس انصاف ہم پر یہ لازم ٹھہراتا ہے کہ ہم اس مددگار کا شکریہ ادا کریں اور دشمنوں کی پرواہ نہ کریں۔ پس تُو اس شخص سے بے رخی نہ کر جس نے تیرے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی اور تیرے دین و دَر کی حفاظت کی اور اللہ کی خاطر تیری بہتری چاہی اور تجھ سے بدلہ نہ چاہا۔ تو پھر بڑے تعجب کا مقام ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کی بزرگی سے کیسے انکار کیا جا سکتا ہے؟ اور یہ حقیقت ہے کہ **آپؓ کے اوصاف حمیدہ آفتاب کی طرح درخشندہ ہیں** اور بلاشبہ ہر مومن آپ کے لگائے ہوئے درخت کے پھل کھاتا اور آپ کے پڑھائے ہوئے علوم

سے فیض یاب ہو رہا ہے۔ آپ نے ہمارے دین کے لئے فرقان اور ہماری دنیا کے لئے امن و امان عطا فرمایا۔ اور جس نے اس سے انکار کیا تو اُس نے جھوٹ بولا اور ہلاکت اور شیطان سے جاملا۔" فرماتے ہیں "اور جن لوگوں پر آپ کا مقام و مرتبہ مشتبہ رہا، ایسے لوگ عمداً خطاکار ہیں اور انہوں نے کثیر پانی کو قلیل جانا۔ پس وہ غصے سے اٹھے اور ایسے شخص کی تحقیر کی جو اول درجہ کا مکرم و محترم تھا۔"

فرمایا "اور **حضرتِ صدیقؓ کی ذاتِ گرامی رجاء و خوف، خشیت و شوق اور انس و محبت کی جامع تھی اور آپ کا جوہرِ فطرت صدق و صفا میں اتم و اکمل تھا اور حضرت کبریاء کی طرف بکمال منقطع تھا۔**

اور نفس اور اس کی لذات سے خالی اور ہوا و ہوس اور اس کے جذبات سے کلیۃً دور تھا اور آپ حد درجہ کے متبتّل تھے اور آپ سے اصلاح ہی صادر ہوئی اور آپؓ سے مومنوں کے لئے فلاح و بہبود ہی ظاہر ہوئی۔ آپ ایذا اور دکھ دینے کی تہمت سے پاک تھے۔ اس لئے تُو داخلی تنازعات کی طرف نہ دیکھ بلکہ انہیں بھلائی کی طرز پر محمول کر۔ کیا تو غور نہیں کرتا کہ وہ شخص جس نے اپنے رب کے احکامات اور خوشنودی سے اپنی توجہ اپنے بیٹے بیٹیوں کی طرف نہیں پھیری تاکہ وہ انہیں مالدار بنائیں یا انہیں اپنے عمّال میں سے بنائیں اور جس نے دنیا سے صرف اسی قدر حصہ لیا جتنا اس کی ضرورتوں کے لئے کافی تھا تو پھر تُو کیسے خیال کر سکتا ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر ظلم روا رکھا ہو گا۔"[1043]

آپؓ بلاشبہ اسلام اور مرسلین کے فخر ہیں

پھر آپؑ فرماتے ہیں: "اللہ صدیق (اکبرؓ) پر رحمتیں نازل فرمائے کہ آپؓ نے اسلام کو زندہ کیا اور زندیقوں کو قتل کیا اور قیامت تک کے لئے اپنی نیکیوں کا فیضان جاری کر دیا۔ آپؓ بہت گریہ کرنے والے اور متبتّل الی اللہ تھے اور تضرع، دعا، اللہ کے حضور گرے رہنا، اس کے در پر گریہ و عاجزی سے جھکے رہنا اور اس کے آستانے کو مضبوطی سے تھامے رکھنا آپ کی عادت میں سے تھا۔ آپ بحالتِ سجدہ دعا میں پورا زور لگاتے اور تلاوت کے وقت روتے تھے۔ **آپؓ بلاشبہ اسلام اور مرسلین کے فخر ہیں۔ آپؓ کا جوہرِ فطرت خیر البریہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوہرِ فطرت کے قریب تر تھا۔**

آپؓ نبوت کی خوشبوؤں کو قبول کرنے کے لئے مستعد لوگوں میں سے اول تھے۔ حاشر (صلی اللہ علیہ وسلم) سے قیامت کی مانند جو حشر روحانی ظاہر ہوا آپؓ اس کے دیکھنے والوں میں سر فہرست تھے۔ اور ان لوگوں میں سے پہلے تھے جنہوں نے مَیل سے اَٹی چادروں کو پاک و صاف پوشاکوں سے تبدیل کر دیا اور انبیاء کے اکثر خصائل میں انبیاء کے مشابہ تھے۔ **ہم قرآن کریم میں آپؓ کے ذکر کے سوا کسی اَور (صحابی) کا ذکر بجز ظن و گمان کرنے والوں کے ظن کے قطعی اور یقینی طور پر موجود نہیں پاتے۔** اور ظن وہ چیز ہے جو حق کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اور نہ ہی وہ (حق کے) متلاشیوں کو سیراب کر سکتا ہے۔ اور جس نے آپ سے دشمنی کی تو ایسے شخص اور حق کے درمیان ایک ایسا بند دروازہ حائل ہے جو کبھی بھی صدیقوں کے سردار کی طرف رجوع کئے بغیر نہ کھلے گا۔"[1044]

پھر آپؑ فرماتے ہیں: ”صدیقؓ کی تخلیق مبدءِ فیضان کی طرف متوجہ ہونے اور رسولِ رحمٰن صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رخ کرنے کی صورت میں ہوئی۔ آپؓ صفاتِ نبوت کے ظہور کے تمام انسانوں سے زیادہ حق دار تھے اور حضرت خیر البریہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بننے کے لئے اولیٰ تھے اور اپنے متبوعؐ کے ساتھ کمالِ اتحاد اور موافقتِ تامہ استوار کرنے کے اہل تھے۔ نیز یہ کہ وہ جملہ اخلاق، صفات وعادات اپنانے اور انفسی اور آفاقی تعلقات چھوڑنے میں آپؐ کے (ایسے کامل) مظہر تھے کہ تلواروں اور نیزوں کے زور سے بھی ان کے درمیان قطع تعلق واقع نہ ہو سکے۔ اور آپ اس حالت پر ہمیشہ قائم رہے اور مصائب اور ڈرانے والے حالات، نیز لعنت ملامت میں سے کچھ بھی آپ کو بے قرار نہ کر سکے۔ **آپ کی روح کے جوہر میں صدق وصفا، ثابت قدمی اور تقویٰ شعاری داخل تھی۔ خواہ سارا جہاں مرتد ہو جائے آپ ان کی پرواہ نہ کرتے اور نہ پیچھے ہٹتے بلکہ ہر آن اپنا قدم آگے ہی بڑھاتے گئے۔** اور اسی وجہ سے اللہ نے نبیوں کے فوراً بعد صدیقوں کے ذکر کو رکھا اور فرمایا: فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ (النساء:70) اور اس (آیت) میں صدیق (اکبرؓ) اور آپ کی دوسروں پر فضیلت کے اشارے ہیں کیونکہ **نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ میں سے آپ کے سوا کسی صحابی کا نام صدیق نہیں رکھا تاکہ وہ آپ کے مقام اور عظمتِ شان کو ظاہر کرے۔** لہٰذا غور وفکر کرنے والوں کی طرح غور کر۔ اس آیت میں سالکوں کے لئے کمال کے مراتب اور ان کی اہلیت رکھنے والوں کی جانب بہت بڑا اشارہ ہے۔ اور جب ہم نے اس آیت پر غور کیا اور سوچ کو انتہا تک پہنچایا تو یہ منکشف ہوا کہ یہ آیت (ابو بکر) صدیقؓ کے کمالات پر سب سے بڑی گواہ ہے اور اس میں ایک گہرا راز ہے جو ہر اس شخص پر منکشف ہوتا ہے جو تحقیق پر مائل ہوتا ہے۔ پس ابو بکرؓ وہ ہیں جنہیں رسولِ مقبول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبانِ (مبارک) سے صدیق کا لقب عطا کیا گیا اور فرقانِ (حمید) نے صدیقوں کو انبیاء کے ساتھ ملایا ہے جیسا کہ اہلِ عقل پر پوشیدہ نہیں۔ اور ہم صحابہؓ میں سے کسی ایک صحابی پر بھی اس لقب اور خطاب کا اطلاق نہیں پاتے۔ اس طرح صدیقِ امین کی فضیلت ثابت ہو گئی کیونکہ نبیوں کے بعد آپ کے نام کا ذکر کیا گیا ہے۔“[1045]

پھر آپؑ فرماتے ہیں: ”ابن خلدون کہتے ہیں کہ ”جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف بڑھ گئی اور آپؐ پر غشی طاری ہو گئی تو آپؐ کی ازواج اور دیگر اہل بیت، عباس اور علی آنحضرتؐ کے پاس جمع ہو گئے۔ پھر نماز کا وقت ہوا تو آپؐ نے فرمایا: ابو بکر سے کہہ دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں۔“ (الجزء الثانی صفحہ ۶۲) آپؑ فرماتے ہیں کہ ”ابن خلدون کہتے ہیں کہ ”پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں کی وصیت کرنے کے بعد فرمایا: ابو بکر کے دروازے کے سوا مسجد میں کھلنے والے سب دروازے بند کر دو! کیونکہ میں تمام صحابہ میں احسان میں کسی کو بھی ابو بکر سے زیادہ افضل نہیں جانتا۔“ (الجزء الثانی صفحہ ۶۲)

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ ”ابن خلدون نے ذکر کیا ہے کہ ”حضرت ابو بکرؓ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور آپؐ کے چہرے سے چادر ہٹائی اور آپؐ کو بوسہ دیا اور کہا: میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، اللہ نے جو موت آپؐ کے لیے مقدر کی تھی اس کا مزہ آپؐ نے چکھ لیا۔ لیکن اب

اس کے بعد کبھی آپؐ پر موت نہیں آئے گی۔" (الجزء الثانی صفحہ ۶۲)

فرماتے ہیں کہ "اللہ کے لطیف احسانات میں سے جو اس نے آپؓ پر فرمائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال قرب کی جو خصوصیت آپؓ کو حاصل تھی، جیسا کہ ابن خلدون نے بیان کیا ہے وہ یہ تھی کہ ابو بکرؓ اسی چارپائی پر اٹھائے گئے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھایا گیا تھا۔ اور آپؓ کی قبر کو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی طرح ہموار بنایا گیا۔ اور (صحابہ نے) آپؓ کی لحد کو نبی کریمؐ کی لحد کے بالکل قریب بنایا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے متوازی رکھا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو آخری کلمہ ادا فرمایا وہ یہ تھا کہ (اے اللہ!) مجھے مسلم ہونے کی حالت میں وفات دے اور مجھے صالحین میں شامل فرما۔ (صفحہ ۱۷۶)" [1046]

ابو بکر ایک نادرِ روزگار، باخدا انسان تھے

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ابو بکر ایک نادرِ روزگار، باخدا انسان تھے۔ جنہوں نے اندھیروں کے بعد اسلام کے چہرے کو تابانی بخشی اور آپ کی پوری کوشش یہی رہی کہ جس نے اسلام کو ترک کیا آپ نے اس سے مقابلہ کیا۔ اور جس نے حق سے انکار کیا آپ نے اس سے جنگ کی۔ اور جو اسلام کے گھر میں داخل ہو گیا تو اس سے نرمی اور شفقت کا سلوک کیا۔ آپ نے اشاعتِ اسلام کے لیے سختیاں برداشت کیں۔ آپ نے مخلوق کو نایاب موتی عطا کئے۔ اور اپنے عزمِ مبارک سے بادیہ نشینوں کو معاشرت سکھائی۔ اور ان شترِ بے مہاروں کو کھانے پینے، نشست و برخاست کے آداب اور نیکی کے راستوں کی تلاش اور جنگوں میں بہادری اور جوش کے ادب سکھائے اور آپ نے ہر طرف مایوسی دیکھ کر بھی کسی سے جنگ کے بارے میں نہیں پوچھا بلکہ آپ ہر مدمقابل سے نبرد آزما ہونے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہر بزدل اور بیمار شخص کی طرح آپ کو خیالات نے بہکایا نہیں۔ ہر فساد اور مصیبت کے موقع پر ثابت ہو گیا کہ آپ کوہِ رَضْویٰ (یہ مدینہ کا ایک پہاڑ ہے) سے زیادہ راسخ اور مضبوط ہیں۔ آپ نے ہر اس شخص کو جس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا ہلاک کر دیا اور اللہ تعالیٰ کی خاطر تمام تعلقات کو پرے پھینک دیا۔ **آپؓ کی تمام خوشی اعلائے کلمہ اسلام اور خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں تھی۔** پس اپنے دین کی حفاظت کرنے والے حضرت ابو بکرؓ کا دامن تھام لے اور فضول گوئی چھوڑ دے۔

فرمایا کہ اور مَیں نے جو کچھ کہا ہے وہ خواہشاتِ نفس کی پیروی کرنے والے شخص کی طرح یا آباؤ اجداد کے خیالات کی تقلید کرنے والے کی طرح نہیں کہا بلکہ جب سے میرے قدم نے چلنا اور میرے قلم نے لکھنا شروع کیا مجھے یہی محبوب رہا کہ میں تحقیق کو اپنا مسلک اور غور و فکر کو اپنا مقصود بناؤں۔ میں نے پوری تحقیق کی ہے۔ فرمایا کہ چنانچہ میں ہر خبر کی چھان بین کرتا اور ہر ماہر علم سے پوچھتا۔ پس میں نے صدیقِ اکبر کو واقعی صدیق پایا اور تحقیق کی رو سے یہ امر مجھ پر منکشف ہوا جب میں نے آپ کو تمام

اماموں کا امام اور دین اور امت کا چراغ پایا تب میں نے آپ کی رکاب کو مضبوطی سے تھام لیا اور آپ کی امان میں پناہ لی اور صالحین سے محبت کر کے اپنے رب کی رحمت حاصل کرنی چاہی۔ پس اس خدائے رحیم نے مجھ پر رحم فرمایا۔ پناہ دی۔ میری تائید فرمائی اور میری تربیت کی اور مجھے معزز لوگوں میں سے بنایا اور اپنی رحمت خاص سے اس نے مجھے اس صدی کا مجدد اور مسیح موعود بنایا اور مجھے ملہمین میں سے بنایا۔ مجھ سے غم کو دُور کیا اور مجھے وہ کچھ عطا کیا جو دنیا جہان میں کسی اَور کو عطا نہیں کیا اور یہ سب اس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُمّی اور ان مقربین کی محبت کے طفیل حاصل ہوا ہے۔ اے اللہ! تو اپنے افضل الرسل اور اپنے خاتم الانبیاء اور دنیا کے تمام انسانوں سے بہتر وجود محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور سلام بھیج۔ **بخدا حضرت ابو بکرؓ حرمین میں بھی اور دونوں قبروں میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہیں۔** اس سے میری مراد ایک تو غار کی قبر ہے جس میں آپ بحالتِ اضطرار وفات یافتہ شخص کی طرح پناہ گزین ہوئے اور پھر دوسری وہ قبر جو مدینہ میں خیر البریہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ اس لیے صدیق اکبر کے مقام کو سمجھ اگر تو گہری سمجھ کا مالک ہے۔ اللہ نے آپ کی اور آپ کی خلافت کی قرآن میں توصیف فرمائی اور بہترین بیان سے آپ کی ستائش کی ہے۔ فرمایا: بلاشبہ آپ اللہ کے مقبول اور پسندیدہ ہیں اور آپ کی قدر و منزلت کی تحقیر کسی سر پھرے شخص کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ آپ کی خلافت کے ذریعہ اسلام سے تمام خطرات دور ہو گئے۔ فرماتے ہیں: اور آپ کی رأفت سے مسلمانوں کی خوش بختی پایہ تکمیل کو پہنچی۔ اگر خیر الانام کا صدیق، صدیقِ اکبر نہ ہوتا تو قریب تھا کہ اسلام کا ستون منہدم ہو جاتا۔ **آپ نے اسلام کو ایک ناتواں اور بیکس اور نحیف و نزار ماؤف شخص کی طرح پایا تو آپ ماہروں کی طرح اس کی رونق اور شادابی کو دوبارہ واپس لانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور ایک لٹے ہوئے شخص کی طرح اپنی گم شدہ چیز کی تلاش میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ اسلام اپنے متناسب قد، اپنے ملائم رخسار، اپنی شادابیٔ جمال اور اپنے صاف پانی کی مٹھاس کی طرف لوٹ آیا اور یہ سب کچھ اس بندۂ امین کے اخلاص کی وجہ سے ہوا۔**

آپ نے نفس کو مٹی میں ملایا اور حالت کو بدلا اور رحمان خدا کی خوشنودی کے سوا کسی صلہ کے طالب نہ ہوئے اور اسی حالت میں شب و روز آپ پر آئے۔ آپ بوسیدہ ہڈیوں میں جان ڈالنے والے، آفتوں کو دور کرنے والے اور صحرا کے میٹھے پھل والے درختوں کو بچانے والے تھے۔ خالص نصرتِ الٰہی آپ کے حصہ میں آئی اور یہ اللہ کے فضل اور رحم کی وجہ سے تھا۔ اور اب ہم خدائے واحد پر توکل کرتے ہوئے کسی قدر شواہد کا ذکر کرتے ہیں تا کہ تجھ پر یہ بات ظاہر ہو جائے کہ کیونکر آپ نے تند و تیز آندھیوں والے فتنوں اور جھلسانے والے شعلوں کے مصائب کو ختم کیا اور کس طرح آپ نے جنگ میں بڑے بڑے ماہر نیزہ بازوں اور شمشیر زنوں کو ہلاک کر دیا۔ اس طرح آپ کی باطنی کیفیت آپ کے کارناموں سے ظاہر ہو گئی اور آپ کے اعمال نے آپ کے اوصافِ حمیدہ کی حقیقت پر گواہی دی۔ اللہ

آپ کو بہترین جزا عطا کرے اور متقین کے ائمہ میں آپ کا حشر ہو اور اللہ اپنے ان محبوبوں کے صدقے ہم پر رحم فرمائے۔ اے نعمتوں اور عنایات کے مالک خدا! میری دعا قبول فرما۔ تُو سب سے زیادہ رحم کرنے والا اور تُو رحم کرنے والوں میں سے سب سے بہتر ہے۔[1047]

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نمونہ ہمیشہ اپنے سامنے رکھو

پھر آپؓ فرماتے ہیں: ”حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نمونہ ہمیشہ اپنے سامنے رکھو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس زمانہ پر غور کرو کہ جب دشمن قریش ہر طرف سے شرارت پر تلے ہوئے تھے اور انہوں نے آپؐ کے قتل کا منصوبہ کیا۔ وہ زمانہ بڑا ابتلا کا زمانہ تھا۔ اس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو حقِ رفاقت ادا کیا اس کی نظیر دنیا میں نہیں پائی جاتی۔ یہ طاقت اور قوت بجز صدقِ ایمان کے ہرگز نہیں آسکتی۔ آج جس قدر تم لوگ بیٹھے ہوئے ہو۔ اپنی اپنی جگہ سوچو کہ اگر اس قسم کا کوئی ابتلا ہم پر آجائے تو کتنے ہیں جو ساتھ دینے کو تیار ہوں۔

مثلاً گورنمنٹ کی طرف سے ہی یہ تفتیش شروع ہو جائے کہ کس کس شخص نے اس شخص کی بیعت کی ہے تو کتنے ہوں گے جو دلیری کے ساتھ یہ کہہ دیں کہ ہم مبائعین میں داخل ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ یہ بات سن کر بعض لوگوں کے ہاتھ پاؤں سُن ہو جائیں گے اور ان کو فوراً اپنی جائدادوں اور رشتہ داروں کا خیال آجائے گا کہ ان کو چھوڑنا پڑے گا۔“

آپؓ فرماتے ہیں کہ ”مشکلات ہی کے وقت ساتھ دینا ہمیشہ کامل الایمان لوگوں کا کام ہوتا ہے۔ اس لئے جب تک انسان عملی طور پر ایمان کو اپنے اندر داخل نہ کرے محض قول سے کچھ نہیں بنتا اور بہانہ سازی اس وقت تک دور ہی نہیں ہوتی۔ عملی طور پر جب مصیبت کا وقت ہو تو اس وقت ثابت قدم نکلنے والے تھوڑے ہی ہوتے ہیں۔ حضرت مسیح ناصریؑ کے حواری اس آخری گھڑی میں جو ان کی مصیبت کی گھڑی تھی انہیں تنہا چھوڑ کر بھاگ نکلے اور بعض نے تو منہ کے سامنے ہی آپ پر لعنت کر دی۔“

پھر آپؓ فرماتے ہیں ”... غرض حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا صدق اس مصیبت کے وقت ظاہر ہوا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا محاصرہ کیا گیا۔ گو بعض کفار کی رائے اخراج کی بھی تھی مگر اصل مقصد اور کثرت رائے آپؐ کے قتل پر تھی۔ ایسی حالت میں **حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے صدق اور وفا کا وہ نمونہ دکھلایا جو ابد الآباد تک کے لئے نمونہ رہے گا۔**

اس مصیبت کی گھڑی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ انتخاب ہی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صداقت اور اعلیٰ وفاداری کی ایک زبردست دلیل ہے۔ دیکھو! اگر وائسرائے ہند کسی شخص کو کسی خاص کام کے لئے انتخاب کرلے تو اس کی رائے صائب اور بہتر ہو گی یا ایک چوکیدار کی؟“ وائسرائے اگر انتخاب کرے تو اس کی رائے صائب ہو گی یا ایک عام چوکیدار کی۔ فرماتے ہیں کہ ”ماننا پڑے گا کہ وائسرائے کا انتخاب بہرحال موزوں اور مناسب ہو گا کیونکہ جس حال میں کہ وہ سلطنت کی

طرف سے نائب السلطنت مقرر کیا گیا ہے اور اس کی وفاداری، فراست اور پختہ کاری پر سلطنت نے اعتماد کیا ہے تب ہی تو زمامِ سلطنت اس کے ہاتھ میں دی ہے۔ پھر اس کی صائب تدبیری اور معاملہ فہمی کو پس پشت ڈال کر ایک چوکیدار کے انتخاب اور رائے کو صحیح سمجھ لینا نامناسب امر ہے۔ یہی حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتخاب کا تھا۔ اس وقت آپ کے پاس 70-80 صحابہؓ موجود تھے جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے مگر ان سب میں سے آپؐ نے اپنی رفاقت کے لئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ہی انتخاب کیا۔ اس میں سرّ کیا ہے؟ بات یہ ہے کہ **نبی خدا تعالیٰ کی آنکھ سے دیکھتا ہے اور اس کا فہم اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے آتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کشف اور الہام سے بتا دیا کہ اس کام کے لئے سب سے بہتر اور موزوں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ہیں۔** ابو بکرؓ اس ساعتِ عُسر میں آپؐ کے ساتھ ہوئے۔ یہ وقت خطرناک آزمائش کا تھا۔"

فرماتے ہیں"... غرض حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپؐ کا پورا ساتھ دیا اور ایک غار میں جس کو غارِ ثور کہتے ہیں آپؐ جا چھپے۔ شریر کفار جو آپؐ کی ایذا رسانی کے لئے منصوبے کر چکے تھے تلاش کرتے ہوئے اس غار تک پہنچ گئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اب تو یہ بالکل سر پر ہی آ پہنچے ہیں اور اگر کسی نے ذرا بھی نیچے نگاہ کی تو وہ دیکھ لے گا اور ہم پکڑے جائیں گے۔ اس وقت آپؐ نے فرمایا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (التوبہ:40) کچھ غم نہ کھاؤ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ اس لفظ پر غور کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اپنے ساتھ ملاتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا۔

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا مَعَنَا میں آپ دونو شریک ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ تیرے اور میرے ساتھ ہے۔ **اللہ تعالیٰ نے ایک پلّہ پر آنحضرتؐ کو اور دوسرے پر حضرت صدیقؓ کو رکھا ہے۔"**

ترازو کے دو پلڑے ہوتے ہیں ایک پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رکھا۔ دوسرے پر حضرت ابو بکر صدیقؓ کو رکھا۔"اس وقت دونو ابتلا میں ہیں کیونکہ **یہی وہ مقام ہے جہاں سے یا تو اسلام کی بنیاد پڑنے والی ہے یا خاتمہ ہو جانے والا ہے۔** دشمن غار پر موجود ہیں اور مختلف قسم کی رائے زنیاں ہو رہی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس غار کی تلاشی کرو کیونکہ نشانِ پا یہاں تک ہی آکر ختم ہو جاتا ہے......

لیکن ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ یہاں انسان کا گذر اور دخل کیسے ہو گا؟ مکڑی نے جالا تنا ہوا ہے۔ کبوتر نے انڈے دیئے ہوئے ہیں۔ اس قسم کی باتوں کی آوازیں اندر پہنچ رہی ہیں اور آپ بڑی صفائی سے ان کو سن رہے ہیں۔ ایسی حالت میں دشمن آئے ہیں کہ وہ خاتمہ کرنا چاہتے ہیں اور دیوانے کی طرح بڑھتے آئے ہیں لیکن آپؐ کے کمال شجاعت کو دیکھو کہ دشمن سر پر ہے اور آپؐ اپنے رفیقِ صادق صدیقؓ کو فرماتے ہیں لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا یہ الفاظ بڑی صفائی کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں کہ آپؐ نے زبان ہی سے فرمایا کیونکہ یہ آواز کو چاہتے ہیں۔ اشارہ سے کام نہیں چلتا۔ باہر دشمن مشورہ کر رہے ہیں اور اندر غار میں خادم و مخدوم بھی باتوں میں لگے ہوئے ہیں۔ اس امر کی پرواہ نہیں کی گئی کہ دشمن آواز سن

لیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ پر کمال ایمان اور معرفت کا ثبوت ہے۔ خدا تعالیٰ کے وعدوں پر پورا بھروسہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت کے لئے تو یہ نمونہ کافی ہے۔... ابو بکر صدیقؓ کی شجاعت کے لئے ایک دوسرا گواہ اس واقعہ کے سوا اَور بھی ہے۔"

فرماتے ہیں: "جب آنحضرتؐ نے رحلت فرمائی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار کھینچ کر نکلے کہ اگر کوئی کہے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا ہے تو مَیں اسے قتل کر دوں گا۔ ایسی حالت میں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بڑی جرأت اور دلیری سے کلام کیا اور کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا۔ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (آل عمران:145) یعنی محمدؐ بھی اللہ تعالیٰ کے ایک رسول ہی ہیں اور آپؐ سے پہلے جس قدر نبی ہو گذرے ہیں۔ سب نے وفات پائی۔ اس پر وہ جوش فرو ہوا۔ اس کے بعد بادیہ نشین اعراب مرتد ہو گئے۔ ایسے نازک وقت کی حالت کو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے یوں ظاہر فرمایا ہے کہ پیغمبرِ خدا صلعم کا انتقال ہو چکا ہے اور بعض جھوٹے مدعی نبوت کے پیدا ہو گئے ہیں اور بعضوں نے نمازیں چھوڑ دیں اور رنگ بدل گیا ہے۔ ایسی حالت میں اور اس مصیبت میں میرا باپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ اور جانشین ہوا۔ میرے باپ پر ایسے ایسے غم آئے کہ اگر پہاڑوں پر آتے تو وہ بھی نابود ہو جاتے۔

اب غور کرو کہ مشکلات کے پہاڑ ٹوٹ پڑنے پر بھی ہمت اور حوصلہ کو نہ چھوڑنا یہ کسی معمولی انسان کا کام نہیں۔ یہ استقامت صدق ہی کو چاہتی تھی اور صدیقؓ نے ہی دکھائی۔ ممکن نہ تھا کہ کوئی دوسرا اس خطرہ کو سنبھال سکتا۔ تمام صحابہؓ اس وقت موجود تھے۔ کسی نے نہ کہا کہ میرا حق ہے۔ وہ دیکھتے تھے کہ آگ لگ چکی ہے۔ اس آگ میں کون پڑے۔ حضرت عمرؓ نے اس حالت میں ہاتھ بڑھا کر آپؓ کے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر سب نے یکے بعد دیگرے بیعت کر لی۔ یہ ان کا صدق ہی تھا کہ اس فتنہ کو فرو کیا اور ان موذیوں کو ہلاک کیا۔ مسیلمہ کے ساتھ ایک لاکھ آدمی تھا اور اس کے مسائل اباحت کے مسائل تھے۔ لوگ اس کی اباحتی باتوں کو دیکھ دیکھ کر اس کے مذہب میں شامل ہوتے جاتے تھے لیکن خدا تعالیٰ نے اپنی معیت کا ثبوت دیا اور ساری مشکلات کو آسان کر دیا۔"[1048]

پھر آپؑ ایک جگہ فرماتے ہیں:

"مَیں تو یہ جانتا ہوں کہ کوئی شخص مومن اور مسلمان نہیں بن سکتا جب تک ابو بکر، عمر، عثمان، علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کا سا رنگ پیدا نہ ہو۔ وہ دنیا سے محبت نہ کرتے تھے بلکہ انہوں نے اپنی زندگیاں خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کی ہوئی تھیں۔"[1049]

پھر فرمایا: "اللہ کی قسم صدیقِ اکبرؓ وہ مردِ خدا ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اختصاص کے کئی لباس عطا کئے گئے۔" بہت ساری خصوصیتیں عطا کی گئیں۔ "اور اللہ نے ان کے لئے یہ گواہی دی کہ وہ خاص برگزیدہ لوگوں میں سے ہیں اور اپنی ذات کی معیت کو آپ کی طرف منسوب کیا اور آپ کی

تعریف و توصیف کی اور آپ کی قدر دانی کی اور یہ اشارہ فرمایا کہ آپ ایسے شخص ہیں کہ جنہیں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی گوارا نہ ہوئی۔ ہاں آنحضرتؐ کے علاوہ دیگر عزیز و اقارب کی جدائی پر آپ راضی ہو گئے۔ آپ نے اپنے آقا کو مقدم رکھا اور ان کی طرف دوڑے چلے آئے۔ پھر بکمال رغبت آپ نے اپنے تئیں موت کے منہ میں ڈال دیا اور ہر نفسانی خواہش کو اپنی راہ سے ہٹا دیا۔ رسولؐ نے آپ کو رفاقت کے لئے بلایا تو موافقت میں لبیک کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور جب قوم نے حضرت (محمد) مصطفیٰ کو نکالنے کا ارادہ کیا تو بزرگ و برتر اللہ عزّ و جل کے محبوب نبیؐ آپ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ہجرت کروں اور تم میرے ساتھ ہجرت کرو گے اور ہم اکٹھے اس بستی سے نکلیں گے۔

پس اس پر حضرتِ صدیقؓ نے الحمدللہ پڑھا کہ ایسے مشکل وقت میں اللہ نے انہیں مصطفیٰ کا رفیق بننے کی سعادت بخشی۔ وہ پہلے ہی سے نبی مظلوم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نصرت کے منتظر تھے۔ یہاں تک کہ جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی تو آپؓ نے پوری سنجیدگی اور عواقب سے لاپرواہ ہو کر ھم و غم میں آپؐ کا ساتھ دیا اور قاتلوں کے قتل کے منصوبہ سے خوفزدہ نہ ہوئے۔ پس آپؓ کی فضیلت حکمِ سریع اور نصِ محکم سے ثابت ہے اور آپ کی بزرگی دلیلِ قطعی سے واضح ہے اور آپ کی صداقت روزِ روشن کی طرح درخشاں ہے۔ آپ نے آخرت کی نعمتوں کو پسند فرمایا اور دنیا کی ناز و نعمت کو ترک کر دیا۔ **دوسروں میں سے کوئی بھی آپؓ کے ان فضائل تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔**"

فرماتے ہیں کہ "اگر تم یہ پوچھو کہ اللہ نے سلسلۂ خلافت کے آغاز کے لئے آپؓ کو کیوں مقدم فرمایا اور اس میں ربِّ رؤوف کی کیا حکمت تھی؟ تو جاننا چاہئے کہ اللہ نے یہ دیکھا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وارضٰی ایک غیر مسلم قوم میں سے بکمال قلب سلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے ہیں اور ایسے وقت میں ایمان لائے جب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یک و تنہا تھے اور فساد بہت شدید تھا۔ پس حضرت صدیق اکبرؓ نے اس ایمان لانے کے بعد طرح طرح کی ذلت اور رسوائی دیکھی اور قوم، خاندان، قبیلے، دوستوں اور بھائی بندوں کی لعن طعن دیکھی، رحمان خدا کی راہ میں آپ کو تکلیفیں دی گئیں اور آپ کو اسی طرح وطن سے نکال دیا گیا جس طرح جن و انس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نکالا گیا تھا۔ آپ نے دشمنوں کی طرف سے بہت تکلیفیں اور اپنے پیارے دوستوں کی طرف سے لعنت ملامت مشاہدہ کی۔ آپ نے بارگاہِ ربّ العزت میں اپنے مال و جان سے جہاد کیا۔ آپ معزز اور ناز و نعم میں پلنے کے باوجود معمولی لوگوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ آپ راہِ خدا میں (وطن سے) نکالے گئے۔ آپ اللہ کی راہ میں ستائے گئے۔ آپ نے راہِ خدا میں اپنے اموال سے جہاد کیا اور دولت و ثروت کے رکھنے کے بعد آپ فقیروں اور مسکینوں کی طرح ہو گئے۔ اللہ نے یہ ارادہ فرمایا کہ آپ پر گزرے ہوئے ایام کی آپ کو جزا عطا فرمائے اور جو آپ کے ہاتھ سے نکل گیا اس سے بہتر بدلہ دے اور اللہ کی رضامندی چاہنے کے لئے جن

مصائب سے آپ دوچار ہوئے ان کا صلہ آپ پر ظاہر فرمائے اور اللہ محسنوں کے اجر کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔ لہٰذا آپ کے ربّ نے آپ کو خلیفہ بنا دیا اور آپ کے لئے آپ کے ذکر کو بلند کیا اور آپ کی دلجوئی فرمائی اور اپنے فضل و رحم سے عزت بخشی اور آپ کو امیر المومنین بنا دیا۔"[1050]

ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اسلام کے آدم ثانی ہیں

پھر حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: "یہ عقیدہ ضروری ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاروق عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ سب کے سب واقعی طور پر دین میں امین تھے۔

ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اسلام کے آدم ثانی ہیں اور ایسا ہی حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اگر دین میں سچے امین نہ ہوتے تو آج ہمارے لئے مشکل تھا جو قرآن شریف کی کسی ایک آیت کو بھی منجانب اللہ بتا سکتے۔"[1051]

پھر ایک جگہ آپؑ فرماتے ہیں:

"**حضرت ابو بکرؓ اسلام کے آدم ثانی ہیں** اُس زمانہ میں بھی مسیلمہ نے اباحتی رنگ میں لوگوں کو جمع کر رکھا تھا۔ ایسے وقت میں حضرت ابو بکرؓ خلیفہ ہوئے تو انسان خیال کر سکتا ہے کہ کس قدر مشکلات پیدا ہوئی ہوں گی۔ اگر وہ قوی دِل نہ ہوتا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان کا رنگ اس کے ایمان میں نہ ہوتا تو بہت ہی مشکل پڑتی اور گھبرا جاتا لیکن صدیقؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم سایہ تھا۔" "ہم سایہ تھا یعنی جس طرح آپ کا سایہ تھا اسی طرح وہ تھے۔" "آپؐ کے اخلاق کا اثر اس پر پڑا ہوا تھا اور دل نورِ یقین سے بھرا ہوا تھا۔ اس لیے وہ شجاعت اور استقلال دکھایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ ان کی زندگی اسلام کی زندگی تھی۔ یہ ایسا مسئلہ ہے کہ اس پر کسی لمبی بحث کی حاجت ہی نہیں۔ اس زمانہ کے حالات پڑھ لو اور پھر جو اسلام کی خدمت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کی ہے اس کا اندازہ کر لو۔ میں سچ کہتا ہوں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس اسلام کے لئے آدمِ ثانی ہیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر آنحضرت صلعم کے بعد ابو بکرؓ کا وجود نہ ہوتا تو اسلام بھی نہ ہوتا۔ ابو بکر صدیقؓ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے اسلام کو دوبارہ قائم کیا۔ اپنی قوتِ ایمانی سے کل باغیوں کو سزا دی اور امن کو قائم کر دیا۔ اسی طرح پر جیسے خدا تعالیٰ نے فرمایا اور وعدہ کیا تھا کہ میں سچے خلیفہ پر امن کو قائم کروں گا۔ یہ پیشگوئی حضرت صدیقؓ کی خلافت پر پوری ہوئی اور آسمان نے اور زمین نے عملی طور پر شہادت دے دی۔ پس یہ صدیق کی تعریف ہے کہ اس میں صدق اس مرتبہ اور کمال کا ہونا چاہئے۔ نظائر سے مسائل بہت جلد حل ہو جاتے ہیں۔"[1052]

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر ہزاروں آدمی مرتد ہو گئے حالانکہ آپؐ کے زمانہ میں تکمیل شریعت ہو چکی تھی۔ یہاں تک اس ارتداد کی نوبت پہنچی کہ صرف دو

مسجدیں رہ گئیں جن میں نماز پڑھی جاتی تھی۔ باقی کسی مسجد میں نماز ہی نہیں پڑھی جاتی تھی۔ یہ وہی لوگ تھے جن کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا (الحجرات:15) مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ دوبارہ اسلام کو قائم کیا اور وہ آدمِ ثانی ہوئے۔

میرے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہت بڑا احسان اس امت پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ہے کیونکہ ان کے زمانہ میں چار جھوٹے پیغمبر ہو گئے۔ مسیلمہ کے ساتھ ایک لاکھ آدمی ہو گئے تھے اور ان کا نبی ان کے درمیان سے اٹھ گیا تھا مگر ایسی مشکلات پر بھی اسلام اپنے مرکز پر قائم ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تو بات بنی بنائی ملی تھی۔ پھر وہ اس کو پھیلاتے گئے۔

یہاں تک کہ نواحِ عرب سے اسلام نکل کر شام و روم تک جا پہنچا اور یہ ممالک مسلمانوں کے قبضہ میں آگئے۔ **حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ والی مصیبت کسی نے نہیں دیکھی نہ حضرت عمرؓ نے نہ حضرت عثمانؓ نے اور نہ حضرت علیؓ نے۔**"[1053]

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ "جو خدا تعالیٰ کے لئے ذلیل ہو وہی انجام کار عزت و جلال کا تخت نشیں ہو گا۔ ایک ابو بکرؓ ہی کو دیکھو جس نے سب سے پہلے ذلت قبول کی اور سب سے پہلے تخت نشین ہوا۔"[1054]

فرمایا: "کیا دنیا میں ایسی کم مثالیں اور نظیریں ہیں کہ جو لوگ اس کی راہ میں قتل کئے گئے۔ ہلاک کئے گئے ان کے زندہ جاوید ہونے کا ثبوت ذرہ ذرہ زمین میں ملتا ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہی دیکھ لو کہ سب سے زیادہ اللہ کی راہ میں برباد کیا اور سب سے زیادہ دیا گیا۔ چنانچہ تاریخِ اسلام میں پہلا خلیفہ حضرت ابو بکرؓ ہی ہوا۔" فرمایا:

"بہت کا یہ بھی خیال ہو گا کہ کیا ہم انقطاع الی اللہ کر کے اپنے آپ کو تباہ کر لیویں؟ مگر یہ ان کو دھوکا ہے۔ کوئی تباہ نہیں ہو گا۔ حضرت ابو بکرؓ کو دیکھ لو۔ اس نے سب کچھ چھوڑا پھر وہی سب سے اوّل تخت پر بیٹھا۔"[1055]

پھر آپؑ فرماتے ہیں: "جہاں تک تم پر اس دلیل کی وضاحت کے لئے تفصیل کا تعلق ہے تو اے اہلِ دانش و فضیلت! جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمان مردوں اور عورتوں سے ان آیات میں یہ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ اپنے فضل اور رحم سے ان میں سے بعض مومنوں کو ضرور خلیفہ بنائے گا۔" آیتِ استخلاف کے بارے میں فرما رہے ہیں "اور ان کے خوف کو ضرور امن کی حالت میں بدل دے گا۔ اس امر کا اتم اور اکمل طور پر مصداق ہم حضرت صدیق (اکبرؓ) کی خلافت کو ہی پاتے ہیں۔ کیونکہ جیسا کہ اہلِ تحقیق سے یہ امر مخفی نہیں کہ آپ کی خلافت کا وقت خوف اور مصائب کا وقت تھا۔ چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو اسلام اور مسلمانوں پر مصائب ٹوٹ پڑے۔" فرماتے ہیں: "بہت سے منافق مرتد ہو گئے اور مرتدوں کی زبانیں دراز ہو گئیں اور افترا پردازوں کے ایک گروہ نے دعویٰ نبوت کر دیا اور اکثر بادیہ نشین ان کے گرد جمع ہو گئے یہاں تک کہ مسیلمہ کذاب کے ساتھ ایک لاکھ

کے قریب جاہل اور بدکردار آدمی مل گئے اور فتنے بھڑک اٹھے اور مصائب بڑھ گئے اور آفات نے دور و نزدیک کا احاطہ کر لیا اور مومنوں پر ایک شدید زلزلہ طاری ہو گیا۔ اس وقت تمام لوگ آزمائے گئے اور خوفناک اور حواس باختہ کرنے والے حالات نمودار ہو گئے اور مومن ایسے لاچار تھے کہ گویا ان کے دلوں میں آگ کے انگارے دہکائے گئے ہوں یا وہ چھری سے ذبح کر دیئے گئے ہوں۔ کبھی تو وہ خیر البریہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جدائی کی وجہ سے اور گاہے ان فتنوں کے باعث جو جلا کر بھسم کر دینے والی آگ کی صورت میں ظاہر ہوئے تھے روتے۔ امن کا شائبہ تک نہ تھا۔ فتنہ پرداز گند کے ڈھیر پر اگے ہوئے سبزے کی طرح چھا گئے تھے۔ مومنوں کا خوف اور ان کی گھبراہٹ بہت بڑھ گئی تھی اور دل دہشت اور بے چینی سے لبریز تھے۔ ایسے (نازک) وقت میں (حضرت) ابو بکر رضی اللہ عنہ حاکم وقت اور (حضرت) خاتم النبیینؐ کے خلیفہ بنائے گئے۔ منافقوں، کافروں اور مرتدوں کے جن رویوں اور طور طریقوں کا آپ نے مشاہدہ کیا ان سے آپ ہم و غم میں ڈوب گئے۔ آپ اس طرح روتے جیسے ساون کی جھڑی لگی ہو اور آپ کے آنسو چشمۂ رواں کی طرح بہنے لگتے اور آپ (رضی اللہ عنہ) (اپنے) اللہ سے اسلام اور مسلمانوں کی خیر کی دعا مانگتے...... یہاں تک کہ اللہ کی نصرت آن پہنچی اور جھوٹے نبی قتل اور مرتد ہلاک کر دیئے گئے۔ فتنے دُور کر دیئے گئے اور مصائب چھٹ گئے اور معاملے کا فیصلہ ہو گیا اور خلافت کا معاملہ مستحکم ہوا اور اللہ نے مومنوں کو آفت سے بچا لیا اور ان کی خوف کی حالت کو امن میں بدل دیا اور ان کے لئے ان کے دین کو تمکنت بخشی اور ایک جہان کو حق پر قائم کر دیا اور مفسدوں کے چہرے کالے کر دیئے اور اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے (حضرت ابو بکر) صدیقؓ کی نصرت فرمائی اور سرکش سرداروں اور بتوں کو تباہ و برباد کر دیا اور کفار کے دلوں میں ایسا رعب ڈال دیا کہ وہ پسپا ہو گئے اور (آخر) انہوں نے رجوع کر کے توبہ کی اور یہی خدائے قہار کا وعدہ تھا اور وہ سب صادقوں سے بڑھ کر صادق ہے۔ پس غور کر کہ کس طرح خلافت کا وعدہ اپنے پورے لوازمات اور علامات کے ساتھ (حضرت ابو بکر) صدیقؓ کی ذات میں پورا ہوا۔"

فرماتے ہیں: "... غور کرو کہ آپ کے خلیفہ ہونے کے وقت مسلمانوں کی کیا حالت تھی۔ اسلام مصائب کی وجہ سے آگ سے جلے ہوئے شخص کی طرح (نازک حالت میں) تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسلام کو اس کی طاقت لوٹا دی اور اسے گہرے کنویں سے نکالا اور جھوٹے مدعیانِ نبوت دردناک عذاب سے مارے گئے اور مرتد چوپاؤں کی طرح ہلاک کئے گئے۔"

آپؑ فرماتے ہیں:

"اور اللہ نے مومنوں کو اس خوف سے جس میں وہ مردوں کی طرح تھے امن عطا فرمایا۔ اس تکلیف کے رفع ہونے کے بعد مومن خوش ہوتے تھے اور (حضرت ابو بکر) صدیقؓ کو مبارکباد دیتے تھے اور مرحبا کہتے ہوئے ان سے ملتے تھے... وہ آپ کو ایک مبارک وجود اور نبیوں کی طرح تائید یافتہ سمجھتے تھے اور یہ سب کچھ (حضرت ابو بکر) صدیقؓ کے صدق اور گہرے یقین کی وجہ سے تھا۔"[1056]

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اسلام کی کیا حالت تھی اور اس میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے خصائل کا تذکرہ کرتے ہوئے مزید فرمایا: ”آپؓ نبی تو نہ تھے مگر آپؓ میں رسولوں کے قویٰ موجود تھے۔ **آپؓ کے اس صدق کی وجہ سے ہی چمن اسلام اپنی پوری رعنائیوں کی طرف لوٹ آیا اور تیروں کے صدمات کے بعد بارونق اور شاداب ہو گیا اور اس کے قسما قسم کے خوشنما پھول کھلے اور اس کی شاخیں گرد و غبار سے صاف ہو گئیں۔**

جبکہ اس سے پہلے اس کی حالت ایسے مردے کی سی ہو گئی تھی جس پر رویا جا چکا ہو اور (اس کی حالت) قحط زدہ کی سی تھی اور مصیبت کے شکار کی سی اور ذبح کئے گئے ایسے جانور کی سی جس کے گوشت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا ہو، ہو گئی تھی۔ اور (اس کی حالت) قسما قسم کی مشقتوں کے مارے ہوئے اور شدید تپش والی دوپہر کے جلائے ہوئے کی طرح تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے ان تمام مصائب سے نجات بخشی اور ان ساری آفات سے اسے رہائی دلائی اور عجیب در عجیب تائیدات سے اس کی مدد فرمائی یہاں تک کہ اسلام اپنی شکستگی اور خاک آلودگی کے بعد بادشاہوں کا امام اور گردنوں (عوام النّاس) کا مالک بن گیا۔ پس منافقوں کی زبانیں گنگ ہو گئیں اور مومنوں کے چہرے چمک اٹھے۔ ہر شخص نے اپنے رب کی تعریف اور صدیق (اکبرؓ) کا شکریہ ادا کیا۔“[1057]

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

”حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اسلام کو ایک ایسی دیوار کی طرح پایا جو اشرار کے شر کے باعث گرا ہی چاہتی تھی۔ تب اللہ نے آپ کے ہاتھوں اسے ایک ایسے مضبوط قلعہ کی طرح بنا دیا جس کی دیواریں لوہے کی ہوں اور جس میں غلاموں کی طرح فرمانبردار فوج ہو۔ پس غور کر کیا تو اس میں کوئی شک پاتا ہے؟ یا پھر اس کی مثال تو دوسرے گروہوں میں سے پیش کر سکتے ہو؟“[1058]

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ

”آپ رضی اللہ عنہ معرفتِ تامہ رکھنے والے عارف باللہ، بڑے حلیم الطبع اور نہایت مہربان فطرت کے مالک تھے اور انکسار اور مسکینی کی وضع میں زندگی بسر کرتے تھے۔ بہت ہی عفو و درگزر کرنے والے اور مجسم شفقت و رحمت تھے۔ آپؓ اپنی پیشانی کے نور سے پہچانے جاتے تھے۔ آپ کا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے گہرا تعلق تھا اور آپ کی روح خیر الوریٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی روح سے پیوست تھی اور جس نور نے آپ کے آقا و مقتدا محبوبِ خدا کو ڈھانپا تھا اسی نور نے آپ کو بھی ڈھانپا ہوا تھا اور آپ رسول (اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے نور کے لطیف سائے اور آپ کے عظیم فیوض کے نیچے چھپے ہوئے تھے اور فہمِ قرآن اور سید الرسل، فخر بنی نوع انسانؐ کی محبت میں آپ تمام لوگوں سے ممتاز تھے۔ اور جب آپ پر اخروی حیات اور الٰہی اسرار منکشف ہوئے تو آپ نے تمام دنیوی تعلقات توڑ دیئے اور جسمانی وابستگیوں کو پرے پھینک دیا اور آپ اپنے محبوبؐ کے رنگ میں

رنگین ہو گئے اور واحد مطلوب ہستی کی خاطر ہر مراد کو ترک کر دیا اور تمام جسمانی کدورتوں سے آپ کا نفس پاک ہو گیا۔ اور سچے یگانہ خدا کے رنگ میں رنگین ہو گیا۔ اور رب العالمین کی رضا میں گم ہو گیا اور جب سچی الٰہی محبت آپ کے تمام رگ و پے اور دل کی انتہائی گہرائیوں میں اور وجود کے ہر ذرہ میں جاگزین ہو گئی اور آپ کے افعال و اقوال میں اور برخاست و نشست میں اس کے انوار ظاہر ہو گئے تو آپ صدیق کے نام سے موسوم ہوئے اور آپ کو نہایت فراوانی سے تر و تازہ اور گہرا علم، تمام عطا کرنے والوں میں سے بہتر عطا کرنے والے خدا کی بارگاہ سے عطا کیا گیا۔ صدق آپ کا ایک راسخ ملکہ اور طبعی خاصہ تھا۔ اور اس صدق کے آثار و انوار آپؓ میں اور آپؓ کے ہر قول و فعل، حرکت و سکون اور حواس و انفاس میں ظاہر ہوئے۔ آپ آسمانوں اور زمینوں کے رب کی طرف سے منعم علیہ گروہ میں شامل کئے گئے۔ **آپؓ کتابِ نبوت کا ایک اجمالی نسخہ تھے اور آپ اربابِ فضیلت اور جواں مردوں کے امام تھے اور نبیوں کی سرشت رکھنے والے چیدہ لوگوں میں سے تھے۔**"

فرماتے ہیں: "تُو ہمارے اس قول کو کسی قسم کا مبالغہ تصور نہ کر اور نہ ہی اسے نرم رویے اور چشم پوشی کی قسم سے محمول کر اور نہ ہی اسے چشمہ محبت سے پھوٹنے والا سمجھ بلکہ یہ وہ حقیقت ہے جو بارگاہِ رب العزت سے مجھ پر ظاہر ہوئی اور آپ رضی اللہ عنہ کا مشرب ربّ الارباب پر توکل کرنا اور اسباب کی طرف کم توجہ کرنا تھا اور آپ تمام آداب میں ہمارے رسول اور آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے بطور ظل کے تھے اور آپ کو حضرت خیر البریہؐ سے ایک ازلی مناسبت تھی۔ اور یہی وجہ تھی کہ آپ کو حضور کے فیض سے پل بھر میں وہ کچھ حاصل ہو گیا جو دوسروں کو لمبے زمانوں اور دور دراز اقلیموں میں حاصل نہ ہو سکا۔ تُو جان لے کہ فیوض کسی شخص کی طرف صرف مناسبتوں کی وجہ سے ہی رخ کرتے ہیں اور تمام کائنات میں اسی طرح اللہ کی سنت جاری و ساری ہے۔ پس جس شخص کو قسّامِ (ازل) نے اولیاء اور اصفیا کے ساتھ ذرا سی بھی مناسبت عطا نہ کی ہو تو یہی وہ محرومی ہے جسے حضرت کبریاء کی جناب میں شقاوت و بدبختی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اتم و اکمل خوش بخت وہی شخص ہے جس نے حبیب خداؐ کی عادات کا احاطہ کیا ہو یہاں تک کہ الفاظ، کلمات اور تمام طور طریقوں میں آپؐ سے مشابہت پیدا کر لی ہو۔ بدبخت لوگ تو اس کمال کو سمجھ نہیں سکتے۔ جس طرح ایک پیدائشی اندھا رنگوں اور شکلوں کو دیکھ نہیں سکتا ایک بدبخت کے نصیب میں تو پُر رعب اور پُر ہیبت (خدا) کی تجلیات کے سوا کچھ نہیں ہوتا کیونکہ اس کی فطرت رحمت کے نشانات نہیں دیکھ سکتی۔ اور جذب اور محبت کی خوشبو کو نہیں سونگھ سکتی اور یہ نہیں جانتی کہ خلوص، خیر خواہی، اُنس اور فراخی قلب کیا ہیں کیونکہ وہ (فطرت) تو ظلمات سے بھری پڑی ہے۔" یعنی جو اندھا ہے۔ "پھر اس میں برکات کے انوار اتریں تو کیسے؟ بلکہ بدبخت شخص کا نفس تو ایک تند و تیز آندھی کے تموّج کے طرح موجیں مارتا ہے اور اس کے جذبات حق اور حقیقت دیکھنے سے اسے روکتے ہیں۔ اس لئے وہ سعادت مندوں کی طرح معرفت میں راغب ہوتے ہوئے (حق) کی طرف نہیں آتا۔ جبکہ صدیقؓ کی تخلیق مبدءِ فیضان کی طرف متوجہ ہونے اور رسول رحمٰن صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رخ

کرنے کی صورت میں ہوئی۔ آپ صفاتِ نبوت کے ظہور کے تمام انسانوں سے زیادہ حقدار تھے اور حضرت خیر البریہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بننے کے لئے اولیٰ تھے اور اپنے متبوعؐ کے ساتھ کمال اتحاد اور موافقتِ تامہ استوار کرنے کے اہل تھے۔ نیز یہ کہ وہ جملہ اخلاق، صفات و عادات اپنانے اور انفسی اور آفاقی تعلقات چھوڑنے میں آپؐ کے (ایسے کامل) مظہر تھے کہ تلواروں اور نیزوں کے زور سے بھی ان کے درمیان قطع تعلق واقع نہ ہو سکے۔ اور آپ اس حالت پر ہمیشہ قائم رہے۔ اور مصائب اور ڈرانے والے حالات، نیز لعنت ملامت میں سے کچھ بھی آپ کو بیقرار نہ کر سکے۔ آپ کی روح کے جوہر میں صدق وصفا، ثابت قدمی اور تقویٰ شعاری داخل تھی خواہ سارا جہاں مرتد ہو جائے آپ ان کی پرواہ نہ کرتے اور نہ پیچھے ہٹتے بلکہ ہر آن اپنا قدم آگے ہی بڑھاتے گئے۔"[1059]

یہ تھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت میں اپنے آپ کو فنا کر دیا تھا۔[1060]

حوالہ جات

[1] استیعاب جلد 3 صفحہ 91–92، طبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 90، اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 204، اصابہ جلد 4 صفحہ 145
[2] حضرت ابو بکر صدیق از محمد حسین ہیکل صفحہ 57 مترجم
[3] سیدنا ابو بکر صدیق کی زندگی کے سنہرے واقعات صفحہ 29
[4] الروض الانف جلد اوّل صفحہ 430
[5] اسد الغابہ جلد 7 صفحہ 314-315
[6] اصابہ جلد 3 صفحہ 424
[7] اصابہ جلد 4 صفحہ 374-375
[8] صحیح مسلم حدیث 3911 مترجم جلد 11 صفحہ 198-199
[9] السیرۃ الحلبیہ جلد اوّل صفحہ 418-419
[10] اصابہ جلد 4 صفحہ 145
[11] طبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ، تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 348
[12] سنن الترمذی حدیث 3679
[13] تاریخ الخلفاء صفحہ 27
[14] ابن ہشام صفحہ 117
[15] روض الانف جلد 1 صفحہ 430
[16] استیعاب جلد 3 صفحہ 963
[17] اصابہ جلد 4 صفحہ 146
[18] عمدۃ القاری جلد 16 صفحہ 260
[19] تاریخ الخلفاء صفحہ 28-29
[20] مستدرک جلد 3 صفحہ 81 حدیث 4458، اٹلس سیرت نبوی صفحہ 136
[21] طبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 127
[22] تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 271
[23] ملفوظات جلد 1 صفحہ 372 تا 373
[24] طبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 137
[25] عمدۃ القاری جلد 16 صفحہ 260
[26] طبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 127
[27] طبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 127
[28] عمدۃ القاری جلد 16 صفحہ 260
[29] سر الخلافۃ اردو ترجمہ صفحہ 60، 63 تا 64
[30] ماخوذ از السیرۃ الحلبیۃ جلد 2 صفحہ 56
[31] مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ 151 مکتوب نمبر 2
[32] سر الخلافۃ اردو ترجمہ صفحہ 51–52
[33] صحیح البخاری حدیث: 467

[34] ملفوظات جلد8 صفحہ 277
[35] ماخوذ از عشرہ مبشرہ صفحہ 41
[36] السیرۃ الحلبیۃ جلد اول صفحہ 390
[37] الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 140
[38] صحیح بخاری حدیث:3665
[39] صحیح مسلم حدیث:6073
[40] لسان العرب زیر مادہ "کتم"
[41] تاریخ طبری جلد 1 صفحہ 540-541
[42] حضرت ابو بکر صدیق اکبرؓ مترجم صفحہ 41
[43] اصابہ جلد4 صفحہ 148
[44] السیرۃ الحلبیہ جلد 1 صفحہ 390
[45] حضرت ابو بکر صدیقؓ مترجم صفحہ 59
[46] اسد الغابہ جلد3 صفحہ 311
[47] سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 104-105
[48] سیدنا صدیق اکبرؓ کے شب و روز از محمد حذیفہ لاہوری صفحہ 19
[49] البدایۃ والنہایۃ جلد2 جزء3 صفحہ 29و32
[50] سیر الصحابۃ جلد اوّل حصہ اوّل صفحہ 56
[51] سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 114
[52] السیرۃ الحلبیۃ جلد 1 صفحہ 384-385
[53] کنز العمال جزء 12 صفحہ 490 حدیث 35609
[54] تاریخ الخلفاء للسیوطی صفحہ 30
[55] صحیح بخاری حدیث:2297
[56] شرح زرقانی جلد 1 صفحہ 447-448
[57] الروض الانف جلد اوّل صفحہ 431
[58] سبل الھدیٰ جلد 1 صفحہ 124
[59] السیرۃ الحلبیۃ جلد 1 صفحہ 391 (خطبہ جمعہ 3 دسمبر 2021ء، الفضل انٹرنیشنل 24 دسمبر 2021ء صفحہ 5 تا 10 جلد 28 شمارہ 103)
[60] اسد الغابہ جلد3 صفحہ 313، 312
[61] الریاض النضرۃ جلد 1 صفحہ 84-85
[62] اسد الغابہ جلد3 صفحہ 205–206
[63] بخاری حدیث 3661
[64] تفسیر کبیر جلد2 صفحہ 559
[65] انوار العلوم جلد8 صفحہ 543-544
[66] انوار العلوم جلد6 صفحہ 76-77
[67] ملفوظات جلد 1 صفحہ 372 تا 374

[68] ملفوظات جلد10 صفحہ 78-79
[69] ملفوظات جلد سوم صفحہ 261
[70] سُبُل الہدیٰ والرشاد جلد2 صفحہ 300-304، تاریخ الطبری جلد1 صفحہ 537 تا 540
[71] الریاض النضرۃ جلد1 صفحہ 89
[72] ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 121-122
[73] ماخوذ اسد الغابہ جلد3 صفحہ 205
[74] سیرت ابن ہشام جلد1 صفحہ 166
[75] سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 122-123
[76] السیرۃ الحلبیۃ جلد اول صفحہ 395
[77] صحیح البخاری حدیث:3856
[78] ابو بکر الصدیق شخصیتہ وعصرہ صفحہ 38
[79] تفسیر کبیر جلد9 صفحہ 316
[80] چشمۂ معرفت، روحانی خزائن جلد23 صفحہ 257-258
[81] اصابہ جلد3 صفحہ 247
[82] اسد الغابہ جلد اوّل صفحہ 283
[83] طبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 175، لغات الحدیث جلد اوّل صفحہ 82
[84] اسد الغابہ جلد3 صفحہ 31
[85] اسد الغابہ جلد6 (النساء) صفحہ 127 (خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 10 دسمبر 2021ء، الفضل انٹرنیشنل 28 دسمبر 2021 تا 3 جنوری 2022ء صفحہ 5 تا 9 جلد 28 شمارہ 104-105)
[86] ابن ہشام صفحہ 236
[87] ماخوذ از سیدنا ابو بکر صدیقؓ، شخصیت اور کارنامے، اردو ترجمہ صفحہ 74، الجامع لاحکام القرآن جلد2 صفحہ 3330
[88] خطبات محمود جلد22 صفحہ 546-547
[89] انوار العلوم جلد20 صفحہ 193-194
[90] شرح الزرقانی جلد اوّل صفحہ 503-504
[91] صحیح بخاری حدیث:2297، صحیح البخاری مترجم جلد4 صفحہ 276، فرہنگ سیرت صفحہ 57
[92] عمدۃ القاری جلد12 صفحہ 185 حدیث:2297
[93] ماخوذ از تفسیر کبیر جلد15 صفحہ 127
[94] سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 166
[95] ازالۃ الاخفاء اردو ترجمہ جلد3 صفحہ 39-40، سیدنا صدیق اکبرؓ کے شب و روز صفحہ 30
[96] سنن ترمذی حدیث:3193
[97] صحیح بخاری حدیث:1007
[98] ماخوذ از عمدۃ القاری جلد7 صفحہ 46 حدیث:1007
[99] ماخوذ از سیرت خاتم النبیین ﷺ صفحہ 216-217
[100] انوار العلوم جلد20 صفحہ 445
[101] ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد3 صفحہ 310-311

102 شرح الزر قانی جلد 2 صفحہ 72 تا 74
103 معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم جزء 4 صفحہ 309-310 روایت نمبر 6382
104 ماخوذ از سیدنا ابو بکر صدیقؓ، شخصیت اور کارنامے، اردو ترجمہ صفحہ 84، 82
105 السیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 7 (خطبہ جمعہ 17 دسمبر 2021ء الفضل انٹرنیشنل 7 جنوری 2022ء صفحہ 5 تا 9 جلد 29 شمارہ 2)
106 السیرۃ الحلبیۃ جلد 2 صفحہ 21
107 صحیح البخاری نمبر 3622
108 فرہنگ سیرت صفحہ 321
109 معجم البلدان جلد 5 صفحہ 452
110 ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 472
111 ماخوذ از سبل الھدیٰ والرشاد جلد 3 صفحہ 224 تا 227
112 ماخوذ از صحیح البخاری حدیث 2297، الخلیفۃ الاول ابو بکر الصدیق صفحہ 45
113 انوار العلوم جلد 20 صفحہ 222
114 انوار العلوم جلد 1 صفحہ 489
115 ابن ہشام صفحہ 340 تا 342
116 سبل الھدیٰ والرشاد جلد 3 صفحہ 232
117 سرمہ چشم آریہ روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 64 حاشیہ
118 صحیح بخاری روایت 2138 و 3905، فتح الباری جلد 7 صفحہ 277
119 ابن ہشام صفحہ 343
120 صحیح بخاری روایت 3905، طبقات الکبریٰ جلد 1 صفحہ 382، شرح الزر قانی جزء 2 صفحہ 105، 106
121 ماخوذ تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 7، الرحیق المختوم صفحہ 165، شرح الزر قانی جلد 2 صفحہ 129
122 ابن ہشام صفحہ 342، 348، محمد رسول اللہ والذین معہ جلد 3 صفحہ 74، طبقات الکبریٰ جلد 1 صفحہ 176
123 سیرت خاتم النبیین صفحہ 236-237
124 سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 64-65 حاشیہ
125 حیاۃ محمد صفحہ 223-224
126 دلائل النبوۃ للبیھقی جلد 2 صفحہ 465، 466
127 مدارج النبوۃ مترجم جلد 2 صفحہ 83
128 سیرت خاتم النبیین صفحہ 237
129 انوار العلوم جلد 20 صفحہ 222-223
130 سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 66 حاشیہ
131 ماخوذ از تاریخ طبری جلد اوّل صفحہ 568
132 السیرۃ الحلبیہ جزء 2 صفحہ 47
133 ابن ہشام صفحہ 343
134 صحیح بخاری روایت نمبر 2979، شرح زر قانی جزء 2 صفحہ 107
135 سبل الھدیٰ والرشاد جلد 3 صفحہ 239
136 الخلیفۃ الاول ابو بکر الصدیق صفحہ 47

137 سبل الھدیٰ والرشاد جلد3 صفحہ 243، شرح زرقانی جلد2 صفحہ 110
138 محمد رسول اللہ والذین معہ جلد3 صفحہ 59
139 سبل الھدیٰ والرشاد جلد3 صفحہ 240
140 محمد رسول اللہ والذین معہ جلد3 صفحہ 59
141 تاریخ طبری جلد اوّل صفحہ 568
142 شرح زرقانی جلد2 صفحہ 121
143 تاریخ الخمیس جلد2 صفحہ 10
144 ابن ہشام صفحہ 344
145 سبل الہدیٰ والرشاد جلد3 صفحہ 241، ماخوذ از صحیح بخاری کتاب روایت 3653
146 المواھب اللدنیہ جلد1 صفحہ 292-293
147 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 24 دسمبر 2021ء الفضل انٹرنیشنل 14 جنوری 2022ء صفحہ 5 تا 9 جلد 29 شمارہ 4
148 ماخوذ از شرح زرقانی جزء2 صفحہ 122-123
149 تاریخ الخمیس جلد2 صفحہ 15
150 المواھب اللدنیہ جلد1 صفحہ 292-293
151 سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 237 تا 239
152 تفسیر کبیر جلد9 صفحہ 416، 417
153 انوار العلوم جلد 11 صفحہ 223-224
154 ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 402
155 ملفوظات جلد1 صفحہ 376 تا 378
156 سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد2 صفحہ 66 حاشیہ
157 صحیح بخاری حدیث: 3905، ابن ہشام جزء1-2 صفحہ 289
158 السیرۃ الحلبیہ جزء2 صفحہ 54
159 السیرۃ الحلبیہ جلد2 صفحہ 58
160 ابن ہشام صفحہ 344، صحیح بخاری حدیث: 3905، فتح الباری شرح صحیح البخاری جلد7 صفحہ 238
161 سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 239-240
162 تاریخ الخمیس جلد2 صفحہ 18
163 فتح الباری شرح صحیح البخاری جلد7 صفحہ 299
164 محمد رسول اللہ والذین معہ جلد3 صفحہ 61، ابن ہشام صفحہ 345
165 ابن ہشام 345
166 سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 240
167 انوار العلوم جلد 20 صفحہ 223-224، ابن ہشام صفحہ 344
168 محمد رسول اللہ والذین معہ جلد3 صفحہ 64، شرح زرقانی جلد2 صفحہ 172
169 صحیح بخاری حدیث: 3652، سبل الھدیٰ والرشاد جلد3 صفحہ 243-244
170 صحیح البخاری حدیث: 3906، سبل الھدیٰ والرشاد جلد3 صفحہ 248، محمد رسول اللہ والذین معہ جلد3 صفحہ 64-65 (خطبہ جمعہ مؤرخہ 31 دسمبر 2021ء الفضل انٹرنیشنل 21/ جنوری 2022ء صفحہ 5 تا 9 جلد 29 شمارہ 6)

171 محمد رسول اللہ والذین معہ جلد3 صفحہ 65
172 بخاری بشرح الکرمانی جزء14 صفحہ 178، فرہنگ سیرت صفحہ 88
173 سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 240 تا242
174 انوار العلوم جلد20 صفحہ 224 تا226
175 ماخوذ از سبل الھدیٰ والرشاد جلد3 صفحہ 249
176 الروض الانف جلد2 صفحہ 325، فرہنگ سیرت صفحہ 232
177 سبل الہدیٰ والرشاد جلد3 صفحہ 244-245
178 محمد رسول اللہ والذین معہ جلد3 صفحہ 67
179 صحیح البخاری حدیث:3906
180 سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 242
181 صحیح بخاری حدیث:3911
182 سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 242
183 سبل الھدیٰ والرشاد جلد 3 صفحہ 253، ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 243
184 معجم البلدان جلد4 صفحہ 377 زیر لفظ ''قبا''
185 فرہنگ سیرت صفحہ 230
186 صحیح بخاری حدیث428 وحدیث3906، فرہنگ سیرت صفحہ 101-102
187 السیرۃ الحلبیۃ جلد2 صفحہ 75
188 انوار العلوم جلد20 صفحہ 226-227
189 سیرت خاتم النبیین صفحہ 264-265
190 صحیح بخاری حدیث:3906
191 الروض الانف جلد2 صفحہ 332
192 السیرۃ الحلبیۃ جلد2 صفحہ 75
193 السیرۃ الحلبیۃ جلد2 صفحہ 81، ابن ہشام صفحہ 349، اٹلس سیرت نبویؐ صفحہ 168
194 شرح زرقانی جزء2 صفحہ 157
195 شرح زرقانی جزء2 صفحہ 148، السیرۃ الحلبیۃ جلد2 صفحہ 71
196 صحیح بخاری حدیث:428
197 سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 266-267
198 انوار العلوم جلد20 صفحہ 230
199 ابن ہشام صفحہ 348
200 مقالات سیرت جلد3 صفحہ 131
201 خطبہ جمعہ مؤرخہ 14 جنوری 2022ء، الفضل انٹرنیشنل 4 فروری 2022ء صفحہ 5 تا9 جلد29 شمارہ10
202 ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 269
203 المواہب اللدنیہ جلد1 صفحہ 316
204 السیرۃ الحلبیہ جلد2 صفحہ 90
205 ماخوذ از جستجوئے مدینہ صفحہ 446

206 طبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 93
207 اصابہ جلد2 صفحہ 190
208 طبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 93
209 تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر جلد16 جزء32 صفحہ 63
210 ماخوذ از ارشاد الساری شرح صحیح بخاری جزء7 صفحہ 133 حدیث:3937
211 سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 349
212 ماخوذ از السیرة الحلبیہ جلد2 صفحہ 204
213 السیرة الحلبیہ جلد2 صفحہ 205-206، معجم البلدان جلد1 صفحہ 475
214 ابن ہشام صفحہ 421، السیرة الحلبیة جلد2 صفحہ 207
215 سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 357، سبل الھدیٰ جلد11 صفحہ 398
216 السیرة الحلبیہ جلد2 صفحہ 214
217 تفسیر کبیر جلد10 صفحہ 67
218 صحیح بخاری حدیث:2915
219 صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر حدیث:4588
220 سیرت خاتم النبیین ﷺ صفحہ 360-361
221 انوار العلوم جلد1 صفحہ 466-467
222 براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد21 صفحہ 255-256
223 سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے صفحہ 108-109
224 تفسیر کبیر جلد14 صفحہ 276
225 سیرت خاتم النبیین ﷺ صفحہ 367-368
226 صحیح البخاری حدیث:3926، شرح زرقانی جلد2 صفحہ 172
227 ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 483-484
228 ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 484 تا 486
229 شرح زرقانی جلد2 صفحہ 404
230 سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 489
231 ماخوذ از تاریخ الطبری جلد3 صفحہ 70
232 اصابہ جزء3 صفحہ 431
233 سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 495-496
234 سبل الھدیٰ جلد4 صفحہ 199-200، لغات الحدیث زیر لفظ رباعی
235 شرح زرقانی جلد2 صفحہ 425
236 صحیح بخاری حدیث:3039
237 انوار العلوم جلد20 صفحہ 252 تا 253
238 صحیح بخاری حدیث:4077
239 ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 499-500 (خطبہ جمعہ مؤرخہ 21 جنوری 2022ء الفضل انٹرنیشنل 11؍ فروری 2022ء صفحہ 5 تا 10 جلد29 شمارہ 12)

240 سبل الہدیٰ جلد4 صفحہ 308-309، معجم البلدان جلد5 صفحہ 225
241 سیدنا ابو بکر شخصیت اور کارنامے مترجم اردو صفحہ 113
242 ماخوذ از السیرۃ الحلبیہ جلد2 صفحہ 357 تا 361
243 سبل الہدیٰ والرشاد جلد4 صفحہ 325
244 سبل الہدیٰ والرشاد جلد4 صفحہ 337، اٹلس سیرت نبویؐ صفحہ 216
245 سبل الہدیٰ والرشاد جلد4 صفحہ 337، ماخوذ از طبقات الکبریٰ جلد2 صفحہ 46
246 سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 529-530
247 کتاب المغازی للواقدی جلد1 صفحہ 341
248 طبقات الکبریٰ جزء2 صفحہ 48، المنجد زیر مادہ 'برد'
249 البدایۃ والنہایۃ جلد4 صفحہ 169-170
250 خطبہ جمعہ فرمودہ 14 دسمبر 2018ء حضرت مسطح بن اثاثہؓ کے تذکرہ میں
251 صحیح البخاری حدیث: 2661
252 ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد21 صفحہ 181
253 خطبہ جمعہ 14 دسمبر 2018ء حضرت مسطح بن اثاثہؓ کے تذکرہ میں
254 ماخوذ از طبقات الکبریٰ جلد2 صفحہ 50-51، اٹلس سیرت نبویؐ صفحہ 278
255 الخلیفۃ الاول ابو بکر الصدیق صفحہ 65-66
256 سبل الھدیٰ والرشاد جلد4 صفحہ 365
257 سبل الھدیٰ والرشاد جلد4 صفحہ 367
258 سیدنا صدیق اکبرؓ صفحہ 41 (خطبہ جمعہ مؤرخہ 28 جنوری 2022ء، الفضل انٹرنیشنل 15 تا 21 فروری 2022ء (خصوصی اشاعت برائے یوم مصلح موعود) صفحہ 5 تا 9 جلد29 شمارہ 13-14)
259 کتاب المغازی للواقدی جلد دوم صفحہ 4
260 کنز العمال جلد7 صفحہ 10 روایت: 36132
261 کتاب المغازی جلد2 صفحہ 6
262 ماخوذ از مسند احمد بن حنبل جلد8 صفحہ 256 تا 259 روایت: 25610
263 ماخوذ از سیرت خاتم النبیین صفحہ 749-750
264 ماخوذ از سبل الھدیٰ والرشاد جلد5 صفحہ 37
265 ماخوذ از صحیح بخاری حدیث: 2731-2732، ماخوذ از عمدۃ القاری جلد14 صفحہ 16
266 ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 756، 757
267 ماخوذ از صحیح بخاری حدیث: 2731-2732
268 سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 767-768
269 انوار العلوم جلد18 صفحہ 560
270 ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 769
271 سبل الھدیٰ والرشاد جلد5 صفحہ 64
272 فرہنگ سیرت صفحہ 64
273 ماخوذ از طبقات الکبریٰ جزء2 صفحہ 69، ماخوذ از ابن ہشام صفحہ 875

274 صحیح مسلم حدیث:4573، سنن ابی داؤد حدیث:2697
275 سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ716-717
276 تاریخ الطبری جلد3 صفحہ144، اٹلس سیرت نبوی صفحہ330، فرہنگ سیرت صفحہ117
277 المواھب اللدنّیہ جلد1 صفحہ517
278 سبل الھدیٰ والرشاد جزء5 صفحہ124
279 سیدنا صدیق اکبرؓ صفحہ49
280 کتاب المغازی جلد2 صفحہ120
281 ماخوذ از ابن ہشام صفحہ707
282 لغات الحدیث جلد4 صفحہ487 و جلد2 صفحہ648
283 فرہنگ سیرت صفحہ297
284 سبل الہدیٰ والرشاد جلد6 صفحہ131
285 خطبہ جمعہ 11 جون 2021ء
286 ماخوذ از سیرت ابن ہشام صفحہ734-735، شرح زرقانی جلد3 صفحہ379-380
287 شرح زرقانی جلد3 صفحہ386
288 تاریخ الطبری جلد3 صفحہ166
289 سیرت حلبیہ، جلد3 صفحہ107-108
290 ماخوذ از انوار العلوم جلد24 صفحہ260 تا262
291 طبقات الکبریٰ جلد2 صفحہ102-103، اٹلس سیرت نبویؐ صفحہ396 (خطبہ جمعہ مؤرخہ 4 فروری 2022ء الفضل انٹرنیشنل 25 فروری 2022ء صفحہ 5 تا9 جلد29 شمارہ16)
292 دلائل النبوۃ للبیہقی جلد5 صفحہ48
293 ماخوذ از سبل الہدیٰ جلد5 صفحہ218
294 سبل الہدیٰ جلد5 صفحہ220-221
295 سبل الہدیٰ والرشاد جلد5 صفحہ227، شرح زرقانی جلد3 صفحہ415
296 فرہنگ سیرت صفحہ242
297 شرح زرقانی جزء3 صفحہ421
298 سبل الہدیٰ جلد5 صفحہ235
299 السیرۃ الحلبیہ جلد3 صفحہ151، اٹلس سیرت نبویؐ صفحہ409
300 ابن ہشام صفحہ761
301 ماخوذ از السیرۃ الحلبیہ جلد3 صفحہ151 تا154، فرہنگ سیرت صفحہ49
302 صحیح مسلم کتاب الجھاد والسیر حدیث4616
303 سیرت ابن ہشام صفحہ764
304 صحیح بخاری حدیث:4322
305 ماخوذ از تفسیر کبیر جلد8 صفحہ625-626
306 فرہنگ سیرت صفحہ178
307 الرحیق المختوم صفحہ567

308 فرہنگ سیرت صفحہ 88
309 ماخوذ از سبل الھدیٰ والرشاد جلد5 صفحہ 388
310 ابن ہشام صفحہ 792
311 صحیح مسلم حدیث:2442
312 ابن ہشام صفحہ 793
313 معجم البلدان جلد2 صفحہ 14
314 طبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ 131
315 شرح علامہ زرقانی جلد4 صفحہ 69
316 السیرۃ الحلبیہ جلد3 صفحہ 183-184، لغات الحدیث جلد1 صفحہ 82، جلد2 صفحہ 648، جلد4 صفحہ 487
317 سنن الترمذی حدیث:3675
318 ماخوذ از ملفوظات جلد6 صفحہ 40 حاشیہ
319 ابن ہشام صفحہ 822
320 ماخوذ از سبل الھدیٰ والرشاد جلد5 صفحہ 459-460، اسد الغابہ جلد3 صفحہ 229
321 الروض الانف جلد4 صفحہ 318-19، عمدۃ القاری جلد9 صفحہ 384
322 السیرۃ الحلبیہ جلد3 صفحہ 295
323 سیرۃ ابن ہشام صفحہ 832، سبل الہدیٰ جلد12 صفحہ 73، البدایہ والنھایہ جزء7 صفحہ 228-229، معجم البلدان جلد3 صفحہ 515، فرہنگ سیرت صفحہ 198 (خطبہ جمعہ 11 فروری 2022ء الفضل انٹرنیشنل 4 مارچ 2022ء صفحہ 5 تا 9 جلد 29 شمارہ 18)
324 السیرۃ الحلبیۃ جلد3 صفحہ 361
325 ماخوذ از سبل الھدیٰ والرشاد جلد7 صفحہ 12-13، ماخوذ از سنن ابو داؤد حدیث:1818
326 خطبہ جمعہ 15 نومبر 2019ء حضرت عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی بن سلول کے تذکرہ میں
327 السیرۃ الحلبیہ جلد3 صفحہ 365، فرہنگ سیرت صفحہ 110
328 سنن نسائی حدیث:2664، معجم البلدان جلد2 صفحہ 339
329 سبل الھدیٰ والرشاد جلد8 صفحہ 461
330 السیرۃ الحلبیۃ جلد3 صفحہ 369
331 سبل الھدیٰ والرشاد جلد5 صفحہ 64
332 صحیح بخاری حدیث:679
333 ماخوذ از الاستیعاب جلد3 صفحہ 96، 97
334 صحیح بخاری حدیث:683
335 صحیح بخاری حدیث:680
336 انوار العلوم جلد1 صفحہ 506-507
337 صحیح بخاری حدیث 3667-3668
338 صحیح بخاری حدیث:4454
339 المواھب اللدنیۃ جزء4 صفحہ 547
340 انوار العلوم جلد7 صفحہ 345 تا 347
341 انوار العلوم جلد23 صفحہ 327-328

[342] ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد21 صفحہ 285-286 حاشیہ
[343] سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے صفحہ 174
[344] صدیق اکبر مترجم صفحہ 85،86
[345] طبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ 135
[346] حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ صفحہ 86،87، سیدنا صدیق اکبرؓ از الحاج حکیم غلام نبی صفحہ 72-73
[347] ماخوذ از صحیح بخاری حدیث:6830، صحیح بخاری حدیث:4021
[348] تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 242
[349] تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 242،243
[350] السیرۃ الحلبیہ جلد3 صفحہ 504-505
[351] مسند احمد بن حنبل حدیث :18، جلد 1 صفحہ 158،159 (خطبہ جمعہ مؤرخہ 25 فروری 2022ء، الفضل انٹر نیشنل 18 تا 24 مارچ 2022ء صفحہ 5 تا 9 جلد 29 شمارہ 22-23)
[352] تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 243
[353] سنن الکبریٰ للنسائی حدیث نمبر 7119 جلد4 صفحہ 264
[354] ماخوذ از الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ 193، ماخوذ السیرۃ الحلبیۃ جلد3 صفحہ 506
[355] تاریخ الخلفاء الراشدین صفحہ 22،367
[356] تاریخ طبری جلد3 صفحہ 266
[357] انوار العلوم جلد25 صفحہ 402-403
[358] البدایۃ والنہایۃ جزء6 صفحہ 298-299
[359] تاریخ الطبری جزء3 صفحہ 257
[360] سیرۃ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب از صلابی صفحہ 119، السیرۃ النبویۃ لابن کثیر صفحہ 693
[361] السیرۃ النبویۃ لابن کثیر صفحہ 694
[362] ملفوظات جلد10 صفحہ 183
[363] تفسیر کبیر جلد8 صفحہ 368-369
[364] انوار العلوم جلد4 صفحہ 425
[365] حقائق الفرقان جلد اوّل صفحہ 244
[366] صحیح البخاری حدیث 3682
[367] کنز العمال جلد3 جزء5 صفحہ 253 حدیث 14111
[368] ماخوذ از تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 354
[369] حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 122
[370] تفسیر کبیر جلد12 صفحہ 135
[371] سر الخلافۃ مترجم صفحہ 49-50۔ روحانی خزائن جلد8 صفحہ 335
[372] قاموس الکتاب صفحہ 1144 زیر لفظ یوشع
[373] تحفۂ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 183 تا 189 (خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 4 مارچ 2022ء، الفضل انٹر نیشنل مورخہ 25 مارچ 2022ء صفحہ 5 تا 9 جلد 29 شمارہ 24)
[374] تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد17 صفحہ 184

375 تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد17 صفحہ186
376 ابو بکر صدیق اکبر از محمد حسین ہیکل مترجم شیخ محمد احمد پانی پتی صفحہ 123، اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد21 صفحہ 731
377 صحیح البخاری حدیث3757
378 ابو بکر صدیق اکبر از محمد حسین ہیکل مترجم شیخ محمد احمد پانی پتی صفحہ124
379 فتح الباری لابن حجر جلد8 صفحہ192
380 تاریخ طبری جلد2 صفحہ224، معجم البلدان جلد1 صفحہ579، فرہنگ سیرت صفحہ119
381 طبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 146-147 ، البدایۃ والنہایۃ جلد 3 جزء6 صفحہ 302 ، معجم البلدان جلد 1 صفحہ 101، فرہنگ سیرت صفحہ 87،114
382 شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ جلد4 صفحہ155
383 البدایۃ والنہایۃ جلد3 جزء6 صفحہ302، تاریخ الطبری جلد2 صفحہ244، الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ199
384 انوار العلوم جلد22 صفحہ593-594
385 اردو ترجمہ سر الخلافۃ صفحہ188-189 حاشیہ
386 شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ جلد4 صفحہ155
387 ماخوذ از الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ199-200
388 ماخوذ از تاریخ الطبری جلد2 صفحہ246، ماخوذ از السیرۃ الحلبیۃ جلد3 صفحہ 293
389 ماخوذ از الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ200
390 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ246
391 السیرۃ الحلبیۃ جلد3 صفحہ294
392 ماخوذ از تاریخ الطبری جلد2 صفحہ246
393 ماخوذ از تاریخ الطبری جلد2 صفحہ246
394 سیرت سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ، مترجم مولفہ عمر ابو النصر صفحہ 561
395 البدایۃ والنہایۃ جلد3 جزء6 صفحہ302
396 ماخوذ از طبقات الکبریٰ جلد2 صفحہ147
397 طبقات الکبریٰ جلد2 صفحہ147
398 الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ200
399 المسیرۃ الاسلامیہ لجیل الخلافۃ الراشدۃ جلد اوّل ص34-35
400 سیدنا ابو بکر صدیقؓ از صلابی صفحہ268،258
401 The Preaching of Islam By T.W. Arnold. Chapter III. Page 41.London Constable and Company Ltd. 1913
402 The Encyclopaedia of Islam vol. 10 Page913 Under Usama Printed by Leiden brill 2000
403 البدایۃ والنہایۃ جلد3 جزء6 صفحہ 309
404 اسد الغابہ جلد2 صفحہ 585
405 ماخوذ از سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت وکارنامے از ڈاکٹر علی محمد صلابی مترجم صفحہ272-273
406 ماخوذ از حضرت ابو بکر صدیق از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 101
407 تاریخ طبری جلد2 صفحہ254

408 ماخوذ از حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 135
409 البدایۃ والنھایۃ جلد 3 جزء 6 صفحہ 308
410 ماخوذ از حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 135، 136
411 صحیح بخاری حدیث نمبر 1399، 1400
412 صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 65
413 صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ مترجم جلد 3 صفحہ 14، 15
414 ماخوذ از مشکوٰۃ المصابیح جلد 2 صفحہ 492 کتاب الفضائل و شمائل حدیث 6024 (خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 11 مارچ 2022ء، الفضل انٹرنیشنل مورخہ یکم اپریل 2022ء صفحہ 5 تا 10 جلد 29 شمارہ 26)
415 تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 254-255، السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ 434 حاشیہ، معجم البلدان جلد 1 صفحہ 89 جلد 3 صفحہ 67، 290، فرہنگ سیرت صفحہ 236
416 ماخوذ از سیدنا ابو بکر شخصیت اور کارنامے از ڈاکٹر علی محمد صلابی صفحہ 278
417 تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 255-256 ، البدایہ والنھایہ جلد 3 جزء 6 صفحہ 308، المنجد زیر مادہ "برد"، معجم البلدان جلد 2 صفحہ 297 "الحساء"
418 حضرت ابو بکرؓ صدیق از محمد حسین ہیکل مترجم اردو شیخ محمد احمد پانی پتی صاحب صفحہ 150-151
419 تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 256
420 ماخوذ از تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 256
421 المسیرۃ الاسلامیہ از منیر محمد غضبان صفحہ 50
422 تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 257
423 تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 253، 256، سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت و کارنامے از صلابی مترجم صفحہ 282
424 تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 256، فرہنگ سیرت صفحہ 236، معجم البلدان جلد 1 صفحہ 484-485
425 حضرت ابو بکر صدیقؓ کے فیصلے از عبداللہ مدنی صفحہ 173-174
426 ماخوذ از حضرت ابو بکر صدیق از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 118
427 تفسیر کبیر جلد 11 صفحہ 160-161
428 انوار العلوم جلد 1 صفحہ 382-383
429 ماخوذ از انوار العلوم جلد 1 صفحہ 383
430 انوار العلوم جلد 2 صفحہ 222-223
431 ماخوذ از انوار العلوم جلد 2 صفحہ 59-60
432 انوار العلوم جلد 19 صفحہ 75، 76
433 انوار العلوم جلد 18 صفحہ 458
434 انوار العلوم جلد 15 صفحہ 30، 31
435 ماخوذ از انوار العلوم جلد 15 صفحہ 543 تا 545
436 ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 15 صفحہ 325-326 (خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 18 مارچ 2022ء، الفضل انٹرنیشنل مورخہ 8 اپریل 2022ء صفحہ 5 تا 9 جلد 29 شمارہ 28)
437 سر الخلافہ اردو ترجمہ صفحہ نمبر 188، 189 حاشیہ
438 قرآن کریم اردو ترجمہ از حضرت مرزا طاہر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ صفحہ 158 حاشیہ

439 صحیح البخاری حدیث1883
440 ماخوذ از قتل مرتد اور اسلام از مولوی شیر علی صاحب صفحہ109 تا111
441 صحیح البخاری حدیث2700
442 تفسیر کبیر جلد10 صفحہ367-368
443 پیغام صلح، روحانی خزائن جلد23 صفحہ468-469
444 تاریخ الخمیس جلد3 صفحہ173
445 تاریخ طبری جلد2 صفحہ256
446 البدایہ والنھایہ لابن کثیر جلد3 جزء6 صفحہ310
447 تاریخ طبری جلد2 صفحہ265
448 تاریخ ابن خلدون جلد2 صفحہ436
449 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ254
450 تاریخ ابن خلدون جلد2 صفحہ439-440
451 عمدۃ القاری جلد24 صفحہ122
452 نیل الاوطار لعلامۃ محمد الشوکانی کتاب الزکاۃ صفحہ724
453 ماخوذ از حضرت ابو بکر صدیق از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ131
454 ماخوذ از سیدنا ابو بکرؓ از ابو النصر مترجم صفحہ603
455 ماخوذ از خلفائے راشدین از حکیم محمود ظفر صفحہ58
456 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ یکم اپریل2022ء، الفضل انٹرنیشنل22 اپریل2022ء صفحہ5 تا9 جلد29 شمارہ32
457 سرّ الخلافۃ اردو ترجمہ عربی عبارت صفحہ47 تا51
458 البدایۃ والنھایۃ جلد3 جزء6 ص311-312
459 معجم الوسیط زیر مادہ "بنی"، تاریخ الطبری جلد2 صفحہ257، ماخوذ از سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت و کارنامے صفحہ288، معجم البلدان جلد1 صفحہ527، جلد2 صفحہ270، 311، 496
460 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ257
461 ماخوذ از سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت و کارنامے از ڈاکٹر علی محمد صلابی مترجم صفحہ288 تا290
462 ماخوذ از سیدنا ابو بکر صدیقؓ از صلابی مترجم صفحہ297-298
463 حضرت ابو بکرؓ کے سرکاری خطوط مؤلفہ خورشید احمد فاروق صفحہ22
464 ماخوذ از سیدنا ابو بکر صدیقؓ از صلابی مترجم صفحہ290-291
465 ماخوذ از سر الخلافۃ اردو ترجمہ عربی عبارت صفحہ190 تا194 حاشیہ
466 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ258-259
467 ماخوذ از سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت و کارنامے صفحہ293
468 ماخوذ از سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت و کارنامے صفحہ294-295
469 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ15 اپریل2022ء، الفضل انٹرنیشنل6 مئی2022ء صفحہ5 تا8 جلد29 شمارہ36
470 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ257، معجم البلدان جلد1 صفحہ527
471 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ260

472 البدایۃ والنھایۃ جلد3 صفحہ 313
473 سیدنا ابو بکر صدیقؓ از صلابی مترجم صفحہ 316-318، اسد الغابہ جزء3 صفحہ 94، معجم البلدان جلد3 صفحہ 290
474 سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 139
475 اصابہ جزء4 صفحہ 639، ضیاء النبی جلد4 صفحہ 566-567
476 تاریخ طبری جلد2 صفحہ 260، عبد اللہ بن سبا اور دوسرے تاریخی افسانے جلد2-3 صفحہ 92، سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 138 و صفحہ 157، سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت و کارنامے از صلابی مترجم صفحہ 324، معجم البلدان جلد1 صفحہ 119 جلد3 صفحہ 6، المنجد صفحہ 585 زیر لفظ فصل، صفحہ 570-571 زیر لفظ فحل، فرہنگ سیرت صفحہ 157
477 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 260، معجم البلدان جلد1 صفحہ 314
478 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 261-262، الکامل جلد2 صفحہ 208-209
479 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 261-262، 264، معجم البلدان جلد2 صفحہ 215، جلد5 صفحہ 346
480 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 260 تا 262
481 الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ 210-211
482 الاستقصا لاخبار دول المغرب الاقصی جزء1 صفحہ 76
483 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 265
484 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 263-264
485 سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت و کارنامے از ڈاکٹر علی محمد صلابی مترجم صفحہ 326
486 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 264
487 حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 144، الاصابہ جزء3 صفحہ 441
488 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 265
489 پیغمبر اسلام اور غزوات و سرایا از حکیم محمود احمد ظفر صفحہ 447
490 ضیاء النبی ﷺ از پیر محمد اکرم شاہ الازہری جلد4 صفحہ 121
491 ضیاء النبی ﷺ از پیر محمد اکرم شاہ الازہری جلد4 صفحہ 120
492 سیرت سیدنا صدیق اکبرؓ منسوب بہ استاذ عمر ابو النصر، صفحہ 610
493 الکامل جلد2 صفحہ 211، معجم البلدان جلد2 صفحہ 360 جلد4 صفحہ 68
494 حضرت ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل۔ اردو ترجمہ ص 156-157
495 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 265 (خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 6 مئی 2022ء، الفضل انٹرنیشنل مورخہ 24 تا 30 مئی 2022ء خصوصی اشاعت برائے یومِ خلافت صفحہ 5 تا 9 جلد 29 شمارہ 41-42)
496 اصابہ جلد5 صفحہ 560، سیرت سیدنا صدیق ابو بکرؓ از ابو النصر مترجم صفحہ 598، 713، فرہنگ سیرت صفحہ 63، معجم البلدان جلد1 صفحہ 527
497 حضرت ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 193 تا 198، اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد10 صفحہ 738
498 حضرت ابو بکر صدیقؓ، از محمد حسین ہیکل ص 198-199، تاریخ طبری جلد2 صفحہ 271، البدایۃ والنھایۃ جلد7 صفحہ 259
499 تاریخ طبری جلد2 صفحہ 257
500 تاریخ طبری جلد2 صفحہ 272، 273
501 تاریخ طبری جلد2 صفحہ 273، 274
502 سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت و کارنامے از ڈاکٹر علی محمد صلابی مترجم صفحہ 332

503 تاریخ طبری جلد2 صفحہ 273-274
504 تاریخ طبری جلد2 صفحہ 273
505 تاریخ طبری جلد2 صفحہ 273
506 تاریخ طبری جلد2 صفحہ 274
507 تاریخ طبری جلد2 صفحہ 273
508 تحفہ اثنا عشریہ اردو صفحہ 517-518 مترجم خلیل الرحمٰن نعمانی
509 ماخوذ سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت و کارنامے از ڈاکٹر علی محمد صلابی مترجم صفحہ 333 تا 334 و 337
510 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 273
511 البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر جلد3 صفحہ 318
512 وفیات الاعیان جزء5 صفحہ 10
513 تحفہ اثنا عشریہ مترجم خلیل الرحمان نعمانی صفحہ 518
514 سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت و کارنامے از ڈاکٹر علی محمد صلابی مترجم صفحہ 334 تا 336
515 سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت و کارنامے از ڈاکٹر علی محمد صلابی مترجم صفحہ 353-354 (خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 13 مئی 2022ء، الفضل انٹرنیشنل مورخہ 3 جون 2022ء صفحہ 5 تا 9 جلد 29 شمارہ 44)
516 فرہنگ سیرت صفحہ 321، اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد23 صفحہ 311
517 معجم البلدان جلد5 صفحہ 506 زیر لفظ یمامہ
518 الجامع لاحکام القرآن صفحہ 2850-2851 زیر آیت سورۃ الفتح آیت 16
519 ماخوذ از فتوح البلدان صفحہ 59، ماخوذ از السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ 852
520 المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام از جواد علی جزء5 صفحہ 258
521 السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ 852
522 سبل الہدیٰ والرشاد جلد6 صفحہ 326
523 بخاری روایت نمبر 4378
524 بخاری روایت نمبر 4373
525 بخاری روایت نمبر 4374 و 4379
526 ماخوذ از فتح الباری جلد8 صفحہ 112 روایت 4373
527 ماخوذ از سبل الہدیٰ والرشاد جلد6 صفحہ 326، ماخوذ از تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 271
528 ماخوذ از حضرت ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل (مترجم) صفحہ 187-188، تاریخ ابن خلدون جلد2 صفحہ 437-438
529 فتوح البلدان صفحہ 59-60
530 سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از صلابی صفحہ 349
531 حضرت ابو بکر صدیق اکبر از محمد حسین ہیکل صفحہ 101، تاریخ الخمیس جلد3 صفحہ 81
532 سیرۃ خلیفۃ الرسولؐ سیدنا ابو بکر صدیقؓ از طالب الہاشمی صفحہ 204، اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد8 صفحہ 408 زیر لفظ حضر موت و جلد21 صفحہ 898 زیر لفظ مہرہ، حضرت ابو بکرؓ کے سرکاری خطوط صفحہ 24، ماخوذ از تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 257، ماخوذ از الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ 218-219
533 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 275
534 ماخوذ از الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ 219

[535] البدایۃ والنہایۃ جلد3 جزء6 صفحہ 267، فرہنگ سیرت صفحہ 58
[536] ماخوذ از الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ 219-220، تاریخ طبری جلد2 صفحہ 278
[537] الاکتفاء جزء2 صفحہ 119،120
[538] سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از ڈاکٹر علی محمد الصلابی صفحہ 357،358
[539] تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 278
[540] الکامل جلد2 صفحہ 221
[541] حضرت ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل (مترجم) صفحہ 195-196
[542] البدایہ والنہایہ جلد 3 جزء 6 صفحہ 320، فیروز اللغات اردو صفحہ 609 زیر لفظ حنوط (خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 20 مئی 2022ء الفضل انٹرنیشنل مورخہ 10 جون 2022ء صفحہ 5 تا 8 جلد 29 شمارہ 46)
[543] البدایہ والنہایہ جلد3 جزء6 صفحہ 320
[544] سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے صفحہ 362-363 از علی محمد الصلابی، تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 280، الاکتفاء جزء2 صفحہ 111
[545] الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ 221
[546] اسد الغابہ جلد1 صفحہ 363-364، حضرت ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 200-201، البدایۃ والنہایۃ جلد3 جزء6 صفحہ 321، وجلد7 صفحہ 256، معجم البلدان جلد2 صفحہ 268
[547] البدایہ والنہایہ جلد3 جزء6 صفحہ 321، السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ 528
[548] الصدیق، از پروفیسر علی محسن صدیقی، صفحہ 102-103
[549] السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ 528، صحیح البخاری روایت نمبر 4072
[550] صحیح البخاری مترجم جلد8 صفحہ 198-199
[551] الاکتفاء جزء2 صفحہ 121 تا 126، صحیح مسلم حدیث 6353، کنز العمال جزء4 صفحہ 339 حدیث 10792 (خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 3 جون 2022ء، الفضل انٹرنیشنل مورخہ 24 جون 2022ء صفحہ 5 تا 7 جلد 29 شمارہ 50)
[552] الاکتفاء جلد2 جزء1 صفحہ 57 تا 66، سیر الصحابیات صفحہ 122، سیدنا ابو بکر صدیقؓ از صلابی صفحہ 349
[553] الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ 222-223
[554] الاکتفاء جلد2 جزء1 صفحہ 70-71
[555] حضرت ابو بکرؓ صدیق از محمد حسین ہیکل صفحہ 206
[556] الاکتفاء جلد2 جزء1 صفحہ 72
[557] الاکتفاء جلد2 جزء1 صفحہ 72-73، فرہنگ سیرت صفحہ 172
[558] البدایہ والنہایہ جلد3 جزء6 صفحہ 321، فتوح البلدان صفحہ 63
[559] عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد20 صفحہ 23
[560] فتوح البلدان صفحہ 124 تا 126
[561] البدایۃ والنہایۃ جلد3 جزء6 صفحہ 322
[562] انوار العلوم جلد24 صفحہ 12 تا 14
[563] اردو لغت تاریخی اصول پر زیر لفظ اباحت
[564] ملفوظات جلد1 صفحہ 378-379
[565] سرّ الخلافۃ اردو ترجمہ صفحہ 47 تا 50

566 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 307
567 فتوح البلدان مترجم صفحہ 135، معجم البلدان جلد2 صفحہ 433
568 الاکتفاء جلد2 جزء1 صفحہ 69-70، سیدنا ابو بکر صدیقؓ از صلابی، اردو ترجمہ صفحہ 367، 368 (خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 10 جون 2022ء الفضل انٹرنیشنل یکم جولائی 2022ء صفحہ 5 تا 9 جلد 29 شمارہ 52)
569 سیرت حضرت عمرو بن العاصؓ صفحہ 49، فتوح البلدان صفحہ 103-104، فرہنگ سیرت صفحہ 209، اٹلس سیرت نبوی ﷺ صفحہ 68
570 اسد الغابہ جلد4 صفحہ 21-22، المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام جلد4 صفحہ 329، تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 291-292، سیدنا ابو بکر صدیق شخصیت اور کارنامے از صلابی صفحہ 338، معجم البلدان جلد5 صفحہ 270، جلد3 صفحہ 31، فرہنگ سیرت صفحہ 170
571 سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت و کارنامے از صلابی مترجم صفحہ 338-339، حضرت ابو بکر صدیقؓ از ہیکل صفحہ 244-245
572 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 257
573 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 291
574 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 291، اٹلس سیرت نبوی ﷺ صفحہ 68
575 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 292
576 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 292-293
577 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 291
578 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 298، حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ از ہیکل مترجم صفحہ 233، معجم البلدان جلد1 صفحہ 109
579 سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از صلابی مترجم صفحہ 304
580 حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 243، 242
581 ماخوذ از تفسیر کبیر جلد3 صفحہ 377 تا 379
582 خطبہ جمعہ 13 جولائی 2018ء حضرت ابو اسید مالک بن ربیعہ الساعدیؓ کے تذکرہ میں
583 سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از صلابی مترجم صفحہ 433 حاشیہ
584 ماخوذ از اسد الغابہ جلد2 صفحہ 619-620
585 حضرت ابو بکر کے سرکاری خطوط صفحہ 43
586 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 291
587 حضرت ابو بکر کے سرکاری خطوط صفحہ 24
588 فرہنگ سیرت صفحہ 237
589 حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 190
590 سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت و کارنامے از ڈاکٹر علی محمد صلابی مترجم صفحہ 355
591 تاریخ ابن خلدون جلد2 صفحہ 440
592 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 257
593 فرہنگ سیرت صفحہ 237
594 اسد الغابہ جلد4 صفحہ 232 تا 234
595 اٹلس سیرت نبوی صفحہ 386
596 فاتح اعظم حضرت عمرو بن العاصؓ مترجم صفحہ 109
597 ماخوذ از سیرت حضرت عمرو بن العاصؓ مترجم صفحہ 49 تا 53

598 حضرت ابو بکر کے سرکاری خطوط صفحہ 43
599 فاتح اعظم حضرت عمرو بن العاصؓ مترجم صفحہ 109 (خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 17 جون 2022ء الفضل انٹرنیشنل 8 جولائی 2022ء صفحہ 5 تا 9 جلد 29 شمارہ 54)
600 تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 257
601 اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 124، مستدرک جزء 5 صفحہ 1896 حدیث 5081
602 اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 124-125، فرہنگ سیرت صفحہ 30
603 طبقات الکبریٰ جلد 4 صفحہ 75
604 انوار العلوم جلد 20 صفحہ 425
605 اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 125
606 تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 331-332، فرہنگ سیرت صفحہ 78
607 تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 257
608 الکامل فی التاریخ جلد 2 صفحہ 208، استیعاب جلد 2 صفحہ 326، اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 73
609 حضرت ابو بکرؓ کے سرکاری خطوط صفحہ 33
610 تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 266
611 تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 266، حضرت ابو بکرؓ کے سرکاری خطوط صفحہ 33-34، فتوح البلدان مترجم صفحہ 152
612 تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 257
613 اٹلس سیرت النبی ﷺ صفحہ 68
614 اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 71، سیر الصحابہ جلد 4 صفحہ 397-398، سیدنا ابو بکر صدیقؓ، از صلابی، اردو ترجمہ صفحہ 339
615 طبقات الکبریٰ جلد 4 صفحہ 266
616 طبقات ابن سعد (مترجم) جلد 4 صفحہ 375، 377، الأعلام للزرکلی جلد 4 صفحہ 245
617 اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 71
618 حضرت ابو بکر صدیقؓ، از محمد حسین ہیکل، اردو ترجمہ صفحہ 237، فرہنگ سیرت صفحہ 110
619 حضرت ابو بکرؓ کے سرکاری خطوط صفحہ 48
620 اٹلس سیرت نبویؐ صفحہ 438
621 زرقانی جلد 5 صفحہ 141
622 حضرت ابو بکرؓ کے سرکاری خطوط صفحہ 48، ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 4 صفحہ 398
623 البدایۃ والنھایۃ جلد 9 صفحہ 475-476
624 تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 285
625 حضرت ابو بکرؓ کے سرکاری خطوط صفحہ 49
626 کتاب الردۃ للواقدی صفحہ 147 تا 149
627 حضرت ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 238-239
628 ماخوذ از کتاب الردۃ للواقدی صفحہ 152-154، صحیح بخاری حدیث 892، تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 286
629 ماخوذ از حضرت ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 239
630 تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 286 تا 288، فرہنگ سیرت صفحہ 123
631 تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 290

632 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 24 جون 2022ء الفضل انٹرنیشنل 15 جولائی 2022ء صفحہ 5 تا 10 جلد 29 شمارہ 56
633 تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 288-289، الکامل فی التاریخ جلد 2 صفحہ 227، کتاب الردة للواقدی صفحہ 163
634 طبری جلد 2 صفحہ 289
635 تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 290-291
636 حضرت ابو بکرؓ کے سرکاری خطوط صفحہ 49، تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 291
637 تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 285، فتوح البلدان صفحہ 117
638 تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 289، سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ از صلابی صفحہ 344-345، حضرت ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 241-242
639 حضرت ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل، اردو ترجمہ صفحہ 242
640 ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 36 تا 40
641 تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 289 تا 290
642 تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 257
643 لسان العرب زیر مادہ: تہم
644 حضرت ابو بکرؓ کے سرکاری خطوط صفحہ 40-41
645 اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 600، ماخوذ از طبقات الکبریٰ جلد 1 صفحہ 222 جلد 6 صفحہ 97
646 حضرت ابو بکرؓ کے سرکاری خطوط صفحہ 41
647 تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 294، الکامل فی التاریخ جلد 2 صفحہ 230
648 تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 294-295، الکامل جلد 2 صفحہ 230، سیدنا ابو بکر صدیقؓ از صلابی مترجم صفحہ 303، معجم البلدان جلد 1 صفحہ 263 (خطبہ جمعہ یکم جولائی 2022ء الفضل انٹرنیشنل 22 جولائی 2022ء صفحہ 5 تا 8 جلد 29 شمارہ 58)
649 تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 257، حضرت ابو بکرؓ کے سرکاری خطوط صفحہ 59
650 معجم البلدان جلد 2 صفحہ 311، فرہنگ سیرت صفحہ 226
651 فرہنگ سیرت صفحہ 248
652 اسد الغابہ جزء 5 صفحہ 265، اصابہ جزء 6 صفحہ 180
653 تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 300
654 تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 224
655 سیرت سیّدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ از ابو النصر مترجم صفحہ 570
656 الکامل فی التاریخ جلد 2 صفحہ 201
657 سیرت سیّدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ از ابو النصر مترجم صفحہ 570
658 الانساب لصحاری جزء 1 صفحہ 387
659 مدارج النبوۃ مترجم جلد 2 صفحہ 481
660 سیرت سیّدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ از ابو النصر مترجم صفحہ 571
661 الکامل فی التاریخ جلد 2 صفحہ 201
662 صحیح بخاری روایت نمبر 4375
663 صحیح البخاری حدیث 4379
664 حضرت ابو بکر صدیقؓ (مترجم) از محمد حسین ہیکل صفحہ 117-118

665 انوار العلوم جلد20 صفحہ 317 تا 319
666 الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ 201، سیرت سیّدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ از ابو النصر مترجم صفحہ 571
667 الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ 202،166، تاریخ ادب عربی مترجم صفحہ 67-68
668 الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ 201، 202، اسد الغابہ جزء1 صفحہ 535، جزء2 صفحہ 643، مدارج النبوت جلد2 صفحہ 474
669 تاریخ طبری جلد2 صفحہ 248، طبقات الکبریٰ جزء6 صفحہ 62-63، اسد الغابہ جلد5 صفحہ 408
670 ماخوذ از اصابہ جلد5 صفحہ 404-405، حضرت ابو بکرؓ کے سرکاری خطوط صفحہ 60، ماخوذ از الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ 201-204، سیدنا ابو بکر الصدیقؓ از ڈاکٹر علی محمد صلابی صفحہ 301
671 حضرت ابو بکرؓ کے سرکاری خطوط صفحہ 60-61
672 طبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ 302، پچاس صحابہؓ صفحہ 557 تا 559
673 ماخوذ از سیدنا ابو بکر الصدیقؓ از ڈاکٹر علی محمد صلابی صفحہ 305 مترجم
674 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 299، حضرت ابو بکر صدیقؓ (مترجم) از محمد حسین ہیکل صفحہ 253-254
675 سیدنا ابو بکر صدیقؓ، از ڈاکٹر علی محمد صلابی، اردو ترجمہ صفحہ 313-314
676 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 299، معجم البلدان جلد4 صفحہ 99
677 ماخوذ از تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 294-295
678 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 299 (خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 8 جولائی 2022ء الفضل انٹرنیشنل 26 جولائی تا 8 اگست 2022ء (سالانہ نمبر بعنوان خلافت احمدیہ... دنیا کی راہنما) صفحہ 5 تا 9 جلد 29 شمارہ 59 تا 62)
679 سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از ڈاکٹر علی محمد صلابی صفحہ 305
680 سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از ڈاکٹر علی محمد صلابی صفحہ 305
681 ماخوذ از تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 300 تا 304، حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 240-241، جمهرة انساب العرب صفحہ 425، سیدنا ابو بکر الصدیق از ڈاکٹر علی محمد صلابی صفحہ 537-538، معجم البلدان جلد1 صفحہ 109، جلد5 صفحہ 315، مسند احمد بن حنبل جلد6 صفحہ 575-576 روایت نمبر 19675، طبقات الکبریٰ جلد5 صفحہ 8-9
682 حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 241
683 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 305
684 انوار العلوم جلد24 صفحہ 11 تا 14
685 حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 243-244
686 سیدنا صدیق اکبر از حکیم غلام نبی ایم اے صفحہ 178
687 ماخوذ از حضرت ابو بکرؓ صدیق از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 261 تا 266، اٹلس سیرت النبی ﷺ صفحہ 68، معجم البلدان جلد2 صفحہ 376، فرہنگ سیرت صفحہ 123، اسد الغابہ جلد4 صفحہ 315
688 البدایۃ والنہایۃ جلد3، جزء6 صفحہ 338
689 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 309، معجم البلدان جلد2 صفحہ 319، الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ 239
690 حضرت ابو بکرؓ صدیق اکبر از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 268
691 حضرت ابو بکرؓ، صدیق اکبر از محمد حسین ہیکل مترجم، صفحہ 267-268
692 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 308، فرہنگ سیرت صفحہ 296، معجم البلدان جلد2 صفحہ 434
693 الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ 201 (خطبہ جمعہ فرمودہ 15 جولائی 2022ء الفضل انٹرنیشنل 26 جولائی تا 8 اگست 2022ء (سالانہ نمبر بعنوان خلافت احمدیہ... دنیا کی راہنما) صفحہ 11 تا 15 جلد 29 شمارہ 59 تا 62)

694 سیرت سیدنا صدیق اکبرؓ از استاذ عمر ابو النصر صفحہ 664، ماخوذ از الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ 239، ابو بکر صدیقِ اکبرؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 272، معجم البلدان جلد4 صفحہ 488

695 الصدیقؓ صفحہ 127

696 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 309

697 حضرت ابو بکر صدیقؓ، از ہیکل، مترجم، صفحہ 269-270

698 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 309

699 سیدنا ابو بکر صدیقؓ از ڈاکٹر علی محمد صلابی صفحہ 404، 405، تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 309-310، حضرت ابو بکر صدیق اکبرؓ از ہیکل صفحہ 271 تا 273، معجم البلدان جلد2 صفحہ 319، لغات الحدیث زیر لفظ رَطْلٌ جلد2 صفحہ 121

700 حضرت ابو بکر صدیق اکبرؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 272 مترجم

701 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 311

702 حضرت ابو بکر صدیق اکبرؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 272 مترجم

703 حضرت ابو بکر صدیق اکبرؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 269 مترجم

704 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 310

705 الصدیقؓ صفحہ 128

706 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 310

707 ماخوذ از الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ 335

708 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 311

709 معجم البلدان جلد5 صفحہ 104، المَذَار

710 ماخوذ از تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 311، 312، ماخوذ از اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد8 صفحہ 262

711 حضرت ابو بکر صدیق اکبرؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 275 مترجم

712 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 312

713 تاریخ طبری جلد دوم صفحہ 312، حضرت ابو بکر صدیق از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 287-288

714 سیدنا ابو بکر صدیق از ڈاکٹر علی محمد صلابی مترجم صفحہ 406

715 تاریخ طبری جلد2 صفحہ 312

716 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 313، معجم البلدان جلد1 صفحہ 294

717 ماخوذ از الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ 241

718 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 313

719 سیرت سیدنا صدیق اکبرؓ از ابو النصر، مترجم صفحہ 671-672، تاریخ طبری اردو جلد2 صفحہ 564

720 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 314

721 حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ از ڈاکٹر طٰہٰ حسین، صفحہ 85-86

722 حضرت خالد بن ولیدؓ از صادق حسین صدیقی صفحہ 161-162

723 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 314

724 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 314-315، حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ از ہیکل صفحہ 312، معجم البلدان جلد1 صفحہ 301 و جلد3 صفحہ 309 (خطبہ جمعہ 22 جولائی 2022ء الفضل انٹرنیشنل 9 تا 15 اگست 2022ء صفحہ 5 تا 9 جلد 29 شمارہ 63-64)

725 ماخوذ از سیرت سیدنا صدیق اکبرؓ از عمر ابو النصر صفحہ 672 مترجم

726 معجم البلدان جلد 2 صفحہ 459، سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت و کارنامے از علی محمد صلابی مترجم اردو صفحہ 410، حضرت ابو بکر صدیق از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 315، تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 315

727 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 316 تا319

728 حضرت ابو بکر صدیق از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 318-319

729 سیّدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از صلابی مترجم صفحہ 412

730 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 321

731 ماخوذ از سیّدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از صلابی مترجم صفحہ 413، حضرت ابو بکرؓ صدیق اکبر صفحہ 287 از ہیکل مترجم، الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ 245، ماخوذ از المنجد زیر لفظ نبر، معجم البلدان جلد1 صفحہ 305، جلد4 صفحہ 199

732 سیّدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از الصلابی مترجم صفحہ 416

733 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 322، 323، معجم البلدان جلد3 صفحہ 209

734 ماخوذ از حضرت ابو بکرؓ صدیق از محمد حسین ہیکل صفحہ 288-289، تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 324

735 الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ 246، سیر الصحابہ جلد3 صفحہ 277-278، فتوح البلدان مترجم صفحہ 325، 346، مرآۃ الزمان فی تواریخ الاعیان، جزء6 صفحہ 228، تاریخ الطبری جلد3 صفحہ 169، 524

736 حضرت ابو بکر صدیقؓ اکبر از محمد حسین ہیکل صفحہ 325

737 ابو بکر الصدیق اوّل الخلفاء الراشدین از محمد رضا صفحہ 124

738 ماخوذ از حضرت ابو بکر صدیق از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 290-291، تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 324-325، سیدنا ابو بکر صدیقؓ از صلابی مترجم صفحہ 418

739 تاریخ طبری جلد2 صفحہ 325

740 حضرت ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 327-328

741 سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از ڈاکٹر علی محمد صلابی مترجم صفحہ 419

742 حضرت ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 328

743 تاریخ طبری جلد2 صفحہ 325

744 حضرت ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 293

745 سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از ڈاکٹر علی محمد صلابی مترجم صفحہ 419-420

746 تاریخ طبری جلد2 صفحہ 325-326، معجم البلدان جلد2 صفحہ 307، 446، الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ 205

747 تاریخ طبری جلد2 صفحہ 326، فرہنگ سیرت صفحہ 109

748 حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ از ہیکل صفحہ 311، تاریخ طبری جلد2 صفحہ 327

749 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 327-328، معجم البلدان جلد3 صفحہ 170

750 حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ از ہیکل مترجم صفحہ 312 تا315، تاریخ طبری جلد2 صفحہ 328، معجم البلدان جلد4 صفحہ 276

751 سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت و کارنامے از صلابی صفحہ 423

752 سیرت سیدنا صدیق اکبرؓ از ابو النصر مترجم صفحہ 679-681 (خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 29 جولائی 2022ء، الفضل انٹرنیشنل مورخہ 19 اگست 2022ء صفحہ 5 تا 11 جلد 29 شمارہ 66)

753 الاکتفاء جلد2 جزء1 صفحہ 109-110، تاریخ دمشق الکبیر جلد1 جزء2 صفحہ 44، مردانِ عرب حصہ 1 صفحہ 108-109

754 الاکتفاء جلد2 جزء1 صفحہ 110 تا114

755 الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ 252، تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 332، فرہنگ سیرت صفحہ 78

756 الاکتفاء جلد2 جزء1 صفحہ 115-116
757 سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از علی محمد الصلابی، مترجم صفحہ 439
758 کامل فی التاریخ جلد2 صفحہ 252، 253، البدایہ والنھایہ جلد4 جزء7 صفحہ 4، تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 332، حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 340-341
759 ماخوذ از تاریخ الطبری جزء2 صفحہ 333-334، ماخوذ از سیدنا ابو بکر صدیقؓ از ہیکل صفحہ 341، فرہنگ سیرت صفحہ 56، 269
760 سیدنا ابو بکر صدیقؓ از صلابی، مترجم صفحہ 441، تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 333، اسد الغابہ جلد2 صفحہ 585-586
761 الاکتفاء جلد2 جزء1 صفحہ 117-118، ماخوذ از تاریخ طبری جلد2 صفحہ 246
762 ماخوذ از الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ 253-254
763 الاکتفاء جلد2 جزء1 صفحہ 118-119
764 ماخوذ از اسد الغابہ جلد2 صفحہ 619-620
765 سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از علی محمد الصلابی، مترجم صفحہ 446-447، الاکتفاء جلد2 جزء1 صفحہ 120، فرہنگ سیرت صفحہ 58، 61
766 اصابہ جزء3 صفحہ 475، اسد الغابہ جلد3 صفحہ 126، استیعاب جلد2 صفحہ 343
767 ماخوذ از تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 333، 341، سیدنا ابو بکر صدیقؓ از صلابی صفحہ 447
768 تاریخ دمشق الکبیر جزء52 صفحہ 336-337 (خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 19 اگست 2022ء الفضل انٹرنیشنل 9 ستمبر 2022ء صفحہ 5 تا 9 جلد 29 شمارہ 72)
769 البدایۃ والنھایۃ جلد4 جزء7 صفحہ 3، ماخوذ از حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 340
770 تاریخ الطبری جزء2 صفحہ 332
771 سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از علی محمد الصلابی، مترجم صفحہ 448-449
772 حضرت ابو بکر صدیق اکبرؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 322
773 حضرت ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 347
774 سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از علی محمد الصلابی، مترجم صفحہ 450
775 الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ 255، حضرت ابو بکر صدیقؓ از ہیکل صفحہ 347
776 تاریخ الخمیس جلد3 صفحہ 212 تا 213
777 سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از علی محمد الصلابی، مترجم صفحہ 452-453
778 ماخوذ از تاریخ الخمیس جلد3 صفحہ 213
779 الاکتفاء جلد2 جزء1 صفحہ 130 تا 132
780 تاریخ الطبری جزء2 صفحہ 333
781 الاکتفاء جلد2 جزء1 صفحہ 133 تا 136
782 الاکتفاء جلد2 جزء1 صفحہ 148، تاریخ الخمیس جلد3 صفحہ 220
783 ماخوذ الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ 256-258، حضرت ابو بکر صدیقؓ اکبر از محمد حسین ہیکل صفحہ 350
784 فتوح البلدان للبلاذری صفحہ 174، حضرت ابو بکر صدیق اکبرؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 351
785 معجم البلدان جلد1 صفحہ 129
786 ماخوذ از تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 346-347، ماخوذ از الخلیفۃ الاوّل ابو بکر الصدیقؓ شخصیتہ وعصرہ للصلابی صفحہ 312
787 ماخوذ از حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 379-380

788 ماخوذ از تاریخ الخمیس جلد3 صفحہ 228 تا230، مردان عرب صفحہ 214،216
789 عشرہ مبشرہ از بشیر ساجد صفحہ 156-157
790 تاریخ طبری جلد2 صفحہ 347
791 ماخوذ از تاریخ الخمیس جلد3 صفحہ 230-231
792 ماخوذ از فتوحات شام صفحہ 97 تا104
793 تاریخ طبری جلد2 صفحہ 347
794 فتوح البلدان صفحہ 74
795 الخلیفۃ الاوّل ابو بکر الصدیق شخصیتہ و عصرہ لعلی محمد الصلابی صفحہ 312
796 عشرہ مبشرہ از بشیر ساجد صفحہ 805
797 تاریخ الخمیس جلد3 صفحہ 231
798 تاریخ الخمیس جلد3 صفحہ 231-232
799 تاریخ الخمیس جلد3 صفحہ 232، فتوح البلدان صفحہ 74
800 الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ 266
801 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 26 اگست 2022ء الفضل انٹرنیشنل 16 ستمبر 2022ء صفحہ 5 تا10 جلد29 شمارہ 74
802 ماخوذ از سیدنا عمر بن خطابؓ از علی محمد الصلابی صفحہ 725
803 ماخوذ از تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 333، فرہنگ سیرت صفحہ 106
804 ماخوذ از مردانِ عرب حصہ اوّل صفحہ 203-204، فتوح الشام از واقدی جلد1 صفحہ 48
805 ماخوذ از اسلامی جنگیں صفحہ 123 تا125، ماخوذ از مردانِ عرب حصہ 1 صفحہ 206
806 ماخوذ از فتوحات شام از فضل محمد یوسف زئی صفحہ 75-81
807 ماخوذ از مردانِ عرب حصہ اوّل صفحہ 214
808 ماخوذ از فتوحات شام صفحہ 81
809 ماخوذ از مردانِ عرب حصہ 1 صفحہ 216-217
810 ماخوذ از فتوحات شام صفحہ 82 تا89
811 خطبہ جمعہ 26 اگست 2022ء حضرت ابو بکرؓ کے تذکرہ میں
812 ماخوذ از مردانِ عرب حصہ 1 صفحہ 247
813 ماخوذ از مردانِ عرب حصہ 1 صفحہ 248 تا254
814 سیدنا عمر بن خطابؓ از علی محمد الصلابی صفحہ 724
815 ماخوذ از تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 357-358
816 سیدنا عمر بن خطابؓ از علی محمد الصلابی صفحہ 727-728
817 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 357-358، الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 106-107
818 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 2 ستمبر 2022ء الفضل انٹرنیشنل 23/ ستمبر 2022ء صفحہ 5 تا9 جلد29 شمارہ 76
819 الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ 272 تا273
820 ماخوذ از انوار العلوم جلد15 صفحہ 483-484
821 انوار العلوم جلد15 صفحہ 555
822 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 348

[823] تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 347
[824] طبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ 148
[825] ماخوذ از طبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ 151
[826] ابو بکر الصدیق از محمد حسین ہیکل صفحہ 478
[827] طبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ 158
[828] سیر الصحابہ جلد اوّل صفحہ 50
[829] مستدرک جزء3 صفحہ 66 حدیث نمبر 4409
[830] طبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ 156
[831] مستدرک جزء3 صفحہ 66 حدیث نمبر 4410
[832] سیرت سیدنا صدیق اکبرؓ از عمر ابو النصر (مترجم) صفحہ 726
[833] مسند احمد بن حنبل جلد1 صفحہ 88 حدیث 45
[834] سیرت خلفائے راشدین از محمد الیاس عادل صفحہ 152
[835] ابو بکر الصدیق از محمد حسین ہیکل صفحہ 475
[836] ماخوذ از سیدنا ابو بکرؓ از صلابی مترجم صفحہ 48 تا 52، البدایۃ والنہایۃ جلد8 صفحہ 99، اسد الغابہ جلد5 صفحہ 98، اصابہ جلد 8 صفحہ 392
[837] سیرت سیدنا صدیق اکبرؓ، از عمر ابو النصر (مترجم) صفحہ 647
[838] طبقات الکبریٰ جلد2 صفحہ 267
[839] ماخوذ از انوار العلوم جلد2 صفحہ 58
[840] عشرہ مبشرہ از بشیر ساجد صفحہ 181
[841] تاریخ الخلفاء صفحہ 63-64، فرہنگ سیرت صفحہ 157
[842] صحیح البخاری حدیث نمبر 2070
[843] ماخوذ از الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ 272
[844] ماخوذ از طبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ 137
[845] الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ 272، طبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ 143
[846] الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ 271
[847] تاریخ الخلفاء صفحہ 64
[848] سیدنا صدیق اکبر از ابو النصر مترجم صفحہ 699
[849] تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 351
[850] سیدنا صدیق اکبرؓ از ابو النصر مترجم صفحہ 699-700
[851] طبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 137
[852] عشرہ مبشرہ از بشیر ساجد صفحہ 182، سیدنا صدیق اکبرؓ از ابو النصر مترجم صفحہ 700
[853] الصدیقؓ صفحہ 194
[854] ابو بکر الصدیقؓ از ڈاکٹر علی محمد صلابی صفحہ 162
[855] سیدنا صدیق اکبرؓ از ابو النصر مترجم صفحہ 701
[856] کمانڈر صحابہ از علامہ محمد شعیب چشتی صفحہ 87-88

857 ماخوذ از ابو بکر الصدیقؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 456-457
858 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 246
859 الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ 253-254
860 خلاصہ از ابو بکر الصدیقؓ از ڈاکٹر علی محمد صلابی صفحہ 176، 180، 181
861 ابو بکر الصدیقؓ از ڈاکٹر علی محمد صلابی صفحہ 179
862 سیدنا صدیق اکبرؓ از ابو النصر مترجم صفحہ 693
863 ماخوذ از فتوح البلدان صفحہ 131
864 تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 332
865 ابی داؤد حدیث 2945
866 سیدنا صدیق اکبرؓ از ابو النصر مترجم صفحہ 695
867 حضرت ابو بکرؓ کی زندگی کے سنہرے واقعات صفحہ 188، 189 (خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 9 ستمبر 2022ء الفضل انٹرنیشنل 30 ستمبر 2022ء صفحہ 5 تا 10 جلد 29 شمارہ 78)
868 عشرہ مبشرہ صفحہ 183
869 کتاب الخراج صفحہ 148
870 ابو بکر الصدیقؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 318
871 حضرت ابو بکرؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 393، قرآن کیسے جمع ہوا؟ صفحہ 58
872 صحیح البخاری کتاب حدیث نمبر 4986
873 شرح السنۃ روایت 1232 جلد2 صفحہ 484-485
874 مصنف ابن ابی شیبہ روایت نمبر 30856 مترجم جلد 8 صفحہ 827
875 انوار العلوم جلد 20 صفحہ 432-433
876 انوار العلوم جلد 10 صفحہ 514-515
877 ماخوذ از انوار العلوم جلد 20 صفحہ 433-434
878 حمامۃ البشریٰ مترجم صفحہ 101-102
879 سیر الصحابہ جلد 1 صفحہ 44، فتح الباری جلد 8 صفحہ 636-637
880 الصدیق صفحہ 381-382
881 طبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 140
882 صحیح مسلم جلد 12 صفحہ 248۔249 مع حاشیہ
883 فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد 7 صفحہ 31 حدیث 3661
884 کنز العمال جزء 12 صفحہ 237 حدیث: 35694
885 تفسیر صغیر، سورۃ النبا زیر آیت 41 صفحہ 798 حاشیہ
886 طبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 145-146، تاریخ الخلفاء (مترجم) صفحہ 89
887 خطبہ جمعہ 9 ستمبر 2022ء حضرت ابو بکرؓ کے تذکرہ میں
888 سیر الصحابہ جلد اوّل صفحہ 77
889 سیر الصحابہ جلد اوّل صفحہ 82
890 تفسیر کبیر جلد 12 صفحہ 135

891 مسند احمد بن حنبل جلد1 صفحہ92 حدیث65
892 خطبات محمود جلد19 صفحہ765
893 ملفوظات جلد2 صفحہ98
894 مسند احمد بن حنبل جلد8 صفحہ19-20 حدیث نمبر11420
895 صحیح بخاری حدیث3842
896 صحیح بخاری حدیث3665
897 ملفوظات جلد7 صفحہ25
898 سنن ابی داؤد حدیث4999
899 بخاری حدیث:3750
900 صحیح البخاری حدیث4005
901 صحیح بخاری حدیث3677 (خطبہ جمعہ بیان فرمودہ16 ستمبر2022ء الفضل انٹر نیشنل4 تا13 اکتوبر2022ء (خصوصی اشاعت بابت سیرت النبی ﷺ) صفحہ5 تا9 جلد29 شمارہ79-81)
902 صحیح البخاری روایت نمبر4077
903 سیرت خاتم النبیین صفحہ499-500
904 سنن ابن ماجہ حدیث نمبر1635
905 صحیح البخاری حدیث3661
906 خطبات محمود جلد26 صفحہ277-278
907 سیرت خاتم النبیین صفحہ767-768
908 خطبات محمود جلد20 صفحہ382
909 صحیح البخاری حدیث نمبر2411
910 عمدۃ القاری جزء12 صفحہ351
911 تفسیر کبیر جلد9 صفحہ149-150
912 خطبات محمود جلد16 صفحہ814-815
913 خطبات محمود جلد27 صفحہ313 تا314
914 تفسیر کبیر جلد8 صفحہ429
915 تفسیر کبیر جلد11 صفحہ160-161
916 صحیح البخاری حدیث نمبر3137 مترجم اردو جلد5 صفحہ485-486
917 طبقات الکبریٰ جلد2 صفحہ243
918 حضرت ابو بکر صدیقؓ کے100 قصے صفحہ68 تا70، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء جلد1 صفحہ30-31
919 سیدنا صدیق اکبرؓ کے شب وروز صفحہ 107 (خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 23 ستمبر 2022ء الفضل انٹر نیشنل14 اکتوبر 2022ء صفحہ5 تا8 جلد29 شمارہ82)
920 صحیح بخاری حدیث نمبر3905
921 صحیح بخاری حدیث نمبر3662
922 کنز العمال جلد6 جزء11 صفحہ248 روایت نمبر32548
923 سنن الترمذی روایت3790

924 ترمذی روایت نمبر3658
925 ترمذی روایت نمبر3661
926 صحیح بخاری حدیث نمبر467
927 کنز العمال جلد6 جزء11 صفحہ248 حدیث نمبر32547
928 ترمذی روایت نمبر3664
929 ترمذی روایت نمبر3668
930 ترمذی روایت نمبر3670
931 ترمذی روایت نمبر3676
932 ترمذی حدیث نمبر3669
933 ترمذی حدیث نمبر3671
934 ترمذی حدیث نمبر3680
935 صحیح بخاری حدیث نمبر3674، فرہنگ سیرت صفحہ70
936 صحیح بخاری حدیث3699
937 ترمذی حدیث3757، اسد الغابہ جلد2 صفحہ478
938 صحیح مسلم مترجم اردو جلد13 صفحہ7
939 کنز العمال جلد6 جزء11 صفحہ544 حدیث نمبر32551
940 خطبات محمود جلد19 صفحہ427، 428
941 خطبات محمود جلد18 صفحہ624 (خطبہ جمعہ 28 اکتوبر 2022ء الفضل انٹرنیشنل 18 نومبر 2022ء صفحہ5 تا7 جلد29 شمارہ92)
942 سیرۃ حلبیہ جلد1 صفحہ390
943 ماخوذ از سیرت سیدنا صدیق اکبر از عمر ابو النصر صفحہ817-818
944 سیرت سیدنا صدیق اکبر از عمر ابو النصر صفحہ818-822
945 صحیح بخاری روایت نمبر466
946 انوار العلوم جلد17 صفحہ102
947 ماخوذ از ملفوظات جلد1 صفحہ441-442
948 ملفوظات جلد8 صفحہ399-400
949 سر الخلافہ مترجم صفحہ60-62، روحانی خزائن جلد8 صفحہ339
950 حضرت ابو بکر صدیقؓ از محمد الیاس عادل صفحہ174
951 سنن ابن ماجہ حدیث نمبر3918
952 طبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ132
953 مؤطا حدیث نمبر546
954 مصنف ابن ابی شیبہ جلد10 صفحہ125 حدیث31101
955 صحیح بخاری حدیث نمبر3660
956 ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ121 تا123
957 انوار العلوم جلد9 صفحہ30-31
958 صحیح بخاری حدیث نمبر3754

959 الاصابہ جلد3 صفحہ247
960 تفسیر کبیر جلد15 صفحہ127-128
961 سنن الترمذی3673
962 صحیح بخاری حدیث نمبر664
963 صحیح بخاری680
964 سنن ابو داؤد حدیث نمبر4660-4661
965 مسند احمد بن حنبل جلد6 صفحہ412-413 حدیث نمبر19113
966 صحیح بخاری حدیث نمبر5224
967 سیرۃ خلیفۃ الرسول ﷺ سیدنا حضرۃ ابو بکر صدیقؓ صفحہ349 تا351
968 صحیح بخاری حدیث نمبر3918 (خطبہ جمعہ 11 نومبر 2022ء الفضل انٹرنیشنل 2 دسمبر 2022ء صفحہ 5 تا9 جلد29 شمارہ96)
969 صحیح مسلم حدیث نمبر6181
970 سنن ابن ماجہ حدیث نمبر97
971 صحیح البخاری حدیث نمبر3664
972 صحیح البخاری روایت نمبر4757
973 ماخوذ از خطبات محمود جلد18 صفحہ451 تا455
974 خطبات محمود جلد18 صفحہ457
975 سنن ابی داؤد حدیث نمبر4896
976 مجمع الزوائد جلد8 صفحہ247 حدیث13698
977 سر الخلافۃ، اردو ترجمہ صفحہ101 تا103
978 سنن الترمذی حدیث نمبر3785
979 الروض الانف جلد4 صفحہ318، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری جلد9 صفحہ384 حدیث1622
980 السیرۃ الحلبیہ جلد3 صفحہ295
981 خطبہ جمعہ 11 دسمبر2020ء حضرت علیؓ کے تذکرہ میں
982 سیرۃ ابن ہشام صفحہ832 (خطبہ جمعہ 18 نومبر 2022ء الفضل انٹرنیشنل 9 دسمبر 2022ء صفحہ 5 تا8 جلد29 شمارہ98)
983 سیرۃ الحلبیہ جلد1 صفحہ390
984 حضرت ابو بکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے مترجم صفحہ52 تا54
985 حضرت ابو بکر صدیقؓ کے فیصلے صفحہ378
986 کنز العمال جلد3 جزء5 صفحہ245 حدیث14076
987 طبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ138-139
988 تاریخ الخلفاء صفحہ64
989 صحیح بخاری حدیث3581
990 سنن ابی داؤد حدیث1670
991 خطبات محمود جلد17 صفحہ494، 495
992 ملفوظات جلد6 صفحہ54
993 طبقات الکبریٰ جلد5 صفحہ9

994 سیرت سیدنا صدیق اکبر مترجم صفحہ 354، 367، 369، 376، سیدنا صدیق اکبرؓ شخصیت اور کارنامے مترجم صفحہ 107
995 سیرت سیدنا صدیق اکبر، مترجم صفحہ 381
996 سیرت سیدنا صدیق اکبر مترجم صفحہ 356
997 خطبات محمود جلد 39 صفحہ 220۔221
998 تفسیر کبیر جلد 15 صفحہ 181-182
999 تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 284-285
1000 خطبات محمود جلد 28 صفحہ 416-417
1001 ماخوذ از خطبات محمود جلد 30 صفحہ 198 تا 200
1002 ماخوذ از خطبات محمود جلد 20 صفحہ 484-485
1003 انوار العلوم جلد 5 صفحہ 452
1004 مقالات سیرت جلد 2 صفحہ 433-434، طبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 128
1005 صحیح بخاری روایت نمبر 467
1006 سنن ابن ماجہ حدیث نمبر 94
1007 انوار العلوم جلد 11 صفحہ 577، خطبات محمود جلد 37 صفحہ 134-135
1008 خطبات محمود جلد 17 صفحہ 580
1009 ملفوظات جلد 1 صفحہ 43
1010 ملفوظات جلد 1 صفحہ 210-211 (خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 25 نومبر 2022ء الفضل انٹرنیشنل 16 دسمبر 2022ء صفحہ 5 تا 10 جلد 29 شمارہ 100)
1011 صحیح بخاری حدیث 3655
1012 ترمذی حدیث 3684
1013 ترمذی حدیث 3657
1014 ترمذی حدیث 3685
1015 صحیح مسلم حدیث 6412
1016 صحیح مسلم بشرح النووی جزء 16 صفحہ 96
1017 انوار العلوم جلد 20 صفحہ 429-430
1018 صحیح بخاری حدیث 3653
1019 سر الخلافہ مترجم صفحہ 59-60، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 338-339
1020 Islam and the Psychology of the Muslim by André Servier page:51
1021 A History of Medieval Islam by J.J. Saunders page 44-45 London 2002
1022 A Short History Of the World by H.G. Wells page 76
1023 The Preaching of Islam by T.W. Arnold page 10 Archibald constable & co 1896
1024 The Caliphate its rise, decline and fall by Sir William Muir. P. 86 The religious tract society 1892
1025 انوار العلوم جلد 2 صفحہ 74
1026 خطبات محمود جلد 26 صفحہ 384-385
1027 خطبات محمود جلد 27 صفحہ 657

1028 تفسیر کبیر جلد8 صفحہ 369
1029 تفسیر کبیر جلد2 صفحہ 350
1030 انوار العلوم جلد21 صفحہ 99
1031 خطبات محمود جلد34 صفحہ 86 تا 88
1032 خطبات محمود جلد19 صفحہ 681
1033 خطبات محمود جلد16 صفحہ 621-622
1034 ملفوظات جلد2 صفحہ 165
1035 ملفوظات جلد2 صفحہ 164
1036 ملفوظات جلد5 صفحہ 11-12
1037 سر الخلافہ مترجم صفحہ 25-26
1038 سر الخلافہ مترجم صفحہ 28-29
1039 سر الخلافہ مترجم صفحہ 57-58
1040 سر الخلافہ مترجم صفحہ 72-73
1041 سر الخلافہ مترجم صفحہ 75-76
1042 سر الخلافہ مترجم صفحہ 77-78، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 345-346 (خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 2 دسمبر 2022ء الفضل انٹرنیشنل 23 دسمبر 2022ء صفحہ 5 تا 10 جلد 29 شمارہ 102)
1043 سر الخلافہ (مترجم) صفحہ 79 تا 82
1044 سر الخلافہ (مترجم) صفحہ 99-100
1045 سر الخلافہ (مترجم) صفحہ 104 تا 107
1046 سر الخلافہ (مترجم) صفحہ 189-190 حاشیہ
1047 ماخوذ از سر الخلافہ (مترجم) صفحہ 185 تا 187 حاشیہ
1048 ملفوظات جلد1 صفحہ 374 تا 379
1049 لیکچر لدھیانہ، روحانی خزائن جلد20 صفحہ 294
1050 سر الخلافة (مترجم) صفحہ 63 تا 66
1051 مکتوبات احمد جلد دوم صفحہ 151 مکتوب نمبر 2
1052 ملفوظات جلد1 صفحہ 380-381
1053 ملفوظات جلد8 صفحہ 277-278
1054 ملفوظات جلد7 صفحہ 41
1055 ملفوظات جلد6 صفحہ 19 مع حاشیہ
1056 سر الخلافہ (مترجم) صفحہ 47 تا 51
1057 سر الخلافہ (مترجم) صفحہ 52
1058 سر الخلافہ (مترجم) صفحہ 54
1059 سر الخلافہ (مترجم) صفحہ 101 تا 105
1060 (خطبہ جمعہ 9 دسمبر 2022ء الفضل انٹرنیشنل خصوصی اشاعت بابت دورہ امریکہ 2022ء (27 دسمبر 2022ء تا 2 جنوری 2023ء) صفحہ 5 تا 11 جلد 29 شمارہ 103 تا 104)

انڈیکس

آیات قرآنیہ.......... 3
احادیث نبویہؐ.......... 5
مضامین.......... 7
اسماء.......... 13
مقامات.......... 34
کتابیات.......... 39
ببلیوگرافی.......... 40

آیات

سورۃ البقرۃ

وَ مَنۡ یَّرۡتَدِدۡ مِنۡکُمۡ عَنۡ دِیۡنِہٖ فَیَمُتۡ وَ ہُوَ کَافِرٌ ....ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ(218) 169

لَاۤ اِکۡرَاہَ فِی الدِّیۡنِ قَدۡ تَّبَیَّنَ الرُّشۡدُ مِنَ الۡغَیِّ فَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بِالطَّاغُوۡتِ............وَاللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ(257) 170

سورۃ آل عمران

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ ۚ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِہِ الرُّسُلُ(145)
123، 143، 185، 456

اَلَّذِیۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِلّٰہِ......... اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ(173) 86، 386

سورۃ النساء

فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ(70) 451

اِلَّا الۡمُسۡتَضۡعَفِیۡنَ مِنَ الرِّجَالِ(99) 39

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ثُمَّ کَفَرُوۡا ثُمَّ اٰمَنُوۡا(138) 170

سورۃ المائدۃ

اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ(4) 402

فَاذۡہَبۡ اَنۡتَ وَ رَبُّکَ فَقَاتِلَاۤ..............قٰعِدُوۡنَ(25) 75

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیۡنَ یُحَارِبُوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ(34) 178

...مَنۡ یَّرۡتَدَّ مِنۡکُمۡ عَنۡ دِیۡنِہٖ(55) 169

سورۃ الانعام

قُلۡ تَعَالَوۡا اَتۡلُ مَا حَرَّمَ رَبُّکُمۡ عَلَیۡکُمۡ(152) 37

سورۃ الانفال

کَمَاۤ اَخۡرَجَکَ رَبُّکَ مِنۡۢ بَیۡتِکَ بِالۡحَقِّ(6) 74

اِذۡ تَسۡتَغِیۡثُوۡنَ رَبَّکُمۡ فَاسۡتَجَابَ لَکُمۡ(10) 77

وَ اِذۡ یَمۡکُرُ بِکَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لِیُثۡبِتُوۡکَ(31) 42

سورۃ التوبہ

......ثَانِیَ اثۡنَیۡنِ اِذۡ ہُمَا فِی الۡغَارِ اِذۡ یَقُوۡلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا(40) 7، 132، 404، 439، 455

جَاہِدُوۡا بِاَمۡوَالِکُمۡ وَ اَنۡفُسِکُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ(41) 324

قُلۡ اَنۡفِقُوۡا طَوۡعًا اَوۡ کَرۡہًا لَّنۡ یُّتَقَبَّلَ مِنۡکُمۡ(53، 54) 171

یَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰہِ مَا قَالُوۡا وَ لَقَدۡ قَالُوۡا کَلِمَۃَ الۡکُفۡرِ(74) 171

خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِہِمۡ صَدَقَۃً(103) 432

لَقَدۡ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ عَزِیۡزٌ عَلَیۡہِ(128) 375

سورۃ یونس

فَقَدۡ لَبِثۡتُ فِیۡکُمۡ عُمُرًا مِّنۡ قَبۡلِہٖ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ(17) 19

وَ یَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مَا لَا یَضُرُّہُمۡ(19) 129

سورۃ ھود

اَنُلۡزِمُکُمُوۡہَا وَ اَنۡتُمۡ لَہَا کٰرِہُوۡنَ(29) 175

سورۃ یوسف

تَوَفَّنِیۡ مُسۡلِمًا وَّ اَلۡحِقۡنِیۡ بِالصّٰلِحِیۡنَ(102) 360

سورۃ ابراہیم

فَمَنۡ تَبِعَنِیۡ فَاِنَّہٗ مِنِّیۡ وَ مَنۡ عَصَانِیۡ(37) 98

سورۃ النحل

اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَ الۡاِحۡسَانِ(91) 37

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا وَّ الَّذِیۡنَ ہُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ(129) 196

سورۃ بنی اسرائیل

وَ قُلۡ رَّبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّ اَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّ اجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ سُلۡطٰنًا نَّصِیۡرًا(81) 48

سورۃ الکہف
مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُّضْلِلْ (18) 185
وَ قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ (30) 170
وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا (51) 85
سورۃ الانبیاء
وَ مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ (35) 124، 185
سورۃ النور
اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ (12) 95
وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَ السَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا (23) 95
وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ (56) 139، 142
سورۃ القصص
اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ (86) 59
سورۃ الروم
الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ (2 تا 6) 34، 36
سورۃ فاطر
اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا (7) 86
سورۃ یٰس
يٰسٓ وَ الْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ.................. وَّمِنْ
خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ (2 تا 10) 44
سورۃ الزمر
مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (4) 29
اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (31) 123، 124، 185
سورۃ المؤمن
اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ (29) 25، 26
سورۃ الشوریٰ
جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا (41) 178
سورۃ الفتح
سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ (17) 10
مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ (30) 99، 148
سورۃ الحجرات
قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا (15) 141، 459
سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ يُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ (46-47) 76
سورۃ الرحمٰن
وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (47) 20
سورۃ المنافقون
اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (3، 4) 172
سورۃ نوح
رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا (27) 98
سورۃ اللیل
فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَ اتَّقٰى وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰى.................. اِلَّا
ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى وَ لَسَوْفَ يَرْضٰى (6 تا 22) 28
سورۃ النصر
اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ...... فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ اسْتَغْفِرْهُ
اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا (1 تا 3) 389

احادیث

أُتِيْتُ بِخَزَائِنِ الْأَرْضِ 271
أُسْكُتْ يَا أَبَا بَكْرٍ اِثْنَانِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا 52
اَللّٰهُمَّ إِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ بَعْدَ الْيَوْمِ 76
اَللّٰهُمَّ أَنْجِزْلِيْ مَا وَعَدْتَنِيْ ...اٰتِ مَا وَعَدْتَنِيْ 77،76
أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ ...لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ 155
أَنْتَ عَتِيْقُ اللّٰهِ مِنَ النَّارِ 4
غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ 380
فَذَهَبَ وَهْلِيْ إِلٰى أَنَّهَا الْيَمَامَةُ أَوِ الْهَجَرُ...... 38
هٰذَا الرَّجُلُ يَهْدِيْنِيْ السَّبِيْلَ 66
يُصَدِّقُكَ أَبُوْ بَكْرٍ وَهُوَ الصِّدِّيْقُ 6

احادیث بالمعنیٰ

ابو بکر سب لوگوں سے افضل اور بہتر ہے سوائے اس کے کہ کوئی نبی ہو 395
سب سے زیادہ مہربان اور رحم کرنے والا ابو بکر ہے 395
اگر مجھے نہ پاؤ تو ابو بکر کے پاس آنا 396
تم میری اُمّت میں سے سب سے پہلے ہو جو جنت میں داخل ہو گے 398
اگر میں اپنی اُمّت میں سے کسی کو خلیل بنانے والا ہوتا تو میں ابو بکر کو بناتا 401،395،9،8
مسجد میں کوئی دروازہ نہ رہے مگر بند کر دیا جائے سوائے ابو بکر کے دروازے کے 401
وہ لوگ جن میں ابو بکر ہوں ان کیلئے مناسب نہیں کہ ان کے علاوہ کوئی اور ان کی امامت کرے 409
لوگوں میں سے کوئی نہیں جو بلحاظ اپنی جان اور مال کے مجھ پر ابو بکر بن ابو قحافہ سے بڑھ کر نیک سلوک کرنے والا ہو 433
اے اُحد ٹھہر جا 397
مجھے کسی مال نے کبھی وہ فائدہ نہیں پہنچایا جو مجھے ابو بکر کے مال نے فائدہ پہنچایا ہے 433
اگر کوئی چاہے کہ مردہ میت کو زمین پر چلتا ہوا دیکھے تو وہ ابو بکرؓ کو دیکھے 383
جن کا تہہ بند نیچے کو ڈھلکتا ہے وہ دوزخ میں جائیں گے 384
جنت کے سات دروازوں سے مختلف اعمالِ حسنہ پر زور دینے والے لوگ گزارے جائیں گے 399
خالد بن ولید اللہ کا بہت ہی اچھا بندہ ہے 188
خالد کو تکلیف مت پہنچاؤ 206
بلند درجات والے اپنے سے نیچے والوں کو دیکھیں گے 395
میں چاہتا تھا کہ ابو بکر کو اپنے بعد نامزد کر دوں 414
سورج طلوع نہیں کسی آدمی پر جو عمرؓ سے بہتر ہو 435
میں نے خواب میں کنگن دیکھے 212
جو غرور سے اپنا کپڑا گھسیٹ کر چلا 384،10
اگر تو مجھ سے یہ چھڑی بھی مانگے...... 212
اللہ نے مجھے تمہاری طرف مبعوث کر کے بھیجا 387،17
موسیٰ پر مجھے فضیلت نہ دو 389
یہ دونوں (ابو بکرؓ، عمرؓ) میرے کان اور آنکھیں ہیں 396
ہر نبی کے آسمان والوں میں دو وزیر ہوتے ہیں 396
آنحضور ﷺ کا حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کو جنت کی بشارت دینا 397،396
اللہ نے ایک بندے کو دنیا کا یا اس کا جو اللہ کے پاس ہے اختیار دیا تو اس نے جو اللہ کے پاس اسے پسند کیا 401
میں نہیں جانتا میرے لئے تم میں رہنا کب تک ہے پس تم میرے پیروی کرو اور ان کی جو میرے بعد ہیں 412
ہر نبی کو سات نجیب ساتھی دئے گئے اور مجھے چودہ 419
آنحضور ﷺ کا غارِ ثور میں پناہ کے وقت حضرت ابو بکرؓ کو تسلی دینا 455،439،428،54،51

وہ ضرور غالب آجائیں گے (اہل روم) 33
اے اللہ! جیسا حضرت یوسفؑ کے وقت میں سات سالہ قحط ڈالا تھا ان پر بھی ایسا ہی قحط نازل کر 33، 34
ممکن ہے اللہ تمہارے لیے ایک ساتھی کا انتظام فرمادے 40
مجھے امید ہے کہ مجھے بھی اجازت دی جائے گی 39
تمہارے پاس جو لوگ ہیں ان کو باہر بھیج دو 42، 43
نبیؐ نے ہجرت کے لئے حضرت ابو بکرؓ سے اونٹنی خریدی 43
نبی ﷺ بنو عمرو بن عوف میں 14 راتیں ٹھہرے 70، 71
مدینہ بھی ہمیں پیارا بنادے جیسا کہ مکہ پیارا ہے 80، 81
واقعہ افک 91 تا 96، 412، 413
ابو بکرؓ و عمرؓ جبریل اور میکائیل کی مانند ہیں 98، 99
صلح حدیبیہ اور حضرت عمرؓ کا غم 100، 101
معاہدہ حدیبیہ کے دوران حضرت ابو جندلؓ کی آمد 102
اے ابو بکر! تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا؟ 16
تبسم فرمایا کہ اس مُحْرِم کو دیکھو یہ کیا کر رہا ہے؟ 119، 120
اسماء کو کہیں کہ غسل کر لیں پھر حج کا احرام باندھ لیں 120
ابو بکر سے کہو کہ وہ نمازیں پڑھائیں 121، 122، 409
خواب میں مجھے دکھایا گیا کہ میں ایک کنویں پر کھڑا ڈول سے جو چرخی پر رکھا ہوا تھا پانی کھینچ کر نکال رہا ہوں 136، 412
یمنی جوڑے سے مراد تمہیں اچھی اولاد ملے گی اور دو داغوں سے مراد دو سال کی امارت ہے 136
زیدؓ نے جھنڈا لیا اور وہ شہید ہوئے پھر جعفرؓ نے پھر ابنِ رَوَاحہؓ نے جھنڈے کو پکڑا اور وہ بھی شہید ہو گئے 144
مدینہ ایک بھٹی کی طرح ہے وہ میل کو نکال دیتا ہے 172
کیا تمہارے لیے ممکن ہے کہ تم میرے سامنے نہ آؤ؟ 222
یہ چال خدا کو ناپسند ہے لیکن ایسے موقع پر کچھ حرج نہیں 224
آپؐ نے کِنْدَہ قبیلے کے چار سرداروں پر لعنت کی تھی 283
جو شخص ہمارا عامل ہو وہ ایک بیوی رکھ لے 372
دیکھا! آج ہم نے تمہیں تمہارے ابا سے کیسے بچایا 84
میرے محبوب ﷺ نے مجھے اس بات کا حکم دیا تھا کہ مَیں لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کروں 382، 383
میں اور ابو بکرؓ و عمرؓ فلاں جگہ تھے اور میں نے اور ابو بکرؓ و عمرؓ نے یہ کیا 385، 386
میرے پاس بحرین کا مال آیا تو میں تمہیں اتنا اتنا اور اتنا دوں گا 393
کون آپؐ کو زیادہ پیارا ہے؟ آپؐ نے فرمایا عائشہؓ 394
ہم نے سوائے ابو بکرؓ کے سب کے احسان کا بدلہ چکا دیا 395
ابو بکر مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں ابو بکر دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہیں 395
یہ دونوں سردار ہیں اہلِ جنت کے 395
تم حوض پر اور غار میں بھی میرے ساتھی ہو 396
اس طرح ہم قیامت کے روز اٹھائے جائیں گے 396
حضرت ابو بکرؓ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں 398
تم میں سے آج کون روزہ دار ہے؟ 398
ایک شخص کا خواب اور حضرت ابو بکرؓ کی تعبیر 404، 405
میں نے دیکھا کہ کالی بکریوں کا ریوڑ میری پیروی کر رہا ہے 406
اللہ اس کا انکار کرتا ہے اور مسلمان بھی 410
ابو بکر اور اپنے بھائی کو میرے پاس بلاؤ تا کہ میں ایک تحریر لکھ دوں 411
آسمان سے ایک فرشتہ اترا جو اس بات کی تکذیب کر رہا تھا جو وہ تیری نسبت بیان کر رہا تھا 417
جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تیسرے کو لے جائے 421، 423
تم میں سے کوئی ہے جس نے آج مسکین کو کھانا کھلایا؟ 423
نبی ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب ابو بکرؓ تھے 435
اے ابو بکر! شاید تم نے ان لوگوں یعنی سلمان، صہیب اور بلال کو ناراض کر دیا 436
ابو بکر آپ کا کیا خیال ہے ان دو شخصوں کی نسبت جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہو 436، 437

مضامین

آگ
باغیوں کو قتل کرنے اور آگ میں جلانے کا حکم اور اس کی وجہ 87
اتحاد
امت مسلمہ کو اتحاد کی لڑی میں پرونا 144
اجماع
مسلمانوں کا پہلا اجماع، وفات مسیح پر 126
احمدیت
جماعت احمدیہ میں خلافت جاری رہنے کی دلیل 163
زکوۃ کی اہمیت، اسکا باقاعدہ اہتمام کرنا چاہئے، احمدیوں کو نصیحت 163
ارتداد
آنحضرتؐ کی (وفات کے بعد) ارتداد اختیار کرنے والے 153
حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں مرتد ہونے والے ریاست کے باغی تھے 187،176
حضرت ابو بکرؓ کے ارتداد اختیار کرنے والوں کو قتل کرنے کی وجہ 175
اسلام میں ارتداد کی سزا- قتل نہیں 168 تا 175
حضرت ابو بکرؓ کے عہد کے فتنے، ارتداد اور بغاوت 168
امت
امت میں مردوں، بچوں، عورتوں میں سب سے پہلے ایمان لانے کی بحث اور فیصلہ 21
امت مسلمہ کو اتحاد کی لڑی میں پرونا 144
اولیاتِ ابو بکرؓ
حضرت ابو بکرؓ کی اولیات 379
ایمان
حقیقی ایمان کی علامت جو قومی ترقی کا راز ہے 165
بادشاہت
بادشاہت کا حق ادا کیا جائے، یہ ہمارے مسلمان لیڈروں اور بادشاہوں کے لئے سبق ہے 443
بغاوت
باغیوں کو قتل کرنے کا حکم اور اس کی وجہ 87
حضرت ابو بکرؓ کے مرتد باغیوں کے بارہ میں دو سرکاری فرمان اور ان کی تفصیل 184
ابو بکرؓ کے عہد میں مرتد ریاست کے باغی تھے 76، 187
مرتد باغیوں کے خلاف ابو بکرؓ کی تیاری، جنگی مہمات اور ان کی تفصیل 180 تا 286
حضرت ابو بکرؓ کا ایک باغی سردار کے ساتھ حیرت انگیز عفو واحسان کا سلوک 196
عہد ابو بکر میں عرب میں بغاوت کا خاتمہ اور بیرونی دشمنوں کا تعاقب 286
مدعیان نبوت کے خلاف جہاد ان کی بغاوت و سرکشی کی وجہ سے تھا 233، 284
حضرت ابو بکرؓ کے عہد کے فتنے، ارتداد اور بغاوت 168
بیعت
بیعتِ عقبہ ثانیہ 38
حضرت ابو بکرؓ کا خلیفہ ہونا اور لوگوں کا بیعت کرنا 132
حضرت علیؓ کا حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کرنا 134
بیماری
حضرت ابو بکرؓ کی بیماری اور وصیت 360
تجارت
حضرت ابو بکرؓ کی تجارت اور کامیاب تاجر ہونا 10
حضرت ابو بکرؓ کپڑے کی تجارت کرتے تھے 382
تعبیر الرؤیا
حضرت ابو بکرؓ کا علم تعبیر الرؤیا میں ماہر ہونا 11، 404
پیشگوئی
آنحضرتؐ کی چار پیشگوئیاں جو بڑی شان سے پوری ہوئیں 33
تبلیغ
آنحضرتؐ کی عرب قبائل میں تبلیغ اور حضرت ابو بکرؓ کا ساتھ ہونا 36
تدفین
غزوۂ تبوک کے سفر میں آپؐ کا حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ مل کر ایک صحابی کی تدفین کرنا 116
ترقی
حقیقی ایمان کی علامت جو قومی ترقی کا راز ہے 165
قومی ترقی کا راز جسے ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے- عزم... 164

تلبیہ
آنحضرتؐ کا فرمانا کہ حضرت صالحؑ اور حضرت ہودؑ تلبیہ کہتے ہوئے حج کے لئے گزرے تھے 120
جمعہ
پہلا جمعہ جو مدینہ میں پڑھایا گیا 70
حسب و نسب
عرب میں حسب و نسب کے ماہرین...... 11
حضرت ابو بکرؓ کا حسب و نسب میں ماہر ہونا 11، 399
حج
حجۃ الوداع اور اس کی تفصیلات 119
سورۃ توبہ کی آیات کا حج کے موقعہ پر اعلان کیا جانا 118
امیر الحجاج حضرت ابو بکرؓ کو آنحضرتؐ نے مقرر فرمایا 117
حکومت
اسلامی حکومت کی مختلف ریاستوں میں تقسیم 370
حضرت ابو بکرؓ کا نظام حکومت 364
حلف الفضول
اس معاہدہ کی وجہ تسمیہ اور اہمیت، آنحضرتؐ اور حضرت ابو بکرؓ کی اس میں شمولیت 12
جزیہ
مفتوح قوم کے تحائف ابو بکرؓ کا جزیہ میں شمار کر کے عدل و انصاف کی مثال قائم کرنا 306
جنگ
فتح دمشق، عہدِ ابو بکر کی آخری جنگ 347، 358
جنگِ انبار میں خالد بن ولیدؓ پر وحشت و بربریت کا الزام لگانے والوں کو ایک جواب...... 309
مدعیان نبوت کے خلاف جہاد ان کی بغاوت و سرکشی کی وجہ سے تھا 284
غزوات (جن کا اس جلد میں ذکر ہے)
جنگِ بدر 74 تا 80
جنگِ اُحد 81 تا 87
غزوۂ حمراء الاسد 87
غزوۂ بنو نضیر 88
غزوۂ بدر الموعد 89
غزوۂ بنو مصطلق اور واقعہ افک 91 تا 96
غزوۂ احزاب / خندق 97
غزوۂ بنو قریظہ 98
صلح حدیبیہ 100، 104
غزوۂ خیبر 104
غزوۂ فتح مکہ 107
فتح مکہ اور حضرت ابو بکرؓ کا ایک خواب 109
غزوۂ حنین 111
غزوۂ طائف 114
غزوۂ تبوک 115
سرایا
سریہ بنو فزارہ 104
سریہ بطرف نجد 106
مہمات
لشکر اسامہ کی روانگی 144
لشکر اسامہ کے اثرات 151
لشکر اسامہ کو حضرت ابو بکرؓ کی نصائح 150
عہدِ ابو بکرؓ میں ایرانیوں کے خلاف مہمات کی تفصیل 291 تا 320
شام پر لشکر کشی اور ابو بکرؓ کی مشاورت اور عام خطاب 322
حضرت ابو بکرؓ کی لشکروں کی روانگی کے وقت نصائح، جو ہر عہدیدار اور لیڈر کے لئے لائحہ عمل ہیں 327، 328
حضرت ابو بکرؓ کی مرتد باغیوں کے خلاف 11 مہمات
مرتد باغیوں کے خلاف پہلی مہم کی تفصیل 188
_ دوسری مہم کی تفصیل 237
_ تیسری مہم کی تفصیل 237
_ چوتھی مہم کی تفصیل 239
_ پانچویں مہم کی تفصیل 245
_ چھٹی مہم کی تفصیل 247
_ ساتویں مہم کی تفصیل 249
_ آٹھویں مہم کی تفصیل 252
_ نویں مہم کی تفصیل 254
_ دسویں مہم کی تفصیل 268
_ گیارہویں مہم کی تفصیل 270
حضرت ابو بکرؓ کے دور میں ہونے والی ایرانی فتوحات
پہلی جنگ ذات السلاسل یا جنگِ کاظمہ 291
ایرانی جنگوں کے سلسلہ میں جنگ ابلہ کا ذکر 294
_ جنگ مذار کا ذکر 295
_ جنگ ولجہ کا ذکر 297
_ جنگ اُلیس کا ذکر 299

_جنگ امغیشیا کا ذکر 299
_جنگ حیرہ کا ذکر 304
_جنگ انبار/ذات العیون کا ذکر 308
_جنگ عین التمر کا ذکر 310
_جنگ دومۃ الجندل کا ذکر 312
_جنگ حصید اور خنافس کا ذکر 314
_جنگ مصیخ کا ذکر 315
_جنگ ثنی اور زمیل کا ذکر 316
_جنگ فراض کا ذکر 316

حضرت ابو بکرؓ کے دور میں ہونے والی شامی فتوحات

شامی جنگوں کے سلسلہ میں جیش البدال 325
شام کی طرف بطور کمک چار لشکروں کی روانگی 326
پہلا لشکر یزید بن ابو سفیان کا تھا، تفصیلات 327
دوسرا لشکر شرحبیل بن حسنہؓ کا تھا، تفصیلات 330
تیسرا لشکر ابو عبیدہ بن جراحؓ کا تھا، تفصیلات 331
چوتھا لشکر عمرو بن عاصؓ کا تھا، تفصیلات 333
_معرکہ اجنادین کا ذکر 341
_دمشق کے محاصرہ کا ذکر 341
_فتح دمشق کا ذکر 347

خضاب

آنحضرتؐ کا حضرت ابو بکرؓ کے والد کو خضاب لگانے کا ارشاد 2

خط

آنحضرتؐ کا یمامہ کے والی اور اہل یمامہ کے نام تبلیغی خط 210
مسیلمہ کے نام آنحضرتؐ کا خط 214
آنحضرتؐ کا ایرانی بادشاہ کسریٰ کو خط، تفصیل 272
جلندی کے دو بیٹوں کے نام آپؐ کا خط 237، 248
حضرت ابو بکرؓ کے مرتد باغیوں کے متعلق دو خطوط 186، 184
خالد بن ولیدؓ کے جنگ میں مفتوحین کو قتل کرنے پر ابو بکرؓ کا ان کے نام خط 195
مالک بن نویرہ کے قتل پر حضرت ابو بکرؓ کا خط 204
جنگِ یمامہ میں خالد بن ولیدؓ کے نام حضرت ابو بکرؓ کا خط 209
مسیلمہ کے خلاف شکست پر عکرمہؓ کے نام حضرت ابو بکرؓ کا تنبیہی خط 215، 246
حضرت ابو بکرؓ کا ایک جنگ میں بالغوں کو قتل کرنے کا حکم ایک خط میں لکھ کر بھجوانا 231
خالدؓ کا بذریعہ خط یمامہ کی فتح کی خوشخبری دینا 232
مالک بن نویرہ کی بیوہ سے شادی پر حضرت ابو بکرؓ کا خط 236
حضرت علاءؓ کے نام حضرت ابو بکرؓ کے خطوط 262
حضرت ابو بکرؓ کے نام علاءؓ کا خط 263
مہاجرؓ کے حضرت ابو بکرؓ کے نام خطوط 280
مہاجرؓ اور عکرمہؓ کے نام حضرت ابو بکرؓ کا خط 281
خالد بن ولیدؓ کا ہرمز کے نام خط 292
فتح حیرہ کے بعد خالد بن ولیدؓ کا ایرانی امراء و عمال کو خط 307
حضرت ابو بکرؓ کا شام میں جہاد میں شمولیت کے لئے اہل یمن کے نام ایک خط 324
حضرت ابو بکرؓ کا عمرو بن عاصؓ کو خط 333، 336
حضرت ابو بکرؓ کا ابو عبیدہؓ کو خط 333
حضرت ابو بکرؓ کا یزید بن ابو سفیانؓ کو خط 336
ایک خط، حضرت ابو بکرؓ کا دستخط فرمانا 337
خالد بن ولیدؓ کے عراق سے شام منتقل ہوتے وقت ابو بکرؓ کا ان کے نام خط 341
فتح اجنادین کی خوشخبری کی اطلاع بذریعہ خط ابو بکرؓ کو ہونا 346
حضرت ابو بکرؓ کو مہاجرؓ کے نام سرزنش پر مشتمل خط 372

خلافت

آنحضرتؐ کے بعد خلافت اور صحابہؓ کا باہم یہ اختلاف کہ دو خلیفے ہوں لیکن...... 132
حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کا انتخاب 127
سقیفہ بنو ساعدہ میں بیعتِ خلافت 133
انتخابِ خلافت ابو بکرؓ کے موقعہ پر سقیفہ بنو ساعدہ میں عمرؓ کی تقریر 132
خلافت کے انتخاب کے موقعہ پر حضرت ابو بکرؓ کی تقریر 129
خلافت کے جماعت احمدیہ میں جاری رہنے کی دلیل 163
یہ اعتراض کہ شاورھم فی الامر تو آپؐ کے لئے حکم تھا، اس میں خلافت کہاں سے نکل آئی، کا جواب 163
خلافت کی برکات، شریعت کے قیام کے لئے خلیفہ وقت پوری کوشش کرتا ہے 163
خلافت کے آغاز میں حضرت ابو بکرؓ کی مشکلات 137
خلافت عمرؓ، مشاورت اور نامزدگی 358، 359
اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عمرؓ کو حضرت ابو بکرؓ نے نامزد کیوں کیا 359
خلافت نبوت کا ایک جزو ہے اور الٰہی نور کے محفوظ رکھنے کا ذریعہ ہے، منافق اور مخالف ناکام رہیں گے 416

خواب
آنحضرتؐ کی بعثت کی بابت حضرت ابو بکرؓ کے خواب 14، 15
غزوۂ احد سے قبل آنحضرتؐ کا خواب 81
آنحضرتؐ کا بیت اللہ کے طواف کا خواب دیکھنا اور صلح حدیبیہ کا واقعہ، تفصیل 100
دو جھوٹے مدعیان نبوت اور آنحضرتؐ کا رؤیا 212، 271
آنحضرتؐ اور حضرت ابو بکرؓ کے خواب 136
عمرؓ کی جانشینی کے بارہ میں آپؓ کی خواب 412
حضرت ابو بکرؓ کی فتح مکہ کے حوالہ سے خواب 108
آپؐ کا غزوہ طائف کے موقع پر خواب اور حضرت ابو بکرؓ کا اس کی تعبیر بیان کرنا 115
حضرت ابو بکرؓ نے جب خالد بن ولیدؓ کو یمامہ کی طرف روانہ فرمایا تو ایک خواب دیکھا...... 231
حضرت ابو بکرؓ کا خالد بن سعید کی خواب کی تعبیر کرنا 249
حضرت ابو بکرؓ کا یمامہ کی فتح سے قبل خواب دیکھنا 231
عہد ابو بکر میں شام کی طرف پیشقدمی اور ایک اہم خواب 321
بولص کی بیوی کا خواب اور بولص کا ابو عبیدہؓ کی فوج پر حملہ اور اس کا بعد میں قتل کیا جانا 353، 355
خالد بن سعیدؓ ابتدائی اسلام لانے والوں میں اور ان کا خواب میں آگ کنارے کھڑے دیکھنا...... 249
عائشہؓ کا حجرہ میں تین چاند گرنے کا خواب 406

خندق
مدینہ کے گرد خندق کھودنا، آنحضرتؐ سمیت صحابہ کی محنت 97

دعا
ہجرت کے وقت کی دعائیں 48
بدر کے موقعہ پر آنحضرتؐ کی دعائیں 76
حضرت ابو بکرؓ کا شام کی طرف لشکر روانہ کرنا اور صبح شام نمازِ فجر اور عصر کے بعد دعا کرنا...... 330
میدانِ جنگ میں خالد بن ولیدؓ کی دعا اور ایک تاریخی غلطی کی اصلاح 300

ذمی
ذمیوں کے حقوق، عہدِ ابو بکرؓ میں 373

رونا
حضرت ابو بکرؓ کا خوشی سے رونا اور حضرت عائشہؓ کا فرمانا...... 43

ریسرچ سیل 9، 301

زکوٰۃ
زکوٰۃ کی اہمیت، اسکا باقاعدہ اہتمام کرنا چاہئے، احمدیوں کو نصیحت 163
یہ اعتراض کہ زکوٰۃ کا حکم صرف آنحضرتؐ کے لئے تھا، اس کا جواب 163 تا 166
مانعین زکوٰۃ اور حضرت ابو بکرؓ کی شجاعت و عزم 154

سجدۂ شکر
جنگِ یمامہ کی فتح کی خبر اور حضرت ابو بکرؓ کا سجدۂ شکر 231

شجاعت
حضرت ابو بکرؓ کی جرأت، دلیری 167، 424 تا 433
جنگِ بدر میں ابو بکرؓ کی بے نظیر شجاعت 74 تا 76، 79
ایک بہادر خاتون خولہ بنت ازورؓ کی شجاعت 349
اُم عمارہؓ کی شجاعت کے واقعات 225

شرط
غلبت الروم کی پیشگوئی پر حضرت ابو بکرؓ کا مشرکین مکہ سے شرط لگانا 33

شعر
حضرت ابو بکرؓ کا شعری ذوق 399
بعض مسلمانوں کا ایک قلعہ میں محصور ہونا اور حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں اشعار بھیجنا اور حضرت ابو بکرؓ کا...... 258

شیعہ
شیعہ احباب کا اقرار کہ حضرت ابو بکرؓ دشمنوں کی کثرت کے وقت ایمان لائے، ان کی قبر کا آپؐ کے پہلو میں ہونا 447، 448

صحابہ
مدینہ کے گرد خندق کھودنا، آنحضرتؐ سمیت صحابہ کی محنت 97

ظلم
کفار مکہ کے آنحضرتؐ اور حضرت ابو بکرؓ پر مظالم 24، 25
حضرت ابو بکرؓ کو مشرکین کا مار پیٹ کرنا یہاں تک کہ ان کا بے ہوش ہو جانا 3

عبادت
رومیوں کے جاسوس کی مسلمانوں کے لشکر کے بارہ میں رائے کہ رات کو عبادت گزار اور دن کو شہسوار ہیں 343

عزم
عزم، قومی ترقی کا راز جسے ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے 164

عمال
حضرت ابو بکرؓ کی عامل کی تقرری کے وقت ترجیحات 371

عمال کا محاسبہ 373
عہد/عہد ابو بکر
اگر وعید کے طور پر کوئی عہد کیا جائے تو اس کا توڑنا حسن اخلاق میں ہے 96
حضرت ابو بکرؓ کے عہد کے فتنے، ارتداد اور بغاوت 168
عہد ابو بکر میں عرب میں بغاوت کا خاتمہ اور بیرونی دشمنوں کا تعاقب 286
عہد ابو بکر میں بیرونی دشمنوں کا تعاقب اور اس کی وجوہات و پس منظر 287
ذمیوں کے حقوق، عہدِ ابو بکرؓ میں 373
عہد ابو بکر میں شام کی طرف پیشقدمی اور ایک اہم خواب 321
عہدِ ابو بکرؓ میں ایرانیوں کے خلاف مہمات کی تفصیل 291تا320
فتح دمشق، عہدِ ابو بکر کی آخری جنگ 347، 358
عہدیدار
عہدیدار اپنی حالت درست رکھیں تو لوگ خود بخود درست ہوتے جاتے ہیں 369
ہر عہدیدار کے لئے یاد رکھنے والی باتیں 369
حضرت ابو بکرؓ کی لشکروں کی روانگی کے وقت نصائح، جو ہر عہدیدار اور لیڈر کے لئے لائحہ عمل ہیں 327، 328
غار ثور
ہجرت کے وقت آپؐ کا اس میں قیام اور حضرت ابو بکرؓ کا والہانہ انداز 49
غار ثور اور اللہ تعالیٰ کی معجزانہ حفاظت 51
غزوہ (دیکھئے "جنگ")
غلام
غلاموں پر مظالم اور حضرت ابو بکرؓ کا انہیں آزاد کرنا 26تا29
غم
حضرت ابو بکرؓ کو پیش آنے والے پانچ قسم کے ہم و غم 138
فتح
حضرت ابو بکرؓ کا منشاء سارے عراق، شام کو فتح کرنا نہ تھا لیکن مصلحتِ خداوندی........ 317
فتنہ
حضرت ابو بکرؓ کے عہد کے فتنے، ارتداد اور بغاوت 168
فطرت
ابو بکری فطرت سے کیا مراد ہے؟ 19، 20
فیصلہ
حضرت ابو بکرؓ کے فیصلہ کے زبردست نتائج 167
قتل
کفار مکہ کا دارالندوہ میں آپؐ کے قتل کا مشورہ کرنا 40
قرآن کریم
جمع قرآن اور اس کا پس منظر 233
جمع قرآن، عہدِ صدیقی کا ایک کارنامہ 374تا379
قوم
حقیقی ایمان کی علامت جو قومی ترقی کا راز ہے 165
قومی ترقی کا راز جسے ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے - عزم... 164
مفتوحہ قوموں اور علاقوں سے نرمی کا سلوک 294تا297
کنگن
پیشگوئی سراقہؓ کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن 62
کھجور
کھجور کے درخت کاٹے جانا 105
لشکر
حضرت ابو بکرؓ کی لشکروں کی روانگی کے وقت نصائح، جو ہر عہدیدار اور لیڈر کے لئے لائحہ عمل ہیں 327، 328
شام کی طرف حضرت ابو بکرؓ کے چار لشکر روانہ کرنا 327
شام پر لشکر کشی، حضرت ابو بکرؓ کی مشاورت اور عام خطاب 322
لقب
حضرت ابو بکرؓ کے القاب اور ان کی تفصیل 4تا9
لیڈر
بادشاہت کا حق ادا کیا جائے، یہ ہمارے مسلمان لیڈروں اور بادشاہوں کے لئے سبق ہے 443
حضرت ابو بکرؓ کی لشکروں کی روانگی کے وقت نصائح، جو ہر عہدیدار اور لیڈر کے لئے لائحہ عمل ہیں 327، 328
مالی قربانی
غزوۂ تبوک کے موقعہ پر صحابہ کی مالی قربانی اور ایثار 115
حضرت ابو بکرؓ کی مالی قربانیاں 433
محاسبہ
عمال کا محاسبہ 373
محکمہ
بیت المال کا قیام اور حضرت ابو بکرؓ کا بیت المال سے وظیفہ لینا 365
محکمہ قضاء کا قیام 367

محکمہ افتاء 367
سیکرٹری (کاتب) کا تقرر 367
فوج کا محکمہ 369

مشابہت
حضرت ابو بکرؓ کی یوشع بن نون کے ساتھ مشابہتیں 139

مسجد
مسجد قبا کی تعمیر 69
مسجد نبوی کی تعمیر 72

مشورہ
اعتراض کہ شاورھم فی الامر تو آپؐ کے لئے حکم تھا، اس میں خلافت کہاں سے نکل آئی، اس کا جواب 163
اسیرانِ بدر اور آنحضرتؐ کی مشاورت 80
کفار مکہ کا دارالندوہ میں آپؐ کے قتل کا مشورہ کرنا 40
خلافت عمرؓ، مشاورت اور نامزدگی 358، 359
شام پر لشکر کشی، حضرت ابو بکرؓ کی مشاورت اور عام خطاب 322

مصنفین
غیر مسلم مصنفین کا حضرت ابو بکرؓ کو خراج عقیدت 437

معافی
حضرت ابو بکرؓ کا ایک باغی سردار کے ساتھ حیرت انگیز عفو واحسان کا سلوک 196
حضرت ابو بکرؓ کا دو عرب سرداروں کو معاف کرنا اور اس کے حیرت انگیز فوائد وبرکات 278

معاہدہ
اہلِ حیرہ کے ساتھ معاہدہ 305

معجزہ
معجزات کے بارہ میں ایک اصولی رہنمائی 266
ایک مہم کے دوران اسلامی لشکر کا خدائی نصرت کے ساتھ سمندر کو بغیر کشتیوں کے اونٹوں پر پار کرنا 263، 265
ایک مہم کے دوران اسلامی لشکر کے اونٹ گم ہونا اور معجزانہ طور پر ان کا مل جانا 260

مؤاخات
مؤاخات دو مرتبہ ہوئی، ایک بار مکہ میں اور پھر مدینہ میں 73

نبی
خلافت نبوت کا ایک جزو ہے اور الٰہی نور کے محفوظ رکھنے کا ذریعہ ہے، منافق اور مخالف ناکام رہیں گے 416
مدعیان نبوت کے خلاف جہاد ان کی بغاوت و سرکشی کی وجہ سے تھا 233، 284
دو جھوٹے مدعیان نبوت اور آنحضرتؐ کا رؤیا 271

نفاق
خلافت نبوت کا ایک جزو ہے اور الٰہی نور کے محفوظ رکھنے کا ذریعہ ہے، منافق اور مخالف ناکام رہیں گے 416

نماز
آنحضرتؐ کی آخری بیماری اور حضرت ابو بکرؓ کا نمازیں پڑھانا 121
نمازوں کی پابندی کی اہمیت 369
حیرہ کی فتح کے بعد حضرت خالدؓ کا نمازِ فتح پڑھنا 306

واقعہ افک
غزوۂ بنو مصطلق اور واقعہ افک 91تا96
واقعہ افک میں حضرت ابو بکرؓ کا کردار اور فضائل 412

وعید
اگر وعید کے طور پر کوئی عہد کیا جائے تو اس کا توڑنا حسن اخلاق میں ہے 96

وصیت
حضرت ابو بکرؓ کی بیماری اور وصیت 360

وفات
آنحضرتؐ کی وفات، تجہیز و تکفین اور ابو بکرؓ کا جرأت مندانہ کردار 123
حضرت ابو بکرؓ کی وفات 360

ہجرت
حضرت ابو بکرؓ کا مظالم سے تنگ آکر ہجرت کے ارادہ سے مکہ چھوڑنا 30
مسلمانوں کو مکہ سے ہجرت کی اجازت، تفصیل 38
آنحضرتؐ کی ہجرتِ مدینہ اور حضرت ابو بکرؓ کی تیاری اور رفاقت 39تا71
ہجرت کے وقت کی دعائیں 48
ہجرت مدینہ اور سراقہ کا تعاقب 60
ہجرت کے دوران آپؐ کا قبا میں قیام 66

اسماء

ا، آ

حضرت ابان بن سعیدؓ بن عاص

آپؓ بحرین کے والی مقرر کئے گئے 255

آپؓ کا بغاوت دیکھ کر مدینہ چلے جانا 256

آپؓ کی زہر والے تیر سے شہادت، ان کی شادی جنگِ اجنادین میں ہوئی 356

ابجر 299

ابجز 263،262

ابرہہ 294

ابن ابی رزمہ 119

ابن ابی شیبہ 109

ابن ابی کبشہ 250

ابن ابی ملیکہ 382

ابن اثیر 238،176،168،148

ابن اسحاق 109،82،40

ابن جبیر 210

علامہ ابن جوزی 13

ابن حجر عسقلانی 57

ابن خلدون 452،451،177،168

ابن خلکان 207

ابن دغنہ کا حضرت ابو بکرؓ کو پناہ دینا...... 30

علامہ ابن سعد 382،74،57

ابن سیرین (دیکھئے محمد بن سیرین)

ابن شہاب زہری 405،361،210

ابن عباس (دیکھئے عبد اللہ بن عباس)

ابن عبد البر 252

ابن عبد السلام 206

ابن عساکر 73

ابن قمئہ 225

ابن کثیر 207،135

ابن مغیرہ (خالد بن ولیدؓ کی کنیت) 217

ابن ہشام 210،114،75

ابو اسحاق 112

حضرت ابو اسیدؓ کا جونیہ کو اسکے قبیلہ پہنچا دینا 245،244

ابو البختری 16

_ ابو البختری کے قتل سے آپؐ کا منع فرمانا 77

ابو الحسن بصری کا قید میں آنا 297

ابو الحکم (ابو جہل کی کنیت) 446

ابو الفصیل (حضرت ابو بکرؓ کی کنیت) 191

حضرت ابو ایوب انصاریؓ 74

_ آپؓ کے گھر آپؐ کا قیام 70

ابو برزہ اسلمی 182

ابو بشیر مازنی کا ابو بکرؓ سے آپؐ کے وعدہ کے مطابق مال لینا 393

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

_ حضرت ابو بکر عبد اللہ بن ابی قحافہؓ 22،4،1

_ حضرت ابو بکرؓ کا جاہلیت میں نام عبد الکعبہ تھا 1

_ آپؓ کی پیدائش عام الفیل کے دو سال چھ ماہ بعد ہوئی 1

_ حضرت ابو بکرؓ کا حلیہ مبارک 380،10

_ حضرت ابو بکرؓ کا نام آپؐ نے صدیق رکھا، حکمت 449

_ آپؓ کی والدہ کا نذر ماننا کہ میرا بچہ زندہ رہا تو...... 5

_ حضرت ابو بکرؓ کی کنیت ابو الفصیل اور فحل الاکبر 191

_ حضرت ابو بکرؓ کی کنیتیں اور وجہ تسمیہ 191،9،1

_ حضرت ابو بکرؓ کے القاب 1،4،5،6تا9

_ قریش میں آپؓ کا مقام اور پیشہ 11،10

_ آپؓ کی مکہ میں چاند اترنے کی رؤیا اور اسلام قبول کرنا 14

_ آپؓ کی حلف الفضول میں شرکت 12

_ آپؓ کی آنحضرتؐ سے بعثت سے قبل دوستی تھی 12

_ آپؓ کی شرک اور بتوں سے نفرت 13

_ آپؓ کا قبول اسلام 14

_ آپؓ کے ذریعہ اسلام لانے والے نمایاں اصحاب 23

_آپؓ پر کفار کے مظالم 24
_آپؓ کی جانثاری 24
_آپؓ کا غلاموں کو آزاد کروانا 26
_آپؓ کی شان میں آیات کا نزول 28
_آپؓ کا ہجرت کا ارادہ 30
_آپؓ کی شعبِ ابی طالب میں موجودگی 32
_آپؓ کی غلبت الروم کی پیشگوئی پر شرط 33
_مختلف قبائل میں تبلیغ کے وقت آپؐ کے ہمراہ ہونا 36
_آپؓ کی بیعتِ عقبہ ثانیہ میں شرکت 38
_آپؓ کی مدینہ ہجرت کی تفصیلات 38
_مسجد قبا کی تعمیر میں آپؓ کی شرکت 69
_مکہ سے اہل وعیال کو منگوانا 72
_مدینہ میں آپؓ کا قیام 72
_مسجد نبوی کی تعمیر میں آپؓ کی شرکت 72
_آپؓ کی مؤاخات 73
_غزوہ بدر اور حضرت ابو بکرؓ 74
_اسیرانِ بدر کے متعلق آپؓ کی رائے 80
_آپؓ کا مدینہ میں بیمار ہونا 80
_غزوہ احد اور حضرت ابو بکرؓ 81
_غزوہ حمراء الاسد اور حضرت ابو بکرؓ 87
_غزوہ بنو نضیر اور حضرت ابو بکرؓ 88
_غزوہ بدر الموعد اور حضرت ابو بکرؓ 89
_غزوہ بنو مصطلق اور واقعہ افک میں ابو بکرؓ کا کردار 91
_غزوہ احزاب اور حضرت ابو بکرؓ 97
_غزوہ بنو قریظہ اور حضرت ابو بکرؓ 98
_صلح حدیبیہ اور حضرت ابو بکرؓ 100
_سریہ حضرت ابو بکرؓ بطرف بنو فزارہ 104
_غزوہ خیبر اور حضرت ابو بکرؓ 104
_سریہ حضرت ابو بکرؓ بطرف نجد 106
_صلح حدیبیہ کے بعد ابو سفیان کا مدینہ آکر حضرت ابو بکرؓ سے ملاقات کرنا 106
_غزوہ فتح مکہ اور حضرت ابو بکرؓ 107
_غزوہ حنین اور حضرت ابو بکرؓ 111
_غزوہ طائف اور حضرت ابو بکرؓ 114
_غزوہ تبوک اور حضرت ابو بکرؓ 115
_حضرت ابو بکرؓ بطور امیر الحجاج 117
_حجۃ الوداع اور حضرت ابو بکرؓ 119
_نبیؐ کی آخری بیماری اور آپؓ کا نمازیں پڑھانا 121
_نبیؐ کی وفات اور چہرہ کا بوسہ لینا، صحابہ کا اجماع 123
_سقیفہ بنو ساعدہ کی تفصیلات 129
_علیؓ کا حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کرنا 134
_حضرت ابو بکرؓ کے لئے وظیفہ کا انتظام 136
_خلافت کے آغاز پر حضرت ابو بکرؓ کو مشکلات 137
_حضرت ابو بکرؓ کی یوشع بن نون سے مشابہتیں 139
_لشکر اسامہ کی روانگی 144
_حضرت ابو بکرؓ کی مانعین زکوٰۃ کے خلاف کارروائیاں 154تا160، 285، 392، 430، 432
_مرتد باغیوں کے خلاف 11 مہمات 188تا287
_جنگِ یمامہ کی تفصیلات 209
_اسود عنسی کے خلاف جنگ اور اس کا قتل 271
_آپؓ کے دور میں ہونے والی ایرانی فتوحات 291تا317
_آپؓ کے دور میں ہونے والی شامی فتوحات 326تا347
_آپؓ کی بیماری اور وصیت کی تفصیلات 360
_آپؓ کا وفات کے قریب عائشہؓ کو ہبہ کی ہوئی زمین واپس کرنے کا کہنا 381
_آپؓ کا وفات کے وقت سب کچھ بیت المال واپس لوٹانے کی وصیت کرنا 137
_حضرت ابو بکرؓ کا وفات کے وقت عائشہؓ کو اپنی ہونے والی بہن کی خوشخبری دینا 364
_حضرت ابو بکرؓ کا وفات کے وقت مختلف صحابہؓ سے عمرؓ کی بابت مشورہ کرنا اور صحابہ کی آراء 358
_حضرت ابو بکرؓ کے آپؐ سے عشقیہ تعلق کا ذکر 389
_حضرت ابو بکرؓ کی اپنے ترکہ کی بابت وصیت 362
_حضرت ابو بکرؓ کی آپؐ کی وفات کے قریب والے دن فوت ہونے کی خواہش 361
_حضرت ابو بکرؓ کے آخری الفاظ 360

_ حضرت ابو بکرؓ کی تریسٹھ سال کی عمر میں وفات 360
_ آپؓ کی تدفین کے وقت قبر میں اترنے والے صحابہؓ 361
_ آپؓ کی اپنے غسل دینے کے بارہ میں وصیت 361
_ حضرت ابو بکرؓ کی قبر کا مقام 361
_ حضرت ابو بکرؓ کی وفات کی ایک وجہ زہر کا کھانا تھی 361
_ حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد اہلِ سواد کا ارتداد اور حیرہؓ کی عمرؓ کے زمانہ میں دوبارہ فتح 306
_ حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے وقت بیت المال کی حالت 367
_ آپؓ کی چارپائی پر ابو بکرؓ کا جنازہ اٹھایا گیا 361
_ حضرت ابو بکرؓ کا کفن 361
_ حضرت ابو بکرؓ کی انگوٹھی کا نقش نعم القادر اللہ تھا 360
_ حضرت ابو بکرؓ کی ازواج و اولاد کی تفصیل 362
_ حضرت ابو بکرؓ کی اولاد سے شفقت 411
_ حضرت ابو بکرؓ نے 14 ہجری میں وفات پائی 1
_ حضرت علیؓ کا ابو بکرؓ و عمرؓ کو خراج تحسین پیش کرنا 385
_ حضرت ابو بکرؓ کو غیر مسلم مصنفین کا خراج عقیدت 437

نظام حکومت

_ حضرت ابو بکرؓ کے نظام حکومت کا بیان 364
_ حضرت ابو بکرؓ کی 15 اولیات 379
_ حضرت ابو بکرؓ کے دور میں بیت المال کا سنح میں قیام اور اس کا بالعموم خالی رہنا 365
_ حضرت ابو بکرؓ کے دور میں فوج کا محکمہ 368
_ حضرت ابو بکرؓ کے دور میں ذمیوں کے حقوق 373
_ آپؓ کے دور میں کاتب یا حکومت کا سیکرٹری 367
_ حضرت ابو بکرؓ کے دور میں محکمہ افتاء 367
_ حضرت ابو بکرؓ کے دور میں محکمہ قضا 367
_ حضرت ابو بکرؓ کے دور میں اسلامی حکومت کی مختلف ریاستوں میں تقسیم 370
_ آپؓ کا عمال مقرر کرنے کا طریق اور ہدایات 370، 371
_ آپؓ کا یزیدؓ کے لشکر کو شام کرتے وقت پیدل چلنا اور انہیں نصائح 327، 328
_ حضرت ابو بکرؓ کا عمال کے محاسبہ کا طریق 372
(حضرت ابو بکرؓ کے خطوط کے لئے دیکھئے مضامین میں "خط")

حضرت ابو بکرؓ کے مناقب و محاسن

_ آنحضرتؐ کی نظر میں ابو بکرؓ کا مقام و مرتبہ 6، 9، 17، 98، 136، 380، 383، 384، 394 تا 399، 408، 411، 417، 435
_ حضرت اقدسؑ کی تحریرات کی رو سے آپؓ کے اخلاقِ حسنہ کا تذکرہ 445 تا 463
_ حضرت مصلح موعودؓ کی تحریرات کی رو سے آپؓ کے اخلاقِ حسنہ کا تذکرہ 439
_ غیر مسلم مستشرقین کا آپؓ کو خراج تحسین 437
_ آپؓ کے اخلاق حسنہ کا تذکرہ 439
_ آپؓ کو جنت کی بشارت، واقعات 396 تا 399
_ آپؓ کی خشیتِ الٰہی اور زہد و تقویٰ 380
_ حضرت علیؓ کا آپؓ کو خراج عقیدت پیش کرنا 385
_ آنحضرتؐ سے آپؓ کا عشق و محبت 389
_ آپؓ سب سے زیادہ عربوں کا حسب نسب جانتے تھے 399
_ آپؓ کی فراست 401
_ آپؓ کا فن تعبیر الرؤیا میں ماہر ہونا 404
_ بڑوں میں سب سے پہلے ایمان لائے 21، 406، 448
_ آپؓ کا غلاموں کو آزاد کروانا 408
_ مخالف بھی آپؓ کی نیکی اور اخلاق فاضلہ کے قائل تھے 408
_ آنحضرتؐ کی غیر موجودگی میں نماز کی امامت کروانا 409
_ آپؓ کی شفقتِ اولاد کا ذکر 411
_ واقعہ افک میں آپؓ کا کردار 412
_ آپؓ کا انکسار اور تواضع 417، 436، 443
_ آنحضرتؐ کے چودہ ساتھیوں میں شمولیت 419
_ قریش کے بہترین لوگوں میں آپؓ کا شمار 420
_ خلیفہ مقرر ہونے کے بعد خدمتِ خلق کے واقعات 420
_ آپؓ کا پردہ پوشی کا معیار 424
_ آپؓ کی بہادری اور شجاعت 25، 76، 124، 424
_ آپؓ کی مالی قربانی 433
_ لوگوں میں سب سے بہتر اور محبوب تھے 435
_ آپؓ کا قرآن کا حافظ ہونا 436
_ آپؓ کا ثانی اثنین ہونا 436
ابو ثمامہ 210
ابو ثور (حضرت عمرو بن معدی کرب کی کنیت) 274
ابو جعفر محمد بن علی 118

حضرت ابو جندلؓ کا زنجیروں میں لڑکھڑاتے آنا 102، 387
ابو جہل بن ہشام 16، 41، 44
_ابو جہل کا نشانات کے باوجود تکذیب کرنا 446
_حضرت اسماءؓ کے منہ پر ابو جہل کا طمانچہ مارنا 50
حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ اور جنگ یمامہ 218، 247
_حضرت ابو حذیفہؓ کا جنگ یمامہ میں شہید ہونا 224، 233
ابو حنظلہ، ابو سفیان کی کنیت 108
حضرت ابو خیثمہ انصاری 182، 224، 232، 236
حضرت ابو دجانہ سماک بن خرشہؓ اور غزوہ احد 82، 222، 425
_حضرت ابو دجانہؓ اور جنگ یمامہ 224، 233
حضرت ابو سعید (خالد بن سعیدؓ کی کنیت) 249
حضرت ابو سعید خدریؓ 134، 383، 393، 401
_آپؓ کا جنگ یمامہ میں زخمیوں کو پانی پلانا 229
ابو سفیان بن حارث، آپؐ کے چچازاد 112
ابو سفیان بن حرب 41، 74، 109 تا 111، 327، 436
ابو سفیان اور غزوہ احد 85، 89، 90، 386
_ابو سفیان کا دس ہزار کے لشکر کو لے کر مدینہ آنا 97
_ابو سفیان کا صلح حدیبیہ کے بعد معاہدہ کی تجدید کے لئے
مدینہ آنا اور ناکام ہونا 106
ابو سمیط 282
ابو ضبیعہ (حطم بن زید کی کنیت) 258
حضرت ابو طالب 33
ابو عبد اللہ قرطبی 124
حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ 128، 366، 382، 436
_آپؓ کے دو دانت آپؐ کے دانت نکالتے ہوئے گرنا 84
_آپؓ کے صلح حدیبیہ کے معاہدہ میں دستخط تھے 103
_آپؓ لشکر اسامہ میں شامل تھے 145
_حضرت ابو عبیدہؓ اور سقیفہ بنو ساعدہ 128، 131
_آپؓ کی حضرت خالدؓ سے دمشق کے محاصرہ میں ملاقات 341
_بولس کا حملہ اور سخت جنگ 352
_شام پر لشکر کشی کے لئے مشورہ 322، 323
_آپؓ کی شامی فتوحات میں شرکت 331 تا 352
ابو عثمان 421
ابو عدی (سویدؓ کی کنیت) 268
ابو عقیل کی جنگ یمامہ میں شہادت 228
حضرت عمرؓ کی ابو عقیلؓ کے بارہ میں رائے 228
ابو عمرو 228
ابو عمرو (سویدؓ کی کنیت) 268
حضرت ابو قتادہ انصاریؓ 112، 205
_ایک جنگ کے دوران مسلمانوں سے اختلاف کہ انہوں
نے اذان دی اور نماز پڑھی 202
_اختلاف پر حضرت خالدؓ سے الگ ہونا اور حضرت ابو بکرؓ
کے پاس آکر شکایت کرنا اور ان کی ابو قتادہ سے ناراضگی 203
ابو قحافہ 85
_آپؓ حضرت ابو بکرؓ کے والد تھے 1
_ابو قحافہ اور اسماءؓ کا۔۔۔ جب اسماءؓ نے روشن دان میں پتھر
رکھے جنہیں ان کے دادا نے پیسے سمجھا 58
_ابو قحافہ کا ابو بکرؓ کو غلاموں کے آزاد کروانے پر ایک مشورہ 28
_ابو قحافہ کا اپنے بیٹے کے خلیفہ مقرر ہونے پر بے اختیار کلمہ
شہادت پڑھنا 135، 441
_ابو قحافہ کا اپنی بیٹی کی شادی اشعث بن قیس سے کرنا 283
_ابو قحافہ کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ 2
ابو لیلیٰ اعبد 314، 315، 316
ابو محمد (عمرو بن عاصؓ کی کنیت) 247
ابو معبد 65
حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ 275
_مآرب میں ہونا 274
_ان کا سارا دن آپؐ کی خدمت کے لئے وقف کرنا 396
حضرت ابو ہریرہؓ
111، 155، 212، 255، 388، 398، 412، 433
_قرآن حفظ کرنے والوں میں سے تھے 436
_حضرت علاءؓ کی دعا کے نتیجہ میں پانی کے چشمے پر دوبارہ جانا
اور وہاں پانی کا نام و نشان نہ پانا 261
ابو وہب، حضرت ابو بکرؓ کے آزاد کردہ 6
حضرت ابی بن کعبؓ
حضرت ابو بکرؓ جن سے مشورہ لیتے ان میں سے تھے 364
حضرت ابو بکرؓ کے دور میں قاضی تھے 367
حضرت ابو بکرؓ کے دور میں محکمہ افتاء میں تھے 367
احمد بن حنبل، امام 130
احمد شاکر شیخ 208
اردشیر 298، 299

_اردشیر کا مارا جانا 304
_اردشیر کی موت سے ایرانی حکومت خلفشار کا شکار ہوئی 307
اریقط (دیکھئے عبداللہ بن اریقط)
حضرت اسامہ بن زیدؓ 168، 177
_آپؓ کے لشکر کی روانگی اور اس کا مقصد 114
_حضرت اسامہ بن زیدؓ اور جنگِ یمامہ 218
_حضرت اسامہ بن زیدؓ سرایا کے امیر 426
_حضرت اسامہؓ سے آپؓ کا واقعہ افک میں مشورہ کرنا 93
_حضرت اسامہؓ کی غزوہ حنین میں ثابت قدمی 112
_لشکر اسامہ اور اس کی تفصیلات
146 تا 151، 160، 180، 274، 371
حضرت اسعد بن زرارہؓ 72
اسما (کندہ قبیلہ کی خاتون) 243
حضرت اسماعیلؑ 59
حضرت اسماءؓ بنت ابو بکرؓ
43، 47، 50، 56، 58، 119، 362، 411
_آنحضرتؐ کی اسماءؓ کو جنت کی خوشخبری 47، 58
حضرت اسماءؓ بنت عمیس بن معبد بن حارث
359، 361، 362
_ان کے ہاں حجۃ الوداع کے سفر میں بیٹے کی پیدائش 120
اسماء بنت نعمان بن جون کا تعارف 243
اسود عنسی 154، 177، 181، 212، 233، 463
اسود عنسی کے بارہ میں تعارفی نوٹ 271 تا 286
حضرت اسید بن حضیرؓ 94، 110، 245
اشعث بن قیس 282
_اشعث بن قیس کی ابو بکرؓ کی بہن سے شادی 283
_اشعث بن قیس کی گرفتاری اور اپنے ہمراہ 9 افراد کی معافی طلب کرنا اور ابو بکرؓ کا معاف کرنا 282، 283
_اشعث بن قیس کی معافی 279
_اشعث کا مدینہ میں ہی قیام 284
اشہل 228
اعبد بن فدکی 314
حضرت اقرع بن حابسؓ 313، 314

اکیدر بن عبد الملک 313
_آپؓ کا اکیدر پر احسان کرتے ہوئے اسے چھوڑنا اور اس کا بدعہدی کرتے ہوئے بغاوت کرنا 313
_اکیدر کے قتل اور زندہ رہنے کے بارہ میں روایات 313
_**حضرت ام ابانؓ** کی جنگِ اجنادین میں حضرت ابانؓ سے شادی اور دمشق کے محاصرہ میں تیر اندازی 356
حضرت ام الخیر، حضرت ابو بکرؓ کی والدہ کی کنیت 1
حضرت ام ایمنؓ کا اُسامہؓ کو آپؐ کی وفات کی اطلاع دینا 146
_آپؐ کی وفات کے بعد ابو بکرؓ اور عمرؓ کا ام ایمنؓ سے ملنے جانا اور اُن کا رونا 386
ام تمیم بن منہال سے خالدؓ کی شادی پر اعتراض کا جواب 207
_حضرت خالدؓ کی ام تمیم اور مجاعہ کی بیٹی سے شادی پر ابو بکرؓ کی ناراضی 243
ام جمیل، حضرت عمرؓ کی بہن 3
ام خالد (حضرت خالد بن سعیدؓ کی والدہ کی کنیت) 249
حضرت ام رومان بنت عامرؓ 362
_ام رومانؓ اور واقعہ افک 412
ام زمل سلمیٰ 197
_ام زمل کی سرکوبی اور اس کا قتل 198
_قید سے آزاد ہونے پر اسکا مرتد ہو جانا 198
حضرت ام سلمہؓ 17
_قرآن حفظ کرنے والوں میں سے تھیں 436
_آپؓ کا سر دھونا اور اپنے بھائی مہاجرؓ کی سفارش کرنا جس سے حضورؐ ناراض تھے 270
ام شملہ 204
ام صادر (سجاح بنت حارث کی کنیت) 200
ام عبد اللہ 248
ام عبد اللہ (حضرت عائشہؓ کی کنیت) 363
حضرت ام عبیسؓ کو ابو بکرؓ نے آزاد کروایا 27، 408
حضرت اُم عمارہؓ کا تعارف اور اُحد میں شرکت، بہادری اور اپنے بیٹے کے ہمراہ جنگِ یمامہ میں شرکت 225
_جنگِ یمامہ میں 11 زخم لگے، ہاتھ کٹا 227
_حضرت ابو بکرؓ کا حالت دریافت کرنے آنا 227

_حضرت خالدؓ کا طبیب سے زخموں کا علاج کروانا 227
ام فروہ بنت ابوقحافہ 283
ام قرفہ بنت ربیعہ کی بغاوت اور اس کی سرکوبی 197
_ام قرفہ کا تعارف 197
_ام قرفہ کی جانب سے آنحضرتؐ کی قتل کی سازش 198
_ام قرفہ کے خلاف جنگ اور اس کی شکست 198
ام کلثوم بنت ابو بکرؓ کا تعارف 363،362
ام مسطح بنت ابورہم 93،92
ام معبد کا سفر ہجرت والا واقعہ 64
_کے خیمے تک قریش کے تعاقب کرنے والوں کا پہنچنا 66
امراء القیس کلبی 315
امیمہ (کندہ قبیلہ کی خاتون) 243
امیہ بن خلف کا بلالؓ پر ظلم 27
_امیہ بن خلف کا کھوجی کے ہمراہ غارِ ثور پہنچنا 51،50
اندرزغر، ایران کا مشہور شہسوار 298
حضرت انس بن مالک 70،114،122،144،380،386،397395،410،436
_انس بن مالکؓ سے سیرین کا مکاتبت کرنا 311
_انس بن مالکؓ کے گھر مؤاخات کا ہونا 74
_انسؓ کا یمن کی طرف ابو بکرؓ کا خط لے کر جانا 324
انوشجان 296،293
اوس بن خزیمہ کا سجاح پر فتح پانا 201
ایاس بن سلمہ 104
ایاس بن عبد اللہ (دیکھئے فجاءہ)
ایاس بن قبیصہ طائی 305،304
ایچ جی ویلز 438
آزاد، شہر بن باذان کی بیوی جس سے اسود نے شادی کی 275
_آزاد کی اسود عنسی کے قتل میں شمولیت 276
آلوسی، علامہ 28
آندرے سرویئر 437
آئزن ہاور 442

ب، پ، ت، ٹ، ث

باذان
باذان کو کسریٰ نے آپؐ کا سر لانے کا کہا 272
_باذان کا اسلام قبول کرنا 273
باہان پادری کا خالد بن سعیدؓ کے بالمقابل نکلنا 325
_باہان سے شکست اور وقتی ناکامی 326
بحیرا کے پاس ابو بکرؓ کا رؤیا دیکھنا 15
بخت نصر 309
علامہ بدر الدین عینی 177،34،7
بدیل بن ورقاء 108،101
بدھان (یمن کا عامل) 272
حضرت براء بن عازبؓ 173،68
حضرت براء بن مالکؓ 411،112
_جنگِ یمامہ میں باغ میں پھینکا جانا اور ان کا اندر سے دروازہ کھولنا 225
حضرت بریدہ بن حصیبؓ 105
_انعام کے لالچ میں آپؐ کا تعاقب 70
_لشکر اسامہ والا جھنڈا آپؐ کے دروازہ پر گاڑ دینا 146
حضرت بریرہؓ سے آپؐ کا واقعہ افک میں گواہی لینا 93
حضرت بشر بن عبد اللہؓ کی جنگ یمامہ میں شہادت 229
حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اےؓ 13،22،23،32،34،52،57،59،62،63،66،68، 71، 72، 77، 80، 82، 86، 90، 91، 101، 102، 104،132،406
حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ 6، 17، 18، 19، 26، 29، 31، 35، 40، 46، 53، 59، 63، 67، 76، 78، 79، 83، 85، 103، 108، 113، 122، 124، 126، 132، 135، 137، 147، 162، 163، 172، 174، 233، 251، 266، 272، 285، 259، 359، 364، 376، 377، 381، 383، 387، 388، 389، 391، 392، 399، 401، 407، 408، 413،423،426،427،433،439،442،443،444
بطرس 353تا355
بغوی، امام 375
بلاذری 222
حضرت بلالؓ 29،87،121،436
_آپؐ کو عطا کردہ چودہ نجیب ساتھیوں میں سے تھے 419

_ آپؓ سے ابو بکرؓ کی ایک بیٹی کی شادی ہوئی 364
_ حضرت بلالؓ کا ابو بکرؓ سے شام کے جہاد میں شمولیت کی اجازت طلب کرنا 339
_ آپؓ کے بعد اذان کو دل نہیں مانتا 340
_ مدینہ پہنچنے پر بیمار ہونا 80
_ نماز پڑھانے کے لئے حضرت عمرؓ کو بلانا 410
_ حضرت ابو بکرؓ نے آزاد کروایا، ان پر ہونے والے مظالم 27
_ حضرت عمرؓ کا حضرت بلالؓ کو ہمارا سردار کہنا 408
بنت الجون (دیکھئے اسماء بنت نعمان)
بہمن جاذویہ 299،298
_ بہمن جاذویہ کی شیر زاد پر ملامت 309
بولص کی بیوی کا خواب اور بولص کا ابو عبیدہؓ کی فوج پر حملہ اور اس کا بعد میں قتل کیا جانا 355،353
_ بولص کے پاس اہل دمشق کا جمع ہو کر اسے سردار بنانا 352
بیہقی، امام 49
پیلاطوس قیصر کے حکم سے قتل کیا گیا 54
تذارق کا نوے ہزار رومیوں کے ہمراہ جنگ کرنا 335
توما دمشق کا حاکم، ہرقل کا داماد تھا 356
_ توما کی آنکھ کا ام ابان کے تیر سے پھوٹنا 357
تیم بن مرہ 15
تھامس واکر آرنلڈ، سر، مشہور مستشرق 152
ٹرومین 442
ٹی ڈبلیو آرنلڈ 439
حضرت ثابت بن اقرمؓ کی شہادت 197،192
حضرت ثابت بن قیس بن شماسؓ 188،209،211،216،228
_ آپؓ کا جنگِ یمامہ میں ابھارنا اور اپنے آپ کو آدھا زمین میں گاڑ لینا اور شہید ہونا 219،224،233
حضرت ثمامہ بن اثالؓ 233،260،263،267،286
ثمامہ بن کبیر بن حبیب 210

ج، چ، ح، خ

جابان 299
حضرت جابر بن عبد اللہؓ 2،172،435
_ آپؓ کا جابرؓ سے فرمانا اگر بحرین سے مال آیا تو اتنا دوں گا، پھر آپؐ کے بعد ابو بکرؓ کا اسی طرح دینا 393
حضرت جارود بن معلّیؓ کا مدینہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنی قوم میں تبلیغ کرنا اور ارتداد میں ان سب کا ثابت قدم رہنا 256
_ جارودؓ کے قبیلہ عبد القیس اور قبیلہ بکر بن وائل کے درمیان شدید جنگ 258
_ علاءؓ کا جارودؓ کے ساتھ مل کر حطم کا مقابلہ کرنا 262
حضرت جبیر بن مطعمؓ 29،396
_ فن علم انساب میں ماہر تھے 11،399
جرجہ بن توذر 335
جریر بن عبد اللہ بجلیؓ کا اپنی قوم کے مرتدین سے لڑائی کرنا 270
جشنس دیلمی 275،276
جشیش دیلمی 275
حضرت جعفر بن ابو طالبؓ 202
_ آپؓ کو عطا کردہ چودہ نجیب ساتھیوں میں سے تھے 419
_ اپنی بیوی کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت 362
_ غزوہ خیبر کے وقت حبشہ سے آنا 250
_ آپؓ کی جنگ مؤتہ میں شہادت 144
جلال الدین سیوطی 4،5
جلندی 237،238،248
جندب بن سلمٰی کا ارتداد اور جنگ کے بعد بھاگنا 269
جندل کا فتح امغیشیا اور الیس کی اطلاع مدینہ پہنچانا اور ابو بکرؓ کا اسے لونڈی دینا جس سے اس کے اولاد ہوئی 303
جودی بن ربیعہ 313
جونیہ (دیکھئے اسماء بنت نعمان)
جویریہ بنت حارث سے آپؐ کی شادی 208
جے جے سانڈرز 438
جیفر بن جلندی 237،238،240،248
جیفر، عمان کا عامل 237
چنگیز خان 442
حاجب بن زید 228
حاجر 252
حاجز 252
حارث (رملہ کا والد) 211

حارث بن سخبرہ 362
حارث بن صمہؓ اُحد کے روز گھاٹی میں آپؐ کے ساتھ تھے 83
حارث بن ضرار 208
حارث بن کریز 211
حضرت حباب بن منذرؓ کا غزوہ خیبر میں یہود کے کھجور کے
درخت جلانے کا مشورہ دینا 105
_ حضرت حباب بن منذرؓ کی سقیفہ بنو ساعدہ میں تقریر 131
حبال (طلیحہ بن خویلد کا بھائی) 193
حضرت حبیب بن زیدؓ کو مسیلمہ کا شہید کرنا
214،226،233،386
حبیبہ بنت خارجہ بن زید بن ابو زہیر 362،363
حضرت حبیش بن خالدؓ 65
حجاج 41
حضرت حذیفہ بن محصنؓ 191،215،237،238،412
حضرت حذیفہ بن یمانؓ 412،419،436
حذیفہ قلعانیؓ 238
حضرت حسان بن ثابتؓ 111
_ حضرت حسان بن ثابتؓ کے ابو بکرؓ کی نسبت اشعار 22
_ حضرت حسانؓ کا قریش کی ہجو کرنا 400
حسن بصری، امام 297
حضرت حسنؓ 210
_ امام حسنؓ کو ابو بکرؓ کا اٹھا کر کہنا اس کی شباہت نبیؐ سے ہے
علیؓ سے نہیں 385
حسنہ 245
حسنہ (شرحبیلؓ کی والدہ) 330
حضرت امام حسینؓ کو ابو بکرؓ کا ایک چادر تحفۃً دینا 394
حطم بن ضبیعہ 256
_ حطم کے چوغہ کی وجہ سے ثمامہؓ کی شہادت 267
_ حطم کے مقابلہ کے لئے علاءؓ کا جارود کو کہنا 262
حضرت حفصہؓ قرآن حفظ کرنے والوں میں سے تھیں 436
حضرت حفصہؓ کا بیوہ ہونا اور آپؐ سے شادی والا واقعہ 385
حضرت حفصہؓ کے پاس صحیفہ صدیقی کا آنا 379
حضرت حکم بن سعید کا جنگِ یمامہ میں شہید ہونا 224،233

حضرت حکیم بن حزامؓ 108
آنحضرتؐ کی قبل از بعثت دوستی تھی 13
حضرت حکیم بن حزامؓ کے گھر میں ابو بکرؓ کا ہونا 14
حمران بن ابان (عثمانؓ کے آزاد کردہ) 311
حضرت حمزہؓ اور حضرت زید بن حارثہؓ کی مؤاخات 73
_ آپؓ کو عطا کردہ چودہ نجیب ساتھیوں میں سے تھے 419
_ حضرت حمزہؓ کی شہادت 222
حمزہ بن مالک ہمدانی کا لشکر لے کر شام جانا اور ابو بکرؓ کی خوشی 340
حیری ابن اکال 304،305
خارجہ بن حصن 176
حضرت خارجہ بن زیدؓ اور ابو بکرؓ کی مؤاخات 73
حضرت خالد بن اسید 233،269،277
حضرت خالد بن سعیدؓ
_ آپؓ کا تعارف، ان کی باغیوں کے خلاف مہم 249،251
_ حضرت ابو بکرؓ کی ہدایت پر عمل نہ کرنا، ان کو شکست، بیٹے
کا قتل، لشکر سے بھاگنا، بعد میں معافی ملنا 326
_ حضرت خالد بن سعیدؓ کو اسود کا نجران سے نکالنا 274
_ خالد بن سعیدؓ کو باغیوں کے خلاف تیماء بھجوایا 324،325
_ خالد بن سعیدؓ کی حبشہ کی طرف ہجرت 250
_ خالد بن سعیدؓ کے خلاف بغاوت 286
_ خالد بن سعید کی فوج کا معاویہؓ کے ساتھ ملنا 340
خالد بن ولیدؓ 12
_ خالد بن ولیدؓ کی کنیت، ابن مغیرہ 217
_ خالدؓ اور عیاضؓ کو ابو بکرؓ کا حیرہ روانہ کرنا 289
_ خالد بن ولیدؓ کا بنو سلیم سے مدد طلب کرنا 252
_ خالد بن ولید کا جنگ مؤتہ میں مسلمان لشکر کو بچانا 144
_ طلیحہ اور مالک بن نویرہ کی سرکوبی 181،188،191
_ خالدؓ کا مالک بن نویرہ کی سرکوبی اور اسکا قتل 199،202
_ خالدؓ پر مالک بن نویرہ کے قتل کے الزام کا جواب 205
_ حضرت ابو بکرؓ کا معذرت قبول کرنا 204
_ اہل حیرہ کے ساتھ معاہدہ میں ذمیوں کے حقوق کا پاس 374
_ خالدؓ پر وحشت و بربریت کے الزام کی نفی 309
_ خالدؓ کا ابان بن سعیدؓ کی نمازِ جنازہ پڑھانا 356

_خالدؓ کا ام زمل سلمٰی کی سرکوبی کرنا اور اس کا قتل 198
_خالد بن ولیدؓ کا بعض قبائل کی معافی قبول نہ کرنا اور انہیں
آگ میں جلانا، اس کی وجہ 177،176،195
_ایرانی جنگ میں دو مسلمانوں کے مارے جانے پر حضرت
عمرؓ کی خالدؓ کو سزا دینے کی رائے اور ابو بکرؓ کا فیصلہ 316
_جنگ میں فتح کے بعد کھانا فوج میں تقسیم کرنا 303
_ایک رومی سپہ سالار کی مال کی پیشکش کو ٹھکرانا 343
_طبیب سے ام عمارةؓ کے زخموں کا علاج کروانا 227
_جنگِ عین التمر میں قلعہ سے چالیس عرب نژاد بچوں کو آزاد
کروانا جن کی اولاد سے بلند مرتبہ لوگ پیدا ہوئے 311
_حیرہ کی فتح پر آٹھ رکعات ایک سلام سے ادا کرنا 306
_ام تمیم اور مجاعہ کی بیٹی سے شادی، ابو بکرؓ کی ناراضگی اور
اس کا دور ہونا 235،236،243
_ام تمیم بن منہال سے شادی پر اعتراض کا جواب 207
_بنو حنیفہ کو زیر کرنے پر قیس بن عاصم کا سر تسلیم خم کرنا
اور اپنے قبیلہ بنو تمیم سے زکوٰۃ اکٹھی کرنا 260
_جنگِ الیس میں ایک دعا، دریا دشمنوں کے خون سے سرخ،
قیدیوں کے قتل میں مبالغہ کے الزام کی وضاحت 300
_حضرت خالدؓ کی کوتاہی پر ابو بکرؓ کی سرزنش 372
_حضرت خالدؓ کے ہاتھوں ام قرفہ کا شکست کھانا 198
_حضرت ابو بکرؓ کا حضرت خالدؓ کو ہرمز کی ٹوپی عطا کرنا 294
_حضرت ابو بکرؓ کی فوجوں کے قائد تھے 193
_عورتیں خالد جیسا شخص پیدا نہیں کر سکیں گی 303
_حضرت خالدؓ نے عراق کو ایک سال دو ماہ میں دس ہزار
فوجیوں کے ساتھ فتح کیا 319
_حضرت خالدؓ کی باغیوں کے خلاف مہم 187 تا 209
_حضرت خالدؓ اور جنگِ یمامہ 209،218 تا 232
_حضرت خالدؓ کے عراق میں معرکوں کی تفاصیل 289 تا 320
_حضرت خالدؓ کے شام میں معرکوں کی تفاصیل 340 تا 358
_حضرت خالد مخزومیؓ اور جنگِ یمامہ 218
حضرت خباب بن ارتؓ پر مظالم اور ابو بکرؓ کا آزاد کروانا 29
حضرت خدیجہ بنت خویلدؓ 14،16،18
_عورتوں میں سب سے پہلے ایمان لائیں 21
_سب سے پہلے ایمان لانے والی تھیں 406،407
خصفہ تیمیؓ 264
خطابی، امام 177
حضرت خنیس بن حذافہ سہمیؓ کا مدینہ میں فوت ہونا 385
حضرت خولہ بنت ازورؓ 351
_خولہ بن ازورؓ کی شجاعت 349،354
_خولہ کا جنگ میں قید ہونا اور بطرس کی رائے 353

د، ذ، ر، ز

داذویہ 275
_داذویہ کا قتل 277
_داذویہ کے قتل کی سازش کا الزام 278
دراقص، رومی کمانڈر 336
ذوالخمار عبہلہ (اسود عنسی کا نام) 271
ذوالکلاعؓ کا اسلامی لشکر کو رومیوں کے چنگل سے بچانا 326
_ذوالکلاعؓ کا یمن سے شام پہنچنا 325
حضرت رافع بن خدیجؓ 210
_حضرت رافع اور عبد الرحمٰن بن عوف اور ضرارؓ کا ابو عبیدہؓ
کی مدد کے لئے جانا 353
_رومیوں کے خلاف شجاعت کے جوہر 350
ربیعہ 16
ربیعہ بن بجیر 315،316
حضرت ربیعہ بن جعفرؓ اور حضرت ابو بکرؓ کے درمیان کچھ
اختلاف اور آپؓ کا ربیعہ کو دعا سکھلانا 380
حضرت ربیعہ بن حارثؓ کی غزوہ حنین میں ثابت قدمی 112
ربیعہ بن عامر 327
رجال بن عنفوہ، مسیلمہ کی طاقت بڑھانے کا ایک سبب تھا 213
رجال کا مدینہ آکر اسلام قبول کرنا، آپؐ کا اسے اہل یمامہ کی
طرف معلم بنا کر بھیجنا، اس کا ارتداد اختیار کرنا... 213
رملہ بنت حارثؓ کے گھر وفود کا ٹھہرنا 210،211
روزبہ، ایرانی کمانڈر 314،315
روزویلٹ 442
رویس، رومی کمانڈر 334
حضرت زبیر بن عبد المطلب کے دل میں تحریک اور حلف
الفضول کا احیاء 12

حضرت زبیر بن عوامؓ
_حضرت زبیر بن عوامؓ کو حواری کا خطاب ملنا 24
_حضرت زبیرؓ اور غزوہ اُحد 82،83،86،425
_آل عمران 173 اور 176 کے مصداق 86،386
_حضرت زبیر بن عوامؓ سے حضرت اسماءؓ کی شادی 363
_حضرت زبیر بن عوامؓ کا سفر ہجرت میں ملنا 66
_ہبل بت کے حوالہ سے ابوسفیان پر طنز 111
_حضرت زبیرؓ کا قبول اسلام 23،407
_عشرہ مبشرہ میں سے ایک تھے 398
_مدینہ کے پہرہ پر ابو بکرؓ کا متعین کرنا 158
زر بن کلیب 294
زرمہر، ایرانی کمانڈر 314،315
زلیخا 9
زمخشری 9
حضرت زنیرہؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا آزاد کروانا 27،408
زہری (دیکھئے ابن شہاب زہری)
زہیر (شاعر) 41
حضرت زیاد بن لبیدؓ حضرموت کے عامل ان کا تعارف 277
_کندہ میں زکوٰۃ میں سختی کرنا تو بغاوت برپا ہونا، عکرمہ اور مہاجرؓ کا کمک کے طور پر آنا 243
_مہاجر کی بیماری کے باعث یمن میں زیاد بن لبید کو گورنر مقرر کرنا 373
_حضرت زیاد بن لبید کے ساتھ مل کر مہاجرؓ کو لڑنے کا حکم 280
_مرتدین کا حملہ اور ان کا مہاجرؓ کو مدد کے لئے خط لکھنا 282
_کندہ قبیلہ سے زکوٰۃ طلب کرنا، ان کا ٹال مٹول کرنا اور زکوٰۃ کی وصولی میں سختی 281،282
_زیاد بن لبید کا لوگوں کو قرآن پڑھانا 373
_زیاد بن لبید کندہ اور حضرموت کے گورنر 370
زید (حطم کا قاتل) 263
زید بن اسلم 116
حضرت زید بن ثابتؓ کتابت کی خدمت پر مامور 368
_حضرت زید بن ثابت کو جمع قرآن کا حکم 374
_حضرت ابو بکرؓ جن سے مشورہ لیتے ان میں سے تھے 364
_حضرت ابو بکرؓ کے دور میں قاضی تھے 367
_حضرت ابو بکرؓ کے دور میں محکمہ افتاء میں تھے 367
حضرت زید بن حارثہؓ 22،72،104،198،249
_سب سے پہلے ایمان لانا 21،406،407
_جنگ موتہ میں شہادت 144
زید بن خطابؓ اور جنگ یمامہ 218،220،233،247
زید بن عمرو سے آنحضرتؐ کی قبل از بعثت دوستی تھی 13
زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب 155،223
حضرت زینبؓ کو حضرت عائشہؓ اپنا رقیب خیال کرتی تھیں، ان کا عائشہؓ پر احسان 413
_آپؓ کی حضرت عائشہؓ کے بارہ میں خیر کی گواہی 96

س، ش، ص، ض

ساریہ بن مسیلمہ بن عامر 217
حضرت سالم بن عبد اللہؓ 361
حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہؓ کا نصف پنڈلیوں تک جنگِ یمامہ میں گڑھا کھودنا اور ان کا شہید ہونا 224،233
حضرت سالمؓ قرآن حفظ کرنے والوں میں سے تھے 436
حضرت سائب بن عوامؓ کا جنگِ یمامہ میں شہید ہونا 233
_نجد کی فتح کی خوشخبری حضرت ابو بکرؓ کے پاس لانا 241
سباع بن عرفطہ غفاریؓ، خیبر کے دوران مدینہ میں امیر تھے 105
سپرنگر، مشہور مستشرق 23،407
سٹالن 442
سجاح بنت حارث 154،188،199 تا 210،285
حضرت سراقہ بن مالکؓ
_سفر ہجرت میں تعاقب، تفصیل 60
_جنگِ یمامہ میں شہید ہونا 233
_کسریٰ کے کنگن، پیشگوئی اور اس کا پورا ہونا 62
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ 145،249،306،338،398
_ابو بکرؓ کی تبلیغ سے اسلام قبول کیا 23،407
_حضرت سعدؓ اور غزوہ اُحد 83،86،425
_حضرت سعدؓ اور بنو قریظہ کا محاصرہ 99
_حضرت سعدؓ کو مدینہ کے پہرہ پر ابو بکرؓ کا متعین کرنا 158
_حضرت سعدؓ کے صلح حدیبیہ کے معاہدہ میں دستخط 103

_حضرت سعدؓ کے ہاتھ عراق کی فتح ہوئی 24
_آپؓ سے شام پر لشکر کشی کے لئے مشورہ 323،322
_حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کا سعدؓ کی وفات کے وقت رونا 99
حضرت سعد بن عبادہؓ 130،110،99،98،94،91
_حضرت سعد بن عبادہؓ اور سقیفہ بنو ساعدہ 127
حضرت سعد بن معاذؓ اور غزوہ بدر 75
_حضرت سعد بن معاذؓ اور بنو قریظہ 99
_حضرت سعد بن معاذؓ کی واقعہ افک کی موقع پر دلیری 93
حضرت سعید بن زیدؓ
_شام پر لشکر کشی کے لئے مشورہ 322
_حضرت ابو بکرؓ کے ہمراہ صرار مقام پر ہونا 232
_عشرہ مبشرہ میں سے ہونا 398
_معرکہ اجنادین میں جوش دلانا 344
_لشکر اسامہ میں شامل تھے 145
سعید بن عاص بن امیہ 249
سعید بن عامر بن حذیمؓ کی خواہش کہ ان کی سرکردگی میں
شام لشکر بھیجا جائے 338
سعید بن مسیب 417،396،123
سعید بن نعمان 297
حضرت سلمان فارسیؓ 436
_خندق کھودنے کی رائے 97
_آپؓ کو عطا کردہ چودہ نجیب ساتھیوں میں سے تھے 419
سلمہ (طلیحہ بن خویلد کا بھائی) 192
حضرت سلمہ بن اسلمؓ لشکر اسامہ میں شامل تھے 145
حضرت سلمہ بن اکوعؓ 425،395،106،104
سلمہ بن وقش 182
سلمٰی (حضرت عمرو بن عاصؓ کی والدہ) 247
سلمٰی بنت ام قرفہ (ام زمل کا نام) 197
سلمٰی بنت صخر بن عامر، ابو بکرؓ کی والدہ 1
حضرت سلیطؓ 216
سلیمان بن یسار 223
حضرت سماک بن خرشہؓ (دیکھئے ابو دجانہؓ) 224
سمط بن اسود 282
حضرت سہل بن بیضاءؓ 72،33
_حضرت خالدؓ کو بولص کے حملہ کی اطلاع دینا 353
حضرت سہیلؓ 72
_اُحد کے روز موت پر بیعت کی 83
حضرت سہیل بن عمروؓ 102
_آپؓ کے بالوں کو اپنی آنکھوں سے لگانا 121
_شام کے جہاد میں شمولیت 327
_آپؓ کی وفات کے بعد اہل مکہ کا ارتداد سے محفوظ رہنا اور
_حضرت سہیل بن عمروؓ کا کردار 153
حضرت سوید بن مقرنؓ 298،161،159
_آپؓ کا تعارف اور باغیوں کے خلاف مہم 268
سیرین 311
حضرت شجاعؓ اور جنگِ یمامہ 218
شخریت کا عکرمہ کے مقابل مورچہ زن ہونا 241
_شخریت کو خمس کے ساتھ ابو بکرؓ کی خدمت میں بھیجنا 241
شرحبیل (ابن مسیلمہ کذاب) 218
حضرت شرحبیل بن حسنہؓ 182،215،218،238،
248،330،336،341،342،343
شریح بن ضبیعہ 258
شریک بن عبدہ فزاری 209
شعبی 363
شہر بن باذان پر اسود عنسی کا حملہ 233
_ان کو شہید کر کے ان کی بیوی سے اسود کا شادی کرنا 274،286
_شہر بن باذان کی بیوہ کی اسود عنسی کے قتل میں شمولیت 276
شوکانی 177
شیبہ بن ربیعہ 41،16
شیر علیؓ، حضرت مولانا 172
شیر زاد، انبار کے لشکر کا سپہ سالار 309،308
شیرویہ کا کسریٰ کو ہلاک کرنا 272
صالحؑ کا وادی عسفان میں تلبیہ کرتے گزرنا 120
صفوان بن امیہ 112
حضرت صفوان بن معطل ذکوانیؓ 92
_آپؓ کی قافلہ کے پیچھے چلنے کی ڈیوٹی 120

حضرت صفیہ بنت حیی بنت اخطبؓ 208
حضرت صہیب رومیؓ 29، 436
ضحاک بن فیروز 271
حضرت ضرار بن ازور اسدیؓ
189، 203، 304، 345، 348، 351، 353، 355
ضرار بن خطاب کا قصر عدسیین کا محاصرہ کرنا 304
ضرار بن مقرن کا قصر بنی مازن کا محاصرہ کرنا 304

ط،ظ،ع،غ

طارق بن زیاد 311
حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابعؒ
_ارتداد کی سزا قتل کی نفی 170
طاہر بن ابوہالہ تہامہ پر عامل تھے 268
طاہر کا اپنے علاقہ میں ابو بکرؓ کو ارتداد کی خبر دینا 269
طبری، علامہ 176، 184، 233، 295
طریفہ بن حاجزؓ کو بنو سلیم کی طرف بھیجا جانا 182
_طریفہ بن حاجزؓ کی باغیوں کے خلاف مہم 252
طعیمہ بن عدی 41
طفیل بن عبد اللہ بن سخبرہ 27
حضرت طفیل بن عمرو دوسیؓ کا جنگِ یمامہ میں شہید ہونا 233
حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ پر قریش کے مظالم 24
_حضرت ابو بکرؓ کی تبلیغ سے اسلام قبول کرنا 407
_آپؓ اُحد کے روز آپؐ کے ساتھ رہے 82، 425
_آپؓ کے ہاتھ کا احد کے روز بیکار ہونا 83
_آپؓ نے اُحد کے روز موت پر آپؐ کی بیعت کی 83
_اُحد کا روز تو سارے کا سارا طلحہ کا تھا 84
حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ 23، 98، 158، 232، 322، 358
_عشرہ مبشرہ میں سے تھے 398
_قرآن حفظ کرنے والوں میں سے تھے 436
_آپؓ کا ابو بکرؓ کی قبر میں اترنا 361
طلیحہ بن خویلد
156، 161، 177، 181، 181، 189، 193، 197، 285
عاتکہ زوجہ عبد اللہ بن ابو بکرؓ 411
عاتکہ بن خالد، ام معبد کا نام 65

عاص بن وائل 247
عاص بن وائل کے مسلمانوں پر مظالم اور اس کی وفات 250
عاصم (بنو ثعلبہ کا شخص) 202
حضرت عاصم بن عدیؓ کی تبوک کے موقع پر قربانی 115
عاصم بن عمرو 290، 296، 313، 314
عامر بن حضرمی کا بدر کے روز کفر کی حالت میں مارا جانا 254
حضرت عامر بن عبد الاسودؓ 264
حضرت عامر بن فہیرہؓ 27، 43، 56، 59، 61، 408
حضرت عائذ بن عمروؓ 436
حضرت عائشہؓ
4، 5، 6، 10، 13، 30، 43، 47، 58، 80، 86، 95، 96، 107، 108، 121، 122، 123، 180، 361، 362، 360 تا 366، 380، 384، 386، 409، 411، 414
_حضرت عائشہؓ کی کنیت، ام عبد اللہ 363
_حضرت عائشہؓ لوگوں میں سب سے زیادہ آپؐ کو پیاری تھیں اور مردوں میں اس کے باپ...... 394، 435
_حضرت عائشہؓ پر افک کے اتہام کی تفصیل 91، 412
_حضرت عائشہؓ قرآن حفظ کرنے والوں میں سے تھیں 436
_حضرت عائشہؓ کا اپنے والد کی خلافت کے آغاز میں ابتلاؤں کا تذکرہ کرنا 137، 140، 179، 234، 456
_حضرت عائشہؓ کا ام زمل کو آزاد کرنا اور اس کا مرتد ہو جانا 198
_حضرت عائشہؓ کا آپؐ سے تیز تیز بولنا اور ابو بکرؓ کا انہیں مارنے کے لئے لپکنا اور آپؐ کا بچانا 384
_حضرت عائشہؓ کا حجرہ میں تین چاند گرنے کا خواب 406
_حضرت عائشہؓ کی حجۃ الوداع میں شرکت 119
_حضرت ابو بکرؓ کا وفات کے قریب حضرت عائشہؓ کو ہبہ کی ہوئی زمین واپس کرنے کا کہنا 381
حضرت عائشہ بنت سعد 99
حضرت عباد بن بشرؓ کی جنگِ یمامہ میں شہادت 225
عباد بن جلندی 237، 238، 240، 248
حضرت عباد بن حارثؓ کا جنگِ یمامہ میں شہید ہونا 233
عباد بن سعید 352
حضرت عباس بن عبد المطلب 77
_حضرت عباسؓ آپؐ کی وفات کے وقت پاس تھے 451

_حضرت عباسؓ کا ابوسفیان کو پناہ دینا 108
_حضرت عباسؓ کا ابوسفیان کو گھاٹی میں روکے رکھنا 110
_حضرت عباسؓ کا بیعتِ عقبہ ثانیہ کے موقع پر ہونا 38
_حضرت عباسؓ کا غزوہ حنین میں صحابہ کو پکارنا 113
عبدالاسود عجلی 299
عبدالرحمٰن، ڈاکٹر 154
عبدالرحمٰن بن ابن ابی لیلیٰ 406
حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ 79، 221، 361، 411، 421
عبدالرحمٰن بن ابی العاص 277
حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ 23، 74، 103، 115، 158، 322، 353، 358، 364، 367، 398، 407
حضرت عبدالرحمٰن بن غنمؓ 98
عبدالعزیٰ (عبداللہ ذوالبجادین کا نام) 117
عبدالعزیز دہلوی، شاہ 205، 207
حضرت عبداللہ، ابوبکرؓ کا نام 4
حضرت عبداللہؓ کا اخابث مقام پر جنگ کرنا 280
عبداللہ (ام عمارہؓ کا بیٹا جو) جنگِ یمامہ میں شریک ہوا اور اس کا مسیلمہ کے قتل میں حصہ دار ہونا 226
عبداللہ (بن زیاد بن لبیدؓ) 277
عبداللہ (عمرو بن عاصؓ کا بیٹا) 248
عبداللہ (والد علاءؓ بن حضرمی) 254
عبداللہ ابن ابی بن سلول 233
عبداللہ بن ابوبکر 252
_عبداللہ بن ابوبکرؓ کا تعارف 362، 363
_عبداللہ بن ابوبکرؓ کا غار ثور جا کر مکہ کی خبریں بتانا 56
_عبداللہ بن ابوبکرؓ کی اپنی بیوی سے محبت، ابوبکرؓ کا طلاق کا کہنا، پھر رجوع کی اجازت دینا 411
_عبداللہ بن ابوبکرؓ کی غزوہ طائف میں شمولیت 425
عبداللہ بن ابوحدرد اسلمیؓ 112
عبداللہ بن ابوعبداللہ (عمرو بن عاصؓ کی کنیت) 247
عبداللہ بن ابی بن سلول کو بادشاہ نہ بننے پر غصہ اور اس کی حضرت ابوبکرؓ اور ان کے خاندان کے بارہ میں سازش 415
_عبداللہ بن ابی بن سلول، واقعہ افک کا بانی مبانی 92
حضرت عبداللہ بن ارقمؓ کتابت کی خدمت پر مامور 367
عبداللہ بن اریقط 43
_عبداللہ بن اریقط کا حسبِ وعدہ اونٹنیاں لانا 57
_سفر ہجرت میں عمومی راستے سے ہٹ کر آپؐ کو لے کر جانا 60
حضرت عبداللہ بن حارث بن قیسؓ کا جنگِ یمامہ میں شہید 233
حضرت عبداللہ بن حذافہؓ کا کسریٰ کی طرف خط لے کر جانا 272
حضرت عبداللہ بن حذافہؓ 262، 267
_حضرت ابوبکرؓ اور اہالیان مدینہ کو مخاطب کرتے ہوئے بے بسی پر مشتمل اشعار کہنا 259
حضرت عبداللہ بن حفص بن غانمؓ 218
حضرت عبداللہ بن حنطبؓ 396
حضرت عبداللہ بن رواحہؓ غزوہ بدر الموعد کے موقع پر مدینہ کے امیر مقرر ہوئے 90
_حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی جنگ موتہ میں شہادت 144
حضرت عبداللہ بن زبیر ہجرت کے بعد پہلا پیدا ہونے والا بچہ 363
حضرت عبداللہ بن زمعہؓ 410
حضرت عبداللہ بن سائبؓ حافظ قرآن تھے 436
حضرت عبداللہ بن شفیق 435
حضرت عبداللہ بن عباسؓ 8، 41، 69، 76، 77، 123، 212، 272، 385، 404، 433، 436، 451
حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول 90
_جنگِ یمامہ میں شہید ہونا 233
حضرت عبداللہ بن عثمان (ابوبکرؓ کا نام) 15
حضرت عبداللہ بن عمرؓ
10، 87، 111، 124، 136، 220، 223، 228، 334، 379، 384، 396، 435، 436
عبداللہ بن عمرو بن عوف مزنیؓ 87
عبداللہ بن عوف عبدی کے ابوبکرؓ اور اہالیان مدینہ کو مخاطب کرتے ہوئے بے بسی پر مشتمل اشعار کہنا 258
عبداللہ بن قرطؓ 337
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ 15، 33، 75، 116، 117، 158، 162، 168، 367، 419، 436
عبداللہ بن مطاع 245، 330

حضرت عبداللہ بن مقرن 161،159

حضرت عبداللہ بن وہبؓ 286،233،226

حضرت عبداللہ ذوالبجادین بجلیؓ 117

عبد یغوث بن ہبیرہ 275

عبید بن سباق 374

عبید 202

عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ 272،212،211،73

عبیدہ بن سعدؓ 281

عتاب بن اسیدؓ 316،277،269،153

عتبہ بن ربیعہ 41،3

حضرت عتبہ بن غزوانؓ کے ہاتھوں ابلہ کی فتح 295

حضرت عتیبہ بن نہاسؓ 263

حضرت عثمان بن عفانؓ 311،115،103،74،73
435،385،377،367،364،363،361،358

_قبول اسلام 23

_جنت کی بشارت 407،398،397

_قرآن حفظ کرنے والوں میں سے تھے 436

_اسلام میں سچے امین تھے 458

_آپؓ کا بادشاہ بن جانا 442

_اپنی زندگی خدا کی راہ میں وقف کی ہوئی تھی 456

_آپؓ نے وہ مصیبتیں نہ دیکھیں جو ابو بکرؓ نے دیکھیں 459

_نیکوکار اور مومن اور آپؓ کی فوج کا ہر اول دستہ تھے 446

حضرت عثمان بن ابو العاصؓ 269

حضرت عثمان بن عامر، ابو بکرؓ کا نام 1

حضرت عدی بن حاتمؓ 296،290،227،193،191،190

عدی بن عدی 305

حضرت عرفجہ بن خزیمہؓ کا تعارف 238

حضرت عرفجہ بن ہرثمہؓ 239تا237،215،191

عروہ 386،202،86

عروہ (خالدؓ کا ان کے نام خط) 315

عروہ بن جعد 314

حضرت عروہ بن زبیرؓ 123

حضرت عروہ بن مسعود 102،101،100

عرین 202

حضرت عفیف بن منذرؓ 263

عقاد 208

عقبہ بن ابی معیط 310،25،24،16

عقبہ بن حارث 385

حضرت عقبہ بن وہبؓ 84

عقہ 316،315

حضرت عقیل بن ابو طالبؓ 400،11

عکاشہ بن ثور کی حضر موت میں باغیوں کے خلاف کارروائی269

حضرت عکاشہ بن محصنؓ کی شہادت 197،192

حضرت عکرمہ بن ابو جہل
325،282،280،246تا240،182،181

_ابو بکرؓ سے ڈانٹ کھانا 239،238،215

حضرت علاء بن حضرمیؓ کا تعارف 267،263،254

_بحرین میں کارروائی 371،288،182

_باغیوں کے خلاف مہم 254

_آپؓ کے معجزات 265،263،262،260،255

حضرت علیؓ 180،158،50،46،38،36،26،24
440،385،376،367،،364363،322،249

_سب سے پہلے ایمان لانا 407،406،21

_آپؓ کو عطا کردہ چودہ نجیب ساتھیوں میں سے تھے419

_اپنی زندگی خدا کی راہ میں وقف کی ہوئی تھی 456

_وہ مصیبتیں نہ دیکھیں جو ابو بکرؓ نے دیکھیں 459

_چند لوگوں کے ہمراہ ہجرت کے وقت مکہ رہنا 40

_ہجرت کی رات حضورؐ کے بستر پر لیٹنا 44

_آپؓ کی مؤاخات 73

_آپؓ کے سپرد غزوہ بدر الموعد کے موقع پر جھنڈا ہوا90

_آپؓ اور غزوہ اُحد 386،86،83،82

_آپؓ کو غزوہ حمراء الاسد کے روز جھنڈا دیا جانا 87

_آپؓ کو قریش کے لشکر کے پیچھے بھجوایا جانا 386

_آپؓ اور بنو نضیر 88

_آپؓ اور واقعہ افک 93

_آپؓ کا سورۃ توبہ کی ابتدائی آیات کا حج کے موقع پر اعلان کرنا، تفصیل 413،118

_آپؓ کے ہاتھوں خیبر میں قلعہ قموص کی فتح ہوئی 105
آپؓ کی غزوہ حنین میں ثابت قدمی 112
_آپؓ عشرہ مبشرہ میں سے تھے 398
_آپؓ قرآن حفظ کرنے والوں میں سے تھے 436
_آپؓ کی وفات کے وقت پاس تھے 451
_آپؓ کی تجہیز و تکفین میں مصروف ہونا 128
_آپؓ کا حضرت ابو بکرؓ کی بہادری کا تذکرہ 25، 76، 425
_آپؓ کا ابو بکرؓ کی بیعت کرنا، تفصیلات 134
آپؓ کا بادشاہ بن جانا 442
علی محمد صلابی 184، 188، 208
حضرت عمار بن یاسرؓ 29، 91، 224، 406، 419
حضرت عمر بن خطابؓ 3، 13، 23، 69، 76، 89، 108، 117، 197، 228، 232، 251، 277، 294، 303، 312، 379، 390، 392، 402، 408، 419، 423، 436
_حضرت عمرؓ کے متعلق آپؓ کی رؤیا 136، 412
_جنت کی بشارت 397، 398
_حضرت عمرؓ اور حضرت ابو بکرؓ کی مؤاخات 73
_حضرت عمرؓ اور غزوہ بدر الموعد 89
_آپؓ کا غزوہ حمراء الاسد کے موقع پر مشورہ کرنا 87
_اسیران بدر کے متعلق رائے 80
_حضرت عمرؓ اور غزوہ اُحد 82، 83، 85
_حضرت عمرؓ اور بنو نضیر کے دو مقتولوں کی دیت 88
_حضرت حفصہؓ کی شادی حضرت عثمانؓ، حضرت ابو بکرؓ سے کروانے کا ارادہ 385
_حضرت عمرؓ کا خندق کھودنا 97
_حضرت عمرؓ اور صلح حدیبیہ 100، 103، 387
_حضرت عمرؓ کے پاس مدینہ آ کر ابو سفیان کا معاہدہ کی تجدید کے لئے ملنا اور ناکام ہونا 106
_حضرت عمرؓ کو غزوہ خیبر کے دوران کتیبہ کے قلعوں کی طرف بھیجا گیا 105
_حضرت عمرؓ کا مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت اینٹ رکھنا 73
_حضرت عمرؓ کا مر الظہران میں پہرہ دینا 108
_حضرت عمرؓ کی غزوہ حنین میں ثابت قدمی 112
_گھر کا آدھا غزوہ تبوک کے موقع پر لائے 115، 433
_نماز پڑھانے پر آپؓ کی ناراضگی 121، 410
_حضرت عمرؓ کی آپؓ کی وفات کے وقت حالتِ غیر 123، 124، 126، 456
_آپؓ کی وفات کے بعد ام ایمنؓ سے ملنا اور اُن کا رونا 386
_حضرت عمرؓ اور واقعہ سقیفہ بنو ساعدہ 128، 429
_حضرت عمرؓ اور لشکر اسامہ 145، 147، 149
_حضرت ابو بکرؓ کے دور میں مشاورت اور کردار 154، 163، 316، 322، 366، 367، 392
_حضرت ابو بکرؓ کی بیماری میں نمازیں پڑھانا 360
_حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت عمرؓ 203، 205
_حضرت عمرؓ کا عمال کے محاسبہ کا طریق 372
_اپنے بھائی زید بن نفیلؓ کی شہادت پر غم 220
_جنگِ یمامہ کے بعد جمع قرآن کی طرف توجہ دلانا 374
_حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں دارین کی جنگ ہوئی یا حضرت عمرؓ کے دور میں، مؤرخین کا اختلاف ہے 264
_حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں معرکۂ اجنادین ہوا یا عمرؓ کے دور میں؟ اس کی بابت روایات 346
_حضرت عمرؓ کے عہد میں دمشق کی فتح ہوئی یا ابو بکرؓ کے عہد میں؟ اس بارہ میں روایات 358
_حضرت ابو بکرؓ کا وفات کے وقت حضرت عمرؓ کی خلافت کی بابت مشورہ 358
_حضرت ابو بکرؓ کی وفات پر ان کے بارہ میں رائے 137، 366
_حضرت عمرؓ کا حضرت ابو بکرؓ کی قبر میں اترنا 361
_حضرت علیؓ کا حضرت عمرؓ کو خراج تحسین پیش کرنا 385
_حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کا حضرت سعدؓ کی وفات کے وقت رونا 99
_کسریٰ کے کنگن کی پیشگوئی آپؓ کے ذریعہ پوری ہوئی 62
_حضرت عمرؓ کے مناقب کا تذکرہ 98، 156، 306، 364، 394 تا 396، 408، 421، 435، 440، 442، 448، 459
_نیکوکار اور مومن اور آپؓ کی فوج کا ہر اول دستہ تھے 446
_کارواں کے امیر، ان کی خلافت میں ہونے والی ترقیات 449
_اسلام میں سچے امین تھے 458

_اکابر صحابہ میں سے تھے، ادائیگی حق میں کوتاہی نہ کی 448
_مستشرقین کا ابو بکرؓ و عمرؓ کی تعریف میں مبالغہ کرنا حالانکہ وہ دونوں آپؐ کے وفادار، کامل متبع تھے 438
حضرت عمرو بن حزمؓ کو اسود کا نجران سے نکالنا 274
_حضرت عمرو بن حزمؓ کے خلاف بغاوت 286
عمرو بن حضرمی پہلا مشرک جس کو کسی مسلمان نے قتل کیا 254
حضرت عمرو بن سعیدؓ کی حبشہ کی طرف ہجرت 250
حضرت عمرو بن عاصؓ 181، 196، 226، 237، 238، 246، 331، 336، 341، 342، 346، 371، 394
حضرت عمرو بن عاصؓ کا تعارف 247
_آپؓ کی سرکردگی لشکر شام کی روانگی 333
_آپؓ کی باغیوں کے خلاف مہم 247
_آپؐ کا آپؓ کے گھرانہ کو بہترین گھرانہ قرار دینا 248
عمرو بن عبدالمسیح 305
عمرو بن عدی 305
عمرو بن عوف 69
عمرو بن معدی کرب کا تعارف 274
_یمن میں گرفتاری اور ابو بکرؓ کے سامنے لایا جانا 278
_اسود عنسی کی باقی ماندہ جماعت کی قیادت قیس بن مکشوح اور عمرو بن معدی کرب کر رہے تھے 463
عنسی (دیکھئے اسود عنسی)
حضرت عویم بن ساعدہؓ 128
عویم بن کاہل اسلمی 313
عیاذ (عباد بن جلندی کا نام) 238
حضرت عیاض بن غنمؓ 315، 317
_آپؓ شمالی عراق کی طرف بھجوائے گئے 308
_آپؓ کو دومۃ الجندل جانے کا حکم 289
_آپؓ کو دومۃ الجندل میں بہت زیادہ مزاحمت کا سامنا 312
_آپؓ کی سست روی سے حضرت ابو بکرؓ کا تنگ آنا 311
عیاض، قاضی 154
عیسیٰ علیہ السلام (نیز دیکھئے 'مسیح ابن مریم')
_عیسیٰؑ کا اپنی رفات کے لئے دھوما کو اختیار کرنا 54
_ابو بکرؓ کا عیسیٰؑ کی وفات کے حوالہ سے امت پر بہت بڑا احسان، صحابہ کا اجماع 127
عینی (دیکھئے بدر الدین عینی)
عیہلہ بن کعب بن عف عنسی (اسود عنسی کا نام) 271
عیینہ بن حصن کا تعارف 190
عیینہ بن حصن کو بطور اسیر مدینہ بھجوایا جانا اور ابو بکرؓ کا اس کی جان بخشی کرنا 196
_عیینہ کا طلیحہ کی جنگ میں مدد کرنا، اور اپنی قوم بنو فزارہ کو لے کر پھر الگ ہو جانا، اس کی تفصیل 193، 194
_غرور 259
حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام 36، 47، 54، 55، 56، 79، 143، 383، 384، 437
_حضرت ابو بکرؓ کی انکساری، مسکینی، عفو و درگزر کا ذکر 418
_حضرت ابو بکرؓ کے بڑھیا کو حلوہ کھلانے کا تذکرہ 424
_حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کا وقت خوف اور مصائب کا تھا 234
_حضرت ابو بکرؓ کے دور میں جمع قرآن کا ذکر 378
_حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ کے ارتداد و بغاوت کا ذکر 168
_حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں ارتداد کو بغاوت قرار دینا 178
_حضرت ابو بکرؓ کے فہم قرآن اور مسجد کی کھڑکی 402، 403
_گھر کا سارا مال لانے والے واقعہ کا ذکر 434
_حضرت ابو بکرؓ کی یوشع بن نون کے ساتھ مشابہتیں 139
_ارتداد کی سزا قتل کے عقیدہ کی نفی 175
_آپؑ کی تحریرات کی روشنی میں حضرت ابو بکرؓ کے اخلاقِ فاضلہ کا تذکرہ 445تا463
_آپؑ نے ابو بکرؓ کو آدم ثانی کا لقب دیا 8
_آنحضرتؐ اور ابو بکرؓ پر مظالم کا ذکر 26
_آنحضرتؐ کے ابو بکرؓ کو صدیق کہنے میں حکمت 6
_آنحضرتؐ کی اجتہادی غلطی کا ذکر 39
_آنحضرتؐ کے فرمان 'اگر میں خلیل بناتا تو ابو بکرؓ کو بناتا' کی حضرت اقدسؑ کے الفاظ میں تشریح 9
_باغیوں کے خلاف ابو بکرؓ کے خط کا ذکر 184
_ثانی اثنین کی تشریح 7
_حضرت علیؓ کے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کا ذکر فرمانا 135
_لشکر اسامہ کے بھجوائے جانے کی تفصیلات کا بیان 148

_وعیدی پیشگوئی توبہ، استغفار، دعا، صدقہ سے ٹل جاتی ہے96
_وفات مسیح کے حوالہ سے صحابہ کا اجماع اور امت پر ابو بکرؓ کے احسان کا تذکرہ 127
_ابو بکری فطرت کی وضاحت فرمانا 20
_صحابہؓ کی مالی قربانیوں کا تذکرہ 116
_حضرت علیؓ کے ہجرت کے وقت آپؐ کے بستر پر لیٹنے کا ذکر45

ف،ق،ک

فاطمہ بنت ربیعہ (ام قرفہ کا نام) 197
فجاءہ کا ارتداد اختیار کرنا، مسافروں کو لوٹنا، طریفہ کو اس کی طرف بھیجنا اور اس کا آگ میں جلایا جانا 253،254
فحل الاکبر (ابو بکرؓ کی کنیت) 191
فرعون کی آل میں سے ایک شخص کا ذکر 26
_موسیٰؑ کا سمندر پار کرنا اور فرعون کا غرق ہونا 266
حضرت فضل بن عباسؓ کی غزوہ حنین میں ثابت قدمی112
فیروز 275
_فیروز کا وفاداری کی اطلاع ابو بکرؓ کو دینا 277
قارن کا ہرمز کی مدد کے لئے آنا 296
قباذ 293،296
حضرت قتادہ بن نعمانؓ 75
_قتادہ بن نعمانؓ لشکر اسامہ میں شامل تھے 145
قتیلہ بنت عبد العزیٰ 362
قرطبی (دیکھئے ابو عبد اللہ قرطبی)
قرطبی، علامہ 28
قرفہ 197
قرہ بن ہبیرہ کو بطور اسیر مدینہ بھجوایا جانا اور ابو بکرؓ کا اس کی جان بخشی کرنا 195
قسطلانی، علامہ 74
قصی بن کلاب 41
قعقاع بن عمرو تمیمیؓ 308،314،315،316
_قعقاع بن عمروؓ کا ہرمز کے دفاعی دستہ پر حملہ 293
_قعقاع بن عمروؓ کو بطور کمک عراق بھجوایا جانا 290
قیس بن عاصم 264
_قیس بن عاصم کا ابجر کو لہولہان کرنا 263
_قیس بن عاصمؓ کا اپنے قبیلہ کے ساتھ علاءؓ سے جاملنا260
_خالدؓ کے بنو حنیفہ کو زیر کرنے پر قیس بن عاصم کا سر تسلیم خم کرنا اور اپنے قبیلہ بنو تمیم سے زکوٰۃ اکٹھی کرنا 260
قیس بن عبد یغوث اور اسود میں رنجش 275
_قیس بن عبد یغوث کی یمن میں بغاوت 276
_داذویہ کے قتل کی سازش کا الزام 278
قیس بن مکشوح 181،270
_قیس بن مکشوح کی یمن میں گرفتاری اور ابو بکرؓ کے سامنے لایا جانا 278
_اسود عنسی کی باقی ماندہ جماعت کی قیادت قیس بن مکشوح اور عمرو بن معدی کرب کر رہے تھے 463
قیس بن ہبیرہ کے متعلق ابو بکرؓ کی وصیت 332
قیصر 54،443
قیقار بن نسوط کی 60ہزار کی فوج کے ساتھ چڑھائی335
کسریٰ 37،255،270،272،443
_کسریٰ کے خزانوں کا مسلمانوں کو ملنا اور سراقہ کو کنگن پہنائے جانا 62تا64
حضرت مثنیٰ بن حارثہ کا کسریٰ کی کمر توڑنا 38
منذر بن نعمان کو کسریٰ کا بحرین کا بادشاہ بنانا 256
کعب (راوی) 14
کعب بن سعد بن تیم بن مرہ 15
کعب بن عجرہ کی جنگِ یمامہ میں بہادری 227
کعب بن عمرو مازنیؓ 99
کعب بن مالکؓ 9
کلبی 203
کلثوم بن الہدمؓ 69

ل،م،ن،و،ہ،ی

لبینہ بنت حباب 249
لقمان (نعمان بن جون کا بیٹا) کا وفد کے ہمراہ آپؐ کی خدمت میں آنا، ہمشیرہ کی شادی کی درخواست کرنا...243
حضرت لقمان 262
لقیط بن مالک ازدی کی عمان میں بغاوت 238

_ لقیط بن مالک کا مسلمان لشکر سے مقابلہ 239، 240

لیلیٰ ام تمیم 236

لیلیٰ بنت سنان مہنال 207

لیلیٰ بنت صخر، ابو بکرؓ کی والدہ کا نام 1

لینن 442

حضرت مالک بن اوسؓ کا جنگِ یمامہ میں شہید ہونا 233

_ جنگِ یمامہ میں پہلے مسلمان شہید 223

مالک بن عوف نصری 112

مالک بن قیس 299

مالک بن نویرہ 181، 203، 205، 217، 220، 236

_ آپؐ کی وفات کی خبر سن کر مالک بن نویرہ کے قبیلہ کی عورتوں کا مہندی لگانا، ڈھول بجانا اور خوشی کا اظہار کرنا 199

مالنکوف 442

ماوردی، علامہ 208

متمم بن نویرہ 220

_ متمم بن نویرہ کا ابو بکرؓ کے پاس اپنے بھائی کے قصاص کا مطالبہ اور قیدیوں کی رہائی کے لئے آنا 204

حضرت مثنیٰ بن حارثہؓ

37، 38، 288، 290، 295، 304، 306

_ مثنیٰ بن حارثہؓ کا بحرین میں ارتداد کی آگ بجھانے میں بڑا کردار تھا 264

مجاعہ بن مراوہ 216، 218، 223، 229، 230، 235، 236

محکم (بنو حنیفہ کا سردار) 221

محکم بن طفیل 228

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

_ آنحضرتؐ کا اجیاد مقام پر بکریاں چرانا 249

_ آنحضرتؐ کی معاہدہ حلف الفضول میں شرکت 12

_ یمن میں ایک شخص کا کہنا کہ ایک نبی دعویٰ کرے گا... 15

_ حضرت ابو بکرؓ کی آنحضرتؐ سے دعویٰ سے قبل دوستی 12

_ آنحضرتؐ کا دعویٰ اور حضرت ابو بکرؓ کا فوراً ماننا... 14

_ آنحضرتؐ کا دعویٰ نبوت اور قریش کے سرداروں کا حضرت ابو بکرؓ کے پاس آنا 16

_ آنحضرتؐ پر مردوں، بچوں اور عورتوں میں سب سے پہلے کون ایمان لایا؟ اس پر نوٹ 21

_ آنحضرتؐ سے عقبہ بن ابی معیط کا بدترین سلوک اور حضرت ابو بکر کی جانثاری 24، 25

_ آنحضرتؐ کے ارشاد پر مسلمانوں کی حبشہ کی طرف ہجرت 30

_ آنحضرتؐ اور شعبِ ابی طالب 32

_ آنحضرتؐ کی چار پیشگوئیاں جو بڑی شان سے پوری ہوئیں 33

_ آنحضرتؐ کا مختلف قبائل میں تبلیغ کے لئے جانا 36

_ آنحضرتؐ اور بیعت عقبہ ثانیہ 38

_ آپؐ کے اسراء کی طرف ہجرت کا سفر بھی اپنی مرضی سے نہ تھا 427

_ آپؐ کے قتل کا مشورہ اور قریش کا دارالندوہ میں اجتماع 40

_ آپؐ کے سفر ہجرت کی تفصیلات 38تا69

_ آنحضرتؐ کا قبا 14 روز کا قیام اور مسجد کی بنیاد رکھنا 67، 69

_ آپؐ کی مدینہ آمد، رہائش، پہلا جمعہ، مسجد نبوی کی تعمیر 70تا73

_ آنحضرتؐ کا زیدؓ کو اہل کو مکہ سے لانے کے لئے بھجوانا 72

_ آپؐ کا سو صحابہ کے درمیان مؤاخات کرانا 74

_ آنحضرتؐ اور غزوہ بدر 74

_ آنحضرتؐ اور غزوہ احد 81

_ آنحضرتؐ اور غزوہ حمراء الاسد 87

_ آنحضرتؐ اور غزوہ بنو نضیر 88

_ آنحضرتؐ اور غزوہ بدر الموعد 89

_ آنحضرتؐ اور غزوہ بنو مصطلق اور واقعہ افک 91

_ آنحضرتؐ اور غزوہ احزاب 97

_ آنحضرتؐ اور غزوہ بنو قریظہ 98

_ آنحضرتؐ اور صلح حدیبیہ 100، 173

_ آنحضرتؐ اور غزوہ خیبر 104

_ غزوہ خیبر سے واپسی پر مسجد نبوی کی توسیع 73

_ آنحضرتؐ اور فتح مکہ 107

_ آپؐ کا سورۃ براءۃ کی ابتدائی آیات کے نزول پر حضرت علیؓ کو حضرت ابو بکرؓ کے پیچھے مکہ روانہ کرنا 118، 419

_ آنحضرتؐ کے حجۃ الوداع کی تفصیلات 119

_ لشکر اسامہ کی روانگی کی تفصیلات 144

_ آپؐ کا مرض الموت میں اپنے سے کسی چیز کو ہٹانا جو

دراصل دنیا تھی... 394
_آنحضرتؐ کا آخری بیماری میں صحابہ کو نماز پڑھتے دیکھ کر تبسم فرمانا 410،122
_آپؐ کی آخری بیماری اور ابو بکرؓ 121، 395، 409، 433
_آپؐ کا فرمانا اللہ نے اپنے بندے کو اختیار دیا... 401
_آنحضرتؐ کی وفات، ابو بکرؓ کا بوسہ، اجماع صحابہ... 4، 123
_آپؐ کی وفات، ابو بکرؓ کا بوسہ دینا، آپؐ کی تدفین 451، 450
_آپؐ کی وفات پر ابو بکرؓ کے اشعار 401
_آنحضرتؐ کی آخری بیماری اور ابو بکرؓ کا نمازیں پڑھانا 121
_آپؐ کی وفات پر ارتداد اور صرف دو مسجدوں کا ہونا 458
_آپؐ کی وفات کے بعد ارتداد، تفصیلات
127، 153، 172، 177، 199، 269، 281
_آنحضرتؐ کی وفات پر صرف تین جگہ باجماعت نماز ہوتی
163، 164، 166
_آپؐ کی وفات کے بعد ابو بکرؓ کی خلافت پر مسلمانوں کا اتفاق، سقیفہ بنو ساعدہ کی تفصیلات 127
_آنحضرت کی وفات کا ابو بکرؓ کو غم 142
_آنحضرتؐ کے تبلیغی خطوط 210
_آپؐ کا حاکم بحرین کی طرف خط 254
_آپؐ کا کسریٰ کی طرف خط 272
_مسیلمہ کا مدینہ آنا اور آپؐ سے ملاقات کرنا، تفصیلات 210
_آپؐ کی وفات کے بعد مسیلمہ کے ارتداد کی تفصیل 213
_آپؐ کے سفیر کو مسیلمہ کا قتل کرنا 214
_آنحضرتؐ کی نظر میں ابو بکرؓ کا مقام و مرتبہ 6، 9، 136
380، 383، 394 تا 397، 411، 417

متفرق

_آنحضرتؐ کے دعویٰ کے وقت ابو بکرؓ کے پاس آ کر لوگوں کا کہنا کہ یہ شخص دیوانہ ہو گیا ہے...... 17
_آنحضرتؐ نے محض نبوت کے دعویٰ پر کسی کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی 285
_آپؐ کی جویریہ بنت حارثؓ سے شادی 208
_آپؐ کا اسماء کی والدہ کو مدینہ گھر آنے اور ان کا ہدیہ قبول کرنے کا ارشاد 362
_آپؐ کا اکیدر پر احسان کرتے ہوئے اسے چھوڑنا اور اس کا بدعہدی کرتے ہوئے بغاوت کرنا 313
_آنحضرتؐ کا وحشی سے فرمانا کہ کیا ممکن ہے کہ تم میرے سامنے نہ آؤ؟ اس کی تشریح 223
_آنحضرتؐ کی دو جھوٹے مدعیان نبوت کے بارہ میں رؤیا اور ان کی تاویل 212، 271
_آنحضرتؐ کی بعثت کی بابت ابو بکرؓ کے خواب 14، 15
_آپؐ کے خواب اور ابو بکرؓ کا ان کی تعبیر کرنا 405
_آپؐ سب سے بڑے معبر تھے 404
_آپؐ کا گورنر مقرر کرنے کا طریق 370
_آپؐ کا یمن کو سات حصوں میں تقسیم فرمانا 268
_آپؐ کو عطا فرمودہ چودہ نجیب ساتھی 419
_آپؐ کے زمانہ کے حفاظ صحابہؓ 436
_آپؐ نے اسامہ کے جھنڈے کی گرہ لگائی، وہ ابو بکرؓ نے نہ کھولی، بعد میں وہ اسامہؓ کے گھر میں رہا 151
_آنحضرتؐ کی اسماءؓ کو جنت کی خوشخبری 47، 58
_آپؐ نے پچاس کے قریب صحابہؓ کو جنت کی خوشخبری دی 398
_آپؐ کے عزم، توکل کی دلیل، غارِ ثور کا واقعہ 439
_آنحضرتؐ کا جنگوں کے دوران شادی کرنا 208
_آپؐ جنگ میں فتح کے بعد کھانا فوج میں تقسیم کر دیتے 303
_آنحضرتؐ کی رومیوں کے فارس پر غلبہ کی پیشگوئی 33
_آنحضرتؐ کی قتل کی سازش ام قرفہ کی جانب سے 198
_آنحضرتؐ کی نوفل بن عدویہ کے شر سے بچنے کی دعا 24
محمد بن ابو بکرؓ کا تعارف 362، 363
_حجۃ الوداع کے سفر میں محمد بن ابو بکر کی پیدائش 120
محمد بن حسین ہیکل 10
محمد بن سیرین 11، 311، 380، 404، 435
حضرت محمد بن مسلمہؓ کا بنو نضیر کو مدینہ سے نکلنے کا کہنا 88
_آپؓ کے سپرد خیبر میں ایک قلعہ کو فتح کرنے کی ذمہ داری ہوئی 105
محمد بن موسیٰ خوارزمی 57
محمد حسین ہیکل 46
محمود بن لبید 230

مرزبانہ، شہر بن باذان کی بیوی جس سے اسود نے شادی کی 275
مروان کا صحیفہ صدیقی کو ضائع کرنا 379
مستورد بن شدادؓ 372
حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
_ حضرت ابو بکرؓ نے یزیدؓ کو جو نصائح لشکر کی روانگی کے وقت کیں ان میں ہر لیڈر، عہدیدار کے لئے مکمل لائحہ عمل ہے 329
_ حضرت اسماءؓ کا غارِ ثور روزانہ کھانا لانا اور اس پر حضور انور کی رائے 56
_ پاکستان میں احمدیوں پر نماز اور قرآن پڑھنے پر سخت سزا کا ذکر فرمانا 32
_ حضرت خالدؓ پر وحشت و بربریت کے الزام کی نفی 309
_ حضرت خالدؓ کی ایک جنگ میں دعا اور قیدیوں کے قتل میں مبالغہ کی بابت وضاحت 301
_ خلافت کی برکت ہے کہ شریعت کو قائم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، خلیفہ وقت پوری کوشش کرتا ہے 163
_ حضرت علاءؓ کے اونٹوں پر سمندر عبور کرنے کے بارہ میں رائے 266، 267
_ مستشرقین کا ابو بکرؓ و عمرؓ کی تعریف میں مبالغہ کرنا حالانکہ وہ دونوں آپؐ کے وفادار، کامل متبع تھے 438
_ ہجرت کے لئے حضورؐ کب نکلے، ان پر محاکمہ 47
_ ہم میں حقیقی ایمان ہو گا تو دنیا میں حقیقی اسلام کا پیغام پہنچا سکیں گے اور کامیاب ہوں گے 165
_ وادی رانوناء میں آپؐ نے جس مسجد میں جمعہ ادا کیا ہو سکتا ہے بعد میں یہ مسجد بنائی گئی ہو 70
مسروق 363
مسروق عکی 269
حضرت مسطح بن اثاثہؓ 95
مسعؓ 264
مسیح ناصریؑ (نیز دیکھئے 'عیسیٰؑ') 34
مسیلمہ بن ثمامہ 154، 161، 210، 221، 230، 241، 272
مسیلمہ کا ارتداد، نبوت کا دعویٰ اور بغاوت کرنا 177، 213، 285، 458
_ مسیلمہ کذاب کے بارہ میں آپؐ کی رؤیا 212، 272
_ مسیلمہ کذاب کی سجاح سے شادی، اس کی تفصیل 201
_ مسیلمہ کی مدینہ آمد 210، 211، 212، 285
_ مسیلمہ کے ساتھ ایک لاکھ لوگوں کا جاملنا 179، 459
_ مسیلمہ کے مقابلہ کے لئے خالدؓ کی یمامہ روانگی 209
_ مسیلمہ کے قلع قمع کے لئے بھیجی جانے والی مہم 188
_ مسیلمہ کا حبیب بن زیدؓ کو شہید کرنا 214، 233، 286
_ مسیلمہ کا میدانِ جنگ سے ایک باغ میں بھاگنا اور وہاں اس کی ہلاکت 221
_ مسیلمہ کے قتل میں حصہ دار 222
حضرت مصعب بن عمیرؓ آپؐ کو عطا کردہ چودہ نجیب ساتھیوں میں سے تھے 419
حضرت معاذ بن جبلؓ 75، 274، 276، 280، 364، 367
امیر معاویہؓ 24، 202، 327، 340
معتمر 421
معقل بن اعشیٰ 295، 296
معمر (حطم کا قاتل) 263
حضرت معن بن حاجزؓ 252
حضرت معن بن عدیؓ 128، 219، 228، 229، 233
مغرور (منذر بن نعمان کا نام) 177
مفروق بن عمرو 37
مفروق شیبانی کے مقابلہ کے لئے اسلامی فوج کا جانا 263
مقاتل 210
حضرت مقدادؓ 75، 419
مقرن بن عائذ 268
منجاب بن راشد 261
منذر بن ساویٰ 254، 256
منذر بن نعمان بن منذر 177، 256259، 260
حضرت مہاجر بن ابو امیہؓ 243، 270، 280، 282، 284
_ حضرت مہاجر بن ابو امیہؓ کو عنسی کے مقابل بھیجا جانا 181
_ ایک عورت کے دانت اکھڑوانا اور ابو بکرؓ کی سرزنش 372
_ حضرت ام سلمہؓ کا آپؐ سے اپنے بھائی حضرت مہاجرؓ کی سفارش کرنا 270
مہران بن بہرام، عین التمر کا حاکم 310

مودودی، مولانا 285
موسیٰ بن اسماعیل 421
موسیٰ بن نصیر 311
حضرت موسیٰ علیہ السلام 14، 18، 139، 140، 141
_ حضرت موسیٰؑ کا سمندر پار کرنا اور فرعون کا غرق ہونا، معجزہ کی تفصیل 266
نابغہ (شاعر) 41
نابغہ بن حرملہ 247
نادر شاہ 442
نافع 195
نپولین 266، 442
نجبہ بن ابو میثاء 253
نصیر 311
نعمان بن جون 243
نعمان بن شریک 37
نعمان بن مقرن 159، 161، 268
نعیم کو ابوسفیان کا مسلمانوں میں بے چینی پیدا کرنے کے لئے مدینہ بھیجنا اور اس کا ناکام ہونا 90
نمیری 217
نہدیہؓ کو ابو بکرؓ نے آزاد کروایا 27، 28، 408
نوار (طلیحہ کی بیوی) 194
حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاولؓ
_ حضرت ابو بکرؓ کی قربانی اور خلافت عطا ہونے کا ذکر 136
_ آپؓ کی زندگی میں پیغامیوں کا حضرت مصلح موعودؓ پر اعتراض کرنا 413
_ خلافت کیسری کی دکان کا سوڈا واٹر نہیں 417
نوفل بن حارث، آپؐ کے چچازاد 112
نوفل بن عدویہ 24
نووی 4
ہاشم بن عتبہ کا شام میں حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس جا ملنا اور حضرت ابو بکرؓ کی انہیں نصائح 337، 338
ہانی بن قبیصہ 37
ہبیرہ بن عبد یغوث 275
ہذیل بن عمران 315
ہذیل کا بھاگنا 316
ہرثمہ 238
ہرقل 288، 334، 335، 337، 342، 347، 352، 356
ہرمز 289، 292 تا 296
ہلال بن عقبہ 316
حضرت ہودؑ کا وادی عسفان میں تلبیہ کرتے گزرنا 120
واقدی 105
وبر بن یحنس 275
وبرہ بن یحنس 275
وحشی کا اپنا اُحد والا واقعہ تفصیل سے سنانا 222
_ وحشی کے بقول جنگِ یمامہ میں تین مرتبہ مسلمانوں کے قدم اکھڑے 224
_ آنحضرتؐ کا وحشی سے فرمانا کہ کیا ممکن ہے کہ تم میرے سامنے نہ آؤ؟ اس کی تشریح 223
ودیعہ، کلب کا سردار 313
وردان 344، 345، 351، 352
وکیع (بنو تمیم کا سردار) 200، 201
حضرت شاہ ولی اللہ 33
ولید بن عقبہ 311، 312، 325، 371
ولیم میور، سر 23، 439
یزید (بن امیر معاویہ) 443، 444
یزید بن ابوسفیان 327، 335، 336، 340 تا 342، 369
حضرت یزید بن ثابتؓ کا جنگِ یمامہ میں شہید ہونا 233
حضرت یزید بن قیسؓ کا جنگِ یمامہ میں شہید ہونا 233
یشوع بن نون (دیکھئے یوشع بن نون)
حضرت یوسف علیہ السلام 9، 33، 95، 121، 409
یوشع بن نون کے ساتھ ابو بکرؓ کی مشابہتیں 139
Andre Servier 437
H. G. Wells 438
J. J. Saunders 438
Sir William Muir 439
Sprenger 23
T. W. Arnold 439
Thomas walker Arnold 152

مقامات

ابرق 285،161،157
ابلّہ 295،294،289
ابنیٰ 153،151،145
ابین 281،242
اجاء 193،191
اجنادین 335، 341، 342، 343، 346، 347، 348،351،352،355
اجیاد 249
احد(پہاڑ) 397
احد 87،86
الاحساء 254
احمر(بحیرہ) 266
اخابث......طریق الاخابث 280
اردن 144،44
ارک 193
اعلاب 280،269
افریقہ 175
افریقہ(شمالی) 311،152
الّیس 319،303،299
امارت 288،254
امریکہ 463،274
امغیشیا 319،304،303
انبار 319،314،311،310،308،309،299
انطاکیہ 336،335
اوطاس 112
ایران 35، 63، 64، 152،175،256،257،260،272،273،287،288، 292،297،298،307،318،319،441
ایشیا 103
ایشیائی ساحل 35
باب توما 356
بابِ شرقی 347
بحرِ ہند 215
بحرین 38، 235، 237، 239، 254، 255، 256، 257، 258، 259، 260، 264،288،289،291،371،393
بحیرۂ عرب 237
بدر 74،75،77،78،89،90،91،386
بدرالصفراء 89
برک الغماد 75،30
بزاخہ 161، 188، 190، 191،192،193،196،198،209،225
بشر 316،315
بصرہ 255، 260، 290تا293، 295،297،298،311،316
بصریٰ 198،331،341،342،343،351
بطاح 181،188،190،199،202،205،216
بغداد 314،308
بلقاء 145،153،331،332،335
بنواسد 161،181،188،199
بنوکلب 194
بنویربوع 200
بنی اسد 285
بیت العتیق 121
بیت اللہ 100،101،102،118،120،387،420
بیت المقدس 5،6،427
بئر اریس 396
پاکستان 32
تبوک 115،117،145،331،419
تیماء 251،324،325
تہامہ 182،268،269
ثنی 316

ثنیۃ العقاب 341
جابیہ 332، 335
جابیہ (بابِ) 47
جار 89
جبلِ ثور 53
جرف 145، 146، 147، 149
جُذام 248
الجزیرۃ 317
الجیریا 437
جزیرۃ العرب 177، 182، 183، 192، 199، 200، 314
جزیرہ 202، 316
جعرانہ 62، 114
جحفہ 59، 81
جواثیٰ/جواثا 258، 259
جیروت 241
چین 174، 175
حبشہ 30، 245، 250، 362، 407
حجاز 114، 352
حجاز (صحرا) 106
حدیبیہ 114، 173
حدیقۃ الموت 221
حدیقۃ الرحمٰن 221
حرا (پہاڑ) 398
حرۃ الوبرہ 67
حرم 15
حرّہ 67
حرہ واقم اس کو حرہ بنو قریظہ بھی کہتے ہیں 67
حصید 314، 315
حضرموت 181، 215، 240، 242، 243، 245، 254، 270، 274، 275، 277، 280، 281، 282، 284، 371، 373
حفیر 290، 292، 293، 298
حمراء الاسد 88
حمص 331، 334، 335، 342، 347، 350، 351، 357
حمقتین 181، 249
حنین 62، 111، 112
حوران 315
حوشیہ 194
حیرہ 255، 256، 289، 297، 298، 299، 303، 304، 305، 306، 307، 308، 311، 314، 315، 317، 318، 319، 373، 374
حیفاء 335
خُط 235
خلیج فارس 237، 240، 254، 264، 266، 288، 294، 297
خنافس 314، 315
خورنق 304
خیبر 97، 104، 105، 106، 190، 191
دارِارقم 2، 3، 362
دارالندوہ 12، 40، 41
داروم 145
روم 441، 459
دارین 254، 263، 264، 265، 266، 267، 288
دبا 181، 237، 239، 240، 241
دجلہ 298، 307
دجلہ (دریا) 288
دریائے عتیق 304
دریائے فرات 256، 288، 293، 304، 317، 318، 319
دمشق 145، 312، 315، 325 تا 327، 331، 334، 341 تا 343، 347، 348، 351 تا 353، 355 تا 358
دومۃ الجندل 289، 311، 312، 313، 314، 317، 319
دھنا 260، 262، 265
ذروہ 190
ذفران 74، 75
ذواحسیٰ 158، 161
ذوالحلیفہ 120
ذوالقصہ 157، 159، 160، 161، 180، 182، 190، 285

ذوالمروہ 326
ذی خشب 146
رابغ 65
ربذہ 158،157
رجام 240،238
رضاب 317،316
روس 174
زمیل 316
ساباط 308
سپین 311
سعودی عرب 254،210
سقیفہ بنی ساعدہ
144،134،133،132،130،129،128،127
سکاسک 270
سکاٹ لینڈ 439
سکون 281،270
سلمیٰ 193،191
سمیراء 191،189،161،157
سنح 365،362،191،123،72
سندھ 294
سواد 303
سوادِ عراق 307
سیف البحر 292
شام
،146،145،144،115،74،66،35،21،20،15،14
،249،247،245،198،194،181،166،153،152
،314،312،307،289،288،287،284،252،251
،325،324،323،322،321،320،319،317،316
،339،338،337،335،333،332،331،330،327
459،438،373،371،369،352،347،342،341،340
شعب ابی طالب 424،32
صُحار 240،239،237
صحرائے شام 310،106
صحرائے عرب 334
صرار 232
صفا(پہاڑ) 249
صفراء 74
صنعاء ،268 ،242 ،233
286،281،280،276،274،272،271،270
صہید(صحرا) 281
ضجنان 118
طائف ،161،114،111،62
373،370،363،278،273،222،194
طیبہ 157
ظفر 198،197
عارض 216
عالیہ 67
عجیب 280
عدن 256
عراق ،284،275،235،200،197،106،24
،299،298،297،294،292،291،290،289،288
،316،314،313،311،310،308،307،306،303
394،373،371،341،340،323،320،319،317
عرب ،37،36،35،34،31،29
،130،112،89،80،79،75،67،63،54،44،41،38
،147،145،144،142،141،140،135،133،131
،168،166،165،164،163،153،152،151،148
،215،208،203،200،199،184،180،178،177
،259،257،256،248،246،244،243،233،219
،294،289،288،287،286،285،279،273،272
،327،322،320،319،318،317،310،307،299
،399،392،378،377،368،354،349،335،332
459،441،440،438،432،431،400
عرج 119،118
عرفات 111
عرفہ 119

عسفان 120
عقرباء 218
عمان 181، 215، 226، 237، 238، 239، 240، 241، 242، 246، 247، 248، 335
عین التمر 308، 310، 311، 312، 313، 315، 319
غارِ ثور 22، 43، 46، 47، 49، 50، 51، 52، 54، 56، 57، 58، 59، 427، 428، 455
غارب 190
غزّہ 145
غطفان 190
فارس 33، 34، 35، 210، 272، 287، 318، 319، 321، 335، 336، 337، 350
فرات (دریا) 256، 288، 293، 304، 317، 318، 319
فراض 316، 317، 318، 319
فرج الھند 289
فرع 91
فلپائن 174
فلسطین 145، 247، 334، 335، 341
قبا (مسجد) 69، 72، 396
قبا 44، 66، 67، 68، 69، 71
قدید 65
قراقر 341
قسطنطنیہ 35
قصرِ ابن بقیلۃ 305
قصرِ ابیض 304
قصرِ عدسیّین 304
قصرِ بنی مازن 304
قضاعہ 181، 182، 216، 246، 247، 333
قطر 254، 288
قطیف 258، 264
قلت 315
قلزم (بحیرہ) 268
قلع قموس 105
قناۃ بصریٰ 341
قنّسرین 335
قیساریہ 335
کاظمہ 291، 292، 293
کتیبہ 105، 106
کداء 111
کسکر 297، 298
کعبہ 3، 5، 11، 16، 26، 32، 49، 102، 103، 111، 117، 387، 419
کندہ 245، 271، 280، 281، 282، 371، 373
کوفہ 277، 289، 291، 298، 308، 314
کوہِ وداع 71
کوہِ رضویٰ (مدینہ کا ایک پہاڑ) 452
لج 242
لحیہ 279
لیاس 255
مآب 332
مآرب 274، 281
متحدہ عرب امارات 237، 240
مدائن 297، 308، 314
مدینہ
11، 38، 39، 40، 42، 44، 54، 55، 57، 58، 59، 60، 63،
64، 66، 67، 68، 69، ، 70، 71، 72، 73، 74، 80، 81،
86، 87، 88، 89، 90، 91، 92، 97، 100، 104، 105،
106، 108، 109، 117، 118، 120، 125، 126، 133،
136، 138، 145، 146، 147، 148، 150، 151، 152،
153، 154، 157، 158، 159، 160، 161، 163، 164،
166، 167، 172، 173، 176، 177، 178، 180، 182،
183، 189، 190، 196، 197، 198، 199، 200، 201،
204، 205، 210، 211، 212، 213، 220، 232، 233،
236، 237، 238، 239، 243، 244، 245، 246، 247،
248، 249، 251، 253، 254، 255، 256، 257، 258،
260، 263، 273، 274، 276، 277، 280، 282، 284،
285، 286، 288، 289، 294، 297، 311، 312، 313،

،363 ،362 ،358 ،340 ،333 ،326 ،325 ،324 ،323
،419 ،415 ،392 ،389 ،385 ،379 ،373 ،370 ،365
453،433،430،426،421،420
مدائن صالح 247،246
مذار 296،295
مرّالظہران 109
مریسیع 91
مسجد اقصیٰ 5
مسجد حرام 25،24،17،2
مسجد صدیق 98
مسجد نبوی ،127 ،73 ،72 ،69 ،11
421 ،409،400،365،204،151 ،143،128
مسقط 240،237
مصر 363،335،266،247،145
مصیّخ 316،315
مکہ مکرمہ
،33 ،32 ،31 ،30 ،24 ،20 ،18 ،16 ،15 ،14 ،13 ،10 ،2
،52 ،50 ،49 ،47 ،46 ،45 ،44 ،43 ،42 ،40 ،39 ،38 ،35
،67 ،66 ،65 ،63 ،62 ،61 ،60 ،59 ،58 ،57 ،56 ،54 ،53
،91 ،90 ،89 ،88 ،87 ،86 ،81 ،80 ،75 ،74 ،73 ،72 ،68
،110 ،109 ،108 ،107 ،106 ،104 ،102 ،100 ،97
،133 ،130 ،118 ،117 ،115 ،114 ،113 ،112 ،111
،189 ،166 ،163 ،161 ،157 ،153 ،148 ،136 ،135
،260 ،250 ،249 ،247 ،245 ،222 ،197 ،194 ،190
،292 ،290 ،281 ،280 ،278 ،277 ،273 ،269 ،268
،386 ،381 ،379 ،373 ،363 ،362 ،327 ،326 ،325
،430 ،428 ،420 ،419 ،409 ،408 ،400 ،389 ،388
446،445،441،440،434،433،431
ملل 87
مناصح 92
منیٰ 420،118،36
موتہ 167،144
میسان 295
مہرہ 281،242،241،240،239،238،215،181
نباج 291،201

نجد 241،107،106،104
نجران 372،279،278،277،276،274،271
نخل 158
نقع 194
ہجر ،233 ،231 ،39 ،38
286،264،263،262،261،258،257،256
ہندوستان 439،294،292،256،175
وادیٔ الصفراء 89
وادیٔ القریٰ 247،246،198،151،145،115،104
وادیٔ رانوناء 70
ولجہ 298،297
یثرب 38
یردن (دریا) 141
یمامہ 38،39،182،201،202،209،210،213،214،
،233 ،232 ،231 ،227 ،226 ،225 ،223 ،219 ،218 ،216
،260 ،254 ،248 ،247 ،246 ،245 ،240 ،239 ،236 ،235
374،316،292،291،288،290،286،285،272،271
یمن ،106 ،38 ،30 ،16 ،15
،217 ،233 ،215 ،212 ،210 ،182 ،181 ،177 ،161
،270 ،269 ،268 ،254 ،251 ،245 ،242 ،241 ،240
،280 ،279 ،278 ،277 ،275 ،274 ،273 ،272 ،271
373،325،324،286،285،284،282،281
یورپ 407،378،175،23
Northern Africa 152
Persia 152
Syria 152
Ubna 152

کتابیات

استیعاب 252
اسد الغابہ 15،17،23،252
اصابہ، صحابہ کی سوانح پر ایک مستند کتاب 4
انسائیکلوپیڈیا آف اسلام 152
تاریخ ابن خلدون 285
تاریخ الخلفاء 4
تاریخ طبری
4،10،107، 131، 132، 134، 156، 157، 159، 160، 176، 177، 195، 196، 204، 207، 238، 251، 266، 269، 281، 291، 301، 343، 360، 371،372
تحفہ اثنا عشریہ 205
تفسیر کبیر 392
حضرت ابو بکر صدیقؓ (ہیکل) 10،46
دلائل النبوہ للبیہقی 46
دیباچہ تفسیر القرآن 251،274
الروض الانف 14
ریاض النضرہ 17
سبل الھدیٰ والرشاد 14،110
سر الخلافہ 8،148،184،168،184
سنن ابی داوٗد 104
سنن ابن ماجہ 68
سنن الترمذی 33،68،395،398
سنن الکبریٰ للنسائی 132
سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے 184،188،208
سیدنا صدیقِ اکبر 105
سیر الصحابہ 13
السیرۃ النبویۃ لابن کثیر 135،207
السیرۃ النبویۃ لابن ہشام
4،14،75،104،114،210،400
سیرت حلبیہ
2،15،24،69،107،130
سیرت خاتم النبیینؐ
23،32،45،52،53،62،72،82،103،406
شرح الزرقانی 14،48
شرح السنۃ 375
صحیح بخاری
7، 8، 10، 17، 30، 31، 33، 34، 38، 43، 57، 58، 66، 67، 68، 69، 70، 74، 85، 86، 91، 96، 101، 102، 122، 155، 172، 177، 211، 212، 223، 243، 258، 271، 272، 274، 386، 389، 392، 395،398،412،437
صحیح مسلم 104،114،398
صحیح مسلم بشرح النووی 206
صحیفۂ صدیقی 378،379
طبقات الکبریٰ 4،6،104
طبقات فحول الشعراء 206
عمدۃ القاری 7
فتح الباری 42،212
قتل مرتد اور اسلام 172
قرآنِ کریم اردو ترجمہ 170
مدارج النبوۃ 46
مسند احمد بن حنبل 410

ببلیو گرافی

1 **ابو بکر الصدیق اول الخلفاء الراشدین** از محمد رضا مطبوعہ داراحیاء الکتب العربیۃ 1950ء

2 **ابو بکر الصدیق** شخصیتہ وعصرہ از دکتور علی محمد محمد الصلابی،، دارابن کثیر دمشق بیروت 2003ء

3 **اٹلس سیرت نبویؐ** از ڈاکٹر شوقی ابو خلیل ترجمہ حافظ محمد امین مطبوعہ دار السلام الریاض 1424ھ

4 **اردو دائرہ معارف اسلامیہ** زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب لاہور مطبوعہ عالمین پبلیکیشنز پریس ہجویری پارک لاہور 2002ء

5 **ارشاد الساری شرح بخاری** از ابو العباس شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی مطبوعہ دار الفکر بیروت 2010ء

6 **ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء** از حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اردو ترجمہ اشتیاق احمد قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

7 **الاستقصالأخبار دول المغرب الاقصیٰ** از ابو العباس احمد بن خالد الناصری، مطبوعہ دار الکتاب 1997ء

8 **الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب** از ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر قرطبی، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء / 2010ء

9 **اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ** از عزّ الدین بن الاثیر ابو الحسن علی بن محمد جزری، دار الفکر بیروت، 2003ء / دار الکتب العلمیۃ بیروت، 2003ء / 2008ء / 2016ء

10 **اسلامی جنگیں** از رفیق انجم / شفیقی عہدی پوری، مکی دار الکتب لاہور 2007ء

11 **الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ** از شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، مطبوعہ دار الفکر بیروت 2001ء / دار الکتب العلمیہ بیروت 2005ء

12 **الأعلام** از خیر الدین (بن محمود) زرکلی دمشقی، مطبوعہ دار العلم للملایین بیروت لبنان 2002ء

13 **الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ والثلاثۃ الخلفاء** از ابو الربیع سلیمان بن موسیٰ کلاعی اندلسی، مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1997ء

14 **الأنساب** از ابی المنذر سلمہ بن مسلم بن العوتبی الصحاری الطبعہ الرابعہ 2006ء

15 **انوار العلوم**، از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ و المصلح الموعودؓ، شائع کردہ اسلام انٹرنیشنل پبلیکیشنز لمیٹڈ، رقیم پریس، اسلام آباد ٹلفورڈ یوکے

16 **بخاری بشرح الکرمانی (الکواکب الدراری)** مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت 1981ء

17 **البدایۃ والنہایۃ** از حافظ عماد الدین ابی الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی، مطبوعہ دار ہجر

بیروت 1999ء / دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2001ء
18 سرورِ کائناتؐ کے پچاس صحابہؓ از طالب الہاشمی مطبوعہ البدر پبلیکیشنز اردو بازار لاہور 2006ء
19 **پیغمبر اسلام ﷺ اور غزوات و سرایا** از حکیم محمود احمد ظفر مطبوعہ شفیق پریس، باہتمام نشریات اردو بازار لاہور 2014ء
20 **تاریخ ابن خلدون (المسمی کتاب العبر و دیوان المبتدأ والخبر فی ایام العرب والعجم والبربر)** از عبد الرحمٰن بن محمد ابن خلدون، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2016ء
21 **تاریخ ادب عربی** از احمد حسن زیات، اردو ترجمہ از عبد الرحمٰن طاہر سورتی مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز لاہور 1961ء
22 **تاریخ الخلفاء** از جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی ترجمہ اقبال الدین احمد نفیس اکیڈمی کراچی 1983ء
23 **تاریخ الخلفاء** از جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی، ناشر دار الکتاب العربی بیروت 1999ء
24 **تاریخ الخلفاء الراشدین الفتوحات والانجازات السیاسیۃ** از محمد سہیل طقوش، مطبوعہ دار النفائس بیروت 2011ء
25 **تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس** از حسین بن محمد بن الحسن دیار بکری، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2009ء
26 **تاریخ الطبری (تاریخ الامم والملوک)** از ابو جعفر محمد بن جریر الطبری، دار الکتب العلمیۃ بیروت 1987ء / 2012ء / دار الفکر بیروت 2002ء / مترجم اردو از عبد اللہ العمادی، دار الاشاعت کراچی 2003ء
27 **تاریخ دمشق الکبیر** از ابو عبد اللہ علی عاشور الجنوبی (ابن عساکر) مطبع دار احیاء التراث العربی بیروت 2001ء
28 **تحفۂ اثنا عشریہ** از شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی، ترجمہ اردو خلیل الرحمان نعمانی مظاہری، ناشر دار الاشاعت کراچی 1982ء
29 **تفسیر صغیر**، از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ والمصلح الموعودؓ، شائع کردہ ادارۃ المصنفین ربوہ ضلع جھنگ
30 **تفسیر کبیر**، از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ والمصلح الموعودؓ، شائع کردہ اسلام انٹرنیشنل پبلیکیشنز لندن 2023ء
31 **تفسیر القرطبی (الجامع لاحکام القرآن)** از علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی مطبوعہ دار ابن حزم

بیروت2004ء
32 **جستجوئے مدینہ** از عبد الحمید قادری مطبوعہ اورینٹل پبلی کیشنز لاہور پاکستان 2007ء
33 **جمھرۃ انساب العرب** از ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الاندلسی، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2007ء
34 **حضرت ابو بکر کے سرکاری خطوط** از خورشید احمد فارق، کتاب میلہ مطبع جاوید بٹ پریس 2020ء / ادارہ اسلامیات لاہور 1978ء / مطبوعہ ندوۃ المصنفین دہلی
35 **حضرت ابو بکر صدیقؓ کے فیصلے** از عبد اللہ مدنی، مشتاق بک کارنر لاہور
36 **حضرت ابو بکرؓ صدیق** از محمد حسین ہیکل، ترجمہ انجم شہباز سلطان بک کارنر جہلم پاکستان / ترجمہ شیخ محمد احمد پانی پتی، علم و عرفان پبلشرز لاہور 2004ء
37 **حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ** از ڈاکٹر طٰہٰ حسین ترجمہ شاہ حسن عطا، ناشر نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی
38 **حضرت ابو بکر صدیقؓ کے 100 قصے**، از شیخ محمد صدیق منشاوی مترجم خالد محمود، بیت العلوم لاہور
39 **حضرت خالد بن ولیدؓ** از صادق حسین صدیقی، مطبع زاہد بشیر پرنٹرز لاہور ناشر بک کارنر شوروم جہلم
40 **حقائق الفرقان**، از حضرت مولوی نور الدین صاحب بھیرویؓ خلیفۃ المسیح الاوّلؓ مطبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ پاکستان
41 **حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء** از حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی مطبوعہ مکتبۃ الایمان المنصورہ 2007ء
42 **حیاتِ محمد ﷺ** از محمد حسین ہیکل مترجم ابو افضال شہزاد محمد خان، بک کارنر شوروم بالمقابل اقبال لائبریری جہلم پاکستان 2013ء
43 **خطبات محمود**، از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ و المصلح الموعودؓ، شائع کردہ فضل عمر فاؤنڈیشن مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس ربوہ پاکستان
44 **خلفائے راشدین** از حکیم محمود ظفر، ناشر تخلیقات اکرم آرکیڈ لاہور 1998ء
45 **الخلیفۃ الاوّل ابو بکر الصدیق شخصیتہ و عصرہ** از دکتور علی محمد محمد الصلابی، دار المعرفۃ بیروت، 2006ء
46 **دلائل النبوۃ** از ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان، 1988ء / 2002ء
47 **الرحیق المختوم** از صفی الرحمٰن المبارکفوری، مطبوعہ المکتبہ السلفیہ لاہور 2000ء / دار الغد الجدید القاہرہ 2018ء
48 **روحانی خزائن** از حضرت مرزا غلام احمد قادیانی المسیح الموعودؑ، شائع کردہ نظارت اشاعت، مطبوعہ ضیاء

الاسلام پریس ربوہ
49 **الروض الانف فی تفسیر السیرۃ النبویۃ لابن ہشام** از ابی القاسم عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن احمد بن ابی الحسن خثعمی سہیلی، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت طبع اوّل
50 **الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ** از شیخ احمد بن عبد اللہ، الشہیر بالمحب طبری، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2014ء
51 **سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد** از محمد بن یوسف صالحی الشامی، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1993ء
52 **سر الخلافۃ** از حضرت مرزا غلام احمد قادیانی المسیح الموعودؑ، مترجم اردو شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ
53 **سنن ابن ماجہ** از ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی، مطبوعہ دار السلام ریاض، 2009ء
54 **سنن ابو داؤد** از ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، مطبوعہ دار السلام ریاض، 2009ء
55 **سنن الترمذی الجامع الصحیح** از ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت لبنان، 2002ء
56 **سنن النسائی** از ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب ابن علی بن سنان النسائی، مطبوعہ دار السلام ریاض، 2009ء
57 **سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت و کارنامے** از ڈاکٹر علی محمد محمد صلابی مترجم شمیم احمد خلیل سلفی مکتبہ الفرقان مظفر گڑھ پاکستان
58 **سیدنا ابو بکر صدیقؓ کی زندگی کے سنہرے واقعات** از عبد المالک مجاہد مطبوعہ دار السلام ریاض، لاہور، کراچی، اسلام آباد 1432ھ
59 **سیدنا صدیق اکبرؓ** از الحاج حکیم غلام نبی ایم اے مطبوعہ ادبیات لاہور 2010ء
60 **سیدنا صدیق اکبرؓ کے شب و روز** از محمد حذیفہ لاہوری ناشر مکتبۃ یادگار شیخ اردو بازار لاہور 1437ھ
61 **سیر الصحابیات** از سعید انصاری مطبوعہ اسلامی کتب خانہ اردو بازار لاہور
62 **سیر الصحابہ** از معین الدین ندوی، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی 2004ء
63 **السیرۃ النبویۃ لابن کثیر** از ابی الفداء اسماعیل بن عمر ابن کثیر الدمشقی، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2005ء
64 **السیرۃ النبویۃ لابن ہشام** از ابی محمد عبد الملک بن ہشام بن ایوب حمیری معافری مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2001ء / دار ابن حزم بیروت لبنان 2009ء
65 **السیرۃ الحلبیہ (انسان العیون فی سیرۃ الامین والمأمون)** از ابی الفرج نور الدین علی بن ابراہیم بن احمد حلبی الشافعی، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2002ء / 2008ء

66 **سیرۃ امیر المومنین علی بن ابی طالب شخصیتہ و عصرہ** از علی محمد محمد الصلابی، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان2006ء
67 **سیرۃ خلیفۃ الرسول ﷺ سیدنا حضرۃ ابو بکر صدیقؓ** از طالب الہاشمی مطبوعہ حسنات اکیڈمی لاہور 1990ء
68 **سیرت حضرت عمرو بن العاصؓ (فاتح مصر)** از ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن، اردو ترجمہ شیخ محمد احمد پانی پتی مطبوعہ مکتبہ جدید انارکلی لاہور1956ء
69 **سیرت خاتم النبیینؐ** از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے مطبوعہ اسلام انٹر نیشنل پبلیکیشنز لمیٹڈ اسلام آباد ٹلفورڈ یوکے 1996ء
70 **سیرت خلفائے راشدین** از محمد الیاس عادل مطبوعہ، مشتاق بک کارنر لاہور
71 **سیرت سیدنا صدیق اکبرؓ** منسوب بہ استاذ عمر ابو النصر ترجمہ محمد وسیم اکرم قادری مشتاق بک کارنر اردو بازار لاہور2020ء
72 **سیرت حضرت ابو بکر صدیقؓ** از محمد الیاس عادل مطبوعہ مشتاق بک کارنر اردو بازار لاہور
73 **شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ** از علامہ قسطلانی، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت1996ء
74 **شرح السنۃ** از حسین بن مسعود بغوی، مکتب الاسلامی دمشق بیروت 1983ء
75 **صحیح البخاری** از ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری جعفی، مطبوعہ دار السلام ریاض، 1999ء
76 **صحیح مسلم** از ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری نیسابوری، ناشر دار السلام ریاض، 2000ء / مترجم اردو، شائع کردہ نور فاؤنڈیشن ربوہ پاکستان
77 **المنھاج بشرح صحیح مسلم بن حجاج** از محی الدین بن یحیٰ بن شرف النووی، مطبوعہ دار ابن حزم بیروت لبنان2002ء
78 **الصدیقؓ** از پروفیسر علی محسن صدیقی مطبوعہ قرطاس کراچی 2002ء
79 **ضیاء النبی ﷺ** از پیر محمد کرم شاہ الازہری مطبوعہ تخلیق مرکز پرنٹرز لاہور1420ھ / مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور 2015ء
80 **الطبقات الکبریٰ** از محمد بن سعد بن منیع الہاشمی البصری المعروف بابن سعد مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء / 2012ء / 2017ء / دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء / مترجم اردو از عبد العمادی نفیس اکیڈمی کراچی
81 **عبد اللہ بن سبا اور دوسرے تاریخی افسانے** از سید مرتضیٰ عسکری، مترجم سید قلبی حسین رضوی مطبوعہ

مجمع جہانی اہل بیت 1427ھ
82 **عشرۂ مبشرہ** از بشیر ساجد ناشر البدر پبلیکیشنز لاہور پاکستان 2000ء
83 **عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری** از بدر الدین ابی محمد محمود بن احمد العینی، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء / دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان 2003ء
84 **فاتح اعظم حضرت عمرو بن العاصؓ** از محمد فرج مصری مترجم شیخ محمد احمد پانی پتی، مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی 1962ء
85 **الفاروق** از شبلی نعمانی پبلشرز ادارہ اسلامیات 2004ء
86 **فتح الباری شرح صحیح البخاری** از احمد بن علی بن حجر عسقلانی، مطبوعہ دار الریان للتراث قاہرہ 1986ء / قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی
87 **فتوح البلدان** از احمد بن یحییٰ بن جابر البلاذری، مطبوعہ مؤسسۃ المعارف بیروت 1987ء / دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2000ء
88 **فتوحات شام** از مولانا فضل محمد یوسف زئی ناشر مکتبہ ایمان ویقین 2011ء
89 **فرہنگ سیرت** از سید فضل الرحمٰن ناشر زوار اکیڈمی پبلیکیشنز کراچی 2003ء
90 **فیروز اللغات اردو** از مولوی فیروز الدین، نظر ثانی، ادارہ تصنیف و تالیف فیروز سنز مطبوعہ فیروز سنز لاہور پانچویں اشاعت 2012ء
91 **قاموس الکتاب** از ایف ایس خیر اللہ، ناشرین مسیحی اشاعت خانہ فیروز پور روڈ لاہور 2005ء
92 **قتل مرتد اور اسلام** از مولوی شیر علی صاحب بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان مطبوعہ وزیر ہند پریس امرتسر 1925ء
93 **قرآن کریم اردو ترجمہ** از حضرت مرزا طاہر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ اسلام انٹرنیشنل پبلیکیشنز لمیٹڈ یوکے 2002ء
94 **قرآن کیسے جمع ہوا؟** از مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور 2008ء
95 **الکامل فی التاریخ** از عزّ الدین ابی الحسن علی بن محمد ابن اثیر جزری مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت 1997ء / دار الکتب العلمیۃ بیروت 2003ء / 2006ء
96 **کتاب الخراج** از قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم، مطبوعہ المکتبہ التوفیقیہ 2013ء
97 **کتاب الردۃ مع نبذۃ من فتوح العراق و ذکر المثنی بن حارثۃ الشیبانی** از محمد بن عمر بن واقد الواقدی، مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت 1990ء
98 **کتاب المغازی** از ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن واقد الواقدی، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2004ء /

2013ء
99 **کمانڈر صحابہ** از محمد شعیب چشتی ناشر ممتاز اکیڈمی اردو بازار لاہور
100 **کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال** از علاء الدین علی بن حسام الدین الہندی، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ 1985ء / دار الکتب العلمیۃ بیروت 2004ء
101 **لسان العرب** از ابو الفضل جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی مصری، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت لبنان 2005ء
102 **لغات الحدیث** از وحید الزمان ناشر نعمانی کتب خانہ لاہور 2005ء
103 **مثنوی مولوی معنوی** از مولانا جلال الدین رومی مترجم قاضی سجاد حسین، الفیصل ناشران غزنی سٹریٹ لاہور 2006ء
104 **مجمع الزوائد و منبع الفوائد** از نور الدین علی بن ابی بکر بن سلیمان الہیثمی المصری مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء
105 **مجموعہ اشتہارات**، از حضرت مرزا غلام احمد قادیانی المسیح الموعودؑ، شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ
106 **محمد رسول اللہ والذین معہ** از عبد الحمید جودۃ السحار مطبوعہ مکتبۃ مصر
107 **مدارج النبوت** از شیخ محمد عبد الحق محدث دہلوی اردو ترجمہ از مفتی غلام معین الدین نعیمی، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور 2005ء / ناشر شبیر برادرز اردو بازار لاہور 2004ء
108 **مرآۃ الزمان فی تاریخ الاعیان** از شمس الدین ابو المظفر یوسف بن قزاو غلی بن عبد اللہ سبط ابن الجوزی، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2013ء
109 **مردانِ عرب** از عبد الستار ہمدانی، ناشر اکبر بک سیلرز لاہور 2013ء
110 **المستدرک علی الصحیحین** از ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم نیشاپوری، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء / مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز الریاض 2000ء
111 **مسند (الامام احمد بن حنبل)** از امام احمد بن حنبل، مطبوعہ عالم الکتب 1998ء / دار الحدیث القاہرہ 2012ء
112 **المسیرۃ الاسلامیۃ لجیل الخلافۃ الراشدۃ** از منیر محمد الغضبان، مطبوعہ دار السلام 2015ء
113 **مشکوٰۃ المصابیح** از ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ خطیب التبریزی، مطبوعہ شرکۃ دار الارقم بن ابی الارقم بیروت لبنان 1996ء
114 **المصنف لابن ابی شیبۃ** از ابی بکر عبد بن محمد بن ابراہیم ابی شیبہ العبسی، الفاروق الحدیثۃ قاہرہ 2008ء / مترجم محمد اویس سرور مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور 2014ء

115 **معجم البلدان** از شہاب الدین ابی عبد اللہ یاقوت بن عبد اللہ الحموی الرومی البغدادی، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان / دار صادر بیروت 1977ء / المکتبۃ العصریۃ بیروت لبنان 2014ء

116 **المعجم الوسیط** از مجمع اللغۃ العربیۃ مطبوعہ دار الدعوۃ استانبول ترکیہ 1410ھ 1989ء

117 **معرفۃ الصحابۃ** از ابی نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن مہران اصبہانی دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء

118 **المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام** از دکتور جواد علی، مطبوعہ مکتبۃ جریر 2006ء

119 **مقالات سیرت** از ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی مرتبہ ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ پرنٹنگ پریس لاہور 2015ء

120 **مکتوباتِ احمد** از حضرت مرزا غلام احمد قادیانی المسیح الموعودؑ، شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ پاکستان

121 **ملفوظات** از حضرت مرزا غلام احمد قادیانی المسیح الموعودؑ، شائع کردہ اسلام انٹرنیشنل پبلیکیشنز لندن 2022ء

122 **المنجد فی اللغۃ** از لویس معلوف، مطبوعہ انتشارات اسلام، تہران ایران 1388ھ

123 **المواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ** از احمد بن محمد قسطلانی، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت 2004ء

124 **کتاب المؤطا** از امام مالک بن انس مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان 2002ء

125 **نیل الأوطار من اسرار منتقی الاخبار** از علامہ محمد بن علی بن محمد الشوکانی، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت 2004ء

126 **وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان** از ابی العباس احمد بن محمد بن ابراہیم بن ابی بکر بن خلکان دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1998ء

127 **A History of Medieval Islam** by J.J. Saunders, The Taylor & Francis e-Library, London 2002

128 **A Short History Of the World** by H.G. Wells, J.J. Little & Ives Company New York USA1922

129 **Islam and the Psychology of the Muslim** by André servier, Chapman & Hall LTD. 1924

130 **The Caliphate its rise, decline and fall** by Sir William Muir. The Religious Tract Society 1892

131 **The Encyclopaedia of Islam** Printed by Leiden brill Natherland 2000

The Preaching of Islam by T.W. Arnold, Archibald constable & co. 1896 / Constable & Company Ltd. London 1913